کلیاتِ شوکت واسطی

(تراجم حصہ دوم)

کربیہ طربیہ	DANTE'S DIVINA COMMEDIA
برزخیہ	DANTE'S PURGATORIO
فردوسیہ	DANTE'S PARADISO
آشوبیہ	HOMER'S ILIAD

مرتبین

صباحت عاصم واسطی

عباس تابش

کُلّیات
شوکت واسطی

(تراجم حصہ دوم)

کُلّیاتِ شوکت واسطی

(تراجم حصہ دوم)

مرتبین

صباحت عاصم واسطی

عباس تابش

الحمد پبلی کیشنز

رانا چیمبرز۔ سیکنڈ فلور۔ (چوک پرانی انارکلی)۔ لیک روڈ۔ لاہور

☎ 37231490 - 37310944

(منظوم ترجمہ)

DANTE'S
DIVINA COMMEDIA

شوکت واسطی

کربیہ طربیہ 797-تا-1000

برزخیہ 1001-تا-1310

فردوسیہ 1311-تا-1617

آشوبیہ 1619-تا-1866

انتساب

جواں مرگ بہنوں

مقبول اور سلطان

کے نام

افتتاحیہ

اثرسعیٔ خیال

عظیم حماسہ طربیہ ربانی کا موضوع ہے۔ زندگی محض عقبیٰ کا دیباچہ ہے! اس جہاں میں جو فریب، فساد، فتنہ، فضیحت ہے مواخذہ اس کا آئندہ ہونا ضرور ہے۔ دانتے اس احساس کو اجاگر کرتا ہے کہ ہر چند انسانی نظر کام نہ کرے لیکن مستقبل کے تاریک پردے کے پیچھے ایک بسیط آئینہ موجود ہے۔

محققین نے ثابت کیا ہے کہ دانتے کے پیش نظر ابن العربی کی تصانیف ''الاسریٰ والی مقام الاسریٰ'' اور ''فتوحاتِ مکیہ'' رہی ہوں گی کہ اس کی طویل مثنوی اور ان کتب کا درمیانی وقفہ صرف اسی سال ہے۔ اسی طرح دانتے پر ابوالعلامعریٰ کے رسالۃ الغفران کا اثر بھی ممکن ہے۔

یہ علماء قائل تھے کہ خالق نے دنیا میں روح کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ آخری معراج کا سامان کرے تاکہ دیدارِ خداوندی کی مسرتِ کاملہ سے سرفراز ہو۔ تائیدِ غیبی اور شریعت کے بغیر روح کا یہ عظیم سفر ممکن نہیں ہے۔ دانتے نے یہ نظم اپنے ماحول و عقیدہ کی روشنی میں کہی ہے، لامحالہ اس میں اٹلی، سسلی اور فرانس کے متعدد مقامات، دریاؤں اور پہاڑوں کا تذکرہ ہے۔ اٹلی کی تاریخ کے حوالے سے متعدد شخصیات کا بیان بھی ہوا ہے جن کے نام بسا اوقات اجنبی اور غیر مانوس ہیں، یہاں تک کہ ان کا صحیح تلفظ اردو میں منتقل کرنا بھی محال ہے۔ قارئین اپنی سہولت کے لیے ان لوگوں کو چند قطعی برائیوں کی علامتیں جانیں، ان کی ہیئت اور اصلیت کے خرخشہ میں نہ پڑیں۔ اس سے تفہیم کی راہ سہل ہو جائے گی۔ اسی طرح صنمیات کے یونانی اور رومی حوالے بھی ہیں، لیکن جنہیں ادبیاتِ مغرب سے سرسری بہرہ بھی ہے، وہ ان کو اجنبی نہیں ہوں گے، تاہم حواشی میں اکثر کی تصریح کر دی گئی ہے۔ انجیل مقدس کی تلمیحات عام طور سے معلوم ہیں۔

ان قصص کی وضاحت غیر ضروری لگی۔

عزیز احمد مرحوم نے ایک عمدہ معلوماتی مقدمہ اس نظم کے نثری ترجمہ کے ساتھ قلمبند کیا تھا۔ مجھے وہ ابوسعادت خلیلی صاحب (کراچی) کے توسط سے حاصل ہوا۔ اس مقدمہ میں ان تمام تاریخی حوالہ جات' شخصیات و مقامات...... کی توضیح درج ہے جو دانتے کے ہاں جابجا وارد ہوئے۔ اسی میں دوزخ کے ہر طاس' طاق' طارم' طویلے اور طبق کی مختلف گناہ و عذاب کی مناسبت سے ایک خاکہ کے ذریعے نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ خاکہ اس کتاب میں صرف اس تبدیلی کے ساتھ شامل کیا جارہا ہے کہ اصطلاحات ترجمہ ہذا کی زبان میں مندرج ہیں۔

دانتے کی اس نظم عالیہ کا اثر عالمی ادب پر معتد بہ مرتب ہوا۔ ملٹن کی پیراڈائز لاسٹ کے متعدد مقامات اس سے قریب تر ہیں۔ ہماری اردو میں مولانا محمد حسین آزاد کے بعض مقالے' چودھری افضل حق کی قابل مطالعہ تصنیف ''زندگی'' اور علامہ اقبال کی معرکتہ الآرا تخلیق ''جاوید نامہ'' میں طربیہ ربانی کے خیال وہیئت کی بازگشت بدیہی ہے۔ اس اعتبار سے یہ منظوم ترجمہ اردو ادب میں تقابلی تحقیق و مطالعہ کے لیے انتہائی دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا۔

پس نوشت: انگریزی کے جس ترجمے سے' کربیہ کو اردو میں منظوم منتقل کرنے کے لیے استفادہ کیا گیا ہے اس کا ایک اعتذاریہ یہاں دہرانا بے جا نہ ہوگا۔

"Every one should know, that nothing harmonized by musical enchainment can be transmuted from one tongue into another without breaking all its sweetness and its harmony." This expression may be regarded as conclusive against the present English rendering undertaken."

انگریزی زبان کا دامن الفاظ بہت وسیع ہے۔ اور ع

گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے

لہٰذا اس منظوم ترجمہ کا مطالعہ بھی اس اعتذاریہ کی روشنی میں کیا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب دیگر زبانوں کے ادب عالیہ کے اردو نثری ترجمے موجود ہیں تو انہیں نظم کرنے کی حاجت کیوں ہو۔ زمانہ طالب علمی میں میں نے سٹرافرڈ بروک کا یہ مقولہ پڑھا تھا۔

Of all possible translations of poetry, prose translation is the most inaccurate--- Prose no more represents poetry than architecture does music.

شعر کا شعر میں ترجمہ کم از کم مترنم حرکات کو تو برقرار رکھتا ہے۔ سو تب سے آرزو سی رہی کہ کچھ رزمیہ شاہکار اردو قلم میں ڈھالے جائیں۔ فردوس گم گشتہ، المیہ حکیم فسطاس اور کربیہ...... اسی نوجوانی کی خواہش کا پیرانہ سال روپ ہیں۔ ہومر کی الیڈ کو بھی آشوبیہ کے نام سے اردو نظم میں ڈھالنے کی سعی جاری ہے۔

پشاور۔ ستمبر ۱۹۸۲ء

کوائف زندگی......دانتے

۱۲۶۵ (مئی)۔ پیدائش بمقام فلورنس...... شہر گل' باپ الیگری' ماں بیلہ

۱۲۷۴ بیترس' دختر فلکو پرتنری کی تیر نظر کا شکار' محبوبہ

۱۲۸۹ کمپل دنی کی لڑائی میں شرکت' اہل فلورنس اہل اریزو پر غالب

۱۲۰۱ جمی دی دناتی سے شادی' ناخوشگوار متاہل زندگی تاہم پانچ بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئے۔

۱۳۰۰ میں دانتے پر القا ہوتا ہے' طربیۂ ربانی کی تخلیق کا خیال۔ صدرِ سربراہانِ فلورنس/ بیانچی اور نیری جماعتیں۔

۱۳۰۳ پاپائے روم کی خدمت میں سفیر کی حیثیت سے حاضری' وطن سے عدم موجودگی میں خیانت میں ماخوذ کر کے ہموطن دو سال کے لیے شہر بدر کر دیتے ہیں۔ ضبطیٔ جائیداد' زندہ جلا دینے کی سزا...... مگر اس پر عملدر آمد نہیں ہو پاتا۔

۱۳۰۴ جلاوطنوں کی بارہ رکنی مجلس کا ممبر' فلورنس پر ان کا ناکام دھاوا

۱۳۰۶ پیڈوا میں

۱۳۰۷ لنگیانہ میں

۱۳۰۸ ویرونہ' پھر پیرس اور آکسفورڈ میں

۱۳۱۳ ویرونہ میں پناہ گزین

۱۳۲۱ (جولائی) وفات۔

فلورنس

۱۲۰۷ پہلے منتظم اعلیٰ PODESTA کا تقرر

۱۲۱۶ گویلف GUELPH اور گبیلان GHIBELLON کی جماعتوں کا قیام' اس میں شہری حریت پسند' تاجر اور صنعت کار شامل تھے اور پاپائے روم کی سرپرستی میسر تھی۔ اس میں شہری حقوق یافتہ امرا' جنگجو اور شہسوار شریک تھے اور شہنشاہ سرپرست تھا۔

۱۲۵۱ گویلف برسرِ اقتدار...... گبیلان شہر بدر' جائیدادیں ضبط دانتے شہنشاہیت پسند تھا' اٹلی سے اسے خاص اُنس نہ تھا مگر فلورنس پر وہ مرتا تھا۔

☆☆☆

فلورنس۔ پھولوں کا شہر' دریائے ارنو کے کنارے پرانی آب تاب سے آباد ہے۔ پرانے پل پونٹے وکیچو پر اب بھی وہی دو رویہ کئی سو سال پہلے کی کوٹھیاں ہیں۔ یہاں میدی چی خاندان کے مقبرے میں مائیکل اینجلو کے بنائے ہوئے دن رات اور صبح شام کے مجسمے ہیں۔ آگے کلیسائے کلاں...... سانتا مارایا ولفیورے' میں ڈومینکو ڈی مچلنو کی بنائی ہوئی تصویر طربیہ خداوندی ہے۔ سامنے دانتے کتاب کھولے کھڑا ہے' فردوس پر ستارے اور عقب میں اعراف کا پہاڑ ہے۔ سیدھے ہاتھ پر جہنم کے عذابوں کا دلدوز نقشہ ہے۔

(تلخیص از عزیز احمد)

کوائف زندگی

شوکت واسطی، صلاح الدین

۱۹۲۲ (اکتوبر) پیدائش بمقام ملتان

والد سید نعمت علی شاہ، والدہ بسم اللہ

۱۹۲۸ فیروز پور ڈلہوزی...... ابتدائی تعلیم

۱۹۳۳ راولپنڈی...... اسلامیہ ہائی سکول

۱۹۳۸ مری، گورنمنٹ ہائی سکول، میٹرک

۱۹۳۹ سید عبدالحمید عدم سے تلمذ بہمراہی مشتاق اسلام آباد

۱۹۴۲ راولپنڈی، گارڈن کالج...... بی اے، آنرز ہمراہی ایوب محسن، محمد امین

۱۹۴۴ پشاور، ایڈورڈز کالج۔ ایم اے (تاریخ)

۱۹۴۵ شاہ آباد کرنال میں راشدہ سے شادی، بچے (ناز کلی، شمعونہ) صغر سنی میں مر گئیں۔ فرزانہ۔ التفات۔ صباحت (نواسہ، سعی فر)

۱۹۴۸ سرحد، محکمہ تعلیم...... ایبٹ آباد، مردان، کوہاٹ، پارا چنار، ڈیرہ اسمٰعیل خان چارسدہ، نوشہرہ سیدو (سوات) صوابی، پشاور، میران شاہ

(خواجہ محمد اشرف کے مشورے پر اس محکمہ میں ملازمت کی)

۱۹۷۴ چیئرمین ٹیکسٹ بک بورڈ

☆☆☆

میرا تجربہ:

عمر کیوں ساری گنوائی شعبۂ تعلیم میں
شوکت اس پیشہ میں ایسی نیک نامی بھی نہ تھی

ماحصل:

سی و پنج سال عمرم بہ ملازمت بسر شد
سحر شباب خودراہمہ تیرہ شام کردم
چہ شود در عہد پیری، ہمہ عمر در جوانی
بہ سگاں ادب نمودم، بہ خراں سلام کردم

(تلوک چند محروم)

(کہ وہ بھی محکمہ تعلیم ہی سے منسلک رہے تھے)

☆☆☆

پشاور

۱۹۴۲	پشاور، اردو سبھا کا قیام، روشنیاں، اشارے مرتب کیے
۱۹۴۴	گیتوں کا مجموعہ......جل ترنگ
۱۹۴۷	حفیظ اثر کے ساتھ ماہنامہ نوبہار کا اجراء
۱۹۵۱	ایبٹ آباد، خان عطاء اللہ جان کی سرپرستی میں بزم علم وفن کا قیام
۱۹۵۵	تاریخ عالم دس سبق۔(انگریزی)
۱۹۵۹	تاریخ اسلام کا اجمالی خاکہ، اشک آتش، رسول مقبول ﷺ
۱۹۶۵	شیشۂ ساعت (قومی نظمیں)
۱۹۷۰	انڈو پاک ہسٹری (انگریزی)
۱۹۷۲	رسالت وخلافت، فردوس گم گشتہ (پہلا دفتر)
۱۹۷۴/۱۹۷۵	کوئے مغاں، کوئے بتاں، ذوق خامہ...... نظمیں، غزلیں
۱۹۷۷	پشاور، جناب عزت بخش آوان کی سرپرستی میں ادارہ علم وفن کا احیا
	تمام سرحد میں بشمول چترال سوات گلگت ذیلی اداروں کا قیام
۱۹۷۸	دارالاشاعت کا قیام، نیا پرانا لہجہ، خاصہ خاصانِ رسل کی تالیف

۱۹۷۹	ملٹن کی PARADISE LOST کا منظوم ترجمہ، مکمل بارہ دفتر...... فردوس گم گشتہ
۱۹۸۰	تالیف، دیپ جلے لہولہو، کرسٹوفر مارلو کے ڈرامہ فاوسٹ کا منظوم مقفیٰ ترجمہ
۱۹۸۱	ذیلی ادارے آزاد کشمیر، پنجاب، بلوچستان اور کراچی میں کربیہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔

☆☆☆

پشاور کے بارے میں دو تاثر

(ا) کرنا پھوٹا، رستے مہکے، یادِ پشاور آتی ہے!

(ب) جانے وہ کونسی منحوس گھڑی تھی شوکت

ہم نے جب شہرِ پشاور میں قدم رکھا

☆☆☆

زندگی کی ہے بسریاں، نہیں شوکت افسوس

غم ہے البتہ، پشاور میں ہی موت آئے گی

نقشۂ جہنّم

گناہ – عذاب

کینٹو	طاس	گناہ	نوعیت	صراحت	طبق	طبیلہ/طارم	طاق/طاق	عذاب
۳	زبریں	حیات بے مقصد	—	—	—	—	—	ع نہ بیاں کے ہے نہ وہاں کے ہے
۴		بیگانگی نصرانیت	—	—	پہلا ہادیہ	—	—	دیدارِ خداوندی سے محرومی
		۱. نفس پرستی	۱. شہوت	—	دوسرا	—	—	شدید طوفان اڑائے پھرتا ہے
۶			۲. بسیار خوری	—	تیسرا	—	—	موسلا دھار بارش میں بے حس و حرکت چت اور پٹ
۷			۳. اسراف و بخل	—	چوتھا	—	—	بھاری بوجھ تلے دھکم پیل
۸			۴. مغلوب الغضبی	—	پانچواں	—	—	دلدل میں لت پت الف ننگے
۹			(بدعت)	—	چھٹا	(شہرِ ابلیس)	—	(دہکتی قبروں میں سوزاں)
۱۲	زیریں	۲. اشتداد	۵. تشدد	ہمسائے سے	ساتواں	پہلا طبیلہ	—	قاتل کھولتی اُبلتی ندی میں
۱۳				اپنی ذات سے		دوسرا طبیلہ		خودکشی کرنے والے درخت کی جُون میں
۱۴				خدا سے		تیسرا طبیلہ		ریگِ تپاں پر شعلوں کی بوچھاڑ میں

۱۸		۶ - عامیانہ	عصمت ز بردے	آٹھواں		پہلا طاق	شیاطین درّہ زن
			خوشامدی			دوسرا طاق	فضلہ میں لتھڑے ہوئے
۱۸			دین فروش			تیسرا طاق	گڑھوں میں اوندھے تلوے سلگ رہے ہیں
۱۹			رمال وکاہن			چوتھا 〃	منہ پیٹھ کی طرف الٹے ہوئے
۲۰			مفسد ولاشی		—	پانچواں 〃	قیروں میں مہیب عفریتوں کے شکار
۲۱			ریاکار			چھٹا 〃	سیسے کے وزنی لبادوں میں آوارہ
۲۳			چور			ساتواں 〃	بانبیوں میں آدمی سانپ اور سانپ آدمی
۲۴	زیریں	۷ - بغض	غلط مشیر			آٹھواں 〃	لپٹوں میں جھلتے
۲۶			فرقہ بند			نواں 〃	بریدہ ومثلہ اعضا
۲۸			فریبی صانع			دسواں 〃	مہلک عوارض میں مبتلا
۳۲		۸ - دغا	اقارب سے	نواں	طارم ۱	کائنہ	برف میں گھل رہے ہیں
۳۳			وطن سے		〃 ۲	انتی نرہ	برف میں دوسری سزائیں
۳۳			مہمانوں سے		〃 ۳	بطلیموسیہ	برف کے باعث آنکھوں میں آنسو منجمد
۳۴			محسنوں سے		〃 ۴	کوسی ٹس	شیطان پابہ زنجیر، تین بڑے غداروں کو منہ میں لئے

دوزخ

کینٹو — (۱)

تلخیص: شاعر (دانتے) ایک زبوں دشت میں بھٹک گیا ہے، کوہ پیمائی میں چند خونخوار درندے اس کا آگا روکتے ہیں، خوبیٔ تقدیر وہاں شاعرِ ورجل کو لے آتی ہے جو خضرِ راہ بن کر اسے عذابِ دوزخ کے مشاہدے کی دعوت دیتا ہے۔ پھر وہاں سے اعراف میں جانا ہوگا، آگے شاعر کی محبوبہ بیترس اسے خلد بریں میں لے جائے گی۔

BEATRICE

دانتے رومی شاعر کے ساتھ چل دیتا ہے۔

☆☆☆

اس اپنی چندروزہ زندگی کے اُدھر میں
آپ کو دشتِ زبوں میں، صراط الرّاس سے گمراہ پایا،
زباں ہو گنگ دشت ایسا بھیانک۔
عجب ہُو کا سماں تھا — جھاڑ جھنکاڑ، گھنا گنجان روئیدہ سراسر،
کہ اب تک یاد سے جی ڈوب جائے، وہ سکتہ جس طرح موت
آ گئی ہو۔
— ولے شرّ ے کہ در آں خیر باشد، وہاں جو بھی گوارا پیش آیا،
دگر بھی سب نگاہوں نے جو دیکھا، بیاں اس کو کروں گا بے کم و کاست۔
بمشکل ہی بتا سکتا ہوں کیسے وہاں داخل ہوا پہلے پہل میں،
مرے احساس پر حاوی تھی اس پل گرانی خوابگوں کچھ اس طرح کی، ر
صراط الرّاس جب میں نے کیا ترک۔
مگر اک دامنِ کہسار میں جو ہوئی میری رسائی — جس جگہ پر
ہوئی مسدود وہ وادی، مرا دل

کیا تھا جس نے ہیبت سے دریدہ — نظر افراز پر کیا دیکھتی ہے
کہ شانہ ہائے پہناہیں منور کرن سے اس کرہ کی جو بہر راہ
ہجومِ رہ نورداں کی ہمیشہ کیا کرتا ہے موزوں رہنمائی۔
پڑا چندے ہراس اس وقت مدھم کہ گوشہ گیر دل گھرا رہا تھا'
تمام اس رات جو کانٹوں پہ گزری — کسی کا سانس موجوں سے اُلجھ کر
اکھڑ جائے تو جیسے نیم جاں وہ تھکن سے چُور افتاں اور خیزاں
بدقت بحر سے ساحل تک آئے
تو دیکھے اک لق و دق دشت پر ہول' کھڑا وہ دیکھتا رہ جائے جس کو'
یہی عالم تھا میری روح کا بھی — ابھی زائل نہ تھی دہشت کہ افتاد
پڑی وہ' سنگ آمد' سخت آمد' کہ جیتے جی نہ دیکھی ہو کسی نے —
کیا قدرے توقف' تب مرے اس تھکے ماندے بدن میں جان آئی۔
اجاڑ' او گھٹ ڈھلان اک بار اس پر ہوا پھر گامزن ایڑی جما کر'
مگر اوپر نہیں ایسا گیا تھا کہ لو اک باگھ' پھرتیلا سبک گام
نظر آیا — وہ ابلق پوستیں' جو نہ دبکا رو برو پا کر بھی مجھ کو'
مزاحم پیش قدمی میں وہ ڈٹ کر مری پسپائی پر آمادہ اُلٹا۔
ٹھٹک کر پس میں اُلٹے پاؤں لوٹا۔
گھڑی بھر پور جوبن پر سحر کی' صعود افروز سورج رہ پر افراز
لیے ساتھ ان ستاروں کو' ہوئے جو طلوع اس کے برابر میں —
ہوا تھا
نخستیں ذوقِ ربانی محرک جب اپنی خوشنما رعنائیوں کا۔
تھی ایسی ساز باز آپس میں سب کی مجھے معمور اُمیدِ خوش سے کر دیں —
سبک پا جانور کی پوست اجلی' مناجاتی سویرا' رُت بہاریں —

باگھ' مراد تن آسانی

سورج' برج حمل میں' کہ روزِ آفرینش یہاں اس کی گردش کا آغاز ہوا۔

مگر مجبور رم جھٹ وہ مسرت' نئی ہیبت اب اس کی جا گزیں تھی'
اٹھائے سر' مقابل عین میرے نمودار ایک ضیغم تھا اچانک
کچھ ایسا بھوک میں پاگل کہ ڈر سے ہوا کا بھی کلیجہ منہ کو آئے۔
عقب میں طیف آسا گرگِ مادین' نحیف و زار' ہر شے کی طلب گار'
کئے تھے پائمال اس نے کئی ملک' وہ اس دہشت سے غالب آئی
مجھ پر'
ہراساں کر گئی یوں شکل اس کی' ہوئی سب منہدم امید میری رسائی کی
سر کوہِ (صفا) تک
کوئی سرشارِ حاصل وقت کا تب کرے احساس بھٹہ بیٹھ لے جب'
اسے اندر ہی اندر گھن کی صورت زیاں کی خلفشاری چاٹ جائے۔
مری بھی کیفیت بالکل وہی تھی۔ تعاقب میں وہی منحوس وحشی
ذرا مہلت نہیں دے بلکہ مجھ پر چڑھ آئی ایسی درّانہ' بتدریج
دھکیلا اس طرف مجھ کو جہاں پر بصمت آرام فرماتا ہے سورج۔
قدم رپٹے' نشیبی رخ اُلٹ کر گرا میں' تو مرے ادراک نے اک
ہیولٰی سا بجھایا' جس کی آواز ادھک ترکِ سخن سے تھی گلو گیر۔
پڑی صحرائے اعظم میں' جب اس پر نظر میری تو میں چلا کے بولا:
"ہے آدم زاد یا آسیب جو بھی' مرے حالِ زبوں پر رحم فرما"۔
جواباً وہ: نہیں انسان اب میں مگر انسان میں پہلے کبھی تھا'
تو لدو الدین لومبرے' تو طن سے وہ دونوں منتعانی
بشکل اقتدارِ جولیس جب تھا مستحکم (ہے یہ اس وقت کا ذکر)'
بعہدِ خوش نہاد آگستس' اس وقت بسر کی عمر میں نے روم میں جب'
اساطیری و باطل دیوتا تھے' مغنی خوش نفس تھا میں' مجھی نے

ضیغم' حب جاہ

گرگِ مادین' طمع

LOMBARD/

MANTUAN

فرزند AENEAS

انکائسس اور افرادیت کا بیٹا ٹرائے کا شجاع؛ جس نے بنائے روم ڈالی۔

حماسہ کا کیا موضوع اپنے شہ انکائسس کا نیک فرزند؛
ٹرائے سے جو وارد تب ہوا تھا کہ شعلے تھے دواں الیوم کے سب
رفیع الشان برجوں پر، فروزاں۔
مگر کہہ سہہ سہا کر ہر صعوبت یہ پسپائی ہے کیسی؛ کیوں نہیں تو
قدم پیمود اس کوہِ صفا پر، یہ اصل و ما حصل کلی طرب کا؟"
جھجک کر میں جوابا: کیا نہیں تو وہی ورجل، وہ چشمہ چاہ؛ جس سے
فراواں تھا رواں سیل فصاحت، کل انبوہِ نوا پرداز کی تو
تعلی و تجلی ـــــ بہرہ ور ہوں تری تصنیف سے، جس کا تجسس
رہا برسوں مجھے، جس کی تلاوت عقیدت سے بکثرت کی ہے میں نے؛
مرا استاد تو اور راہ بر بھی! کیا ہے اخذ وہ اسلوب میں نے
فقط تجھ سے لگیں گے چھب سے جس کی
مری شہرت کو بھی اب چار چاند ـــ اس بلا کو دیکھ ہوں جس سے
گریزاں؛
مجھے اس سے بچا دانائے کامل، کہ طاری کر دیا ہے اس نے میرے
بدن کے ہر رگ و ریشہ میں رعشہ"۔
مجھے وہ دیکھ کر نالاں، جوابا: "بلا شک اختیار اک راہ دیگر
تجھے کرنا پڑے گی بچ کے جا ہے نکلنا تو جو اس دشت زبوں سے؛
جسے للکارتا ہے وہ بلا تو گزرنے دے نہ اپنی رہ کسی کو۔
مزاحم یہ اجل سے کم نہیں ہو، یہ اپنی نوع کی وہ زشت و مردار
نہ اسکی حرص ہو کم جو بھی تھوڑے، اگر خوراک ہو اس کو مہیا
ندیدہ پن ہو پہلے سے زیادہ، وحوشِ مختلف کی بیاہتا یہ
یہی مذموم بندھن بلکہ ہو گا کئی کے ساتھ پھر، تا آنکہ اس کا

طباقی سگ، غالباً ورونہ کا نواب سکالہ

طباقی سگ تیا پانچہ کرے گا، اذیت دے کے ماری جائے گی جب
اساسِ زندگی جس کی نہ مٹی نہ اسکی بے تکی دھاتیں ہی، بلکہ
یہ نیکی ہو، محبت ہو، خرد ہو!

ہمنام قصبے، مارکہ فیلٹرو و ماٹی فیلٹرہ

اور اس کا ملک ہو گا، ملک واقع جو دونوں فیلٹروں کے بیچ میں ہے،
کرے گی اس کی قوت پاسبانی تمام اٹلی کے میدانوں کی یکساں۔
اسی کی خوشنما اقلیم میں سب کمیلہ اصل زادو یوریالس، نسیس و
ٹورنس شامل، کرے گا
تعاقب قریہ قریہ اس بلا کا، نڈھال اس کو تعاقب سے مسلسل
اسی دوزخ میں جا ڈالے، حسد نے کیا تھا بے مہار اوّل جہاں سے۔
ترے بارے میں فکر سودمندی ہوئی مجھ کو، میرے پیچھے چلا آ،
تجھے میں لے چلوں گا خضر صورت یہاں سے اس سمائے لایزل میں،
ملال انگیز ہاؤ ہو سنے گا، جہاں ارواحِ پارینہ ملیں گی
عذابِ ہائلہ میں مبتلا، جو دہائی دیں کہ موت آئے دگر بار۔

ساکنانِ برزخ

پھر ان کے بعد، ان لوگوں کا منظر، درونِ نار آسودہ ملیں جو،
جنہیں ہے آس وہ وقت معیّن ضرور آئے گا، ہو جائیں گے شامل
وہ جب اہلِ سعادت میں — اگر تو تمنائی ہوا بالا روی کا
تب ان کے خطہ جاتِ سرمدی تک بنے گی رہنما اک روح، مجھ سے

نکوتر۔ محبوبہ دانتے بیترس

نکوتر، میں کہوں گا خیر باد اور سپرد اس نیک ہستی کے کروں گا۔
(اگر پوچھے سبب تو) حکمرانی ہے جس کیخسرو مطلق کی بالا،
مجھے اپنی شریعت کے مطابق مگر ٹھہرا کے نافرمان اس نے
یہ فرمایا نہ اس کے مستقر میں وسیلے سے مرے داخل ہو کوئی۔
وہاں اس ذات کی فرمانروائی، جسے زیبا ہے ساری کبریائی! وہی

بس اور باقی سب ہوس ہے'

اسی کا عرش ہے' کرسی اسی کی۔
مبارک صد مبارک ہیں وہ لاریب جنہیں واں باریاب اس نے کیا ہے"۔
اسے میں مجملاً تب یوں: "مغنّی' قسم ہے اس خدا ہی کی' نہ جس کی
عبادت کی ہوئی توفیق تجھ کو' مری یہ التجا ہے (اس بلا سے
اس ارواہیگئی موذن سے محفوظ) مجھے لے چل' جہاں کا تذکرہ تھا'
ولی پطرس کے در کی ہو زیارت' انہیں دیکھوں' روایت سے
تری جو عذابِ ہائلہ میں مبتلا ہیں"۔
روانہ وہ ہوا آگے' چلا میں قدم سے اب قدم اس کے ملا کر۔

باب برزخ' ولی پطرس کے حکم پر جہاں ایک کروبی پاسبان ہے۔

☆☆☆

کینٹو (۲)

تلخیص: اپنے اعصاب کی وجہ سے شاعر کو شک ہے آیا وہ مجوزہ سفر کا متحمل بھی ہو سکے گا' ورجل اسے ڈھارس دیتا ہے اور وہ کمر ہمت باندھ کر اس ہادی کے پیچھے ہو لیتا ہے۔

☆☆☆

دن اب ہوگا غروب اور سرمئی کل فضا سایوں سے ہوگی' جانور سب
مشقت سے بری دھرتی پہ ہونگے۔ کیا تیار میں نے خود کو تنہا
کروں برداشت جو بھی ہو کشاکش ——— وہ دونوں ——— دررنگ احوالِ اندوہ'
وہ رستہ پُرخطر ——— دوہرائے گا جو مرا یہ حافظہ غیرِ غلط کوش'
عظیم او نابغہ! اے راقیاؤ! کرو امداد بندہ پرورانہ'
جو گزرا آج تک میری نظر سے بڑا محفوظ ہے اے ذہن سارا
وہ مرقوم ایک دستاویز میں ——— یہ ثبوت اعلیٰ صلاحیت کا تیری۔

ہوا میں اس طرح گویا: "مغنّی مرے خضر اتنا اندازہ تو کر لے
کہ مجھ میں اس قدر توفیق بھی ہے، ازاں قبل اعتماد ایسا کرے تو یہ مجھ
پر اس مہم جانکسل کا۔

SILVIUS/ AENEAS

یہ ہے تجھ سے روایت — سلویئس کا پدر (اینئس) وہ پتلا نقص انگیز
زبونی گوشت کا، داخل ہوا تھا حریم زمرہ گانِ جاوداں میں، حواس و
ہوش میں یہ باریابی۔
مگر، تاہم وہ اکبر داورِ عرش — عدوئے قادرِ مطلق بدی کا —
کرم گستر ہوا، منظور اسے تھا لحاظِ حاصلاتِ خوب ہر دو۔
یہ اس سے کون اور کیا ہو نمویاب، قرینہ جو قرینِ عقل موزوں۔
خدیوِ اقصائے عرشِ سرمدی سے وہ روم و رومتہ الکبریٰ کا جائز، ہوا
تھا نامزد
حق تو یہی ہے کہ وہ دونوں مقاماتِ شریفہ ہوئے مختص برائے بلدۃ القدس،
جہاں تشریف فرما ہے وہ ہستی جسے میراث میں حاصل ہوئی ہے
مبارک مسندِ پطرس، اُسے اُس
سفر میں — یہ عیاں نغمہ سے تیرے — ہوا ادراک وہ احوال کا، جو
وسیلہ بن گیا اس کو ظفر کا، یہ بلکہ نیز پاپائی عبا کا۔

مخصوص بجرہ۔ ولی پال

وہیں مخصوص بجرہ جادہ پیما ہوا ما بعد واپس تا کہ لوٹے ہمیں اس دین
کا پکا عقیدہ
کہ جو بابِ صراطِ آخرت ہے — مگر میں خواب کیسے واں کا دیکھوں؟
مجھے کیوں دیں وہ اذنِ باریابی؟ نہ میں اینس نہ راہب پال ہی میں۔
نہ اس لائق خود آپ اپنی نظر میں، نہ اہل ایسا مجھے جانے زمانہ،
کروں میں اس سفر کی گر جسارت یہ خدشہ ہے کہ ہو رسوائی انجام!

برا زیرک ہے تو مفہوم بہتر کہیں سمجھے یہ جو میں کہہ سکا ہوں"۔
ابھی جیسے مصمم عزم کر کے کوئی ہو بے عزیمت اور ڈالے
خیالوں کے ہجوم نو بہ نو سے پسِ پشت اپنا مقصد اور کر دے
فراموش اولیں غایت کو بالکل وہی اس ساحلِ بے رنگ و بو پر
مری مجہول کیفیت ہوئی تھی۔ کمر بستہ بصد میلان میں جو
چلا تھا معرکہ کرنے کو سرد وہ ہوا سب غارتِ ہرزہ خیالی۔
وہ منعم عکس اب ایسے بپا سخ: "بجا الفاظ سے مفہوم گر لوں
ہے تیری روح پر یورش کناں بس وہی اک خوفِ ناہنجار اکثر
مسلط ہو کسی پر ایسے عنوان کہ وہ رو گرداں حسن عزم سے ہو۔
درندہ جس طرح ہوتا ہے کوئی کڈھب بہروپ سے تیرہ شفق میں۔
تجھے ہو تا کہ دہشت سے رہائی بتاؤں مدعا آمد کا اپنی
ہوئی جو گفتگو اس وقت وہ بھی۔ ترے غم نے کیا بےکل مجھے جب۔
مکیں تھا میں بھی اس زمرہ کے ہمراہ معلق ہے جو محوِ استراحت۔
جب اس خاتون نے — ایسی خجستہ وہ ایسی خوبرو چاہا کروں میں
سرِ تسلیم خم —
مجھ کو بلایا صدائے نرم و شیریں قدسیانہ بنا کر یوں ہوئی مجھ سے
سخن سنج:
بھئی عکسِ خلیق منتوی! تو ہے جس کا نام زندہ آج تک اور رہے گا
جب تلک قائم ہے عالم!
مرا اک دوست ہم تقدیر تو وہ نہیں میرا اگر ہم زاد کہیے سراسیمہ بیابانِ
زبوں میں
سرِ رہ نامساعد کلفتوں سے شکستہ حوصلہ پسپا ہوا ہے۔

مجھے تشویش اس کی ہے زیادہ مبادا وہ بھٹک جائے بحدّے
کمک پھر حق میں اس کے رائیگاں ہو۔
سنی ہے کیفیت ایسی سرِ عرش یہ اندیشہ ہے میں چارہ گری کو
جب اس کی مستعد ہوں دیر ہو جائے۔
کر اب جلدی موثر نغز گوئی بروئے کار لا اپنی سزاوار سبیل اس کی
رہائی کی بہر طور
کوئی تو چاہیے — اللہ مدد کر۔ مجھے اس سے بڑی راحت ملے گی۔
تجھے جواب روانہ کر رہی ہوں اس استمداد پر — میں بیتر س ہوں۔
ورود ایسے علاقے سے مرا پھر طرب بہر طواف آیا کرے واں۔
محبت اس جگہ سے لائی مجھ کو مجھے گویائی بخشی ہے اسی نے
حضور آقا کے جب ہوں گی مؤدب تری اچھائی کے گن گاؤں گی میں
ہوئی وہ چپ تو میں: 'اے نیک بی بی بنی آدم ہوئی تیری بدولت
کہیں ان سے مکرم بیشتر جو نظامِ شمس عرشی میں ہیں موجود احاطہ مختصر
وہ انتہائی
ترا ارشاد سر آنکھوں پہ فوری اگر تعمیل بھی اس کی کروں میں مری
دانست میں تاخیر سے ہو۔
نہ فرما اور اب منشا کا اظہار مگر اس کا سبب معلوم ہو کیوں نہیں تھا
اجتناب آخر تجھے یوں
چلی آئی جو پہنا ور خلا سے۔ جہاں پر واپسی کو مضطرب ہے —
یہیں اُس مرکزِ اسفل کی خاطر؟
جواباً وہ: یہ استفہام تو نے بصد اخلاص جواب کر لیا ہے
تو اجمالاً بتاؤں کیوں نہیں تھی مرے رستہ میں حائل کوئی ہیبت —

مقامات خطر تو ہیں جہاں سے بدی ماخوذ ہو ڈر ماسوا کا عبث ہے
سہمناک اور کچھ نہیں ہے۔

بحمد اللہ مری ہے ساخت ایسی —
تمہاری خستہ حالی کی خرابی اثر انداز میری ذات پر ہو نہ شعلے حامیہ
کے مجھ پر لپکیں۔

ملکیں عرشِ بریں پر اک عفیفہ کرے کچھ ایسی دلسوزی سے شیون
اس اٹکاؤ پہ
زحمت دے رہی ہوں تجھے جس کو ہٹانے کے لیے میں۔ جزائے
سختِ حق بھی ہم رضا ہے۔

عفیفہ: 'عفور بائی'

بلا کر لوشیہ کو یوں وہ اس سے مخاطب: 'اب ترا بندہ وفادار
تری امداد کا محتاج ہے' میں اسے تیری اماں میں سونپتی ہوں۔
یہ سن کر لوشیہ تو برق رفتار — وہ چیرہ دستیوں کی دشمنِ جاں
پہنچ کر تھا جہاں بسرام میرا' رقیہ سنگ بیٹھی' وہ سہیلی پرانے وقت
کی اسکی' کہا پھر

لوشیہ: حکومت سرمدی یا شہید ولیہ لوشیہ

ROCHEL: زوجہ حضرت یعقوبؑ (رقیہ) والدہ حضرت یوسفؑ و (بن یامین)

'اری سبحان اللہ بیتریس کیوں تری کوئی مدد پہنچے نہ اس کو
تجھے جو ٹوٹ کر یوں چاہتا تھا کہ تیری خاطر اس نے تج دیا تھا
ہوا خواہوں کا جمگھٹ؟ کان میں کیا نہیں تیرے پڑا دلگیر نالہ'
نہیں دیکھی اجل جس نے اسے یوں کسی بحرِ تلاطم خیز سے بھی
زیادہ تند طوفاں نے دبوچا کہ بے بس مارتا ہے ہاتھ پیر اب؟
کبھی لوگوں میں اس پھرتی سے کوئی نہ اپنے فائدہ کو یوں لپکتا'
نہ ایسا بھاگتا اپنے زیاں سے'
ہوئے الفاظ یہ جونہی ادا' میں کچھ اس انداز سے آئی اتر کر

اُدھر اپنی مبارک شہ نشیں سے۔
تری سادہ بلاغت کے فسوں پر کیا ہے اعتماد — اس فن نے تجھ کو
اور ان سب کو' جنھیں حاصل ہے اس میں ید طولیٰ' بڑا اعزاز بخشا'
وہ اتنا کہہ چکی تو اس نے اپنی چمکدار' آبگوں آنکھیں پر از اشک
ہٹالیں اک طرف کو' جس پہ میں نے کیا محسوس دو چند اپنا جذبہ'
ترے کام آؤں
یوں چاہا تھا اس نے' لہٰذا اس طرح میں آ گیا ہوں۔
تجھے وحشی سے چھٹکارا دلایا' مزاحم تیری نزدیکی ڈگر پر ہوا تھا پار جو
کوہ صفا تک۔
پڑی تجھ پر مگر افتاد یہ کیا؟ یہ کیوں یوں پاؤں پیچھے گڑ گئے' کیوں؟
ترے دل میں یہ کیسا وسوسہ ہے رہا کیوں حوصلہ باقی نہیں ہے' وہ
بانکا پن بجیلا
کیا ہوا' جب سعادت یاب عرشی بارگہ کی کریں بھی تین دوشیزائیں
ساماں
حفاظت کا تری' اور میرے الفاظ تجھے دیں خیر مستحسن کا مژدہ؟''
وہ جیسے شب ہوائے نم زدہ سے ہوں غنچے لب فشردہ اور نگوں سر'
طلوعِ صبح ان کی پنکھڑیوں کو سنوارے تو شگفتہ بانکپن سے وہ اپنے
ڈنٹھلوں پر راست جھومیں'
توانائی مری بھی ضعف خوردہ کر آئی عود اسی طور اور دوڑی
مرے دل میں بھی نیکو ہمتی اب'
بڑا بے باک ہو جیسے کوئی یوں کہا فی الفور اسے میں نے جواباً:
'مددگاری پہ ہو غمخوار خاتوں وہ آمادہ' ہوا تو ملتفت یوں

عفیفہ' لوشیہ' بیتر س (۳)

جھٹ اس کی خواہشِ خوش کا کیا پاس؛
دیا تو نے سفر کا حوصلہ خوب، بحال اب ہے مرا سابق ارادہ؛
ہم یک عزم دونوں ہو گئے ہم — مرے استاد، بسم اللہ چل دے؛
مرا تو رہنما، مرشد، خداوند۔
کہا یہ میں نے اور جب گامزن وہ ذرا آگے ہوا تو پڑ گیا میں
گھنی گہری بیابانی سڑک پر۔

(۳) کینٹو

تلخیص: ورجل کے ہمراہ دانتے دوزخ کے دروازے پر پہنچتا ہے، جس پر نقش بھیانک کتبہ کو پڑھ کر دونوں اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ ورجل اسے بتلاتا ہے یہاں وہ زندانی مبتلائے عذاب ہیں جنھوں نے اپنا وقت (اسے زندگی سے موسوم کرنا نہ بے جا ہوگا) بے کار غفلت میں گزارا۔ اسی طرح سفر کرتے وہ ندی ایکراں کے کنارے جا نکلتے ہیں، یہاں بوڑھا مانجھی چارون ملتا ہے جو ارواح پار لے جانے پر مامور ہے۔ ندی کو عبور کر کے دانتے دوسرے گھاٹ اترتا ہے تو اس پر دہشت سے سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

گزر کر تو مرے نیچے سے داخل عقوبت کے غم آگیں شہر میں ہو
گزر کر تو مرے نیچے سے غرقاب امٹ دردوں کی زہری نہر میں ہو
گزر نیچے سے ان لوگوں کے ہمراہ ہر اک جو تا قیامت قہر میں ہو
حوالی آتشین و ملجب یہ رکھی تھی عدل نے بنیاد اس کی
اٹھایا سرمدی جبروت نے پھر بڑھائی وسعتِ ابعاد اس کی
مدد کو آئے تھے کلی خرد اور محبت اوّلیں ایجاد اس کی

نہیں تخلیق تھا کچھ قبل مجھ سے مگر جو آپ ہیں بالذات دائم
گوارا ہیں مجھے بالذات دائم ازل سے تا ابد لاریب قائم
یہاں داخل ہوا جو یہ سمجھ لے ہر اک امید ہے برباد اس کی

....

مجھے اک باب کی محراب عالی پر ایسے نقش واں آئے نظر، تھی
سیاہی ان کی مدھم — جس پہ یوں میں: "یہ لفظ استاد ہیں غامض معانی۔"
وہ جیسے منتظر تھا، سو جوابا: کر اب شبہات ترک اندیشے زائل
کہ ہم ہیں اس جگہ، جیسے کیا تھا تجھے آگاہ، اک بیکس مصیر، اب
یہاں فرطِ عقوبت میں گرفتار کچھ ان ارواح سے ہو گی ملاقات جو محرومِ سکونِ مدرکہ ہیں۔
کیا جب ہاتھ اپنا میری جانب دراز اس نے بہ استحسان، میری
بڑی ڈھارس بندھی، تو ساتھ لے کر ہوا سوئے نہاں خانہ رواں وہ۔
یہاں پر آہ و نالہ، شور و شیون کی تھی گونج اس فضا میں جس کے اندر
کوئی تارا نہ روزن کر سکا تھا — وہاں ہوتے ہی داخل رو پڑا میں
پراکرت بولیاں تھیں بھانت بھانت اور زبانیں کشت، ہاہا کار غم کی،
غضب کے لہجے، آوازیں گلوگیر، پھر اس پر پیہم ان کی دست کوبی
صداؤں کا اضافہ خیز بسیار، بپا غوغا و غل، گرداں مسلسل،
فضا کے گھور ظلمت زار میں یوں بگولوں میں ہو پڑاں ریگ جیسے۔
ابھی تک غلبۂ نسیاں تھا مجھ پر، پکارا میں: مرے مالک یہ کیا ہے،
سماعت پر ہماری جو گراں ہے، یہ آخر کس قبیلہ کے ہیں افراد جو یوں
اندوہ گیں حرماں زدہ ہیں؟

جواباً وہ مجھے یوں: ''ہے یہ انجام ان ارواحِ خبیثہ کا مقدر
جنہوں نے زندگی ایسی گزاری کہ مدح وقدح کے قابل نہیں ہے۔
ملائک کے اس انبوہِ بداں میں یہ مدغم، سرکشی ہی جن کی واضح،
نہ یزداں کے اطاعت دار سچے۔
فقط بندے یہ اپنی ذات کے تھے، ثغورِ عرش سے باہر مبادا تجلی
پر ہوں اس کی بدنما داغ،
جہنم دست کش کیوں جوف میں لے کہ نازیبا مباہات ان کی یہ ہو،
رہے یہ برملا گردن دراز اور بڑے ہی برمحل فی النار بھی ہیں''۔
تو میں: ''استاد کیا افتاد ان پر پڑی ہے جو یہ واویلا مچا ہے؟''
بپاسخ راست وہ: ''افشا ابھی لے کیے دیتا ہوں مجمل، کیوں اجل سے
انہیں باقی نہیں امید، ان کی حیاتِ بے بصر بھی ہم چنیں تھی کہ رشک
آئے انہیں ہر ابتری پر،
رہے باقی جہاں میں نام ان کا مجاز (اعمال) ہی اس کے نہیں تھے۔
نہیں برداشت عدل ورحم کو یہ کہ دونوں ہی انہیں دھتکارتے ہیں۔
کتھا یہ چھوڑ، ان کو دیکھتا جا، گزر کے پاس سے آگے نکل چل''۔
نظر سیدھی جو اب دوڑائی میں نے، پھریرا ایک دیکھا جو ہر اک سو
دواں ایسا تھا لہراتا ہوا تیز کہ اس کو اک ذرا مہلت نہیں تھی۔
جلو میں تھا جلوس ارواح کا وہ طویل، از بسکہ ناممکن قیاسی
ہو میرا طائرِ فکر ان گنت یوں کیے ہو نگے اجل نے صید اپنے۔
شناسا بھی کئی چہرے تھے ان میں، نمایاں عکس پہچانا پھر
اس کا
کہ ناہنجار بیم جاں سے سہاں گراں منصب سے مستعفی ہوا تھا۔

عام خیال کے مطابق پوپ

سمجھ میں آ گیا واضح' قبیلہ یہ ارواح خبیثہ کا وہی تھا
کہ ہے مقہور یزداں کے قریں بھی' پلید اعدائے یزداں کے تئیں بھی۔
یہ بے تقدیر جیتے جی مرے تھے۔ روانہ تھے برہنہ نیش افگار
بصد سوزش تندیئے اور زنبور'
لہو کی اوس گالوں پر سے جن کے لتھڑ کر آنسوؤں میں تھی چکیدہ
انہی کے پاؤں میں' مکروہ کیڑے جسے واں سے سمیٹے جا رہے تھے۔
کچھ آگے پھر نظر ڈالی تو دیکھا کنارے پر بڑی ندی کے ٹھٹ ایک
کہا میں نے: ''جناب اتنی اجازت مجھے ہو مرحمت معلوم تو ہو جنہیں
ہم دیکھتے ہیں کون ہیں وہ
کہاں سے یوں کشاں' بے تاب کیسے ندی کے پار ہونا چاہتے ہیں۔
مجھے تو خیرہ کن اس روشنی میں نظر آتا ہے کچھ ایسا ہی منظر''۔
وہ اجمالاً مجھے یوں: ''آگہی سب تجھے ہوگی قدم اپنے رساں ہوں
بہ موجِ ماتمینِ جوئے ایچران۔''
نگاہیں جھینپ کے مارے جھکی تھیں' لحاظ آیا نہ ہوں بار سماعت
اسے الفاظ میرے' سادھ لی چپ' نہیں ہم جب تلک دریا پہ آئے۔
ارے ڈونگی پہ مرد پیر دیکھو روانہ تھا ہماری سمت' جس پر
ضعیفی برف کی صورت جمی تھی۔ وہ چلایا۔ ''خدا کی مار تم پر
زبوں روحو' نہ رکھنا آس بھی اب کہ پھر تم آسماں کو دیکھ لو گے۔
تمہیں لے جاؤں گا اس پار' جس جا مسلط تیرگی بے انتہا ہے'
وہاں پر تم گزارو تا کہ اپنی اس ابتر زمہریر و حامیہ میں۔
ارے تو اس طرف کو جو کھڑا ہے یہ جیتا جاگتا ہو دفع یاں سے
بس ان کا چھوڑ پیچھا مر چکے جو' مگر پھر جلد ہی جب اس نے دیکھا

فلسطین پنجم جو ۱۲۹۴ میں منصب سے مستعفی ہوا تھا

ACHERON جہنم کا ایک دریا

نہ ان کو چھوڑ ئس سے مس ہوا میں تو وہ کہنے لگا: ''اک راہ سے اور
دگر محفوظ جا سے آئے گا تو سرِ ساحل، نہیں اس رہگذر سے'
سبک زورق کرے گی پار تجھ کو۔ مرے رہبر نے اس سے یوں کہا: ''تو
نہ کر ہلکان اپنی جان چارون' قضا سے یہ مقدر ہو چکا ہے'
جہاں ہم امر قوت اور قضا ہوں تو خاموشی بھلی — بس اور مت پوچھ'
خموشی میں جھٹ اس کے گال کھڑ ے لٹک کر رہ گئے —
بے چارہ مانجھی
وہ دلدل جھیل کا' شعلوں کے حلقے چکا چوند اس کی آنکھوں کے حواشی'
اسی دوران عریاں ماندہ ارواح پریدہ رنگ سن کر دلشکن یہ سخن
کیا دانت غم سے پیستی تھیں۔
کبھی وہ شانِ یزداں میں بکیں کفر' کبھی گستاخیوں کی مرتکب تھیں
حضور والدین ایسی کہ توبہ'
زماں انساں مکاں جو ہر کبھی پر تبرّا بھیجتی تھیں سو قیانہ کہ تھے
پیدائش افزائش کا موجب۔
اکٹھے سب کے سب ماتم کناں سخت کشاں منحوس ساحل
کی طرف تھے۔
جہاں سے پار جائے گا وہ ہر شخص جسے خوفِ خداوندی نہیں ہے۔
انہیں چارون' وہ عفریت ہیکل' یہ لال انگار آنکھیں' جمع کر کے
بلائے ناؤ پر سب کو' کوئی گر کرے کچھ پیش و پس' چپو لگائے۔
خزاں خوردہ سبک بے جان پتے جھڑیں جب ایک کے پس
اِک لگا تار'
یہ نوبت ہو کہ ٹہنی سارا گہنا بکھیرے' خاک میں نیچے ملا دے۔

لفظی ترجمہ ہوتا:
''بلا وے پر ہر اک

اسی انداز سے دے مارتی تھی نژادِ بدقماش آدم کی خود کو'
وہ اک کے بعد اک' ساحل کے نیچے۔ اسیرِ دام اک شاہین کو جیسے
صفیرِ مُرغِ دست آموز کردے۔
چلے جاتے تھے ایسے بیچ میں سے وہ موجِ نیلگوں کے'
اور جونہی
اتر جاتے ادھر وہ دوسرے گھاٹ' ادھر ٹھٹ ایک لگ
جاتا تھا دیگر۔
مجھے وہ مہرباں استاد: ''فرزند! خدا کے قہر سے ہوتے ہیں جو لوگ
ہلاک' ان سب کو ہر اقلیم سے یاں کیا جاتا ہے جمع اور وہ
مذبذب
نہیں ہوتے کہ ہوں پار اس ندی کے۔ حقیقت میں انہیں عدلِ مساوی
کچوکے دے کے آگے بھیجتا ہے کہ ان کا خوف بن جاتا ہے خواہش۔
کبھی روحِ نکو گزری نہیں ہے ادھر سے' معترض چارون اگر تھا
تو اس کی گفتگو کا مدعا جان''۔
کہا یہ' تیرگی آلود خطہ لرز کر رہ گیا بھونچال سے یوں
کہ اب بھی منجمد ماتھے کو میرے کیے دیتی ہے یخ اوسوں سے دہشت'
ہوا ارضِ فسردہ میں دھماکہ کہ بجلی نے بھبوکا ارغواں رنگ
کیا ضو پاش ایسا جس نے میرے حواس و ہوش سارے کرلیے سلب:
زمیں پر آ رہا میں اور جیسے کسی کو نیند اچانک آ دبوچے۔

☆☆☆

شہباز آسا اتر آتا ہے جو اسکی ندا پر'' یہاں تشریح کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

کینٹو — (۴)

زیریں طاس۔ پہلا سبق

تلخیص: رعد کی گڑگڑاہٹ، الاماں۔ شاعر ہڑبڑا جاتا ہے پھر اپنے رہنما کے پیچھے چلتا ہوا برزخ میں اترتا ہے۔ یہ دوزخ کا پہلا طبق ہے۔ جہاں ان روحوں کا ٹھکانہ ہے جن کی زندگی نکوکاری میں بسر ہوئی اور کسی گناہِ کبیرہ کا مواخذہ ان پر نہیں، تاہم کوتاہیٔ پبتسمہ کی پاداش میں جنت کی سعادت سے محروم ہیں۔ یہاں سے ورجل اسے لے کر دوسرے طبق میں اتر جاتا ہے۔

☆☆☆

کڑک، ایسی بلا کی گڑگڑاہٹ، دماغ اندر دہل کر رہ گیا تھا۔
اچٹتی ہے اچانک نیند گہری، جھنجھوڑا آپ کو اس طرح میں نے،
کوئی دھچکے سے جیسے ہڑبڑائے
بغور اب یہ تجسس ہو یہ معلوم جگہ تھی کون سی، جس میں کھڑا ہوں۔
بلاشک خود کو پایا اس کگر پر اسی اندوہگیں وادی میں — پاتال
بھیانک، اس جگہ مدغم تھی اک گونج بڑی ہی گھن گرج کی، بے تحاشہ
گلہ فریاد، ین،
اس پر محیط ابرِ سیہ گہرا دبیز ایسا کہ آنکھیں مری بے فائدہ ہی
زور ڈالیں،
نہ اکی تھاہ کی ہی کھوج پائیں، نہ ان کو دے جھائی ماسوا خاک۔
''چل اب اتریں جہانِ بے بصر میں''، مغنی نے کہا، پیلا
پھٹک منہ،
رواں آگے ہوں تو پیچھے چلا آ۔'' ہوائی اس کے چہرے پر جو دیکھی کہا

میں نے‘ اٹھیں میرے قدم کیا‘ تری حالت دگرگوں ڈر سے
ہے جو مری ڈھارس بندھاتا آ رہا تھا‘
وہ تب ’’اس قوم پرآزار سے یہ تغیر رنگ میں رخسار
کے ہے‘
نہ کر تو بیم سے یہ ترس تعبیر چلا چل‘ تیز گامی ہے تقاضا‘ سفر ہے
دور کا درپیش ہم کو‘‘۔
یہ کہتے ہی قدم اس نے بڑھایا‘ مجھے ہمراہ لے کر ساتھ اپنے
ہوا پہلے طبق کی حد میں داخل‘ کیے تھا اس ثری کا جو احاطہ۔
جہاں تک تھا تعلق کان کا‘ یاں سنائی کچھ نہیں دیتی تھی
فریاد سوا آہوں کے
جن سے مرتعش تھی صبائے جاودانی‘ شاخسانہ عقوبت کا نہیں
یہ بلکہ لاحق
ہوا تھا اضطراب انگیز اندوہ جو مردوں عورتوں بچوں کے ٹھٹ کو
مجھے تب رہبر مشفق مرا یہ: ’’نہیں پرسان روحیں کون ہیں یہ
تجھے یاں جو دکھائی دے رہی ہیں؟
کرے تو پیش قدمی‘ قبل اس کے مری ہے آرزو تجھ کو خبر ہو‘
منزہ ہیں خطا سے یہ‘ اگر کچھ جزا ان کا مقدر بھی ہوئی تھی نہیں اس
کے رہے ہیں اب سزاوار
وہ بپتسمہ نہیں ان کو ملا تھا تر اجو ایک رکنِ دیں اہم ہے۔
حیاتی چونکہ تھے ماقبلِ انجیل مطیعِ خاصِ یزداں وہ نہیں تھے—
انہی میں ایک فرد ہم بھی ہیں میں
یہ کوتاہی کہی ورنہ بنا پر دگر عصیان تو راندہ نہیں ہم۔

ہماری سوگواری کی فقط ہے یہ کیفیت ہیں نومیدی میں خواہاں۔
سنا جب یہ تو میرے دل پہ ریلا کیا فرطِ الم نے کیوں کہ میری
شناسا بھی کئی اک قابل قدر وہاں برزخ میں روحیں تھیں معلق۔
بڑے پختہ عقیدہ کی طلب میں مقدس دین پر جس نے کئے ہیں
بھسم سارے گنہ' آغازیوں میں:
مجھے اتنا تو بتلا اے مکرّم بزرگ استاد بتلائیہ مجھے' کہ
کوئی یا وصف سے اپنے دگر یا کسی کے واں سے وارد ہے
کہ مابعد سعادت یاب فرمایا گیا ہو۔
تو وہ بین السطور اس گفتگو کا سمجھ کر مدعا مجھ سے جوابا:
ابھی نو وارد اس خطہ میں تھا میں کہ دیکھا ہم میں وہ تشریف لایا۔
نزاریں۔ سر پہ اکلیلِ برومند' شباہت پر ابوالاولیں کی۔
تھی کچھ اس کے پسر ہابیل کی دھن' تو کچھ مردنکو خو نوح کی تھی۔
وہ موسیٰ شارعِ دینِ متیں کی' وہ قبلہ گاہ ابراہیم کی بھی'
شہِ داؤد و اسرائیل کی بھی' پدر کی ان کے سب پسران کی بھی
نہ تھی وہ بے رقیہ جو ملی تھی' کڑے سنیا س سے' منجملہ دیگر
کئی اصحاب کی دھن جن کو اس نے عطا فرمائی معراجِ سعادت۔
تجھے واضح رہے ماقبلِ ایشاں نجاتِ روحِ انسانی نہیں تھی'۔
سخن میں وہ مگن' ٹھہرے نہیں ہم رہے گرمِ سفر رستہ پر آگے۔
ابھی تک اس بیاباں میں قدم راں — بجا موسوم اسے یونہی
کروں میں عجب ارواح سے گنجان آباد۔
نہیں اس سمت چوٹی سے تھے ہم دور مجھے آیا نظر شعلہ محیط اک
سیہ نصف الکرہ پر چھپاتا۔

ابھی ہم کچھ قدم تھے فاصلہ پر، نہ لیکن اس قدر بھی بیش، جز وار
کھلا آنکھوں پہ میری اک قبیلہ علوالمرتبہ آباد اس جا۔
''زہے تو جس کو اندازہ ہے سارے فن وحکمت کا، ہیں یہ
کون سب سے الگ جو فخر سے اِترا رہے ہیں؟
جواباً وہ: ''تمہارا عالمِ فوق کرے وہ بازگشت ارسال ان کے
بقائے نامِ نامی کی، سرِ عرش حصولِ مہر کی ضامن کہ جس سے
انہیں ممتاز حیثیت ملی ہے''۔
مرے کانوں میں اک آواز آئی: سلام اس شاعرِ عالی گہر کو،
ہوئی کچھ دیر جو رخصت ہوا تھا، پلٹ کر آ گیا اس کا ہیولیٰ۔
صدا خاموش یہ جونہی ہوئی تو نظر آئیں ہماری سمت بڑھتیں
مجھے دیدہ دمیدہ ہیئتیں چار، خوشی یا غم کی کیفیت سے
بے لاگ۔
مرا استادِ مشفق تب یہ گویا: ''اسے تو دیکھ، جس کے ہاتھ میں ہے
وہ بُراں نیچہ، تینوں سے آگے رواں، وہ محترم صاحب ہے ان کا
یہی ہومر ہے، سب اہلِ سخن میں گرامی تر — تلا کس دوسرا
ہے، — وہ
جس کی ہجو گوئی منفرد تھی ہے ناسو، تیسرا، آخر میں لوکن۔
ہیں یہ خود چونکہ حامل اس لقب کے: اسی باعث بیک آواز
کی ہے مجھے صاحب سلامت،
خیر مقدم مرا اعزاز سے کرتے ہیں — بے شک یہ اعلیٰ پایہ
کے اہلِ نظر ہیں''۔
یہ دیکھا متحد رخشاں دبستاں اب اس کا، شہر یارِ شہرہ آفاق

وقیع احسن حماسہ کا، وہ طیراں سخن سنجوں پہ بالامثل شاہیں۔
ہم وہ کر چکے جب گفتگو کچھ، توجہ میری جانب کر کے مبذول
تلطف سے بلایا پاس مجھ کو — کیا استاد نے اس پر تبسم،
یہی کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ انہوں نے عزت افزائی مری کی۔
کیا شامل مجھے زمرے میں اپنے، ششم میں اس گروہِ کاملاں میں۔
ہم اس مہتابہ، رخشاں سے آگے روانہ ہو گئے کرتے ہوئے بات
تھے جو موضوع بہر گفتگو تب مناسب، ہاں انہیں ناگفتہ لیکن
جواب چھوڑیں مناسب تر رہے گا — ہم آئے ایک عالی دژ کے نیچے
حصار اس کا بنائیں سات دفعہ فصیلیں آسماں بوس اور چوگرد
کیے محفوظ تر اک جوئے خوش آب۔ ہم ایسے پار اترے
جس طرح وہ
کوئی خشکی کا ٹکڑا ہو، پھر آگے گزر کر سات اونچے پھاٹکوں سے
میں ان فرزانگاں کے ساتھ داخل، ہم اک وادی میں آ نکلے
جہاں پر طراوت بخش سبزے کا سماں تھا۔
وہاں آباد لوگ اس شان کے تھے، شہانہ جو بہر سو اپنی
نظریں بڑی آہستگی سے ڈالتے تھے۔
نمایاں ان کے بشروں سے وجاہت بڑے کم گو مگر ان کی ہر
اک بات بڑی ہی دلنشیں شکر شکن تھی۔
ہٹے ہم اک طرف، ایسی جگہ جو فراخ و روشن و بالا تھی ایسی
وہاں سے تھا ہر اک واضح نظر میں۔ ہرے میدانِ مینائی میں مجھ پر
بڑی ہی بے تکلف آشکارا ہوئیں روحیں عظیم ایسی کہ جن کے
نظارے سے بڑھا میں خود نظر میں۔

الکٹورہ وہاں جمگھٹ میں دیکھی، کئی وہ جن میں ہیکٹر کی بخوبی
مجھے پہچان تھی، انکائسس کا پسر وہ پارسا، چشم عقابی لیے
قیصر بھی حاضر تھا سراپا
چہار آئینہ میں، نزد کمیلہ وہیں موجود پن تھیسیلیا بھی،
ادھر پاس اپنی بیٹی لونیہ کے نشستہ شاہ کہنہ سال لطفس،
اسی جا اس برونس کو بھی دیکھا تعاقب میں برابر جس کے ترکن،
وہیں لکروشیہ اور جولیا سنگ وہیں کیٹو کی بیوی مرشیہ تھی۔
وہیں کرنیلیا تھی، دور ہٹ کر وہیں تنہا صلاح الدین۔ جرار!
نظر دوڑائی اور اوپر تو میں نے اخوند انبوہِ
دانایاں کا پایا،
(ارسطو) درمیاں تشریف فرما حکیمانِ ذکی کے دائرے میں،
سب اس کی مدح میں رطب اللساں تھے، سرِ تسلیم خم
عزت سے آگے
وہیں سقراط و افلاطون دونوں مدارج میں بہت نزدیک اس کے،
وہیں دیموفریطس جس کو تخلیق جہاں کی از روئے ذرّات سوجھی
ہراقلیطس دیو جانس کے ہمراہ پھر امپاڈوکلیز، وانزاغورث،
وہیں فرزانہ تھالیس اور زینو دیوسقرائد جس کو آگہی تھی بہت
قدرت کے کہنہ چیستاں کی،
وہیں پر آرفس کو میں نے پایا، لنس، تلی، سنیکا صاحب اخلاق۔
ہپوکریٹوس و جالینوس بھی واں،
پھر اقلیدس بھی بطلیموس بھی تھے وہیں بوسینا، ابن رشد موجود۔
مگر تحصیلِ حاصل کل کی تفصیل کہ اس مضموں کی وسعت کے لیے تو

الکٹورہ۔ اٹلس کی بیٹی

جولیا۔ جولیس سیزر کی بیٹی پامپے کی زوجہ

ارسطاغیر
STAGIRITE

HERACLITUS
EMPEDOCLES/
ANAXAGORAS
DIOSCORIDE
THALES -
LINUS
TULLY -
SENECA
ابن سینا: وفات ۱۰۵۱ء
ابن رشد: وفات ۱۱۹۸ء

مرے الفاظ یکسر تنگنائے، بیاں سب واقعہ ہو غیر ممکن
بڑے دو ٹکڑیوں میں چھ مصاحب؛ مجھے چلتا ہے لے کر اور رستے
مرا فرزانہ رہبر اک فضائے سکوں پرور سے اس آب و ہوا میں
جسے جھکڑ ہمیشہ او نٹتے ہیں اور اس حصہ میں آ جاتا ہوں۔ جس میں
رمق تک بھی نہیں ہے روشنی کی۔

(۹۳)

کینٹو — (۵)

طاس زبریں — دوسرا طبق

تلخیص: دانتے پھاٹک پر جہنمی قاضی میناس سے دوچار ہوتا ہے، جو تنبیہ جواب طلبی کرتا ہے کہ وہ ان منطقوں میں کیسے گھس آیا ہے۔ اسی جگہ شاعر نفس امارہ کے ماروں کا حشر مشاہدہ کرتا ہے۔ تیرہ و تار فضا میں طوفانی جھکڑ جنہیں بے تحاشہ ادھر سے ادھر ریلتے پھرتے ہیں۔

☆☆☆
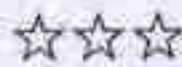
تلے میں اس طرح پہلے طبق سے اب اُترا دوسرے میں، رقبہ اندک
اگرچہ نسبتاً بسیار اندوہ، کراہیں اور آہیں درد انگیز!
نکالے اپنی بتیسی کھڑا تھا وہاں میناس، اُف مکروہ چہرہ
کٹھور اس کا محاسب آئے جو بھی، کرے میزان عصیاں اور فتویٰ
سزا کا دے کر اسفل میں پیچ دے لپیٹے دے کے گرداگرد اس کو۔
ہو جب پیش ایک روح بدقوارہ، کرے ہر اعتراف اور سخت قاضی
گناہوں سے یہ اندازہ لگائے ٹھکانہ کس جگہ دوزخ کے اندر
مناسب سرزدہ تقصیر کا ہے،
پھر اپنی دُم میں خود اُسکو لپیٹے اسی حد تک جہاں کے واسطے وہ
اُترنے کے لیے ماخوذ ٹھہرے۔

سدا اک ان گنت ٹھٹ سامنے ہے' اور اپنی بار پر پیشی ہر اک کی۔
سنائے' اور سُنے اپنا مقدر' بسمت اسفل افگندہ وہاں سے
جو اس کا زاویہ ہو ہادیہ میں۔
''اٹھائے منہ گھسا آتا ہے کیسا اب تو اس الم خانہ میں۔ بینا اس
سب اپنا کاروبارِ ہول تج کے یہ چلایا مجھے دیکھا جو آتا۔
یہاں آیا ہے کس حیلے سے بتلا' خبردار اس کشادہ رہگذر پر
نہ ایسا بھولنا یہ کاٹ کھائے''۔
مرار ہبر اسے: ''بکارمت یوں' مزاحم آنہ اس کے راستہ میں'
قضا تفویض جو فرما چکی ہے یہ ہے اک امر تقدیری' سو طے ہے'
جہاں ہم امر قوۃ اور قضا ہوں' خموشی ہی بھلی — بس اور مت پوچھ'
سنائی دے رہے تھے صاف شیون جگر پاش' اب وہاں میں آگیا تھا۔
دہائی پر دہائی کی پکاریں مرے کانوں کے پردے پھاڑتی تھیں۔
عجب گوشہ میں آوارد ہوا تھا جہاں بے صورت ایسی روشنی تھی۔
فغاں کی دھونکنی ہلکم مچائے تلاطم جیسے اک ساگر کا۔ جس کو اُلجھ کر
چیر ڈالیں آندھیاں تیز۔
بڑے ہی اضطرابانہ غضب سے جہنم کے وہ طوفانی بگولے
دھکیلے جائیں ان روحوں کو آگے' گھمائیں پھر بصد ایذا رسانی
پٹخ دیں بحرِ ظلمت میں —
مگر جب' ابھی آتے نہ تھے مہلک جھپٹ میں' وہاں چیخم پکار
ان کی بپا ہو۔
کراہیں' آہیں اور واہی تباہی خلافِ قوتِ احسن — سرعرش۔
کھلا مجھ پر کہ یہ سنگیں عقوبت تھا اجر اُن عاصیانِ بوالہوس کا

خردنفسانیت بانوتھی جن کی — زمستاں کی ہو جب فرمانروائی
تو جیسے ابلقہ میناؤں کے غول کریں طیران بال و پر افق پار
لیے پھرتے تھے اُن اعیانِ بد کو وہ تند و تیز اذیت ناک جھکڑ
انہیں یوں ریلتے تھے تحت و بالا، کبھی اس رُخ، کبھی اس۔
کوئی تدبیر
نہ تھی آرام کی بہر تسلی، نہ اس کی ہی جلن پڑ جائے مدھم۔
فلک پر دور تک پھیلائے ڈاریں روانہ سارسوں کے قافلے ہوں
اڑاتے جس طرح پُر سوز تانیں۔ نظر آئیں مجھے ارواح ساری
رواں، زار و قطار اس طرح گریاں بسرعت اپنے انجامِ زبوں کو
تو میں: ''یہ کون ہیں جن پر اتالیق سموم تیرہ کی درّہ زنی ہے؟''
جواباً وہ: ''یہ استفساران کا، انہی میں ہے، کئی ہونٹوں پہ چرچا
تھا سلطانہ کی حیثیت سے، جس کا، وہ حرافہ بڑی ہی بے حیا تھی
کیا علت میں عیاشی کی اس نے رواجرائے فرمانِ شہی سے
پسندِ خاطری کو تاکہ الزام دھلے وہ مرتکب جس کی ہوئی تھی۔
سمیرامِس ہے یہ، حسبِ روایت ہوئی جب جانشیں تو نائنِس کی
یہ منکوحہ بنی — زیرِ تسلط رہا اس کے علاقہ وہ جہاں اب عملداری
صلاح الدین کی ہے۔
پھر آگے وہ جنونِ عاشقی میں خود اپنے ہاتھ سے لی جان اپنی
دیا اس طرح جس نے ساچس کی مری مٹی کو داغِ بے وفائی۔
عقب میں ہے قلوپطرہ وہ مشہور مہارانی کہ رسونتی بہت تھی''۔
ہوا پھر واں مجھے دیدار ہیلن، وہی جس کی بدولت
مدتوں تک

اسوری ملکہ

بار ہن خرابی اک زمانہ — عظیم آنچلز وان نہر محبت
نہ رن سے تا دمِ آخر تلا جو — وہیں پارس کو دیکھا اور ترستان
پھر ان کے ماسوا دکھلائے اس نے ہزار اِک اور ناموں سے بتائے
محبت روگ جن کی زیست کا تھا
اتالیق خرد ور سے سنی جب یہ میں داستانِ پاستاں ان
عتیق ایام کی ایک ایک بانو اور اک اک سورما کی تو مرا دل
بھر آیا فرطِ غم سے ذہن ماؤف اچنبھے سے ہوا تو اس طرح میں
''مغنّی جی میں ہے ان سے کروں بات چلے آتے ہیں
دو باہوں میں باہیں
جوڑا لے دھان پان ایسے اڑا کر لیے بادِ صبا آتی ہو جیسے۔
وہ یوں: رکھ دھیان جب نزدیک آئیں بنامِ عشق — آوارہ
انہیں جو
لیے پھرتا ہے — ان سے التجا کر وہ آ جائیں گے اور صحبت رہے گی۔
ہمارے پاس انہیں لائی جھلاتی صبا جو نہی تو میں ایسے سخن سار:
اری او خستہ روحو پاس آؤ نہ ہو گر کوئی نکتہ چیں اپنا
سناؤ کچھ ہمیں حالِ دلِ زار''۔
اک الھڑ ہوک سے ہو کر مگن پنکھ کھلے مضبوط پھیلائے ہوئے جب
ہوا کو صرف اپنی دھن کے بوتے چلی جاتی ہوں جیسے چیرتی سی
کہ سندھر گھونسلوں میں فاختائیں کریں بسرام یوں اس صف
سے نکلیں۔
جہاں تھی خاص دیدہ باز دیدو — وہ اس مسموم صرصر میں دویدہ۔
اچانک ان کی ہمدردی میں میرے لبوں پر جو پکار آئی وہ ان پر

اثر انداز کچھ ایسی ہوئی تھی۔

''یہ آمد اے حلیم و نیک مخلوق گزر کر اس ملا گیری فضا سے

ہمارے پاس۔ صادق قول ہم پر

بنا کر دند خوش رسمے بدنیا بخاک و خون غلطیدن ــــ اگر تو ہے اک

غمخوار تو مولیٰ وہ سب کا،

ہمیں بھی اس پہ ہے ایمان پختہ ــــ ہماری' تیرے حق میں

اس دعا کو

قبولیت عطا فرمائے' تو نے ہمارے حال پر یہ ترس کھایا۔

تجھے سننا ہے جو ہم سے بصد شوق' اگر کہنا ہے کچھ فرما خوشی سے

سنیں گے' بات چیت اس پر کریں گے' ہوا جب تک ہے

بند ایسے سمے سی۔

علاقہ' جو جنم بھومی ہے میرا' اسی ساحل پہ واقع ہے جہاں پوٗ

اتر تا ہے سمندر میں سکوں سے معاون ندیوں کو ساتھ لے کر ــــ

محبت' جو کرے گھر سادہ دل میں' اسیر اس نے بیک

ساعت بنایا

اُسے دلدارِ خوش اندام کا ــــ پھر کیا جس سے مجھے محروم ایسی

شقاوت سے کہ خوں روتی ہوں اب تک

محبت ــــ کر نہیں سکتا کوئی رد ذوہ محبوب اس ادا سے پاس آیا'

کیا وہ سحر' اس کے بعد میری خوشی تھی اس کی خوشنودی کا حاصل

یہ جیسے دیکھتا ہے تو نہیں وہ جدا دم بھر کو مجھ سے آج بھی ہو۔

ہمیں اک موت تک لائی محبت۔

سقر ہو مستقر جس نے کیا تھا ہمارا جامِ ہستی پارا پارا۔''

اصل لفظ سقر کیلئے متن

سنی جب ان کی بپتا دکھ بھری تو زمیں میں دھنس گئیں میری نگاہیں،
رہیں واں دیر تک اتنی
مغنی پکارا: ''کیسا استغراق ہے یہ؟'' فسردہ میں جوابا: ہائے کتنے
یہ خوش اندیش وسادہ آرزو تھے، مگر پہنچے کس انجامِ حزیں کو''۔
رجوع ان کی طرف ہو کر مخاطب سخن میں نے کیا اور ابتدا یوں:
''فرانسسکہ تاں سہمگیں یہ کہ دل آٹھ آٹھ آنسو روئے میرا،
وہ ترس آتا ہے، وہ ہوتا ہے افسوس، — مگر مجھ کو بتا اس میٹھی میٹھی
کراہوں کے زمانہ میں ہوا تھا یہ کیوں کر اور کیسے جب محبت
کرم فرما ہوئی
اور تجھ پہ احوال کھلا تھا بے ٹھکانہ خواہشوں کا۔
جوابا وہ بسے درماندگی میں غضب ہے یادِ عہدِ شادمانی!
دلِ محزوں پہ چل جاتی ہیں چھریاں — بخوبی اس سے آگاہی ہے تیرے
اتالیقِ خردور کو — مگر تو مصر اس شوق سے جو اس طرح ہے
تجھے بھی اصل ہو معلوم غایت ہوا تھا رونما جو واقعہ، کب
محبت نے حقیقی روپ دھارا — بیاں لیکن کروں گی کوئی جیسے زبانِ
اشک سے قصہ سنائے۔
ہوا یوں، ایک دن ہم بہرِ تفریح کہانی لانسلٹ کی پڑھ رہے تھے،
ہوا کیسے اسیرِ دامِ الفت۔
ہمیں خلوت تھی، کچھ دھڑکا نہیں تھا، یہ کیفیت کہ اکثر پڑھتے پڑھتے
ہماری باہم آنکھیں چار ہوتیں، اچانک رنگ اڑ جاتا اسی دم
تغیر سے ہمارے گال کا بھی۔ پھر آخر ایک ایسے مرحلے پر اکیلے میں
بہک جانا ہمارا۔

میں CAINA تا تکوں کا ٹھکانہ

فرانسسکہ، روینہ کے نواب گیڈو ڈ پولینٹا کی دختر، رمینی کے نواب کے لڑکے لن سیاٹو سے بیاہی گئی جو حد درجہ بدشکل تھا اس کا معاشقہ دیور سے ہو گیا جو بھائی کے برعکس بڑا شکیل تھا پاداش میں دونوں قتل کر دیئے گئے۔ روایت میں ہے کہ انہیں اکٹھا دفن کیا گیا تھا، تین سو سال بعد قبر کھودی گئی تو ان کے ریشمی لباس بدستور تھے۔

LANCELOT: گول میز کا ایک بانکا، جزوہ کا عاشق، مشہور رومانوی کردار

تھا ذکر اس مسکراہٹ کا، عجب چاہ تھی جس اک مسکراہٹ میں،

کہ اس نے

محبت میں جو دیوانہ ہوا تھا بڑا پُر شوق اک بوسہ کیا ثبت،

تب اس نے بھی، نہیں مجھ سے کبھی جو جدا ہوگا، لرزتے کپکپاتے

مرے لب، اضطرابانہ، لئے چوم۔

مصنف اور وہ تصنیف دونوں محبت کی گواہی بن گئے تھے۔

پھر اس کے بعد اس دن اور باقی ورق سب جیسے کورے ہو گئے تھے۔

بیاں اک روح یوں کرتی تھی، دیگر بڑی زاری سے مصروف فغاں تھی۔

ہوا میں دل زدہ صدمے سے بے ہوش، کوئی سکرات کے عالم میں جیسے

زمیں پر آ رہا اک لاش سا میں۔

☆☆☆

کینٹو —— (۶)

زیریں طاس —— تیسرا طبق

تلخیص: ہوش آیا تو شاعر تیسرے طبق میں تھے، یہ بسیار خور پیٹ بھابڑوں کا تعزیہ خانہ ہے۔ اذیتیں وہاں کی ہیں —— تگرگ وژالہ برف اور بدرنگ پانی کی بوچھاڑ میں لت پت لوٹنا، بن مانس سر برس سہ نرخری حلق سے ان پر غراتا اور ان کا مثلہ کرتا رہتا ہے۔ وہاں ایک شخص ملتا ہے کہ جیتا تھا تو سیاکو اس کا نام تھا۔ ہمارے ہاں کا بچ کھاؤ۔ وہ ہمارے شاعر کو فلورنس کے سیاسی انتشار سے مطلع کرتا ہے۔ دانتے اپنے رہبر سے ایک سوال پوچھتا ہے اور خاطر خواہ جواب پاتا ہے۔ بعد ازاں یہاں سے آگے وہ چوتھے طبق کو چل پڑتے ہیں۔

———

بجا میرے حواس آئے' ہوئے تھے ذرا پہلے جو مختل اپنے ہم اصل
ہیولوں سے بوجہ غمگساری' غم ایسا مجھ پہ حاوی ہو گیا تھا۔
تو میرے گرد تھیں صاف ابتلائیں نئی اور مبتلا روحیں نئی' میں
کسی رخ' خواہ ہو کوئی سا' اپنی نظر ڈالوں' جھکاؤں اور پھیروں۔
طبق یہ تیسرا تھا' میں جہاں تھا۔ مسلسل ایک بوچھاڑوں کا عالم
نحوست خیز' سنگیں' زمہریری' سدا اطوار اور تیور بے تغیر'
بنولی پھوئیاں' بدرنگ پانی' گھنے اولے' گھنیری نیم شب کی فضا
میں بحر ظلمت کوندی سے بہے جاتے تھے' اٹ جاتا تھا خطہ
تعفن سے یہ جس پر سیل پھیلے
وہاں بن مانس آشفتہ و سفاک' عجیب الخلقت اک کتے
کی مانند
سہ برس' بانس جیسے پھر گیا تھا تراہے زخرے میں' بھونکتا تھا
اس آلودہ ہجوم اسفلیں پر۔
دہکتی ارغوانی آنکھیں اسکی' چکٹ داڑھی کلوٹی' پیٹ مٹکا
اور اس کے ہاتھ تھے چنگال جن سے وہ روحوں کو ادھیڑے ڈالتا ہے
اتارے کھال بوٹی بوٹی اعضا۔
وہاں غراہٹیں پھیلی تھیں جیسے کتورے سخت طوفانی جھڑی میں
کریں پہلو بدل کر اوٹ اپنے دگر پہلو پہ اور ہوں لوٹ پوٹ — اف
وہ اک بدبخت بے ایمان ٹولہ — سہ برس دیو قامت' کرم وحشی'
ہمیں جب اس نے گھورا' کر دیئے وا جباڑے اور نکوسے کھاگ
اپنے' ہر اک عضو اس کا لرزاں (تاڑ میں تھا)
زمیں پر اس نے اپنی ہر ہتھیلی رکھی' پھیلائی اور مٹی سے بھری'

اٹھائی اور وہ ساری انڈھیلی پھر اس کے گھاؤ گھپ گلّے کے اندر'
بس اک کتے کی صورت کلبلاتا جوراتب کے لیے مالک پہ بھونکے'
ملے ہڈی تو سارا تاؤ جھاؤ کرے کافور اپنا اور لپکے ہڑپ کرنے
ندیدے پن سے تنہا۔
گھناؤنے گال لٹکے نیچے عفریت سربرس کے' کیے دیتا تھا جو سُن
وہاں روحوں کو چنگھاڑوں سے اپنی کہ وہ ہلکان بہرے پن کو بیکار۔
ہیولے سیلی سیلِ رواں سے بچھے جاتے تھے اوندھے'
پاؤں دھرتے
چلے جاتے تھے پھوکل پر ہم ایسے کہ وہ محسوس نگّر ہو رہے تھے۔
وہ سب پسرے پڑے تھے چت زمیں پر' مگر جھٹ ایک
اٹھ بیٹھا اُچھل کر'
ہمیں دیکھا نکلتے پاس سے تو وہ چلایا: ''ارے تو جو یہ ناری
ہیولوں میں گزر کر جارہا ہے' مجھے پہچان لے گر آشنا ہوں'
کہ تیرے تن کا ڈھانچہ بن چکا تھا کہیں پہلے کہ تن ٹوٹا تھا میرا''۔
جواباً میں: ''یہ رنجوری کا عالم تجھے کچھ مسخ ایسا کر گیا ہے
کہ میرے حافظے سے شکل تیری ہے محو ایسی' کبھی دیکھا نہیں ہو۔
مگر بتلا مجھے تو کون ہے' جو مقید ہے الم خانہ میں ایسے
پھر اتنی تفتگی میں' کوفت پرور کوئی بدتر ہو اس سے۔ جی نہ اُوبھے''۔
وہ پاسخ میں مرے لفظوں کے ایسے ہوا گویا: ''ترا شہر' اس کے اندر
حسد انبار در انبار تا بام کہ پیمانے کناروں سے چھلک جائیں'
مرا ایام خوش تر میں تھا مسکن' مجھے کہتے تھے تم شہر سیا کو
ہوا ماخوذ پیٹوپن کے باعث' زبوں وہ عیب' بارش میں یہاں' یہ

ٹھوس

اطالوی میں بمعنی سؤر یاں استعارا (پیٹ بھابڑے سے)

تجھے جیسا دکھائی دے رہا ہے تھکن سے میں شکستہ ہو چکا ہوں۔
نہیں اس قہر میں بس مبتلا میں کہ ہمچوں جرم کی پاداش میں سب
ہیں مستوجب یہ ہمچو سرزنش کے"
نہیں کی اور بات اس نے تو میرا خطاب اس سے
یہ دوبارا: "سیاکو
تری سنگیں سزا نے مجھ کو محزوں کیا اتنا کہ نم دیدہ ہوا ہوں۔
بتا لیکن اگر ہے علم تجھ کو کہ اس شہر نفاق آویختہ میں
ان اہلِ شہر کا کیا حشر ہوگا؟
وہاں آیا کوئی بے لاگ بھی ہے' سبب بھی کہہ' کہاں سے مفسدانہ
یہ ناچاقی کا ریلہ یوں بڑھا ہے؟"
وہ تب: "اس چپقلش میں مدتوں تک یہ خونریزی کریں گے
اور اکھڑ کر
بیابانی جماعت دوسری کو بہت پہنچا کے زک پسپا کرے گی۔
مگر پھر تین شمسی گردشوں میں یہی طے ہے' زوال آئے گا اس پر
دگر کو مستعار آئے گی اس کی مدد جو برسرِ ساحل مکیں ہے
اُسے یوں اقتدار آئے گا پھر ہاتھ۔
بہت مدت رہے گا اس کا ماتھا الگ اونچا' رکھے گی دوسری کو
بہت بھاری دباؤ میں ستم کش' وہ اس بارِ گراں پر سرگراں سخت'
دل آزردہ پریشاں انتہائی۔
فقط' بے لاگ ہیں تعداد میں دو' مگر ہیں وہ نظرانداز یکسر'
تکبر نے' حسد نے' حرص نے — یہ شرارے تین مہلک۔ سب کے
دل میں بڑی ہی تیز بھڑکائی ہے آتش"۔

فلورنس کہ بیانچی و نیری

بیانچی' اس کا سربراہ
اکون کا باسی تھا جہاں
جنگلات کی بہتات
ہے۔
دگر: نیری
مدد: چارلس ویلوزکی

قلق سے اس کی بھرّائی جو آواز رکا وہ' تب سخن جاری مرا پھر:
مجھے درکار معلومات تجھ سے ابھی کچھ اور ہیں' درخواست ہے' رکھ
سخن کا سلسلہ جاری بدستور فرنیتا اور تیغی یا یو کا بتلا' مناسب
طور پر جو مستحق تھے۔
گیا کو پوّاریکو' موسکا اور سبھی ان کا' رہے تھے ذہن جن کے
ہمیشہ سے بھلے کاموں پہ مائل' مقیم' اے تو یہ بتلا وہ کہاں ہیں؟
مجھے ان کی خبر تک دے رسائی۔ مری سرتیز خواہش پھر مجھے یہ
مسلسل گدگداتی ہے سنوں میں' ارم کا ساتگیں شیریں مہیا ترے
لب کو ہے یا زہراب دوزخ!"
جواب اس نے یہ سیدھا سا دیا تب: "یہاں ہیں بیشتر روحیں سیہ کار
سیہ پاتال میں گاڑی گئیں جو کئی گہری بپاداشِ جرائم'
وہاں تک تو اگر اترا تو بے شک بچشم خود انہیں پھر دیکھ لے گا۔
مگر دنیا کے خوش ماحول میں جب پلٹ کر جائے تو کچھ تذکرہ واں
مرا بھی کیجیو یہ التجا ہے۔ نہ تجھ کو اور کچھ اب میں بتاؤں' نہ دوں
اب میں تجھے کوئی جواب اور۔
گڑی آنکھوں کو کن انکھیوں میں اس نے بدل ڈالا یہ کہہ کر' اور مجھ پر
اچٹتی سی نظر ڈالی' دیا ڈال پھر اپنا سر اور اس کے ساتھ ہی وہ
گرا دھم سے ان اندھے ساتھیوں میں۔
تب ایسے رہنما میرا: "نہیں اب وہ اپنی کھاٹ سے اٹھے گا
جب تک
نہ پھونکے صور اسرافیل اپنا — پھر آئیگی بڑی عظمت سے طاقت
مخالف ہے جو ان سب کی' کہ بھیجے ہر اک کو اپنی گورِ غم زدہ میں'

کہ ہو کر گوشت اور ہیئت میں ملبوس بشارت پائیں سب وہ

اپنے اپنے

عذاب دائمی کی — گونج ایسی کہ ہو بشگافتہ مضبوط گنبد"۔

بڑے بوجھل قدم رکھتے ہوئے ہم غلیظ ارواح و باراں کے گھناؤنے

تعفن خیز ملغوبے سے گزرے اور اس دوران زیرِ بحث باہم

معاد اپنے رہا، گو سرسری ہی،

مرا ایسا تھا استفسار: "حضرت! یہ ایذائیں، بھلا روزِ جزا پھر

اضافہ ان میں یا تقلیل وارد، کہ اب جیسی ہے وہ شدت بدستور؟"

وہ تب: "اپنا صحیفہ کھول کر دیکھ، وضاحت سے ہے درج

اس میں، ہر اک شے

ہے جیسے بہتر افزائش میں کوشاں، تو پھر یہ بات بھی ہے قابلِ فہم

کہ دکھ یا سکھ نہ تکمیلِ حقیقی کسی عنوان کر پائیں گے اپنی۔

ہے جو ماخوذ اس میں نسلِ کج رو، ہے جیسی کیفیت میں اب، فزوں تر

قریب آئیگی ممکن جس قدر ہو۔" رہ پر پیچ پر یوں گھوم کر ہم چلے جاتے

تھے، اور مبحث بہم تھا کہیں افزوں، بیاں جو کر رہا ہوں۔ بالآخر اس جگہ

آئے اتر کر جہاں سے زینہ واں پہنچے۔ پلوٹس

عدوئے جانستاں کو ہم نے پایا۔

———

کینٹو — (۷)

زیریں طاس — چوتھا طبق

تلخیص: اس فصل میں دانتے چوتھے طبق کا منظر پیش کرتا ہے — جس

کے دہانہ پر پلوٹس دربان ہے۔ بخیل و مسرف یہاں یکساں عذاب

میں ہیں۔ باہم الجھتے ٹکراتے' بکتے بنکارتے ایک دوسرے پر بھاری پتھر دے دے مارتے ہیں۔ یہیں موقع پا کر ورجل بتاتا ہے تقدیر جو مال وزر عطا کرتی ہے کس قدر ہیچ ہے۔ مصنف پوچھتا ہے تقدیر ہے کیا' جس کا اتنا چرچا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہوا۔ وہ پانچویں طبق میں اتر جاتے ہیں جہاں غیض وغضب کے پتلے جھیل بیتر نی کے گردابوں میں گردان ہیں۔ اس جھیل کا لمبا چکر کاٹ کر وہ آخر ایک اونچے منارے کے سامنے جا نکلتے ہیں۔

☆☆☆

''غضب ہے اہرمن' او اہرمن' میں'' گلا یوں پھاڑ کر چیخا پلوٹس
عجب لہجہ تھا گھگھیایا ہوا سا کہ چوکنا ہو پیش اندیشگی سے۔
مگر وہ مہرباں دانا نہیں ہو سراسیمہ کوئی بھی واقعہ ہو'
مجھے دیکر تسلّی یوں مخاطب: ''زیانی ہو نہ اندیشہ' سمجھ لے
بچارے میں کہاں کس بل کہ تجھ کو پہاڑی سے اترنے دے نہ محفوظ''۔
پھر اس آماس لب کی سمت مڑ کر وہ یوں چلایا ''دھیرج — تسلی سے'
گرگِ ملعون!
تجھے بھیتر سے تیرا اچھا نجھ کھائے' نہیں گھپ گھور تا کے بیچ میں' سے — غصہ
گزر بے مدعا اس کا' ہوا یہ وہاں طے عالم علوی میں' جس وقت مقرب
قدسی اعظم نے لاوا انڈھیلا تھا مکافاتِ فلک کا — ابلیس
گھمنڈی فاجراول کے سر پر'
شکم کو بادباں کے کردیا ہو غبارہ جس طرح بھر کر ہوا نے
پچک کر وہ گرے عرشہ پہ لیکن شکستہ ہو اگر مستول اچانک' — ظالم
گرا وہ نزوئی غولِ بیاباں دھڑام ایسے ہی دوزخ کی زمیں پر۔

اتر کر اس طرح ہم آئے چوتھی بڑی ڈھالو گگر پر تھی جو قائم
کنارِ شور پر یوں کل جہاں کے ٹھکے تھے سر بسر آلام اس میں۔
مری توبہ خدائے عدلِ مطلق! کئے ہیں کس ذخیرے میں نئے دکھ
نئے گدّے وہ سب انبار تو نے
یہاں جو میں نے دیکھے اور اپنا یہ خمیازہ ہے کس کس معصیت کا؟
تلاطم خیز گردابِ قربدس — اٹد کر اس میں جیسے
ٹوٹتے ہیں۔
تصادم سے بہم موجہ بہ موجۂ یہ شورہ پشت خیلِ بد قماشاں
جھپٹ کر ایسے بھنگڑا ڈالتا تھا۔
وہ اتنے ہر کہیں سے جن کو میں نے یہاں پر بیش لاتعداد پایا۔
مچا کر دند دونوں اس طرف سے ادھر کو ریلتے تھے بوجھ بھاری
لگا کر زور سارا چھاتیوں کا پھر آپس میں وہ دھکم پیل ہوتی
ہر اک فوراً انہیں واپس دھکیلے بے ہرزہ سرا اور لوٹ کر پھر
یہ چلاتے ہوئے: ”کس واسطے یوں جکڑ رکھا ہے تو نے اس قدر سخت؟“
جواباً وہ: ”پٹختا ہے پرے کیوں؟“ بجاتے اس طرح تفریں کی ڈفلی
یونہی بکتے ہوئے ملاحیاں وہ وہاں اس ہاتھ سے اس ہاتھ جاتے
بھیانک دائرے کو پار کرتے پہنچ جاتے تو پھر دونوں پلٹتے
اور آتے بیچ میں منجدھار کے تو وہی پھر تو تکار اور ہاتھا پائی۔
یہ منظر دیکھ کر آزردگی سے کہا میں نے: ”بتا اے میرے رہبر
یہ بندے کون ہیں یہ سرمنڈے وہ جو بائیں ہاتھ پر اپنے ہیں
سارے جُداگانہ کلیسا کے لیے تھے؟“
جواب اس کا یہ سیدھا: ”ہاں یہ سارے حیاتِ دنیوی

CHARYBDIS
جانب سسلی بڑا گرداب

شور غوغا

میں مسخ ایسے

تھے ذہنی طور پر، برتی نہ دولت کسی محتاط ضبط و قاعدہ سے،
یہ خود ہذیان سے ہے آشکارا بیکدیگر جو جھک جھک کر رہے ہیں،
ہر اک حلقہ کے پایاں آن کریوں، جہاں پر مختلف کیفیتِ جرم
انہیں باہم ممیز کر رہی ہے۔
کلیسا سے ہوئے مخصوص جن کی نہ تھیں گیسو مزین چندیائیں
یہ بطریق اور پاپا دل پر ان کے طمع کی ہے مکمل حکمرانی"۔
کہا تب میں نے "ہونا چاہیے پھر ضرور ان میں کچھ اپنے آشنا
بھی وہی، دامن تھے جن کے داغدار ان گناہوں کی نجس آلودگی سے"۔
جواباً وہ! "خیالِ خام ہے یہ، کیا تھا جس حیاتِ دوں نے ان کو
ذلیل اول، ہے وجہِ روسیاہی
کچھ ایسی، جانی پہچانی بھی صورت نہیں پہچان کے قابل رہی ہے۔
ابد تک مبتلا یہ دغدغہ میں، اٹھیں گے جب مزاروں سے تو ان کی
بھنچی ہوگی نہایت سخت مٹھی —
وہی سب سر منڈے، گیسو بریدہ — کہ دینا سو برا دینا تھا ان کا،
کہ رکھنا سو برا رکھنا تھا ان کا،
غلط بخشا، غلط رکھا بچا کر، اسی پاداش میں محروم ہیں یہ
جہانِ سعد پرور کی جزا سے۔
گرفتارانِ کشمکش وہ ایسے کہ چلّہ کا وظیفہ بھی نہ میرا ہو ان کی
رستگاری کا وسیلہ۔
مرے فرزند رکھ ملحوظ تو بھی، ہے کیسا عارضی، کیا رائیگاں، جو
متاع و مال فرمایا گیا ہے فقط تقدیر کے ہاتھوں میں تفویض،

جتن کیا کیا نہیں جس کے لیے یہ بنی آدم کیا کرتے ہیں' لیکن
وہ سب سونا کہ نیچے چاند کے ہے' سو اوہ بھی کہ تھا پہلے' پڑے گا
کہیں کم گر مشقت مضمحل ان ہیولوں میں سکوں اک کا خریدے"
جواباً اس طرح میں: میرے مرشد!" ملے یہ آگہی بھی تجھ سے' تقدیر
یہ ذکرِ خیر ابھی جس کا تھا' کیا ہے' شکنجہ میں اسی کے چنگلوں کے
زمانے بھر کی سب آسائشیں ہیں"۔
وہ یوں: "اے بے بصر ذی روح لوگو! یہ کیسے جہل میں تم مبتلا ہو!
سن اور یہ بات پلّے باندھ میری۔ وہ ہے جو ماورائے درکِ احساس'
سماوات اس نے جب تخلیق فرمائے' انہیں یہ ساتھ استعداد بخشی رہیں
گرداں اپنے محوروں پر۔ بیک دیگر کرے یوں عکس افشاں' ضیا
ان کی مساواتی ہو تقسیم۔
اسی اک کلیہ پر پھر مقدر یہ فرمایا کہ ہچوں حکمرانی ہو دنیا کی فروزاں
مورتوں پر
کہ دست غیب ان کا رہنما ہو' وہی تنظیم کاران کا عموماً معیّن
ساعتوں میں زندگی کے
تہی از کار رفتہ حاملوں کو کرے تبدیل نسل بعد نسل' یکے با خونِ دیگر
اور اس میں کسی کی ماہرانہ حکمتیں بھی نہ آڑے آسکیں قطعاً۔ بنا بر
کمالے راز والے کا یہ ناٹک — عروج اک قوم کا' نابود دیگر
ہمیں چوں واقعہ ہو — ما یرید۔
مگر مخفی نگاہوں سے ہماری ہو جیسے گھاس میں دنبالۂ مار'
تمہاری انتہائی زیرکی کی نہ اس کے سامنے کچھ پیش جائے۔
کرے تخمینہ و تدبیر سارا وہ درکِ پیش بینی سے' چلائے وہی

جیسا وہ چاہے

سب کاروبار اپنی شہی کا۔
بزعمِ خود جسے ہم لوگ جانیں یہ سرزد ہے ہمیں سے یا محرک
سمجھ لیں قوتیں دیگر مساوی،
روادارِ توقف کب تغیر، مشیت نے کیا ہے تیز رفتار
کہ دارد پے پہ بے ہیں درتواتر نوازش ہا کے یوں میراث خواہاں۔
یہی وہ ہے جسے نفرین وہ بھی کہیں واجب ہے، جن پر مدح اس کی۔
اسی کو متہم گردانتے ہیں، غلط اس کے کئے پر کوستے ہیں۔
مگر وہ سعد زا بے اعتنا ہے، ازل کی دوسری مخلوق کے ساتھ
دواں اپنے کُرہ پر شادمانہ مگن اپنے بلاس اور راس میں ہے۔
ہم اپنی رہگذر پر اس جگہ ہیں، اترتے ہی یہاں دوچار ہوں گے
کہیں سنگین تر جاں کندنی سے۔

عیش و عشرت

کچھ ستارہ ہے زوال آثار ہر ایک، جب آئے تھے وہ اپنی اوج پر تھا۔
ہمیں مانع توقف پر یہاں اور"۔
طبق کی ٹھاڑ اگلی ہم اتر، اک ابلتی باؤلی کے پاس پہنچے
جو اپنے منبعِ خوراب گوں سے جھری میں بے تحاشہ بہہ رہی تھی۔
رگِ سنگِ زغالی سے مکدر۔
سیاہی پانیوں کے ساتھ چلتے، ہوئے داخل دگر رستے سے نیچے۔
بترنی نام کی اک جھیل میں سے بیکدم پھیلتی تھی جوئے تیرہ
وہاں تل جاؤلی چٹیل چٹانوں کے دامن میں — لگا کر ٹکٹکی جو
کھڑے واں دیکھا، چہلے میں شرابور الف ننگا قبیلہ سامنے تھا،
نگاہوں سے عیاں تھی طیشنا کی — نہیں وہ دست کوبی ہی میں مشغول
سروسینہ و پا بھی پیٹتے تھے وہ کھاگوں سے اڑائیں تکا بوٹی۔

STYGIAN

ہوا گویا مرا وہ نیک مرشد: "یہاں فرزند! روحیں سامنے ہیں
یہ سب ان کی جو مغلوب الغضب ہیں۔ یہ امرِ بالیقیں بھی جان لے تو
فرو کش زیرِ آب انبوہ ہے اک، حباب انگیز آہیں کر رہی ہیں
تلاطم سطح کے اوپر بپا یہ، تلاطم جو دکھائی دے رہے ہیں،
جدھر کو بھی نظر تو ڈالتا ہے خلاب افتاں دہائی دے رہے ہیں —
افسردہ ہی بسر کی واں پہ سورج جہاں رکھتا تھا خوش کن یا دتازہ،
مسرت بخش وہ، اب اپنے اندر لیے ایسا نجس مردار کیچرا
ہیں ان گدلے ٹھکانوں میں فسردہ۔ نوائیں ماتمیں حلقوم سے وہ
کچھ ایسی غرغراتے ہیں، نہ لیکن کوئی بھی لفظ کہہ سکتے ہیں واضح۔"
کیا وہ راستہ یوں گھوم کر طے، بسیط اک بقعۂ گستردہ مابین
وہ بنجر پشتہ اور گندے تلاؤ کے اس منجدھار میں۔ نیچے کو ہم نے
نظر دوڑائی اس دوران ان پر، ہڑپ کرتے تھے جو چرکین جونکیں۔
نہ ہم نے دم لیا رستہ میں دم بھر اور اترے نچلے تختہ پر طبق کے۔

کینٹو — (۸)

زیریں طاس — پانچواں طبق

تلخیص: منارے سے اشارہ پاتے ہی جھیل کا مانجھی۔ فلگاس۔ ورجل اور دانتے کو تیزی سے پار لے جاتا ہے۔ منجدھار میں فلپو ارجنٹی — طیشنا کی کی علامت جانیے — ان کے پیچھے پڑ جاتا ہے — اس کے تاؤ جھاؤ اور کشت کلپ کا واقعہ — آخر وہ ڈس نامی شہر جا پہنچتے ہیں۔ داخلہ میں کئی عفریت مزاحم ہوتے ہیں، انہیں باہر دھکیل کر بڑا پھاٹک بند کر لیتے ہیں۔

تسلسل میں اسی موضوع کے میں بیان کرتا ہوں' اس برج فلک بوس
کے پایہ پر ابھی پہنچے نہ تھے ہم کہ آنکھیں جا چڑھیں رفعت پر اس کی'
جہاں فانوس دو آویختہ تھے' دکھائی دے رہا تھا تیسرا دور
جوابی جو اشارے دے رہا تھا۔ وہ اتنے فاصلے پر تھا کہ محسوس
مسا کرتی تھی آنکھ اس کی کرن کو۔ مڑا اور عالمِ دانش فزوں سے
کیا دریافت میں نے اس طرح ''کہہ یہ سب کیا ہے' جوابی دوسری جو
لگی ہے روشنی تو کس غرض سے' کرشمہ کون کاریگر کا ہے یہ؟
جواباً وہ: ''خلابی پانیوں میں' ابھی جیسا بھی آگے ماجرا ہے'
کھلے گا تیری نظروں پر' نہاں گر نہ دلدل زائیدہ شب دود رکھے''۔
نکل کر زہ سے پرافشاں سبک رو نہ اپنی رہ پر یوں ناوک ہوا ہو
فضا میں' جیسے ڈونگی اک سرِ موج دکھائی دی ہماری سمت آتی
جسے صرف ایک مانجھی کھے رہا تھا۔
جو یہ چلا کے بولا: ''آن پہنچی ہے کیا بدروح تو؟''
''فلگاس' فلگاس'' مرا مرشد جواباً: ''رائیگاں ہی مچائے فیل تو اب کے
نہ ہم پر ذرا بھی زور تیرا چل سکے گا' کریں گے پار جب یہ لجلجا کند''۔
اٹھائے زک کوئی اور تلملائے۔ غضبناکی میں یوں بل کھا کے فلگاس
بجھا' اندر ہی اندر تلملا کے۔ چڑھا کشتی پہ بڑھ کر میرا رہبر'
مجھے بھی پاس پہلو میں بلایا'
سوار البتہ جب اس پر ہوا میں تو کشتی بوجھ سے کچھ ڈگمگائی۔
ہم اس میں آ لیے دونوں تو فوراً بشدت چیرتی موجود کو گہرا
ہوئی ایسی روانہ کہنہ کشتی' نہ یوں تیری ہو لے کر دوسروں کو۔

فلگاس: جنمیات میں' اپالو کے ہاتھوں' اپنی بیٹی کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کے لیے اس نے اسکے مندر کو آگ لگا دی جس نے اسے اس پاداش میں زندان طرطرس میں ڈال دیا۔

جب اس مردار کھاڑی پر رواں ہم چلتے جاتے تھے،
اِک گارے میں لت پت
مرے پاس آ کے بولا: ''کون ہے تو کہ یاں آیا معیّن وقت سے قبل؟
بپاسخ میں: ''چل آیا بھی اگر میں تو ٹھہروں گا نہیں، تو کون لیکن
کہ بھونڈی روح کا ایسا ہوا ہے؟'' ''وہی ہوں جو نظر آتا ہوں تجھ کو
یہ مصروف فغاں میں — '' وہ جواباً، اسے میں اس طرح: ''محبوس الم میں
رہے گی دائماً تو روحِ مغضوب — بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت رامی شناسم''۔
بڑھا کر ہاتھ وہ ڈونگی پہ جھپٹا، تھا چوکنا مگر استادِ باہوش،
پرے اس کو دھکیلا: ''ہو دفان اِن سگانِ دیگراں کے ساتھ زیریں''۔
پھر اس نے کیں حمائل اپنی بانہیں مری گردن میں، چوما گال، بولا:
بجا اے اس پہ کی نفرین تو نے، مبارک کھوکھ وہ تو جس میں ٹھہرا!
بوجہِ کبر بدنامِ زمانہ، اب اس کے حافظہ کو اپنا پرتو کوئی نیکی
عطا کرتی نہیں ہے،
لہٰذا ہے یہاں برہم ہیولٰی۔ وہاں بالا ہزاروں تاجور، جو
بزعمِ خود عظیم المرتبت ہیں، یہاں لوٹیں گے خنزیروں کی مانند
وہ دلدل میں، بڑی مذموم یادیں چلے آئیں گے پیچھے چھوڑ اپنی۔
تو میں: ''استاد! جی کرتا ہے میرا مگر پہلے کہ ہم یہ جھیل چھوڑیں
اسے ان تلچھٹوں میں غرق دیکھوں۔ وہ تب: ''کھلنے دے اپنی
آنکھ پر تو
ذرا ساحل کو، بر آئیگی تیری تمنا، جو بجا ہے مطمئن ہو''۔
مسا اسکی ہوئی تھی بات ابھی ختم کہ اس (بحری بلا) پر کچھ قبیلے

خلاب آلودہ یوں شدت سے جھپٹے کہ اس امداد پر اب تک خدا کا
بجالاتا ہوں میں صد شکر — الحمد!"
دہاڑے سب: فلیپو ارجنٹی پر۔ "ہوا وہ دق فلورنسی ہراساں کھوٹا
خود کو اس نے چنگلوں سے۔ اسے ہم نے وہیں چھوڑا' نہ اس کا
مزید اب تذکرہ منظور مجھ کو۔
مرا اچھا اتالیق: "اب کے فرزند نواحِ شہرِ ڈس نامی
میں تو ہے۔
قوی جتھا' سڑی باشی یہاں کے"۔ تو میں: "مینار اب بھی' محترم! وہ
نظر وادی میں صاف آتے ہیں مجھ کو' درخشاں ارغواں' کہئے
کہ ڈھل کر
برآمد آگ سے جیسے ہوئے ہوں۔" وہ بولا: "ہے امر اگنی کہ اندر
بھڑک کر یوں بھبوکا کر رہی ہے فروغِ شعلہ سے آتش بداماں'
نظر آتی ہے جو دوزخ میں زیریں"۔
ہم آنکلے تھے گہرے کھادروں میں' تھا اس خندق کا یہ خطہ بڑا سخت۔
فصیلیں یوں نظر آتی تھیں جیسے انہیں فلواد سے ڈھالا گیا ہو۔
لگایا اک بڑا چکر طویل اور اب اک ایسی جگہ پر آن پہنچے'
جہاں تندی سے چلایا وہ مانجھی:
"اتر جاؤ' یہ اندر کی سڑک ہے"۔ چڑھے ان پھاٹکوں پر'
میں نے دیکھے
ہزار اک سے زیادہ' جو فلک سے کبھی عہد کہن میں ٹپکے ہوں گے۔
چڑھا کر ناک بھوں وہ یہ پکارے: "ہے یہ مردود کیسا' مردہ گاں کی
اس آبادی میں کیوں کر آن پہنچا' اجل کا ذائقہ چکھنے سے پہلے"۔

فلیپو ارجنٹی' اپنے وقت کا رستم تھا بڑا ہی بدراہ اور قہری

DIS

کیا فطینِ مرشد نے اشارہ وہ کچھ چپکے سے کہنا چاہتا ہے۔
تو اس پر پڑھ گئی مدھم غضبناک حقارت ان کی اور کہنے لگے وہ:
''اکیلا تو چلا آ اور اس کو یہاں سے دفع ہونے دے' جتن سے
جو اپنی مملکت میں آ گھسا ہے' یہ تن تنہا یہاں سے لوٹ جائے
یہ جھک مارے' بھٹک جائے' نہیں تو بخوبی راہ سے واقف اگر ہے
ثبوت اس کا بہم پہنچائے خود اب۔ رہی سو بات تیری' تو ٹھہر جا'
اسے جو بدرقہ بن کر گھنیرے اندھیروں میں لیے پھرتا رہا ہے''۔
اب اے قاری خود اندازہ لگا تو کہ اس منحوس جملے کی صدا پر
قیامت مجھ پہ کیا گزری نہ ہوگی' یقیں آیا' محال اب لوٹنا ہے'
کہا یہ چیخ کر: ''اے میرے اچھے مربی راہبر اپنی اماں میں
مجھے تو سات دفعہ سے زیادہ لیئے آیا بڑے خطروں سے محفوظ
مجھے در پیش جو آئے تھے' لیکن شدائد میں نہ اب تو چھوڑ دینا'
اگر ممنوع ٹھہر پیش قدمی' تو ہم بگٹٹ پلٹ چلتے ہیں واپس''۔
مرا مرشد جو یاں لایا تھا مجھ کو: ''حذر مت کر مجال ایسی نہیں ہے
کسی کی بھی کہ بے نیل و مرام اس ہماری راہ سے لوٹائے ہم کو
جب اعلیٰ الملا کی ہو اجازت'
یہاں لیکن مرا تو منتظر رہ' تسلی دے حواسِ مضمحل کو
اور اس دوران کچھ آرام کر لے' بھروسہ رکھ نہیں چھوڑوں گا تنہا
تجھے میں اس جہانِ اسفلیں میں''۔
یہ کہہ کر وہ مکرّم مہرباں تو ہوا رخصت وہاں ٹھہرا کے مجھ کو'
مگر میں بر سرِ پیکار خود سے۔ نہ بھاگا جائے مجھ سے اور نہ ٹھہرا۔
پھنسی تھی مخمصے میں جان میری۔

درندے' جو پہلے کنٹو میں
ملے ایک چارون' یوناس
سر برس' پلوٹس' فلگاس'
فلیو راجنٹی چھ' کل سات

انہیں کیا پیش کیس اس نے شرائط' نہیں میں سن سکا'
ہاں دیر تک خاص
نہیں گفت وشنید ان میں چلی تھی' مچی بھگدڑ سی ان لوگوں میں' واپس
وہ اندر جا گھسے سارے اچانک' پھر ان ظالم حریفوں نے کیے بند
کچھ ایسے پھاٹک اس کے منہ پہ' میرا مربّی رہ گیا تکتا کا تکتا'
وہاں پر اس طرح روکا گیا تو تھکے ماندے قدم وہ لوٹ آیا۔
جمی تھیں اس کی آنکھیں فرش پر اور یقیں ماتھے سے عنقا ہو گیا تھا۔
وہ بولا بھر کے آہِ سرد ایسے: ''مزاحم غم کدوں تک کون مجھ کو؟
مجھے پھر: ''مشتعل بیشک بہت ہوں' مگر مت جان اے ہیبت
کے مارے۔
اس آویزش میں وہ مغلوب ہوں گے' کسی کو تک سے بھی
ڈالیں رکاوٹ
وہ اندر بیٹھ کر' یہ خیرہ چشمی نئی بھی ان کی جانب سے نہیں ہے۔
یہی کچھ کم نہ حرکت کر چکے ہیں وہ اس پھاٹک پہ' باہر کی طرف سے
نہیں ہے چٹخنی جس پر ابھی بھی۔ وہیں محراب پر نقشین تو نے
پڑھی تھی (یاد ہے) مہلک عبارت۔
یہاں بھی جس طرف سے داخلہ ہے' بغیر بدرقہ ڈھالو سے نیچے
وہ ان حلقوں سے پایاب آ رہا ہے' بلا کا اس میں کس بل ہے'
ہمیں وہ
کرے گا واگذار اب یہ علاقہ''۔

کینٹو — (۹)

زبریں طاس۔ ڈس۔ چھٹا طبق

تلخیص: کچھ مزاحمتوں کے بعد اور کئی نارکی ڈائنوں اور راکھشوں کو دیکھتے' ایک غیبی ہستی کی مدد سے وہ ڈِس شہر میں داخل ہوتے ہیں۔ وہاں بے دین مرتدین قبروں میں آگ کے تیز شعلوں میں بھن رہے ہیں۔ ورجل کی معیت میں ہمارا شاعران آتشیں مقابر اور شہر پناہ کے درمیان سے گزر کر آگے بڑھ جاتا ہے۔

......☆......☆......

جو رنگت' بزدلی کے دغدغے سے ظکنڈی تھی زرد

رخساروں پہ میرے'

پلٹتے میں نے جب دیکھا تھا اپنے حزیں رہبر کو' اس کے عارضوں سے

اُڑی اب صاف' جس سے ہو گئے تھے ابھی پیلے پھٹک وہ'

کیفیت پہ

وہ ساری پی گیا اندر ہی اندر — ہو جیسے گوش بر آواز کوئی

سراپا انہماک ایسا ہوا وہ' کہ اسکی آنکھ کو مکھم فضا اور

دبیز اندوختہ بادل میں تا دور بجھائی ہی نہیں دیتا تھا کچھ اب۔

سخن آغاز یوں وہ: ''ہم ہی غالب لڑائی میں یہ اغلب ہے' رہیں گے۔

نہیں تو پھر کمک ہو گی فراہم' مجھے تو آہ لگتا ہے کہ تاخیر

ہوئی آمد میں موعودہ مدد کی''۔

یہ واضح مجھ پہ تھا الفاظ تمت کئے تھے ابتدا کو کیسے مبہم' کئے

اس نے ادا آخر جواں کی نہیں بنتی تھی تک کچھ اوّلیں سے'

لہٰذا اس سخن سے خوف میرا نہیں مدھم پڑا اک شائبہ بھی'

خرابی کا تھا اس سے احتمال اور' ہوا تھا خلط مبحث سے یہی فاش۔

بھلا اس سہمگیں مقعر کی تہ میں' کبھی پاتال تک اترا ہے کوئی

ان اربابِ مقامِ اوّلیں سے' سزا جنکی فقط یہ ہے رہیں گے
سدا محرومِ امیدِ کرم سے؟''
یہ استفسار میرا' وہ جواباً: ''ہوا ہے اتفاق ایسا بہت شاذ
کوئی ہم سا ہوا ہو راہ پیمود
جہاں میں گامزن ہوں' ٹھیک ہے یہ ضرور اک مرتبہ آیا تھا پہلے
یہاں اسفل میں جب مبہوت مجھ کو
ارکتھو کلمونہی نے کردیا تھا جو لوٹاتی ہے جسموں میں ہیولے۔
ذرا ہی دیر گزری تھی' مرا گوشت ہوا تھا ذات سے میری تہی' تو
مجھے اس ناحیہ میں لاکر اس نے یہ چاہا روح استخراج کرلوں
یہودا کی حواری منڈلی سے۔
فراواں گھور' گھپ' گھمبیر استھان یہ سب سے اسفلیں' دور انتہائی
ہمہ گرداں کُرہ سے عرش کے ہے۔ بخوبی ہوں میں اس رستہ سے
واقف لہذا تو تسلّی سے کر آرام'
بہر سو جھیل' جس سے اٹھ رہے ہیں زبوں شوریدہ بھبکے' شہرِ غم کا
کیئے ہے جو حصار' اس میں نہیں ہم بغیر خلفشاری جا سکیں گے''
بہت کچھ اور بھی اس نے کہا تھا' نہیں محفوظ اب جو حافظہ میں'
مری تو ٹکٹکی یکسر لگی تھی اس اونچے برج کے سوزاں کلس پر
جہاں اک ثانیہ میں' میں نے دیکھیں لہو میں تر بتر سب' تین
نرکی چڑیلیں ایک دم برخاستہ' جو
مؤنث تھیں تو اپنی چال ڈھال اور وہ چہرہ مہرہ سے اپنے فقط تھیں۔
زمرد رنگ اجگر گرداں کے کیئے پیچیدہ کنڈل لوتھ اپنے
بجائے گیسوؤں کے مینڈھیاں سی گندھی تھیں کھن کھجوروں بچھوؤں کی

ایک تھسلوی کاہنہ

اجگر: اژدہے

ہراک کی غیض آور کن پٹی پر۔
وہ چرخ کٹنیوں سے خوب واقف کہ غم بانو کی تھی
ہرناز بردار
سخن فرما ہوا یوں: دیکھ بھونڈی ہراک بھتنی کو تو — بائیں مگھیرہ
بہاتی ہے الکٹو دائیں ٹسوے ہے ان کے درمیاں تیسی فونہ۔
یہ بتلا کر پھر اس نے سادھ لی چپ۔ کھسوٹے ڈالتی تھیں
ناخنوں سے
وہ اپنی چھاتیاں، ہاتھوں سے خود کو دوہتڑ مارتی تھیں، شیون وشور شدید
ایسا مچایا میں تو چمٹا مغنی سے دہل کے، ہول کھا کر۔
''مڈوسہ تو جھپٹ لے تا کہ اس کو کریں تبدیل پتھر میں'' وہ ساری
پکاریں دیکھ کر نیچے: ''ہوئی تھی اگرچہ تھیسیس کی رستمی بھی
جو ہلہ زن رہیں اس وقت بھی باز
مناسب انتقام سخت سے ہم۔'' ''پلٹ کر پھیر خود کو اوٹ کرے
کہ خونی گورگن کی اک جھلک بھی
بڑی مہلک ہے اور پھر واپسی کا ہراک امکاں ہمیشہ کے لیے ختم
یہ کہہ کر نرم خو آقا نے پھر آپ مرا منہ موڑ کر، ہاتھوں پہ میرے
نہ جیسے اعتماد اس کو رہا تھا،
مری آنکھیں لی اپنے ہاتھ سے میچ — اب اے فطین اور کامل سمجھ
لے ہے لوک اشلوک میں مگھم جو مطلب، ہے بھگوت گیت کی
جیسی بھی بندش
بخوبی ذہن میں یہ جاگزیں کر۔
تلاطم خیز لہروں پر سے گونجی کرخت آواز اب ایسی بھیانک

بھتنی: ترجمہ
ERYNNIS کا
ALECTO
MAGAERA
TISIPHONE
تین فیوریاں انتقام کی دیویاں (صنمیات)
تین GORGON میں ایک دوسری ہیں
STHENO
EURALE جسے دیکھتیں پتھر کا کر دیتیں۔ (صنمیات)
THESEUS قدیم صنمیاتی ہیرو جس سے متعدد معرکے منسوب ہیں۔

دہل اٹھے کنارے، جس طرح اک بلا کی تیز آندھی کے تھپیڑے
بخاراتِ ستیزہ گر سے خیزاں، کسی جنگل سے ٹکرا کر دھکیلے
سکت اپنی تو شاخیں نوچ ڈالے اکھاڑے، پٹخے، ریلے دور پھینکے۔
غضبناکی سے جھکڑ یوں رواں ہو کہ ڈنگر مالدی سب بھاگ نکلیں۔

چرواہا

پھر آنکھوں سے اٹھا کر ہاتھ بولا: تفِ کہنہ پہ نس بینائی کی پھیر
جہاں پر اں ہیں مرغولے دھواں دھار۔" پھدکتے جائیں مینڈک جس طرح تیز
سراسیمہ، کسی موجہ میں اپنے عدو افعی کے آگے آگے سارے
کنارے پر مگر ہوں ڈھیر ہر ایک — کم و بیش اک ہزار ارواح پامال
اسی صورت دکھائی دیں کہ سرپٹ، وہاں اس شخص کے آگے دواں تھیں،
جو بیترنی کے پار اترا تھا ایسے کہ اس کے پاؤں تک بھیگے نہیں تھے۔
جھٹکتا جا رہا تھا اپنے رُخ سے وہ صرصر باد کو اور ہاتھ بایاں کشادہ کر
رہا تھا گاہے گاہے۔

☆☆☆

کینٹو — (۱۰)

زبریں طاس۔ چھٹا طبق۔ ایضاً

تلخیص: اپنے رہبر سے اجازت لے کر دانتے فرینتہ ابرتی اور کول کنتی سے چندے گفتگو کرتا ہے۔ یہ دو آتشیں مزاروں میں پڑے ہیں، قبریں ان کی شق ہیں اور قیامت تک اسی طرح کھلی رہیں گی۔ فرینتہ اشارۃً شاعر کی فلورنس سے شہر بدری کی بشارت دیتا ہے۔ وہ سمجھاتا ہے کہ مغضوبین کو درکِ پیش بینی تو میسّر ہے مگر حالات ساز گار نہیں۔

مجھے تو صاف ایسا لگ رہا تھا نزول اس کا ہوا ہو آسماں سے

اور اپنے رہنما کو مڑ گیا میں، کیا جس نے اشارہ ہوں مودب
ستادہ، کورنش اسکو کروں میں۔
گیا میں! اف جلال اس کا کہ جو تھا۔ وہ پھاٹک کے قریب آیا،
عصا سے دھکیلا جب تو چوپٹ کھل گیا وہ۔
تب اس متکبرہ ہودج پر ستادہ مخاطب وہ ہوا: "جنت بدر، او خراب و
خوار وخستہ حال روحو! ہوا کیسی سمائی، یہ وطیرہ ہوا کیوں
خیرہ چشمانہ تمہارا،
اڑنگا تم قضا سے لے رہے ہو کہ منشا بے مرام اس کا نہیں ہے۔
مسلّط بھی کیا ہے اکثر و بیش اسی نے تم پہ دردِ جانگسل بھی؟
عبث ہے یہ تمہاری سعی، کہیے براتِ عاشقاں برشاخِ آہو،
سربرس بھی تمہارا، یاد کرنا ہمہ تن داغ داغ اب تک وہاں ہے،
جہاں نوچے گئے تھے بال اس کے گلہ کلّہ کا ملغوبہ بنا تھا"۔
چلکٹ رستہ پہ، یہ کہہ، پیٹھ موڑی، ہوا ہم سے نہ لیکن حرف زن وہ۔
ہویدا اس کے بشرے سے علامت کسی تشویش دیگر کی — کوئی شخص
دباؤ میں بہت ہی سخت ہو تو رہے مطلق نہ ہوش اس کی وہاں جو
کھڑا ہو عین اس کے سامنے ہی — ان الفاظِ مبارک کی ضمانت
ملی، تو اس علاقے کو چلے ہم، جہاں داخل ہوئے بے روک ٹوک اب،
مرے تو ذہن کو لپکا لگا تھا کہ ہو معلوم اس کوشک کے اندر
مسلّط کیفیت ہو گی تو کیسی۔ نظر لیکن جہاں تک بھی گئی تب
تو پہناورستاں میں جا بجا تھے اذیت ہی اذیت، روگ ہی روگ۔
ترائی میں جہاں ارلیز کی، رھون رواں ہے بند پانی کی طرح ست
خلیج قوارنارو کے قریں یا — ایسے سرحدیں اٹلی کی جو اور

(اسے ہرقلیس نے تہری زنجیروں میں جکڑ کر گھسیٹا (صنمیات)

ARLES صوبہ PROVENCE میں

POLA بحیرہ

ایڈریاٹک کی کھاڑی
QUARNARO
ہر ایک قصبہ

کرے حد بند اسکی' نزد پولہ جگہ جیسی مقابر سے اٹی ہے'
یہاں بھی ہو بہو منظر وہی تھا۔ مگر دہشت فزوں تر' الاماں اُف۔
بھڑک کر منتشر قبروں میں شعلے جلائے دے رہے تھے' مثلِ گلخن' ر'
وہ حدّت بیشتر درکار اس سے نہیں ہو صنعتِ آہنگری کو۔
معلّق وا تھے تابوتوں کے ڈھکنے' دہائی کی صدائیں
دردانگیز
دژوں سے بے محابا اُٹھ رہی تھیں' کہ غم خوردہ اذیت یاب چیخیں۔
مخاطب میں: ''بتا آقا یہ محبوس درونِ قبہ و محراب ہیں کون؟
سنائی دے رہا ہے صاف جن کی ہمیں دل باختہ آہوں کا نوحہ؟''
جواباً وہ: ''بڑے بے دین ہیں یہ' اکابر مرتدین' ان کے مقلّد
کرے جو تو قیاس ان سے فراواں' خبر کیا کتنی بھاری ہیں یہ قبریں'
ٹھسے ہیں ہر لحد میں ہم عقیدہ' تمازت میں بھی ان کی تربتوں کا
بہم شدت کا درجہ مختلف ہے''۔
وہ دائیں ہاتھ' یہ کہہ کر مڑا اور ہم ان مقہور روحوں اور فلک بوس فصیلوں
میں سے ہو کر پار گزرے۔
حاضرہ سے وہ قطعی نابلد رہتے ہیں' تا آنکہ دنیا ہی سے کوئی نو وارد مطلع
کر دے۔

☆☆☆

اب آگے چور رستہ سے بڑھے ہم' فصیلوں میں سے
ہو کر' کر رکھا تھا
جنہوں نے اس علاقہ اور ساری اذیت یاب روحوں کا احاطہ۔
مرا استاد آگے' ساتھ اس کے قدم پر میں قدم پیچھے نہادہ۔

شروع اس طرح میں: "مستحسن احسن! مجھے وافر کروں میں جو
گھمائے لیے جاتا ہے اپنے حسبِ منشا'
تمنا مطمئن کر دے مری' بول۔ پڑے ہیں جو درون ان مرقدوں کے
انہیں دیکھوں' کوئی ترکیب ہے کیا؟ کہ سب سر پوش تابوتوں کے
وا ہیں۔

عقیدہ' یہود و نصاریٰ میں'

مسلط بھی نہیں نگران کوئی۔" وہ یوں گویا پاسخ: بند سارے

میدانِ حشر یہاں بپا ہوگا

کیے جائیں گے یہ تابوت جس وقت جذافت سے پلٹ آئیں
گے یہ لوگ
بدن لیکر' جو چھوڑ آئے ہیں بالا۔ یہ گورستان اس جانب اٹا ہے
ابیقورس اور اس کے پٹھوؤں سے' بدن سے روح کو کرتے
ہیں جو قتل۔

EPICURUS

آرزو: یعنی ابیقورس اور اسکے ساتھیوں سے ملے

لہٰذا جلدیاں ہوگی تشفی' کرے گا جو سوال اس کی بھی اور جو
خموشی میں نہاں یہ آرزو ہے"۔
جواباً میں: "مرے اچھے گورو! میں نہیں رکھتا ہو دل پوشیدہ تجھ سے'
نہ بے جا دوں بیاں کو طول بے شک' ابھی تو نے سبق جو خود دیا ہے۔
"ارے او ٹسکنی' تو جو سلامت رواں ہے وسطِ شہرِ آتشیں سے
سخن محتاط ایسا' اک ذری رک' خدارا اس کہ یہ لہجہ تو تیرے
وطن کی صاف چغلی کھا رہا ہے' وہی ارضِ شریف' اس سے قضارا
روا رکھا سلوکِ سخت میں نے"۔
یہ آواز آئی اک گنبد سے یک لخت' ڈرا میں' پہلوئے رہبر میں دبکا۔

یہ فلورنس میں گبیلاں جماعت کا سردار تھا

وہ گویا: "یہ تجھے کیا ہو گیا ہے' ذرا مڑ' بے فرنتہ ہی تو واں ہے'
ہوا ہے جو بلند آپ اور کمر سے وہ اوپر سب نمایاں ہے' اسے دیکھ"۔

اب اس کے چہرہ پر پہلے ہی جیسے مرا اپنا ٹھٹک کر جم گیا تھا۔
تنے تھے اس کے پیشانی و سینہ' کچھ ایسے طنطنہ سے
جیسے دوزخ نگاہوں میں تھی اس کی ہیچ یکسر۔
نڈر ہاتھوں سے فوراً راہبر نے دھکیلا ان مزاروں میں مجھے' یہ
مگر تنبیہ کی: ''بے لاگ کہیو' نہ رکھیو کچھ لگی لپٹی' رہے دھیان''۔
وہاں میں پائنتی پر قبر کی جب ہوا جا کر کھڑا تو فوراً اس نے
نظر بھر کر مجھے کچھ دیر دیکھا۔
بڑی بے اعتنائی سے کہا پھر: ''ترا ہے خانوادہ کون سا' کہہ؟''
پئے تعمیل میں نے بے کم و کاست بتایا بے دریغ اس کو' نہ رکھا
ذرا بھی اس سے پوشیدہ' تو اس پر بھنویں اس نے سکیڑیں اور چیخا
''عدوئے جاں وہ میرے' میرے جتھے اور اس خوں کے'
جنم جس سے تھا میرا'
اسی باعث مجھے کرنا پڑا تھا انہیں دو بار باہر منتشر' یار''۔
جواباً میں: ''دھکیلے تو گئے تھے مگر ہر مرتبہ اطراف سے وہ
پلٹ آئے تھے' یہ ایسی مہارت' جماعت نے تری ثابت کیا وہ
نہیں درک اس کو اپنانے کا رکھتی''۔
تب اس بشگافتہ جبڑے سے باہر' ہیولی اک اٹھا پہلو
میں اس کے'   کول ذنتی
جھکا ٹھوڑی تک اوپر یوں کہ مجھ کو گماں گزرا وہ گھٹنوں بل کھڑا ہے'
بہر سو اس تجسس سے نظر کی کہ گویا بھانپتا ہو ساتھ آیا مرے تھے
اور بھی کوئی وہاں پر۔
مگر جب لے چکا وہ ٹوہ' اس کا ہوا وہ جذبۂ مجہول ٹھنڈا'

تو یہ بھڑ اکے بولا: ''اگر جلو میں ہے تو اس رہرو اعلیٰ ذکی کے
قدم زن کو زنداں میں تو پھر کیوں پسر میرا نہیں ہے ساتھ تیرے؟
جواب اک دم مرا ' آیا نہیں خود مجھے لایا ہے اس اقلیم میں وہ

وہاں جو منتظر میرا ہے۔ جس سے ترے فرزند گیڈو کو تھی پرخاش''۔
مجھے اندازہ اس کی ذات کا تو کلام اور طورِ رنجوری سے اس کے
بخوبی ہو چکا تھا پس مکمل جواب اس کو یہ میرا جس کو سن کر
وہ تقریباً اچھل کر چیخ اٹھا: ''یہ تو نے کیا کہا — تھی۔ ہائے تو کیا
بقیدِ زندگی اب وہ نہیں ہے۔ مبارک روزِ روشن کی نہیں کیا
رہی اس چشم سے چشمک زنی اب؟''
تامل کچھ کیا میں نے ' ادھر وہ ' مرے کہنے سے قبل آگاہ ہو کر
گرا یوں چت ' نظر آیا نہیں پھر۔
اسی دوران دیگر ' روح کا شیر ' قریں جس کے ابھی تک میں کھڑا تھا '
خشونت کا وہی طومار رخ پر ' نہ گردن میں ذرا جنبش نہ اُس کے
کوئی خم پنجری پہلو میں آیا '
اسی پہلے بیاں کے سلسلہ کو وہ یوں رکھتے ہوئے جاری ' پکاری:
''دکھایا ہے مہارت میں اگر کم کمال ان نے تو تکلیف اس سے مجھ کو
عذاب قبر سے بڑھ کر ہوئی ہے۔ پچاس اپنی منور ہیئتیں بھی
ابھی مانو نہ کر پائے گی پوری ' جو اس اقلیم کی مسند نشیں ہے
کہ ہو جائے گا تو آگاہ کامل مہارت کی اثر اندازیوں سے۔
جہانِ خوشنما کو واپسی ہو تری لیکن مجھے بتلائے گا تو
کہ یہ مردار پنجے جھاڑ کر کیوں مری اولاد کے پیچھے پڑے ہیں؟''

مراد۔ چاند
حریف پھر غالب آئیں
گے شاعر شہر بدر ہوگا۔

جواباً میں: ''وہ خونریزی بھیانک تباہی، جس سے سیلِ اربیہ کا
ہوا تھا رنگ گہرا ارغوانی۔
دعا اپنے مقدس گنبدوں میں بنی جس کے سبب فریاد کی لے''۔
وہ جنبش سر کو دے کر آہ کے ساتھ سخن گو اس طرح دوبارہ: ''لیکن
نہ تھا اس چپقلش میں میں اکیلا، نہ میرا ناروا مقصود ہی تھا
یقیناً متفق تھے دوسرے بھی ہواہوں کا ستیزہ کار جب میں۔
تھا البتہ اکیلا جب فلورنس ہو اسب کی رضامندی سے مسمار
یہ کھل کر سعی کی تھی صرف میں نے کہ اس حرکت سے ان کو باز
رکھوں۔
اسے سوگند سے میں: امن میں ہو تری اولاد بھی آخر یہ جیسے
گرہ تو میرے دل کی کھولتا ہے، پڑا تھا خرخشہ میں ذہن میرا۔
سنا ہے ٹھیک اگر میں نے تو جیسا زمانہ کا تجھے ہو درک پیشیں
جسے یہ ساتھ لے کر چل رہا ہے، یہ مانا حال سے تو بے خبر ہے''۔
جواباً وہ: ''کسی کی آنکھ جس کو ہے کالاعلم حاصل، جھانکتی ہے۔
تو پالیتی ہے صاف آئندہ احوال، ہمیں بھی قادرِ مطلق نے اپنی
ضیائے بیکراں سے کی ہے بخشش، مگر نزدیک ہو یا واقعی امر
تو اپنی بدیا کی گم ہو گئی۔ نہیں احوال انسانی تمہارا
ہمیں اس سے فزوں معلوم ہوتا جو ہم تک دوسرے ہی لیکر آئیں۔
لہٰذا ہو وقوف اتنا، ہماری ہمہ دانی اسی لحظہ ہے موقوف وہ مستقبل
یہ جب پردہ گرا دیں۔
بڑا نادم میں کوتاہی پر اپنی، پشیمانی کے عالم میں مزید اب
''وہ ان افتادگاں میں ہے وہاں جو اسے تو اب ضرور اتنا بتانا

کیونکہ کول ونتی کو فوری
جواب دینے میں تامل
کیا تھا۔

پسرِ زندوں میں ہے موجود اسکا۔ مری یہ معذرت بھی محترز تھا،
رہا خاموش، دے پایا نہ پاسخ کہ گم اپنے خیالوں میں ہوا تھا۔
اسی جھنجھٹ میں عالم محویت کا جسے تیری مدد نے حل کیا ہے"۔
مرے استاد نے مجھ کو پکارا، ہوا جو شوق پر اک تازیانہ
بعجلت روح سے دریافت اب یہ شریکِ حال کون اس کے
وہاں تھے؟
جواب اس نے دیا: اس جا پہ یوں تو ہزار اک ہیں مرے ہمراہ مدفون
فریڈرک نام کا ثانی بھی ان میں، یہیں پر کارڈینل لارڈ بھی ہے
بہتیرے اور بھی، کیا ذکر ان کا"۔
یہ کہہ کر وہ ہوا اوجھل نظر سے، مگر میں نے قدم لوٹائے اپنے
اب اس دیرینہ نغمہ سنج کی سمت۔
شگون بد کے وہ الفاظ سارے برابر حافظہ میں گونجتے تھے۔
وہ آگے چل پڑا، پھر چلتے چلتے مجھے ٹوکا کچھ ایسے: "کس طرح کے
تحیّر میں حواس آخر ہیں ملفوف؟ تشفی کی جب استفہام کی تو
مجھے کہنا لگا وہ مردِ دانا:
سنا ہے جو رہے وہ حافظہ میں، ضرر کی بھی بشارت گو تجھے ہو۔
اٹھا کر اپنی انگلی پھر یہ تاکید کہ میں اس پر توجہ دوں مناسب۔
تو اس جانِ ضیا کے روبرو جب کھڑا ہوگا، وہی جس کی حسیں آنکھ
لیا کرتی ہے سب کا جائزہ — وہ کرے گی تجھ پہ تیری زندگی کے
تمام اسرارِ مستقبل کو افشا"۔
قدم جھٹ اس نے بائیں ہاتھ موڑے، فصیل اب رہ
گئی تھی دور پیچھے۔

فریڈرک ثانی: وفات ۱۲۵۰ کارڈینل: اصل نام اتادیانو ابال دینی ۱۲۴۵ میں منصب بطریق ملا، ۱۲۷۳ میں فوت ہوا۔

جانِ ضیا: بیترس

بڑھے ہم مرکزی خطہ کی جانب' اک ایسی راہ جو وادی میں نکلی'
اگر چہ تھی بلندی پر مگر واں وہی شوریدہ بھبکے اٹھ رہے تھے

....

کینٹو — (۱۱)

طاس زیریں — طاس زیریں

تلخیص: دانتے چٹانی ڈھال کی نکڑ پر پہنچتا ہے جو ساتویں طبق کا حصار ہے۔ یہاں ملحدِ وقت انستاسیس کا مقبرہ ہے۔ لوحِ مزار کے نیچے قدرے توقف کرتا ہے کہ اس تعفن سے مانوس ہو لے جس کے بھبکے پاتال سے اٹھ رہے ہیں۔ ورجل اسے اگلے تین طبیلوں کی کیفیت سناتا ہے اور ان گناہگاروں کی بابت بتاتا ہے جو ان کے اندر مبتلائے عذاب ہیں۔ اس پر اس سے استفسار کہ ڈس نگر میں بھی تو ہوس ران' بسیار خور' خسیس اور فضول خرچ' غصیلے اور سرد مہر بھرے پڑے ہیں۔ ان پر عقوبت کیوں نہیں' دوسرا استفسار یہ کہ سود خوری سے نافرمانی خداوندی کیوں کر ہوئی؟ آخر کار دونوں شاعر اس مقام پر آتے ہیں جہاں ایک راستہ ساتویں طبق کو طاس زیریں میں اتر جاتا ہے۔

☆☆☆

کنارِ مرتفع پر انتہائی سرے سے گھوم کر بیہڑ چٹانیں' ہم آئے
جس جگہ زیریں' مصائب بڑے سنگین تھے انبار — ٹھہرے
وہاں بچنے کو اس مکروہ بے حد عفونت زائیدہ تبخیر سے' جو
گھنے پاتال میں سے اٹھ رہی تھی۔ لئے اک مقبرے میں لوح کی اوٹ
کھڑے تھے ہم — عبارت جس پہ نقشین نظر آئی: "مقید ہے
یہاں پوپ

(غالباً پوپ ANATISUIS اول یا چہارم' مرتد و ملحد PHOTINUS کا حامی کار)

انستاسیس، بہکاوے میں آکر پھوائی نس کے جو گمراہ ٹھہرا
صراط الراس سے — مغضوب، مقہور"۔
"فراز اب راہ پیمائی سے پہلے مناسب ہے ذرا ستائیں، دم لیں
سمائے سانس یوں سینے میں اپنے کہ خو گر اس کے ہوں، یہ پھر
نہ اکھڑے"۔
مرا استاد یوں، اور میں جواباً: تلافی چاہیے لیکن کسی طور نہ جائے
وقت یوں بیکار ضائع"۔
تو وہ: "لے میری پروازِ خیالات تری منشا سے ہم آہنگ ہے عین،
مرے فرزند ان ٹیلوں کے اندر ہیں درجہ وار حلقے متصل تین،
مثیل ان ہی کے، تو جن میں سے آیا، ہر اک ملعون روحوں سے اٹا ہے،
مگر ہو دیکھنا مابعد کافی سن ان کی کیفیت اس وقت مجھ سے،
ہیں کس پاداش میں یوں مبتلا سب یہ نا ہنجار ہنجارہ میں ایسے۔
سب اعمالِ شنیعہ میں، سرِ عرش، زیادہ موردِ نفرین حرکت
کہ دانستہ کسی کو دیں گزند اور حصول اس نوع کے مقصد کا ممکن
ہوا ہے زور یا تزویر سے جو کسی کی سوگواری کا سبب ہو۔
مگر تزویر — یہ انساں کے اندر قباحت چونکہ خاص انداز کی ہے،
خدا کو سخت نامرغوب ہے اور بڑی ہی جانگزائی قعر میں پس
ہوئی ان حیلہ سازوں کا مقدر، ہیں قہری حلقۂ اوّل میں محبوس
ہیں ایسی تین ذاتیں جن کے حق میں ہے معیوب اشتد ادا ایسا — لہٰذا
طبیلے ہیں عقوبت گاہ کے تین، ہر اک اندر جداگانہ دگر سے۔
خدا سے، خود سے، ہمسائے سے اپنے زبردستی کا مظہر آدمی ہے۔
کہوں میں یہ کہ اپنی ذات سے خود — متاع و مال کے بارے میں اپنے

بگوش آئے گا بالتصریح تیرے۔
لگائے ضرب مہلک اور اپنے پڑوسی کو اجل کے گھاٹ اُتارے'
کرے مجروح گہرا زخم مارے' اجاڑے' لوٹ لے' برباد کر دے'
جلا ڈالے سب اس کی جمع پونجی' یہ خونی' بغض و کینہ سے کسی کی
جو کوئی جان لے' ڈاکو' لٹیرے مدارِ اوّلیں میں گلہ گلہ شکنجے میں عذاب
و درد کے ہیں۔
تشدد کا پھر انساں مرتکب بھی خود اپنی ذات سے' اپنی نعم سے'
مدارِ دوم میں ضغطہ کا مارا پشیماں کردنی پر رائیگاں ہے'
جو اپنی جان اپنے ہاتھ سے لے' جو اپنی روشنی گل آپ کر دے'
سراسر مسرفانہ ہے زیاں کار صلاحیت کا بیدردی سے کیسا
جہاں یہ چاہیے زندہ دلی سے کرے گزران — پژمردہ' فسردہ
اجیرن کر کے وہ دن رات کاٹے' تو یہ کفران ہے' گویا خدا کے
وہ منہ آتا ہے' منکر جی ہی جی میں بڑی ہی مقتدر جبروت کا' وہ
بڑا گستاخ' ماخوذِ اہانت' کرم فرمائی' منشا اور آئین
نظر انداز فطرت کے کرے یوں — یہیں سے اس مدارِ اندروں کی
سدوم و کوہرہ پر ثبت ہے مہر۔ یقیں کر' ہیں اسی زمرے میں شامل
خدا سے مرتکب' باطن میں اپنے' جو تضحیک اور استخفاف کے ہیں۔
مگر ترِ دیر اس کی تو کھٹک سی ضرور احساس میں رہتی ہے باقی'
ضمیر اس پر خلیدہ گر کسی نے فریب اس کو دیا ہو' جس نے قائم
تعلق اعتمادانہ کیا ہو۔
یقیں اخلاص سے کرنے لگا ہو' — یہی اک ماحصل اس کا بالآخر
وہ اک سلک محبت ٹوٹ جائے جسے قدرت کیا کرتی ہے تیار۔

SODOM / CAHORS دو سرا سو خوروں کی آبادی تھی۔

(مترجم کا سابقہ ایک ایسے بندۂ تزدیر سے پڑا کہ عرف عام میں

اسی باعث ہوا اموران کا نشیمن دوسرے حلقہ کے اندر۔
فسون وکاسہ لیسی ودوروئی' دروغ وسرقہ ومنصب فروشی
(کلیساؤں میں) جن کا منتہا حرص' کہ اس چرکین فضلہ کے لیے وہ
دیانت کو بھی داؤ پر لگا دیں' اسی مسلک کے خمیازہ میں غارت
محبت — عام جو فطرت نے کی ہے' وہی جس میں اضافہ ہو تو قائم
زیادہ پختگی سے ہو عقیدہ' اسی باعث مدارِ اسفلیں میں —
یہ جگ کی کھاگ' ڈس نگری بھیا نک — عذاب النار میں
خائن پڑے ہیں''۔
تو میں یوں: ''گفتگو تیری معلّم' وضاحت سے نمایاں کر رہی ہے۔
ہنر مندی سے کامل' صاف کنڈر یہ ہیبت ناک اور اس کے
مکیں سب۔
مگر ہو اب مجھے معلوم جو ہیں پنچہ میں وہاں مردود' جس پر
دمادم بارشوں کی یورشیں ہیں' جنہیں طوفاں اڑائے پھر رہا ہے
مقابل آکے درآویز' کیسی زبانیں قینچیاں سی چل رہی ہیں'
پھر اس شہر زبانہ تاب میں کیوں عذاب ان پر نہیں ہوتا ہے نازل''۔
خدا کے قہر میں وہ گر ہیں ماخوذ — نہیں ماخوذ اگر تو کس لیے پھر
یہ بیچاروں کی درگت بن رہی ہے؟''
جواب اس نے دیا: ''کیوں خیر تو ہے' گئی ہے گھاس چرنے
عقل تیری'
کہ تیرا دھیان اب کچھ بٹ گیا ہے' نہ تھی آشفتگی پہلے تو ایسی۔
نہیں کیا حافظے میں لفظ محفوظ' ترے اخلاق نامہ میں بیاں ہے
جہاں یہ صاف — منشائے بریں کو طبائع تین نامرغوب ہیں سخت۔

دانشور مشہور تھا' مگر دھوکے سے ادبی انجمن کا دفتر بیچ کھایا)

کھاگ: حد' آخری نقطہ

(پشتو) مضافات

(چاہ: بچہ)

ارسطو کی اخلاقیات

درندہ خوئی' کین' بے اعتدالی — خفا بے اعتدالی سے خداوند
اگر کم ہو تو کیوں کر' یہ خطا ہو اگر محسوب معمولی تو کیسے؟
جزا کا غور سے لے جائزہ تو' جو اس میں مبتلا ہیں یاد کر لے
کہ دیواروں سے باہر کیا عبث وہ پشیمانی میں سر ٹکرا رہے ہیں۔
عیاں ہو جائے گا یہ آپ تجھ پر کہ ان ملعون روحوں سے انہیں کیوں
جدا اس فرق سے رکھا گیا ہے' کہ اُن پر انتقامانہ غضب کیوں
بہ قلت عدلِ ربانی انڈھیلے''۔
تو میں اس طرح: ''اے خورشید جس سے ہر آشوبِ نظر کا ہو مداوا!
مجھے حاصل ہوا اطمینان کتنا' مرے شبہات جب تو رفع فرمائے'
مجھے ناواقفی کی کیفیت تب بھلی لگتی ہے کیا کیا آگہی سے۔
پھر اب سابق سخن پر ہو توجہ تری مبذول — فرمایا تھا تو نے
ہے خیرِ سرمدی کو سود سے کد — ''ربا'' کا عقدۂ پیچیدہ یہ کھول''۔
جواب اس نے دیا تب: ''کر چکا ہے بگوش ہوش''

(جزوی طور پر کب)

بخوبی نکتۂ حکمت سماعت۔ بچہ عنواں بکارِ خویش فطرت
کرے ہے سرمدی درک اور اسی کی حسیں صنعت کو اپنی مشعلِ راہ۔
سطاجیری (ارسطو) نے کیے ہیں خواص اس کے جہاں پر آشکارا'
ورق گردانیاں ایسی زیادہ نہیں کرنا پڑیں گی' تا ہو معلوم
بخوبی یہ تجھے تیرے ہنر کی نمو بھی یکسر ش اس خاک سے ہے۔
یہ جیسے گامزن ہو نقش پا پر کوئی آموزگار استاد کے پس
تمہاری دست گاہِ فن کو کہیے کہ جا بعد از خدا اس کی بجا ہے۔
یہ دونوں — محنت اور مٹی — اگر ہو تجھے اچھی طرح سے یاد اپنے

صحیفہ میں مقدس بابِ تخلیق — ازل سے ہے برائے نوعِ انساں
بجا منبعِ حیات و شستگی کا۔ مگر یہ سود خور اس کا چلن ہی
دگر ہے۔ (حرص کے مارے کو ہے وہم) بذاتِ خود نیر زد
ہیچ قدرت۔
ہیں پیرو کارِ قدرت سارے لاشی۔ لگا تا ہے وہ آس اپنی کہیں اور'
مگر اب تو مرے نقشِ قدم پر چلا آ' ہے سفر درپیش ہم کو'
وہ حوت اب اپنی ہلکوری نظر سے افق پر کھیلتی ہے' راس منڈل
بنات النعش کا غرباً شمالاً بڑھا ہے' دور آگے تک وہاں پر
بڑی ہی سنگلاخ اونچائی ہے جو اترتی ہے وہ پگڈنڈی ہے اوگھٹ۔

☆☆☆

کینٹو — (۱۲)

زیریں طاس۔ ساتواں طبق۔ طبیلہ اوّل

تلخیص: کٹھن پگڈنڈی ساتویں طبق میں لے آئی جہاں اہلِ جفا محسوب ہیں۔ دانتے اور رہبر نے مناتور کو وہاں پاسبان پایا۔ اس کی جھلاہٹ' جسے ورجل فرو کرتا ہے' گرگر پاؤں ٹکاتے سنبھل سنبھل کر آگے بڑھتے دونوں نیچے اترے تو ایک جوئے خون نظر پڑی جس میں بدنہاد جانگزائی کے عالم میں ہیں۔ یہ پڑوسی کا حق نہ پہچاننے کے مجرم ہیں۔ بنی نوع انسان کے خلاف سنگین مظالم کے خوفناک کردار' سیلاب بلا سے نکلنے کو یہ لوگ۔ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں تو کناروں پر خرامیدہ ودویدہ قنطوروں کے غول انہیں تیروں کا ہدف بناتے ہیں۔ دامنِ کوہ میں تین قنطوروں نے ہمارے ان مسافروں کو بھی ٹوکا' ورجل نے جب قائل کیا تو ایک دونوں کو دریا پار لے جانے پر راضی

ہو گیا۔ دورانِ سفر ورجل دانتے کو دریا کی گزرگاہ اور مواخذینِ عذاب کا ماجرا بیان کرتا ہے۔

اترنے کو ہم آئے ڈھانگ سے جو جگہ تھی الپ کی مانند بیہڑ۔
سوا نہ چرو ہیں اس کی پڑا تھا ہیولیٰ وہ کہ کترا جائے ہر آنکھ۔
خرابہ جس طرح وہ اس کنارے ٹرنتو سے جہاں ٹکرائے آ کر
ندی ایڈس کی صد موجہ بشانہ کسی بھونچال کے باعث اچھل کر
کسی ٹیک آڑ کی یا پھر کمی سے وہ اس کہسار کی چوٹی سے اترے
نشیبی سطح پر کیوں کر جہاں سے لرزتی ہے چٹان ایسی نگوں سر
فراہم راستہ کر دے اسے کچھ جو اوپر سے گزرنا چاہتا ہو۔
تھی اس صورت کی اس کوتل میں وہ ڈھال وہیں اس منقسم
ٹیلہ کی حد پر
کریٹ کا نحس زا پسرا پڑا تھا — جنا وہ بیہڑی بہروپن کا مکروہ
ہمیں یوں تکچکچا کر اس نے دیکھا کہ غصہ میں کوئی آپے سے باہر
مرار ہبرا سے چلا کے: ”شاید ہوا ہے وہم تجھ کو ناگہانی
شہ ایتھنز آ نکلا کیا تھا تجھے جس نے ہلاک اوپر جہاں میں۔
دفان اور اکھشس آیا نہیں یاں کوئی تیری بہن سے سیکھ کر گر
مگر آیا ہے بے شک تا کرے وہ تری فرطِ عقوبت کا تماشہ“۔
جھپٹ کر حملہ آور تیر سا ہو بڑی تندی سے کوئی سانڈ جونہی
کڑا کے کی پڑے ضرب اس پہ لیکن نہیں پائے وہ بڑھنے
اور دھم سے
زمیں پر آرہے پہلو کے بل — یوں مجھے گرتا نظر آیا منا تور
وہ دانا تب یہ چلایا: ”لپک لے بڑا اپنی رہ اسے بنکارنے دے

STAGIRITE/ ارسطو کے قواعدِ طبیعات

ڈھانگ: سیدھی ڈھلوان
بیہڑ۔ ناہموار
کریٹ کا۔ منا تور
بیہڑی۔ بچھیا مراد PASIPHAE
شہ ایتھنز THESUS بہن ARIADNE اس کے منصوبہ سے تھیس نے منا تور کو ہلاک کیا۔

غنیمت ہے کہ تو اترائی پر ہے۔ "پس اپنی راہ لی نیچے کو ہم نے
زماں خوردہ کڑاڑوں میں سے' اکثر لرزتے تھے مرے پیروں تلے جو'
نہیں عادی ان ایسے بوجھ کے تھے۔ رواں میں فکر میں تھا محو یونہی کہ
وہ بولا: "ہے تیرے دھیان میں تو وہی پامال ڈھالو ڈھانگ شاید
تھا بن مانس ژیاں سرہنگ جس پر' جسے مغلوب ابھی میں کر چکا ہوں'
تجھے معلوم ہو جب قبل ازیں میں ادھر اترا تھا اسفل ہاویہ میں
چٹان اس وقت یہ ڈھلکی نہیں تھی۔ مگر بے شک (جو اندازہ
کروں ٹھیک)
نہیں پہلے بھی کچھ اتنا زیادہ نزول اجلال سے موعود کے' جو
غنائم خاص ڈِس سے لے گیا تھا اٹھا کر عالمِ ارفع کے' ہمراہ
تو کل اطراف میں لرزہ براندام عمیق وضیق جوف ایسا ہوا تھا۔
ہوا محسوس یہ گیتی سراسر محبت کی مہک سے بس گئی ہے۔
بنا بر ایں یہاں ہیں ظن جنہیں ہے پڑا تھا اختلال اکثر جہاں میں
مطابق اس نظریہ کے یہاں اور کئی دیگر جگہ پر یہ پرانی پہاڑی
بھی کھسک کر ڈھے گئی ہو۔
مگر نیچے نظر کی ٹکٹکی باندھ' اک دریائے خوں نزدیک' جس میں
وہ سب ڈوبے ہوئے پائے گئے ہیں تشدد سے کیا مجروح جن نے'
ہوس اف اندھی' اور غصہ جنونی! کریں پہلے تو برانگیختہ یوں
حیاتِ چندروزہ میں' تب ایسا ابد میں رکھیں سرگشتہ مکمل"۔
کماں صورت خمیدہ کھائی خاصی دکھائی دی محیطِ دشت مجھ کو
یہی رہبر نے جتلایا مجھے تھا۔ یہاں سے تا بہ پایانِ فصیل اک
بندھا تھا جس طرح تانتا' دو دیدہ

مسلح تیز پیکانوں سے قنطورز کچھ اس انداز سے دھرتی پہ جیسے
تعاقب میں رہا کرتے تھے سرتوڑ۔
فرود آتے ہمیں دیکھا تو ان میں ہر اک ٹھٹکا لپک کر جیش سے تین
بڑھے لے کر کمانیں اور گوپھن چنیدہ اسلحہ کاریگری کا۔
پھر ان میں ایک چیخا فاصلے سے: ''تجھے کہہ کیسی شامت گھیر لائی
یہاں ڈھلوان سے جو آرہا ہے کھڑا ہے جس جگہ بول
اب وہیں سے
نہیں تو میں نے یہ چلّہ چڑھایا''۔
مرار ہبر اسے: ''چیرون کو ہم جواب اپنا بتائیں ہوں جو نزدیک
طبیعت کا سدا ٹیڑھا ہمیشہ یونہی کا جلد باز اور تیز تو ہے''۔
کہا چھو کر مجھے: ''نیسس ہے یہ جو گیا تھا جان سے اس ماہ پارا
دیانیرہ کی خاطر اور بحیلہ
لیا پھر واژگوں بختی کا بدلہ۔ وہ سینے پر نظر اپنی جمائے ہے ان
کے درمیاں چیرونِ اعظم
اسی نے تربیت اکیلز کو دی۔ دگر پھولس کہ غصہ ناک پر ہے۔
ہزاروں گشت پر ہیں گردِ خندق لیے تیروں سے ہر اس روح کی
بِشست
جسارت جو کرے باہر لہو سے ذرا بھی جرم کی نسبت زیادہ''۔
ہم اب آئے قریب ان وحشیوں کے دواں جو سنگ
تیزی سے بہت تھے۔
تو اس چیرون نے پیکاں نکالا اک اور سُرکائی اس کی نوک کے ساتھ
گھنی ریش اپنی رخسارہ کے اوپر کیا آگے کو بے ڈھب بابہ اپنا

نیسس
(NESSUS) ہرقلیس کے ہاتھوں مارا گیا اس نے دیانیرہ کو وصیت کی کہ وہ اس کے خون کے چند قطرے سنبھال رکھے کہ اگر ہرقلیس اس سے بے وفائی کرے تو یہ ٹونا کے کام آئیں گے پھر دیانیرہ نے انہیں استعمال کیا اور اثر سے ہرقلیس

ہواخواہوں کو پھر اپنے پکارا: ''خبر بھی ہے تمہیں جو پس رواں ہے
جسے بھی مس کرے جنبش اسے دے' سکت مُردے کے پیروں
میں کہاں یہ؟''
مرا وہ اعتمادی راہبر جو لگا چھاتی سے عین اسکی' کھڑا تھا
جہاں ہر دو طبائع باہم آمیز' جواباً اس طرح: ''زندہ ہے بیشک
اور اس تنہا کو یہ غمناک وادی دکھاؤں لامحالہ میں۔ نہیں ہے
کوئی تفریح بھی ملحوظ' بلکہ ضرورت ہی کچھ ایسی آ پڑی ہے۔
فلک پر آئی تھی موقوف کر کے وہ اپنی پر طرب بربط نوازی'
اسی نے سونپ دی ہے ذمہ داری' یہ رہزن ہے نہ میں بدروح کوئی۔
مگر اک خیر کی طاقت ہے جس نے قدم کو حوصلہ بخشا ہے میرے
کہ ہوں اس راہِ ویراں پر روانہ۔
مری درخواست ہے تو ساتھ کر دے ہمارے' اپنے اس ٹولہ سے کوئی'
بھروسہ جس پہ کامل کر سکیں ہم۔ ہمیں لے جائے جو اس گھاٹ تک اور
چڑھا کر اپنی چڈھی پار اترے۔
نہیں ہے روح یہ شخص اور قاصر لہذا ہے ہوا پر گامزن ہو''۔
تب اپنے دائیں بازو مڑ کے چیرون ہوا نیسس سے گویا:
''تو پلٹ لے'
ہوا ان کا رہنما' گر اتفاقاً کسی جیشِ دگر کا سامنا ہو' تعرض سے
اسے بھی باز رکھنا''۔
روانہ ہم ہوئے اور بدرقہ وہ ہمارے تابعِ فرمان تھا ساتھ'
کنارِ سیلِ تیز قرمزی جوش' جو تھے منجدھار میں آغشتہ ان کی
دمادم واں سے چیخیں تیز برپا۔

تڑپ تڑپ کر مر گیا۔
بایہ: منہ کا دہانہ

دکھائی کچھ دیئے واں غرق تا فرق تو یوں وہ پیلتن

قنطور بولا:

"یہ ہیں جابر ستم رانوں کی روحیں، روا رکھے جنہوں نے قتل و غارت،

بہ بانگ اب اپنی چہرہ دستیوں پر کفِ افسوس سارے مل رہے ہیں۔

سکندر اب فروکش اس جگہ ہے، دیوناسس بھی افتادہ، کہ جس نے

کیا تھا بربریت کا نشانہ سہانے صقلیہ کو سالہا سال۔

ازولینو ہے، جس ماتھے پہ چھاوہ چمکیلے سیہ بالوں کا ہے، وہ

کتانی لٹ کا راستہ سے "ایبزو" جسے دنیا میں اس کے ناخلف بد

پسر نے قتل کر ڈالا تھا"۔ میں نے

معنیٔ گرامی کی طرف رخ کیا مڑ کے تو وہ بولا: "چل اب وہ

ہوا ہے رہنما تیرا مقدم، مجھے فی الحال اس کے بعد تو جان"۔

کچھ آگے اک جگہ قنطور ٹھٹکا، گلے تک لہر سے اوپر تھے کچھ لوگ،

دکھائی روحِ گوشہ گیر الگ ایک، پکارا: "اس نے سینہ میں خدا کے

کیا ہے قلب کا خوں، آج تک جو کنارِ ٹیمز پاک و محترم ہے"۔

پھر اک فرقہ نظر آیا کہ سر تک بروں، بلکہ کمر تک لہر سے تھا۔

کئی چہرے لگے ان میں شناسا،

ہوئی کم سطحِ سیلِ خوں بتدریج، یہاں تک ہو گئی پایاب آخر،

ادھر ہی بیچ سے کھائی میں ہو کر ہمارا راستہ جاتا تھا آگے۔

کہا قنطور نے: "یہ سیلِ سرجوش سدا اک جزر کے عالم میں اس سمت

نظر آتا ہے، مجھ کو اس طرف بھی یہی کیفیت اسکی ہے، یقیں کر۔

گزرگہ میں فرو ہو پھر فروتر — اکٹھا مل کے دوبارہ بنائے

یہ اس حصہ میں سنگھم — جس جگہ پر پشیمانی نصیبہ ہے ستم کا۔ (مگر

(DIONYSIUS)

ازولینو، متوفی ۱۲۶۰، انتہائی ستمران حاکم

OBIZZO OF ESTE ایک انتہائی لالچی نواب

مراد ہنری سے ہے جسے گائی ڈی مانٹ فورٹ نے بہ حالت عبادت قتل کر دیا تھا

توبہ جفا سے قتل کے بعد!)

یہاں پر عدلِ ربانی کی سنگیں گرفت جانگزا ہے اٹلا پر
وجود اس کا زمیں پر سوطِ قہری، یہی سیکٹس پہ اور پیروز پر ہے،
ہمیشہ اشک رینیری کے اینٹھے یہ بریاں سیل بے زنجیر کر کے،
کرنیٹو کے یہ کینت جس کی پازو۔
جنہوں نے لوٹ مار ایسی مچائی کہ راہیں پُر خطر سب ہو گئی تھیں''۔
یہ کہہ کر مڑ گیا، وہ پھر ہمیں چھوڑا اکیلا گھاٹ سے جا پار اُترا۔

پپے کا بیٹا SEXTUS
شاہ اپائرس
PYRRHUS
رینزی کرینو اپنے زمانے کے دو سفاک ڈاکو

☆☆☆

کینٹو — (۱۳)

زیرین طاس۔ ساتواں طبق۔ طبیلہ دوم

تلخیص: ساتویں طبق ہی میں بدستور، دانتے دوسرے طبیلہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں عتاب اور عذاب ان پر ہے، اپنی جان و مال پر جنہوں نے ظلم کیا اور بے دریغ اپنے ہاتھوں تلف کرتے رہے۔ خودکشی کے مرتکب کھردرے، گانٹھ دار درخت بنا دیئے گئے ہیں، جن پر چڑیلوں کا بسیرا ہے۔ دوسرے پر کالی کتیائیں چھوڑ دی گئی ہیں کہ ہر لحظہ تکہ بوٹی اڑائے دیتی ہیں۔ اول الذکر میں پائروز وگنی ایک شخص ہے جو خودکشی کی واردات بیان کرتا ہے اور مزید روحیں کیوں کرتنوں کے قالب میں ڈھالی جاتی ہیں۔ دوسرے ٹولہ میں سین کے لانو اور پڈوا کے گیا کومو کو خود پہچان لیتا ہے۔ آخر میں ایک فلورنسی، جس نے اپنی چھت میں پھندے سے خود کو لٹکا لیا تھا ہم وطنوں کے مصائب کا دکھڑا روتا ہے۔

....

ابھی نیسس نہ تھا اس گھاٹ اترا کہ داخل اک بیاباں
میں ہوئے ہم؛
جہاں قدموں سے پگڈنڈی تلک بھی نہیں اک کھنچ سکی تھی — سبزہ وگل
تو عنقا، گھاس پات البتہ اس میں فراوانی سے تھا خاکستری رنگ،
سبک ہی اور نہ مخروطی وہ شاخیں، مگر گانٹھوں سے بھونڈی،
اور بے ڈھب
گھنی جٹیائی، پھل ان پر نہیں ایک، مگر تھی وِس بھرے کانٹوں کی بھرمار۔
وہ کم ان سے نکیلے اور کہیں کم ہیں وہ جھڑ بیریاں پیچاک، جن میں
ٹھکانے ان بہائم کے، جنھیں ہے قرینہ دار میدانوں سے
وحشت —
ندی سِسِنہ وکرینٹو کے مابین۔
بھیانک ڈائنوں کے یاں بسیرے جنھوں نے پیش آیندہ الم کی
ڈراؤنی فال سے باہر دھکیلا ستر فادی، تروجی طائفے کو۔
وہ چوڑے پنکھ ان کے، آدمی جُون رخ وگردن کی ہیئت، پاؤں تھے لیس
نکیلے ناخنوں سے، توند فربہ، پُرپُژہ پَر، نشستہ بجو نالہ
تھیں یہ پرہول و پراسرار بن میں۔
بدیں الفاظ گویا مشفق استاد: ''تجھے معلوم ہو بڑھنے سے پہلے
طبیلہ دوسرا ہے یہ جہاں تو رہے گا جب تلک تیری رسائی
نہیں ہو ریگ زارِ بھمگیں میں۔
بس اپنے آس پاس اچھی طرح دیکھ، تجھے چیزیں نظر آئیں گی ایسی
کہ ہوں سب خلط ملط اب گر کہوں میں'' تمام اطراف سے کانوں میں
وارد فسردہ سسکیاں فریاد کی تھیں۔ نظر کوئی نہ آتا تھا کہ جانوں یہ جن سے

اٹھ رہی تھیں' کون ہیں وہ۔

وہیں میں جم گیا حیرت کے مارے 'یقیں اس کو ہوا' ایسا لگا کچھ۔

مری دانست میں اتنی صدائیں انہی چند ایک کی آئی ہیں' خفیہ

کہیں جو پاس تھے ان جھاڑیوں میں۔

کیا پس یوں سخن آغاز اس نے: ''گر ان مذموم پودوں میں کسی سے

اکھیڑے ایک بھی ٹہنی تو یکسر گماں کافور ہو جائے گا تیرا''۔

ذرا سا ہاتھ تب میں نے بڑھا کر گھنے ڈالے سے اک

ٹہنی اتاری۔

تنا یکدم وہ چیخ اٹھا: ''مجھے کیوں ادھیڑے ڈالتا ہے؟'' ساتھ تن سے

تلملی سی بہی کالے لہو کی' مزید اس کا سخن: ''کیوں چیرتا ہے؟ ذرا بھی

ترس کیا دل میں نہیں ہے۔

کبھی ہم بھی بشر تھے اب مگریاں کچھ اس انداز سے گاڑے گئے ہیں۔

اگر ہم اژدہوں کی روح ہوتے تو پھر صرفہ یہ تیرا ہاتھ کرتا''۔

جو بندھ کے سبز ٹہنی اک سرے پر' سرے سے دوسرے شیون کی آواز

کچھ آئے اس طرح' رستہ بمشکل بنائے سرسراتی باد اس میں۔

اسی طور اس شکستہ ریختہ سے لہو اور لفظ اُمڈ کر باہر آئے۔

کسی کو ہول سے سکتہ ہو جیسے چھٹی ٹہنی وہ میرے ہاتھ

سے یوں۔

جواباً اب اسے وہ مردِ دانا: ''یقیں ہوتا اسے گر روحِ مجروح

بیاں میں نے سخن میں جو کیا تھا تو یہ تجھ پر نہ ہرگز ڈالتا ہاتھ'

نہ ہو سکتا تھا اس کو یہ گماں بھی' اسے ترغیب اس حرکت کی دی تھی

مجھی نے اور میں نادم ہوں اس پر' مجھے لیکن یہ بتلا کون تھا تو

تلافی کچھ جو اس مافات کی ہو۔ کہ یہ دنیائے بالا میں پلٹ کر
(اجازت ہے اسے واں واپسی کی) تری شہرت کو پھر بے داغ
کردے"۔

تنا بولا: "عفاک اللہ تری اس نکو گوئی سے ہے تابِ سخن اب'
لبِ اظہارِ مطلب کیوں رہے بند' دراز اب ہو حدیث اپنی اگر تو
اسیرِ دام کی اس گفتگو کو خدارا بارِ خاطر مت سمجھنا۔
یہ تھا میں ہی کہ دل مٹھی میں جس کی فریڈرک (دوم) کا کچھ اس
طرح تھا

کسی کو بار واں ممکن نہیں ہو۔ کمالِ فن سے میں کرتا تھا اس کی
کشاد و بست' اذن اس میں مجھے تھا۔ رہا میں منصب اعلیٰ پر فائز
یہی ثابت ہوا پھر جان لیوا۔ حیات افزا لہو میری رگوں کا
دریغا' بے دریغ اس کو بہایا۔ وہ حرافہ (جلن) جو موٹے دیدے
نہ اپنے' خانوادے سے پھرائے' کبھی قیصر کے' عیب و عارضہ عام
یہ درباران شاہی کا پرانا' خلاف اس نے کئے سب مشتعل ذہن
لپیٹ میں آ گیا اس کی جہاندار — حشم سارا' مری ساری تزک تب
ملال انگیز عبرت میں ہوئے گم' بسا ژولیدہ و محزوں ہوا جی
تو بیزاری سے میں نے اپنے ہاتھوں اجل کی گود میں ڈھونڈا ٹھکانہ۔
روا تھا جو' وہی تب بن گیا میں' بنا جو ناروا اپنے لیے میں۔
قسم تازہ جڑوں کی جس کے بل پر' کھڑا ہے یہ تنا' نقصِ وفا کا
نہ تھا میں مرتکب آقا سے اپنے' سزاوارِ شرف بسیار وہ تھا۔
رہے تم' واقعی گر کوئی یاں سے پلٹ کر جائے سوئے دارِ فانی'
ازالہ اس غلط فہمی کا کر دے' دماغوں میں ہوئی ہے جاگزیں جو

کپیس شہر کا باشی پیرو ڈیلی وگن VIGNE جو معمولی حیثیت سے اپنی قانون دانی اور چرب زبانی کے باعث شہنشاہ فریڈرک II کا چانسلر بن گیا۔

(ENVY)

حسد کے حربہ رنگیں کے مارے"۔

کیا قدرے توقف، جب ہوئے ختم وہ شیوان شیوہ الفاظ

—اس طرح تب

مغنی نے کہا مجھ سے—"زیاں مت ذرا کر وقت کا بول، اور اگر کچھ

تجھے دریافت کرنا ہے تو جھٹ پوچھ" جواب اس پر دیا میں نے:

"بس اب تو

کر استفسار جو سمجھے مناسب، مری بھی ہو سکے جس سے تشفی۔

مجھے یارا نہیں جو پوچھیئے کچھ، مرا دل درد سے یوں خوں ہوا ہے"۔

وہ دوبارا سخن راں تب: "تمنا یہ خاطر خواہ برلائے گا تیری،

گوارا روح زندانی اگر ہو تو یہ فی الوقت کرافشا، بندھی جاں

یہ گلٹی دار گانٹھوں میں تو کیسے، تمہیں میں کوئی ایسا بھی ہے جس کو

رہائی اس شکنجہ سے ملی ہو؟—اگر یہ بات ممکن ہے، تو بتلا"۔

بھری اک سانس لمبی اس تنے نے، ہوا تے ایک دم تبدیل جس کو

کیا ان قابل فہم انجھر وں میں: "جواب اس کا تمہیں مجمل ملے گا۔

جدا جب سخت جاں ہوتی ہے تن سے، تو از خود ریزہ ریزہ، پارہ پارہ

بحکم قاضی زیرین (میناس) بیاباں میں خلیج ہفتمیں کے

وہ گر جاتی ہے—جائے بے تعین، جہاں بھی اتفاق اس کو پٹخ دے۔

وہیں دانہ کی صورت پھوٹتی ہے، نہال اوّل، ازاں پس پیڑ جنگلی۔

چڑیلیں کونپلیں چرتی ہیں اسکی، بڑی ہی جس سے ہو تکلیف اور نیز

اسی تکلیف سے اظہار غم کا—ہم اور سب دوسرے وارد یہاں ہیں

خود اپنے ہی غنائم کے لیے—گو نہیں امکان اتنا بھی: دوبارہ

ہماری جامہ زیبائی ہو ان سے۔

نہیں ہے بسکہ اس کے پاس' انساں جو اپنی ذات سے
کرتا ہے حاصل۔
بجبوری گھسیٹیں گے انہیں ہم' ہمارے جسم پرآشوب وادی
میں تا حد نظر ہونگے معلق
بیابانی ببولوں پر خود اپنے مقدر سوختہ سائے کے ہر ایک"۔
رہے ہم گوش برآواز کچھ دیر کرے شاید تنا کچھ
اور اظہار۔
یکا یک چونک اٹھے اک شور سے ہم' سماں بالکل وہی نزدیک جیسے
بنیلہ اور اھیر اک اک شخص دیکھے مچان اس کی جہاں بہر کمیں ہو'
درندوں ٹہنیوں کی سرسراہٹ بڑی تیز آس پاس اس کے بپا بھی۔
وہاں لو! آرہے تھے دو برہنہ' دو دیدہ اور ببولوں سے دریدہ
لپکتے پاؤں جیسے سر پر رکھے' چنور کو بن کے توڑے ڈالتے تھے۔
"لپک لے" پیشرو چیخا' "لپک' موت!" دگر' تا خیر پر بے صبر' چیخا
"ترے اعصاب ایسے مستعد تو نہیں تھے گرم رفتاری کو — لانو
وقائع ٹوپو کی جنگاہ میں تو" اور اس کے بعد جیسے دفعتاً پھر
سما سکتا نہیں تھا پیٹ میں سانس' کیا قالب کو ضم اک جھاڑ کے ساتھ۔
عقب میں بے تحاشہ بن کے اندر کئی ورواسیاں کالی کلوٹی'
سبک پا' قاق' یوں
جیسے رہا ہوں ابھی زنجیر سے سگ ہائے تازی' جو نیچے پالتی
مارے ہوئے تھا
گڑوئے کھاگ' کر کے تکا بوٹی وہ اس کے لے اڑیں ایذائی اعضا۔
مرے رہبر نے بازو سے پکڑ کر مجھے اک جھاڑ کے پیچھے گھسیٹا'

بنیلہ: جنگلی سور
اھیر: شکار
LANO: شہر سین کا ایک شخص اسراف کے سبب کنگال ہو گیا۔ پھر ٹو کو کے مقام پر خود یقینی موت کے منہ میں چلا گیا۔
ورداس: پہاڑی کتا۔ (تانیث)
MASTIFF

کہ اپنے زخمِ ہائے خونچکاں سے سراپا محوِ ماتم رائیگاں تھا۔
'ارے سنٹ انڈریا کے گائی کومو'' وہ چلایا'' تجھے کیا فائدہ ہے
بنایا ہے مجھے جو اوٹ تو نے؟ حیاتِ بد کا تیری کونسا جرم
ہے مثلِ بازگشت اب مجھ پہ طاری؟''
توقف اس نے جب چندے کیا تو مرے رہبر نے پوچھا:
''کون تھا تو
بتا' جو اس طرح پر جابہ جا سے لہو میں لفظ اپنا ڈبو کر
نفس کو کر رہا ہے ماتمیں نطق؟''
جواباً وہ: ''بڑی بروقت روحو اری تم آن پہنچی ہو کہ بھانپو
بتاہی شرمناک ایسے جو پتے مرے مجھ سے جدا ہونے لگے ہیں۔
سمیٹو اور لاڈ الو انہیں تم حزیں باپو شجر کے پاؤں پر یاں
تو جہ سے 'مرا قریہ وہی ہے کیا تھا جس نے بپتسمی سے اپنا
نخستیں قدرداں تبدیل' جو پھر اسی پاداش پر اپنے ہنر میں
نہ ٹھہرے گا عمل پیرا رہے وہ اسی کی واثر گونی کے لیے۔ اور
نہ رہ جاتے اگر باقی کچھ آثار گزرگہ پر (ندی) ارنو کی اس کے'
اہالی وہ جنہوں نے بارِ دیگر فصیلیں شہر کی تعمیر کر لیں'
کھنڈر جن کو اٹیلا نے کیا تھا—مشقت کا فضول ارمان کرتے۔
پس اپنی چھت سے لٹکایا تھا میں نے خود اک
پھانسی کا پھندا جان لیوا''۔

فضول خرچی کے سبب کنگال ہوا اور خودکشی کی

مریخ کی جگہ ولی جان بپتسمی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

MARS

واضح نہیں کون شخص تھا

کینٹو — (۱۴)

زیریں طاس—ساتواں طبق—طبیلہ سوم

تلخیص: اب وہ ان طبیلوں میں تیسرے کی دہلیز پر ہیں جو ساتویں

طبق کا حصہ ہیں۔ یہ خشک و تپاں ریت کا وہ منطقہ ہے جس میں تین نوع کی جارحیتیں ماخوذِ عذاب ہیں ـــــ یعنی خدا کے خلاف، فطرت کے خلاف، فن کے خلاف۔
ان گناہوں کے مرتکب آگ کی پھوئیوں سے بھن رہے ہیں کہ موسلا دھار ان پر برس رہی ہیں۔ خدا کے خلاف متجاوزین میں کپانیس کو دیکھتے ہیں کہ اس کی شان میں کفر و ہفوات بکے جاتا ہے۔
آگے بیابانِ خودکشاں میں، بائیں مڑ کر قدرے مسافت کے بعد ان کا گزر اک جوئے خوں پر ہوتا ہے، جو دشت سے اُبھر کر رہگذار میں بہہ رہی ہے۔ ورجل ہمارے شاعر کو ایک عظیم الجثہ قدیم مجسمے کی روایت سناتا ہے جو کریٹ میں کوہ ایدا پر کھڑا ہے۔ اس کی ایک درز سے آنسو ٹپکتے ہیں جن سے پہلے تو یہ ندی بنتی ہے اور پھر جہنم کی تین آبجوئیں روپ دھارتی ہیں۔

....

ہوا جب موجزن سینے میں، میرے وطن کا بذل، جھٹ

میں نے سمیٹے

وہ بکھرے پات اور لوٹائے اس کو، گلا جس کا رندھا تھا بولنے سے۔
ہم اس حد پر نکل آئے طبیلہ جدا جو دوم کرتی تھی سُوم سے،
مکافاتِ عمل کا عدل جس جا ساں ہیبت فزا منظر نما تھا۔
جو اول دیکھنے میں آئیں اشیا، بدیہی تا کہ ہوں وہ آشکارا
کروں میں یہ بیاں، آئندہ کیسے ہم آئے تھل میں کلو طاس جس کا
ہر اک سبزہ کو بیگانہ کئے تھا۔ بیاباں ماتمیں لہراتا تھا ہر سو
بدھیاں جو گردا پنی۔

کئے تھی اس بیاباں کا حصار اک فسردہ خندقِ گستردہ جیسے۔
قدم داں عین حد پہ ہم نے روکے، کثیف وسوختہ بالو کا رقبہ بسیط اک
یہ مشابہہ انتہائی اسی مٹی کے، پہلے جس کے اوپر رہی تھی پائے
کیٹو کی کبھی گشت —

(MARCUS PORCUIS) CATO
۹۵ تا ۴۶ ق م مدبر رواقی فلسفی

فلک کا انتقام — اف تجھ سے مانگیں پنہ۔ سارے کہ پڑھتے
ہیں اسے جو
مری آنکھوں نے نظارہ کیا تھا۔ مجھے ریوڑ نظر آئے کئی ایک
اِن ارواحِ برہنہ کے جو ساری بڑی رقت سے مصروف فغاں تھیں،
— بصد عنوانِ ماخوذِ مکافات: کہ چندان میں زمیں پر چت
پڑی تھیں۔
دبک کر تھیں نشستہ چند نزدیک، دواں دیگر تھیں پیرامون
پیہم، یہ خیلِ آخری خاصا زیادہ،
وہ کم تر مبتلا ایذا میں لیکن بہت بڑھ کر تھے فریادی الم میں۔
سندھکتی پھوئیاں اگنی کی پڑاں بتدریج آ کے افتاں
ریگ پر تھیں،
کہ مانو قلۂ ایلپائنی پہ ہوں گالے برف کے ساکن ہوا میں،
کہ ہندی نطۂ حارہ میں گلخن گھتی لپٹوں کا، فرزند عمن نے نزول،
اپنے لڑا کا دل پہ دیکھا،
وہ باریدہ زمیں پہ بے تحاشہ، جہاں اس کو خیال آیا کہ اپنی اسی
سینا سے دھرتی روند ڈالے۔

ایلپس کی
AMMON مصری دیوتا ایمن الرای
زیوس اور جوپیٹر کے

ہوئے تھے ہل وہ شعلے فرویں — وہ جب تھا یکہ وتنہا۔ اسی طور
امر اگنی مہاوٹ پڑ رہی تھی، دہکتی تھی کھٹلی جس کے نیچے چڑھا ہو جس

کھٹلی: چونا ملی مٹی

طرح چولہے پہ سالن' دوگونہ درد میں جس سے اضافہ
مسلسل چل رہے تھے ہاتھ بدبخت' اِدھر کو اب' اُدھر کو تاک کر تب
تمازت کو جھلیں یوں دمبدم جو پڑے جاتی تھی واں تازہ بتازہ۔ کیا
آغاز یوں میں نے: ''اتالیق! رہا ہے جو تمام اشیاء پہ حاوی سوان تند
عفریتوں کے' بڑھ کر کئے تھے در جنہوں نے بند ہم پر'
بتا روحِ کلاں ہے وہ پرے کون' پتہ لگتا ہے جل بھننے کی جس کو ذرا پروا
نہیں — بس اینٹھتی ہے بڑی نخوت حقارت سے کچھ ایسی
گھمس آندھی سے گویا دورسہ ہو''۔

دورسہ: بگاپکا

وہ جھٹ خود جان کر' دریافت میں نے کیا تھا اس
کی بابت راہبر سے'
پکارا: ''میں کہ زندہ تھا تو ہیچوں' ز جاں رفتہ بھی میں اب ہوں
تو ہیچوں۔

JUPITER

کرے ہلکان کاریگر کو اپنے اگر برجیس' جس سے چھین لی تھی
صواعق مشتعل ہو کر' وہی جو گرائیں اس نے مجھ پر واپسیں دم'
کرے ہلکان گر اوروں کو بھی وہ بھریں لوہار گھر میں اپنے اپنے
مشقت بسکہ باری سے' پکارے وہ جب چلاّ کے مونجی بانلو میں
''مدد کرو اچھے ملسی بر مدد کر' فلیجر ی معرکہ میں بیش ازیں بھی
دہاڑا جس طرح' اور تاک کر خوب نشانہ رعد کا مجھ پر لگائے' وہ
پورے زور سے
تو انتقام اب مکمل دے نہیں تسکین اس کو''۔ مرا راہبر تب ایسے
گونج کر' جو
نہیں لہجہ سنا تھا پہلے اس کا کبھی میں نے: ''کپانی اس' عقوبت

تجھے اس میں زیادہ مل رہی ہے

گھمنڈ اب تک جو یہ تیرا ہے موجود فرو نا کردہ، جز تیرے غضب کے
تناسب میں اذیت تھی نہ کوئی ترے اس جھانجھ جھنجھٹ کے برابر"۔

جھانجھ: غصہ

مڑا میری طرف پھر اور گویا ملائم تر زباں سے وہ: "یہ ان سات
جہانداروں میں سے اک ہے، جنہوں نے فصیل تھیبز کا نرغہ کیا تنگ،
نظر اس وقت بھی آتا ہے جیسے، خدا کو تب نہ یہ خاطر میں لایا
اور اسکی کاملہ قدرت کو یکسر خیال اس نے کیا مثلِ پرِ کاہ۔
مگر جیسا اسے میں نے جتایا، طبیعت کینہ ورز یور ہے زیبا
اسی سینہ کا، جس پر یہ پڑا ہے۔
چلا آ میرے پیچھے، دھیان رکھیو نہ دھریو تپتے بالو پر ابھی پیر
لگا رہیو برابر ساتھ بن کے"۔ خموشی سے روانہ اس طرف ہم
کنارِ دشت سے چھوٹا سا جھرنا جہاں اک پھوٹتا تھا، ارغوانی
وہ جس کی لہر تھی،
دہشت سے اب تک کھڑے کر جائے میرے رونگٹے جو۔
مثیلِ آبریز، اک گھاٹ جس کا مقامِ لہو لعب ایسا کہ مخصوص
زنانِ فاحشہ کے واسطے ہے،
رواں جو بولی کم سا ہے، دواں تھی میانِ ریگ یہ بھی، سنگ پیوند
ہر اک تٹ اور تہ، اک اک ڈھری کناروں پر تھی جس پر میں نے دیکھی
اب اپنی راہ جاتی ناک کی سیدھ۔

BULICOME
ایک چشمہ جس کے
گھاٹ پر چکلہ تھا

"تجھے اب تک کرائی سیر جس کی، اسی پھاٹک سے ہم
پہلے ہوئے تھے
جہاں داخل، نہ جس دہلیز پر تھی کوئی قدغن، نہیں ہے قابلِ دید

مقام ایسا ہے جیسی آبجو یہ'
ابھی جو دیکھ آئی ہے تری آنکھ' اسی میں ضم ہے یہ اگنی کی بوچھاڑ"۔
وہ رہبر یوں سخن راں' ملتجی میں بڑھائی تھی تجسس کی اگر بھوک
مہیا بھی کرے چارہ کہ اسکی ہوس فاقہ میں افزوں اس قدر تھی۔
جھٹ اس نے ابتدا کی: "بیچ منجدھار سمندر میں ہے اک اقلیم' ویراں
کریٹ اس کا تھا نام' اک تاجور کے قدیم ایام میں زیرِ نگیں۔ واں
تھی نیک و پارسا آباد دنیا۔ وہیں کہسار کا اک سلسلہ ہے'
جو ایدا سے ہے موسوم اور کبھی وہ ہوا کرتا تھا شادِ آب و سبزہ۔
مگر اک ہو کا عالم اب وہاں ہے' زحل کی زوجہ ریحہ نے کیا تھا
یہ خطہ منتخب گہوارہ مخفی' جہاں بیٹے کو وہ چوری سے پالے'
دبا دیتی تھی اپنے شور و غل میں وہ اس معصوم کی کلکاریاں تک۔
وہیں اس کوہ کے اندر کھڑی ہے سراپا اک مہا مورت پراچین
جھکائے شانے سوئے دامیاتہ' اسی مانند وہ روما کے اوپر
جو اس کے آئینہ میں منعکس ہے۔ زرِ خالص سے سر ترشا ہوا ہے'
کھری چاندی کی چھاتی اور باہیں' کمر تک آئے پیتل اور نیچے
دھڑ اس کا آبدار آہن کا سارا۔
تھا جو آوے کا پکا داہنا پیر' زیادہ دوسرے کی نسبت اسکے
سہارے ہی پہ وہ سیدھا کھڑا ہے۔
طلائی کے علاوہ حصہ ہر اک ترخ کر جا بجا سے رہ گیا تھا۔
مقطر اشک اکٹھے درز میں' پھر بنا کر کھوہ کے اندر سے رستہ
بہیں اور تیز اتریں ٹیکری سے' وہ دھارے روپ' ایجرون
اور سٹکس اور فلیجی تھون کا' پھر تنگنائے

پراچین۔ دیرینہ

ACHECRONSB
PHLEGFTION

گزر کر اور نیچے' بلکہ سب سے تلے کی تہہ میں بن جائے کسی ٹس'
وہ جس کی جھیل (تو خود دیکھ لیجو) نہیں تجھ سے کہوں تفصیل اسکی"۔
اسے تب میں: "اگر دنیا سے اپنی بدر رواس نمط
دریاب ہے یاں
تو ہے کیوں کر ہمیں یہ اس لگر پر نظر یوں آئے؟ وہ فوراً جواباً:
"تجھے معلوم ہو' ہے یہ جگہ گول' اک حصہ گرچہ تو نے طے کیا ہے
مگر باقی ہے بائیں پر دُھرا اتنا' ابھی پورے گڑے کے گرد تو نے
لگایا ہی نہیں چکر' لہٰذا
دکھائی دے نیا کچھ بھی اگر تو نہ ہو تیری نظر میں حیرت افزا"۔
مرا اس سے یہ استفسار تب: "ہیں رواں کس جا فلیجی تھیون اور لیتھ
کہ اک کی بات ہی کرتا نہیں تو' دگر کے باب میں کہنا ہے تیرا
کہ یہ اس جھیل جھالے سے بنی ہے" جواب اس نے دیا:
"بے شک ترے سب
سوالوں سے بہت محظوظ ہوں میں۔ وہ جوشاں رودِ سرخ
البتہ تو نے
قرار اس کو دیا ہے جو وہی ہے۔ رہی سو لیتھ بھی تو دیکھ لے گا۔
نہیں اس کھو کھلے کھادر میں لیکن' جہاں روحیں نتھرنے کو رواں ہیں
پرائسچت سے جن کے پاپ ہوں صاف"۔ مزید اس نے کہا:
"ہے وقت اب یہ
بیاباں چھوڑ کر' چل دیں یہاں سے' مرے نقشِ قدم پر تو چلا آ'
بڑا محفوظ رستہ ہے ڈہر کا' مزاحم واں نہیں شعلے کہ ابخر
ہے ناپید ان کے اوپر سے سراسر"۔

LETHE

اعراف

ڈہر: رستہ جو پیدل چلنے سے بن جائے۔

☆☆☆

کینٹو — (۱۵)

طاس زیریں — ساتواں طبق — طبیلہ ایضاً

تلخیص: کئی دمدموں سے وہ ایک پر گامزن' کہ اس ندی کا کنارہ بناتا ہے جس کا ذکر پچھلی فصل میں ہوا' اتنی دور نکل جاتے ہیں کہ پلٹ کر دیکھیں تو وہ بیابان نظر نہ پڑے۔ انہیں روحوں کا ایک طائفہ ملا جو پشتہ کی طرف سے ریت پر چلا آتا تھا۔ یہ وہ تھے جنہیں فطرت کے ساتھ سودائے پیکار رہا' ان میں دانتے اپنے سابق معلم برنتو لاٹینی کو پہچان لیتا ہے' پیچھے رہ کر وہ اس سے محوِ کلام ہوتا ہے اور یہی باقی کینٹو کا موضوع ہے۔

....

کئی میں' اک ڈہر پختہ ہمیں اب لیے چلتی ہے اس

کہرے میں ملفوف

جو منڈلاتا تھا اوپر آبجو سے اُبھر کر' آگ سے کرتا تھا محفوظ

FLEMINGS ستونوں اور پانی دونوں ہی کو۔ فلیمنگ دمدمے کرتے ہیں تیار

GHENT/ میانِ گھنٹ و بر جس تا دھکیلیں سمندر کو پرے' ہو کر ہراساں

BORGES وہ اس کے سیلِ پُر آشوب سے جو کیا کرتا ہے ریلا ان کی جانب۔

یونہی پھر یا کیا کرتے ہیں اپنے برنتہ کے قریب اہل پڈوا'

CHIORENTANA بچائیں تا کہ اپنے قصر قصبے کہیں پہلے تپاں حدت عزیزی

الپس کی ایک چوٹی کیارنٹی کی چوٹی پر ہو محسوس۔

تھیں گل اندازیاں بر ساختہ یوں' اگرچہ ارتفاع و حجم میں وہ

BRENTA جہاں نہیں تعمیر کیں ان کے مساوی یہاں پر جو نسے معمار نے بھی

سے نکلتا ہے

دھونڈے: ٹیلے

اٹھایا تھا انہیں۔ ہم دوراتنی
بیاباں سے نکل آئے تھے، مڑ کر بھی شاید وہ نظر آتا نہ مجھ کو
ملا ارواح کا ایک طائفہ جب چلا آتا تھا جو دھونڈھے دوارے۔
ہمیں ان میں ہر اک نے ایسے دیکھا ہلالِ نو کے نیچے
شام کے وقت
کوئی اوروں کو دیکھے، پھر نظر تیز، ہماری سمت کی پُر سال درزی
ٹکائے سوئی کے ناکے پہ جیسے۔ بخوبی جائزہ اس طائفے میں
جو سارے لے چکے
پہچان کر ایک، پکڑ دامن سے مجھ کو یوں پکارا: "عجوبہ ہم یہاں
پاتے ہیں یہ کیا؟"
مری جانب بڑھا جب ہاتھ اس کا، بغور اسکی پھٹی نظروں کے اوپر
کیا مبذول اپنا فکر میں نے کہ تھیں ہر چند وہ آتش چشیدہ
نہیں مانع رہیں، یاد آ گیا وہ، جھکا کر اس کے رُخ پر ہاتھ اپنا،
جواباً یوں کہا: "قبلہ برنتو! جناب اور اس جگہ کیا ماجرا ہے؟"
مجھے وہ یوں: "مرے فرزند تجھ کو نہ ہو گر ناگواری، ساتھ ہو لے
برنتو لاٹنی تیرے ذرا دیر پلٹ کر چھوڑ دے ہمراہیوں کو،
روانہ وہ رہیں رستہ پر اپنے"۔
جواباً میں اسے: "ہے عرض میری، مرے جو بس میں ہو وہ حکم فرما،
اگر منشا ہے تیرا اس جگہ ہی میں تیرے ساتھ بیٹھوں۔
اس پہ لبیک،
اجازت مانگ لوں پہلے مگر میں سفر پر ہوں روانہ ساتھ جسکے"۔
"مرے فرزند!" وہ کہنے لگا: "جو رکا دم بھر کو پیچھے

کارواں سے

تو صد سالہ پڑے گا دور اس سے۔ کسی بھی مور چھل کو یہ نہیں تاب
جلن ٹھنڈی کرے جھلسے اگر آگ، بس اپنی راہ پر تو گامزن رہ،
قدم زن میں تری پوشاک کے ساتھ، پھر اپنے قافلے سے جا ملوں گا'
چلے جاتے ہیں روتے پیٹتے جو قضا الامرِ بے پایاں کو اپنی''۔
ہوئی جرأت نہ میں اُتروں ڈہرسے، برابر ہمسفر

میداں میں اسکے'

کیے خم سر ہوا ہمراہ تا ہم کوئی جیسے مؤدب جادہ پیما۔
''یہاں تجھ کو لیے تحت الثریٰ میں دمِ آخر سے پہلے پھر رہا ہے
قضا یا سانحہ کیسا؟ ہے یہ کون جو تیری رہنمائی کر رہا ہے؟''
وہ یوں بولا تو میں اسکو جواباً: ''وہاں بالا حیاتِ بے طرب میں
میں اک وادی میں سرگرداں تھا۔ جب ابھی پورا نہیں تھا وقت میرا'
مگر کل دن چڑھے میں واں سے نکلا، پلٹ کر پھر اسی وادی کو لوٹا'
ہوئی اس سے ملاقات اور اس راہ مجھے واپس لیے جاتا ہے گھر یہ''۔
کہا اس نے: ''اگر تو ہے روانہ مگر اپنے ستارے کے جلو میں
تو ممکن ہی نہیں ہو جائے اوجھل مآل کار اِک عرشِ معلیٰ۔
اگر ایامِ خوشتر میں مری سوچ نہ لغزش کھائے — اور میرا مقدر
چکا دیتا نہ مرا فیصلہ جلد — ترے حق میں کرم ارزانِ افلاک
تماشہ کر کے میں طیبِ دلی سے بٹاتا ہاتھ تیرے مرحلے میں۔
مگر فیسول سے ماضی میں وارد ہوئے جو لوگ بے مہر و جفا جو'
پہاڑی کھرّے پن کی جن سے اب تک بھبک آتی ہے' تیری دشمنی پر
کمر بستہ وہ ہو جائیں گے تیرے نمایاں کارناموں کی جلن سے۔

اچنبھا کس لیے، چچتا نہیں ہے کرے میٹھا درخت انجیر کا گر
ثمر باری گھنونے کیکڑوں میں۔ پرانے تذکروں کی رو سے وہ تو
ہیں بدنامِ زمانہ — ناتواں ہیں، حریص و خود پسند و بغض پرور۔
بڑا محتاط اس کا دھیان رکھیو نہیں آ جائے تجھ میں ان کی خو بو
کہ قسّامِ ازل نے تیرے حق میں وہ اعزاز و نصیبہ لکھ دیا ہے تجھے
کھینچے گی خواہاں ہر جماعت بڑا بے اختیار اپنی طرف کو۔ رہے یہ شغلِ تازہ
پرے ہی ہری چگ بکریوں کی تھوتھنی سے۔
جنے یہ غول فیسولی تو اک جھول، لگائے بھی نہیں پودے کو منہ تک
گر اب بھی لہلہائے کوئی ایسا بساندی کیاری میں انکی، جہاں عود
کرے وہ تخم پاکیزہ، ہوا جو حقیقی رومنوں سے منتقل، — وہ
وہاں کے باقیاتِ صالحہ — جب بنا یہ واہیاتی کا ٹھکانہ"۔
جواب اس کو براہِ راست میرا: "مری یکسر جو بر آئی تمنا،
تو گوشہ ہائے طبعِ آدمی میں کبھی پڑتا نہ مدھم نقش تیرا،
کہ تو محفوظ میرے حافظہ میں، مرے دل میں سوا اب جلوہ گر ہے
یہ پیارا، مشفقانہ عکسِ پدری، ہمیشہ جس طرح تیرا رہا تھا،
ابھی آموزگار اس امر کا تو مجھے جب تھا دوامِ انساں کرے تو
جریدے پر جہاں کے ثبت کیسے؟
سبق جی کو مرے کیسا لگا یہ، روا مجھ پر تو جب تک جاں میں جاں ہے
یہی آموختہ وردِ زباں ہو — میری تقدیر کی جو پیشگوئی یہ کی تو نے
لکھے لیتا ہوں وہ میں — (کینٹو ۱۰) میں فرینٹہ کی پیشگوئی سمیت
اسے پھر ایک دیگر متن کے ساتھ، برائے تبصرہ، اس کے لیے جو
بہشتی حور واقف ہے یقیناً — اگر بخت رسا لے جائے اس تک!

تجھے لیکن صریحاً عرض کر دوں ضمیر اپنا اگر نادم نہیں ہے
کسی بھی کردنی ناکردنی پر مزاجِ یار میں پھر جو بھی آئے
سرِ تسلیم خم ہے — جو دکھائے، مجھے تقدیر سونا چار دیکھوں۔
بھلی ہے یا بری، تیار ہوں میں تیری یہ خیر اندیشی نئی ہے نہ یہ
نادر مرے کانوں کے حق میں۔
قضا رفتارِ گردش تیز کر لے، رضا جو ہے، کرے وہ بے توقف
سنبھالے گرز کو نقال — ہر کس برائے خویش اندازے بدارد!!"
ذکی رہبر مرا، دائیں طرف سے مری جانب پلٹ کر
تب یہ بولا:
گرہ میں باندھ لی ہے بات جس نے، سنی، جانو یہ اس نے
کان دھر کے"۔
تأمل تھا نہ اپنی راہ لوں میں، برنٹو سے ابھی جاری سخن تھا،
یہ پرسیدہ کہ اس کے قافلے میں گرامی اور نامی کون سے تھے۔
کہا اس نے: "بھلے سے ذکر کچھ کا مگر اوروں پہ خاموشی بھلی ہے،
ہمیں پھر وقت بھی مہلت نہیں دے، مزید اس گفتگو کو دے
سکیں طول۔
تجھے یہ مجملاً بتلاؤں سارے دبیر اربابِ دانش، نامور تھے
بس اک ہی عیب میں لت پت جہاں میں، پرس سیاں انہی
کے ساتھ ہے اور
فرانسسکو اکرسو کا پسر بھی، اسی غولِ زبونی کا قمرغہ۔
اگر سودا ہوا ہے تجھ کو ایسے نجس منحوس کا، تو عین ممکن ترا
ہو جائے اس سے سامنا بھی۔

ماہرِ نحو PRISCIAN
ACCORSO
متوفی ۱۳۲۹ اور دمن
قانون کا شرح۔
BACHIGLIONE
ونزا اس کے کنارے پر
شہر تھا جہاں انڈریہ
ڈموزی کو پوپ نے
فلورنس میں تبدیل کیا

جسے خدام کے خادم نے تبدیل کیا ازنوں کی گدی سے نچلگون،
جہاں بے جا تناؤ کے سبب سے جواب اعصاب اس کے
دے گئے تھے۔
مزید اس پر اضافہ میں کروں تو، مگر لازم یہی رُک جاؤں یکساں
سخن سے اور آگے رہروی سے۔
دکھائی دے رہا ہے دور مجھ کو غبارِ راہ تازہ بادیہ میں،
نیا اک قافلہ آنے کو ہے یاں، رفاقت جو نہیں مجھ کو سزاوار۔
تجھے ہے مشورہ تصنیف میری 'خزینہ' پڑھ کہ ان اوراق میں تو
مجھے پائیگا پائندہ ہمیشہ — مری تجھ سے گزارش بس یہی ہے"۔
یہ کہہ کر وہ مڑا اور پھر وہاں سے ہوا یوں ہوگیا، یاد آئے بانکے
جو ویرونا کے میلے میں بدیں شرطِ عبائے سبز کی خاطر دویدہ،
پھر ان میں بھی مثیل اس برق پا کے نہ ہارے جو مگر انعام جیتے۔

تھا۔ وجہ متن میں ہے۔

"TRESOR"

کینٹو — (۱۶)

زیریں طاس — ساتواں طبق — طبیلہ سوئم ایضاً

تلخیص: اس پشتہ کے ساتھ ساتھ روانہ، جو ریگذار میں سے گزرتا ہے، وہ اب آخری حد پر آنکلتے ہیں جہاں آب رود کا شور صاف سنائی دے رہا ہے، جو آٹھویں طبق میں گرتی ہے۔ وہاں تین لشکریوں کی روحیں ملتی ہیں۔ دانتے کے لباس سے بجا قیاس آرا کہ وہ ان کا ہموطن ہے۔ اسے ٹھہرا کر باہم گفتگو ہوتی ہے۔ اس کے بعد دونوں شاعر اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں پانی نشیب میں بہہ رہا ہے۔ ساتویں طبق میں طبیلہ سوئم کی یہ انتہائی سرحد ہے، یہاں ورجل دانتے کی کمر سے رسی کھول کر

نیچے گڑھے میں پھینکتا ہے' اشارہ ملتے ہی ایک راکھشس تیرتا ہوا'
اوپر ان کے پاس آجاتا ہے۔

....

اب آیا میں' سنائی دے رہا تھا جہاں پر شور اس پانی کا' نیچے
وہ جب دیگر طبق میں گر رہا تھا۔ کسی کھیاں کی سی بھنبھناہٹ
کی یہ گنجار۔
آئیں سامنے واں' اکٹھی ایک دَل سے' جو روانہ اذیت ناک
سیلِ تند میں تھا'
نکل کر تین روحیں تیز پویا۔ ہماری سو بڑھیں وہ اور ہر اک
یہ چلا کر پکاری: ''او ٹھہر جا' قیاس اندازِ جامہ سے ہمیں ہے
یہ بندہ تو مگر باشی ہے کوئی خراب و خوار دھرتی کا ہماری''۔
مری توبہ! لگے دیکھے تھے میں نے لپٹ سے آگ کی' اعضا پر ان کے
پرانے اور تازہ گھاؤ کتنے' ملال آتا ہے اب بھی یاد کر کے۔
وہ یہ بولا: ''توقف چاہیے اب تقاضا اپنی خوش خلقی کا یہ ہے
وگرنہ اس جگہ تو ہے یہ عالم — اگن بانوں کی جو یورش یہاں ہے۔ مرا
یہ مشورہ ہوتا کہ عجلت تجھے درکار ان سے بیشتر تھی''۔
رُکے جب ہم کیا برپا انہوں نے وہی پھر اپنا واویلا پرانا'
اور آتے ہی ہمارے پاس تینوں اکٹھے مضطرب چکر میں گھومے۔
پہلوانوں کا جیسے قاعدہ ہے لنگوٹی میں وہ چکنا تیل چپڑے
کھڑے ہوں تاڑ میں ایسی جگہ کی لگے داؤ پڑے واں ہاتھ پکا'
کہیں پہلے کہ دنگل میں گتھیں وہ — اسی صورت ہر اک جس
وقت گھوما

کیا چہرے کو اس نے میری جانب کچھ اس انداز سے جبیدہ،
گردن مقابل ڈگڈگاتے پاؤں پر تھی۔
ہوئی یوں ایک گویا: "اگر ہماری فسردہ کیفیت پر
مستزاد اس
بیابانِ کج وتیرہ کی افتاد، چھلے جاتے ہیں یوں شعلوں سے جس میں
حقارت کا جوازِ لامحالہ ہمارے واسطے ہے اور ہماری گزارش
کے لیے بھی — نامداری
ہماری ہی تجھے ترغیب دے یہ کہ بتلائے، ہمیں تو کون ہے، جو
یہاں خاکِ جہنم پر کیے ثبت چلا جاتا ہے زندہ پیر کے نقش،
ذرا ایذا انہیں لیکن پہنچتی۔
وہ جسکی رہ پہ تو پاتا ہے مجھ کو قدم زن، اب برہنہ اور بینا
سہی، محرومِ کلی، بیشتر تھا کہیں عالی حشم تیرے گماں سے۔
نبیرہ پاکدامن گل دردکا، گڈو گویرا کہا کرتے تھے اس کو،
حیاتِ عارضی میں جس نے اپنی ستائش کے کئی اک کارنامے
کیے تدبیر اور شمشیر کے ساتھ — دگر مجھ سے الگ وہ ریگ کوباں
ہے الدب راند جس کا نامِ نامی سزاوارِ شرف بالا جہاں میں۔
شریک اس ابتلا میں ان کے ہمراہ میں رسٹی کوسی ہوں۔ جس کو بیشک
مری بیوی کی خصلت وحشیانہ، کسی دیگر خرابی سے زیادہ
یہاں لائی ہے، اس حالِ زبوں تک۔" اگر مامون رہتا آگ سے میں
تلے جھٹ خود کو ان میں پھینک دیتا۔ مری دانست میں رہبر بھی میرا
مجھے رکھتا نہ اس اقدام سے باز، مگر وہ بے محابا سوز کا خوف
مرے اس ولولہ کو کر گیا سرد،

بینا (ٹیٹھ) کم وقعت
GUALDRADA
عہدِ وسطیٰ کی ایک
پاکدامن حسینہ جس نے
شہنشاہِ وقت کی پسندیدہ
نظروں کو قبول نہ کیا
GUIDOGURERA
ALDOBRANDI
RESTICUCCE

ہوا تھا اس قدر مشتاق ورنہ کہ ہو جاؤں بغل گیر ان سے بڑھ کر۔
کہا میں نے حقارت کی نہیں بات، وفورِ غم ہے یہ — ، جس کا مداوا
مرورِ وقت سے امکان میں ہے۔ تمہاری بد نصیبی پر دگرگوں
مجھے اندر سے بالکل کر گیا تھا۔
ابھی جب تھا مرا رہبر سخن سنج ہوا تھا اس کے ہی انداز سے یہ
مجھے اندازہ، تم ایسے ہی کچھ لوگ مگر میرے کہیں نزدیک تر ہیں۔
تمہارا ہموطن ہے کر رہے ہو تم اس اخلاص کا اظہار جس سے۔
کیا ہے ذکر اپنے نامِ نامی، گرامی کارناموں کا بھی تم نے۔
تجوں تلخی بر شیریں کو جاؤں، بشارت معتبر رہبر کی مجھ کو،
مگر درکار ہے پہلے کہ پہنچوں پرے واں وسط میں پایاں تک تو"۔
اب اس کا یہ براہِ راست پاسخ: "کرے تا دور تیری
روح یونہی
ترے اعضائے کل کی رہنمائی، تری شہرت کی تابانی فروزاں
اسی صورت رہے رخصت ہو جب تو۔ ہمیں بتلائے گا اتنا کہ آیا
وہی ہے ریت اپنے شہر کی جو کبھی اخلاق و جرأت کی وہاں تھی،
وہ یا اب ہو گئی معدوم یکسر۔ ہمارے درمیاں تو ایک صاحب
ہوئے جو حال میں ماخوذِ شیون، ہیں وہ جو بورسیرے سامنے واں
خراماں ساتھ اپنے ناتیوں کے، خبر لائے ہیں اس بارے میں ایسی
نہیں جس پر ملال انگیز دل کم"۔
"چھچھورا ایک دل، ذہن ایکا ایکی، تکبر اور تجاوز او فلورنس!
ہوئے تجھ میں نمودار اس لیے تو ہے وقفِ ماتم اب با چشم نمناک۔
اٹھا کر منہ پکار اس طرح میں، جواب اس بات کو میری سمجھ کر

BORSIERE
ایک فلورنسی صاحب حیثیت شخص

وہ تینوں تک تک ایسے دیکھتے تھے بہمدیگر، کہ منہ دیکھا کرے ہیں
پڑے جب کان میں لوگوں کے بیچ بات۔ وہ سب یکبارگی یوں بول اٹھے:
"اگر یوں مطمئن ایجاز سے تو انہیں کر دے جو مستفسر ہیں تجھ سے،
خوشا اے تو کہ بہرہ یاب ایسا، کرے برجستہ اظہارِ حقیقت۔
جب اس تیرہ کدہ سے جائے محفوظ پلٹ کر دیکھنے رخشاں کواکب،
اعادہ خوشدلی سے جب کرے تو گزشتہ کا تو پھر ملحوظ رکھیو
ہمارا تذکرہ خلقت میں چندے"۔
یہ کہہ کر دائرے کو توڑ کر یوں ہوئے چمپت وہاں سے برق رفتار
کہ پیران کے سبک پر بن گئے ہوں۔ ہوئے یوں پل جھپکتے میں وہ غائب
کوئی 'آمین' بھی کہنے نہ پائے۔ مرے رہبر نے بھی لی راہ اپنی،
چلا میں پیچھے پیچھے، ہم بمشکل گئے ہونگے ذرا سی دور آگے
کہ پانی کی صدایوں آئی ہم کو، ہو جیسے ہاتھ بھر کے فاصلے پر،
بلا کا شور، سن سکتے نہیں تھے ہم اک دوسرے کی بات بھی، ہم
بس اس دریا کی صورت اوّل اوّل تو بے آمیز ہو جس کا بہاؤ
نکل کر کوہ ویسولو سے بائیں طرف کو اپی نن کے، سوئے مشرق
بلندی پر جہاں کہتے ہیں اسکوا کو چیتا، مگر پہلے کہ اترے
قریب فورلی کھائی کے اندر، نہیں اس نام سے مشہور رہتا،
کرے پھر سنٹ بنی ڈکٹ پر وہ روانی کی بحالی، یہ لڑھک کر
تب اترے الپ کی چوٹی سے نیچے سرازیری پہ اور پھر پھیل جائے
اک اچھے خاصے رقبہ پر کہ جس میں سما جائیں ہزار اک — یونہی نیچے
اک اُن گھڑ ڈھال کے وہ رودِ تیرہ، گرجتی، دھاڑتی، گنجار کرتی
ملی واں، دھم گجرتے ایکا ایکی کئے جیسے ہمارے کان بہرے۔

R.MONTONE
M.VESOLU
ACQUACHETA
یعنی اس کا نام مان ٹان پڑ جاتا ہے۔

تھی میرے پاس اک ڈوری، کسی تھی کمر کے گرد جو میں نے
کہ باندھوں
پکڑ کر سخت وہ گُل دار چیتا۔ اسے جب آپ میں نے کھول ڈالا،
(مرے آقا نے جو دی تھی ہدایت) لپیٹی اور کی اس کے حوالے۔
وہ دائیں کو مڑا تب اور قدم کچھ دہانے سے کھڑے ہو کر پرے ہی،
اسے پھینکا تلے گہرے گڑھے میں۔ کہا یہ میں نے جی ہی جی میں اپنے
مرے رہبر کی ہے یوں چشمِ مشتاق — بھلا محتاط ان اہلِ نظر سے
کوئی ہووے تو کیسے جن کی بینش نہیں افعال تک محدود رہتی،
وہ بلکہ زیرکی کے وصف کے ساتھ خیالوں میں بھی اندر جھانکتے ہیں۔
وہ بولا: "بس ابھی آئے گا جس کا تجھے ہے انتظار، اور آنکھ تیری
تماشہ وہ ابھی کر لے گی تیرا خیال اب خواب جس کا دیکھتا ہے"۔
ہمیشہ آدمی لب بند رکھے — یہ ممکن ہو اگر، اس راستی سے
ملمع جھوٹ کا جس پر چڑھا ہو۔ اگرچہ یہ نہیں الزام کی بات
مذمت
اس پہ بھی ہوتی ہے اسکی۔
خموشی یاں تو سعی رائیگاں تھی۔ لہٰذا اب مجھے سوگند، قاری
ترے آگے انہی اشعار کی ہے، جواب نغمہ سراہوں میں، ہمیں طور
انہیں آئندہ وقتوں میں میسر سند دائم قبولِ عام کی ہو۔
ہیولیٰ ملگجی منگھم فضا میں مجھے آیا نظر اوپر پنورتا،
جسے دیکھے اگر دہشت کے مارے بڑے جیوٹ کی نبضیں چھوٹ
جائیں۔
تھی وہ ہئیت کذائی کوئی جیسے پلٹ کر آئے، جو اترا ہو گہرا

چھڑانے کے لیے لنگر اٹک کر کسی پتھر کے نیچے جو رہا ہو'
کسی یا اور شے سے جو پڑی ہو تلے کھاری سمندر میں۔ اُبھر کے
کھڑا ہو جائے جب تکوے جما کر۔

....

کینٹو ــــ (۱۷)

زیریں طاس ــــ ساتواں طبق ــــ ایضاً

تلخیص: عفریت جیرون کے حلیہ کا بیان جسے ورجل آمادہ کرتا ہے کہ انہیں پیٹھ پر بٹھا کر اگلے طبق میں لے جائے۔ دانتے اجازت لے کر گڑھے کے کنارے کنارے آگے نکل جاتا ہے اور طبلیہ کے اس حصہ میں ان گناہگاروں کو دیکھتا ہے جو غارتگرِ فن ہیں۔ پھر وہ استاد کے پاس لوٹ آتا ہے۔ دونوں جیرون پر سوار نشیب میں اترنے لگتے ہیں۔

....

''وہ عفریتِ مہیب اے لو کہ مہلک ہے جس کا نیش' جو
روندے کہستاں
کرے مسمار سب بنیانِ مرصوص' الٹ ڈالے صفیں ہتھیار بند۔ اور
غلاظت سے جہاں سارا التھیڑے''۔ سنا کر یہ مجھے رہبر نے اس کو
اشارت سے کہا ساحل پر آئے' رصیفِ سنگ بستہ کے سرے پر'
ہوا جھٹ عکسِ منحوس اس دعا کا نمودار اس طرح' خشکی پر اس کا
سر اور بالائی دھڑ تھا آشکارا' نہیں ڈالا تھا دنبالہ بھی
کنارے پر مگر اس نے ــــ مزین شباہت اک بھلے مانس کی رُخ پر'
بظاہر روپ مشفق رحم دل کا' بقایا وہ مکمل اژدہا تھا۔
تکیلے تھے بغل تک چنگ دونوں' مدار و عقدتین اس کے منقش

رصیف: پٹڑی

عقدتین: وہ دو نقطے جہاں

کمر پر، پشت پر، پہلو پہ ہر اک، — تار و ترک بوقلمون عمدہ
نہیں الوان خلعت پر کشیدہ مبادل کارچوبی سے کریں یوں۔
چڑھایا ہوا نوکھے راچھ ہی پر نہ اریکنی ہی نے ایسے ہنر سے۔
سبک زورق بسا ساحل پہ جیسے لگی خشکی سے کچھ، کچھ آب میں ہو،
فروکش جس طرح یا وہ جہاں پر ندیدہ جرمنی وحشی سگِ آب لگائے
گھات اپنے صید کی ہو۔
کنارے پر — کہ بالو کے لیے باڑ کیے تھا ٹیکری سے —
یوں نشستہ
وہ عفریتِ خباثت، تک لگائے خلا میں، دُم اذیت ناک کانٹا،
اٹھائے ڈنک، اک بچھو کا بچھوا۔ مرا رہبر مجھے تب: ''کاٹ کر راہ
قدم کچھ، دور اب جانا پڑے گا ابوالہول تک، جو واں دھرا ہے''۔
پس اس پر، ہم نشیبی سمت دائیں ڈھری اک بناتے، بچ بچا کر
کٹھیلی چکنی مٹی اور لہب سے، نگر سے دس قدم پر گامزن تھے۔
جب اس کے پاس ہم پہنچے تو یک دم، ذرا آگے کھلا میری نظر پر
بغارے میں نشستہ ریگ پر ایک ہجوم ارواح کا، استاد میرا ہوا
فوراً یہ گویا:
''تا تجھے ہو وقوف اس کا مکمل کیا ہے موجود یہاں پر اس طبیلہ
میں، تو بڑھ کر
پڑھ ان چہروں پہ ہے، جو کچھ نوشتہ، سخن کو طول لیکن دے، نہ یوں مت،
پلٹ کر آئے تو جب تک تو اس بیچ کروں گفت و شنید اس سے، نوازے
وہ گردوشِ توانا کی مدد سے۔ ''طبق میں (ہفتمیں) تب اور آگے
اکیلا ہی بڑھا پایان تک میں۔ جہاں بیٹھا وہ خیل ماتمیں تھا،

مسیر قمر اور دائرۃ البروج کا تقاطع ہوتا ہے۔
کھڈی: ایک ہنرمند جولاہی فن و حکمت کی دیوی اتھنا سے بنت بازی کا مقابلہ ڈھٹائی سے کیا تو اس نے مکڑی بنا دیا (اوو بلاؤ)

اُمڈ پڑتے تھے کرب آنکھوں سے ان کی' چلاتے تھے وہ ہاتھ اپنے
کشاکش
خلافِ خاکِ محروق و بخارات۔ ابھی بھی جیسے تابستاں میں گئے
کبھی پیر اور کبھی جبڑے چلائیں ہلچل کر چیچڑی پشّے مگس سخت
انہیں جب بھنبھنا کر کاٹتے ہیں۔
نظر کرتے ہوئے چہروں پہ کچھ کے' غم آگیں آگ کی
بوچھاڑ میں جو
پڑے تھے ایک بھی ان سب میں میرا نہیں تھا آشنا' لیکن گلے میں
تھا آویزاں ہر اک کے اک خریطہ۔ بصد پیرایہ رنگا رنگ و منقوش
جنہیں گویا وہ آنکھیں چاٹتی تھیں۔ پھر ان کے درمیاں اب
چارسو میں | (تمغہ) تھا فلورنس کے
نظر کرتا ہوا آیا' تو پایا وہاں اک زرد کیسہ' کام جس پر ہوا تھا | GIANFIG LIAZZI کا
لاجوردی —
اور اس پر شبیہ و چہرہ مہرہ شیر کے تھے۔ نظر کی سیر بینی کا وہی تھا
ابھی عالم' تو پھر یہ جا پڑی ایک دگر پر جو لہو سے بھی للت تھی' | سرخ
دہی سے بھی سے سفید اس پر تھا اک ہنس' اور اک فربہ و فیروزی سؤر کی | تمغہ تھا فلورنسی
لیے پھرتا تھا تصویر اپنے ابیض مچلکہ پر' ہوا مجھ سے مخاطب: | TIBBRIACHE
''ترا کیا کام ہے یاں اس اگم میں' چل اب ہو یہ تجھے معلوم' تو جو
ابھی زندہ ہے' یاں ہمسائیگی میں مرے بائیں وتالیانو کی جا ہے | (تمغہ) پڑدا کے
فلورنسی ہیں سب میں اک پڑوئی۔ مرے کانوں میں یہ چنگھاڑتے ہیں' | SCRIVIGNI خلا پڑدا
بسا بنکارتے ہیں:' اوہ جلدی وہی بانکا مشرف لائے گا یاں | VITABIANO کا
جو ہمیانی پہ اپنی بکریاں تین'۔'' یہ کہہ کر اس نے منہ اینٹھا' زباں کو | فلورنس کا ایک سود خور گلو

واتی بجا موتی

پیٹھ

گھمایا اس طرح باہر کہ جیسے اک ارنا اپنے نتھنے چاٹتا ہے۔
مبادا دیر تک میرا توقف گراں اس پر تھی جس کی یہ ہدایت
زیادہ مت رکوں' لوٹائے اپنے قدم ان غمزدہ روحوں سے میں نے۔
مرا رہبر مجھے پہلے سے اسوار ملا ڈھنگنے پہ وحشی جانور کے
بڑھائی اس نے ہمت اب مری یوں: قوی رکھ قلب' مضبوطی سے
ٹک جا'
ہے آڑا جو اُترنا ہے کڑا اڑا' مناسب ہے مرے آگے ہی تو بیٹھ'
گزند اتنی سی بھی پہنچائے تجھ کو مجال اُس دم کی پھر بالکل نہ ہوگی'
رہے گی درمیاں میں آڑ میری۔ "تپ لرزہ کی باری کا ہو دن' اور
پڑیں پہلے ہی سے ناخون نیلے کہ یکدم کپکپی چھوٹ جائے' دیکھے
اگر بیمار معمولی سی چھاؤں' مری بھی کیفیت بالکل یہی تھی'
پڑے جب کان میں الفاظ اس کے۔ بروئے کار لائی آن' لیکن
جھٹ اپنا وار' خانہ زاد کو جو دیا کرتی ہے جرأت پیش خواجہ۔
چڑھا اس چوڑے چکلے دوش پر میں' ضرور اس وقت یہ کہتا' نہ الفاظ
مگر معنی طرازی کر سکے کچھ۔ "مجھے' ہاں دیکھ کس کر تھامنا تو"۔
نہ تھا احساس کچھ پہلے پہل گو مجھے اس کے سہارے کا' مگر میں
ہوا' اُسوار جونہی بڑھ کے جکڑا مجھے بانہوں میں خوب اس نے چمٹ کر۔
یہ پھر گویا ہوا: "جیرون اب چل' رہے اس خوب خاصے دائرے میں
ترے دوروں کا دورہ' اور ہو سہل تری اترائی' لیکن دھیان رکھیو
ہے پشتارہ نرالا اب کے تیرا"۔
ہٹے خشکی سے' چوڑے گھاٹ جیسے کوئی چھوٹا شکارا' یوں وہاں سے
رہا ہو کر وہ بن مانس چلا اب۔ وہ اس تیزی سے گھوما مڑ کے' جس جا

EEL — ابھی چھائی تھی، کانٹے دار پونچھ اب، پسرتا مار ماہی سا دراز اب،

وہ خود کو کھے رہا تھا

PHAETON — ڈھیر کرتا ہواؤں کو سکڑتے چنگلوں میں۔ نہیں تھا دغدغہ سنگین اتنا

فٹن رتھ بان نے جب چھوڑ دی تھیں کبھی ڈھیلی لگامیں بے محابا،

ICARUS — لپٹ کر رہ گیا تھا جس کے باعث ردائے شعلہ میں چرخ بریں، — ہیں

نمایاں آج تک آثار جس کے۔ نہ جب بدبخت اکارس ہی نے دیکھے

جھلتے موم کی ترقیق سے وہ بھروسے کے لوا پُٹھ سے کھسکتے۔

پکار اٹھا تھا اس کا باپ اونچا: ''غلط رستے پہ کیسا پڑ گیا تو!''

مجھے لاحق فزوں تر دغدغہ تھا، ہوا میں نے جو چاروں اور دیکھی،

نہیں تھا ماسوا کچھ بھی، مگر ہاں وہ اک مردود وحشی، پیچھے پیچھے

بیاباں اس طرح گردان طیراں، کوئی شے بھی نہ دیتی تھی بجھائی۔

ہوا نیچے سے چھپکے مارتی تھی مرے چہرے پہ فراٹوں میں آ کر۔

سنائی دی مجھے دائیں طرف کو خروش انگیز مواج آبشار ایک

تجسس میں جھکا جب دیکھنے میں تو وہ گہری ترائی تھی کہ میرے خطا

اوسان تھے سب رہتے سہتے۔

تپاں شعلے تھے، شیون اس بلا کا مرے کانوں کے پردے پھاڑ ڈالے۔

سراسر مجھ پہ تھا رعشہ کا عالم، بڑی سختی سے بھینچے عضو اپنے

پھرا نظروں میں اب تک غیر محسوس بھیانک کلفتوں کا گھپ نظارہ،

جو ہر سو سے امڈتا آ رہا تھا، اترتے جا رہے تھے جس کے اندر

گھمیری گھوم کر ہم چکروں میں۔

کوئی شاہین کافی دیر جیسے رہے پرواز میں، لیکن نہ پائے

پرندہ اور لاسہ تو بلائے اسے شاہین پرور تلملا کر — مروں میں،

لوٹ آ، مر بھی زمیں پر!

تو اترے مضمحل، طرارہ بھر کے جہاں سے وہ اٹھا تھا اور بیٹھے
وہ اپنے خشمگیں مالک سے ہٹ کر۔ اسی کنیڈے سے اب جیرون اترا،
رگھادی سے اتی اس ٹیکری کے تلے دامن میں دھر دیتا ہے ہم کو،
اور اپنے بار سے ہو کر سبک وہ جھٹا پٹ خود اچھل کر دور سرپٹ
چھٹے زن جیسے اک پیکان زہ سے۔

FURROW

☆☆☆

کینٹو (۱۸)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — طاق اطاق اوّل/دوم

تلخیص: شاعر آٹھویں طبق کا محلِ وقوع اور نقشہ بیان کرتا ہے۔ اس میں کل دس طاق اطاق ہیں، اور اتنی ہی طرح کے نابکار بدکار۔ اس کینٹو میں ان دو کا احوال مذکور ہے جو دوسروں کی عیاشی کے لیے عورتوں کو ورغلاتے ہیں یا کاسہ لیسی ان کا وطیرہ رہا ہے۔
اول الذکر کی کھال کوڑوں سے ادھیڑی جا رہی ہے، اور ثانی الذکر نجاست و غلاظت میں لتھڑے پڑے ہیں۔

☆☆☆

مقام اس مقعرِ دوزخ میں ہے واں بنامِ میلی بلج،
اور سب پہاڑی

MALEBOLGE

خضابی رنگ کی گہری کلنکی — یہی ہیئت کڑاڑے کی، حصار اک
بناتا تھا جو پیرامون اس کے۔
تھی بیچوں بیچ اس گھپ منطقہ کے عمیق و ژرف منہ پھاڑے خلیج اک،
کھلے گی وقت ہی پر ساخت جو ہے۔ فصیل اس کے

چہار اطراف — مابین

بلند اڑ بڑ کناروں اور کھاڑی کے اندر اس تہی تہ میں لگا تار
وہاں تھے دس کلس تعمیر کردہ۔
فصیلوں کے بچاؤ کے لیے ہوں کئی اک خندقیں جس طرح کندہ
حصارِ قصرِ سلطانی کی صورت
دروں آباد ہو جتنا علاقہ یقینی تا کہ ہو اسکی حفاظت۔
یہاں بھی ہو بہو نقشہ وہی تھا۔ پھر ایسے کوشکوں کی طرح، جن کی
ہر اک دہلیز سے باہر سرے تک، پلوں کا جال ہوتا ہے، فراواں
اسی صورت تلے دامانِ تل سے، کئی اک چٹھتی رستے نکل کر،
بغارے اور پشتے سب پھلانگے، چلے جاتے تھے کھاڑی کی طرف کو،
انہیں جو کاٹ دیتی تھی اکٹھا۔
جگہ ایسی تھی پایا آپ کو جب ہم اس جیرون کی چڈھی سے اترے۔
چلا جاتا تھا نغمہ سنج بائیں، رواں میں ساتھ ساتھ اسکے جلو میں۔
نظر آتے ہیں دائیں ہاتھ مجھ کو نئی خواری، نئے آلام قہری
نئے جلاد، پہلا طاق تھا یہ ٹھسا ٹھس جمع تھا انبوہ جس میں۔
تھے اسفل تھاہ میں بے باک بدکار، ہمارے منہ لگے، ہمراہ آتے
مقامِ وسط سے اس سمت، لیکن وہ آگے لمبے لمبے ڈگ اٹھاتے۔
اسی تمثال — عام العفو جب بھی پلٹ کر آئے — تو کرتے ہیں رومی
رواں رفتار کی خاطر، نہیں ہو کثیر انبوہ تا اس میں مزاحم،
یہ منصوبہ کہ پُل پر سامنے کو چلیں اک ہاتھ سب کوشک کی جانب
کہ درگاہِ ولی پطرس پہ پہنچیں، دگر رُخ جانبِ کہسار رکھیں۔
وہاں ہر مختلف رستہ پہ میں نے بھیانک ٹیکری کے ساتھ دیکھے

YEAR OF
۱۳۰۰ JUBILEE
میں پوپ بونی فیس ہشتم
نے پل انجلو میں طولاً
یہ حد بندی کر دی تھی۔

سرنگی (سنسکرت)

سرنگی دیو اٹھائے سخت کوڑے' وہ بیدردانہ جن سے پیٹھ ان کی
ادھیڑے ڈالتے تھے' اوہ کیسے وہ پہلی ضرب سے ان کو اُچھالیں
نہیں تھمتا تھا کوئی دوسری کو' نہ کوئی تیسری کے واسطے ہی۔
اسی اثنا میں جب آگے بڑھا میں' پڑی اک شخص پر میری نظر تو
یکا یک چیخ کر میں بول اٹھا: ''نظر بھر کے اسے دیکھا کہاں ہے''۔
قدم اپنے وہیں روکے لہٰذا کہ اس کا جائزہ اچھی طرح لوں' — شفیق
استاد بھی ٹھٹکا مرے ساتھ'
ہوا راضی وہ اس پر اک قدم میں پلٹ کر جاؤں — اور وہ
روحِ مذبوح
ہوئی کچھ سرنگوں چھپنے کی خاطر' مگر کچھ فائدہ اس کا نہیں تھا۔
کہا میں نے: ''ارے تو جس کی آنکھیں زمیں میں یوں گڑی جاتی
ہیں' مجھ کو
زیادہ خال وخد دھوکا نہیں دیں اگر تیرے تو تو وینی ڈکو ہے۔ یہاں کیا
شامت اعمال لائی' تری جو یہ مرمّت ہو رہی ہے؟''
وہ بولا: ''بادلِ ناخواستہ بھی نہیں پاسخ ترے الفاظ کا دوں'
مگر تیرا سخن صاف اس سے تازہ ہوئی ہے اس جہاں کی یاد میری
کبھی جس میں رہا آباد میں بھی۔ سو مجبورِ جواب اس واسطے ہوں'
تجھے بس علم ہو تھا میں ہی جس نے غسالہ ماہرو کو دی تھی ترغیب
کرے ارباب کو شادِ تمنا' — یہ قصہ شرمناک ایسا کہ اب تو زبان
زدِ عام کافی ہو چکا ہے۔
بلا وابتلا میں کر کے ماخوذ بلگنا نے نہیں بھیجا مجھے صرف'
یہ خطہ بلکہ یوں ہم سے اٹا ہے کہ شاید اب نہ اتنا سیکھتی ہوں

سینگ والا

بولگنا کا باشی جس VENEDICO نے اپنی بہن غسالہ کو ورغلا کر مارکوئیس اوبیزو کے خلوت کدہ عشرت کو آباد کیا

GHISOLA

MARQUIS OBIZZO DO ESLO OF FERRARA

میاں رینو و جوئے سیونہ زبانیں روزمرہ میں وطن کے 'بلے' کہنا
جواباً — اور درکار
ثبوت اس کا اگر حتمی تجھے ہو ہمارے جلبِ زر کو یاد کر لے"۔
وہ یوں محوِ سخن تھا' ایک عفریت ٹہوکا گرز کا دے کر اسے تب
درشتانہ یہ! "قرمساق گم ہو زناں یاں بہر دستو تی نہیں ہیں"۔
میں اپنے بدرقہ سے جا ملا جھٹ' قدم کچھ طے کئے پہنچے جہاں پر
کنارے سے بروں اُبھری ہوئی تھی پہاڑی جو باسانی چڑھے ہم'
گگر سے اس پہ مڑ کے داہنے ہم' ہوئے رخصت اِن اَن انت
اڑچنوں سے۔

رکاوٹیں

جب آئے' جس جگہ پائین محراب کُھلے منہ سے گزرنے دے رہی تھی
اِن ارواحِ عقوبت یافتہ کو'
مرا استاد بولا: "یاں ٹھہر جا' دگر بدبخت ہیں' ان سے بھی تیرا
وقوف آگاہ ہو' وہ جن کے چہرے نہیں اب تک ہوئے ہیں
آشکارا' اگرچہ ہمسفر اپنے رہے ہیں۔
پلِ کہنہ سے اب وہ غول دیکھا' اُدھر واں سے اس سمت آ رہا تھا'
دگر ساسخت کوڑوں سے ادھڑتا' ہوا تب میرے استفہام پر یوں
مرا وہ رہبر مشفق سخن سنج:
"نظر ڈال اس طرف آتے ہوئے اس دراز اندوہگیں سایہ کے اوپر
نڈھال ایسا نہ چھلکے قطرۂ اشک' مگر پھر بھی وہ اس کا طنطنہ' واہ!
کہ رسی جل گئی پر بل نہ نکلا۔ یہ جاسن ہے' وہی چھل بل سے جس نے
اڑایا تھا شہِ کلخس سے مینڈھا۔ ادھر لیمینی ٹاپو کی طرف کو
بہا کر لے گئی تقدیر اس کو جب ان مردار ڈھیٹ کٹنیوں نے

(JASON)
COLCHOS
LEMENIAN

ساحرانہ الفاظ و علائم

HYPSIPYLE

تریا چر تر گر بھونتی، حاملہ

MEDEA

ہلاک اپنے کیے تھے مرد سارے، چتاونی اور چترپانی سے اس نے
وہاں پر ایک دوشیزۂ نوخیز ہپی سی پل کو شیشے میں اتارا،
اسے واں چھوڑ کر چلتا بنا تھا۔ اسی تقصیر کی پاداش میں — اب
وہی جس نے کیا تھا چر تر پہلے، یہ کر کے گو بھونتی، بے سہارا —
عذابِ جانستاں اس پر ہے حاوی — چکایا جا رہا ہے اس جگہ پر
مدیئہ سے زبردستی کا بدلہ۔ سب اس کے ہمرکاب ایسے ہیں، جن نے
کیا تھا ارتکاب مکر ایسا

تجھے طاقِ اطاق اولیں کی بہت ہے واقفیت اس قدر یہ
اور ان کی بھی، اذیت ناک تکلیف یہاں کی جن کو تلپٹ کر رہی ہے"۔
ہم آپہنچے جہاں سے اگلا پشتہ اتر کر پار پگڈنڈی بڑی تنگ
رواں تھی دوشِ محرابِ دگر پر۔ یہاں پر، طاقِ ثانی میں ہمیں اب
سنائی دیں ملال انگیز دھن میں بلکتی دھیمی دھیمی آتمائیں —
پھلائے چوڑے چپٹے نتھنے، کرتیں رسید اپنے کو زناٹے کے تھپڑ۔
کناروں پر کرختانہ معلق بساندی بھاپ کی جم کر پھپھوندی،
وہ کیفیت مشام و بصر، جس کے سبب سے انتہائی ضیق میں تھے۔
بڑی ہی کھو کھلی وہ تھاہ، جس کا نہ اک حصہ سجھائی دے سوائے
وہ اس چوٹی کا بس پتھریلا بسوا۔
اسی صورت ہم آنکلے بہت دور۔ نظر آیا مجھے جمِ غفیر اک
سراسر لت پت اس فضلے میں، جس کو براز جسم انسانی سمجھے۔
تجسس میں ہوئی جب چشم جویا، تلے اک شخص دکھلائی دیا جو
چکٹ تھا اس قدر مشکل تھی پہچان کلیسائی کوئی ہے یا اپا شک
بڑی ہی جھنجھلاہٹ سے وہ چیخا: "مرے بارے میں استدراک کیوں ہے

دنیادار

دگر سب غائطی لوگوں کی نسبت حریصانہ یہ مائل جستجو پر؟"
جوباً میں: "بجا گر حافظہ ہے، ابھی تک تو تجھے پایا تھا میں نے
بڑے ہی خشک سب پٹھے ترے۔ تو ہے لکہ خانوادے کا الیسیو۔
اسی خاطر تو سب اوروں سے بڑھ کر ترا میں جائزہ یوں لے
رہا ہوں"۔
دو ہتڑ ٹانٹ پر اپنی جما کر کہے الفاظ یہ اس نے: "مجھے یوں خوشامد
نے کیا ہے ستیاناس،
زباں میری نہیں تھکتی تھی جس سے۔" مرے قائد نے یوں: "گردن
کو اپنی
ذرا آگے بڑھا اچھی طرح سے تماشہ کر سکے تا کہ وہ روڑھی نگوڑی
مال زادی فاحشہ کی
گھروٹے آپ جس پر مارتی ہے نجس ناپاک ناخونوں سے اپنے۔
ڈ ہے اب پاؤں پر سیدھی کھڑی اب، یہ تھائس ہے وہی جس ویشیا کے
جوابی یوں ہوئے تھے ہونٹ جھوٹے کہا جب عاشق زار آشنا سے:
"مرا تو اس قدر مشکور — کہئے مگر حیرت فزا (کیا چیز) ہے یہ"۔
اسے واں دیکھنے کے بعد ساری نظر کی تشنگی ہی بجھ گئی تھی۔

ALLESIO OF (LECCA) FAMILY

:THAIS
ویشیا: طوائف
تھرا موسے مراد ہے

☆☆☆

کینٹو (۱۹)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — طاق اطاق سوئم

تلخیص: وہ طاق/ اطاق سوئم میں در آئے جہاں دین فروش مستوجب دار الجزا ہیں۔ انہیں مخصوص گڑھوں میں الٹا گاڑا گیا ہے یوں کہ ٹانگیں پنڈلیوں تک ان کی باہر ہیں اور تلوے لپٹوں میں بھن رہے

ہیں۔ راہبر دانتے کو طاق کی تھاہ میں لے اُترتا ہے جہاں پوپ نکولس پنجم سے مڈھ بھیڑ ہوتی ہے۔ وہ اور دیگر پیرانِ کلیسا بداعمالی کی پاداش میں سنگین ماخوذِ محاسبہ ہیں۔ ورجل دوبارا اسے محراب پر چڑھا لاتا ہے، جہاں سے پگڈنڈی اگلے طاق کو چلی جاتی ہے۔

☆☆☆

خدا سمجھے تجھے مجوس سیمن، خدا کی مار تجھ پر، سب مقلّد
زبوں کردار اس کے، جو خدا کا متاع و مال —— جس کا نیک مصرف
فقط در کا ہے منسوب بالخیر —— مگر تم حرص زادے انتہائی
براہ نقرہ و زر جگی گوں کروان کی سدا حرمت فروشی۔
تمہیں پر صوراب پھونکا گیا ہے، تمہارا بس یہ طاق سوئمیں ہے۔
ہم اب اگلی گپھا پر چڑھ چکے تھے۔ چٹان اس پر سے سیدھی جھانکتی تھی
وہاں سے عین وسطِ دمدمہ تک۔

ایک سامری
SMONY کلیسائی
مناصب و اوراد کی
فروخت

مہا گن بدیا! حیرت فزا ہے وہ صنعت جنہیں مظہر ہے
جس کی سر ارض و سما تو،
اور کیسا کیا ہے منصفانہ حصہ رسدی بھی کو مختص اس دنیائے دوں میں۔

عقل کل

سراسر اکی اطراف اور تہ میں نظر آئے مجھے شفاف خارا
پراز رخنہ و روزن، عرض میں تو برابر سب مگر ہر اک مدور۔
کشادہ تر نہ تھے یہ تنگ تر ہی، کہ جو سوراخ روضہ میں ہیں، میرے
مکرم پیر یوحنا کے ترشید، پوتر جل ہو جیسی ذخیرہ ——
انہی میں سے ہوئے کچھ سال میں نے کیا تھا ایک کو مسمار، جس سے
بچا معصوم بچہ کلبلاتا، رہے یہ رفع شک کی بھی سند، گر
کسی کو احتمال ایسا رہا ہو کہ... تھی مری اس فعل سے اور۔

فلورنس میں ولی یوحنا
کے روضہ کی چٹانوں
کے سوتے پاک پانی

اک اک پاپی کے باہر پیر نکلے ہر اک سوراخ میں سے' اور ٹانگیں
بلند اور پرتھیں پنڈلی تک نمایاں۔ بدن باقی تھے سب مدفون اندر'
جلن پیروں کے پبوں میں بلا کی اثر سے' جس کے یوں کھاتے تھے جھٹکا
لچیلے جوڑ' الگ کھل جائیں جیسے رسن یا بید پیچا ئندہ چھٹ کے۔ بھڑک کر
روغنی شے پر سے شعلہ لپکتا جائے یوں اوپر ہی اوپر
بمشکل مس کرے گزرے جہاں سے' یہاں بھی کور تک ایڑی
سے لوئیں
بس ایسی کودتی تھیں' کوندتی تھیں۔
یہ استفسار میرا: ''کون ہے وہ' بتا آقا نظر آتا ہے سب سے
زیادہ جاں گسل ایذا میں
اس پر جھپٹتے ہیں شہاب ایسے عبیری؟'' جواب اس نے دیا:
''چاہے اگر تو
چلے چلتے ہیں نیچے ہم وہاں سے کنارا جس جگہ ڈھالو نہیں ہے'
تجھے بتلائے گا ذاتِ شریف آپ ہے کون اور اس کی کرتوتیں رہیں
کیا''۔
''مجھے تیری پسند خاطر احسن' مرا آقا ہے تو اور باخبر ہے
تری مرضی سے میں باہر نہیں ہوں' چہ دارد خامشی معنی' عیاں ہے
بخوبی یہ بھی'' —— میں اس کو جوابا۔
ازاں بعد آئے چوتھی مینڈھ پر ہم' وہاں سے مُڑ کے
بائیں ہو لئے —— اور
بڑھے پاتال میں' نیچے اتر کر عجب تھی رخنہ دار اک تنگنائے'
مرے قائد نے اپنی جان کے ساتھ لگا رکھا مجھے جب تک نہ پہنچا

(ٹھیٹھ) پاؤں کا نچلا اُبھرا ہوا حصہ

لیے منفذ پہ جس کا جسم لرزاں تشنج کو نمایاں کر رہا تھا۔
بایں الفاظ اب تمہید باندھی "بھلا تو کون ہے روحِ فسردہ کہ اس
کنیڈے سے اوندھی ہے زمیں میں کوئی اک سخت چوبہ ٹھونک ڈالے
اگر مقدور ہو تو بول منہ سے؟" کھڑا تھا مثلِ راہب میں وہاں جو کسی
بد بخت سے توبہ کرائے کہ جرمِ قتل میں ماخوذ جس کو
چڑھایا جا چکا ہو بر سرِ دار
یہ بہرِ اعتراف اس کو پکارے اجل چندے توقف میں ابھی ہو۔
وہ چیخا: "او ہاں پہلے ہی موجود یہاں پہلے ہی سے موجود ہے تو
ارے او بونی فیس اپنا بھی کیسا غلط سالوں سے نکلا ہے نوشتہ
ابھرنا اس قدر دولت سے جلدی ہوس میں مکر سے صرفہ نہ جس کی
کہ ہتھیائے وہ گل اندام خاتون اسے پھر بے حیائی سے بھنبھوڑے"
مری کیفیت ان سی بے مزہ ہوں جوابِ تلخ سے سوجھے نہ لیکن
جواب اور وہ ہونق سے کھڑے ہوں — مجھے ورجل کی جب
تہدید — "بتلا
اسے جھٹ میں نہیں وہ شخص جس کا تجھے مجھ پر گماں ہے —" اور
میں نے
ہدایت کے مطابق سب بتایا۔ سنا جب یہ مسل کر پیر اپنے اک
آہ سرد سے اس روح کا یوں خطاب اندوہگیں لہجے میں آ گئے
"پھر اس ناچیز سے کیا چاہیے ہے؟ تجھے گر لابدی یہ آگہی ہے
کہ میں ہوں کون جس خاطر اتر کر یہاں تو اس کنارا آیا ہے تب سن
قبائے فاخرہ خلعت گراں تھی پسر میں خرس مادہ کا بلاشک
ہوس تھی جلب زر کی بے ٹھکانہ بھرے تھے ٹھونس کر توڑے لبالب۔

پوپ بونی فیس ہشتم متوفی ۱۳۰۳ء: مراد منصب پاپائیت اور اس کا ناروا استعمال

نکولس سوئم متوفی ۱۲۸۱

سو اب انجام کار اس حال میں ہوں۔ مرے سر کے تلے سب دوسروں کو
رگیدا جا رہا ہے۔ میرے پیشین، گناہِ دین افروشی کے ماخوذ،
پڑے ہیں اپنی قامت کے مطابق چٹانی روزنوں میں چت پسر کر،
گروں گا میں بھی ان کے درمیاں پست، وہ جونہی آن پہنچا، جس کا دھوکا
مجھے تجھ پر ہوا تھا، جب بعجلت کیا تھا میں نے استفسار تجھ سے۔
مگر اب وقت زائد ہو چکا ہے، کبھی سے میرے تلوے جل رہے ہیں،
کبھی سے سر کے بل میں یوں کھڑا ہوں، ہوا مقلوم سے جس کے تجاوز
گڑے یاں، ایستادہ سوختہ پا۔ پھر اس کے بعد اک ذات شریف اور
خبیث اس سے بھی کارستانیوں کا یہاں پہنچے گا مغرب کی طرف سے۔
وہ راعی رو رعایت سے معرا، مقدر، مجتمع ہو جس کے اندر
مرے کرتوت اور اس دوسرے کے، نئے جاسن سے وہ موسوم ہوگا،
ہے جس کا تذکرہ میکابیوں میں، اور ایسی ہی عنایات فراواں،
جو اس بطریق پر فرمائیں اس کے مربی مہرباں فرمانروا نے، شہنشاہِ فرانس اس پر کرے گا"۔
مجھے یہ تو نہیں معلوم میں نے یہاں کس حد تلک مفہوم سمجھا،
اسے لیکن جواب اس طرز میں: "اب مجھے بتلا، ولی پطرس سے کتنے
طلب فرمائے تھے پہلے خزینے منجی نے ہمارے، چابیوں کی
امانت جب اسے سونپی گئی تھی۔ یقیناً آپ کا فرمان تھا صرف
کرو میرا تتبع، ــــ پس نہ پطرس، نہ ان میں اور ہی کوئی طلب گار
بنا میتھیاس کے سیم و طلا کا، ہوئے افراط سے جب یہ نچھاور

(السمی) کلیمنٹ پنجم۔ ۱۳۰۸ء میں یہ پاپائیت کا مرکز اویگنان لے گیا۔ متوفی ۱۳۱۴ء نیا جاسن: "سیلوکس کے بعد اطاکس جانشین ہوا تو جاسن نے پروہت کا عہدہ کئی صد سونے چاندی کے توڑوں کے عوض میں حاصل کیا۔ شہنشاہِ فرانس: فلپ چہارم

اس اک مردود کے شہرِ غضب پر — مقیم اس میں ہی رہ اپنی سزا کا
مناسب طور پر تو مستحق ہے۔
تکا کر تو وہ ہتھیایا ہوا زر یہاں جی بھر کے تیری ضد ہوس خواہ
ہوئی تھی چارلس کے برعکس جسکی۔ نہ رکھتی باز اگر تحریمِ مفتاح
رہیں عہد نکوتر میں جو تجھ پاس میں استعمال کرتا تلخ لہجہ کہیں اس سے
زیادہ۔
حرص تیری صفِ ماتم بنائے ہے جہاں کو بھلے روندے گئے
پیروں کے نیچے
اور اوباشوں کا بادھا ہو رہا ہے۔ تم ایسے راعیوں سے خوب آگاہ
رہا تھا حاملِ انجیل جب وہ نظارہ بیں ہوا اس ویشیا کا
کہ بر موجہ تھی ہم پہلوئے شاہاں طوائفانہ گند آلودگی سے۔
فراز اپنی ولادت پر کیے تھے سر اس نے سات اور دس سینگ
— ٹھہرے
سند یہ امر اس کی تمکنت کی رہا تھا پاک دامانی پہ اسکی بہت
خورسند جب تک زوج اسکا۔
خدا تم نے بنایا سیم و زر کو بس اتنے مختلف بت یاب سے ہو
وہ اک تم ایک سو کو پوجتے ہو — ہوا صد حیف قسطنطین باعث
خرابی کا
قبول دیں نہ تیرا پہ جو نذرانہ وافر لیا تھا تو نگر اسقفِ اوّل نے
تجھ سے"۔
اسی دوران میں گویا تھا جب یوں نہیں معلوم وہ تاؤ چڑھا تھا
کہ اندرونی خلش کی کلبلاہٹ لگا کر جست گھوما وحشیانہ

یہودا

سسلی کا بادشاہ چارلس اول جس سے پوپ نکولس سوئم کا اختلاف آیا۔

'ڈنکا بج رہا تھا'

عام طور سے مشہور روایت کہ اس بادشاہ نے سلوسٹر کو بے حد نوازا

ہر اک ایڑی پر اپنی۔ اب مجھے ہے یقیں استاد خاصا مطمئن تھا
کہ لب بستہ برابر سن رہا تھا، حقیقی لفظ جو میں نے کہے تھے۔
جکڑ کر اس نے دونوں بازوؤں میں اٹھایا اپنے سینہ تک مجھے — اور
پلٹ کر راہ لی ڈھالو پہ اوپر۔ نہ تھا ہلکان اپنے بارے وہ
کیا نزدیک، بھینچا اور مجھ کو۔ ہم آخر ڈھوک کی چوٹی پہ پہنچے
چہارم سے گزر کر پنجمیں بند — گوارا بار تب اڑ بڑ نشیبی
پہاڑی پر دھرا ہلکے سے اس نے —
وہ اک دشوار بیہڑ تھی رسائی رساں بکری کی بھی اس پر نہ تھی سہل۔
وہاں سے ایک اور وادی کا منظر مری آنکھوں کے
آگے کھل رہا تھا۔

☆☆☆

کینٹو (۲۰)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — طاق/ اطاق چہارم

قصہ یہ ان لوگوں کی تعذیب و ابتلا کا ہے جو زندگی میں بزعم خود آئندہ واقعات کی نشاندہی کرتے تھے، منہ ان کے پھیر دیئے گئے تھے اور اعضائے مقلوب کے ساتھ پچھل پیر چل رہے تھے۔ سامنے دیکھنے کی توفیق جاتی رہی تھی۔ ان لوگوں میں ورجل امفیارس، ٹیرے سی اس، آرونز، منٹو وغیرہ کے متعلق معلومات بہم پہنچاتا ہے جو جوتش، رمل، جفر کے مطابق غیب کا حال بتانے کا دھندا کرتے تھے۔ منٹو کے حوالے سے وہ اپنی جنم بھومی منٹوا کی اصل سے بھی بحث کرتا ہے۔

....

اور اب فکرِ سخن ہے محوِ پرواز بسوئے جانگزائی

ہائے تازہ—

یہ اس ترجیع بندِ بیستم کا روا موضوع پہلی مثنوی میں،
بھیانک متن جس میں تذکرہ خواں حزن غرقاب پچھاروا ح کا ہے۔
نظر پر جو عیاں تھا وہ بغار ابغوراب جھانک کر دیکھا، تو نمناک
سرشکِ کرب کی خونبارگی سے وہاں تھا وادیٔ خالی میں اک خیل
سفر میں، محوِ گریہ خامشی سے، قدم رفتار جس کی مقتضی ہو۔
دعائے مغفرت کا عبرتی وِرد زبانوں پر تھا جاری — برسرِ خاک۔
پڑی جب راست اُن پر آنکھ میری عجوبہ یہ نظر آیا کہ واژوں
ہر اک گدی کی ہڈی پر سے ایسا عنانوں سے تھا روگردان، اور پھر
نہیں تھا چونکہ یارا دیکھ سکتا کوئی بھی سامنے اپنے، تھے مجبور
پچھلپائی کی چال آگے چلیں وہ، کوئی لقوہ کا مارا جیسے شاید
الٹ منہ ہو کے بالکل رہ گیا ہو، کبھی گو یہ نہیں دیکھا ہے میں نے
نہ ایسی بات پر میرا یقیں ہے۔
اب اتنا سوچ اپنے آپ قاری! خدا ایسا صلہ دے خواندگی کا
مرے رخسار کب تک خشک رہتے، نظر آیا تھا عین اپنے قریں جو
یہ حلیہ مسخ صورت کا ہماری
چکیدہ آبجوئے اشک رخ سے، رواں اعضائے پشتی پر۔ لگا کر
میں ٹیک اک ٹیکری سے رو پڑا تو مرا استاد تہدیداً پکارا:
''یہ کیا احمق ہوا تو دوسروں سا یہاں سب سے زیادہ جذبۂ رحم
محرک ہو، یہ بے حس لاکھ بھی ہو، کہوں میں یہ تو مر کے جی اٹھے یاں،
مگر اس کی خطا سے بھی فزوں کچھ جو اپنے عالمِ جذبات میں ہو
خلافِ عدلِ ربانی عمل کوش!

اٹھا کر سر کو اپنے، دیکھ اٹھ کر وہ شخص اس کی نظر کے سامنے شق
ہوئی جب تھیبز میں دھرتی "تو سارے پکار اٹھے: کدھر بگٹٹ چلا ہے؟
گریزاں جنگ سے کیوں امفیارس؟ نہیں برباد کن مردار یہ کم،
بس اس مینا س کی مانند نیچے نہ کوئی بچ سکے جس کی پکڑ سے۔
وہ کیا شانوں کو ہے سینہ کئے، لو! کبھی تھا جو تمنائی نظارا
کرے تا دور اپنے سامنے، اب پچھل پیرا رواں ہے پس نگر وہ
ذرا اس ٹیرے سی اس پر نظر ڈال، بدل لی جنس، ناری نر سے بن کر
ہوا مقلوب اک اک عضو اس کا، ہوئی توفیق اسے بار دگر پھر
عصا سے مار پیچیدہ وہ دونوں کرے مضروب ازیں پیش اس کے طرّے
ممیز جن سے ہے صنفِ زبردست، برآمد ہوں دوبارا سر اٹھائے۔
اِرونز آتا ہے رو گرداں شکم سے۔ جبل لونی پہ
ابیض مرمروں میں
کرارا کا عقب کندہ جہاں ہے، کہ نیچے کل ترائی کا سماں ہو،
بسیرا تھا وہاں اک بھٹ میں اس کا، جہاں سے وہ کیا کرتا تماشہ
بسیط و بیکراں تا دور پھیلے نجوم و بحر پہناور کا منظر۔
وہ اگلی روح جو سینے پر اپنے ہے بکھرائے ہوئے زلف پریشاں،
تجھے دیتی نہیں جو یوں دکھائی (کہ روئیدہ ہے دیگر سو ہر اک مُو)
تھی منٹو، کھوج کر کتنے علاقے، بنایا تھا ٹھکانہ اس نے آخر
مری پیاری جنم بھومی میں اپنا — جہاں سے خوش سخن میرا یہ قدرے
سماعت کو تری اٹکا رہا ہے۔
جب اس کے باپ نے جیون تیاگا، وہ شہرِ انتخاب اِک، رہنِ باخوس
غلامی میں ہوا محوِ کشاکش، بڑے عرصہ تلک پھرتی رہی وہ

یہ سات (بادشاہوں) میں شامل تھا جنہوں نے تھیبز کا گھیرا ڈالا

تھیبی غیب داں، ا۔تھنہ نے اس پاداش میں بینائی سے محروم کر دیا کہ اسے نہاتے دیکھ لیا تھا۔

LUN

کندہ، مصدر کندن

CARRARA

تھیبی ٹرے سی اسکی بیٹی

وہ شہر عیاش (دیوتا) باخوس سے معنون تھا

اک آوارہ جہاں میں ماری ماری۔ بلند اٹلی کے ملکِ خوش فضا میں
ہے جھیل اک الپ کے دامن میں واقع، تہور سے جو بند المانیہ کو
BENACUS
کیے ہے بر سرِ ٹیرول — اس کا بناکس نام، سوتے پھوٹتے ہیں
بھری چھاتی سے جس کی اک ہزار اور مراتو ہے خیال اس سے بھی کچھ بیش
میانِ کا مونا ئیکہ وگردہ، سب اپنی نائن ہے سیراب جن سے۔
PRATO DI FAME
مقام — اس جھیل کے ادھ بیچ رستے — ہے اک ایسا، ٹرنٹو
کے دھڑے کا
عصائے راعیانہ جس کنے ہے، وہ ان کے ساتھ، یہ جن کو عطا ہے
بریسکہ و وردنہ کے لیے، دے دعا برکت کی ہر اس شخص کو جو
ادھر، اس (اسقفی سنگھم) سے گزرے۔ وہیں نا کے پہ عالیشان مضبوط
حصارِ پاسچیرہ ہے ستادہ، بڑے ہی دبدبے سے سامنا جو
بریسکہ اور برگیمہ کا لیے ہے۔
ہے دو طرفہ جہاں ڈھلوان ساحل، وہاں پر آ کے دھارا تیز رو، جو
بناکس کے نہ سینے میں سمائے، روانی سے اچھلتا اور لڑھکتا
خمیدہ اور پیچیدہ ندی سا، یہ جل تھل مرغزاروں کو بناتا،
نکل بہتا ہے اور آگے جہاں پر بناکس تو نہیں من سش ہے مشہور،
گورنو پر یہ جا گرتا ہے پو میں۔ نہیں بہتی ندی کچھ دور ابھی جب،
وسیع اسپاٹ خطہ پر یہ آئے جو گسترده، محیط اک پانک سا ہے
دلدل
بڑا خاصا وبائی گرمیوں میں۔
یعنی منتو
وہ دوشیزۂ صحرا، راہ پیما یہاں جب آئی تو جھابر میں محصور
علاقہ غیر آباد اس نے پایا، نہ آدم اور نہ آدم زاد کوئی۔
ہر انسانی غل و غوغا سے مامون، بسی یاں ساتھ اپنی داسیوں کے۔

یہیں سب زندگی اس نے گزاری دکھاتے اپنے کرتب اور کوتک۔
سدھاری بے اہالی چھوڑ کر جسم یہاں سے جب تو وہ سارے قبائل
حوالی میں جواب تک منتشر تھے اسی جا آ بسے ہو کر اکٹھے
کہ استحکام حاصل تھا اسے خوب' بہر سو تھا جو یہ دلدل سے محفوظ۔
انہوں نے اسکی مردہ استخواں پر اٹھایا شہر اک اپنے لیے — اور
رکھا منتوا نام اس یاد میں جو یہاں پہلے پہل آ کر بسی تھی۔ نہ حاجت
فال کی اب نام کو تھی۔

MANTUA

بکثرت تھی یہاں مخلوق آباد' کسالودی کی لیکن سادہ لوحی
کیا خبل سے پنا مونٹے نے برباد۔ روایت اصل سے منسوب اگر تو
سُنے کچھ اور میرے اس وطن کی' کیے دیتا ہوں پیش آگاہ تجھ کو
نہیں بچلائے باطل راستی سے"۔
کہا میں نے "ترے الفاظ استاد مجھے تو حرفِ آخر اس قدر ہیں
کہ ان کے ماسوا چنگاریاں ہی لگیں بے جان سب' کر مطلع تو
روانہ ہیں جو تیرے پاس ہو کر گر ان میں قابل ذکر اور بھی ہوں'
کہ میرا ذہن ہے صرف اس پہ مبذول۔" جواب اس نے دیا
جھٹ —: "یہ ہیولی
پڑی ہے گال سے مونڈھوں پہ جس کے ڈھلک کر کھچڑی
داڑھی — جب کبھی یوں
ہوا تھا گر شیہ مردوں سے خالی' پنگھوڑوں کی رسد تک رُک گئی تھی'
تو اولس میں یہ حضرت غیب داں تھا' بہم کلچس سے مل کر فال جس نے
نکالی منقطع رشتہ کریں کب۔ اسے یوری پلس کہتے تھے وہ لوگ
مرے نوحہ میں ہے موزوں یوں ہی تجھے بحرِ رجز کا درک جس کی'

۱۳ویں صدی کا مشہور

عبور اس پر ترا بلکہ ہے کامل۔ بدن کا وہ اکہرا، جس کا موٹھا
ہے یونہی، مائیکل اسکاٹ ہے جو کیا کرتا تھا ٹونے ٹوٹکے سب۔
فسوں کی شعبدہ بازی سراسر — وہ ہے کیڈوبنٹی دیکھ اسکو،
اسد بنی دگر جو خوشدلی سے مگراب گانٹھتا سوت اور نری کو،
پشیمانی مگر افسوس اسکی، گیا ہے وقت اب پچھتائے کیا ہوت۔
وہ شورہ پشت ہیں آگے جنہوں نے تجی تھی سوئی تکلا اور ڈھڑ کی،
نجومی علم کالا پھونکتے تھے جڑی بوٹی سے پتلے پتلیوں سے —
مگر اب تیز تر، یہ وہ گھڑی ہے لیے قابیل کانٹے دار تر شول
ٹھٹک کر ساتھ ہر نصف الکرہ کے، بروج اشبیلیہ کے عین نیچے
سمندر کو لگا چھونے — وہ کل رات پورن ماشی کا تجھ کو یاد ہوگا
کمر بستہ تری امداد پر چاند گھنے گنجان بن کی تیرگی میں"۔
یہ کہہ کر بڑھ گئے اس پار دونوں —

ماہر نجوم
کیمیا و نیرنجات
نوری کا جوتشی
پر ما کا موچی
"اشتل"

ہم چاند کی بڑھیا کہتے ہیں

☆☆☆

کینٹو (۲۱)

زیریں طاس۔ آٹھواں طبق — طاق/ اطاق پنجم

تلخیص: وہی زیریں طاس اور آٹھواں طبق جو میلی بلج سے موسوم ہے۔ دونوں اس پل سے نیچے جھانکتے ہیں جو طاقِ پنجم پر سے گزرتا ہے اور جس میں زندانی ہیں۔ ذاتی مفادات کے عوض اقدارِ اعلیٰ کے مبادلہ گر، قومی خائن اور خرد بردی۔ انہیں کھولتے کولتار میں غوطے دیئے جا رہے ہیں۔ راکھشس ان پر پہرہ دار ہیں۔ دانتے کو ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپا کر ورجل ان کے پاس پہنچتا ہے اور ان سے راہداری اور بدرقہ حاصل کر کے، پھر دونوں آگے چل پڑتے ہیں۔

....

یونہی ہم پل بہ پل گپ ہانکتے' جو رَس کی درخور ایسی بھی
نہیں خاص
مرے دلچسپ ناٹک کے تئیں ہے' گزر کر آئے چوٹی پر'
جہاں سے کھڑے ہو کر
نیا دیکھا بغارا — وہی منڈل یہ میلی بلج کا تھا' وہی لاحاصل
ایذا و اذیت۔
بڑی گھمبیر گھپ پر چھائیاں تھیں۔
ہوں جیسے وینسی گلخن میں جوشیدِ زمستانی رُتوں میں قیر چسپید
کہ ناکارہ جہازوں پر کریں لیپ' کرے پابند جب موسم کی شدت
نڈر قلزم نوردوں کو — تو کوئی نئے سر سے جہاز اپنا بنائے'
کرے تختے خمیدہ راست کوئی' بہت بحری سفر نے جو کیے یوں'
کوئی گلبھی پہ برسائے ہتھوڑے' کوئی دنبالہ اور عرشہ سنوارے'
تراشے کوئی پتوار اور کوئی بٹے بل رسیوں میں دے' مرمّت
کرے مستول کی' اور کوئی تُرپے سمندر میں دریدہ بادباں کو۔
اسی صورت تپش سے آگ کی تو نہیں' پر قہرِ ربانی سے گاڑھا
کثیفی چپچپا قطران پایاں کنارے پر بھرا تھا آہک آسا۔
یہ دیکھا تو سہی لیکن مجھے کچھ سجھائی صاف دیتا ہی نہیں تھا۔
ابال ایسے بلوئے بلبلے داں' ابھرتا' پھدپھداتا' پھولتا اک
کلاں تر' اور پچک کر بیٹھ جاتا۔ مری نیچے لگی تھی ٹکٹکی — تو
پکارا راہبر میرا — "ارے دیکھ کھڑا تھا میں جہاں اس نے گھسیٹا
مجھے اپنے تئیں' اک دم مڑا میں بڑا بے چین' جیسے دیکھنے وہ

نہیں جس کا ہو بہتر دیکھنا ہی۔ اچانک ڈر کرے مردانگی سلب
کچھ ایسی رو کنے پائے نہ منظر فرار اس کا پس پشت اپنے مجھ کو
سیہ دیو اک نظر آیا دو دیدہ پہاڑی پر چڑھا جو آرہا تھا۔
ہویدا او وہ بشرے پر اس کے خشونت خوفناک ایسا درشتی
نظر حرکت سے وہ آتا تھا اپنی۔ توازن سے کشادہ پر تھے اور پانو
سبک تر تیز طراروں کے حامل تنک اُبھرنے ہوئے نخوت
سے مونڈھے

وہ نگران ایک عصیاں کار کا تھا اسے ایک ایک کو لپے سے دبوچے
مروڑے ڈالتا تھا پیر کی نس۔ وہ چلایا: ''ہمارے پل کے بھتنو!
نکیلے چنگل و ناخون والو! وڈیروں سے یہ سنتازیت کا لو
اسے تم ڈبکیاں دو خوب نیچے پلٹتا ہوں دگر کے واسطے میں
وہ ملک اس نوع کا طومار ہے واں ہمیں مردم ہماں جانے دے لیکن
وہ بھتورو مبادل گر — ''نہیں'' کو برائے منفعت کر دے جھپاک
ایں''۔

اسے پٹخا نکیلی ٹیکری سے مڑا وہ تیز پیچھے چور کے یوں
کھلا کتا پہاڑی بھی نہ لپکے۔ ہوا وہ دوسرا غرقاب اور جھٹ
اُبھر کر سطح پر پیچاک آیا وہ دیوان سیہ مستور پل پر
یہ بنکارے: ''شفاعت کو یہاں پر نہیں ہے روئے انور اس جگہ تو
سر چیو رو سے بیرا کی دگر ہے۔ جو یہ چاہے پر نچے ہم نہ تیرے
اڑائیں خیریت اس میں ہے تیری کھر نجے پر نہ چڑھنا بھول
کر بھی''۔

جکڑ ڈالا یہ کہہ کر سخت انہوں نے اسے سو سے زیادہ اونکڑوں میں۔

لکہ کے حاکم سنتازیت کی یہاں خاص تکرمت تھی۔
طنزاً استثنا ہے

لکہ میں حضرت عیسیٰ کا مجسمہ لکہ کا دریا

یہ چلائے: ''تری بازیگری یاں رہے او جھل' اگر ممکن نہیں یہ تو پھر کر
چھپ چھپا کر ہیرا پھیری''۔
کہ چابکدستی اپنی خانساماں دگر طباخیوں کی ہمرہی میں دکھائے'
جب کرے
ڈوئی سے تہ میں پتیلے کی دبا کر بوٹیوں کو نہ اوپر آن تیریں شوربہ پر۔

لکڑی کا کف گیر

مجھے رہبر مرا گویا: ''مبادا تجھے وہ تاڑلیں' تو یاں دبک لے
کڈھب ٹیلے کے اوٹل' اور چھپ جا' مرا جو بھی فضیتا اور اہانت
کریں وہ' تو طبیعت پر نہ لانا' مجھے سب داؤ پیچ آتے ہیں ان کے'
رہا ہوں ان سے دھینگا مشتیوں میں''۔ پرے پل کے سرے پر وہ گزر کر
چھٹے پشتے پہ جا پہنچا تو اس کی نہ پیشانی کا بانکا پن رہا وہ۔
ہراس اس پر اثر انداز سا تھا۔ جھپٹتے ہیں لپک کر جب غضب میں
گدا کی پیٹھ پر کتے' کھڑا وہ جہاں پر مانگتا ہو بھیک — ایسے
بھڑک کر وہ پس محراب سے اب بڑھے سب تان کر ہتھیار اس پر۔
بلند آواز سے وہ: ''کوئی تم سے نہ ڈالے ہاتھ مجھ پر' اس سے پہلے
شکنجہ دسترس ہو' کوئی آگے بڑھے' میری سنے' پھر فیصلہ ہو
مرے پرزے ضرور اڑنا اگر ہیں۔ وہ چیخے زور سے ''جا میلی کوڑا''
تب اک آگے بڑھا اور دوسرے سب رہے اپنی جگہ پر غیر جنباں۔
وہ پاس آیا تو جھلا کر پکارا: ''یہ ہیرا پھیری اس سے کیا ملے گا؟''
مرا استاد یوں اس کو جوابا: ''ترا ہے کیا خیال او میلی کوڑا
یہاں تک میں جو آ پہنچا سلامت' تمہارے فتنہ سے محفوظ' غیبی
نہیں تائید اس میں یا نہیں یہ مقدر نے مجھے مقدور بخشا؟
ہمیں یاں سے گزرنا ہے بہر طور کہ یہ تو ہے رضائے آسمانی

نکل جاؤں لیے میں رہبری میں بھیانک بادیہ سے دوسرے کو"۔
اکڑا اس کی ملی مٹی میں جیسے، کلپ کنڈ اگر اپیروں میں چھٹ کر
کہا بنکار کر اس نے یہ سب: "ہمیں یارا نہیں یارو کہ اُلجھیں"۔
ادھر آقا مرا مجھ سے: "ارے تو کہ ہے ٹیلوں میں پل پر، سر کو
نیہوڑائے
نشستہ، میرے پاس آ جا نڈر اب"۔ میں اٹھ کر چل دیا اس کی
طرف تیز،
اسی دوران بڑھ آئے تھے وہ دیو، ہوئی تھی سخت دہشت مجھ پہ طاری
مبادا توڑ دیں پیمان اپنا — پیادہ فوج کو دیکھا تھا میں نے
ہراساں کیپرونا سے نکلتے کبھی نرغہ سے اعدا کے، یہی ڈر
نہ وہ اپنا حلف ڈالیں پس پشت حصار ان کا زیادہ تنگ کر کے،
لگا میں پہلوئے قائد سے، بے حس تکوں ان خشمگیں
چہروں کو ٹک ٹک،
اور آگے اونگڑے جوڑ ولتے تھے۔ تب ایسے ایک بولا دوسرے سے:
"مزہ اس میں اگر کچھ آئے تجھ کو جماؤں دھول اس کی ٹانٹ پر ایک
وہ بولا: "تاک کر لیکن نشانہ"۔ مگر گفت و شنید آقا سے جس کی
ابھی جاری تھی اس عفریت کو جھٹ: "ٹھہر اسکار میلی گوں، ذرا رک"۔
ہمیں ہو کر مخاطب بعد ازاں: "تم پہاڑی پر قدم آگے دھرو، گر
سہارے گی نہ یہ جنبان جیسی چھٹی محراب کے دامان تک ہے۔
نکلنا ہی تمہیں مقصود ہے تو یہاں سے کھوہ کے اوپر کو ہو لو،
ذرا سا دور چل کر اک چٹان اور مہیا رہگذر کر دے گی محفوظ۔
کل اب سے پانچ ہی گھنٹے زیادہ، کہ بارہ سینکڑے اور تین کوڑی

۱۲۹۰ میں اس شہر نے لکہ اور فلورنس کی متحدہ فوج کے آگے ہتھیار ڈالے۔

۱۲۶۶ء شاعر کی عمر اس وقت ۳۴ سال = ۱۳۰۰

برس چھ' شیشہ' ساعت ہوا پرُ' دراڑ اس راستہ میں پڑ گئی تھی۔
طلایہ گرد میں کردوں گا ہمراہ کریں گے وہ نگہداشت اور کوئی
نہ ستاتا ہوا ہو بادیہ میں۔ چلو تم ساتھ ہو لو اور دیکھو
گزندان کو کوئی آنے نہ پائے"۔ یہ کہتے کہتے چلایا: "نکل آؤ
الی کینو' کلک برنا' کنازو۔ سنبھالے دس کا دستہ بربرشیہ'
لبی کوکو' دراغی نہرہ جلدی' گرنکن تند' سیر یٹو کھکیلا:
جنوبی روبی کن اور فرفریلو۔ حباب انگیز لگ کی تانچ رکھنا'
حفاظت سے انہیں جانا ہے لیکر جہاں سے دوسرا ٹیلہ گزر کر
کچھاروں سے چلا جاتا ہے بے روک"۔ کہا تب میں نے:
"اے استاد! منظر
عجب ہے یہ' بغیر بدرقہ آہ! اگر جاتے سفر پر ہم اکیلے!
نہیں چاہوں انہیں' تو راز دلں ہے۔ سمجھ ہی گر نہ جُل دے
جائے تیری'
چڑھے تیور نظر آتے نہیں کیا' وہ ہم پر کس طرح غرّا رہے ہیں
مظاہرین کے ایذاؤں کا کیسی؟" جوابا وہ: "تجھے اتنا بتاؤں
حذر مت کر' رضا جیسی بھی ان کی' بڑے غرّائیں' غرّاہٹ یہ مظہر
ہے ان ارواح سے تاؤ کی جو غرق عقوبت میں یہاں ماتم کناں ہیں"۔
بڑے پشتہ پہ وہ بائیں طرف کو' مگر دانتوں میں پہلے بھینچ کر خوب
زباں اپنی — نظر تھی سرغنہ پر کہ دے ان کو اشارا' طنطنے سے
دیا اس نے جو باواے دہن کے۔

☆☆☆

کا واقعہ جب یہ پہاڑی زلزلہ سے ہلی تھی۔

(پنجابی) تارکول

کینٹو — (۲۲)

زیرین طاس — آٹھواں طبق — طاق/اطاق ایضاً

تلخیص: ورجل اور دانتے دیووں کی ہمرہی میں روانہ اسی ہیئت کذائی کے گناہگاروں کو اسی طاق میں ملاحظہ کرتے ہیں ان میں سے ایک کمپالو بحیلہ ان کے نرغہ سے نکل کر بھاگتا ہے۔

....

ہوا تھا اتفاق اب تک مجھے تو کہ دیکھا گھڑسواروں کو بدلتے
پڑاؤ، عسکری صف بندیوں میں، جگرداری سے دھاوا بولتے یا
بہ موجودات استادہ بترتیب۔ کبھی پسپائی کے ہنگام تادور
پراگندہ انہیں، بہر فرار — اور اریزو او بخشتے میدان تیرے۔
لیے ہتھیار ہلکے پھلکے تومان کہ تاراجی نوارے — میں نے دیکھے!
تماشے، کھیل، دنگل، نیزہ بازی، جھپٹتے، دوڑتے، ڈٹتے، لپکتے
ابھی قرناؤں کی آواز پر اور بھی ناقوس و طنبورہ کی دھن پر،
اشارہ کو شکی رفعت سے کوئی کہ گوناگوں نوادر سے — جو ایجاد
ہماری یاد ساور کی مروّج — مگر حاشا نہیں شیرازہ پہلے
کبھی اس طور کا دیکھا تھا میں نے — جلوسانہ رواں، راکب
نہ رجل اور
نہ بجرہ — خشکی و کوکب سے پا کر اشارہ جو معین سیدھ میں ہو —
ہم اپنی رہ پہ دس دیووں کے ہمراہ چلے جاتے تھے۔
اُف دہشت فزا ساتھ،
کلیسا میں مگر یہ راہبوں کا، سرائے میں رسوئی گھر کے اندر
اسی انداز کا پھٹ پیٹوؤں کا۔

گنتی کے لیے

(بیڑے)

باورچی خانہ

کھرے نجے پر نظر دوڑائی میں نے بغور اندر بغارے میں کہ دیکھوں
جھلس، بھن، پھک رہے تھے لوگ جو واں۔ کھویوں کے لیے
ایمائی اونچی

اُبھاریں ڈلفنیں خمدار پیٹھیں کہ ہو جائیں خبردار اور اپنی
گرفتارِ بلائے سیل کشتی بچانے کو کوئی ترکیب کرلیں۔
اذیت سے افاقہ کے لیے یوں کمر کرتا تھا وقفہ وار پاپی
نمایاں، پھر نظر کی کوندے سے جو بڑی پھرتی سے کرلیتا تھا اوجھل۔
یہ کہیے، عین مین ان مینڈکوں سے کھڑے پانی بھرے جوہڑ کے منہ پر
نکالے گلپھڑے صاف اپنے باہر چھپائے پیر، باقی اور دھڑ سب۔
ستادہ تھے وہاں ایسے خطا کار — مگر پہنچا قریں جب بر برشیہ
چھپاک اوجھل ہوئے موجہ کے نیچے — مرے دل کو مگر
خلجان تھا، کیوں
وہاں ہے ایک کا چندے توقف — وہی رک جائے جیسے
ایک مینڈک
غڑاپ اگلا لگا جائے جو ڈبکی۔ گرگنن نے، وہی نزدیک تر تھا
بھری اس کے چکٹ جھونٹوں کی مٹھی، گھسیٹا اور اسے باہر کیا چت،
مجھے تو اک سگ آبی لگا وہ — بخوبی میں انہیں پہچانتا تھا
ہر اک کے نام سے، یوں دھیان کے ساتھ انہیں دیکھا تھا
جب چھانٹے گئے تھے
رہی تھی یہ توجہ بھی مخاطب وہ کس کس نام سے کرتے رہتے باہم۔
یہ سب منحوس ٹولہ مل کے چیخا: ''ارے او روبی کن تو دیکھ اس کو
ادھیڑ اور ناخنوں سے کھینچ لے کھال''۔

مچھلی

یعنی ان OTTER دیوں

(گو)

یہ میں: ''استاد ہو منشا اگر تو بتا یہ کون سی ہے روح بد بخت
جسے اپنے عدو ایسے کھدیڑیں۔'' گیا میرا گورو پاس اور پوچھا'
جواب اس کو ملا: ''میں نے لیا تھا نوارہ کی ولایت میں جنم' جب
مری ماں نے مجھے شامل کیا تھا موالی میں وڈیرے کے — جنا تھا
مجھے جو ایک شہدے بدچلن سے' وہ جس نے زندگی اور سب اثاثہ
لٹایا' دونوں ہاتھوں سے لٹایا۔ تھبالٹ' بادشاہِ نیک دل کی
ہوا میں بعد ازاں خدمت پہ مامور۔ فتور اس جا مری نیت میں آیا
خیانت کا ہوا میں مرتکب — سو چکا تا ہوں حساب اس حامیہ میں۔
تو سیر یٹو نے جھٹ' جس کے دہن میں بنڈیلہ کی سی
نابیں دو طرف تھیں'
اسے اک پر رکھا اور چیر ڈالا — برے پنجوں میں چوہا پھنس گیا تھا۔
اسے پھر دونوں باہوں میں جکڑ کر پکارا ابر بر شیہ: ''تو الگ رہ'
پرو تا ہوں دو شاخہ پر اسے میں''۔ کیا منہ میرے رہبر کی طرف پھر'
''اگر ہے جی کرے معلوم کچھ تو تو کر دریافت اس سے
پیشتر' ہم
اڑا دیں اس کے پرزے۔'' اس پر اس سے مرا قائد: ''بھلے سے
یہ تو بتلا
شریکِ جرم تیرے ساتھیوں میں تہِ قیر اس طرح کا بھی ہے جس کا
تعلق ہولٹائی مملکت سے؟'' وہ بولا: ''میں ابھی آیا ہوں ہو کر
جدا اک سے' فروکش جو نہیں دور' وہاں محفوظ بھی تھا ساتھ اس کے'
کلپ کنڈا یہ چنگل' اس جگہ تو ہراساں کر نہ سکتے تھے ذرا بھی''۔
لبی کوکو یہ بنکارا: ''اٹھالی' بہت زحمت اٹھالی!'' ساتھ ہی تیز

NAVARRE اس خائن کا نام کمپالو تھا نوارہ کا بادشاہ تھیالٹ اول متوفی ۱۲۳۳ء

لاطینی

دوشاخہ اس نے لہرا کر ہوا میں گڑ دیا اس کے بازو میں' نسوں کا
بنا کر ساتھ قیمہ لے گیا جو۔ دراغی نہرہ رانوں کے تلے اب
' دبوچا چاہتا تھا' برہمی سے جب ان کا سرغنہ گھوما بہر سو'
جبین تند سے رکھا انہیں باز۔ بہم جھگڑا ہوا انکا فرو جب
رجوع استاد اس سے بے توقف' ابھی تک جو تکے جاتا تھا گھاؤ'
''وہ کس کی روح تھی بد قسمتی سے جدا تو جس سے ہو کر' یہ کہا جو
چلا آیا تھا اس ساحل کی جانب؟'' جواب اس کا:'' وہ راہب گومتا تھا۔
گلورا کا غلامِ جملہ افریب۔ چڑھے آقا کے دشمن ہاتھ اس کے'
نگران سے وہ برتاؤ کہ سارے لگے اب پڑھنے بس کلمہ اسی کا
رقم ہتھیا کے دیدی تھی رہائی' کہ تھا اس کی یہی سننے میں آئی۔
اسے بار امانت جو بھی سونپا وہ سودا باز کچھ بدتر ہی نکلا —
اسی کے ساتھ زندانی ہے سردار لگوڈارو کا میکل زانچے بھی
ہمیشہ سارڈینہ ہی کا موضوع نہیں تھکتی زبان اس تذکرے سے۔
بروں' ہیہات' دیکھ اس دوسرے کو کہ بتیسی نکالے بے طرح ہے'
بتاتا اور بھی لیکن ہوں لرزاں مبادہ یہ کریں میرا اکچومر''۔
مڑا سردار سوئے فرفریلو بہ اندازِ زدن جو چھوڑتا تھا
نظر کی ماہتابی' اس کو جھڑکا: ''پچھے چل' دھت ترے کی مارکھنڈ کھگ!''
''اگر چہ ہو کہ دیکھو یا سنو تم —'' وہ پھر گویا لرز کر خوف سے یوں:
''کہ روجیں ٹسکنی لمبارڈی کی جتن سے میں کروں اس جا پدیدار
گر اس دوران یہ چنگال جنگلی کریں اپنی غضبنا کی گوارا
کہ ترسیدہ نہ ان کے غیض سے ہوں' یہیں اپنی جگہ پر رہ کے موجود
اکیلا محض میں' حاضر کروں سات' سنائی دے گی جب سیٹی مری تیز —

سارڈینہ کے چار اضلاع میں گلورا' نینو وسکانی نے اسکی تحویل میں دیا تھا

لگوڈارو' ایک اور ضلع میکل زانچے کی تحویل میں

وطیرہ بسکہ یہ اپنا ہے اوپر بلانے کا بہم اک دوسرے کو"۔
کناز و نے نکوسے دانت طنزاً جھنجوڑا سر، ہوا جل کر سخن گو:
"ذرا اس فتنہ گر کی چال دیکھو وہ یوں زیریں ڈبکی مار جائے"۔
یہ سن کر وہ، نہیں صرفہ کرے جواسے ہوں دستیاب ایذائیں نادر:
"بجا فتنہ اشد! منشا یہی ہے مجھے اندوہ ہو جتنا مہیا"۔
الی کینونہ اس پر رہ سکا چپ، وہ بول اٹھا، اسے روکا کیے سب:
"فتادہ تحت ہو گر تو، پیادہ تعاقب میں نہیں تیرا کروں گا،
مگر بالا کھر نجے سے، پُر افشار، کنارہ اڑتلہ موقع کی یہ جا
تجھے چل چھوڑ دیتے ہیں کہ دیکھیں اکیلا تو ہمیں دے جائے غچا"۔

بچاؤ کی جگہ

سن اب قاری مزے کا اک تماشہ!
نگاہیں گاڑ دی ساحل پہ سب نے، وہ چوکنا بہت، ترغیب میں کی
پہل جس نے — ادھر داؤ لگایا، ملاروحِ نوارہ کو جو موقع
ٹکائے پیر جھٹ خشکی پر اس نے اور اک طرارہ بھر کے

صاف وہ جا—
رہے سب دیکھتے کے دیکھتے ہی۔ غضب کی پھر تو بھناہٹ سبھوں کو،
اشد اسکو تھی کوتاہی یہ جس کی۔ وہی بنکارتا یہ پیچھے لپکا:
"تجھے بس جان میں نے آلیا ہے"۔
مگر بے سود، پیچھے کی دوش سے کہیں بازی وہ دہشت لے گئی تھی۔
رواں یو یا تھا — نیچے دوسرا وہ، یہ سینہ تانے پرافشار بالا،
وہی جیسے اگر شکرے کو دیکھے قریب اپنے تو مرغابی غڑاپ — اور
وہ بے نیل و مرام الٹے غضب میں — یہ صورت مضحکہ خیز اس
قدر تھی—

کلک برنا ہوا آپے سے باہر عقب میں اس کے طیرانی، بگولا
سلگتا دھن میں مرنے مارنے کی۔ مبادل گر تو بچ نکلا تھا — اب یہ
ہوا چنگال زن ساتھی پر اپنے، تھے گتھم گتھا پھر پشتہ پہ دونوں
مگر وہ دوسرا شہباز نکلا اڑا دے جو عدو کی تکا بوٹی —
ابلتی جھیل کے اندر گرے وہ تپش اب بن گئی مابین ثالث۔
مگر اٹھنے کی کوشش رائیگاں تھی پر ان کے یوں چپک کر رہ گئے تھے۔
تاسف بر برشیہ اور دیگر رفیقوں کو ہوا اس سانحہ پر —
کئے اس نے روانہ چار سرپٹ دگر ساحل سے سب اچھے مسلح
اتر کر اپنی اپنی جا انہوں نے ہر اک جانب سے پھینکے تیز آنکس
اب ان بھوتوں کو اپنے دنبلوں کے نہانی سوزے سے جو
اینڈ تے تھے۔
اسی بپتا میں ان کو مبتلا یوں وہاں پر چھوڑ کر، ہم نے کیا کوچ۔

☆☆☆

کینٹو — (۲۳)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — طاق/ اطاق ششم

تلخیص: بھناہٹ کے مارے دیو — کمہار پر بس نہیں گدھے کے کان اینٹھنے کے مصداق — اب دانتے کے درپئے آزار ہوتے ہیں، جس کا وہ اپنے ذہن رسا سے پہلے ہی اندازہ کر لیتا ہے۔ ورجل اسے ان کی چیرہ دستی سے بچا لے جاتا ہے۔

JOYOUS FRIARS

پھر دونوں چھٹے طاق میں ریاکاروں کے عالم اجر و جزا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ عذاب انہیں یہ کہ کلاہوں اور قلپاقوں کے بوجھ تلے مسلسل طاق کے پیرامون مجبور سفر ہیں۔ یہ کن ٹوپ باہر ان پر کار

چوبی کا مطلا نفیس کام ہے' اندر سے تمام سیسہ کے بنے ہوئے ہیں۔
ایسے مغضوبین میں سینٹ میری کے دو بانکے آنندی مہنت قتلنو اور
لودرنگو ہمکلام ہوتے ہیں۔ سیافس نامی ایک مہاپاپی زمین پر مصلوب
یوں چت پڑا ہے کہ جو گزرے' اُسے روندتا جائے۔

....

عجب ہو کا سماں تھا' جس میں چپ چاپ چلے جاتے
تھے ہم ––– اک پیش رو تھا'
رواں تھا دوسرا نقش قدم پر' خرامیدہ سڑک پر جس طرح ہوں
قلندر چھوٹی موٹی حیثیت کے۔
ابھی کے راڑ نے میرے خیالات کیے مبذول' میں دہراؤں جی میں
پرانی بیدپائی کی کہانی ––– بیاں اس نے کیا ہے جس جگہ پر
جو مینڈک اور چوہے کا بنا حشر۔ سمجھ کے بول سب بولی میں کب ہیں'
سمجھاتے ہیں مگر جو اتفاقات' بہ باریک بینی سے مقابل کیا جائے
اگر آغاز و انجام۔
نکل آتی ہے جیسے بات سے بات' بڑھے' لیکن نہ زیب داستاں کو'
کچھ ایسا ہی خیال آیا مجھے بھی' مرے اندیشۂ سابق میں جس نے
اضافہ کر دیا دو چند ––– یعنی کچھ استدلال اب میں نے کیا یوں۔
ہماری وجہ سے ان کی ہوئی یہ ہزیمت' یہ شماتت' اور یہ گت'
لہو بے طرح جس سے کھول اٹھے' اگر ہو طیش ہم آمیز خواری
تو یہ جھپٹیں گے جھلاہٹ سے ہم پر کہیں اس سے بھی بڑھ کر وحشیانہ
درندہ خو سگ تازی' پکڑ لے لرزتا ہانپتا اک لم کنیا
جھاڑوں میں جو اپنے کچاچا کر۔

فساد

FABLES

کہانی یہ ہے: مینڈک نے ایک چوہے کو جوہڑ پار کرنے کے لیے پیٹھ پر اس نیت سے بٹھایا کہ منجدھار میں ڈبو دے گا۔ ایک چیل دونوں کو لے اُڑی۔

LEVERET

کھڑے تھے رونگٹے دہشت کے مارے 'لہٰذا سہم کر
میں نے جو پیچھے
نظر دوڑائی تو گویا ہوا یوں: "نہیں جھٹ پٹ مرے استاد تو نے
اور اپنے آپ میں نے اوٹ اگر لی' کہ ترسیدہ ہوں خونیں
چنگلوں سے'
مجھے تو یوں لگیں در پے ہمارے ہنکاتے ہوں' تصور کی یہ شدت
کہ ہو محسوس بھی ان کا دباؤ"۔ جواب اس نے دیا: "گر ساختہ تن
میں سر بی آبگینے کا بھی ہوتا' تو جھلکاتا نہ اتنی جلد اس میں
ترے باہر کا پرتو' جس قدر اب ترا یہ اندروں یاں منعکس ہے۔
یہ اس لحظہ خیالات آئے تیرے مرے آگے اسی روپ اور ڈھب سے
کہ ہر دو سے کیا ہے اخذ میں نے ارادہ ایک ہی۔ دایاں کنارا
نشیبی جو بہت ہے' گر وہاں سے ہم اتریں دوسری کھائی میں —— بچ کر
نکل جائیں تو ہوں محفوظ بے شک تعاقب کا جواب یہ وسوسہ ہے"۔
بیاں مافی ضمیر اس نے مکمل کیا ہی تھا کہ دیکھا دور میں نے
کشادہ پر انہیں نزدیک ہوتے کہ بس آلیں ہمیں —— رہبر نے اس پر
مجھے یک لخت تھاما —— ہو بہو جب کوئی ماں نیند کے عالم میں چونکے
اچانک ہڑبڑا کر شور و غل سے' بھڑکتا پائے شعلوں کو قریب اور
جھپٹ کر اپنے بچے کو اٹھائے' رہے اس سے نہ بڑھ کر ہوش اپنا
کہ ہے تن پر فقط اک زیر جامہ —— بروں نکلے کنارے پر سے نیچے
گرایا اس معلق ٹیکری سے چت اس نے آپ کو' گھیرا ہوا ہے
ادھر کی سمت جس نے طاق اگلا۔
روانی تیز پانی کی بھی اتنی نہ ہو ناوک سے پن چکی کا پہیہ

SPOKES

گھمانے کواراؤں میں اتر کر۔ گورو بھاگا نگر کے ساتھ جیسا

مجھے تب گود میں اپنی اٹھائے' نہ ہمدم بلکہ میں بالک تھا جیسے۔

ٹکے ہی تھے بمشکل پاؤں اس کے تلے واں طاس اسفل میں کہ اوپر

کڑ اڑے کے وہ ہم پر آن پہنچے — مگر اب خوف اسے مطلق

نہیں تھا۔

کہ اکبر کردگار — ان کو بنایا تھا حارس جس نے طاق پنجمیں پر'

وہاں سے پیش رفتاری کی قوت سب ان میں سلب فرمائے ہوئے تھا۔

رنگارنگ اک قبیلہ تھاہ میں واں نظر آیا ہمیں' بوجھل قدم سے

خرامیدہ تھا پیرامون — کیسا پھنک منہ' جاں تپیدہ' اور گریاں۔

تھے وہ قلپاق اوڑھے جن کے قلاب منڈھے تھے عین آنکھوں پر'

یہ بیونت

وہی پہنیں جو کولونی قلندر۔ کئے دیتا تھا خیرہ ان پہ باہر

تھا زردوزی کا ایسا کام' لیکن وہ اندر سے تھا سیسہ کا سراسر۔

گراں ایسے کہ بھوسہ ان کے آگے فریڈرک نے چڑھائے تھے

جو کنٹوپ — ہمیشہ کو یہ توبہ چیڑ بھاری۔

بہم اک ساتھ ان کے سنگ پھر ہم مڑے بائیں کو'

میرا دھیان ان کی

غم انگیز آہ وزاری پر لگا تھا۔ گرانباری کے باعث سخت ہلکان

تھے ایسے ست رو وہ نیم جاں لوگ کہ اپنے ہر قدم کی چال کے ساتھ

بدل جاتے ہمارے ہمسفر بھی۔ کیا تب میں نے رہبر کو مخاطب:

"نظر دوڑایئے گر روح کوئی ملے ہو کام جس کا باعث نام'

نظر تو چلتے چلتے اس طرح ڈال۔ عقب میں' ان کے اندر

TUBE

OF COLOGNE

فریڈرک دوم نے سازشیوں کے منہ پر سیسے کے ٹوپ چڑھا دیئے تھے۔

چیڑ: چیڑا' لباس بھائیوں کے چیڑے چمکیں بہنوں کی چیڑیاں (لوک گیت)

ایک لہجہ ہمارا تسکنی پا کر یہ چیخا:

''قدم کو روک تو اپنے کہ ایسا سبک رو ہے فضائے تیرہ گوں میں
مگر خواہش تری بر آئے مجھ سے۔'' پلٹ کر تب مجھے رہبر کا فرمان:
''تھم اور آگے انہی کی چال سے چل''۔ رکا تو میں نے دو

روحوں کو دیکھا

لیے نظروں میں شوقِ ذہن بیتاب کہ مجھ سے آملیں — لیکن وہ بوجھا　　　بوجھ

جوان پر بار تھا، اور تنگ رستہ رسائی میں مزاحم ہو رہے تھے۔

وہ لیکن آملے جونہی، انہوں نے کچھ چھلتی سی نظر دوڑائی مجھ پر،
نہیں کی بات منہ کو بلکہ موڑا، بہم کی مشورت اور بعد ازاں یوں:
''یہ حضرت صاف حلقومی عمل سے نظر آتا ہے جیتا جاگتا — اور
اگر بے جان بھی ہوں تو رعایت نہیں حاصل ہے آسودہ رواں ہوں
وہ اس بھاری چغے سے غیر ملبوس؟ مجھے تب اس طرح:

''ٹسکن یہاں جو

چلا ہے سیر کو اس جامعہ میں ریاکارانِ شیون شیوگاں کی،
نہیں کر احتراز اس آگہی سے کہ بتلائے ہمیں آخر ہے تو کون؟''

''کنارِ آبجوئے ارنوِ خوش'' جواباً میں ''اس اک شہر کلاں میں
پلا میں، اور بڑھا میں، میری کاٹھی ہوئی تیار ہر دم ساتھ جو ہے۔
مگر تم کون ہو، یہ غم زبردست دکھائی دے رہا ہے اس قدر کیوں
تمہارے عارضوں پر سے چکیدہ، شدید اس عالم اندوہگیں سے
یہ کیسی جانگزائی پھوٹتی ہے؟'' جواباً ایک ان میں سے: ''کلاہیں
ہماری ارغواں رنگ آب سے جو دمکتی ہیں، وہ سربی سوختہ ہیں۔
کرے وزن ان کا میزانوں کو بھی شق، مہنت آنندی بولگنا کے باشی

تھے ہم ــــ یہ لوور نگو میں قتلنو ــــ ترے بھی ملک کے بشمول؛ جب لوگ
چکانے کے لیے اپنا تنازع بناتے غیر جانب دار ثالث
تو پھر جو ہم نے کارستانیاں کیں مضافِ کارنگو مظہران کا''۔
سخن آغاز اب میں: ''او فقیرو! تمہاری یہ ضلالت''۔

منقطع یاں

CAIA PHAS

سخن میرا، کہ آنکھ اب جا پڑی تھی جو تھا اک شخص چومیخہ سردار،
زمین پر تین چوبوں سے گڑی یہ۔ مجھے وہ دیکھ کر اینٹھا، ہوا مسخ
پڑی تھیں سلوٹیں داڑھی میں کتنی وہ ٹھنڈی آہیں بھر رہا تھا،
قتلنو بھانپ کر یہ بات بولا: ''یہ روحِ پارا پارا یوں بصد غور
تماشہ بین تو جس کا ہے یہ وہی ذاتِ شریف، اس نے دیا تھا
وہ استفتائے فاریسی ــــ روا ہے جو لوگوں کے لیے اک فرد بھوگے۔
فتادہ ہے یہاں پر اڑ بڑ نگا، گزر ہوتا نہیں یاں سے کسی کا
نہیں محسوس جو اس کو کرائے گڑی ہر ایک پر کتنی پڑی ہے۔
دھس کی تنگناؤں میں پڑے ہیں اسی مانند اسرائیلیوں کے

ANHAS

غم واندوہ و بدبختی کا باعث۔ وہ باوا اس کی جورو کا، دگر بھی
شریک مشورہ تھے جو سبھا میں''۔
کیا محسوس میں نے حیرتی سا تکے جاتا تھا ورجل خاص کیسا
اسے، جو اس قدر ذلت سے بردار کھنچا تھا دائمی مردود بن کر۔
کہا اب اس نے اس درویش سے یوں: ''ہماری یہ گزارش
ہے، پتہ دے
تجھے اس کی اجازت ہے گر، آیا ہماری دائیں جانب کوئی درہ
سرابالا کا ہے، جس میں سے ہو کر یہاں سے ہم نکل سکتے ہوں دونوں،

نہ وہ کالے فرشتے آئیں آڑے ہمیں اس قعر سے کرنے کو بیروں
بڑی اکراہ سے جو راہبر تھے؟ جواب اس نے دیا: ”نزدیک اتنا
تجھے جس کا تصور بھی نہیں ہو نکل کر اس حصارِ اکبری سے
چٹان ایسی ہے جو افزوں تر ہے ہر اک دہشت فزا وادی سے — الأ
جہاں پر اس کا چھجا شق ہوا ہے' اسی مسمار کی جانب سے چڑھ لو
ادھر سے ہے یہ آڑی اور اسکی نشیبی بھی زیادہ تر چڑھائی“۔
رہا چندے کھڑا سر کو جھکائے مرا استاد' پھر ایسے سخن راں:
”غلط مت دی ہمیں اس نے پرے جو بُرے آنکس میں لٹکائے
ہوئے ہیں“۔

یعنی عفریت نے

تو وہ درویش اسے: ”شیطان کے سونے تھے عیب
بولگنا میں' میں نے
انہی میں ماسوائے دیگراں یہ — وہ اک جھوٹا ہے سب
جھوٹوں کا سرتاج
وہ جب یہ کہہ چکا تو میرا قائد بڑھا بھرتا ہوا آگے بڑے ڈگ'
تھی اسکی آنکھ میں پیچاں خشونت' لہٰذا چھوڑا ان روحوں کو میں بھی
گراں باری سے پستا' ہولیا اک سبک نقش قدم پر پیچھے پیچھے۔

☆☆☆

کینٹو — (۲۴)

زیرین طاس — آٹھواں طبق — طاق/ اطاق ہفتم

تلخیص: اپنے مہربان آقا کی نگرانی میں' بلا دقت دانتے چھٹے طاق سے نکل کر ساتویں میں داخل ہوتا ہے۔ ٹھگ اور لٹیرے یہاں مغضوب ہیں۔ انہیں موذی بس بھرے ناگ ڈستے ہیں۔ پستوئیہ میں ولی جیمز

کے کلیسائی نعم خانہ میں نقب زنی کے مجرم ونی فلکسی کی روح اسے
فلورنس اور وہاں کے شہریوں پر نازل ہونے والے سنگین مصائب
سے پیش آگاہ کرتی ہے۔

....

کمبھ یا برج آبی (جنوری کے آخری دن)

اوائل ابتدائے سال میں جب کیا کرتا ہے سورج اپنے گیسو
موافق، مرتبانِ دلو میں، اور گھٹیں راتیں مساوی دن کی جانب،
زمیں پر دھارتا ہے روپ کہرا سگی چمکیلی ماں جائی کا اپنی،
نہیں رہتا مگر کمزور غلبہ زیادہ برقرار اس کا — تو ہالی

ٹانڈا۔ کھیت میدان یعنی برف کا

کہیں دیہات میں اٹھتا ہے، اس کا ہوا جاڑے کا سب اندوختہ ختم —
وہ دوڑا تا ہے ٹانڈے پر نظر، اور اسے پاتا ہے کافوری سپیدہ،
تو رہ جاتا ہے رانیں پیٹتا وہ بیچارہ بے کلی سے، لوٹتا ہے
پھر اپنے جھونپڑے میں اور پھر کر،
جلی قسمت کو روتا کوستا ہے۔ شکستہ خاطر و واماندہ بندہ،
نکلتا ہے وہ جب دوبارا باہر تو اپنے سینے میں کرتا ہے محسوس
نئی امید اک انگڑائی لیتی، اچھلتا ہے دل اس کا بلیوں اب،
ہوا ہے دم کی دم میں ماجرا کیا۔ پلٹ ڈالی زمیں نے اپنی کایا

مرغزار، چراگاہ

تو آنکس لے کے، جو تھوڑے بہت ہیں وہ اپنے ڈھور رکھ
میں ہانکتا ہے۔
ہمیں صورت مرا رہبر کبیدہ، مجھے بھی، تھے ہویدا مجھ پہ اس کی
جبیں سے جب پریشانی کے آثار؛ ہمیں صورت تکدر دور سارا
شتابی سے ہوا، اترے جو نیچے شکستہ پل سے، منہ میری طرف کو
کیا اس نے نگاہِ لطف کے ساتھ وہی — پہلے پہل دیکھی تھی

آڑی سرازیری کے دامن میں جو میں نے۔
بغور اس نے کھنڈر کو دیکھ کر کچھ کیا اندازہ جی ہی جی میں پہلے
بڑھایا اس نے آگے اپنا بازو اٹھایا یوں مجھے اوپر کو جیسے
کوئی مصروفِ کاروبار ثمرہ کرے اپنی بھری محنت کا تخمین۔
کہ ہو حاصل کا درکِ پیش بینی۔ مجھے یوں اس نے چوٹی کی پھننگ پر
اٹھا کر دوسری پر تک لگائی۔ وہ بولا: "تھام اسے پہلے مگر جانچ
تجھے جو لے سہارا ایسی بھی ہے یہ۔ ہم سالار کی جب ہو قیادت
سفر کی پھر حقیقت ہی نہیں کچھ"۔ بدقت وہ — سبک گو — اور میں بھی
گگر سے تا گگر اوپر کھسکتے چڑھے تھے اور نہ ساحل کا سوا نہ
سوا ہوتا اگر پہلے سے اس کا نہیں کچھ علم مجھ کو میری ہمت
یقیناً ساتھ دے سکتی نہ میرا، مگر یہ میلی بلج ایسی نشیبی —
دھانے سے تھی دُھر پاتال تک سب، یہاں سے ہر پہاڑی لامحالہ
محل کے اعتبار اک سمت ڈھالو جو بالا رُخ، تو دیگر سمت زیریں۔
بالآخر ہم وہاں پہنچے جہاں سے اُبھر کر آخری پتھر جھکا تھا،
وہاں اب آئے تو اُف سانس میرا سماتا ہی نہیں تھا پھیپھڑوں میں،
یہ عالم، چل نہ سکتا تھا قدم بھر، وہیں پر رہ گیا بس ڈھیر ہو کر۔
گورو بولا: "دکھا مردانگی اب، کہ ابریشم کے طروں چھتر چھایا
تلے کی استراحت سے میسر نہیں ہوتی ہے شہرت — اور اس میں
گزاری بھی کسی نے زندگی گر تو اپنا نقش یوں چھوڑا جہاں میں
فضا میں دود، جیسے سیل پر کف۔ بس اٹھ تو اور قابو پا تھکن پر
مدد سے ذہن کی — ہر معرکہ جو کیا کرتا ہے سر، یوں ساختہ ہے
دباؤ سے نہ گر اپنے بدن کے فرو ماندہ کرے محسوس خود کو۔

ابھی چڑھنا ہے اونچی نردبان اور نہیں کافی کہ بچ نکلے ہیں ان سے۔
مجھے خاطر میں تو لائے اگر' ہے مری یہ پند' بہرہ ور ہو اس سے۔
اٹھا یکبارگی میں مضمحل کم بظاہر در حقیقت جس قدر تھا۔
کہا یہ اس سے: "بسم اللہ' اب میں قوی بھی ہوں' نڈر بھی"۔

اب سرِ کوہ

ہماری راہ پیمائی کٹھن تھی — کہیں اڑ بڑ یہ پہلے سے زیادہ
بہت ہی تنگ' ترچھی اور آڑی' چڑھے گر کوئی — میں گویا مسلسل
رہا یوں کوہ پیمائی کے دوران تھکا ماندہ بھی دکھلائی نہیں دوں:
سنائی دی مجھے گھاٹی سے آئی صدا اک تکلّم سے کہیں کم:
کھڑا تھا گرچہ اس محراب پہ میں اترتی تھی جو پار اس جا سے' پر کچھ
پڑا پلے نہ وہ الفاظ کیا تھے۔ مگر ان کا مخاطب تاؤ میں تھا۔
جھکا نیچے کہ دیکھوں' تیز تھی آنکھ مری ہر چند' پر تہ تک نہ پہنچی۔
کفن وہ گھپ اندھیرے کا پڑا تھا۔ کہا اس پر یہ میں نے: کر گورو تو
رُخ اگلے طاق کو اپنے قدم کا' اور اس دیوار سے' ہم جائیں نیچے
کہ واں سے جو سنا سمجھا نہیں کچھ' اسی طور اب جو اسفل میں بھی جھانکا
بجھائی دے نہیں خاک"۔ اس پہ وہ یوں: "نہیں دوں میں

جواب اِلاّ عمل سے'

مناسب التجا کا شاخسانہ مگر ہے' بہتریں خاموش تکمیل"۔
سرے سے پُل کے اترے' ہم جہاں یہ ہوا ہے آٹھویں

ٹیلے سے پیوست'

ہوا جو وا ابغار اسامنے اب — بھیانک اژدھوں کی ایک بانبی
مجھے آئی نظر کیسی لبالب۔ عجیب' ایسے مہیب' اس ڈھال کے ڈول

کہ یاد آئیں تو اب جم جائے میری وریدوں میں حیات انگیز دوران
نہ اپنے ریگزاروں پر زیادہ اب اترایا کرے لبیا' اگر ہے
وہ بھوی ناگپال ایسی بکثرت اور یہ ہیں 'چتر ہیں' گوکھرا ہیں'
دوموہے کوڑیالے ہیں — بلیات ڈراؤنی ان گنت اتنی' کہاں ہے
بساط اسکی مہیا کر سکے وہ' نہ ہی سارے حبش میں' اور نہ کچھ بچ
میں باافراط قلزم کا بحیرہ۔
لگائے بیم وحشت خیز کے پر' دفورِ خوف رنجوری سے روحیں
برہنہ یاس کے عالم میں پویہ' کوئی روزن ملے جس میں دبک لیں'
سلیمانی انگوٹھی یا انہیں جو بنا ڈالے الوپ اپنے عمل سے۔
بندھے تھے ہاتھ ناگوں سے پس پشت' دُم و سر جن نے
پیوستہ کیے تھے
وریدوں سے' لپیٹے کھا کے پہلے' ہماری سمت جو نزدیک تھا۔ لو
اک اجگر آر پار اس سے اچھل کر جہاں شانوں پہ گردن دوختہ ہے۔
پھر اس سے بھی کہیں سرعت سے خامہ بنائے واؤ' ہمزہ —
آگ پکڑی
بھسم ہو کر بنا وہ راکھ کا ڈھیر جو بکھری فرش پر' یوں منتشر وہ
رہا کچھ دیر چت' مٹی گندھی پر' اکٹھی ہوگئی جو آپ اور جھٹ
ہیولی ہو گیا تیار اس کا۔ حکیمانِ سلف سے ہے روایت
مکمل جب کرے ققنس عرب کا قریباً دور اپنا پانسو سال
فنا ہوتا ہے وہ فی الفور — لیکن جنم لیتا ہے دوبارہ' نہ بوٹی
نہ تنکا عمر بھر وہ منہ پہ رکھے' غذا اس کی شمیم افزا حمامہ
ہے یا لوبان کے آنسو' کفن ہے اگر تو بال چھڑ یا مُر کی مٹھی۔

چھوٹی الائچی گوند کی
رال' بول

وہ کیفیت' کوئی گر جائے لیکن نہ سمجھے کیا ہوا' اس کوز میں پر
کوئی آسیب کی طاقت گھسیٹے جکڑ کرنا پدیدہ بندھنوں میں۔
کرے تاب وتواں شل آدمی کی کہ جب سکرات سے کچھ ہوش آئے
پھٹی آنکھوں سے بولا یا سا دیکھے اذیت کیا بھیانک تھی' سہی جو
تکے بس حیرتی سا' بھر کے آہیں۔
اٹھا پاپی وہ ایسا بھونچکا' اف کڑی سنگین تعریزیں خدائی
غضب میں' انتقامی تند ضربیں رسید ایسی بلا کی — کون تھا وہ
مرے استاد نے پوچھا تو مجمل جواب اس کا: "ونی فکسی سے موسوم۔
ہوئے ہیں چند ہی دن ٹسکنی سے بہا ہوں اس مغلظ ناموداں میں۔
درندانہ حیات ایسی کہ اس پر غلط ہے لفظِ انسانی کا اطلاق'
میں اک یابو ملا تھا اک طویلہ مری اوقات کا پستوئیا میں"۔
کہا ورجل سے میں نے "تو اجازت اسے مت دے یہاں سے
جائے' یہ پوچھ
مقید ہے تو کس پاداش میں' یوں — جہاں تک یاد آتا ہے
مجھے کچھ جنونی اور خونی شخص تھا یہ"۔
یہ پاپی نے سنا' کی بے تعرض توجہ میری جانب اور منہ بھی
ہویدا جس پہ تھی پھٹکار بھونڈی۔ وہ بولا: "رنج تو ہے یہ زیادہ
کہ اس ہیئت کذائی میں یہاں پر مجھے تو آن پکڑے۔ ہائے تو نے
مرا دیکھا تھا وہ عالم بھی جب میں ہوا رخصت حیاتِ عارضی سے۔
نہیں اب اس قدر یارا بھی افسوس کروں رو تیرا استفہام ہی میں
ہوا ہوں واصل تحت الثریٰ میں کلیسائے نعم خانہ سے چوری
تبرکات جو میں نے کیے تھے۔ پھر اپنی کردنی کا جھوٹا الزام

ونی ڈلا کے سر جسے موت کی سزا ہوئی۔

کسی معصوم کے سر منڈھ دیا تھا۔ مری درگت سے تو خوش بھی نہ لوٹے
جب اس اقلیم تیرہ سے ہو رخصت — کھول اپنے کان، سن
جو بد خبر دوں۔
مصیبت آئے گی پستوئیا پر کہ پہلے ہو گا وہ محروم نیری'
فلورنس اپنے شہری اور آئین بدل ڈالے گا پھر' آئے گا لیکر
ولادی مگر سے پرطیش مریخ اک ابخر تیرہ مرغولوں میں ملفوف
بڑی ہی شدتِ تندی سے جولاں' کرے گا پسینو میداں پہ بوچھاڑ'
بگولوں پر سوار اک بارگی پھر مہاوٹ' ٹوٹ کر برسے گا بادل
کہ آ کر زد میں ہر بے بس بیانکو گرے گا خاک پر اوندھا — یہ میں نے
بتایا ہے کہ تیرا بھی کلیجہ غم واندوہ سے دونیم ہووے"۔

۱۳۰۰ اویں بیانکہ و نیری دو گروہ پستوئیہ میں معرض وجود میں آئے۔ ۱۳۰۱ میں بیانکہ نے نیریوں کو فلورنس سے نکال باہر کیا۔ PISCENO یعنی بیانکو جماعت کا ہر فرد۔

....

کینٹو — (۲۵)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — طاق/ اطاق ایضاً

تلخیص: کفن چور فلسی جھنجھلا کر کفر بکتا ہے، سانپ اسے چمٹتے ہیں تو دوڑ لیتا ہے۔ کاکس قنطور کے روپ میں پیچھا کرتا ہے۔ حلیہ اس قنطور کا یہ ہے کہ کولہوں پر گویا ناگوں کی پٹاری بندھی ہے اور مونڈھے ضحاکی، جن پر اژدہے آگ پھنکارتے ہیں۔ ہمارے شاعر کو یہاں تین ہموطن مل جاتے ہیں۔ اس کے دیکھتے دیکھتے دو کی محیر العقول کایا کلپ ہوتی ہے۔

....

وہ پاپی کہہ چکا جب یہ' مزا اٹھا دکھایا اس نے ٹھینگا اور پکارا!
"ترے منہ پر' سنبھال اب یہ خدایا"۔ عزیز از حد مجھے سانپ

اس گھڑی سے۔

لپٹ کر ایک نے گردن سے اس کو بہت ہی سخت گھونٹا اور کہا یہ
"زباں! تو بند کر بکواس اپنی"۔ تو رینگا دوسرا باہوں کے اوپر
انہیں پکا جکڑ کر خود کو ایسا کسا پھر پیچ کر جنبش کی ساری
سکت ان میں سے یکدم سلب کر لی۔

یہ کیوں پستوئیہ، پستوئیہ آہ! تجھے ہو شک بنے گا راکھ کا ڈھیر
رہے گی یوں گندھی مٹی نہ تیری، کہ تو خانہ خرابی کے عمل میں
سلف سے اپنے بازی لے گیا ہے۔ تڑئی کے سارے تیرہ طارموں میں
نہیں دیکھی تھی ایسی روح میں نے کہ یوں اترا کے اکڑی ہو خدا سے۔
گرا تھا تھیز سے جو سر پہ اوندھا، نہیں وہ بھی نہیں — چمپت ہوا یہ
نہ یاوہ گوئی کی اس نے مزید اب۔ غضبناک ایک قنطور آن پہنچا
وہیں اس کے عقب میں چیختا یہ: "کہاں ہے وہ خبیث
انساں کدھر ہے؟"

کپانی اس، ذکر ۲۸ ویں کینٹو میں ہوا ہے

نہیں ہونگے مریما پانک پر بھی جو اس کے ڈھنگنے پر غول افعی
تھا اک ملیال سا چہرے کی حد تک۔ پھر آگے دوش پر، سر کے پچھاڑی
دراز اک اژدھا تھا بال افشار، ہر اک پر آگ جو پھنکارتا تھا۔

ٹسکنی کی ساحلی دلدل

ڈھنگنا: ٹھیٹھ، کولہا

مرار ہبر مجھے: "کاکس ہے یہ شخص، اون ٹائن گری کے عین نیچے
بہائیں ندیاں اس نے لہو کی۔ یہاں اہل وطن سے دور اپنے
قدم زن ہے بہ مجبوری دگر راہ۔ کیا تھا بھاری گلہ نے پڑاؤ
قریب اس کے، وہ ہتھیایا بحیلہ۔ قوی ہرقل کے زیر گرز آ کر
ہوئی چوری چکاری ختم اس کی۔ رسید اس نے تو کیں ضربیں اسے سو
یہ دسویں ہی پہ لیکن شل ہوا تھا"۔

گری: پہاڑی: جیسے نیلگری

ابھی گفتار جاری ہی تھی اسکی، ہوا قنطورر خصت، اور نیچے
ہمارے، آن پہنچیں تین روحیں، ہوا مجھ کو نہ کچھ احساس اسے ہی
نہ وہ چلائیں جب تک: "کون ہو تم — کہو؟" تب گفتگو کی بند ہم نے
کیا مرکوز ان پر دھیان اپنا۔ مری ان سے شناسائی نہیں تھی،
مگر ہوتا ہے جیسے اتفاقاً پڑا نام اک کا لینا دوسرے کو

ایک فلورنسی تھا

یہ کہہ کر: "تو کہاں گم ہے سیانفہ؟" اشارے کے لیے انگلی اٹھا کر
رکھی ہونٹوں پہ میں نے فکر فرماستادہ تا کہ میرا راہبر ہو۔
اگر قاری تجھے باور نہ آئے جواب کہنے کو ہوں، حیرت نہیں کچھ
کیا حجت سے خود تسلیم میں نے، مری آنکھوں نے جو مجھ کو دکھایا۔
پڑی ان پر نظر — اک مارشش پا اچھل کر ایک پر، اسکو جکڑ لے
مجوڑے بطن پچھلے دھڑ سے، بازو کسا ہر ایک اگلے پاؤں کے ساتھ
گڑوئیں ماس میں ہر گال کے سخت بڑی ہی کھچلیاں، تو پاؤں پچھلے
پسارے اس طرح رانوں پر اپنی، دم ان کے درمیاں سے کر کے داخل
دیئے پیچھے وریدوں پر لپیٹے۔ بلوطِ کہنہ سے بھی عشق پیچاں، کبھی چمٹی
نہیں ہو
گر د جیسے دیئے تھے بل بٹے اعضا پر اس کے
بھیانک اور موذی اس بلا نے — متھے اک دوسرے کے ساتھ
پھر یوں
کہ سوزاں موم کے ہوں، رنگ گڈمڈ ہوئے باہم کوئی بھی ایک جو تھا
نہیں باقی رہا اس کا نشاں تک — فلیتہ گھٹ کے جل بجھنے سے پہلے
بھڑکتا ہے تو ایسا ماند ہو کر، ابھی بالکل سیہ پڑتا نہیں ہے
سفیدی گرچہ مر جاتی ہے اسکی۔ اگر دونوں نے یہ دیکھا تو کیسی

پورا نام: اگنلو برونل

دہائی دی: ''اگنلو آہ تیرا یہ حلیہ بن گیا کیسا کہ اب تو
نہ دوہرا ہی نظر آئے نہ تنہا۔ جڑے دونوں کے سر اک سار باہم'
ہوئے دو پیکر اب اک کالبد میں نمودار اس جگہ دونوں جہاں پر
ابھی ناپید ہو کر رہ گئے تھے۔ چہار اندام کے بازو بنے دو
وہ چھاتی' پیٹ' رانیں اور ٹانگیں ہوئے ہیئت میں ایسے منقلب' جو
کبھی پہلے نہ گزرے تھے نظر سے' نخستیں شکل کا ہر نقش معدوم
ذرا بھی تو نہ اندازہ انہیں تھا کہ دونوں کی ہوئی کایا کلپ کیا۔
سو ڈھیلی چال سے چلتے بنے وہ۔ جب اپنے سوط سے شعریٰ یمانی
ستمگر' کھیت کر دیتا ہے چٹیل' چھلاوا سا نظر آتا ہے گرگٹ
کہ جھڑ بیری سے جھڑ بیری کو کھسکے' وہ جب بھی راستہ کاٹے'' —— اسی طور
دگر دونوں کی آنتوں کی طرف کو لگا بڑھتا ہوا سرپ اک بھبوکا۔
سیہ فلفل کے دانہ کی طرح وہ بھجنگ اور نیلگوں —— پھر چھید ڈالا
وہ حصہ جسم کا اس نے' جہاں سے پہنچتی ہے ہماری جان اوّل'
گرا چت اینڈ کر آگے اسی کے۔ اسے تکتی تھی برمائی ہوئی روح
نہ کچھ بولی' کھڑی بے حرکت و حس جماہی اس نے لی' جیسے کسی کو
ہو غلبہ نیند کا' یا دورۂ تپ۔ وہ دیکھے سانپ کو اور سانپ اس کو'
اک اپنے زخم سے' اور منہ سے دیگر اگلتا تھا دھواں گاڑھا
کہ مخلوط بہم لائیں بخاراتی ہوں جن کی۔
نے چپ سادھ کے لوکن بغور اب' کہے مت تیرا احوال تبہ کن
سبے لی' اور نہ تیرا ہی لسی ڈس —— ہو گنگ اووڈ بھی —— کیا
تیر اس نے مارا
بیاں کی نغمگی سے داستاں گراری تھوسہ وکڈمس کی —— کہ مقلوب

ایشی

(SYRIUS)

سانپ
یعنی ناف

رومی شاعر ۳۹-۶۵ء

(شمالی افریقہ کا ماہر دینیات)
تیسری صدی عیسوی

اووڈ: پبلی اس اووی ڈی
اس ناسو
رومی شاعر ۴۳ق م تا

یہ افعی اور وہ عینِ زلالی۔ مجھے ہو رشک کیوں، موزون اس نے
وجود ایسے کئے دو منقلب کب مقابل روبرو، دونوں ہی پیکر
جب آمادہ تھے اس پر اخذ کر لیں وہ جنسِ یکدگر — ایسے مکمل
کھپے حلیہ میں باہم، سانپ نے تو کیا شق بانٹ کر دنبالہ اپنا
دوشاخہ میں تو وہ شگافتہ روح سمیٹے پیر اپنے گھ گئی یوں
کہ ٹانگیں اور رانیں ہو گئیں ایک، رہا باقی نہ ملنے کا نشاں تک،
کھنچی دم ڈھل گئی اس روپ میں جو ابھی وہ روح زائل کر چکی تھی۔
پڑی اسکی اگر چمڑی ملائم، کرخت اک قشری تھی دوسرے کی۔ نظر
مونڈھوں پہ جب دوڑائی تو وہ بغل میں دھنس گئے تھے اس بلا کی،
ہوئے کوتاہ دونوں پیر جیسے دراز اور دوسرے نے وہ سکوڑے،
اُلجھ کر پیر پیچھے بن گئے تھے وہ حصہ ستر میں رکھتے ہیں جس کو،
ہوا جو چر کے اس بدذات میں دو۔ پھر ان دونوں کو اندھیارے
دھوئیں نے
اڑھائی اک نئی رنگین چادر — تو، اُبھر ایک پر تو فالتو ماس
رسولی سا، بدن سے دوسرے کی وہی کھر چا گیا ہو، لوستادہ
وہ سیدھا پیر پر ہے، یہ فتادہ۔ ابھی ان کے تنک جھلمل دیئے تو
نہیں تھے منتقل، البتہ زیریں ہوئے تھے منقلب سارے خدوخال
جو استادہ تھا سیدھا، کھنچ کے چہرہ چڑھا کن پٹیوں کو، اور رواں ماس
کہ آیا فالتو وہ بینت ڈالا صفا گالوں پہ سے کانوں کے باہر،
جو باقی بچ گیا تھو پانہ پیچھے کہ اس زائد سے بنی بن گئی تھی،
لب اُبھرے ٹھیک اندازے سے بھر کے۔ زمیں پہ جو پڑا تھا چت —
کیا منہ

۱۷ اب م
کڈمس: ایک فنیقی فسانوی شہزادہ جس نے ایک اژدہے کو مار کر اس کے دانت بوئے تو کئی شجاع اُگ آئے جنہوں نے تھیبز کی بنیاد رکھی۔
(ارتھوسہ: یونانی فسانوی حور جس نے عصمت بچانے کو چشمہ کا روپ دھار لیا تھا)

ملنے کا: جہاں سے ملے وہ جگہ

(SLUG)

لمبوتر اس نے تیکھا' کان اُڑ سے درونِ سر کہ جیسے کو کلاسینگ۔
زبان اسکی کہ پہلے بے تکاں تھی پئے گفتار' جیسے کٹ گئی ہو۔
دگر کا ڈنک بھی بھینچ کر ہوا بند۔ یہ جب سب ہولیا تو چھٹ گیا دود—
بلا کی جون میں بدلی تھی جو روح کھسکتی ہے دمن کو ہسہاتی
اور اسکے پیچھے پیچھے دوسری بھی'
مگر بکتی ہوئی کچھ اول فول اور کیا نورستہ شانوں کو پلٹ کر
دگر کی سمت پھر' مجمل اسے یوں: ''چلا آ رینگتا اس راستہ پر
بوا سو' میری صورت بس لپک اب''۔
سو پے در پے ہم وزیرِ تغیر کیا طومارِ بے محکم کا میں نے
تماشا طاقِ ہفتم میں— یہاں گر کوئی لغزش ہوئی میرے قلم سے
نرالے واقعات ایسے تھے' اس کو بس ان کا شاخسانہ جانیے گا۔
مری آنکھوں پہ حاوی اضطراری' مری سوچوں پر استعجاب طاری۔
وہ در پردہ نہیں چھپت ہوئے تھے۔ سیا کا ٹو تو میں نے
صاف دیکھا'
تو پہلے تین آ نکلے تھے ان میں بس اک اسکی نہیں بدلی تھی ہیئت۔
دگر کے حشر پر گاول ابھی تک پشیمانی کا اک عالم ہے تجھ پر۔

ایک ڈاکو
(بمقام گاول نزد فلورنس
ایک فرنسکو گریکو ل
کائی نامی کو قتل کیا گیا
جس کی پاداش میں کئی
شہری ہلاک ہوئے)

....

کینٹو—(۲۶)

زیریں طاس—آٹھواں طبق—طاق ہشتم

تلخیص: جہاں سے ساتویں طاق میں آئے تھے' دوبارہ سیڑھیاں چڑھ کر اس ڈاٹ سے آگے بڑھتے ہیں جو آٹھویں تک پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں سے انہیں ان گنت اگنیاں دکھائی دیتی ہیں جس میں

بری مت سکھانے والے جھلس رہے ہیں۔ ہر شعلہ ایک غلط الرائے مشیر کو کباب کر رہا ہے۔ ایک بھبوکے میں ڈیویڈ اور الیس اکٹھے زندانی ہیں، موٴخر الذکر اپنی موت کا واقعہ بیان کرتا ہے۔

☆........☆........

خوشی سے پھول کر اترا فلورنس تجھے ہے طمطراق افزون حاصل
اڑائیں تیری برّ و بحر پر کیا، جہنم تک میں تیرا نام پہنچا۔
ڈکیتوں میں مرے تینوں ملاقی ترے باشی تھے — میں فرزند تیرا
نہایت شرمسار اس واسطے ہوں — شرف تیرا سوا اس سے
نہیں ہے۔

ہمارے ذہن گر خوابِ سحر میں کیا کرتے ہیں سچی پیشگوئی
تجھے دن دیکھنے ہوں گے یہ جلدی — پراٹو (اور کا تو ذکر ہی کیا)
نہ چاہے تو بھی تجھ پر آپڑیں گی۔ بڑا ہی برمحل یہ واقعہ ہو
اگر فی الوقت تجھ پر بیت جائے، کہ شدنی امر ہے خواہی نخواہی۔
زمانہ مضمحل کر دے گا میرے قویٰ جب دکھ نہیں پھر سہہ سکوں گا۔
کیا اس تھاہ سے اب کوچ ہم نے۔ بدقت کوہ پیارا ہبر تھا
نکیلے کھنگروں پر جن سے پہلے اتر کر آئے تھے ہم — اور ہمراہ
سراز یری پہ مجھ کو بھی گھسیٹا۔ پہاڑی کے کڑاڑے کنکروں میں،
لق و دق راہ پر یوں ہم روانہ کہ اٹھتے ہی نہیں تھے پیر جب تک
نہ آتے تھے کمک کو ہاتھ اپنے۔

ہوا مجھ پر شدید اندوہ حاوی کہ ہو جاتا ہے تازہ آج بھی وہ
مرا دھیان اس پہ جاتا ہے کبھی جو کیا تھا میں نے نظارہ — ہمیشہ
ہے اپنی مقدرت سے بھی زیادہ مری یہ سعی کھینچوں راس، بس میں

پراٹو فلورنس کے قرب میں۔ تباہیاں ایک پل کی تباہی اور آتشزدگی کی صورت میں ۱۳۰۴ء میں نازل ہوئیں جن میں جانوں اور مکانوں کا کثیر اتلاف ہوا۔

رکھوں ہر فطری استعداد اپنی مبادہ وہ بھٹک جائیں جہاں پر
نہیں قبلہ نما ہوتی ہے نیکی۔ مجھے گر شہ ستارے نے دیا ہے
فراواں خیر، میں اپنے ہی ہاتھوں کروں ضائع نہ یہ عمدہ عطیہ۔
سماں — سورج نہیں کرتا ہے چہرہ ذرا بھی اوٹ
میں جب، جس سے سب کچھ
منور رہو — سے، مکھی کے بدلے گراں بھن بھن ہو مچھر کی، تو ہالی
لگائے ٹیک اک ٹیلے کی دیکھے ٹکٹکے وادی میں جگنو بے تحاشا
جہاں کھیت اور پھلواری میں اسکی ٹھکانے لگ چکی دن بھر کی محنت۔
جھلا جھل ان گنت شعلوں میں ایسے نمایاں تھی فضائے طاق، ہشتم
سراسر، سامنے میری نظر پر کھلی جب تھاہ اسکی — جیسے اس نے
سلوکِ ناروا کا جس کے بدلہ لیا تھا۔ بھالوؤں نے — کوچ اپنا
کیا الیاس کے رتھ نے تماشا، الف ہو کر اٹھے جب رخش اپنی
اڑان آڑی فلک کو، اسکی آنکھیں لگائیں زور تب ان کے عقب میں
یہاں تک صرف اک لُو کا ہی بالا پر افشاں ایک مبہم داغ جیسا
نظر کے سامنے اسکی رہا تھا — اسی صورت تھا کھاڑی کے کنارے
ہر اک شعلہ خراماں، ایک پاپی ہر اک میں اس طرح لپٹا ہوا تھا
کہ جیسے مالِ دزدیدہ نہ ظاہر کرے چور اور ڈاکو ایک شمہ۔
جھکا میں جھانکنے کو پل کے نیچے لیا اک تودۂ چقماق کو تھام
نہیں تو گر گیا ہوتا، ذرا بھی نہ تاہم میں بلندی پر سے رپٹا۔
یہ قائد نے جو دیکھا، تک رہا تھا میں کیسی دیدہ ریزی سے، تو بولا:
"درونِ حامیہ روحیں ہیں یہ اور ہر اک بندیدنی آتش میں ملفوف"۔
جواباً میں: "ترے الفاظ استاد! مجھے باور کرائیں، لیکن القا

اس چتا پر شعلہ پھٹ گیا

ہے مجھ پر یہ حقیقت پیشتر بھی۔ تمنا تھی کہ ہو معلوم تجھ سے
پرے اس آگ میں ہے کون ایسے خرامیدہ کہ ہے چوٹی پہ دو نیم'
صعود آئے نظر یہ اس چتا سے لٹائے تھے جہاں تھیبی برادر''۔
جواباً وہ: ''ڈیومڈ اور الیسس عقوبت ہائے تعزیری اب اس میں
اکٹھے بھوگتے ہیں واں' بعجلت یہ خمیازہ کہ جیسے طیش پہلے۔
لگاتار آہ و زاری سے تاسف کیا کرتے ہیں اس اگنی کے اندر
مکیں پر اسب کی' وا جس نے چوپٹ کیا اک در کہ ہوا خراج اس سے
وہ نیکو تخم' جس نے قیصری روم کیا تھا کاشت — وہ ماتم کناں ہیں
نہیں کچھ کم دغابازی پہ' جس سے کیا اکیلز سے محروم اس کو
ہے شا کی نزع میں دیدمیہ اب تک' پشیمانی ہے اس تدبیر پر بھی
ٹرائے میں کیا تھا جس سے اس کے پلادم کو خرابہ''۔ میں یہ گویا:
''مجالِ گفتگو ان کو اگر ہے شراروں میں تو اے استاد درخواست
مری یہ جان دو ہرائی ہوئی تو ہزار اصرار سے بہرِ توقف
زراہِ التفات اس وقت تک یاں کہ وہ قرنی زبانہ آن پہنچے۔
تو پھر یہ دیکھنا اس کی طرف میں رجوع آتا ہوں مشتاقی سے کیسا۔
وہ ایسے: ''قابلِ تحسین بہت ہی تری یہ التماس اس واسطے میں
اب اس پر اعتنا کرتا ہوں' لیکن زباں تو روکیو — یہ کام میرا
سوال ان سے کروں میں حسبِ خواہش تری جو خوب اندازہ مجھے ہے'
وہ پھر ہیں چونکہ یونانی تو شاید ترے سے گفتگو میں ہچکچائیں''۔
وہاں پر آن پہنچا تھا بھبوکا' مرے استاد کی دانست میں تھا۔
مناسب جو محل و وقت اس نے کیا آغاز تب ایسے: ''ارے تم
فروکش دو جو اک آتش میں رہو! اگر زندہ یقیناً نسبتاً میں

جیسے جانتا ہو ان بھائیوں میں ایٹی کولز اور پولی نیسس میں ایسا بیر تھا۔
ڈیومڈ: ٹرائے کا فسانوی شجاع جو طاقت میں اکیلز کے بعد شمار ہے۔
الیسس' اوڈیس کا لاطینی نام۔ ہومر کے حماسہ کا سندباد
اسب: چوبی گھوڑا مشہور ہئی اس نتیجتاً ٹرائے سے اٹلی بھاگ گیا جہاں اس کی نسل نے روم کی بنیاد ڈالی۔
اکیلز کی محبوبہ' لکومیڈز کی بیٹی پلاس ایتھین کا مجسمہ' جس کے متعلق مشہور ہے کہ ٹرائے کی سلامتی کا ضامن ہے۔

تمھیں کچھ باعث تحسین ہوتا' سزاواری کا جیسا بھی قرینہ۔
جہاں پر جب کیا میں نے ترشح بلند آہنگ نغمے کا — مگر اب
نہ جنبش یاں سے آگے' کوئی تم میں نہیں کھولے یہ جب تک راز اس کو
اجل نے کس نگر میں یوں دبوچا کہ وہ ثابت ہوا ذاتی زیاں کار۔
جھٹ اس پارینہ شعلے سے کلاں قرن' لڑھکتا' سنسناتا'
جس طرح آگ
ہوا کے ساتھ ہوا اک کشمکش میں' پس و پیش اور چوٹی پر لرزتا'
زباں سے کچھ صدائیں سرسراتا' بلاتا اپنا بالا بول — بولا:
''فراری سرس سے جب میں نے کی تھی' مجھے جس نے رکھا تھا
سال سے بیش
اسیر سحر اپنا نزد قیطہ' یہ پہلے کی ہے بات ان لیس نے یہ نام
نہیں رکھا تھا ساحل کا ابھی تک — نہ تو لخت جگر کا لاڈ چاؤ
نہ آدرا اپنے بوڑھے باپ کا ہی' اعادہ بھی محبت کا نہیں' جو
خوشی کا تاج پینی لوپ کے سر سجاتی۔ کر سکے قابو ہڑک یہ
جہاں کی خاک چھانوں اور پرکھوں و طیرے زندگی کے' آدمی کی
بدی کو اور نکوئی کو لہٰذا' عمیق و بیکراں قلزم پہ نکلا
اڑاتا اک سفینہ بادباں پر' وفاداروں کی مٹھی بھر جماعت
نہیں چھوڑا تھا جس نے ساتھ میرا — ہم اندلس اور الاقصا مراکو
ہر اک ساحل سے گزرے اور دیکھے وہ ٹاپو سارڈینی' دوسرا بھی
ہر اک اشنان جن کو دے رہا تھا سمندر ان کے چاروں پہلوؤں پر۔
بوجہ عمر ڈھیلے پڑ رہے تھے مرے ساتھی بھی' میں بھی — آئے جب ہم
درہ پر آبنائے کے' جہاں سے پرے تھی قدغن ہرقل' حدوں پر

ہوا کی فساونی کاہنہ جس نے الیس کے ہمراہیوں کو جادو سے سؤر بنا دیا تھا۔ ٹرائے کا فسانوی شجاع' روم کا بانی احترام خیال

قدم جانے نہ پائے آدمی کا۔ فصیل اشبلیہ کی میں نے اپنے
اگر دائیں پہ چھوڑی تو گزر کر دگر ہاتھ آئے تھے پہلے سیوطہ۔
کہا میں نے 'مرے ہمراہیو ہم بھیانک ان گنت خطرات میں سے
گزر کر غرب میں جو آن پہنچے — گھڑی تھوڑی بہت باقی رہی ہے۔
''بجا رکھیں حواس اپنے مگر ہم — شہادت تا کہ یہ زائل نہیں ہو۔
کیا فی بس کا ہم نے راستہ طے تو بے آباد دنیا سامنے ہے۔
'کرو تم یاد کس کی نسل سے ہو' تمہارا یہ مقدر بھی نہیں تھا
'گزار و زندگانی وحشیانہ' تمہارا ہے اگر منصب تو یہ ہے
'کہ پاؤ دانشِ خوب و نکوئی'! کہے میں نے یہ دو اک بول' جن سے
مرے ہمراہیوں کے دل میں سر تیز ہوا بحری سفر کا شوق ایسا
کہ رُک سکتے نہ سدّ رہ کے روکے۔ بسمتِ شرق دنبالہ تھا اپنا'
بنایا پنکھ پتواروں کو ہم نے تھی ایسی بے تکی پرواز گویا۔
دبا دُبا ئیں کور کھا بدستور' ہر اک تارا ورائے قطب شب کا
ہوا تھا آشکارا' جب ہمارا گیا ڈوب اس طرح' اُبھرا نہیں پھر
وہ سطحِ بحر سے' ضو ریز اجالا نکھر کر پانچ بار ابھرا تلے چاند
اور اتنی مرتبہ ہی بجھ گیا وہ — رواں تھے اس رہِ بحری پہ جب سے۔
دکھائی دی ہمیں تب دور مدھم پہاڑی ایک' میرے دھیان میں تو
جو دیکھی تھیں ابھی تک' سب سے اونچی۔ خوشی سے ہم تو
پاگل ہو گئے سب
اسی دم سوگ میں بدلی مگر وہ — نئی خشکی سے اٹھا اک بگولا
لگا شدت سے جو کشتی کے آگے' دیئے اس کو بھنور میں تین چکر
تو چوتھی بار دنبالہ اٹھایا' کیا غرقاب اسے گلہی کے بھار — اور

مقدر کا لکھا پورا ہوا یوں کہ ہم پر دندنا تا سیل چھایا۔

....

کینٹو ــــ (۲۷)

زیریں طاس ــ آٹھواں طبق ــ طاق اطاق ایضاً

تلخیص: شاعر پچھلے کینٹو کے عذاب کا سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے بتاتا ہے کہ اب وہ ایک اور شعلہ کی طرف رجوع ہوا جس میں کاؤنٹ گیڈوڈ مانٹ ملٹرو مقید تھا۔ کاؤنٹ نے اس سے ریاست رومگنا کا احوال دریافت کیا' پھر اسے ترغیب ہوئی تو اس نے اپنا تفصیلی تعارف کرایا اور بتایا کس گناہ کی پاداش میں ایسا عذاب بھگت رہا ہے۔

....

بھبوکا اب اٹھا اوپر کو' نرچت پھر اپنی لو کری' مت بولنے کو'
اور اپنے راستہ پر چل پڑا وہ اجازت نرم خو شاعر کی لے کر۔
اک اور اس کے جلو میں آن دھمکا' ندا مکھم سے آئی نوک پر سے
اور آنکھ اپنی طرف کھینچی ہماری۔

اذیت کا یہ شکنجہ سسلی میں

بجا گونجائی تھیں' جس طرح پہلے کراہیں صقلوی ڈھانٹھی
نے اس کی

پریلس نے جابر فلارس کے حکم سے تیار کیا

کیا تھا جس نے اس کا ڈھانچ ایجاد' عقوبت یاب کی تھی دھونکتی چیخ
کہ دیو دئیں تن کو کرب کے ساتھ نظر آئے وہ برماتی ہوئی سی۔
نہ آئی پس بہم جب راہ کوئی' نہ ہی فوری فرار اس آگ میں سے
ڈھلے بولی میں ان کے غم فزا لفظ' مگر جونہی ملی گنجائش ان کو
نکل آنے کی باہر' نوک پر سے' بنا کر مرتعش حرکت کو ان کی
بجا لائی زباں پر' تو یہ اصوات سنائی دیں ہمیں ــ "او تو تخاطب

مری آواز کا جس سے ہے اب' جو ابھی لمبارڈی کا روز مرّہ
یہ بولا: ''جا بے تجھ سے کون لبھنا''، اگرچہ اتفاقاً ہو گئی ہے
مجھے تاخیر آنے میں' مگر خیر' یہاں چندے توقف پر نہ ہو ضیق'
رہے قدرے اگر اب ہمکلامی' نہیں میں ضیق' لوٗ گو جل رہا ہوں
ہبوط اس عالم تیرہ میں تیرا ہوا ہے بوم خوش لطیوم سے گر
جہاں سے جرم کا کھاتہ سنگھیر وایہ میں نے' اس قدر بتلا کہ آیا
ہیں رولگنا میں جو آباد با ہم ستیزہ کار ہیں یا آشتی مند۔
مرا تھا کوہساروں سے تعلق میانِ اربنو مرتفع واں
جہاں سے ٹائبر سیلِ فراواں کیا کرتا ہے بے زنجیر اپنا''۔
سنا جھک کر بگوشِ ہوش میں نے' ٹہوکا دے کے
تب پہلو میں مرے
وہ قائد: ''بول تو لاطین ہے یہ''۔ مرا پاسخ بھی تھا تیار' میں بھی
بلا تاخیر یوں گویا: ''اری روح' ہوئی ہے جو یہاں اسفل میں روپوش
نہیں رولگنا تیرا تھا کبھی بھی ان اپنے کبر پرور جابروں کے
تسلط میں لڑائی کے بغیر اور نہ اب ہی ہے' نہیں چھوڑی تھی لیکن
وہاں میں نے کوئی ایسی کھلی لام۔ روینہ نے روا رکھا ہے اپنا
کئی اک سال کا بندھیج مضبوط۔ پلنٹا کا عقاب اسپرا گورے
اور اپنے چیغہ کے گھمبیر من میں سموئے ہے سراسر سردیہ کو
گرفت ان سبز چنگالوں کی اب تو ہوئی اس ملک پر جو مدتوں سے
کھڑا تھا تاہنوز اک آڑ بن کر۔ فرانسیسی سپہ کے خونیں اہرام' بنے ایسے
لگے کشتوں کے پشتے
درچیو کے جوان و پیر ملعون بکھیر ابر بریت سے جنھوں نے

LATIUM

مانٹ فلٹرو

معاہدہ/دھیان رکھے
چیغہ: کلغی' من دراصل
کنوئیں کا گھیر
عقاب: گیڈ و نو ویلو ڈپلنٹا
ملک: علاقہ فورلی
مراد: ملاٹنستا اور اسکی
اولاد

منٹاگنا کا شیرازہ بدستور جہاں بھی چاہتے ہیں، کھاگ اپنے
بنا لیتے ہیں برما — شہر لاموں اور ایس ترنو چت گستہ :
دونوں ہیں برفی مانندے ضیغم کے نیچے۔
حلیفِ بے وفا جو ساتھ بدلے ہمیشہ، جیسے تابستان ہو یا
زمستاں کے اشد پالے سے مغلوب۔ ادھر وہ سادیو کی رود جس کے
چلے پہلو کو دے کر غسل، جیسی کرارہ اور ہموارہ میں لوٹے
اسی صورت گزر اوقات اسکی میانِ قہرمان و حریت ہے۔
بتا اب تو ہمیں تجھ سے ہے میری گزارش کون ہے تو اور ہونا
نہیں بڑھ کر تنک اب دوسروں سے — جہاں میں تا کہ تیرا نامِ نامی
رہے تحریر یسمائے بریں پر"۔
ہوئی کچھ دیر کھڑ بڑ آگ میں، تب ہلی ہر سمت نوکِ تیز اسکی
نفس زن اس طرح وہ آخرکار: "ذرا بھی گر مجھے ہوتا گماں یہ
جواب اس کو ملے میرا کبھی جو پلٹ کر سوئے دنیا جائے گا پھر
تو بے جنباں، قرار اس لو کو رہتا۔ مگر چونکہ یہ امکانی نہیں امر
اگر میں راست بتلایا گیا ہوں کسی نے راہ اپنی پائی ہو پھر
بریں اس تھاہ سے، میں دے رہا ہوں تجھے پاسخ، اور اندیشہ نہیں ہے
کہ دستاویز رسوائی ہو یہ بات۔
نخستیں اک سپہ گر، زیب تن پھر کیا پٹکہ فرانس نیکدل کا،
تھی یہ امید کفارہ بنے گا۔ نہ رہتی خام بیشک میری امید
نہ گر وہ، لعنتیں نازل ہوں جس پر، دوبارا اسقفِ اعلیٰ، اسی نے
مجھے ترغیبِ تقصیر و خطا دی۔ یہ کیسے اور کیوں کر میں کہوں جو،
تھی مغز و استخواں میں جان میری محرک جب تلک، مادر نے مجھ کو

منٹاگنا: ایک بہادر رومنی میں گھبلاں جماعت کا سردار۔
ماند: (ٹھیٹھ) بھٹ، کچھار
ضیغم مراد: مگی نردو پگانو
لاموں دریا کا شہر، فائنزا
ایس ترنو کا شہر۔ امولا
سادیو — شہر سیسنا
سینٹ فرانسس
بونی فیس ہشتم

کچھ ایسی تربیت دی تھی کہ میرے کیے میں شیر کے انداز سے ہوں
کسی روباہ سے بڑھ کر زیادہ۔ مجھے آتا تھا کاروبارِ سالوس۔ یہ سب
چترائی کا دھندا کچھ ایسے صفائی چھل سے میں کرتا کہ اس کا
زمانے بھر میں آوازہ ہوا تھا۔ مگر جب جلد ہی میں زندگی کی
وہاں منزل پہ آ پہنچا، کہ زیبا یہی ہو بادبان اپنے اُتارے
سمیٹے ڈوریاں ہر ایک ساری، جو استلذاذ کا باعث تھا پہلے
طبیعت اوبھنے اس سے لگی اب۔ لگن توبہ و استغفار کی تھی،
بجا یہ دھن کہ تھا بدکار فاسق۔ دریں اثنا نیا فاریسی سردار
ستیزہ کار نزدِ میترا اں تھا۔ سراسینوں جھودوں سے نہیں (تھے
عدو اس کے نصاریٰ ہی سراسر — نہ عکہ کے مقابل رزم آرا،
نہ اقلیمِ صلاح الدین پر تاخت)، نہیں تھے ذات میں اس کی مکرم
مقدس منصب، اعلیٰ ذمہ داری، — نہ مجھ ہی میں وہ رشتہ، جس کا خاصہ
کرے یہ منکسر حلقہ ہو، جس کا، تمنا کی تھی قسطنطین نے جو
سراقط میں سلسٹر کی مدد سے شفا پائے جذام اس کا —
مجھے بھی، یہی اس شخص نے چاہی تمنا، طلب کی مشورت اس مدعا سے
ترنگ ایسی تھی اسکی گفتگو میں، ہوا تھا ایک دم یہ مژدہ فرما:
"نکال اندیشہ اپنے جی سے، میں نے کیا تجھ کو گناہوں
سے منزّہ۔
کہ سرزد آج تک تجھ سے ہوئے ہیں — مجھے اس کے عوض
میں پند یہ دے
مری ہو اس نمط مقصد برآری پنس تر تو نہیں فتنہ مچائے
زمیں میں اب مزید۔ آگاہ ہے تو مجھے جنت کا یارائے دروبست۔

وہی بونی فیس ہشتم مراد اہل عرب

SIRACTE/
SYLIESTER

لہٰذا چاہا یاں ہیں دؤ بہ خست سنبھالیں تھیں جو میرے پیش روتے"۔
دلائل جس قدر وزنی بھی وہ تھے، مجھے مہمل لگا مرعوب ہوں اور
خموشی کو کروں اپنا وطیرہ — لہٰذا میں جوابا: "مقتدر! تو
کرے گا پاک دھو کر اس گنہ سے ملوث پس ازیں میں جس
میں ہوں گا۔
بڑا دعویٰ، عمل پیرائی کوتاہ، مگر اس منصب اعلیٰ میں تجھ کو
یہ سرافراز رکھے گا یقیں کر" — شمار اہلِ اجل میں جب ہوا میں،
یہاں تشریف لایا تھا فرانسس، ولی وہ نیک دل بہر ملاقات
ہوا تھا اک سیہ ہاتف مزاحم: "نہ اس سے ناروا کردہ ہے میرا،
گروہِ نابکاراں میں ہے شامل، اسے اسفل میں رہنا ہے بپاداش
فریبانہ دیئے تھے مشورے جو"۔ ہوا دائم مجھے محسوس مابعد
اسی کے سر پہ وہ منڈلا رہا ہے۔ کسی توبہ شکن کی مغفرت پر
شفاعت کوئی بھی قادر نہیں ہے۔ پشیمانی سے بھی حاصل نہیں یچ۔
یہ منشا ایک دم تشکیل ایسا، تناقض سے مکمل منع ہوگا۔
اف ایذا، کیا جھنجھوڑا خود کو میں نے مجھے جب وہ پکڑ کر یہ پکارا:
"مگر تو منطقِ کلی کی رو سے مجھے گردانیو مت نجی بھی۔
مجھے وہ لے گیا میناس کے پاس ثڑی میں — اور اس قاضی نے مجھ کو
مروڑا آٹھ بار اپنی گٹھیلی کمر پر کچکچا کر تاؤ میں، سخت
اسے وہ کاٹ کر بنکار اٹھا: "یہ مجرم روح اگنی میں بھسم ہو"۔
تبھی سے پھر رہا ہوں مارا مارا، اسی بہروپ میں صیدِ زبوں میں
غم و اندوہ دردِ جاں گسل کا"۔
ہوا ختمِ کلام اس کا تو شعلہ ہوا رخصت بڑا — حسرت زدہ، وہ

بہر سو بے بسی سے اینٹھتا تھا نکیلا سینگ اپنا — بڑھ گئے ہم
مرا استاذ اور میں، ٹیکری سنگ، جہاں سے تھی معلق دوسری ڈاٹ
بروں نکلی ہوئی خندق پہ، جس میں جزا دا جران کو مل رہا تھا
گناہ کردہ سے، جو تھے گراں بار۔

....

کینٹو — (۲۸)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — طاق اطاق نہم

تلخیص: طاق نہم میں پہنچے تو ان کا سامنا افترا پرداز، تفرقہ انداز، مرتکب الحاد افراد سے ہوتا ہے۔ بریدہ و مثلہ شدہ اعضا جن کے کٹ پھٹ کر رہ گئے ہیں — یہ ہیں پیرو ڈمڈی سینا کیوریو موسکا، بترا نڈ بورن — وغیرہ۔

....

کرے گا بے دریغ الفاظ میں کون مفصل خون اور زخموں کا اظہار
مجھے جواب نظر آئے، کہانی اگرچہ بارہا دہرائے بھی وہ،
نہیں یارا زباں دے ساتھ کوئی — بسیط اس درجہ ہے موضوع، ہر دو
یہ ذکر و فکر قاصر ایک سے ہوں، — تھے گر اک طائفہ میں ایستادہ
تمام افراد وہ یکجا جنہوں نے اپلیا کی پھل مٹی پر اپنا
بہایا تھا لہو، جن کو کیا تھا ہلاک اہل ٹرائے نے، لڑائی
وہ لمبی، جس میں تخمینی غنیمت ہوئی چھلوں کی اونچے ڈھیر میں جمع
کہ راقم ہے مورخ روم کا، جو یقیناً مستند ہے — ساتھ انبوہ
چکھا تھا نار من آہن کا جس نے مزہ گسکر کی کاری ضربتوں سے۔
دگر وہ بھی سپر نوں میں ابھی تک ملا کرتی ہیں جن کی ہڈیاں عام،

ہنی بال کی جنگ اٹلی میں

رابرٹ گسکر جس نے نیپلز فتح کیا متوفی ۱۱۱۰ء

جہاں نامِ اپلیا پر لگا ہے دغا بازی کا بٹہ — یا جہاں اوتکلکو تیری دیواروں سے آ گے
نہتہ پیر الرڈو غالب آیا — اور اس کے عضو ظاہر و خفتہ ایک
تو صاف اڑ کر پرے دیگر گیا تھا۔
مگر اس نوع کا منظر بھی سب ہیچ نہم کھڈ کے زبوں عالم کے آگے
بغل یا پیچ کی چفتی بھی نکلے تو کھل جائے نہیں کلتے میں ایسا
بغارا سامنے جیسے تھا کوئی —
گلے میں چھید، نتنے چر گئے تھے بھوں کے
عین نیچے تک، کٹا تھا
اک اس کا کان، ساتھ اوروں کے حیراں تکے جاتا تھا وہ،
پھر سب سے آگے
نکل کر اس نے اپنے نرخرہ کو کیا ننگا کہ آغشتہ ہوا تھا۔
بروں وہ قرمزی دھبوں سے سارا۔ وہ بولا: "اوئے تو جس پر خطا کی
ابھی تک سرزنش ایسی نہیں ہے، اور اس سے پیشتر بھی (گر نہ کھاؤں
میں اتنی ہو بہو صورت سے دھوکا) تجھے فوق ارضِ لاطینی پہ دیکھا،
ذرا تو ڈال اپنے ذہن پر زور جو یاد آئے مڈی سینا کا پیرو۔
جو دیکھے لوٹ کر بار دگر تو وہ خطہ خوش، نشیبی ورسلی سے چلا
جاتا ہے جو میراکبو تک،
تو ان دونوں کو یہ آگاہ کرنا — بجا کرتا ہے جن پر ناز فانو
کہ ہیں عالی منش فرزند اسکے، گوئیڈ او اور انجیلو — ہمیں گر
یہاں قدرت ہے مستقبل کو پڑھ لیں۔ بجا تو، زندگی خانہ سے ان کو
کیا جائے گا بے دخل اور غرقاب کتالیکہ کی لہروں میں وہ ہونگے،

من فریدی کا لشکر کہ اپلیا کے سپاہیوں کی غداری کے سبب چارلس آف انجو نے ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیے۔

۱۲۶۵ء

کلٹا۔ (پہاڑی) مخروطی پٹارہ

کسی مردود ظالم کے دخل سے، جزیرہ قبرص و ملبر کے مابین،
کبھی نپچون (ساگر دیوتا) نے ستم ایسا زبوں دیکھا نہ ہوگا۔
وہ قزاقانِ بحری نے کیا ہو کہ ارگی پاستانی ما نجھیوں نے،
وہی غدارِ یک چشم (اسکی اقلیم تمنا جس کے بارے میں ہے اے کاش
نہ اسکی آنکھ اب تک دیکھ سکتی) کرے گا مشورت کے واسطے وہ
انہیں خود مدعا اور مدعا پھر کچھ اس ترکیب سے حاصل کرے گا،
کہ بیچاروں کو مہلت بھی نہ ہوگی کہ فوکارہ کی آندھی کی وہ منّت
کوئی مانیں، دعا میں گڑگڑائیں''۔ جواباً اس طرح میں: ''حسبِ منشا
بہ بانگ اب کہہ کہ میں لے جاؤں بالاترا پیغام — ہے وہ کون، جس کو
یہ یادِ تلخ اس منظر سے آئی''۔
جھٹ اس نے گال کی ہڈی پر اک کی رکھا ہاتھ اپنا —
اس کی ہمرہی روح
پھر اس کا کھول کر جبڑا پکارا — ''ارے یہ ہے، جسے میں جانتا ہوں،
وہ خود اپنے لیے کہتا نہیں کچھ، یہ پریا، جس نے ذہنِ قیصری میں
لبالب وسوسہ یہ بھر دیا تھا موثق طور سے: ہو آدمی لیس
زیاں ہوتا ہے پھر لیت ولعل سے، مجھے کیسا لگا دہشت زدہ اُف
کیوریو حلق سے جس کی زباں تھی بریدہ، کی تھی جس نے یہ گراں بات۔
تب اک، ہر ہاتھ سے ٹنڈا اٹھائے بڑی زحمت سے ٹھونٹھیں
خوں چکیدہ
لہو کے داغ سے جو اس کا چہرہ لتھیڑے جا رہی تھیں، چیخ اٹھا:
''تجھے کچھ موسکا تو یاد ہوگا، وہی جس نے کیا اعلان، افسوس
دعمل سرزد ہوا تو ختم قصہ' — کہ نسل ٹسکنی کو تخم اندوہ

(ARGIVE)

ایک پہاڑ جہاں سے تند ہوائیں آتی ہیں۔

اچھوت

مرورِ وقت سے ثابت ہوا تھا"۔ کیا میں نے اضافہ: "ہاں جو تیرے
کنُم کنبے پہ کیسی موت لایا"۔

وہاں سے غم پہ اک طومارِ غم کا اٹھائے یوں فقرو، جس طرح ہو
کوئی سودائی فرطِ غم کا مارا۔ کیا میں نے مگر چندے توقف
کہ میں اس خیل کو دیکھوں، مگر تب مجھے جو کچھ نظر آیا، اُسے میں
تذبذب میں ہوں اب بتلاؤں کیسے، بدیہی گر نہ ہو اس پر ثبوت اور۔
ضمیر اس کا مجھے کرتا ہے پختہ، وہی یارِ وفادار اپنا مضبوط
چہار آئینہ جو کستا ہے اس پر نہیں باطن میں جس کے کچھ خلش ہو،
اسے دیتا بھی ہے آشیرباد اور بنا دیتا ہے بالکل بے دھڑک بھی
نہیں ہے شائبہ شک میں نے دیکھا دھڑ اِک بے سر چلا جاتا تھا آگے
فسردہ خیل کی مانند، اپنے بریدہ عضو کو بالوں سے پکڑے
معلق ہاتھ میں قندیل صورت۔ ہمیں وہ دیکھ کر بولا: "مرا غم"
کیا یوں روح نے خود کو سبکبار، وہاں دو ایک میں تھے، ایک دو میں،
یہ ممکن کس طرح تھا علم اس کا اسی کو ہے یہ جس کے حکم سے تھا۔
کھڑا تھا پایۂ پل پر وہ سیدھا، اٹھائی اس نے اپنی بانہہ اوپر،
سراسر سامنے سر کو دھکیلا سنیں نزدیک سے ہم بات اس کی،
کیا اظہار جس کا اس طرح سے: "نفس زن، تُو وہ میں مردوں
کی جو ہے،
اذیت ناک یہ تکلیف اب دیکھ، نظر ڈال، اس سے بڑھ کر یہ کہیں ہو
بھیانک گر — مرا احوال لے جا، زمیں پر تو، تجھے معلوم ہو، میں
وہی ہوں بورن کا بتراند، جس نے مت الٹی دی تھی جان اقلیم راں کو،
بہم باپ اور بیٹے کو بھڑایا، کہ داؤد اور ابسالم کو ایسے

خاندان، نسل

یعنی سر کو

نہ بھڑکایا تھا مرنے مارنے پر اہی توفل نے بھی فتنہ گری سے، (AHITOPHEL)
گندھے تھے جو قریبی بندھنوں میں انہیں پھاڑا تو خمیازہ میں
اب یاں
پھٹا ہے مغز میرا اصل سے میں لیے پھرتا ہوں، صد افسوس جو بھی
مرے اس دھڑ کے اندر جاگزیں ہے — مرے اندر یہ
آئینِ مکافات
درشتانہ عمل پیرا بایں طور"۔

....

کینٹو — (۲۹)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — طاق اطاق دہم

تلخیص: ورجل کے ایما پر دانتے اس پل کی طرف بڑھتا ہے جو طاق دہم عبور کرتا ہے۔ یہاں اسے مہوسوں اور قلب سازوں کی چیخ پکار سنائی دیتی ہے، جو وہاں مغضوب ہیں۔ تیرگی کے سبب اسے خاص بھائی نہیں دیتا۔ وہ ڈھوک سے نیچے اترے جو آٹھویں طبق کے آخری طاق اطاق کی حد بندی بناتی ہے۔ وہاں یہ روحیں متعدد متعدی عوارض و امراض میں مبتلا ہیں — دو ایزو کا گرفولینو اور سینی کا کپاچیو بولتے ہوئے سامنے آتے ہیں۔

....

مری آنکھوں کی کیفیت تھی ایسی نظارے سے کثیر انبوہ کے، جو
کئی زخموں سے چور ایسا تھا مکروہ، کہ جی چاہے تھا، ٹھہریں اور
رو دیں۔
مگر ورجل مجھے دے کر ٹہوکا: "یہ ایسی ٹکٹکی کس پر لگی ہے؟

الجھ کر رہ گئی ان پر نظر کیوں جو اسفل واں ہیں ژولیدہ و مجروح'
علاوہ یاں' کسی مقعر میں تجھ سے نہیں رقت ہوئی ایسی ہویدا'
اگر گنتی کے جھنجھٹ میں پڑا تو تُو اس وادی کا یہ پیچاک احاطہ
سمجھ لے بیس اور دو میل میں ہے' ڈھلا ہے چاند ادھر پیروں
کے زیریں'
ہے مہلت مختصر' خاصا پڑا ہے وہ اَن دیکھا ہمیں جو دیکھنا ہے''۔
مرا سیدھا جواب اس کو: ''اگر تو تجسس کو ذرا بھی جانچ لیتا
یقیناً درگزر کرتا — وہاں پر توقف کو مرے چندے زیادہ''۔
مرا رہبر روانہ راہ پر تھا جلو میں میں چلا جاتا تھا گویا' جواباً مستزاد
اس سے کہا یہ:
''مرا فکر اس قدر جو منہمک تھا مری دانست میں اس بھٹ کے اندر
ہے میرے کفو کی اک روح آباد' اسے جس جرم پر تعزیر ہے سخت
شدید اس پر وہ مصروفِ بکا ہے''۔ مرا استاد بولا: ''اس کی خاطر
نہ کر ہلکان ناحق جان اپنی' لگا دھیان اور جانب' بھول اسکو'
کہ میں نے پایۂ پل پر یہ پایا دیا تھا گھور کر اس نے تجھے رُخ'
سنا تھا' نام اس کا لے رہے تھے جری از بیلو' تو اسوقت لیکن
مگن ایسا کچھ اس کی روح میں تھا' کبھی زیرِ نگیں جس کے رہے تھے
بروجِ ہارٹ فورٹ۔ اس سمت تو نے توجہ ہی نہ کی' اور چل دیا وہ''۔
تو میں: ''اے پیارے قائد موت کے گھاٹ تشدد سے اتارا تھا اسے' اور
کسی نے بھی تو ان میں سے ابھی تک نہیں بدلہ لیا اسکا' رہے جو
شریک اسکی نگونساری میں' پس وہ حقارت سے ہر اک کو دیکھتا ہے'
لہٰذا مجھ سے بھی چپ چاپ گزرا اور اپنی ایسی کیفیت پر' ایسے

(شاعر کا ایک عزیز جو
مارا گیا تھا)

روَیّہ سے کیا مجھ کو خفیف اور"۔

ادھر کو بات چیت ایسے ہی کرتے' پہاڑی سے جہاں

پہلے پدیدار

ہوئی تھی دوسری وادی کہ نیچے چلی جاتی تھی اتری تھاہ تک ہَل

مگر ہم آئے میلی بلج کی گھپ حدوں کے آخری تکیہ میں جونہی'

ہوئے نظروں پہ بھائی بند ظاہر' تو مجھ پر شیونِ اندوہگیں کے

کئی پیکان ہلہ کر کے آئے' سروں پر درد انگیزی کی انیاں

بھر آیا جی' اور اپنے کان دونوں کیے ہاتھوں سے اس بوچھاڑ پر بند۔

اذیت کا وہی عالم — کہ ہر اک جذامی خانہ ولدی چینیا کا

مے میں اس کے جولائی سے تا تمبر سارڈینہ کا جزیرہ

مریما کی بھی فاسد پانک کے ساتھ' کسی کھائی میں سب آزار اپنے

اکٹھے ڈھیر کر دیں — تھی یہاں پر وہ جانسوزی' تعفن اس بلا کا کہ

رادھی انگ بھبکے چھوڑتے ہوں۔ ہم اس لمبی پہاڑی کے اخیری

کنارے پر سے بائیں سمت اُترے' نظر میری بڑی طرار تھی اب

لگانے کے لیے اس تھاہ کی کھوج' تعالی اللہ کا جس میں اتابک

ہمہ تنقیحِ عدل' ان قلب سازوں کو دے تعزیر کا فتوی نمایاں' جو

عبرتناک دفتر میں ہے اس کے۔

قیاس اپنا تو یہ ہے باعثِ یاس نہ ہوگا اس قدر منظر' جب آئی

جھپٹ میں قوم ایجینہ کی ایسی کہ ہر ذی روح جرثومہ کی حد تک

ہوئے سب خوار — تھی لبریز ایسی ہوا کینہ سے (اور مابعد جیسے

روایت بھاٹ کرتے ہیں پر اچین طفیلِ تخمِ موراں بارِ دیگر

ہوا اس ملتِ کہنہ کا احیا) یہاں جیسی نظر آتی تھیں روحیں

دریائے چینا کی وادی' خزاں کی گرمی میں اس کا ٹھہرا ہوا پانی سخت بدبو دیتا تھا

رادھی انگ: پیپ بھرے بدن

جھوٹے سکے ڈھاتیں گھڑنے والے

یونان کا ایک جزیرہ

اووڈ (OVID) کی

کہ کپڑوں کے کئی کندڑے لگے ہوں — پراگندہ وابتر وہ پڑے تھے	روایت میں مرمیڈن کی تلمیح
کوئی تو پیٹ کے بھار اور کوئی تھی کاندھے پر کسی دیگر کے اسوار،	
کوئی کروٹ کے بل گندی ڈھیر پر گھسٹتی جارہی تھی — خامشی سے	
چلے جاتے تھے ڈگ ایک ایک بھرتے، ہراک سودیکھتے، سنتے ہوئے ہم	MYRMIDONE
تمام ان روگیوں کی رائیگاں جو تھے بپتا میں، وجود اپنا سمیٹیں۔	چھٹے، ڈھیر
مجھے آئے نظر تب دو، نشستہ لگائے ٹیک یوں اک دوسرے کی	
کہ پیوستہ ہوں کٹر چھٹے دھات کے دو حرارت کو بچا رکھنے کی خاطر۔	
تھے سر سے پیر تک چنبل کے کھائے، کبھی کا ہے کو یوں سائیس کوئی	
کھریرا اس قدر پھرتی سے کرتا، بہت ہی تاؤلا سردار جلدی	
اتارے جب کھڑا، کنتا کے — یا پھر وہ رکھوالی کی سردردی	اکتاکے، کنیاکے
سے خود ہی،	
نکیلے تیز ناخونوں سے جیسے کھجاتا تھا ہراک — وہ جھنجھلاہٹ	
جلن کی جو نہیں پڑتی تھی مدھم — دروں یوں پوست کی پرتیں اُدھڑتیں،	
کوئی شہتیر کو رندے سے چھیلے کہ چپٹی نلس کی مچھلی کو نوچے۔	
مرے رہبر کا استفسار اک سے: ''ارے اپنی قبائے	
پوست جو تو	
ادھیڑے ڈالتا ہے انگلیوں سے کئے اک موچنی درّانہ ان کو	
مجھے بتلا کہ ملک لاطین کا کوئی مولود ان کے درمیاں ہے،	
بکار آئیں ترے ناخون تجھ کو مشقت میں مدام'' — اس نے بگریہ	لاطی این LATIAN
دیا پاسخ: ''وہ ہر دو لاطمی ہیں۔ اس آفت میں جنہیں تو دیکھتا ہے	
مگر تو کون ہے دریافت ہم سے جو سب یہ کر رہا ہے؟'' اس پہ رہبر	LATIUM
''وہی ہوں ایک جو اس آدمی کو لیے اترا ہے جیتا ہے ابھی جو،	

پہاڑی سے پہاڑی تک دکھاتا جہنم کا اسے پاتال سارا"۔
تو وہ حیرت زدہ ہو کر الگ سے مڑا ہر اک ہماری سمت لرزاں
دگر کے ساتھ، جن کے کان میں بھی بھنک آئی ہماری گفتگو کی۔
مخاطب تب مرا استاد مجھ سے: "کران سے گفتگو جو آئے جی میں"
اور اک دم ابتدا کی میں نے: "حاشا! کھرچ ڈالے یہ تیرے
ذہن سے وقت
جہانِ فوق کے لوگوں کی یادیں، ڈھلیں ابھریں کئی سورج، مگر یہ
رہیں باقی بدستور — اے اگر تو مجھے اتنا بتائے کون ہے تو،
تعلق کس قبیلے سے ترا ہے، سزا تیری اذیت ناک و بدتر
یہ اپنی نوع میں، کردے نہ ممنوع کہ مجھ پر اس قدر اظہار کردے"۔
وہ بولا: "میرا مسکن تھا ریزو مجھے سینئ کے البیرو نے زندہ
جلا کر مار ڈالا تھا۔
مگر میں مرا تھا جس طریقہ سے نہیں یاں مجھے لایا ہے وہ، ہے واقعہ یہ
مزاحاً کہہ دیا تھا میں نے اسکو پرواز سے قدرت مجھے ہے
ہوا پر، اور اس نے، عقل کا وہ نرا اندھا، مجھے شاباش دے کر
کیا اصرار اس پر فاش کر دوں، یہ رازِ حکمت اور قاصر ہوا میں
کہ دایودلس میں اس کو بدلتا، تو اس پاداش میں موذی نے آخر
کسی کو ورغلایا تا کہ اس کے پدر کو دے یہ مت مجھ کو جلا دے۔
مگر میناس کے اس قعر میں، جو ہے دس میں آخری، جھونکا مجھے یوں
مہوس میں زمانے میں رہا تھا — کسی اڑ بڑ سے وہ غچا نہ کھائے"۔
مخاطب تب مغنّی سے ہوا میں: "کہیں ایسے بھی
سادہ لوح ہوں گے

اکارس کا باپ
DAEDALUS
اس نے میناس کے لیے
بھول بھلیاں بنائیں
اور اپنے بیٹے کے لیے پر

یہ جیسے اہلِ سینیٰ ہیں، کہ بے شک بڑائی خور نا مسموع زمرہ
نہ کر پائے فرانس ایسا کبھی پیش"۔

جن پردہ اڑنے لگا۔

سنے الفاظ میرے دوسری جوتھی کوڑھی روح، جو اب یہ جوابا:
"بڑی سڑ کا پر اس الزام سے ہے کہ تھا آگاہ قسمت کی دہش کو
اڑائے مسرفانہ، اور نکولو قرنفل کا گراں چٹخارہ جس نے
کیا دریافت، پہلے اس چمن میں جہاں مٹی میں لے جاتا ہے گہرا
جڑوں کو بیج، بچو ہو بری وہ بھی ٹولہ لٹائے جن میں اپنے
گھنے بن اور تاکستان فیاض اسی یاتو کے کا کشیہ نے، اور وہ
ابا گلیا تو — اپنی طرفہ بخش تماشہ جس نے سب کے واسطے کی۔
تجھے معلوم ہو تا ئید تیری خلاف اہل سینیٰ کی ہے کس نے
رضا کارانہ ایسے، تو عقابی نظر اپنی ذرا موڑ اس طرف کو
کہ معلومات کو تیری مہیا کرے چہرہ مرا شافی جواب اک،
مجھے کپوچیو کی روح پائے، بزورِ کیمیا مقلوب دھاتیں
گھڑا کرتا تھا جو اور میں تجھے گر بجا پہچانتا ہوں، تو بھی کر یاد
کہ کیسا موجدہ فطرت کا نقال میں اپنی صنعتِ پُر کار میں تھا"۔

خوش باش نوجوانوں کا حلقہ سڑ کا، نکولا، کا کشیہ، ابگ لیا ٹو وغیرہ جنہیں نئی نئی سوجھتی تھی۔ نکولو نے لوگوں سے ایک خاص کھانا تیار کیا۔ کسی نے گھوڑوں کے نقرئی سم چڑھائے ان الللے تللوں کے باعث بڑی ناداری اور مفلسی کے انجام کو پہنچے۔

مراد سینیٰ SIENNA

....

کینٹو — (۳۰)

زیریں طاس — آٹھواں طبق — ایضاً

یہ دانتے کا ہم جماعت تھا

تلخیص: وہی کھاڑی ہے مگر ملتبس و جعلساز دوسرے یہ اور لوگوں کا روپ دھارتے، رائج الوقت سکے جعلی گھڑتے اور لچھے دار باتیں بنا کر بندوں کو شیشہ میں اتارتے تھے۔ یہ بھی کئی روگ بھوگ رہے ہیں۔ سینون زٹرائے اور اوموز بر سکہ اپنی عیارانہ چال بازیوں پر باہم تکرار

کرتے ہیں۔

....

کبھی جب سینۂ جونو میں برپا ہوئی آزردگی بہر سمیلی

خلافِ خونِ تھیبی

باعثِ غم، بوقتِ نامساعد انتہائی

پڑا ہذیان کا ایسا ہی دورہ اطامس پر جب اپنی اہلیہ کو

لیے ہر ڈھنکنے پر بال دیکھا — وہ چیخا زور سے: "پھیلاؤ پھندے

کہ میں یہ شیرنی اور شیر بچے پکڑ لوں درب پر — چنگال خونخوار

نکالے اور جھپٹا ایک پر وہ، بچارا اک لیئرچس نام، معصوم

اسے بلکور کر مارا چٹخ کے پہاڑی پر، کچومر ہی نکالا۔

ابھاگی ماں اٹھائے بوجھ دو جا ہوئی غرقاب کر کے ہاراکاری۔

ملا جب حاوی دُکھی ٹرائے کا سارا طنطنہ مٹی کے اندر

کیا قسمت نے ہر شے کا صفایا، شہ پیرانہ سال، اقلیم کے ساتھ

ہوا تھا راہی ملکِ عدم — تب ہکوبہ اک اسیر زار و تنہا

پلکسینہ کو پہلے ذبح ہوتے جب اس نے دیکھا، اور پھر لاڈلے کو

وہ پولی ڈورس اِس کا، اور ازاں بعد کنارِ بحرِ ویراں پر نظارہ

دِکھا ماتم گساروں کو تو ماؤف حواس اسکے ہوئے اور بھونکتی وہ

دواں پھرتی تھی جیسے کوئی کتیا، غمِ زور آور ایسا جاں گسل تھا۔

نہ سفاکانہ بے دردی سے ایسی ٹرائے کی مگر یا تھیبز کی بھی

چڑیلوں نے کیے پیوست اپنے لچک اعضا میں حیوان و بشر کے

ہمیں دو زرد رو بے ستر آسیب نظر آئے دو دیدہ، کچکچاتے

بہیمانہ سؤر باڑے سے جیسے بروں ہانکا گیا ہو — ایک پہنچا

رومی صنمیات میں جوپیٹر دیوتا کی زوجہ۔

سیمیلی: صنمیات: کاڈمس کی دختر، ضد کی کہ زیوس کو اسکی اصل حالت میں دیکھے

اطامس: یونانی صنمیات اسے اور اسکی بیوی اینو کو (جو سیمیلی کی بہن تھی) HERA نے جذبۂ رقابت سے فاتر العقل کر دیا جس کے نتیجے میں یہ ہولناک واقعہ ہوا۔

درب: درہ

ہاراکاری: خودکشی

یونانی ہکایہ: پریام کی بیوی اور پارس کی ماں۔

کچھوے کے قریں اور کھاگ اپنے گڑوئے جوڑ پر گردن کی گھرے
اسے یوں پختہ پٹڑی پر گھسیٹا کہ اسکی توند پٹ پھیلی رگڑ سے
ہیولی اس اریزو کا دگر وہ رہا تھا تھرتھراتا واں یہ بولا:
"گھمنڈی پچکچی ہے بھوتنا وہ شرارت میں طبیعت بے دھڑک ہے
کپٹ اپنی جتاتا ہے بدستور"۔
جسے میرا جواب: "اخاہ تجھ کو اگر وشواس ہے اس دوسرے کے
نہیں ہیں دانت تیرے لوتھڑے پر تسلی سے ہمیں یہ آگہی دے
یہاں سے کون ابھی چمپت ہوا ہے؟" جوابا وہ: "یہ روحِ وقت خوردہ
مراہِ بدقوارہ کی ہے جس میں ہوس کا شعلۂ ناپاک بھڑکا
خود اپنے باپ سے بہروپ بھر کر ہوئی اس فعل بد کی مرتکب وہ۔
پس اس دیگر کی صورت جو رواں ہے ذرا آگے — ڈھٹائی سے
بنائے
خدوخالِ دوناتی مہر جعلی وثیقہ پر فریبانہ کرے ثبت
کہ ہتھیائے وہ رانی راس کی خود"۔
ہوئے غائب جو دونوں تند سائے لگی تھی جن پہ
میری آنکھ کی تک
تو لوٹائی یہ میں نے تا کہ دیکھوں دگر معتوب روحیں۔ ایک مجھ کو
لگی تھی ساخت میں بربط مگر کچھ الگ جانگھ اس کی البتہ ملے یہ
جہاں پر منفرج حصہ سے جا کر
اماسی وہ جلندر بے تناسب ہوئے اعضا غلط مغلوب تم سے۔
نہ کھائے تو ند کچھ چہرے سے لگا کھلے تھے بھاڑ سے یوں ہونٹ جیسے
کوئی مدقوق کانپے تشنگی سے۔ پڑا تھا اک اگر ٹھڈی پہ سیدھا

یعنی ہکوبہ کا نکیلے دانت

یہ شخص اپنے خدوخال دوسرے پر یوں بناتا کہ پہچان نہ ہو سکتی۔ دوناتی مر گیا تو سائمن کے ایما پر اس کا حلیہ بھرا اور وصیت میں اسے جائیداد لکھ دی۔ اس کا معاوضہ اسے ایک عمدہ گھوڑی کی شکل میں ملا۔

(THE LADY OF THE HERD) یعنی گھوڑی جو پچکچی کو ملی۔

'GROINS'

تو اوپر دوسرا آڑا اچڑھا تھا۔ کیا آغاز اس نے یوں: "ارے تو
ہے اس کلفت زدہ دنیا میں کیوں کر مبرّا درد سے، مجھ کو نہیں علم
بغور ادمو کی رنجوری پہ کر دھیان، رہا میں جب تلک زندہ، نہیں تھی
کمی میرے لیے پوری رسد میں طلب از حد مجھے جس چیز کی تھی۔
مگر اب بوند بھر پانی کو ترسوں۔ دریغا، وہ کسن تینو کے سرسبز
نشیبی مرغزاروں میں درخشاں رواں زریں جھرنے، نرم و تازہ
کناروں کو کریں، جن میں گزر کر یہ جا ملتے ہیں، ارنو کی ندی میں،
ہمیشہ ہیں مری آنکھوں میں رقصاں، نہیں ہیں رائیگاں منقوش یہ عکس،
پڑیں اس سے تو کانٹے حلق میں اور، کہیں اس عارضہ سے بدتریں یہ
لٹک کر جس میں رہ جاتا ہے سب ماس دھنسے پچکے ہوئے
گالوں سے یکسر۔
تجاوز کا جہاں میں مرتکب تھا، دھکیلے سخت گیر انصاف واں سے
کرے اس نوع کی وہ کاروائی مری تکلیف دہ آہیں فزوں ہوں۔
وہاں رومینہ میں ڈھالی تھی میں نے فلز ٹھپہ لگا کر انطباعی۔
وہ جعل اس کے لیے دنیا میں اپنا بدن میں چھوڑ کر آیا برشتہ
یہاں لیکن اگر میں دیکھ پاؤں غم آگیں روح گیڈو، ال سینڈرو
کہ ان کے بھائی کی، بدلوں نہیں پھر براندہ کی جوئے شفاف سے بھی
یہ خوش آیند منظر — ایک تو ہے ابھی محبوس اندر، بولتی ہیں
اگر سچ بول نکلی آتمائیں، یہاں ہر سمت جو منڈلا رہی ہیں۔
مرے، لیکن بنائے کیا بنے بات، مرے اعضا ہیں پابندِ سلاسل
سبک البتہ گر اتنا بھی ہوتا سرک سکتا بہر صد سال ایک انچ
کبھی کا چل نکلتا اس ڈگر پر کہ میں بدقطع اس ٹولے کو ڈھونڈوں

پر سکہ کا ادمو، جعلی سکہ بنانے کی پاداش میں زندہ جلا دیا گیا
COSENTINO

سینئی میں ایک چشمہ

گیارہ میل یہ ہر چند پیچاں، نہیں کم نصف جو ہے پار اس سے
لیے آئے مجھے اس خیل میں وہ کیا انگیخت پر مسکوک جن کی
ملاوٹ سے فلورن تین قیراط۔

۲۴ قیراط سونے کا فلورنسی سکہ پہلے ۱۲۵۳ء میں ڈھالا گیا

کیا دریافت تب میں نے کہ ہے کون خراب و خوار
جوڑا جو پڑا ہے۔
اسے گھیرے ہوئے نزدیک، دائیں، دھواں یوں دے رہے ہیں
ہاتھ، جیسے
کوئی جاڑے میں یخ ندی کے اندر"۔ جواباً وہ: "گر اقطران
میں جب
انہیں پایا ہے اس درگت سے بالکل نہیں پلٹے کبھی یہ اس گھڑی سے،
نہ آئندہ مری رائے میں، جب تک نہ ہو لے وقت کا دوران پورا۔

پوٹی فر کی بیوی

وہ مسٹنڈی ہے جو ناحق ہوئی تھی گر یباں گیر عبرانی جواں کی
دگر سینون یونانی، غلط کار ٹرائے شہر کا باشی، یہ سرسام
نم دودی کشیدان سے کرے یوں کہ تنتی ہے گھٹا سی بھاپ اڑ کر"۔
سنا اس نے جو یہ تو کوئی جیسے سنے اپنے لیے کوئی خرافات
تو بھنائے — اما سی پیٹ پر اک جمایا کھینچ کر وہ ہاتھ اس نے
کہ وہ ڈھولک سا بج اٹھا — جواباً جھٹ ادمو نے بھی زناٹے کا منہ پر
رسید اس کو کیا مکّہ پلٹ کر اس اپنی بانہہ سے پڑتی تھی جو سخت۔
وہ بولا: گو سکت حرکت کی میرے گراں اعضا نے یکسر سلب کر لی،
ہے ایسے کام کو اک بانہہ آزاد"۔ جواب اس کو ملا: "فی النار جب تو
ہوا اس وقت یہ شہ پر تری یوں نہیں تھی مستعد، گو مستعد تر
زر کا سد کیا کرتا تھا مسکوک"۔ تو مستسقی اسے: "چل اے پچے اب

بڑا اترا کے ایسا سچ بگھارے‘ زباں پر کیوں نہیں آئی تھی سچی
شہادت‘ جب ٹرائے میں تھا مسئول حقیقت کے لیے؟“ سینون بولا:
”اگر میں نے کہا تھا جھوٹ‘ جھوٹے لگائے تو نے بھی سکوں پہ ٹھپے‘
یہاں پاداش میں اک جرم کی میں‘ سوا کے تو‘ نہیں کچھ انت جس کا“۔
وہ بولا: ”او غلط سوگند خورے‘ اب حانث ذرا وہ اسپ کر یاد
جو البتہ اجل کا تھا نقیب‘ اور زمانہ جرم پر شاہد ہے تیرے“۔
وہ یونانی جوابا: ”اور تیری شہادت تشنگی دیتی ہے‘ جس سے
زباں پر تیری تبخالے پڑے ہیں۔ ذرا سیال تو دے پر نظر ڈال
لگایا ہے تری آنکھوں کے آگے جو تیرے پیٹ نے انبار فاسد“۔
وہ ٹکسالی اسے یوں: ”بھاڑ سا منہ ہمیشہ کی طرح تیرا کھلا ہے
برائے یاوہ گوئی‘ اب مجھے گر کیا کرتی بھی ہے یاں پیاس ہلکان
مرے اندر ذخیرہ بھی ہے مرطوب‘ مگر تو صاف بریان و برشتہ
پھٹا جاتا ہے تیرا درد سے سر‘ نہیں ہے کارگر ترغیب کوئی
قرینے سے تو اپنے زانوؤں پر دھرے نرگس کا (خود بیں) آبگینہ“۔
نہایت منہمک میں سن رہا تھا کہ رہبر نے مجھے تادیب کی: ”بس
مزید اب اور تو پھر جان لے تو الجھ جاؤں گا تجھ سے“۔ بسکہ محسوس
ہوا‘ کیسا وہ برافروختہ تھا مخاطب‘ اسکی جانب مڑ گیا میں‘
مگر کچھ شرم سے یوں پانی پانی کہ نادم ہوں جواب بھی یاد آئے۔
کوئی سپنے میں جیسے دیکھتا ہو بڑی بپتا پڑی ہے‘ اور آشا
کرے سپنے میں وہ سپنا ہی نکلے‘ جو سچ مچ ہو تو یہ آشا نہ ہو کاش!
یہی حالت مری تھی‘ اور درکار مجھے گویائی کا یارا تھا۔ خواہاں
کہ اپنی معذرت ہی پیش کردوں‘ رہا ہوں یوں ہمیشہ معذرت خواہ

یہ نادانستہ گو سرزد ہوا ہو۔ مرا استاد بولا: ''یہ جو تیری
رہی ہے' اس سے بھی سنگیں خطا کی تلافی عذرِ کمتر سے ہے ممکن'
لہٰذا روح سے آزردگی دھو۔ اگر پھر اتفاق ایسی جگہ پر
تجھے لے جائے' حجت بازیاں یوں جہاں ہونے لگیں تو یاد رکھیو
کہ میں بھی پاس ہی تیرے کہیں ہوں' — بس ایسی لن ترانی
سن کے محظوظ
اگر ہوتے ہیں تو شوریدہ سر لوگ''۔

....

کینٹو — (۳۱)

زیریں طاس — نواں طبق

تلخیص: شاعر ایک سنکھ کی گونج پر چلتے ہوئے نویں طبق میں وارد ہوتے ہیں' اس میں چار طارم ہیں' ایک دوسرے کے اندر' اتنے ہی قسم کے غدار و دغا باز ہر ایک میں زندانی۔ لیکن اس کینٹو میں سامنے صرف یہ آتا ہے کہ سارا طبق جنات کے حصار میں ہے' ایک جن انطیائس انہیں بازوؤں میں دبوچے دامانِ طبق میں چھوڑ آتا ہے۔

....

بڑی تہدید سے آزردہ مجھ کو ابھی ایسا کیا تھا جس زبان نے
کہ مرا تمتما اٹھا تھا ہر گال' اسی نے اب کیا اس کا مداوا —
روایت جس طرح میں نے سنی ہے اٹھی تھی ٹیس اکیلز اور اس کے
پدر کو' بے اماں برچھے سے پہلے' بحال آرام کی نعمت ہوئی پھر۔
پلٹ کر دشتِ غم پر پیٹھ اپنی ہم آئے تو دہ محصور کے پار
خموشی سے — وہاں چھایا ہوا تھا سماں دن سے بھی کم'

کم رات سے بھی؛

نہ آگے تک بجھائی آنکھ کو دے۔ پڑا کانوں میں اک نرسنگھ لیکن
وہ کیسے زور سے پھونکا گیا تھا کہ شور اس کا مچا، مدھم پڑا رعد
اسی کے رُخ پہ چل کر راہِ دشوار، تکی اب میری چشمِ مضمحل واں
اسی نقطہ پہ — راڑ ایسی بھیانک نہ جب تھی آرلینڈو نے بھی پھونکی
کہ شرلیماں کا لشکر منہزم تھا بری بھگدڑ کے عالم میں، اور اسکی
فرو تھی سب مقدس جنگبازی۔ زیادہ دیر تک بھی سر ادھر کو
نہیں میں نے اٹھایا تھا، بجھائی دیئے دانست میں اپنی وہاں پر
کلس کتنے ہی سارے آسماں بوس۔ کہا میں نے: "گورو
نگری ہے کیا یہ؟"
جواب اس کا یہ فوری: "ہے طویل اک خلائے تیرگی حائل کہ جس میں
سفر کرنا پڑا تیری نظر کو، تیرا تخئیل چکمہ کھا گیا ہے۔
پہنچ کر اس طرف جائے گا تو صاف مسافت حس کو بہکاتی ہے کتنا۔
لے اک تھوڑا سا آگے اور بڑھ جا"۔ بڑی نرمی سے تھاما ہاتھ میرا،
کہا پھر: "ہو تجھے ادراک تا ہم ازاں پیش اور ہو کچھ پیش قدمی
تحیر خیز تا دکھلائی دے کم، نہیں ہیں وہ کلس، بلکہ ہیں جنات
دھس میں ایستادہ یوں شرابور کنارے پر ہر اک تا ناف غرقاب"۔
چھٹا کرتا ہے جیسے ایک شب دود، بتدریج اور بینائی پر اپنی
کھلا کرتا ہے جو کہرے نے منکھم جماؤ سے فضا میں کر دیا ہو،
کنارے کی فضائے تار تیرہ شگاف انداز ہم نزدیک پہنچے
ہوا سارا سراب و سہو کافور، پر اندیشہ نے مجھ کو آن گھیرا۔
ہے جیسے منتریجاں گرد طرّے فصیلوں پر لگائے برجیوں کے

اس شخص نے یہ جادو کا بگل ایک جن سے چھینا اس کی آواز بیس کوس تک جاتی تھی۔

CHARLEMAGNE

(کہرا)

سینی کے قریب ایک کوٹ

ژ ئی میں چار سو پھیلا ہوا تھا کنارہ یوں وہ انباری جنوں سے
تھی قامت نصف ان کی برنمودہ' بڑی پر ہول جن پر مشتری کی
فلک سے دھونس تھی اب تک' انہیں رعد دھڑ ادھڑ جب
گرج کر دندنائے۔
لیے پہلے ہی میں نے بھانپ اک کے رخ و سینہ و
شانہ اور بے انت
شکم کا خاصا حصہ' دونوں باہیں برابر ساتھ اسکی پسلیوں تک'
ہمہ افراط فطرت — دست صانع ٹھٹک کر رہ گیا جب
اس نے ڈھالے
یہ راون — اسکی دانائی پہ لاریب دلالت تھا' کئے مملوک ایسے
جنوتی جنگ کی قدرت سے باہر' اگر خود پشیمانی نہیں بھی
اسے راگھو پہ یا گرگج پر آپے' تو سنجیدہ ہو جو بھی فکر فرما
کرے تسلیم فطرت کو وہ اس میں فزوں تر دانا و محتاط بسیار'
بھی زور اور بد طینتی کے پس پشت آ کھڑی ہو زیر کی جب
تو ان کا سامنا لینا عبث ہے۔
تھا اس چہرے کا طول و حجم گویا ولی پطرس کے رومی گرجا گھر کی
اٹاری کا صنوبر'
دوسری سب اسی نسبت سے اس کی ہڈیاں تھیں۔
یہ جانو فوق ساحل پر سے اس کا تلے جو پر تلہ تھا' قامت اس کی
دراز اتنی کہ سعی رایگاں ہی پہنچنے کی مگر بالوں تک اس کے
فریزی لینڈری بس تین کرتے۔ کھلا واں تک وہ پورے تیس بسوے
جہاں بندِ قبا ہو آدمی کی — دخل پائے امت سابی الامی

وھیل مچھلی / ہاتھی

کانسی کا درخت

(بالشت) -

(مہمل جملہ ہے)

جو بکارے لبانِ تند اس کے نہیں وہ بول میٹھے بن سکے تھے۔
اور اس سے یوں مرا رہبر مخاطب: "اری او گاؤدی بدروح چل یہ
تجھے نرسنگھ تیرا تر جماں ہو نکال اس میں ہی اپنا تاؤ، تجھ کو
یہ تاؤ یا کوئی دھن اینٹھتے ہوں۔ ذرا کھوج اپنی گردن، واں ملے گا
وہ تسمہ جس سے یہ اوپر کسی ہے۔ پریشاں روح! سینہ چوڑا چکلہ
یہ تیرا جس پہ آویزاں ہے تمغہ"۔ ہوا وہ مجھ سے اب گویا: "ملامت
کئے جاتا ہے جو خود کو ہے نمرود یہ اسکی الٹی مت کا شاخسانہ
نہیں دنیا میں رائج ایک بولی، چلو گزریں کریں کیوں لفظ ضائع
زباں جو دوسروں کے واسطے ہے بھلا پلّے پڑے گی خاک اس کے۔

فلاخن

ہم اپنے دائیں کو مڑ کے چلے تیز، ہیولیٰ مار پر گوپھن کی تھا ایک
بلا کا وہ عظیم الجثہ، خونخوار نہیں کہہ سکتا کس دستِ قوی نے
کیا ہوگا اسے یوں پا بجولاں، مگر جکڑی ہوئی وہ باہنہ دائیں
اٹھائے پیٹھ پر تھا — اور زنجیر پڑی تھی دوسرے پر، سامنے جو
گلے سے اس کو باندھے تھی تلے تک۔ نمایاں پانچ بار اس ڈیل کے گرد
تھیں پیوستہ وہ سب مرغول کڑیاں، مرا رہبر: "یہ گردن کش ہوا تھا
مقابل زور آور مشتری کے کرے زور آزمائی — سو یہ انجام!
اسے کہتے ہیں ایفی لیٹس، اس میں شجاعت تھی بلا کی — جب جنوں سے
ہوئے تھے دیوتا لرزہ براندام، یہی بازو جو اس نے تب چلائے
کبھی جنبش نہ ان کو دے سکے اب"۔ کہا جھٹ میں نے: "یہ
آتی ہے جی میں
جو ہو امکاں تو بہرہ مند آنکھیں ذرا ہو جائیں واقف کردنی سے
بری یاریس کی — وہ بغلول بے ڈول" — وہ تب: "یاں

سے نہیں آگے زیادہ

ملے گا انطیائس اور وہ ہے رہا اور بات بھی کرتا ہے، ہم کو

وہاں لے جائیگا، جرم و خطا کا جہاں پر انتہائی ماجرا ہے۔

وہاں سے اور آگے فاصلے پر کھڑا ہے تو جسے چاہے گا ملنا

سلاسل میں اسی آسیب کا سا سؤر کا بال جس کی آنکھ میں ہے۔

نہ ہو بھونچال کی شدت سے ایسے کوئی مینارِ جمیدہ لرز کر کہ اپنی

نیو تک رہ جائے ہل کر، اس اینی لیٹس کا عالم تھا جیسا

نہیں اُس سے زیادہ موت کا ڈر کبھی مجھ کو ہوا ہوگا کہ اب تھا۔ (مغارہ۔ بھٹ)

نہ ہیبت بھی ضرورت مند افزوں — مگر وہ رسیاں دیکھی جو میں نے

بندھا تھا خوب جن کے ساتھ کس کر — قدم زن، انطیائس

کے قریں سے

سفر کرتے ہوئے ہم آئے سیدھے — بغیر سر، مکمل پانچ میٹر

مغارے میں سے باہر وہ برآمد۔

مرا استاد یوں گویا ہوا: ''او کہ تو اس وادیٔ شاداں میں جس نے

بنایا سیپوئے اعظم کو وارث شکوہ و جاہ کا — فوجِ ہنی بال

جب اسکی تیغ بیجاوہ کے آگے ہوئی پسپا تو لی راہِ فرار اور

غنیمت میں فقط تیرے لیے وہ وہاں سے لایا شیر شرزہ اک سو۔

قرطاجنہ کے قریب

(بیجادہ۔ سرخ)

(شرزہ۔ تندو وحشی)

ہوا تھا بر سرِ پیکار اگر تو بڑے گھمسان رن میں بھائیوں کی حمایت میں

تو ہے جیسا عقیدہ ابھی تک بھی یہ لوگوں کا، بظاہر

کرشمہ سب تری بانہوں کا یہ تھا، کئے مغلوب ابنائے زمانہ

کرم فرما، وہاں پہنچا، ہمیں تحت، جہاں سُن ٹھر کا زندانی ہے کسٹس

نہ کر عاجز، ہمیں اتنا کہ چاہیں ٹٹائس کی کمک پاٹائفن کی،

یہاں یہ شخص ہے، برلائے گا جو تمنا تیری اس اقلیم میں ہے۔
بس آ، مت ہونٹ نفرت سے سکوڑ اب، تجھے اب بھی
جہانِ فوق میں یہ
بنا سکتا ہے نامی کیوں کہ یہ تو ابھی زندہ ہے اور بشرے سے اپنے
نظر آتا ہے کافی ہی جئے گا، نہ تائید الہی عاطفت میں
اسے کر لے اگر خود قبل از وقت"۔
بڑھا کر ایک دم ہاتھ اس نے اپنا مرے رہبر کو تھاما، ماسبق میں
نہ مضبوط اس طرح تکلیف دہ تو گرفت ایسڈز نے محسوس کی ہو۔
لگا اس کا پتہ رہبر کو جونہی تو وہ یوں مجھ سے بولا: "اس طرف آ تجھے
میں تھام لوں"۔ پکڑا مجھے پھر کچھ ایسے بار اک ہم ہو گئے دو۔

بولگنا کا خمیدہ مینار

دکھائی دے کری سنڈا کا مینار جہاں نیچے کو ہے اس کا جھکاؤ
اور اس پر سے کوئی ابرِ رواں یوں پرے گزرے کہ الٹی سمت سے وہ
نظر آویختہ آئے۔ لگا یوں مجھے وہ انطیائس خم زناں، جب
اسے دیکھا کچھ اطمینان کے ساتھ — خوشی سے میں تو رستہ اور لیتا
اسے طے کرنا پڑتا خواہ سو بار — بہر حال اس نے اس پاتال میں، جو
کئے ہے تھاہ میں محبوس اپنی یہودا اور لوسی فر کو۔ آخر
ہمیں آہستگی سے جا اتارا، — رُکا وہ اور نہ بہوڑایا، اٹھا بس
کشیدہ جس طرح زورق میں مستول۔

....

کینٹو — (۳۲)

زیریں طاس — نواں طبق — طارمِ اول

تلخیص: اس کینٹو میں اول اور جزوی طور پر دیگر وہ طارم بیان کیے

گئے ہیں جن میں نواں اور آخری طبق منقسم ہے۔
طارم اول — کائینہ ہے، یہاں دانتے کیمی کن زپازی سے دوچار
ہوتا ہے جو اسے دوسرے گنہگار شمار کرتا ہے کہ مغضوب و معتوب ہیں۔
دوسرا طارم — انتی نرہ — ہے جہاں اسی انداز میں بوکہ دیگلی ایتی
سے اس کے رہینِ عقوبت وایذا ہمراہیوں کی روداد معلوم ہوتی ہے۔

☆ ☆
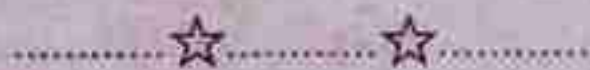
مجھے ہوتی اگر قدرت کہ موزوں گرج گھمبیر کے اشعار کرتا
موافق اس شگافِ غم گزیں کے کئے تھی جس کے اوپر ہر پہاڑی
بلند اڑوار اپنی سخت محکم — تو یہ ممکن تھا پروازِ تخیل
کنارِ عرش چھو آتی — مری تو نہ بحریں ہی دشمن ہیں ہرج کی
سخن سنج اک ادق موضوع پر ہوں — یہ کنہِ کائناتِ کل کی تفصیل
بیان کرنا ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔ زباں درکار ہے اس کے لیے جو
کسی بچے کی کلکاری نہیں وہ۔ مری اس مثنوی میں ہمنوا ہوں
سرود انگیز دوشیزائیں جن کی اعانت سے کیا تھا ایمفین نے
حصاروں کے دروں تعمیر — اس طرح نظم حقیقت برملا موزوں ہو گی۔
ارے بد بخت لوگو! بیشتر سب دگر آشفتہ حالوں سے، مکیں ہو
حویلی میں جو ایسی — برمحل لفظ نہیں ملتے کہ حال اس کا رقم ہو۔
کہیں بہتر تھا ریوڑ یا زمیں پر پہاڑی بکریاں ہوتے اگر تم!!
ہم استادہ اندھیری تھاہ میں تھے جنوں کے پاؤں کے نیچے، بہت ہی
مگر پستی میں ان سے — اور افراز مری آنکھیں کنگورے پر لگی تھیں۔
یکا یک اک ندا یوں مجھ سے بولی: ''چلا جاتا ہے کیسے دیکھ بے تو
سنبھل کر چل، نہ تیری ایڑیاں سر کچلتی جائیں تیرے بھائیوں کے''۔

AMPHION

پلٹ کراب جو دیکھوں مرے آگے تھی اک جھیل' اس کی سطح منجمد' بیش
دکھائی آب سے دے آبگینہ۔ زمستاں میں نہ ڈینوب آسٹروی
کسی ماندہ بہاؤ پر بھی اپنے دبیز ایسا کبھی پھیلائے گھونگھٹ
نہ زیر آسمانِ زمہریری دراز و دور طاناکس ہمیں طور۔ — پہاڑوں کے نام
تبرنک اور تبریانا کے تودے اگر اس پر لڑھک کر آن گرتے
تڑخ پاتی نہ اسکی کور تک بھی۔ ابھر کر موج سے ٹرّائے مینڈک — ان+ہاری' مقابلہ کریں
تو اکثر اس گھڑی سپنے میں اپنے مگن ہو ایک انہاری گنوارن — پن ہاری
مشقت میں ہمیں طور آئینہ ہو جہاں تک شرم مجوبی' کھڑی تھیں
خلش سے نیلی گچ ارواح نیچے کفن میں برف کی ملفوف اس جا۔
وہ جنباں دانت اپنے کٹکٹاتے صفیرِ تیز ہو لق لق کی جیسے۔
ہر اک سر اپنا نیہوڑائے ہوئے تھا' ٹھٹھر کر ان کے منہ سُن ہو گئے تھے'
غمِ دل ان کی آنکھوں سے نمایاں۔
نظر دوڑائی ہر سو نا حیہ میں تو وہ پیروں میں یوں
پسرے پڑے تھے
گتھے باہم گر' گیسوؤ کا کل اُلجھ کر ہو گئے تھے جھاڑ جھنکاڑ۔
کہاں میں نے: "کہو سینے میں پیوست بہم اس طرح جن کے'
کون ہو تم؟"
انہوں نے اس صدا پر گردنوں کو جھکایا اور جب انکی نگاہیں
اٹھیں مجھ تک' مقطر کر گئیں جھٹ وہ آنکھیں لب پہ نمنا کی
دروں کی۔
تمام آنسو کیئے کہرے نے پابست وہیں ڈیلوں میں'
واں انکائے رکھا۔

نہیں تختہ پہ تختہ کو ملا کر کبھی مضبوط یوں ٹھونکا گیا ہو'
بہم دو مار کھن مینڈھوں کی مانند وہ ٹکراتے تھے جیسے۔ اُف
غضب ناک۔
اور اک پالے نے جس کے کان دونوں دیئے تھے مار چلایا' بدستور
نگوں نگراں: "ہمارے باب میں کیوں طویل ایسی قیاس آرائیاں ہیں۔
وقوف ان دو کے بارے میں ہے درکار — ترائی ریلتا ہے اپنا موجہ
جہاں لی سن زیو — تسلیم اس نے کیا تھا حکمراں خود باپ ان کا
وہ البرٹو اور اس کے بعد انہیں بھی' وہ اک ہی بطن سے پیدا ہوئے ہیں'
یہ سارا کائنہ تو چھان مارے نہیں ملتا کوئی ان سے زیادہ
ملے موزوں کہ یخ بستہ میں ٹھونکیں — نہ وہ' اک ضربِ دستِ آرتھر نے
کیے دو نیم جس کے ذات و سینہ' نہ فوکاشی' نہیں وہ بھی نہیں روح
وہاں' جس کا بہت ابھرا ہوا سر مزاحم ہے مرے منظر کے آگے۔
ہے اس کا نام مسچو رینی' ہے تو اگر ٹسکن تو ہوگا آشنا خوب
کہ وہ تھا کون — قصہ خیر کوتاہ' مرے حلیہ میں تو پہچان لے اب
ہوا کرتا تھا کیمی کن' کبھی جو' یہاں ہوں منتظر میں ایک اپنے
قرابت دار کرلینو کا' اس کا گنہ سنگیں کریگا صاف میرا"۔
مجھے رُخ اک ہزار آئے نظر تب کڑا کے کی کڑی ٹھر نے کیا تھا
جنہیں بہروپ میں کُتا نکوسی — جب آئے تھیتھلے برفاب میرے
خیالوں میں تو مجھ پر رینگ کر اک ہراسِ لرزہ خیز آیا مسلّط۔
چلے جاتے تھے منجھواڑے کو ہم اب جہاں حد پر تھا ضم سب ٹھوس رسکس۔
ٹھٹھرتا پیچ سے اُن انت سن کے' نہیں یہ علم ان ہونی ہوئی تھی
کہ تقدیری تھا امر اتفاقی' خرامیدہ سروں کے درمیاں سے

اصل' مار کھنڈ

البرٹو کے دو بیٹے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو مار ڈالا
مردرک' آرتھر کا بیٹا جسے غداری کے شبہ میں باپ نے نیزہ مار کر دو نیم کر دیا تھا۔
فوکاشی: اسی کی منتقمانہ جنگ بازی کے نتیجے میں نیری اور بیانچی جماعتیں بنیں۔
مسچو رینی: ایک فلورنسی فوکاشی کی طرح اپنے چچا کا قتال
کیمی کن: اپنے ایک عزیز کا قاتل
کرلینو: ۱۳۰۲ میں دھوکے سے اس نے ایک قلعہ محاصرین کے حوالے کر دیا۔
(رسکس: صواد)

مگر ٹھوکر لگی منہ پر کسی کے' کچھ ایسے زور سے وہ بلبلا کر
پکارا: ''کیوں کچلتا ہے مجھے تو' ترے ذمہ لگی یہ چیرہ دستی
کوئی تازہ برائے مانٹ پر تو جو ہے یوں تو مری ایذا کے درپے''۔
کہا میں نے: ''ذرا استاد رک جا' غلط فہمی کا ہو جائے ازالہ'
ازاں پس پھر تری مرضی کی عجلت''۔ مرا استاد ٹھہرا اور میں نے کہا
اس سایہ سے جو برہمی میں مجھے پی پی کے پانی کوستا تھا
''بتا تو کون ہے جو دوسروں پر کئے جاتا ہے یوں تشنیع بے جا؟''
وہ بولا: ''خیر سے' تو کون ہے جو ادھیڑے گال یوں اوروں کے' ایسا
خراماں بے لگام انتی نرہ میں' نہیں جس کی یہاں بالکل اجازت
لگے جیسے میاں زندہ ہو اب تک؟''
جواب اس کو مرا یہ: ''ہو مسرت تجھے کچھ' بر سبیلِ تذکرہ گر
سنے میں واقعی زندہ ابھی ہوں۔ ہوس شہرت کی ہے تو نام تیرا
کروں میں دوسروں کے ساتھ مرقوم''۔ وہ بولا: ''بلکہ ہے خواہش تو برعکس
یہ جسکی پیشکش فرمائی تو نے' نہ کر دق اور چلتا بن یہاں سے
تری ماری گئی مت' چکنی چپڑی جو اس وادی میں باتیں کر رہا ہے''۔
تب اسکی ٹانٹ پیچھے سے پکڑ کر کہا یہ چیخ کر میں نے: ''بتا نام
نہیں تو بال اک سر پر نہ ہوگا''۔ جواب اس نے دیا: ''تو نوچ بودی
نہ منہ سے لفظ اک پھوٹے گا میرے' نہیں افشا کروں گا کون ہوں میں
ہزار اک بار بھی گر نوچ لے سر''۔
لٹیں مٹھی میں اب اسکی پکڑ کر کھسوٹا ایک گچھے سے زیادہ۔
وہ بکارے چلا جاتا تھا' آنکھیں سکوڑ اندر کو اور کر کے نگوں سار'

اس مقام پر بوکہ نے غداری کی

اس نام کے ایک شخص نے ترائے کا شہر دھوکے سے دشمنوں کے حوالے کر دیا تھا۔ سو جگہ کا نام جہاں غدار محبوس تھے۔

بودی۔ بال

دگراک پاس سے تب چیخ اٹھا: ''پڑی ہے کیا مصیبت تجھ پہ لوکہ'
بجامت کٹکٹاتے دانت پرشور' اگر کہنا ہے کچھ تو بھونک کھل کر
تجھے یوں کون شیطان اینٹھتا ہے؟'' تو میں: ''ہو گنگ اب
ملعونِ غدّار''۔

''دفان اس نے کہا: '' ہے جی میں جو بک' مگر جب تو یہاں سے
بچ کے نکلے
نہ اس کے تذکرے کو بھول جانا' زباں جس کی تھی قینچی کی طرح تیز
فرانسیسی زراک لعنت جسے تھا یہ کہہ سکتا ہے تو' وہ ڈیوریائی
نظر آیا تھا مجھ کو جس جگہ پر معاصی' ایڑیاں فاقوں کے مارے
رگڑتے ہیں' کوئی پوچھے اگر اور ہیولیٰ کون تھا ہمراہ ان کے
برابر میں ترے بیکار یہ ہے فلورنسی ہلاکت زا کلہاڑی
تلّی لال جس کی بھر گئی تھی' یہ اندازہ غلط میرا نہیں تو
مقیم آگے وہاں سلدانری ہے۔ گرنیلو اور تری بل دہل کے ساجھی'
وہی وا کر دیا تھا جس نے فینزا جب آسودہ خوابِ (شب)
تھے سب لوگ''۔

ڈیوریہ گھرانے کا اس نے بھی غداری کی۔

شارلیمان سے غداری کی دوسرے نے دھوکے سے فینزا کے در کھول دیئے۔

اسے چھوڑ آئے رہ لی ہم نے اپنی' ملیں کھادر میں دو
روحیں دریدہ
کچھ ایسی' برف پر' سر ایک اس کا بنا تھا قبہ جیسے دوسری کا۔
ہڑپ ہو بھوک میں جس طرح روٹی' وہ اوپر' یوں چلائے جا رہا تھا
دگر کے مغز میں کھاگ اپنے واں تک جہاں پر ریڑھ کی ہڈی
جڑی تھی۔
نہ خونخواری سے ایسی ٹائی ڈس نے منالی پس کی کن پٹیاں چبائیں

وہ جیسے کھوپڑی کو ٹھوکتا تھا، گرا پڑتا تھا ملغوبہ پر اس کے۔
کہا میں نے: "ارے اظہارِ نفرت بہیمانہ ترا پنجہ زنی سے
یہ کیوں اس طور بیچارے پہ آخر، سنوں میں بھی جواز اس برہمی کا۔
پتہ معلوم ہو گر کون ہے تو یہ دیگر کی خطا کس نوع کی ہے،
جہانِ فوق میں شاید کروں میں ادا حق تیرا جس سے ہوں سخن راں
رہی تا دیر گر اس کی رطوبت"۔

یعنی زبان

....

کینٹو — (۳۳)

زیریں طاس — نواں طبق — طارم دوئم/سوئم

تلخیص: شاعر کو نواب اگلینو زخر دیشی اپنی دل پاش کہانی سناتا ہے کیسے اسے اور اس کے بچوں کو اسقفِ اعظم رگیری کے حکم پر برج پیا میں فاقوں سے ہلاک کیا گیا تھا۔ آگے تیسرا طارم — بطلیموسیہ ہے، جس کے اندر وہ منافق اور ریاکار محسوب ہیں جو مہربانی و اخلاص کی ظاہرداری سے لوگوں کو فریب کا شکار بناتے تھے۔ ایسا ہی راہب ابریکوز منفریدی تھا۔ عجیب و غریب ایک واقعہ اس نے سنایا کہ اس طارم میں ایک روح ایسی بھی مبتلائے عذاب تھی جس کا زندہ جسم عالم بالا میں آسیب کے اثر میں ہے۔

....

نجس بھوجن سے جبڑوں کو وہ عاصی اٹھا کر پونچھتا

ہے موئے سر سے

نکالا تھا کچومر جس کا پیچھے۔ یہ تب آغاز: "پھر خواہش پہ تیری
کروں دل پاش غم کا میں اعادہ، ہوئی مدت فرو جو ہو چکا ہے،

جگر پھٹتا ہے۔ جس کو یاد کر کے کہیں پہلے کہ وہ ہونٹوں تک آئے۔
مگر جو تذکرہ اب کر رہا ہوں اگر ہو بار آور تخم ثابت
اسے یہ روسیاہی کا ابد تک' گڑے ہیں۔ جس فریبی پر مرے دانت
مجھے پائے گا جھٹ گریاں وگویا۔ خبر اس کی نہیں' جو کوئی تو ہے
نہ یہ وارد ہوا کیوں کر ثری میں' ترا لہجہ سماعت میں مجھے تو
دکھائی دے فلورنٹین سچ مچ۔ تجھے معلوم ہو میں تھا ز میں پر
نواب اگلینو' یہ اسقف رگیری۔ بنا رکھا ہے حرزِ جاں اسے کیوں
سن اب۔ اس کے خیالاتِ زبوں کا یہ خمیازہ ہے— اس پر میں نے
ناحق
کیا تھا اعتماد اور پھر ہوا میں اسیر اور بعد میں مقتول— یہ سب
مگر دہرانا ہے تحصیل حاصل۔ ترے کانوں تلک پہنچی نہ ہوگی
مگر تفصیل جو' یعنی مرا قتل
بہیمانہ تھا کیسا' اب سنے گا کہ تجھ پہ واقعی ہو فاش' مجھ پر
ستم سفاک نے ڈھایا تھا کیسا۔ سلاخوں کا قفس ڈربے میں' جواب
مرے باعث بنا ہے کوٹھڑی کال' رگڑتے ہیں جہاں اب
ایڑیاں اور۔
ہوا تھا' بار ہا روزن سے اپنے مجھے وہ مہ نما' طاری ہوئی جب
زبوں وہ نیند مجھ پر جس نے رشتہ کیا منقطع مستقبل سے میرا۔
یہی میں تو کہوں میرِ شکار اک رواں تھا صید کرنے مضمحل
گرگ اور اس کے پلّے۔
اس کہسار تک' بند کرے للّہ کا منظر جو پسن سے۔
سبک تن کتیائیں ساتھ اس کے وہ کھوجی اور آفت— سامنے تھے

ہراول میں صف آرا لن فرانچی گوالنڈی، وِس منڈی کے ہمراہ۔
زمانہ ہو گیا تو باپ بیٹے پڑے کمزور، اضمحلال ایسا
مجھے تو یوں لگا نوکیل نابیں کئے دیتی تھی پہلوان کے خوناب۔
کھلی جب آنکھ میری پو پھٹے، تو سنا میں نے کہ اپنی نیند میں وہ
مرے فرزند (وہ بھی ساتھ ہی تھے) مچل کر جیسے روٹی مانگتے ہوں۔
ستمگر ہی کوئی ہو گا تجھے گر نہ اندازہ ہو میرے وسوسے کا
مرے دل نے جو کی پیشین گوئی۔ نہیں اب گر تو پھر کس کام کی ہے
تری یہ اشک افشانی اگر ہو۔
وہ جاگ اٹھے، وہ ساعت آن پہنچی دیا کرتے تھے جب خوراک ہم کو۔
ہر اک کا ذہن پر اندیشۂ خواب، سنا میں نے چڑھایا قفل نیچے
بھیانک برج میں جو رہگذر تھی، وہ در جس سے تھی ممکن آمد و رفت۔
مجھے تو لگ گئی چپ، سانپ سونگھا، بڑی بے چارگی سے، حسرت انگیز
نظر میں نے جگر گوشوں پہ ڈالی۔ مری آنکھوں کے سوتے ہو گئے خشک
کہ میں اندر سے پتھر بن گیا تھا۔ وہ روئے پھوٹ کر اور لاڈلا وہ
مرا، انسلم چیخا: "تک رہا ہے مرا ابا جو یوں کیا دُکھ تجھے ہے؟"
مگر اک دانہ میری آنکھ سے اشک، رہا گم سم، نہ بن آیا کہ دیتا جواب ان کو۔
وہ سارا روز بیتا، گئی اگلی بھی شب بختی کہ سورج ہوا اک تازہ
دنیا میں نمودار،
ہوا اسی کلبۂ احزاں میں اپنے گزر تب ایک مدھم سی کرن کا۔
نظر ان چار چہروں میں جب آئی مجھے اپنی جھلک تو فرطِ غم سے
چبا ڈالے خود اپنے ہاتھ میں نے، گماں گزرا نہیں تھی پیٹ
کی آگ بجھانے کی یہ حرکت اضطرابی۔

اٹھے یکدم وہ چلاتے ہوئے سب ہمیں کچھ بھی قلق بابا نہیں ہو
تناول کر ہمیں اس بھوک میں تو کہ یہ تخمِ زبوں تیری عطا ہے
جو اترن ہم نے زیبِ جسم کی ہے' اسے گر نوچ لے تو' حرج ہی کیا'
فسردہ تر نہیں ان کو کروں' سو رہا چپ چاپ پتہ مار کر میں۔
رہے اس روز پنبہ در دہن ہم اور اگلے دن بھی — اے ارض لئیم' اف
نہیں شق ہم پہ تو ہوتی نہیں کیوں! — چڑھا جب ہم پہ
چوتھا دن اسی طور
تو چت پیروں پہ میرے گر کے گڈو یہ چلایا: "مرے ابا نہیں کیا
مجھے کچھ آسرا بھی؟' چل بسا پھر۔ دکھائی دے رہا ہوں صاف جیسے
مری آنکھوں کے آگے پانچویں اور چھٹے دن ایک ایک کر کے وہ تینوں
گئے دم توڑ — اور پھر میں' کہ میری نظر جاتی رہی تھی' تین دن تک
ٹٹولوں اور پکاروں — ہائے ان کو کہ جاں جاں آفریں کو
دے چکے تھے۔

ذلیل

ہوا تب جا کے فاقہ غم پہ حاوی"۔ یہ کہہ کر اس کی کنٹک کھوپڑی پر
پھر اس نے یوں گڑوئے دانت اپنے کہ ہڈی کو دبوچے ایک کتا'
تو بس اسکو چھوڑے اور نہ چھوڑے۔ پسا! تف' ان اہالی کی ہوئے جو
فروکش اس حسیں خطہ میں' بولی جہاں فردوسِ گوش اٹلی کی ہے۔ بس
یہ سب اس واسطے' ہمسائے تیرے تساہل کوش ہیں' ٹوٹیں نہ تجھ پر۔

(دو جزیرے ارنو کے دہانے پر)

کپریہ اور گر گونہ ہی نکلیں اگم طاسوں سے باہر اور دیں باندھ
دہانے پر وہ بند ارنو کے' تیری ہر اک ذی روح کو غرقاب کر دیں۔
روایت مستند' تیرے گڑھی کوٹ گرا گلینو نے دھوکے سے ہرائے
تجھے! اس کا تو حق بالکل نہیں تھا کہ بچے اس کے سولی پر چڑھائے۔

بری گاتا' یلکیسیون اور وہ بڑا معصوم جوڑا' جن کی بابت مری اس
مثنوی میں تبصرہ ہے'——وہ ان کی کمسنی' اے تھیبز حاضر
بناتی ہی تھی کب تقصیر کا اہل'——ہم آگے بڑھ گئے ملفوف دیگر
جہاں تھے برف کی گھڑی تہوں میں' نہیں پیروں پہ کوئی' بلکہ اوندھے۔
عجب ماحول وہ خطہ جہاں پر مجالِ گریہ گریہ کو نہیں تھی'
کہ غم آنکھوں سے ان کی رہگور کا تمنائی ٹھٹک جاتا تھا پا کر
رکاوٹ اور لڑھکتا پھر پلٹ کر اضافہ کے لیے کربِ دروں کے۔
سرشکِ اولیں یکجا معلق بہ اندازِ چکیدن جیسے اوٹہ
وہ کوئی مغفر بلور کا ہو' پیالہ میں یہ تحتِ چشم خانہ۔
ہوئی ٹھرے سے مرے چہرے کی حس شل سراسر جس طرح پتھر ہو' لیکن
کیا محسوس میں نے ایک جھونکا۔ کہا میں نے: ''مرے استاد جی یہ
کدھر سے آ رہا ہے' ورنہ یاں تو بچک کر رہ گیا ہے ابخرہ سب''۔
جواباً وہ: ''تری آنکھیں تجھے جلد بتا دیں گی ابھی جب بھانپ لیں گی
ٹھکانہ جو پون بوچھاڑ کا ہے''۔ پکارا ایک تھا جو قشرِ یخ پر
وہیں شیون کناں——''ایسی ستم راں اری روحو کہ ابعد ہاویہ میں
تمہارا زاویہ طے ہے' مرا یہ نقابِ منجمد رخ سے ہٹا دو
ملے تا راہ میرے غم کو' کہ جس نے میرے دل میں بسیرا کر لیا ہے۔
ذرا سی دیر ہی کو قبل اس سے یہ جم جائے دوبارہ——''اس سے میں نے
کیا دریافت: ''کہہ تو کون تھا' گر مری امداد کی حاجت تجھے ہے۔
نہیں تجھ کو رہا پھر بھی کروں گر پھسل کر برف اسفل میں دھنسوں میں''۔
جواب اس نے دیا: ''البر گو راہب' وہی میں ہوں کہ باغِ زشت
سے پھل

چھجا

اُتارے میں نے جن کا اب مزا میں بجایاں چکھ رہا ہوں، یہ کھجور اک
مری انجیر سے بڑھ کر رسیلی"۔ "ارے" میں چیخ اٹھا "کیا چل بسا تو؟"
جواباً وہ: "جہانِ فوق میں کیا بدن پر اب گزرتی ہے، مجھے کچھ
نہیں معلوم — حاشا یہ مراعات میسر ہیں تو بطلیموسیہ میں،
یہاں چھوڑی ہے اس نے روح اکثر ناطرو پس کرے گو ترک ابھی وہ۔
پھر اس سے بھی زیادہ خوشدلی سے دمکتے قطرہ ہائے اشک پونچھے
مری آنکھوں پہ منجمد ہوئے جو، تجھے ہو آگہی، جس ثانیہ روح
یہ اپنا چھوڑتی ہے ساتھ، میں نے بتایا جیسے، اک آسیب کو تن
حوالے اپنا کر آئی ہے، مابعد اسے وہ اپنی مرضی کے مطابق
رواں بھی اور رکھتا ہے دواں بھی۔ یہاں تک وقت جب اس کا ہو پورا
تو گر جاتی ہے اس جوہڑ میں اوندھی۔ اگرچہ ارتجالاً فوق آئے
ہیولیٰ جسم کا اس کے نظر بھی۔ عقب میں جو ٹھٹھرتا ہے مرے یاں
کرے گا تو شناخت اسکو — ہوا ہے اگر اسفل میں وارد تازہ تازہ
برنکہ ڈوریہ کو سالہا سال ہوئے ہیں اس جگہ زنداں میں پہنچے"۔
جواب اس کو دیا میں نے: "مگر تو اتر آیا ہے مجھ سے دل لگی پر
برنکہ ڈوریہ مرحوم کب ہے کہ زندہ آدمی سا وہ تو اب تک
بجالاتا ہے سارے کام فطری — وہی خوردن وہی نوشیدن اس کا،
وہ جامہ پوشی و شیریں خوابی — "وہ ایسے" تا ہنوز اخدود میں فرق
جہاں پہرہ پہ ہیں مردود چنگال، اُبلتی ہے جہاں پر چپچپی قیر،
مچل زانچے ہوا وارد — تو یہ شخص بدن میں اپنے چھوڑ آیا تھا اک دیو
بجائے خود بھی اور اس خویش کے بھی نہیں اس سے وفا جس
نے نبھائی۔

بطلیموس سے مشتق، ابن ابوبس جس نے سائمن اور اس کے پسر ہلاک کئے

ڈوریہ گھرانے کا، اپنے خسر کا قاتل

بڑھا ہاتھ اور مری آنکھیں مگر کھول"۔
انہیں کھولا نہ میں نے، حق میں اس کے یہ کج خلقی
کہ خلق انتہا تھی۔

ارے اہلِ جنیوا، بد نہاد و ــــ بہر پیرایہ تم لتھڑے ہوئے ہو
ہر اک فسق و بدی میں، کیوں نہیں تم زمیں سے یکسر ش ناپید آخر۔
کہ تم ایسی ملی افزوں سیہ کار رمگنا کی مجھے بس روح ــــ جس کے
عمل کا شاخسانہ ہے کہ اب بھی کسی ٹس میں ہے اس کی روح غرقاب،
اگرچہ جسم کے ناتے ابھی تک نظر آتا ہے وہ زندہ سرِ ارض۔

یعنی راہب البرگو کی

(COCYTUS)

....

کینٹو ــــ (۳۴)

زیرین طاس ــــ نواں طبق ــــ طارم چہارم

تلخیص: نویں طبق کے چوتھے اور آخری طارم میں سرتاپا برف کے اندر وہ دھنسے ہیں، جو اپنے محسنوں سے نمک حرامی کے مرتکب ہوئے۔ منجدھار میں لوسی فر ہے ــــ ابلیس، دانتے اور ورجل اس کمر کوہ پر اترتے ہیں۔ پھر ایک چور راستہ سے وہ دوسرے نصف کرہ زمین میں پہنچ جاتے ہیں ــــ ایک بار پھر ستاروں کا جگمگاتا منظر ان کی نظر کے سامنے ہے۔

....

مرے رہبر نے فرمایا: "علم وہ شہنشاہِ جہنم کے سرافراز
ہماری سمت لہراتے چلے ہیں، نظارا کر تجھے دکھلائی دے گر"۔
مثیل اک ابر گہرے اور گھنے کے، کہ اپنے ادھ کرے پر شب
کے سائے

مسلط جس طرح ہوں، دے دکھائی کہیں دور اک پون چکی، جسے دیں
تھپیڑے تیز چکر — بس مجھے تو لگا وہ ہو بہو نقشہ یہ سارا۔
ہوا کی زد سے بچنے کے لیے لی جھٹ اپنے راہبر کی اوٹ میں نے،
نہیں تھی آڑ کوئی دوسری واں۔ اب آیا میں — (تذبذب سے مگر یہ
عجوبہ مثنوی میں ڈھالتا ہوں) — جہاں زیریں تھیں سب
روحیں ٹھساٹھس —
دروں شفاف شیشہ میں سے لیکن نمایاں آبگیں پیندے کی مانند
پڑے تھے چند اوندھے، دوسرے راست ستادہ ایڑیوں پر یہ اگر، تو
وہ سر کے بل کیے تھا تیسرا رخ کماں سا پاؤں تک اپنا خمیدہ
جب اس موقع پر ہم پہنچے تو منشا ہوا رہبر کا اب دیکھوں اسے میں
کبھی جو شے مرقع حسن کی تھی۔ مجھے روکا، مرے آگے سے ہٹ کر
پکارا: "دیکھ ڈس کو دیکھ ہاں یہ محل بھی دیکھ — یاں کرنا پڑے گا
تجھے تو حوصلے سے لیس دل کو"۔
ہوا میں کس طرح مفلوج، کیسے ہوئے اوسان گم میرے نہ قاری
کرے یہ پرسش احوال مجھ سے، نہیں قدرت کروں میں یہ قلم بند،
ہوئے ہیں لفظ ایسے بے بضاعت حقیقت کی نگارش کر نہ پائیں۔
نہ تھا مردہ، نہ میں زندہ، مگر سوچ قیاس آرائی کا ملکہ ہوا ہے
ودیعت تیز اگر اس وقت میری جو کیفیت ہوئی ہوگی۔ کہ "یاما"
ستمگر حاکم اقلیم اندوہ کمر تک برف سے باہر کھڑا تھا۔
ضرور اِک دیو میں قامت میں نکلوں کہ جیسے اس کے جناتی تھے بازو۔
اسی اک عضو کی نسبت سے کر لے اب اندازہ وہ ہیکل کل جو ہوگا۔
جمیل اتنا رہا ہوگا کبھی گر کریہہ المنظر اب وہ جس قدر تھا۔

مگراس پر ڈھٹائی کی یہ نوبت کہ اپنے خالق اکبر سے ڈٹ کر
وہ چشمک زن تھا — پھر کیسا اچنبھا اگر اس ذات نحس آلود سے سب
مصائب ہم پہ نازل ہو رہے ہیں۔ وہ منظر اف تحیر خیز کیسا
کہ سر کے گرد اس کے تین منہ تھے — وہ بالکل سامنے شنگرف
گوں تھا
دگر دو ساتھ ہر مونڈھے کے ادھ بیچ تھے یوں پیوست چونڈہ پر لگے تھا
نظر کو زعفرانی زرد دایاں، تو بایاں نیل پیرانہ کی مانند
اترتا ہے ترائی میں جہاں وہ ہراک کے تحت دو شہپر برآمد
کشادہ جس طرح سیمرغ کے پر۔
نہیں دیکھے تھے بحر بیکراں پر کبھی گسترہ میں نے بادباں یوں
پٹر بیٹر و پر نہ روئیدہ تھے ان پر شپرہ سی نسیج ان کی مگر تھی۔
انہیں یوں پھڑ پھڑاتا تھا ہوائیں نکل کر تین ان سے سرسرائیں۔
کسی ٹس جن سے تہ تک منجمد ہو۔ وہ چھ آنکھوں سے گریاں اشک ہو کر
رواں تینوں زنخدانوں پہ تھریں اور ان میں جھاگ بن جائے
لہو رنگ۔
ہراک منہ سے وہ دانتوں میں پچھوڑے خطاکار ایک ایک
ایسے۔ نکالے
کچومر جس طرح جرِ ثقیل ایک، عقوبت میں وہ تینوں اس
نمط تھے۔
مگراس کنکناہٹ میں اذیت فزوں تر اولیں تھی۔ وہ دریدن
درندانہ، کہ جس سے بیش اوقات ادھڑ کر کھال رہ جاتی کمر سے
مرا راہبر مجھے کہنے لگا: "وہ پرے کی روح جس کو مل رہی ہے

یہ تین۔ غصہ، حسد، بدی سے تعبیر کئے جا سکتے ہیں۔ یا یورپی ایشیائی اور افریقی ملل۔

سزائے بے نہایت' ہے یہودا — کہ سر تو گھس گیا ہے اندر اس کا
چلاتا ہے وہ باہر ہاتھ اور پاؤں۔ دگر دونوں کہ جن کے سر معلق
ہیں گچ جبڑے سے نیچے' ایک ان میں بروٹس ہے' برابر اینٹھتا ہے
زباں پر حرف اک لاتا نہیں وہ' دگر جثہ کا بھاری کاشیس ہے
مگر اب رات پھر سے بھیگتی ہے' یہ رخصت کی گھڑی ہے۔
یوں بھی ہم نے مکمل سب نظارا کر لیا ہے"۔
حمائل اسکی گردن میں ہوا میں یہی فرمائی تھی اس نے ہدایت
محل و وقت کا اندازہ کر کے' کشادہ خوب جب پر ہو گئے تھے
تو کھرّے پہلوؤں کو تھام کر وہ پڑے پکّے قدم نیچے جماتا
لگا تو وہ بہ تو وہ اب اترنے' نکیلی برف' فربہ دشت کے بیچ'
پھر اس حصہ پہ وہ جیسے ہی پہنچا جہاں آ ماس کولہوں پر سے آگے
چلی جاتی تھی مڑ کر ران اسکی' بڑی دقت' بڑی تکلیف سے واں
مرے رہبر نے اپنے سر کو موڑا جدھر پیر اس کے استادہ تھے — آگے
پھر اس مردار کو یوں سخت پکڑا' کوئی ہوتا ہے جیسے کوہ پیما۔
مجھے تو یہ گماں گزرا کہ واپس جہنم ہی کی جانب مڑ چلے تھے۔
کہا استاد نے یوں ہانپ کر اب تھکن سے چور اک انساں کی مانند:
"سمجھ لے نردباں جیسی بھی ہے یہ بروں ہم اس ملامت گاہِ گُل سے
اگر ہوں گے تو اب اس کے ذریعے"۔ نکل کر سنگلاخی درز سے پس
دھرا مجھ کو کگر پر' میں نشستہ' مرے پہلو میں وہ بھی آن پہنچا
بڑے ہی مضمحل قدموں سے خود بھی۔ نظر میں نے اٹھائی' تھی توقع
کہ لوسی فر وہی مجھ کو ملے گا جہاں ہم چھوڑ کر آئے تھے اس کو۔
مگر کیا دیکھتا ہوں اسکی ٹانگیں اب اوپر کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

مراد کوئی جو آئینی حکمران کا قاتل ہو۔

(رہبر کی)

(دشت نمگارئبد)

اناڑی پن سے یہ بھی جانچ لے گا جسے بالکل بھی اندازہ نہیں ہو۔
کہ میں گزرا تھا اس نقطہ سے ہو کر، مگر اس فکر میں غلطاں، غضب کی
اذیت سے مرا یاں سابقہ تھا۔ مرے آقا نے چلا کر کہا: ''اٹھ
کھڑا ہو پاؤں پر اپنے کہ رستہ طویل اور ہے سڑک دشوار خاصی،
ابھی اک آدھ ساعت ہی کے اندر دوپہر کی، پلٹ آئے گا
سورج''۔
یہ کچھ ایوانِ شاہی بھی نہیں تھا فلک بوس و درخشاں — ہم جہاں تھے
مگر یہ قدرتی زندان محکم — ٹکانا پیر بھی اس جا گراں تھا،
قلیل و کم رسد تھی روشنی کی۔ اٹھا جب میں تو بولا: ''میرے استاد!
کرم فرما، عطا ہوں چند الفاظ خلاصی دیں جو حیرت کے فسوں سے۔
ہوئی وہ برف کیا، اور ایستادہ ہے کیوں اس طرح اوندھا ہیکل اس کا۔
پھر اتنی مختصر مدت میں کیوں کر سحر تا شام گردش مہر نے کی؟''
جواب اس کا یہ اجمالی: ''مگر تو گرفتار اب تلک اس وہم میں ہے
کہ مرکز سے ابھی تک ماورا ہے جہاں پکڑا تھا میں نے کرمِ مکروہ
زمیں میں جو کیے جاتا تھا سوراخ — مگر اترائی پر میں جب تلک تھا
یقیناً ماورا تو تھا — مڑا میں تو اس نقطہ سے تو بھی پار اگزرا،
دھکیلا جا رہا ہے، جس کی جانب ہر اک حصہ سے سارا ٹھوس رسکس۔
اب آ پہنچا ہے تو اس ادھ گرے میں مقابل ہے جو اس کے، برِ اعظم
ہے گسترده ادھر، — وہ سائباں کے تلے انسان نے رحلت جہاں کی،
وہ انساں جو ہوا مولود معصوم، وہ انسان جو رہا معصوم زندہ!
تیرے پیر اب ہیں اس اصغر کرے پر جو ڈیکہ جس کا عرف ثانوی ہے۔
سویرا پھوٹتا ہے یاں، وہاں جب ڈھلا کرتی ہے شام۔ اور وہ کہ

چڑھ کر

ابھی ہم جس کا کھڑا اُدھیر آئے کھڑا ہے اوّلیں صورت پہ جامد۔
ہبوط اس حصہ پر گردوں سے اسکاز میں جو یاں ہوئی پہلے نمودار۔
اسی کے خوف سے لی اوڑھ اس نے سمندر کی ردا اور یہ سمٹ کر
ہمارے ادھ گرے کی سمت آئی۔ مگر اس سے گریزیدن کی خاطر
یہ الخالی خلا چھوڑی گئی یاں۔ اسی باعث ہے وہ مضبوط خشکی
ہویدا اس طرف برجست تنہا۔ وہاں پر اک مقام اسفل پرے دور
ہے اتنا بالذبب سے جس قدر یہ مقبب مقبرہ پھیلا ہوا ہے۔

قبہ دار

نظر سے تو نہیں دریافت ہو وہ پتہ دے ہاں ندی کی گنگناہٹ
اتر کر اس طرف کی راہ سے جو رواں ک ٹیکری کی کھوکھ میں ہے۔
جسے موجہ نے کاٹا ہے اُدھر سے بہاؤ میں جب اپنے تیز خاصی
گزرتی ہے وہ پیچ و خم بناتی"۔

ہوئے اس چور رستہ ہی سے داخل مرا استاد اور میں، تا کہ لوٹیں
جہانِ خوش نما کو اب ذرا بھی نہیں تھی فکر ستانے کی ہم کو۔
وہ ہے بس کوہ پیا — پیشرو وہ، عقب میں میں رواں نقش قدم پر،
ہوئی اس غار کے رخنوں سے عمدہ ضیائیں آسماں کی آشکارا،
نکل کر باہر اس میں سے دوبارا
کیا ہم نے ستاروں کا نظارا

۱۰۰۱

دانتے

پرگیٹوریو کا منظوم ترجمہ

شوکت واسطی

انتساب

پیارے دوست

شمیم حیدر

کے نام

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا.....................

عرضِ حال

میرے ہمدم دیرینہ اور فن کی باریک بینی میں میرے تمیز و شعور کے کاریگر ایوب محسن کو پہلے تو یہ اصرار ہوا کہ اگر واقعی ادب اُردو میں اختراع کا خبط لاحق ہے تو اس زبان کے دامن میں طبع زاد رزمیہ کا جواہر ریزۂ نایاب ٹانکا جائے۔ میرے پے در پے تراجم میں وہ اس قدر مزاحم ہو گیا کہ میں نے ”ایلیڈ“ پر قبائے اُردو چست کرنے کا کام ادھورا چھوڑ دیا۔ (چوبیس میں سے چھ دفتر تک پہنچا تھا کہ اسے ٹھپ کرنا پڑا۔ اور یوں ہماری زبان ایک شہرہ آفاق رزمیہ سے تہی رہ گئی) اور طبع زاد رزمیہ کے خدوخال بنا کر ملٹن کے تتبع میں ”قلم کا قرض“ مکمل کرنے بیٹھ گیا۔ دو سال میں یہ طویل نظم مکمل ہو گئی۔ جس میں اسلامیاتی پس منظر میں خیر و شیر کی آویزش کا ڈرامہ پانچ دفاتر پر مشتمل ہے۔ حضرت آدمؑ سے یہ کہانی بڑی بڑی انسانی اصلاحی تحاریک کو اپنے اندر سمیٹتی ہوئی پاکستان کے آشوب زار پر ختم ہوئی۔ میرے دوست کی تشفی ہو گئی...... مگر نہ اس قدر کہ وہ مجھے اپنے سابقہ رجحان کی طرف سہولت سے لوٹ جانے دے۔

وہ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے۔ مگر میں نے اس سے رائیگاں استدلال کے بعد ادبیاتِ عالیہ کے تراجم کا بیڑہ پھر اُٹھا لیا۔ دنیا کے تمام علوم تک ہماری رسائی انگریزی زبان کی مرہون منت ہے۔ میں نے رگ اتھر و وید اسی توسط سے پڑھے۔ بلکہ فارسی اور عربی کی ادبی سوانحات براؤن اور نکلسن کے ذریعہ مطالعہ کیں۔ آخر اس قوم نے یہ تراجم کیوں کیے؟ کیوں نہ ہم اپنی زبان کو اسی طرح علومِ عالم کے بارے میں خود کفیل بنا دیں۔ انگریزی

زبان اس اعتبار سے عمرو عیار کی زنبیل ہے، اور اُردو زبان ایک ذراسی جھیل...... قطرہ قطرہ اس میں ڈالیں تو گنجینۂ علم سے یہ صدہا سال میں بھی اتنی معمور نہ ہوگی کہ تشنہ لبانِ حکمت وخیر اس سے سیر ہو کے پی لیں۔

خبر نہیں میرے ہمدم دیرینہ کو میرا منطق گوارا ہو کہ نہیں۔ مگر میں نے دو سال کی محنت شاقہ کے بعد، دانتے کے طربیہ ربانی کے دوسرے حصے کو ملتے جلتے اسی کے اسلوب میں، انگریزی میں عرق ریزی سے کئے ہوئے ایک ترجمے سے اپنی زبان میں ڈھالا ہے۔

اگر عمر نے وفا کی تو عزم یہ ہے کہ اس تمام کتاب کو اُردو پیرایہ دے دُوں۔ پہلا حصہ نظم معرا میں کربیہ کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اسے برزخیہ سے موسوم کیا ہے۔ ویسے حقیقی "کربیہ" کا مدار یہ ہی مقام ہے، پہلے حصے کو "ضربیہ" کہیں تو خوب ہوگا...... جب کہ آخری "فردوسیہ" حقیقی طور پر طربیہ کہلائے جانے کے مستحق ہوگی۔ یہ سب تاویل میں نے اس کتاب کے ابتدائیہ میں سیر حاصل طور پر بیان کر دی ہے۔

کیا یہ بھی کہوں...... ہمدم دیرینہ شمیم حیدر اس معاملہ میں نہ صرف میرے ہم خیال ہی رہے بلکہ کبھی میری ہمت جواب دینے لگتی وہ اپنی شگفتہ بیانی سے مجھے تازہ دم کر دیتے۔ وہ میرے ہم خمیر بھی ہیں کہ انبالہ ان کا بھی وطن ہے۔ میں نے بڑی محنت سے اپنی یہ تالیف ان کے نام منسوب کر دی ہے۔ یہ نسبت باہمی کے سبب بھی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ بہت پامرد ساتھی ہیں۔

شوکت واسطی

علوئین

فردوس		
بہشتِ ارضی طوبیٰ الوادِ مقدس		
ساتویں گگر ۔ شہوت چھٹی گگر ۔ عیش پانچویں گگر ۔ حرص	معتدل میلانات اپنی مفادات کے میلانات	زبریں برزخ
چوتھی گگر ۔ کاہلی	ناقص میلانات	وسطی برزخچہ
تیسری گگر ۔ تنقیح طیش دوسری گگر ۔ تنقیح حسد پہلی گگر ۔ تنقیح کبر	مذموم میلانات	زیریں برزخ
طمانینت ندامت اعتراف	توبہ بالتاخیر	باب پطرس
الکسو غیر مستجاب مستغرق	نجات در عالم نزع دوسری الماری	برزخ معکوس
کلیسا بادر	پہلی الماری	

منازل

دوزخ

ابتدائیہ

از دوزخیاں پُرس کہ اعراف بہشت است

(سعدی)

طربیہ ربانی دنیوی زندگی کی تین طبعی حالتوں کی داستانِ معاد ہے — نفسِ امارہ کی آماجگاہ — دوزخ — ہے، عالم ضربیہ — قضی الامر کی کیفیت کہ قصہ تمام ہو چکا۔ نفس اللوامہ کی بارگاہ — برزخ — ہے۔ عالم کربیہ — الا تغفرلی و ترحمنی اکن من الخسرین کی حالت یعنی غفران اور رحم نے بالآخر خاسرین ہونے سے بچالیا — اور نفسِ مطمئنہ کی درگاہ — فردوس — ہے۔ عالم طربیہ — اجر غیر ممنون کی صورت — کہ پورا پورا صلہ پالیا —

برزخیہ ایک بیانیہ نظم ہے۔ تمام تر تمثیلی، لہٰذا اس میں صنف اور مضمون دونوں اعتبار سے تسلسل بطور کلیہ روا رکھا گیا ہے۔ اس کنٹوی میں کل تینتیس کینٹو ہیں جو ترزین ترزیمہ یا سہ قافیہ ثلاثیوں پر مشتمل ہیں — اب ا، ب ج ب، ج د ج...... اُردو ترجمے میں قوافی کا یہ التزام ممکن نہیں ہوا، اب اج دج رس ر..... کی ترتیب ملحوظ رکھی اور یہ بھی آسان ثابت نہ ہوئی۔ بہرحال اپنی سی کوشش ضرور کی ہے۔

برزخیہ کا موضوع ہے محبت، جبر و قدر اور ماہیت روح۔ دوزخیہ میں دہشت اور وحشت کا ماحول ایک قسم کے سقیم تجسس کی دلچسپی کا سامان بہم پہنچاتا ہے برزخیہ میں نصیحت و فضیحت کے معاملات ہیں اور نکات زیرِ بحث آتے ہیں — دوزخ کی رکیک اور بوجھل فضا میں اس قسم کی نکتہ آفرینی منطقی نہ تھی۔ برزخ میں اگر جا بجا مجلس وعظ کا اہتمام

نظر آتا ہے تو غیر قدرتی نہیں۔ یہ فضا ایسی ہے کہ شاعر جذبہ و حکمت کے آمیختے سے اپنی تخلیق میں متنوع جامعیت پیدا کر سکتا ہے اور اس کی شاعری عقلی تقاضوں اور ہیجانی جذبوں کی دیانتدارانہ طرز پر ترجمانی کرتی ہے۔

دوزخیہ کی طرح برزخیہ میں بھی ان روحوں کا احوال درج ہے جو کردنی کی باز پرس میں ماخوذ ہیں۔ تاہم اس امتیاز کے ساتھ کہ عاصی روح ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن بن گئی ہے۔ وقودہ النار ـــــ کیونکہ اسے اپنے کیے پر پشیمانی نہیں جب کہ برزخ میں وہ عرقِ انفعال سے تزکیہ کے بعد صعود کی مجاز بن جاتی ہے۔ وہاں کیے کا پھل مل رہا ہے، کرنی کی بھرنی ہے۔ یہاں بدی کو جڑ سے تلف کرنے کی سعی عمل ہے۔ یہاں بھی عذاب خاصا سنگین ہے لیکن فرق یہ ہے کہ مبتلائے عذاب کے ذہنی رویے میں تغیر آ گیا ہے۔ وہ غلطی تسلیم کر کے یوں قائل ہے کہ اس سزا سے عدل کی حجت پوری کی گئی ہے، زیادتی نہیں ہوئی پس وہ رُو بہ اصلاح ہو کر یہ اذیت بخوشی سہار لیتا ہے جیسے مریض عملِ جراحت کو۔ گویا دوزخ اور برزخ میں سزا اجزا میں باہم کوئی تفاوت نہیں ـــــ ہے تو یہ کہ اس بارے میں جو فیصلہ صادر فرمایا گیا اس کے آگے سر تسلیم خم ہے، یا اس سے روگردانی۔

دانتے کے تئیں انسان اپنے کیے کے لئے جواب دہ ہے۔ یہ مجہول قیاس کہ مشیت نے غیر طبعی حالات اور طبعی خواص کے باعث

ع چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

ع در کوئے نیکنامی مارا گذر ندادند ـــــ کے مصداق اسے ایک بے اختیار کٹھ پتلی بنا دیا ہے، شاعر کے لئے قابلِ قبول نہیں۔ پس برزخیہ میں جا بجا جبر کے برعکس اختیار کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ جب رحمان نے رحمت کے تقاضے پورے کر دیئے اور شعور سے سرفراز کر دیا تو گناہ پھر گناہ گار کے سر جس کا خمیازہ ضرور ہے۔ اب یہ اس کا فعل کہ وہ اسے تحمل سے برداشت کرے یا تحمل سے!

دانتے ایک خوب صورت موازنہ کے ساتھ، ہولناک دوزخ کے برعکس خوشنما

برزخ ایک ایسے کہسار پہ استوار کرتا ہے جہاں کھلی دھوپ ہے۔ یہاں گھٹن نہیں ہے، اس بیانیہ نظم کی تمہید یوں اٹھائی گئی۔ پھر مری شاعری کو قبر سے۔ بیدار کرو ـــ راقیاؤ! خود بخود اس کے اظہار میں شگفتگی اور گداز شامل ہوتے ہیں اور یوں لگتا ہے۔ سفر کسی امید زار میں جاری ہے اور تھکن اور تکلیف ایک آرام دہ رہائی سے ہمکنار کریں گے۔ یہاں دوزخ کے بھیانک اور کٹھور کارندوں اچیرون، منوس، فلیگوس، مناطور سے سامنا نہیں بلکہ خوش اخلاق پاسبانوں سے ملاقات رہتی ہے جو خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔ ارواح کا رویہ بھی خوش آئند ہے۔ یہاں کی محبت جذبۂ ہمدردی سے مجروح نہیں۔ وہ اس ''زندہ رود'' کو خوش آمدید کہتی ہیں' اس سے دعائے خیر کی طلب گار ہیں اور رفقت مبارک باد کے جذبے سے الوداع کر دیتی ہیں۔ رضا کارانہ وہ ہر بات کا مناسب جواب بہم پہنچاتی ہیں، کسی کو برا نہیں کہتیں، اپنا اور اپنے ساتھیوں کا احوال بے لاگ سناتی ہیں' کیچڑ نہیں اُچھالتیں، اپنے مصائب اور دوسرے کے محاسن نہیں چھپاتیں۔ دوزخ میں نوع آدم پارا پارا ہے' برزخ میں شیرازہ بندی کا سماں، وہاں بدخواہی کی دلدل ہے' یہاں خیر خواہی کا مرغزار۔

فردوس اور دوزخ ابدی قیام گاہیں ہیں۔ برزخ کی کیفیت دنیائے فانی کی سی ہے ''یعنی آگے چلیں گے دم لے کر'' بسرعت گذراں وقت کا عالم احساس کے لئے تازیانہ ہے، مسلسل گھڑیال کی منادی آ رہی ہے کہ گردوں نے ایک گھڑی اور گھٹا دی ـــ اور اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی! دوڑو، بھاگو ـــ چل لپک لے نہ نکل جائے کہیں وقت انمول۔ باعث نقص محبت، نہ گنوا عمر عزیز۔ زود کن زود ۱۸/ ۱۰۶ ابسکہ ممکن نہیں ہے وقت کی ہے برقی چال ۲۶/ ۹۰ دمادم جرس کی یہی گونج سنائی دیتی۔ یک لحظہ غافل گشتن وصد سالہ منزل دور شد لیت ولعل کی صورت میں ''حسن مآب'' تک رسائی تاخیر سے ہوگی۔ یہ عمل خداوند تعالیٰ کو زحمت انتظار میں مبتلا رکھے گا۔ جو یہ آس لگائے بیٹھا ہے کہ صبح کا بھولا گھر کی طرف اب لوٹا کہ اب لوٹا۔ پس اس احساس اور کیفیت کا مظاہرہ کئی جگہ دیکھنے میں آتا

ہے۔

تو وہ یہ ''میرا ٹھکانہ ہے نیا یاں ہر دن ۷/۲۴

ہم نہ ٹھہریں ہمیں چلنے کی لگن ریلے دور ۱۱۵/۱۸

جا کہ اب اور گوارا نہیں یاں تیرا قیام ۱۲۰/۱۹

وقت انمول ہے یاں میں نے زیاں بیش کیا ۹۲/۲۴

ہے زیاں وقت کا ان کے لئے جی کا جنجال ۸۷/۳۱

یہ طویل بیانیہ نظم اس وقت کی روایت اور رواج کے مطابق بہت تمثال دار ہے اسٹیج بمنزلۂ کہسار آراستہ ہے۔ ناٹک کے کردار معینہ وقت پر طے شدہ پیرائے میں داخل ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ نقل وحرکت میں سلامت روی ہے اور مکالموں میں ایجاز واختصار بمصداقے

مخاطب اند کے نازک مزاج است

سخن کم گو کہ کم گفتن رواج است

منظرانہ ہم آہنگی ماہرانہ چابکدستی سے قائم رکھی گئی ہے۔ منظریت کی مکمل تصویرکشی ہے۔ ادق صورتِ حال کو بکمالِ فن، بطریقِ احسن واضح کیا گیا ہے۔ کسی کردار کو تو بڑی خوب صورتی سے ایک یا دو مصرعوں میں فارغ کردیا ہے۔ نہ صرف حشو ولغو سے دامن بچایا ہے بلکہ صنائع بدائع سے بھی پرہیز روا کھا ہے۔ شاعر کو ٹھیک ٹھیک پتہ ہے کہاں تک بڑھنا ہے اور پھر کیسے رُک جانا ہے۔ بیان کی برجستگی اور کلام کی شگفتگی قاری کے انہماک کو برقرار رکھتی ہے۔

اس تمثیلی قصہ کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اس دنیائے دوں کے ہر آئین ونہاد میں مساوی بے آئینی اور بدنہادی کا تخم موجود ہے۔ برائی بھلائی کے پیڑ کی آکاس بیل ہے قوتِ تخلیق کا جو ہر صرف ''خیر'' کو ودیعت ہے۔ شر صرف اس خوبی وحسن کو خراب اور بد ہیئت کرنے پر قادر ہے جو پہلے موجود ہے۔ مغالطہ یہ ہو گیا ہے کہ کثافت کوئی نفسہٖ نموگر

قرار دے دیا گیا ہے دراں حالیکہ وہ از خود کچھ بھی معرض وجود میں نہیں لاتی' بلکہ لا سکتی
—— لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی' اور یہ کہ چمن آئینہ بادِ بہاری کا زنگار ہے
فلسفیاتی تخیل کاری ہے۔

جبلت ہر محبت کی تہہ میں کارفرما ہے۔ جو چیز اچھی لگے اور من بھائے ہم جبلی طور پر اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ بھلے بُرے میں تمیز کئے بغیر جبلّت کی متابعت بچگانہ پن ہے—— عقل کی ذمہ داری ہے کہ وہ فطری میلان کو خوب سے خوب تر کی طرف لے جائے۔ یعنی تعقلی جھکاؤ جبلی لگاؤ کی جگہ لے لے۔ یہ امکان اور خدشہ ضرور ہے کہ عشق تابع عقل ہو کر غلط کار ہو جائے۔ تاہم جبلّت (حیوانیہ) کے مقابلے میں یہ زیادہ حقیقت پر مبنی ہو گا کیوں کہ یہ ہماری انسانیت پر دلالت کرے گا۔ نطق سے زیادہ شعور انسان کو مطلق حیوان سے ممیّز کرتا ہے۔ بیڑس سے دانتے کی محبت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ ہر چند وہ عہد طفولیت کی پیداوار تھی پھر بھی یہی محبت ہمیں طربیہ ربانی میں جابجا سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ دانتے جو احساس' تمنا اور ارادے سے متصف تھا خرد وری سے اپنا جائزہ لیتا ہے۔ یہ خود احتسابی اسے ایک کامل، تازہ دم، حساس اور ذات آگاہ شخص بنا دیتی ہے۔ شاعرانہ رنگ روغن سے وہ اپنی اس محبت کی قطعیت، انفرادیت، تاریخی حقیقت اور سرشارانہ لذّت کو تجریدیت، عمومیت، افسانویت اور پر اسرار طلسمیت میں بدل دیتا ہے۔ وہ قدیم روایت کا علمبردار ہے اور ذات کی بجائے کائنات کو محورِ فن بناتا ہے۔

برزخیہ میں کفارہ کا تصور انجیل —— کتاب متی ۵ (۲۶) سے مستعار ہے، حضرت عیسیٰؑ کے اس قول کی بازگشت ''جب تک پائی پائی کا حساب نہیں چکائے تجھے یہاں سے چھٹکارا نہیں''۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اس بندی خانہ میں روح، اپنی ناسمجھی کے سبب مکافات کی سزاوار نہیں' بلکہ اس ناسمجھی نے اسے جس غلط کاری سے آلودہ کر دیا ہے، ازرہ التفات اس سے پاک صاف کرنا مقصود ہے جو موثر و مفید ایذا رسانی ہی سے ممکن

ہے، یہ جورِ استاد از پے قہر نہیں بلکہ تقاضائے مہر ہے۔ موت کے بعد روح کو تطہیر و تزکیہ کے لئے معبرِ برزخ میں جس تکلیف دہ عمل کے مدارج سے گذرنا ہوگا وہ یہ ہیں — فیصلہ پر صاد، یہ امر تسلیم کہ غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اسے اقبالِ جرم کہیئے، پرائسچت کا یہ پہلا آشرم ہے — اظہارِ ندامت — یعنی ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا — عمل کفارہ بذریعہ عقوبت — اصلاح — فلاح!

جب ہم کوئی قصور کرتے ہیں تو یہ خدا یا خلقِ خدا کی خلاف ورزی کی صورت ہوگی اگر ہم نے کسی انسان کا حق سلب کیا، یا اسے تکلیف دی تو اسے مان کر پشیمانی سے اس زیادتی کی ممکنہ تلافی کر کے ہی طمانیت ملے گی۔ یوں آئندہ کے لئے اصلاحِ ذات بھی ہو جاتی ہے۔ یہ تو انسان کا انسان سے معاملہ ہوا۔ بارگاہِ ایزدی میں کفارہ کی کیا صورت بنے گی — وہ تو قادرِ مطلق ہے، اسے کوئی اتلاف نہیں جس کی تلافی درکار ہو۔ لیکن اس کلی مختار بلکہ مالک کے جس ''اثاثہ'' کے زیاں کار ہم ہو سکتے ہیں وہ خود ہماری ذات ہے۔ ہم نے خود کو بگاڑ کے گویا اس کے خاص منشائے تخلیق کو ضعف پہنچایا اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور خلیفۃ الارض کے مرتبے سے نوازا۔ اس کا نصابِ حیات الامر بالمعروف ونہی عن المنکر قرار دے کر فاذکرونی سے وشکرونی شیوہ بنایا اور صاف صاف تنبیہ فرما دی۔ لا تتبعو خطوات الشیطٰن لا تَظلمون ولا تُظلمون۔ شیطان کے ہم قدم نہ بنو، ظلم نہ کرو، تم پر بھی ظلم نہ ہوگا۔ احسن التقویم ہونے کے ناتے ہم خالق کا وہ شاہکار ہیں جس پر اسے ناز ہے۔ ہم وہ آئینہ ہیں جسے بچا بچا کر رکھیں کہ اگر بال پڑتے گئے تو اس کا عکس اس میں داغ داغ ہو کر جھلکے گا۔ لیکن وائے — ان الانسان لکفور مبیــــن، کھلے ناشکرے ہو کر ہم اگر بداعمالی کے مرتکب ہوں تو روسیاہی کے سبب اس کی نظروں میں گر جاتے ہیں۔ اور ہم پر ناگزیر ٹھہرتا ہے کہ ہم استغفار اور توبہ کے ذریعے پھر اعلیٰ مقام پر فائز ہوں — الانسان مرکب الخطا والنسیان زندگی میں وہ بے لوث نہیں رہ سکتا، گناہ کا ارتکاب تو اس سے ہوگا اور پھر تلافیٔ مافات عالم برزخ ہی میں ممکن

ہے اور وہاں جب "دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے" ___ تو روح کو فی نفسہٖ طمانیت نصیب ہوئی اور جانو خدا بھی اس سے راضی ہوا۔ دیکھنے میں یہ سارا موضوع بڑا خشک ہے اور شاعری کو سازگار نہیں لیکن شاعر کا کمال ہی یہ ہے کہ ہنرمند پرکاری اور بے عیب سادگی سے تانا بانا یوں تیار کرے کہ لفظ کی شمع اور معنی کا فانوس جھلملاہٹ کا سماں باندھ دے۔

برزخ دبستانِ آموزش نہیں کہ ناکام یا کامیاب ہونے کی صورت میں جہنم یا جنت کی طرف نکل جانے کا امکان ہو یہاں سے جلد یا بدیر نجات پا کر داخلِ فردوس ہی ہوں گے اس مقام کے بعد اور کوئی موقع مہیا نہیں' سو یہاں کیے دھرے کا حساب کتاب پورا پورا چکانا ضرور ہے۔ روح (انسانی) اور خدا کا معاملہ ___ ایمان ___ بہرحال موت سے پہلے حتمی طے ہونا ہے۔ البتہ توبہ کی گنجائش عالم نزع تک موجود ہے لیکن اس سے کردہ ناکردہ نہیں ہو جاتا۔ جو کیا اس کا بھوگ ہے، جیتے جی رہ گیا تو اب یہاں ہوگا۔ یہ مسئلہ کہ مرحوم کے پسماندگاں دعا اور صدقہ سے روح کا دکھ کہاں تک ہلکا کر سکتے ہیں۔ دانتے کا عقیدہ تھا کہ یہ کافی حد تک ممکن ہے لیکن جادو ٹونے اور سفلی عملیات سے رُوح کو اس کے مستقر سے دنیا میں بُلانے کی کارروائی اس کے نزدیک باعث اذیت ہے۔

جو لوگ راست کردار اور نیک عمل ہیں اور وہ برزخ میں ٹھہرے بغیر سیدھے جنت الفردوس چلے جاتے ہیں ___ برزخ مرجع ہے۔ کل امری بما کسب رہین۔ ان کا جو اپنے کیے کے مطابق یہاں ٹھہرائے گئے ہیں اور جزا و وفاقا ___ جیسے کو تیسا ___ کے مراحل سے گزر رہے ہیں۔ یہاں ایک انضباطی کارروائی طبقاً علی طبق جاری ہے۔ یہ دنیا نہیں کہ نیت بکار و دل بہ یار کا تماشا ہو نہ عقبیٰ جہاں کسے را با کسے کارے نباشد کا منظر ___ لیکن دوزخ کی طرح یہ گھمبیر بھی نہیں، یہاں سے بالآخر اخراج ہوگا ___ لِهٰذا الی الواد مقدس طوی (بہشت ارضی) تک رواں پردائرے پابند اور حد بندیاں معدودے چند ہیں۔

برزخیہ کا خاکہ ایک مخروطی پہاڑ کی صورت کشید کریں تو یہ نظم واضح طور پر تین مرحلوں میں آگے بڑھتی ہے۔ معکوس، زیریں اور بشمولِ وسطی زیریں برزخ کی کہانی سناتی ہوئی۔ حصہ معکوس میں دو اٹاریاں ہیں پہلی میں کلیسا بدر لوگ جمع ہیں جو تمرد کے دورانیے کا تیس گنا زمانہ یہاں گذاریں گے۔ عین عالم نزع میں وہ اپنے رویہ پر شرمسار ہو گئے۔

پس یہاں ہیں ورنہ تو سیدھے جہنم میں دھکیل دیئے جاتے۔ دوسری اٹاری میں وہ گنہگار ہیں جو وابستۂ کلیسا تو تھے مگر مرتے دم تک ''اعتراف'' سے غافل رہے۔۔۔ ان کے تین ٹولے ہیں۔۔۔ الکسی، غیر مستجاب اور مستغرق۔ اس تختۂ معکوس برزخ سے اوپر چڑھیں تو بابِ پطرس پر پہنچ جائیں۔ جس کے تین پائیدان ہیں۔۔۔ اعتراف، ندامت، طمانیت۔ اس دروازے کا دربان فرشتہ یہاں سے گذرنے والے کے ماتھے پہ پ Pecca پاپ کے سات اشاریے بنا دیتا ہے۔ باب پطرس سے برزخیۂ زیریں کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے اس کی تین گگریں ہیں، جن پر بالترتیب کبر، حسد اور طیش کے ماروں کی کایا کلپ جاری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اکڑ باز تھے، بھائی چارے سے نہیں رہے اور انہوں نے ہمسائے کا حق نہیں پہچانا۔ اور اسے دکھ دیئے۔ اور اوپر برزخ زبریں میں داخلہ وسطی برزخچہ میں سے ملتا ہے۔ جس میں چوتھی گگر ہے۔ یہاں ست الوجود پڑے ہیں جن میں لگن نہ تھی اور کوئی شوق اُن کا پورا نہ پڑا۔ زبریں برزخ میں پانچویں، چھٹی اور ساتویں گگروں پر حرص، عیش اور شہوت کے رسیاؤں کی تطہیر کا عمل ہو رہا ہے۔۔۔ محبت کو انہوں نے نفس پرستی بنا دیا۔ جو گناہ کی مذموم ترین شکل ہے۔ صدق وصفا کی ان بھٹیوں سے کندن ہو کر روح بالآخر طوبیٰ میں پہنچ جاتی ہے جسے جنتِ ارضی سے موسوم کیا گیا ہے۔ راستے میں ایک ایک کر کے پیشانی سے ''پ'' مٹتی چلی جاتی ہے اور داغ داغ چہرہ تابدار ہو جاتا ہے انسان کو کھوئی ہوئی عصمت وعظمت مل جاتی ہے جو اس وقت زائل ہوئی'' جب اس عورت نے سانپ کی بات پر کان دھرا''۔ یہاں غالب چاہے تو ناکردہ گناہوں

کی حسرت پر داد طلب کر کے مزید جزا کا مطالبہ کر دے۔

برزخ کی سات نگروں پر سزا تنقیحی ہے، تنبیہی نہیں۔ یہاں کردہ گناہ زائل نہیں ہو جاتا اس کا دھبہ مٹ جاتا ہے۔ کبیرہ گناہ ذہن انسان کے طبعی میلانات کے مظہر ہیں ان سے ساری برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جب برائیوں کوتاہیوں کے داغ چھٹ گئے وہ انسان منزہ عن الخطا ہو کر رحمت کے دامنِ عفو میں سمٹ آیا۔ راندہ ماندہ انسان محجوب و شرمسار ہوا تو خداوند تعالیٰ اسے از سرِ نو سرفراز کر کے اپنے کرم سے محظوظ ہوا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے مرے عرقِ انفعال کے

پہلا کینٹو

واقعہ ـــ دوزخ سے نکلے تو دانتے اور ورجل تحتان کنارِ جزیرہ برزخ پہنچے وہاں انہیں کیٹو ملا یہ کہسار کا حارس تھا۔ پوچھ گچھ سے اطمینان ہوا تو اُس نے ورجل کو ہدایت کی وہ دانتے کا سارا میل کچیل دھو کر وہاں روئیدہ ریشۂ ملائم سے اس کی کمر کس دے تا کہ وہ بآسانی فراز چڑھ سکے۔ یہ کہہ کر کیٹو غائب ہو گیا۔ دنوں شاعروں نے ہدایت کی عمل پیرائی کے بعد افتاں خیزاں سفر جاری رکھا۔

پر سکوں پانیوں کی سمت ہوا کے ہمراہ
بادباں کھولتا ہے میرا سفینہ -- سیّار
اور رہ جاتا ہے اب دوریم یاس اتھاہ

اب قلم رو ہے دگر عرصۂ شبدیز پر خیال ۴
یا بنی انس کی ارواح منزہ ہو کر
جست فرماہوں نشاطِ ابدی تک بکمال

پھر مری شاعری کو قبر سے بیدار کرو ۷
راقیاؤ کہ سدا میں رہا فرماں بردار
زمزمہ زنّ ہو ، کلی اوپ کو تیار کرو

وہ مری طرز نوا، یوں کرے شیریں آہنگ ۱۰
خوار جس سے ہوئی تھیں کلموئی نو کو تریاں
حلقۂ عفو بپاداش ہوا ان پر تنگ

رفعتِ نصف نہاراں سے باندازِ سبک ۱۳
پوربی کیسری بے داغ نکھرتا ہوا رنگ
چرخِ خاموش سے تا خطِ افق پھینک جھلک

بھر گیا تھا مری آنکھوں میں طرب دوبارا ۱۶
جونہی وہ مُردہ فضا سے بروں آیا جس میں
دم گھٹا جائے اور آنکھوں میں بھرے اندھیارا

اب وہ سیارۂ دلآویز - محبت انگیز ۱۹
کر گیا خندہ فشاں ضو سے مکمل مشرق
حوت کر کے پسِ پردہ کہ رہا ہم مہمیز

اجنبی قطب کا کرنے کے لئے نظارہ ۲۲
میں مڑا دائیں، دکھائی دیئے وہ تارے چار
دیکھے اگلوں نے، نظر آئے نہ جو دوبارا

یوں لگا جیسے دہکنے لگے ان سے افلاک ۲۵
دُبِ اکبر کے تلے وائے یہ ودھوا دھرتی
پھر کرے ان کے نظارے کو عبث دیدہ چاک

یوں پھری آنکھ مجھے ہو نہ سکا یہ معلوم ۲۸
دوسرے قطب کو رخ کیسے ہوا - قطب اپنا
دُبِ اکبر ہی جہاں تھا نہ دگر اور نجوم

واں اکیلا نظر آیا مجھے اک مردِ عتیق ۳۱
جس کے چہرے کی بزرگی وہ ادب خواہ کہ ہو
باپ کے واسطے بیٹے کو نہ ایسی توفیق

تھا گھنی ریش پہ افشاندہ برادہ سیمیں ۳۴
بال کھچڑی تھے، بکھرتی ہوئی دوہری لٹ تھی
اس طرف اور ادھر شانوں پہ وجہ تزئیں

اس طرح کرنیں تھیں ان چار ستاروں سے چکاں ۳۷
اس طرح بھر گئی تھیں نُور سے اس کی نظریں
مَیں نے یہ جانا اسی رخ پہ ہے سورج تاباں

اور وہ: ''کیسے نکل آئے ہو تم آدم زاد ۴۰
ابدی خانۂ زنداں سے نہاں موجوں پر''
پھر حسیں بال جھٹکتے ہوئے جاری ارشاد

''خضر تھا کون تمہارا وہ تمہاری قندیل ۴۳
کی مدد کس نے، نکل آئے شب یلدا اسے
جو کرے ظلمتوں سے بَس اجل گاہ ثقیل

ضابطے کیا ہوئے پاتال کے سارے منسوخ ۴۶
اور تبدیل ہوا قاعدۂ عرش عظیم
یوں پڑو میری اتاری پہ جو تم مثل کلوخ''؟

اس پہ یکبار مرا راہ نما چوکنا ۴۹
تھام کر ایسے مؤدب مرے زانو کئے تہ
بات ہات اور اشارت میں ہوا آمنا

پھر جواباً مجھے لے آئی ہے عرشی تدبیر ۵۲
میری ہمت نہ تھی - لیکن کیا ہے میرے سپرد
اک عفیفہ نے اعانت کے لئے یہ رہگیر

تُو مصر ہے تو کروں تجھ پہ مکمّل اظہار ۵۵
میرے اس مسئلہ کی ہے جو یہ اب نوعیت
کیوں ترے حکم سے قصداً کروں آخر انکار

ہیں ابھی اور کچھ اس شخص کے ایامِ حیات ۵۸
ضد اُسے لے کے چلی آئی مگر اس حد تک
کہ لگے رہ گئی ہے سانس کی ڈوری دو ہات

جو بتایا ہے ابھی' کر دیا مجھ کو ارسال ۶۱
سعی میری ہے کہ مل جائے رہائی اس کو
جو کسی دوسرے رستے نظر آتی ہے محال

لوگ دیکھ آیا ہے دوزخ میں یہ فی النار و زقوم ۶۴
کر سکے اب یہ نظارہ' تری نگرانی میں
جو ہے ارواح کا اعمال میں ماخوذ ہجوم

پیش دشواریاں جو آئیں - یہ قصہ ہے طویل ۶۷
جان لے راہ نما تھے اسے اربابِ قضا
کہ ملے اور سنے بات تری بالتفصیل

خندہ پیشانی سے مل تو اسے ہے یہ درخواست ۷۰
تجھ سے اس شخص کو درکار اب آزادی ہے
جس پہ جاں وار دیا کرتے ہیں وہ مسلک راست

تو یہ جانے کہ تھا یہ جذبہ قبائے جاں سوز ۷۳
خلعت تن تری نوچی گئی یوتیکہ میں
روزِ محشر یہ بنے بار دگر نُور-افروز

کوئی بھی رد نہیں کرتا ہے قضائے مبرم ۷۶
پھر ہمارے لئے - لیکن یہ ابھی زندہ ہے
نہ مزاحم تھا منوس ، اب تو ہوئے وارد ہم

تیرے حلقے میں جہاں مرشیہ باچشمِ عفیف ۷۹
وہ سفارش بھی کرے، نیک منش، پاکیزہ دل
واسطہ اس کا' ہمیں مل بہ مدارات شریف

تو گزرنے دے - بایں رہگذر ہفت اقلیم ۸۲
پھر حضور اس کے پڑھوں گا وہ قصیدہ تیرا
کہ پسند آئے' پھڑک جائے تری طبع سلیم"

وہ سخن سنج: ''جہاں مَیں تھا کبھی جب آباد ۸۵
مرشیہ روشنی ایسی تھی مری آنکھوں کی
طیب خاطر سے بجا لایا ہر اس کا ارشاد

مگر اب اس کا بسیرا ہے یم زشت کے پار ۸۸
حادثہ مرگ مفاجات کا گذرا مجھ پر
اور میں اب نہیں اس ذات کا فرماں بردار

تجھ سے اک قدسیہ خاتون نے کی فرمائش ۹۱
رہبری پس وہ مبارک ہے' خوشامد بے جا
کر فقط اس کے وسیلے سے طلب آسائش

پس اجازت ہے' اسے یاں سے گذر جانے کر ۹۴
باندھ وہ نرم کتاں اس کی کمر پر لیکن
اور وہ مَیل بھی دھو ڈال جمی ماتھے پر

نامناسب ہے یہ آنکھیں لئے دود آلودہ ۹۷
حاضری آن کے دے صاحبِ اولیٰ کے حضور
وہ کہ اربابِ صفا سے ہے فقط آسودہ

گرد اس خورد جزیرے کے جو ہے وہ بانبی ۱۰۰
متصادم جہاں امواج ہیں --- اس کے اندر
نم زدہ ریت میں ہیں جھاڑیاں لانبی لانبی

پھول پتوں سے کب اس طرح دگر نخل نہال ۱۰۳
گو وہ ایسے ہیں تناور، تروتازہ اتنے
بادو باراں سے نہ خم کھائیں نہ وہ ہوں پامال

دوسری بار پلٹ کر نہ پھر اس رہ بڑھنا ۱۰۶
ابھی چڑھ جائے گا سورج تو نظر آئے گی صاف
جس طرف سہل پہاڑی پہ ہے اوپر چڑھنا"

یہ کہا اور معاً ہم سے ہوا وہ اوجھل ۱۰۹
میں خموش اُٹھ کے قریب آ گیا تھا رہبر کے
اس کے چہرے پر جمیں میری نگاہیں بوجھل

وہ یہ بولا: پسر آ میرے نشانِ پا پر ۱۱۲
ہم پلٹ جائیں جہاں پر ہے ترائی نیچے
اور پڑتے ہیں اُلجھتے ہوئے موجوں میں بھنور

اب نسیم آ گے اسے لائی لگائے اپنے ۱۱۵
لی اک انگڑائی، اٹھی صبح ظفر مندانہ
دُور ساگر میں دِیئے جیسے جلائے اپنے

پس چلے جاتے تھے سنسان بیابان میں ہم ۱۱۸
راہ گم کردہ کوئی جیسے چلا جاتا ہو
کہ وہ پڑ جائے کہیں راستہ پر ماندہ قدم

چھاؤنی چھاؤں کی دن بھر تھی جہاں چھائی گھنی ۱۲۱
ہم وہاں آئے - زمین یخ نہ بخارات بنیں
پرتوِ مہر کے آگے تھی سدا اوس تنی

میرے مالک نے ہری گھاس پہ ہلکے ہلکے ۱۲۴
ہاتھ رگڑے - نہ مجھے بے خبری تھی ایسی
عندیہ جان کے، وہ پاس ہوا جب چل کے

مَیں نے جھٹ اس کی طرف کر دیا رخ اشک فشاں ۱۲۷
عود کر آیا، نکھر آیا مرا قدرتی روپ
ہو گئے صاف جہنم کے وہ منحوس نشاں

کوئی بھی ساحلِ ویراں پہ نہیں تھا ملاح ۱۳۰
پال چپو کی مہارت سے اتارے جو پار
شخص مذکور کی یاد آئے اگر خاص صلاح

ہم یہاں آئے تو مرشد نے کسی میری کمر ۱۳۳
اور جیسے ہی اُکھیڑا — نہ یہ حاشا کہیئے
تھا وہ جس ساخت کا، ویسا اسی پھلواری پر
پھر اُگا ریشہ ملائم — کہ تماشا کہیئے ۱۳۶

توضیحات — کیٹو — دانتے کے پہلے کیٹو کا یہ مرد پیر، برزخ کے دروازے کا داروغہ، تاریخی شخصیت ہے جو سیزر اور پمپے دونوں کا مخالف تھا پھر پمپے سے مل گیا، شکست

کھائی اور افریقہ بھاگ گیا۔ جہاں اس نے خودکشی کرلی ـــ دورانِ حیات ۹۵ تا ۴۶ ق م ہے۔ یوتیکہ کا رہنے والا تھا، کٹر ری پبلکن اور طریقِ زندگی میں زینو کا مقلد' سخت رواقیت کا قائل۔ اس فلسفۂ خیال کی رو سے خیر محض کو کلی مقصدِ حیات مانا گیا ہے۔ اور شدید ضبط جذبات کے تحت راحت و رنج کے احساس سے قطعی آزاد ہو جانے کی تلقین ہے ـــ استعارے ـــ اوس' کتان یا ملائم ریشہ ـــ دانتے کے گالوں پر ان آنسوؤں کے دھبے تھے جو اس نے دوزخیوں کی حالتِ زار پر بہائے تھے، انہیں صاف کرنا ضروری تھا۔ ادھر جو رسی دانتے نے دوزخ میں باندھی تھی وہ اس کے دہانے پر کھول پھینکی تھی۔ یہاں دوسرا کمر بند کسا گیا۔ مراد اس پٹی سے عاجزی لی گئی ہے جو غرور کے خلاف حفاظتی تدبیر ہے۔ کبر گناہِ کبیرہ میں سرِ فہرست ہے اور تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

تشریحات ـــ: راقیائیں، فنون کی دیویاں، یہاں کلی اوپ راقیہ سے مدد مانگی ہے جو رزمیہ کی دیوی ہے۔

۱۱۔ کوتری، مَیں نے میگ پائی کا ترجمہ کیا ہے۔ دیو مالا میں ہے کہ پریوس بادشاہ کی نو بیٹیاں تھیں۔ انہوں نے نو راقیاؤں سے گانے میں مقابلے کی ٹھانی اور پرندہ بن گئیں۔

۲۱ ـــ ۱۹ ـــ زہرہ سیارۂ محبت ہے۔ حوت برج ماہی۔

۲۴/۲۳۔ اجنبی قطب، قطب جنوبی اور ملحقہ ستارے یہ آدم نے ہبوط سے پہلے بہشت ارضی پر دیکھے۔ جب انہیں شمالی کرہ میں اُتار دیا گیا تو یہ جھرمٹ اوجھل ہو گیا۔

۳۱۔ مردِ عتیق، کیٹو، صرف چالیس سال میں مر گیا' لہٰذا مردِ پیر نہیں کہا۔

۴۰۔ موجِ نہاں۔ آبجوئے نسیاں، لیتھ۔

۵۳۔ عفیفہ۔ بیٹرس سے مراد ہے۔

۷۳۔ آزادی کے لئے جان دے دی سیزر کے ہاتھ نہ لگا۔

۷۷۔ داروغہ اعراف منہوس سفر میں مانع نہ آیا۔

۷۸۔ مرشیہ، کیٹو کی بیوی۔

۸۲- ہفت اقلیم، سات گناہ کبیرہ کی سات گگریں-

۸۸- یم زشت، دوزخ کا دریا ایجران،

۹۸- صاحب اولیٰ، داروغہ برزخ، کیٹو-

۱۳۲- شخص مذکور کیٹو-

لغت- کوتری، مینا کی قبیل کا ایک پرندہ-

کیسری، زعفرانی، ارغوانی

ودھوا- بیوہ، یعنی ان ستاروں سے محروم-

بِس- بُری-

بانبی- گہری نیچی جگہ- لفظی معنی سوراخ-

پال- بادبان

دوسرا کینٹو

واقعہ: ایک فرشتہ، روحوں کا پشتارہ ایک سفینے پر بار کیے، کھیتا ہوا جزیرہ پر لایا - یہ لوگ حال ہی میں مرے تھے - انہیں دریائے ٹائبر سے برزخ میں پہنچایا گیا - ان میں دانتے کا ہمدم دیرینہ کسلا بھی تھا - موسیقار کو شاعر نے پہچان لیا اور مزے مزے کی باتیں ہونے لگیں جس سے رُوحیں محظوظ ہوئیں - کیٹو کو یہ باتیں بُری لگیں، اس نے انہیں کاہلی پر لعن طعن کی اور منتشر کر کے منزلِ مقصود کی طرف روانہ کر دیا -

اب سرِ سطحِ افق ڈوب رہا تھا خورشید
گو اسی دائرۂ اوج کی قوس وسطی
تھی ضیا تاب سرِ یوروشلم - اور بعید

رات رتھ رینگتے پہیوں سے مخالف چل کر ۴
ریگ گنگا سے اسی دم چڑھی میزان کے ساتھ
گو خفیف اس کے سبب ہو گئی دورانِ ظفر

تمتماتی تھی، جہاں ہم تھے، اب اوشا نزل ۷
ہو گئی کیسی سپید ے سے گلابی شنگرف
اور پھر ڈھل گئی ہو عمر، پھری یوں ہر دل

ہم کنارے پہ کچھ اس طرح کھڑے تھے گویا ۱۰
کہ وہ رہگیر نہ ہو رہ متعین جن کی
بدن خستہ میں دل بے کلی سے ہو پویا

جس طرح پو پھٹے مریخ کی لعلین کرن ۱۳
سمت مغرب سے سر عرشۂ قلزم اترے
چیر کر گھیرے بخارات دکھاتی جو بن

اے خدا کاش کبھی پھر اسی منظر کا نزول ۱۶
روشنی آئی نظر تیز دویدہ سر بحر
تیز ایسی وہ کہ تشبیہ نہ سوجھے معقول

میں مڑا راہ نما کی طرف استفساراً ۱۹
اور پھر گھوم کے اس چیز کو دیکھا تو، لو
وہ لگی اور بڑی اور چمکدار معاً

ہر طرف اور نمو، اور نمودار سفید ۲۲
جستہ جستہ یہی تحتان سفیدی پھیلی
کچھ سمجھ میں نہیں آئے مرے اللہ یہ بھید

اور اک لفظ نہ بولا مرا پیر اس دوران ۲۵
رفتہ رفتہ یہ سمجھ آئی سفیدی پر تھے
پھر کھلا اصل میں جو کھے رہے تھے کشتی بان

پیر چلاّ اٹھا "جھک اور بجا لا تسلیم ۲۸
یہ کروبی ہے فرستادۂ یزداںؑ واللہ
اور آگے بھی ملیں گے یہ سفیران عظیم

بسکہ اسباب زمانہ نہیں اس کو درکار ۳۱
بادباں اور نہ چپو - یہی پر کافی ہیں
بیچ میں ساحلوں کے لاکھ یہ قلزم ذخار

سوئے عرش اس کا ہے پرآں پر پرواز یہ دیکھ ۳۴
بھر رہا ہے اسی اوزار سے فرّاٹے کیا
روز مرہ سے جُدا گانہ ہے انداز یہ دیکھ

تیرتا طائرِ لاہوت ہوا جب نزدیک ۳۷
اور نزدیک -نگاہیں وہ چکاچوند ہوئیں
کہ نہیں رہ سکیں کچھ دیر نظارے میں شریک

سوئے ساحل چلا آتا تھا وہ ملاح دواں ۴۰
گام برگام سفینہ سے بلوتا لہریں
یہ بدستور رواں تھا کہ نہیں آب رواں

چہرے پر نورِ سعادت تھا - وہ عرشی ملاح ۴۳
چست ، پنجوں پہ ستادہ تھا سر دنبالہ
اور ہمراہ وہاں بار تھیں ایک سو ارواح

"جب نکل آئے بروں مصر سے اسرائیلی" ۴۶
تھے بیک لحن نوازن یہ مقدس نغمہ
راہ اس فرد نے اس شان سے ساحل کی لی

کھینچ دی اس نے اشارے سے چلیپائے سعید ۴۹
اور جھٹ کود گئے دھم سے کنارے پر وہ
جیسے آیا تھا ، وہ پلٹا ، وہاں ٹھہرا نہ مزید

چھوڑ کر چل دیا جب وہ تو یہ جیسے جھلّے ۵۲
پھاڑ کے دیدے تکیں جو نہ کبھی دیکھا ہو
اور پھر پڑ نہ رہا ہو جو کسی کے پلّے

عرش کے وسط سے جدی کو دھکیلے خورشید ۵۵
ٹھیک تیروں کے نشانے سے، سرِ چرخ تمام
دن کے بھالوں کو چلاتا ہوا تیز اور شدید

وہ نئے لوگ ہمیں دیکھ کے یوں چلاّئے ۵۸
"تم سے درخواست ہے بتلاؤ اگر ممکن ہے
کمرِ کوہ پہ کس راہ سے کوئی جائے؟"

تو یہ ورجل: "ہے گماں یہ تمہیں شاید ہم دو ۶۱
اس جگہ ہی کے مکیں ہیں، مگر ایسا کب ہے
اجنبی ہم بھی یہاں پر ہیں کہ جیسے تم ہو

ہم یہاں آئے ابھی تم سے ذرا ہی پہلے ۶۴
ایسے دشوار گذار اور کٹھن رستے سے
یہ چڑھائی تو وہ آسان کہ بچّہ ٹہلے"

پھر جو دیکھا یہ انہوں نے مرا ہر تارِ نفس ۶۷
دے رہا تھا یہ گواہی کہ ابھی زندہ ہوں
تو ہر اک رُوح کے مُنہ پر گئی ہلدی سی برس

شاخِ زیتون لئے جس طرح اک ہرکارا ۷۰
دے منادی تو کریں لوگ بڑی دھکم پیل
تا کہ ہر کوئی سُنے - عین وہی نظارا

تھیں سب ارواح ابھی تک جو وہاں پر خورسند ۷۳
میرے چہرے پہ گڑو کر متجسّ آنکھیں
یُوں تکے جائیں کہ پہنچی ہوا نہیں مجھ سے گزند

روح اک شوق زدہ آئی لپکتی مرے پاس ۷۶
گر بجوشی سے مجھے بازوؤں میں بھینچ لیا
اور بے ساختہ پیدا ہوا مُجھ میں احساس

بڑھ کے آغوش میں لوں میں بھی۔ مگر وہ سائے ۷۹
اک ہیولیٰ تھے کہ لمس ان کا عبث تھا، سہ بار
ہاتھ پھیلائے تو سہ بار تہی لوٹ آئے

میرے چہرے پہ سراسر ہوئی حیرت تحریر ۸۲
رنگ یُوں آیا گیا' ہٹ گیا ہنستا ہوا عکس
اور مَیں اس کے تعاقب میں چلا بے تاخیر

اس نے جب روک دیئے میرے حلیمی سے قدم ۸۵
مَیں نے پہچان کے منت سے کہا یہ اس کو
"ٹھہر دم بھر کے لئے بات ہو چندے باہم"

تُو کہ در بندِ حیات ایسا تھا منظورِ نظر ۸۸
بے غرض مجھ سے تعلق تھا سو مَیں ٹھہروں گا
لے یہ میں ٹھہر گیا، کہہ ترا منشا ہے کدھر؟

وہ یہ بولا تو کہا چیخ کے میں نے: "کسلا ۹۱
مَیں روانہ ہوں کہ اک دن مجھے یاں آنا ہے
کیا تجھے باعث تاخیر ہوا - یہ بتلا؟"

وہ جوابا: "کوئی صاحب ہے مکمل یہ مجاز ۹۴
بار عرشہ پہ کسی کو جو کرے، تو کس وقت
اور جس وقت جگہ میری بنائی بہ جہاز

مستقل دی ہے رضا قدر و قضا نے ترتیب ۹۷
اس لئے تین مہینے میں بغیر پس و پیش
لے کراں سب کو ادھر آ گیا پائے جو قریب

جونہی پس مَیں بھی وہاں پر سرِ ساحل آیا ۱۰۰
شور کھاڑی پہ ہے ٹائبر کا دہانہ جس جا
سو مجھے بھی وہ ادھر کو کئے شامل آیا

اور خود بال کشائی ہے اسی سمت کی راہ ۱۰۳
اور ارواح وہاں پر ہیں پہنچنے والی
غرق کر دے نہ انہیں وہ اچیران بد خواہ"

تو یہ میں: "ضابطۂ نو نہ ہوا ہو حارج ۱۰۶
یاد ہو گیت محبت کے فن آمیزانہ
جو مری ذات سے کرتے تھے دکھوں کو خارج

چھیڑ دے پھر کہ مرے رُوح سبک گام چلے ۱۰۹
یہ گراں بار بدن پر ہے، کٹھن ہے رستہ
وہ اُڑے ہوش، تھکن سے مرے اندام چلے"

"اُس کے بول آن لبے بن کے مرے ذہن میں پیار" ۱۱۲
زمزمہ سنج وہ یوں — مَدھ بھری لے کی اب تک
گونجتی ہے مرے کانوں میں رسیلی جھنکار

مہرباں روح وہ گاتی رہی جو یاد آیا ۱۱۵
مَیں بھی، آقا بھی مرا اور بھی سب تھے مدہوش
ہو گیا شاد، وہاں جو دلِ ناشاد آیا

ایک اک بول پہ یُوں کان لگائے ہم لوگ ۱۱۸
مست سر دھن رہے تھا واں کہ پکارا وہ بزرگ
"کیوں پھسڈی اری روحو یہ پڑا کیسا بجوگ

ہو رہی ہے یہ تغافل کی مہورت کیسی ۱۲۱
کوہ کی سمت لپک جاؤ، جھٹک دو یہ کسل
ورنہ دیکھو گے نہ یزداں کی ہے صورت کیسی"

جس طرح کھیت پہ پڑتے ہیں کبوتر گر کر ۱۲۴
گندم و جو کی ضیافت کا مزہ لینے کو
آشتی مندپرا کوئی نہیں ہو خود سر

سارے مل جل کے چگیں - پھر جو سنیں ٹٹکارا ۱۲۷
خوف ننھے دلوں کو ایسا مشوش کر دے
ٹھونگنا چھوڑ کے اُڑ جائیں، بھریں طرارا

جھٹ تلہیٹی کی طرف تیز ہوئے گامزناں ۱۳۰
چھوڑ چھاڑ ایسے ہی وہ گیت، نئے ہمراہی
تیز رو ہم بھی روانہ ہوئے، ٹھہرے نہ وہاں
راہگیر ایسے، نہ منزل کی تھی کُچھ آگاہی ۱۳۳

توضیحات - سفینۂ ارواح - تمثیلی بیان ہے دوزخ میں مردود روحوں کا احوال (کنیٹو ۳) میں یُوں ہے کہ عنقریب چیرون انہیں دریائے اچیران پہ چپوؤں کی مدد سے کھے کر لے جاتا ہے - یہاں جن ارواح کو برزخ میں پہنچانا مقصود ہے ایک فرشتہ انہیں دریائے ٹائبر کے دہانے سے اکٹھا کر کے، بادبان اور چپّو کی مدد کے بغیر اپنے پروں سے سفینہ کو کھیتے ہوئے یہاں پہنچاتا ہے - دوزخ میں رُوحیں ایک ایک کر کے دھکیلی جاتی ہیں

-برزخ میں انہیں اکٹھا اُتارا جاتا ہے- وہاں اکیلے پن کا عذاب ہے- یہاں جمعیت یا ساتھ کی سہولت ہے-

تشریحات-۹-۱-اس بظاہر اُلجھے ہوئے بیان کی توضیح یُوں ہے کہ برزخ میں سُورج غروب ہونے کو ہے اور یروشلم میں سُورج بُرج حمل میں ہے، دور گنگا پر رات پھیلی ہوئی ہے یہاں سُورج بُرج میزان میں آتا ہے تو گویا رات کے ہاتھ سے وزن گر جاتا ہے- جب راتیں لمبی ہوتی ہیں- یہ خزاں کی وہ رات ہے مگر اس دورانِ ظفر وہ ہار جاتی ہے کہ پو پھٹتی ہے اور صبح کا اُجلا شنگرفی رنگ ظاہر ہوتا ہے، پھر وہ زردی مائل ہوتا ہے- اور آخر سفید دھوپ پھیل جاتی ہے-

۲۴-۱۷- زمین کی کروی گولائی کے سبب پہلے فرشتے کا چہرہ دکھائی دیتا ہے، جس کے گرد نور کا ہالہ ہے، پھر دونوں پَر اُبھرتے ہیں اور اس کے بعد سارا جسم نظر آتا ہے، جو بے حد نُورانی ہے-

۷۰-شاخ زیتون، عام طور سے خیر کی علامت، اچھی خبر-

۹۱-کسلا- دانتے کا ہمعصر موسیقار، اس نے دانتے کے کئی گیتوں کی دُھنیں بنائی تھیں-

۹۲-مراد ہے موت کے بعد دانتے کو حیرت ہے کہ کسلا کو مرے ہوئے تو دیر ہوئی برزخ میں کیوں دیر سے پہنچا-

۱۰۰-ٹائبر، اٹلی کا دریا، روم میں سے بہتا ہے-

۱۱۲-یہ دانتے کی نظم کے بول ہیں-

۱۱۹-بزرگ- وہی داروغہ کیٹو-

لغت-اوشا-صبح، صبح کی دیوی-

نرمل-سہانی، خوبصورت

ہردل-ہلدی

تیسرا کینٹو

واقعہ - ورجل اور دانتے نچلی ڈھلوان پر چڑھے - دُھوپ میں صرف دانتے کا سایہ پڑ رہا تھا - کیونکہ ورجل تو محض ہیولیٰ تھا - اوگھٹ ٹیلے کی ترائی میں انہیں کلیسا بدر کی روحیں ملیں جو پہلی اٹاری میں تزکیۂ ذات کے مرحلے سے گزر رہی تھیں - یہ اٹاری برزخ معکوس میں تھی - ایک شخص منفرڈ نے انہیں اس جگہ کے کوائف بتائے -

گرچہ بھگدڑ وہ مچی - سایوں کا سب شیرازہ
منتشر ہو گیا میدانِ کف دست میں جھٹ
جانب کوہ - جہاں عدل کا تھا آوازہ

نہ ہوا اس سے مگر دور مرا پائے ثبات ۴
مرشد ہمسفر اس شخص سے تھا سب دم خم
کوہ پیمائی تھی ممکن تو مری اس کے سات

اور وہ جیسے اسے سخت پشیمانی ہو ۷
اے منزہ و شریفانہ و پاکیزہ ضمیر
خود پہ یوں طعن ذرا سی بھی جو نادانی ہو

اس کے پیروں نے شتابی کو دیا تھا اب روک ۱۰
منزلت سلب جو کر لیتی ہے سب کاموں سے
نہ رہی میری طبیعت پہ بھی جیسے کوئی ٹوک

دفعتہً پھر تو رہا ہو گئے پر شوق خیال ۱۳
میں نے اس سلسلۂ کوہ گراں کو دیکھا
تا فلک قلۂ و دامن میں بجیرہ جوال

دھوپ واں ٹوٹ گئی - لال بھبو کا سورج ۱۶
سامنے ڈال رہا تھا جو سرازیری پر -
تھی میری اوٹ کی زد میں جہاں کرنوں کی نہج

میرے سائے کی لکیر آئی زمیں پر کالی ۱۹
مَیں ہوا خوف زدہ ذات فقط میری تھی
اس طرح جس نے یہ دھبّہ سی سیاہی ڈالی

وہ مرا محترم اس طرح پلٹ کر: "یہ کیوں ۲۲
بد گمانی ہے، بھروسہ نہیں مجھ پر تجھ کو
تُو نہ بچھڑے گا، ترے ساتھ مری جاں مَیں ہُوں

بج گیا شام کا ناقوس جہاں پر مامون ۲۵
مقبرے میں ہے دراز ایک تنِ سایہ دار
جو براندلوس سے نیپلز میں پھر ہے مدفون

اب یہ بے سایہ رواں ہے تو فسردہ مت ہو ۲۸
کس لئے یوں، متحیر کہ کرہ تابہ کرہ
بیکراں رکھتے ہیں افلاک یمِ روشنی کو

تن کہیں ٹھنڈ تپش دکھ کہیں جیسے قسام ۳۱
عقل کے سامنے پر دہ ہے، اسے کیا معلوم
کہ مشیت میں ہے کیا سنّت تلک الایام

زعم ہے عقل مکینِ سرِ انسانی کو ۳۴
کھول دے گی یہ پس وقت اگم رہ جس پر
اصل سہ زاد قدم زن ہیں ہمہ دانی کو

تم شُدہؔ پر رہو شاکر پسرانِ دوا ۳۷
آپ کر سکتے جو تم حق مبیں کا دیدار
بطنِ مریم میں ضروری نہ تھا نفخ عیسیٰؑ

رائیگاں تشنہ لبی ہیں، تمہیں ارواح عظیم ۴۰
پیاس یہ دوسرے چپ چاپ فرو کر لیتے
جس کے بدلے انہیں تقدیر ہوئی دردِ الیم

کر رہا ہوں میں ارسطو و فلاطوں سے بیاں ۴۳
اور داناؤں کے افکار بھی ہیں" - سر نیہوڑائے
دردمندی سے وہ پھر ہو گیا خاموش رواں

دامن کوہ میں اس طرح سفر تھا جاری ۴۶
مضمحل ہو گئے ہم، راستہ سونا، او گھٹ
کیسی پھرتیلی تھی ٹانگیں - یہاں من من بھاری

ٹھاڑسی ٹھاڑ یہ تا حدّ نظر بھوڑ اجاڑ ۴۹
کہ رہ مربیہ و لیرسی اس کے آگے
جس طرح صاف، فراخ اور کشادہ اک پاڑ

ٹھہر کر میرا اتالیق "کسے اندازہ ۵۲
اس پہاڑی پہ کدھر ڈھانگ میں ہے ماہی پشت
بے پر آدم جو چڑھے بھی تو رہے دم تازہ"

آنکھ نیچی کیے وہ سوچ میں یکسر غرقاب ۵۵
ذہن میں کھوج رہا تھا کہ چلے کس رستے
یاں ٹکائے نہ ٹکے تل پہ نگاہِ بے تاب

جائے ارواح کا انبوہ رواں سست خرام ۵۸
پیش رفت اس قدر آہستہ، گماں یہ گذرے
واقعی بڑھ بھی رہا تھا کہ نہیں گام بہ گام

اب اتالیق سے میں: "آنکھ اُٹھا دیکھ ادھر ۶۱
لوگ کچھ آئے ہیں، شاید ہو انہیں وہ معلوم
جو تری عقل بتانے سے ہوئی ہے قاصر"

وہ انہیں دیکھ کے بولا بہ مسرت: "ہاں چل ۶۴
سُست رو طائفہ کیسا ہے، اسے ملتے ہیں
میرے فرزند عزیز آس ضروری ہے اٹل"

ہم چلے ان کی طرف گرچہ قدم ایک ہزار ۶۷
پھر بھی وہ دُور رہے۔ فاصلہ قائم جانیں
جس قدر تیز فلاخن سے کرے غُلّہ مار

نوکدار آ گیا پھر سامنے ان گھڑ ٹیلہ ۷۰
واں پہ یوں رُک گئے گڈمڈ وہ ٹھٹک کر جیسے
ڈھونڈتا ہو کوئی لغزیدہ قدم اک حیلہ

تو یہ ورجل "چمن امن کی باشی ہو تم ۷۳
چیدہ ارواح تمہیں واسطہ اس امن کا ہے
جس کی مشتاق ہو، جس کی متلاشی ہو تم

کچھ بجھاؤ تو، پہاڑی کی کہاں ہے وہ ڈھال ۷۶
جس پہ چڑھ جائے یہ شخص — اور جنہیں ہے کچھ قدر
ہے زیاں وقت کا ان کے لئے جی کا جنجال"

بھیڑیں باڑے سے نکلتی ہوئیں اک اک دو دو ۷۹
تین تین — اور وہ ملتی ہوئیں ریوڑ کے ساتھ
ناک مٹی میں دیئے — اور کرے پہلی جو

بھیڑ چال ایسی وہی عین کرے دوسری بھی ۸۲
یہ اچانک جو رُکے دھم سے وہ آ ٹکرائے
کس قدر خوفزدہ کس طرح انجانی سی

عین انبوہ وہ خوش بخت و مبارک بیحد ۸۵
یوں نظر آیا کہ آگے کو بڑھے اور آگے
کیسے آسودہ رواں، کیسی نگاہیں بے کد

اور پھر کٹ گئی یک لخت ضیائے خورشید ۸۸
گامزن میں کمرِ کوہ پہ جس وقت آیا
دائیں سایہ مرا پھر پھیل گیا اور مزید

بھونچکے ہو کے پہاڑی وہ یک دم ٹھہرے ۹۱
اور یونہی رُکے پیچھے کے بھی آنے والے
ہے یہ کیا، ڈوبے اس حیرانگی میں سب گہرے

"پیش ازیں تم کرو دریافت کروں میں تسلیم ۹۴
آشکارا بدنِ آدمی ہے یہ لا ریب
اس طرح روشنی کر دی ہے یہ جس نے دو نیم

یہ سعادت نہیں ملتی ہے بزورِ بازو ۹۷
دین اس کی ہے، ڈرومت کہ یہاں آیا ہے
متلاشی سعادت بہ ز خو شنودیٔ او"

یوں اتالیق مرا، ایسے وہ اربابِ کرم ۱۰۰
"گھوم کر راہ چلو دائیں ہمارے آگے"
ہاتھ پیٹھوں پہ رکھے چل دیئے وہ سُست قدم

ایک بولا "بھئی تو کوئی سہی دے کچھ دھیان ۱۰۳
زور دے ذہن پہ، کر یاد مجھے دیکھا ہے؟
چلتے چلتے بھی کرے سعی تو لے گا پہچان"

گھوم کر مَیں نے نظر بھر کے اسے دیکھا خوب ۱۰۶
فربہ اندام سنہری تھیں لٹیں، خندہ رو
تھا اک ابرو پہ مگر جیسے ہوا ہو مضروب

معذرت خواہ کہا مَیں نے "تمہیں بتلاؤ ۱۰۹
کہ یہ چہرہ تو مرے واسطے نا دیدہ ہے"
"دیکھ پھر" کھول کے سینے کا دکھایا گھاؤ

"منفرڈ ہوں" یہ کہا اس نے تبسّم برلب ۱۱۲
"ملکہ عالیہ کنسٹانس کا پوتا ہوں مَیں
تجھ سے درخواست ہے تو لوٹ کے کہنا سچ سب

سیسلی اور اراگاں کی جلالت مآب ۱۱۵
ہستیوں کو — وہ مری والدہ و دُختِ حسیں
کر سکے تا کہ نہ کوئی مری رو داد خراب

میں نے دو وار سہے تھے کبھی، دونوں مہلک ۱۱۸
ایک ہچکی میں اسے جان جب اپنی سونپی
جب تلک ہے جو رسا کچھ، تو رسا ہے بچ اک

مری تقصیر اگرچہ تھی بہت سہم انگیز ۱۲۱
بے کنار اس کی وہ آغوش کریمانہ ہے
کوئی گر جائے کہے ہاتھ بڑھا کر برخیز

گر بہ فرمانِ کلے منٹ مجھے وہ بطریق ۱۲۴
کوی سزا کا نہ کرتا بدر، اب پڑھ لیتا
وہ خداوند کا فرمان بغیر تحقیق

مہرباں خاکِ بنو ونٹو میں رہتی مدفون ۱۲۷
استخواں میرے تن زار کی اب تک سر پل
گھنے سنگورہ کی اڑواڑ میں بالکل مامون

اب شرابور گھٹاؤں میں، ہوا میں لرزاں ۱۳۰
دورِ اقلیم میں افتادہ، ورائے وردہ
منتقل ہو گیا ہے کشتہ چراغوں کا دھواں

ان کی تکفیر سے ایسا بھی نہیں کوئی پلید ۱۳۳
ابداً اس کی طرف پھر نہ ہو رحمت کا نزول
جھول تازہ نہ چڑھا پائے کبھی سبز امید

مر گیا کوئی کلیسا کا اگر نا فرمان ۱۳۶
نزع میں ہو گیا تائب تو حقیقت یہ ہے
وہ رکے گا یہاں بیرون، مسلسل گریاں

ایک اک سال کے بدلے بحساب سی سال ۱۳۹
گو غلط کار وہاں پر تھے، مگر یہ بن باس
کم بنا سکتی ہے کچھ نیک دُعا خیر سگال

دیکھ تو جا کے بتا یہ ہے جو میرا احساس ۱۴۲
مشفقہ مالکہ کنسٹانس کو، یاں ایسے دیار
تو ملا ہے مجھے، پھر کہنا کہ میرا بن باس
اس میں وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں میرے غمخوار" ۱۴۵

توضیحات- کلیسا بدری، اخراج از حمایتِ کلیسا، حقہ پانی بند- برزخ میں ایسے خطا کاروں کو مدت کلیسا بدری کے ہر سال کے بدلے تیس سال گذارنا ہوں گے- وہ بھی اس لئے کہ موت سے پہلے اس پر انہیں ندامت ہوئی اور تائب ہو گئے- ورنہ تو سیدھے سیدھے دوزخ میں دھکیلے جاتے اور ہمیشہ وہاں پر رہتے-

تشریحات- ورجل ۱۹ق م میں فوت ہوا تو ایڈریاٹک کے کنارے پرندیوس میں دفن ہوا- قیصر آگسٹس نے اس کی نعش پھر نیپلز میں دفن کرادی-

۳۰- ورجل کے ہیولیٰ سے سورج کی کرنیں یوں آر پار ہو گئیں جیسے روشنی شفاف گروں میں سے گذر جاتی ہے-

۳۷- ارسطو اور اس کے ہمخیال حکما نے اظہار کی دو حالتیں بیان کی ہیں- یعنی کسی شے کا علم وجود سے ثابت a presteriorie نتیجہ سے وجہ یہ اظہار شدہ' کہلاتا ہے دوسری کوئی شے جس طرح ہے تو کیوں a priorie کی دلیل' وجہ سے نتیجہ، یہ QUIA اظہار چگونہ- خدا کا وجود اس کی صفات سے تسلیم کرنا چاہیے یعنی "شدہ"- کیوں اور کیسے سے نہیں- چگونہ؟ QUID

۴۲- مشرکین و ملحدین اعراف میں خدا کو جاننے کی خواہش کریں گے' جو پوری نہ

ہو گی -لہٰذا ور دِالیم-

۵۰-تربیہ لیری جینوا کے طاس میں دشوار گذار رستے پرُ دوگاؤں

۶۵ -یہ کلیسابدر طائفہ ہے-

۱۱۲- منفرڈ ۶۶-۱۲۳۱، شاہ فریڈرک دوم کا بیٹا، ہنری چہارم اور اس کی ملکہ کنسٹانس کا پوتا- سیاسی جماعت گبلین کا حامی، بادشاہ بنا تو پوپ کلیمنٹ نے کلیسابدر کر دیا -بوجہ سیاسی رجحانات، چارلس انجو حکمران بنا دیا جس سے لڑائی میں منفرڈ مارا گیا-ایک پل کے پاس دفنا دیا گیا- جس پہ ہر سپاہی نے ایک ایک پتھر رکھ دیا بعد میں کوی سنزانے پوپ کے حکم سے نکالی اور لاش کنارِ دردہ میں دفنادی-

۱۱۵ -دخت جیسں، کنسٹانس، اس کے تین بیٹے اسلی ارگان میں بادشاہ بنے-

۱۲۱-سہم انگیز تقصیر-منفرڈ نے باپ، بھائی اور دو بچوں کو ہلاک کیا-

لُغت -تل (عربی) ٹیلہ

تلک الایام نداولہا-گردش زمانہ

سنگورہ-روڑوں کا ڈھیر

چوتھا کینٹو

واقعہ - دونوں شاعر کلیسا بدروں کے ساتھ چٹان کی ایک دراڑ پر آئے، یہاں ان سے الگ ہو کر برزخ معکوس کی دوسری اٹاری پر چڑھے - ورجل نے اجرام فلکی کا تذکرہ کرتے ہوئے دانتے کو سمجھایا کہ تحتان الارض انہیں سورج شمال میں کیوں دکھائی دیتا ہے۔ یہیں انہیں ''دیر پشیماں'' افراد کا ایک ٹولہ ملا - اس میں ایک احدی بلقو بھی تھا جس نے انہیں اس اٹاری کے کوائف کا بتایا -

راحت و رنج سے ہو جب کوئی حس یوُں بیتاب
کہ سمٹ جائے ادھر جاں کی توجہ ساری
اور ہو روح کی ہر ایک صلاحیت خواب
اس پہ بیّن یہ دلیل آئی کہ ناقص ہے قیاس ۴
جسم میں ایک پہ ہے روح دگر بھی موجود
اور ہر ایک کے تابع ہیں جدا گانہ حواس
کان یا آنکھ اگر ہوں کسی شے میں مشغول ۷
روح مرکوز کچھ ایسی کہ پتہ بھی نہ چلے
وقت سرعت سے گذر جائے خلاف معمول

جو یہ احساس کرے وہ تو ہے اک استعداد ۱۰
دوسری اور ہے سر رشتہ جاں پر حاوی
ایک پابند ہوئی ، دوسری قطعاً آزاد

سچ ہے یہ کلیہ مجھ کو ہوا اس کا احساس ۱۳
متحیر ہمہ تن گوش رہا عکس کا میں
نہ رہا ہوش ، ہوا درجۂ خورشید پچاس

اک جگہ آئے اسی طرح تو روحیں بولیں ۲۶
"بالیقیں ہے یہی تم ڈھونڈ رہے ہو جس کو"
سب نے مل جل کے بہم گرہیں سخن کی کھولیں

جس طرح چوڑے بغارے کو بھرے اک مزدور ۱۹
چند ترشول ہی کانٹوں سے - دمِ فصل کشید
ارغوانی پڑے جب رنگ میں گہرا انگور

تھی دراڑ ایسے بغارے سے زیادہ بے ڈھب ۲۲
اس پہ اب راہ نما پہلے چڑھا تو پھر میں
طائفہ چل دیا تھا کہہ کے خدا حافظ سب

سان لو یو پہ چڑھو ، نولی سے اُترو تم تو ۲۵
سر بسمنتوہ بھی جاؤ انہی پیروں پر
یہ مگر راستہ ایسا تھا کہ اُڑ کر طے ہو

اب اُڑو پنکھ لگا کر - مرا مطلب ہے بلند ۲۸
جاؤ اس طرّۂ خواہش پہ خضر کے پیچھے
ہاں وہی جس نے بنایا تھا مجھے حوصلہ مند

جا کے پائین، چڑھے بینِ شگاف سنگیں ۳۱
ایک پچراتی سی دو رویہ چٹانی دیوار
ہاتھ اور پاؤں سے قابو میں یہ آتے ہی نہیں

پار رخنہ سے نکل کر کھلی اس کوہ کی ڈھال ۳۴
مرتفع ٹیلے کی چوٹی پہ جب اوپر پہنچے
یوں اتالیق سے میں: "یاں سے ہے کس سمت خیال؟

تو وہ یہ "دیکھ نہ ہو ایک قدم پسپائی ۳۷
تو مرے ساتھ پہاڑی پہ لگا آ - اتریں
تو کسی بدرقہ سے پائیں گے عزم افزائی"

قلۂ کوہ بلند ایسی، نظر مات پڑے ۴۰
تھاڑ ڈھلوان - کہ مرکز سے کوئی خط سیدھا
ادھ دھنک بیچ اس انداز سے کم سات پڑے

مَیں ہوا چُور تھکن سے تو پکارا: "حضرت! ۴۳
اس قدر تیز نہ چلئے، نہیں ٹھہرے گر آپ
دیکھئے بس یہیں رہ جاؤں گا میں بے ہمت"

وہ جوابا "پسر آ رینگ گھسٹ آگے دیکھ ۴۶
بس وہاں تک ہمیں جانا ہے" اشارہ کر کے
اس نے دکھلائی مجھے سامنے اک ڈھوک کی ریکھ

تھے نہ یہ لفظ، لگی بلکہ مجھے اک مہمیز ۴۹
ایڑی چوٹی کا دیا زور لگا اب مَیں نے
تھک گیا تو بھی چلا رینگتا ہلکا یا تیز

پھر اٹاری پہ تھے ہم بیٹھ گئے واں دونوں ۵۲
رُخ بہ مشرق کیے - اُت پت سے چڑھائی ناپیں
اور ڈالیں جو نظر مڑ کے ، مسافر خوش ہوں

ایک دم میں نے کنارے پر نظر دوڑائی ۵۵
کی یہ سورج کی طرف پھر کہ وہ مصروفِ سفر
بائیں سے کر رہا تھا ہم پہ شرر آرائی

اک طرف ہم تھے ، ادھر طرف دگر باد کدہ ۵۸
دن کا رتھ اپنے سفر پر تھا بہ معمول رواں
نگراں دیکھ کے شاعر مجھے یوں سحر زدہ

اس طرح کہنے لگا: کاسٹرو پولکس اگر ۶۱
ہوتے ہم جادہ اس آئینۂ شعلہ زن کے
یاں شعاعوں کا جو عکاس ہے نیچے اوپر

راس منڈل نظر آئے تجھے جگ مگ جگ مگ ۶۴
مڑ کے نزدیک بڑے چھوٹے کھٹولوں کے ساتھ
ورنہ انجانے میں جائے وہ کہن راہ پہ لگ

کر پہاڑی پہ یہاں اور وہاں صیہون پہ غور ۶۷
زور دے حافظہ پر پھر یہ لگا تخمینہ
کہ وہ دونوں ہوئے ہیں ارض پہ واقع اس طور

کرۂ نصف جدا ان کے ، مگر حصہ دار ۷۰
مشترک ایک افق میں ہیں - وہ راہِ بے سود
لی فٹن نے کہو تقدیر زدہ رتھ کا سوار -

لازماً جب کہ یہ صیہون پہ ہو کر جائے ۷۳
دوسرے پر سے بھی گذرے گی، سمجھ لے اس کو
مطمئن ہو جو ترا ذہن یہ نکتہ پائے"

میں تب: "اُستاد قسم سے ہوا یہ نکتہ صاف ۷۶
میں بخوبی نہ اسے دیکھ سکا حیرت ہے
تھا مجھے مخمصہ یہ واقعی' کیسے بہ طواف

استوائے فلکی ہے جو یگانہ انداز ۷۹
مشترک حلقوں میں گرویدہ کروں کے ایسے
درمیاں سرما و گرما کے فتادہ ہے دراز

اس جگہ سے تو وہ استادہ بہ اطرافِ شمال ۸۲
جب کے عبرانیوں نے پایا جنوبِ محرق
عہدِ پارینہ میں اس کو، بمطابق احوال

جس طرح تو نے بتایا ہے ۔ مگر ایک سوال ۸۵
کس قدر اور ابھی پاؤں کو چلنا ہو گا
ہے نظر کوہ کی رفعت کے تعاقب میں نڈھال"

وہ جواباً: "یہ پہاڑ ایسا کہ ہر آن چڑھیں ۸۸
جب ترائی سے تو معلوم ہو دشوار بہت
ہاں مگر چڑھتے چلے جائیں تو آسان چڑھیں

خود بخود پھر تو چڑھائی یہ گوارا معلوم ۹۱
یوں رواں تیز قدم تو کہ بہاؤ کے رُخ
موجۂ تیز پہ ہو ایک شکارا معلوم

ایسے ہو جائے گا اپنا سفر انجام بخیر ۹۴
اس کٹھن مرحلے کے بعد ملے گی راحت
مستزاد اس پہ بہت اور مشقت کے بغیر"

یہ بمشکل ہی کہا تھا کہ بڑی تیز آواز ۹۷
پاس ہی سے یہ سنی: "بیٹھ کے شاید تم یاں
اب نہیں رہنے کے اس راہ کے پابند نیاز"

تب تو ہم دونوں نے دیکھا متجسس ہو کر ۱۰۰
بائیں جانب نظر آیا ہمیں بھاری تودہ
کہ ہماری نظر اب تک نہ پڑی تھی اس پر

یہ کھلا دیکھنے والے کی لگائی جب ٹوہ ۱۰۳
چند افراد وہاں سائے میں ستاتے تھے
جس طرح ٹیک لگائے کوئی کاہل انبوہ

ایک کے رخ سے برستی تھی بڑی سخت تھکان ۱۰۶
بیچ میں زانوؤں کے سر دیئے یوں بیٹھا تھا
جسم سے جیسے نچوڑی گئی تھی ساری جان

تو یہ میں: "مرشدِ من دیکھیے تو یہ لونڈا ۱۰۹
پوتی الکسی لٹ اینڈ رہا ہے کہ لگے
کاہلی کا ہے سگا بھائی، نکھٹو، بھونڈا"

متوجہ ہوا، اس بات پہ چونکا، چندے ۱۱۲
ران پر مُنہ کو ٹکائے یہ کہا جھلا کر
تُو ہی جا چڑھ کہ بنا پھرتا ہے رستم بندے"!

اس کی پہچان کو درکار نہ تھا کوئی ثبوت ۱۱۵
گو چڑھائی تھی کٹھن ہو گیا تھا میں بے دم
بات بھی کر نہ سکوں، یوں نہ تھا لیکن مبہوت

اس نے تب سر کو جھٹک کر کہا مجھ سے: "ہائیں ۱۱۸
واقعی اے نہیں کیا چڑھ گیا تیرے ہتھے
یوں جو سورج لئے رتھ جائے ہے تیرے بائیں؟"

سرد مہری تھی رویہ میں، بڑا تلخ سخن ۱۲۱
پس رکھائی سے یہ میں: "کیوں ترا غمخوار بنوں
تجھ سے بلقو نہ رہا، تھا بھی اگر حُسن ظن

تن بتقدیر مگر کہہ یہاں کیوں بیٹھا ہے ۱۲۴
کیا توقع ہے کوئی بدرقہ آ نکلے گا
کہ وہ عاداتِ خبیثہ ہوئیں تیرے در پے؟"

تو وہ یہ: "بھائی گر اوپر کوئی جائے چہ سود ۱۲۷
درد تنقیح سے ہو گا نہ افاقے کا مجاز
جو سر باب نشستہ ہے پرند معبود

گرد گردوں تو یہ گرداں ہیں بہ معیاد زیست ۱۳۰
ملتوی آہِ رسا جو رکھی تا وقتِ وداع
تب تلک پس پڑے رہنا ہے یہاں، چارہ نیست

واں دُعا صدق سے مانگی ہوئی ہو شاملِ حال ۱۳۳
تب تو ممکن ہے نجات اپنی ہو جلدی، ورنہ
ہو نہ شنوائی، چڑھایا کرو ڈھیروں زر و مال"

شاعر آگے تھا رواں' بولا: '' اٹھا تیز قدم ۱۳۶
دیکھ رفعت پہ ہے خورشید کھڑا سمت الرّاس
اور لگایا ہے ادھر رات نے ڈیرا پچھم
آن پہنچی ہے وہ اب برّ مراکش کے پاس ۱۳۹

توضیحات - کاہل الوجود - یہ وہ لوگ ہیں کلیسا بدری کے باوجود انہوں نے مذہب سے ناتا نہیں توڑا - لیکن سستی کے مارے تادمِ مرگ تائب نہ ہوئے - عین نزع میں نادم ہوئے تو اس برزخ میں سزا کے مستوجب ٹھہرے جہاں اپنی زندگی کے برابر قیام کریں گے - یہاں کچھ بھی تو کرنے کو نہیں - پس کاہلی کی مار پڑ رہی ہے - بیکاری میں وقت ہے کہ گذرتا ہی نہیں ۔ سخت تکلیف دہ فرصت کا عالم ہے -

تشریحات - اس ادق کنٹو میں دانتے فلاطونی ماتوی نظریہ کی تردید کرتا ہے کہ انسان میں ایک سے زیادہ روحیں ہیں ۔ جن کے جوارح الگ الگ ہیں - ارسطو نے اس خیال کو یوں جھٹلایا کہ جب ذہنِ انسانی ۔ سخت دباؤ ہو تو ہر دوسری کیفیت ماؤف ہو جاتی ہے - یہ وحدانی فعالیت کی صورت حال ہے جس میں پر درونی اور اذہانی صلاحتیں مدغم ہو جاتی ہیں -

۱۰ - وہ حس جو ہماری سب توجہ مبذول کرے روح سے وابستہ ، اور جسے گذران وقت کا دھیان رہے وہ دوسری حس آزاد رہتی ہے -

۲۵ - سان لویو ، آڑے ٹیلے پر ایک قصبہ ، نولی ایک گاؤں بسمنتوہ ، ایک اونچی چوٹی -

۴۰ - ادھ دھنک ، دراصل چوتھائی قوس ، دھنک نصف دائرہ ہے ، اس کا آدھا -

۶۱ - کاسٹرو پولکس ، جوزا کے علادو علائم

۶۴ - راس منڈل - برج فلک -

۶۸ - صیہون - یروشلم -

۷۱-فیٹن-یونانی دیو مالا میں سورج دیوتا کا بیٹا، باپ کی رتھ لے کر زمین کے مدار میں آ گیا تو زیوس نے بھسم کر دیا-

۷۹-استوائے فلکی، ایک نصف کرّے میں گرمی اور دوسرے نصف کرّہ میں سردی کے درمیان امتیازی آسمانی خط-

۱۲۲-بلقو-ساز بنانے والا انتہائی کاہل فلورنسی تھا-

۱۲۹-پرند معبود-برزخ کا داروغہ-

۱۳۳-یہ عقیدہ دُعا مستجاب ہے نذر نیاز لا حاصل-

لغت-ات پت-الل ٹپ-

بڑے چھوٹے کھٹولے-دبِّ اکبر، دُبِّ اصغر

محرق بغیر شد، جو گرمی پہنچائے، با تشدید جلتا ہوا-

پانچواں کینٹو

واقعہ ۔ دوسری اتاری پر چڑھتے ہوئے دونوں شاعروں کو کچھ ایسے لوگ ملے جن کی دُعا مستجاب نہیں ۔ جیکو پو ول کیسرو، بون کانٹے، صانئے فیلٹر داور ایک خاتون لاپایہ (پارسا) سے گفتگو ہوئی ۔ انہوں نے دُعا اور وظیفہ کی خاطر اپنی رام کہانی سنائی ۔

ان ہیولوں سے جُدا ہو کے پس راہ نما
مَیں روانہ تھا کہ ان میں متوحش کوئی
میرے پیچھے مری سُو کر کے اشارہ چیخا

میری دانست میں ظلمت ہے چکیدہ اس سے ۴
ہائیں جو ڈھال میں چڑھتا ہے عقب میں سب کے
طائر جاں نہیں ہے دور پریدہ اس سے"

میں رکا سن کے یہ لفظ، اُن پہ جو دوڑائی نگاہ ۷
تک لگائے وہ کھڑے گھور رہے تھے مجھ کو
ہاں مجھے ۔ اور جہاں پڑ گئی تھی دُھوپ سیاہ

راہبر نے کہا "کیوں مت تری ماری جائے ۱۰
سست ہو کیوں تری رفتار، تجھے فرق ہے کیا
کر کے سر گوشیاں قائم وہ کریں جو رائے

تو لگا آمرے پیچھے وہ کریں جو چخ چخ ۔ ۱۳
تو ڈٹا رہ - وہ کڑے وقت کا مینارہ بن
خم نہیں کھائے جو سرِ آندھیاں رہ جائیں پٹخ

کہ ہدف جائے خطا، ذہن میں ایسی ہڑ بونگ ۱۶
گر مچی ہو، کہ خیال ایک دھکیلے اک کو
آنکھ تب دیکھتی ہے ایک کے ''دو دو'' - میں ڈھونگ

کوئی بھی کر نہیں سکتا تھا، کہا صرف ''آیا'' ۱۹
اس تجلّی سے خجل رنگ، جو مستفسر ہو
مہر گستر، ہو تو کیوں رحمتِ حق کا سایا؟

تھی رواں ڈھانگ پہ ارواح کی ٹیڑھی، بارات ۲۲
ورد کرتی ہوئی استھائی میں ہلکے ہلکے
صدق کے ساتھ ''ترحم'' کی مقدس آیات

دیکھ کر، دھوپ مرے جسم سے ہوتی نہ تھی پار ۲۵
''ہائیں'' میں کر دیا تبدیل انہوں نے آہنگ
ہانپتے کانپتے بھیجے ہوئے پیغام گذار

آئے دو ان کی طرف سے سبکا نہ ہم تک ۲۸
اور چلّا کے یہ دریافت کیا ''کون ہو تم
اس طرح ایسا عجوبہ یہ کلاں یا کوچک؟''

فوراً اس طرح یہ پاسخ انہیں میرا رہبر ۳۱
''یہ بدن گوشت کا ہے پوست کے اندر ملفوف
جاؤ، بھیجا ہے جنہوں نے، انہیں کہہ دو جا کر

ڈر تمہیں، جانتا ہوں، عکسِ سیہ فام کا ہے ۳۴
ہے یہ کافی انہیں لازم ہے کریں خاص لحاظ
اور سمجھیں کہ یہ شخص ان کے لئے کام کا ہے"

کب بخارات اُڑے اپنی رہِ گرم پہ تیز ۳۷
چیر کر رات کو جو مینہ سے نہ ہو آلودہ
اور ساون میں کسی شام کو ابرِ لبریز

راہ ان دونوں نے تیز اس سے زیادہ ہی لی
جا ملے طائفے میں جب تو چلا گھوم کے وہ
فوج ہو جیسے ہوا چھوڑ کے باگیں ڈھیلی

تو یہ شاعر: "وہ جو ہم پر کیے آتے ہیں ہجوم ۴۳
چند درخواست کریں گے کہ بچن دے ان کو
تو چلا چل - یونہی چلتے ہوئے سن، ٹھہر نہ گھوم

پاس آئے تو وہ چلائے "اری رُوح ٹھہر ۴۶
یہ تری ماں کے جنے انگ سکھی شانت رہیں
گر طبیعت پہ نہ ہو بار، توقف کچھ کر

دیکھ اس طائفے میں کوئی ہو گر مونس و یار ۴۹
تو ادھر جائے لئے خیر خبر کچھ جس کی
او شتابی ہے یہ کیا، رکنے سے ہے کیوں انکار؟

ہم گنہ گار ہوئے سارے تشدد سے ہلاک ۵۲
تا دمِ مرگ گنہ گار - مگر رحمتِ حق
آ گہی بخش گئی، پردۂ غفلت ہوا چاک

نادم و توبہ کناں ، لب پہ رواں استغفار ۵۵
رشتۂ عمر ہوا قطع - خُدا سے راضی
وجہ اللہ کا دل میں لئے شوقِ دیدار"

تو یہ میں: "دیکھ لیا ہے بہت ارواحِ سعید ۵۸
کوئی چہرہ بھی نہیں ہے مجھے ان میں مانوس
تاہم اس بات کی مجھ سے رہے تم کو امید

میں کروں گا ، جو کہو گے ، مجھے اس کی سوگند ۶۱
لائی ہے رہبریٔ خاص جو رحمت بن کر
میں جہاں تابہ جہاں جس کا رہا خواہش مند"

ایک بولا: "تجھے کیوں کیجئے پابند قسم ۶۴
سب ہیں محتاج اعانت ترے ، اللہ نہ کرے
کبھی کوتاہیٔ ہمت یہ ارادہ بے دم

ملتجی تجھ سے ہوں میں ہو کے یہاں دو زانو ۶۷
چارلس کے ملک سے رومگنا تک ہے آباد
اس علاقے سے جو گذرے تو پھر اہل فانو

ان سے کرنا یہ سفارش مرے اچھے غمخوار ۷۰
وہ مرے حق میں کریں نیک دعائیں دل سے
ہو مرا تزکیہ اٹھ جائے گناہوں کا یہ بار

واں لیا میں نے جنم کر دیا لیکن بے جان ۷۳
سب لہو بہ گیا ، وہ زخم لگائے مجھ پر
اہل انٹر نے کہ امید تھی وہ دیں گے امان

وہ جو اک صاحب اسٹی ہوا مجھ سے برہم ۷۶
حق تو یہ ہے کہ اٹھایا تھا صریحاً ناحق
اس طرح مرے خلاف اس نے یہ سنگین قدم

لیتا اس وقت لمیرہ کو اگر راہِ فرار ۷۹
مارا جب گھات لگا کر مجھے اریا گو میں -
ہوتا اہل - تنفس میں مرا آج شمار

مَیں نے دلدل کا کیا رُخ، بحالت پت سارا ۸۲
دھنس کے کیچڑ میں گرا، پھنس گیا سرکنڈوں میں
گھولا شریانوں نے مٹی میں لہو سے گارا"

دوسرے نے یہ کہا "اے تری بر آئے مُراد ۸۵
جو تجھے عرش معلیٰ پہ لئے جاتی ہے
رحم کھا میری تمنا پہ طلب ہے امداد

مونٹی فیلٹرو تھا میں کبھی اب بوں کانٹے ۸۸
میری پروا ہے کسے جون ہوں یا کوئی اور
میں ملول ان میں روانہ ہوں مراد کھ بانٹے"

تو یہ میں "ہائے وہ مجہول گھڑی، ظلمانہ زد ۹۱
جب دھکیلا تجھے کمپا لڈنو سے وہ دُور
کہ پتہ چل نہ سکا پھر کبھی تیرا مرقد"

تو وہ یہ "دامنِ کیسنو میں وہ رود رواں ۹۴
ارچیان نام کی - پھر اس کی تلاطم خیزی
خانقاہ اپی نینو پہ ہے امواج فشاں

کھوئے یہ نام جہاں، میں وہاں پہنچا، تھی یہ گت ۹۷
پا پیادہ و دویدہ و بریدہ حلقوم
کہ مرے خون بقا سے ہوا میداں لت پت

نام مریم مرے لب پہ تھا دم باز پسیں ۱۰۰
آنکھ پتھرائی وہاں گر گیا میں سر کے بل
اور پھر اک تنِ بے جان تھا بالائے زمیں

سچ ہے زندوں میں یہ سچ **کیجئو** جا کر اعلان ۱۰۳
لے چلا قدسیٔ یزداں تو جہنم کا لعین
چیخا اے وزدِ فلک کیوں کرے میرا نقصان

وہ ترا ہے مگر اک اشک ذرا سا اک اشک ۱۰۶
حصہ لے مجھ سے جو اس ذات میں لافانی ہے
دوسرا مان مرے دوست نہیں قابل رشک،

نم بخارات، تجھے علم ہے اس بات کا خوب ۱۰۹
جب اکٹھے ہوں فضا میں، بنیں پانی، برسیں
پھر جو اٹھیں، کرے پھر ان کو برودت مرطوب

ساتھ اس میں ہے ذہانت کے ریاکاری بھی ۱۱۲
دے گزند اس کا وطیرہ ہے، سو کہر اور ہوا
کر دیئے تیز، یہ بل اس میں، ہنرداری بھی

یوں کہ وادی، – نہ ہوا تھا ابھی دن گرچہ غروب ۱۱۵
پرٹو میگا نو سے تا سلسلۂ کوہ تمام
گئی اس طرح گھٹا ٹوپ دھواں دھار میں ڈوب

بوجھ پانی کا بنا سر پہ ہوا کے وہ وبال ۱۱۸
مینہ سے جل تھل کہ زمیں سے نہ سنبھالے سنبھلے
سب ندی نالے کناروں پہ سے کھا کھا کے اچھال

مل گئے، سیل بپا کرتے ہوئے تیز چلے ۱۲۱
اور دریا میں گرے - تب وہ بلا خیز بہاؤ
کچھ رکاوٹ ہو گھٹے زور نہ شدت یہ ٹلے

اوچیاں کے متموج بڑے پشتے کے قریب ۱۲۴
اس دہانے پہ وہ بہتا ہوا ارنوس گرا
جسم اینٹھا ہوا - لیکن مرے سینے پہ صلیب

جو دم نزع بنائی تھی پرے چھوٹ گئی ۱۲۷
یوں تلیٹی میں لڑھک بہہ کے بزیر انبار
پتھروں میں مری تقدیر زبوں پھوٹ گئی"

تیسری رُوح کہ تھی دوسری کے ساتھ مگن ۱۳۰
اب سخن سنج ہوئی" جائے جب اس دنیا میں
اور جس وقت کٹھن رہ کی اُتر جائے تھکن

یاد کر لینا مجھے، میں ہوں بھگتنی موسوم ۱۳۳
سائنہ ساختہ، ماریمہ سے ٹوٹ آئی تھی
ہے یہ سب میرے منگیتر کو بخوبی معلوم
جس نے شادی کی انگوٹھی مجھے پہنائی تھی" ۱۳۶

وضاحت - غیر مستجاب - جو کسی لڑائی، ہنگامے یا سازش میں یُوں اچانک مر گئے کہ انہیں کفارے کی "مہلت نہ ہوئی، ان لوگوں کو قیامِ برزخ کی رعایت اس لئے ملی کہ جہانِ گذراں سے ان کا گذرنا غیر معمولی حالات میں ہوا۔

تشریحات - ۲۴ - "ترحم" معاصیانِ غیر مستجاب کی خاص دعا: "یا خدا مجھ پر رحم فرما"۔

۶۴-ایک بولا- جیکو پودل کیسرو، فانو کا رہنے والا، گیلف جماعت سے سیاسی وابستگی رکھتا تھا- الٹی کے ازّو ہشتم نے خفا ہو کر قتل کا حکم دیا- وینس و پڈوا کے درمیان اریاگو میں ہلاک ہوا-

۶۹-فانو شاہ چارلس کی سلطنت نیپلز تارومگنا کے درمیان آباد-

۷۵-اِنٹر، پڈوا کا بانی تھا- اہل پڈوا-

۷۹-مرا، پڈوا اور اریاگو کے درمیان واقع-

۸۸-مونٹی- یہ نواب گیبلن جماعت کا ہمنوا تھا- کمپالڈینو کے مقام پر اہلِ فلورنس سے ایک لڑائی میں مارا گیا-

۸۹- جون، اس کی بیوی-

۹۴- خانقاہ کمل ڈولی جو اپنی نائن (اپی نینو) پر واقع تھی" دریائے ارچیاں کا منبع اس کے نزدیک تھا-

۹۷-ارچیاں، دریائے ارنو میں گر کر اپنا نام کھو دیتی ہے-

۱۰۶- اشکِ ندامت بہائیں تو روح اس (شیطان) کے چنگل سے رہائی پا سکتی ہے- دوسرا حصہ فنا ہونے والا جسم-

۱۱۲-مُراد ہے ابلیس، جس میں اگلے وقتوں کی ذہانت بھی کچھ باقی ہے، ریاکاری بعد میں اس کی طینت کا خاصہ بنی-

۱۲۲-دریائے ارنو-

۱۳۳- بھگتنی، عارفہ- سائنی گھرانے کی ایک خاتون، جس کی شادی نیلو نامی نواب سے ہوئی- وہ ناخوش ہو گیا تو اپنی رہائش گاہ، قلعہ مریمہ سے نیچے پھینک کر مروا ڈالا-

۱۳۵- منگنی کو بھی شادی کی حرمت حاصل تھی- یعنی قاتل خاوند نے دونوں کا تقدس پسِ پشت ڈال دیا-

لُغت - بچن - پکا وعدہ

سکھی شانت، آرام اور سکون سے

چھٹا کینٹو

واقعہ- کلیسا بدروں کا ایک ہجوم، دانتے کو گھیر کر استمداد کا طالب ہوا بمشکل وہ ان کے نرغہ سے نکلا- اس نے ورجل سے دعا کی تاثیر کا پوچھا مگر اس نے سرسری سا جواب دیا- اور مزید معلومات کے لئے بیٹرس کا حوالہ بتایا- پھر دونوں شاعروں کی ملاقاتِ سور ڈیلو سے ہوئی جو ورجل کے وطن منٹوا کا رہنے والا تھا- وہ گرمجوشی سے ملا- تو دانتے کو شہ ہوئی اور اٹلی میں موجود اندرونی خلفشار اور مناقشت کو جی کھول کے بُرا بھلا کہا کیوں کہ اس کے سبب ملک کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا تھا اس کی مذمت کا ہدف زیادہ فلورنس بنا-

جس طرح ہارا جواری متاسف، غمگیں
پس بازی، تن تنہا چلے پھر ہر داؤ
جرعہ کش بیٹھے ہوئے ساغر بینش سے وہیں

دوسرے چل دیئے ہوں صاحبِ تقدیر کے ساتھ ۴
تھپتھپائے یہ کمر، تا کہ نظر میں آئے
کیجئے چشم عنایت کہے اک تھام کے ہاتھ

پھینکتا زید پہ کچھ، بکر سے کرتا ہوں ہاں ۷
راہ مشکل سے بناتا ہوا پائیں جو چھٹیں
مفت خوروں سے چھُٹے آخر کار اس کی جاں

تھی اس انبوہ میں ایسی مری حالت اس روز ۱۰
میں اِدھر اور اُدھر بلکہ جدھر مُنہ پھیروں
تھا ادا کرنے کے وعدے پہ فقط خود اندوز

یہ تھا ارتین غنو ٹیکو کا دست خونیں ۱۳
منتقم نے اسے آہی لیا - شخص مذکور
ڈوب کر مر گیا پوئیدۂ تعاقب میں کہیں

فریڈرک نوو لو تھا ملتمس و دست دراز ۱۶
تھا پسائی بھی وہیں، طالع کج پر جس کے
نیک مرزوک کا وہ حوصلۂ بے انداز

کاؤنٹ اوسو بھی تھا، وہ روح کہ از فرطِ حسد ۱۹
جُرم نا کردہ - جسے گوشت سے جبراً کاٹا
یہ کہا، صاف بتاؤں کہ تھا وہ شخصِ بد

پرڈی لبرس، یہ رہے دھیان کہ جب ختم کرے ۲۲
اپنی میعاد یہاں لیڈی براباںٹ کہیں
بدتر اس سے بھی نہ خمیازہ وہ سنگین بھرے

آ خر ان سارے ہیولوں سے ملا چھٹکارا ۲۵
مدعا ان کا یہی تھا کہ دُعا حق میں ہو
تا کہ تعجیل سے ہو تزکیۂ لتارا

تو یہ میں: ''نورِ ہدایت! مجھے یاد آتا ہے ۲۸
تو نے تردید یہ اک بار بدیہی کی تھی
ازلی حکم دُعاؤں سے بدل جاتا ہے

ان کی درخواست کا لیکن ہے مکرر موضوع ۳۱
صرف یہ، اور یہی - کیا ہے سب امید فضول
یا تری بات ہی واضح نہیں مجھ پہ یہ فروع"

تو وہ یوں: "ہے مری تحریر سلیس و آساں ۳۴
ان کی اُمید بھی ابلہ نہیں - البتہ تو
کام لے سوچ سمجھ سے کہ بنے نکتہ داں

عدل اعلیٰ نہیں جھکتا ہے - یہ ذمہ داری ۳۷
جب بیک سوز نفس عشق ادا کرتا ہے
قرض اور فرض کسی ذات میں جو ہے جاری

مَیں نے جس واقعہ کا ذکر کیا، اس میں بار ۴۰
منتقل ہو نہ سکا، غیر مؤثر بھی دُعا
کیونکہ اس وقت دُعا کو تھا خُدا سے انکار

مت ٹھہر ان پہ یہ پھیلے ہوئے پانی ہیں اتھاہ ۴۳
رد نتیجہ کر اگر وہ نہ کرے تجھ پر فاش
نور سی بینِ حق و درک ہے جس کی درگاہ

مَیں نہیں جانتا، آیا اسے سمجھا ہے تو ۴۶
بیٹرس سے ہے مراد - اور سر قلّۂ کوہ
وہ خجستہ نظر آئے گی تجھے خندہ رو"

تب کہا میں نے یہ "درکار شتابی ہے جناب ۴۹
چل سکوں تیز، تھکاوٹ مری کم ہے - دیکھیں
سایۂ کوہ نے خود سینہ پہ ڈالا ہے نقاب

تو وہ: "جب تک ہے یہ دن، راست صراط وطرار ۵۲
ہم چلیں کیسے ہی، لیکن ہے ترا جو بھی خیال
ہو گا برعکس ہی ، جو بھی سہی اپنی رفتار

قلۂ کوہ پہ ممکن نہیں اپنا ڈیرا ۵۵
جب تلک آئے پلٹ کر نہ جو رُو پوش ہوا
پس سرا زیر کہ سایہ نہ پڑے یاں تیرا

دیکھ اک رُوح اکیلی ہے ، مگر چشم براہ ۵۸
سوئے منزل کرے گی راہ بری وہ اپنی
ایسے رستے پہ کہ ہم چل سکیں حسبِ دلخواہ"

آئے ہم پاس - اری لمباڈروانِ عالی ۶۱
طنطنہ واہ ترا - اور یہ تحقیر نما
ہے تری آنکھ میں ہلکی سی رمق تمثالی

کچھ نہ بولا، ہمیں دیکھا کیا لیکن چپ چاپ ۶۴
بیٹھے بیٹھے ہمیں بڑھنے دیا آگے - بیشک
اس کے انداز پہ تھی شیرِ کمیں گاہ کی چھاپ

باوجود اس کے، یہ ورجل نے اسے کی درخواست ۶۷
لے چلے وہ ہمیں اوپر - تو وہ ذات موہوم
بے نیازانہ طلب گار ہوئی ، بے کم و کاست

ہم کہیں، کون تھے ہم، آئے کدھر سے، اس پر ۷۰
رہبرِ نرم سخن نے یہ کہا : "منتُو"
جب سُنا یہ تو سراسیمہ گھٹن سے چھٹ کر

ذات میں گُم شدہ کیا طیف لپک کر بھاگا ۷۳
شدّتِ شوق سے چلاّتا ہوا " او بھائی
بھائی او منٹوا کے بھائی ، مقدر جاگا

میں ترے شہر کا ہوں، ہے مرا سورڈیلو نام" ۷۶
گرمجوشی سے بغل گیر ہوئے پھر دونوں
اٹلی اے غمکدے، اے بستہ و پابند غلام!

تند طوفاں میں گھری کشتیِ بے آب شناس ۷۹
مالکہ صوبہ، نہیں اب تری وہ شان شکوہ
خوان یغما ہے، طویلہ نہیں بلکہ سنڈاس

تھی بھلی رُوح اسے کوئی تکلّف نہ رہا ۸۲
تھا حسیں نام کا پاس ، اس کے نگر کا وہ نام
ہم وطن شخص کو جی جان سے خوش باش کہا

واژگوں! ساحلوں کو دیکھ ، بحیروں کو کنگھال ۸۵
اپنے سینہ کو ٹٹول ، اور کسی گوشے سے
دلکشا ، روح فزا ، امن کو پھر ڈھونڈ نکال

کیا ہے جسٹینین اب دے بھی اگر جیبھیاں ڈال ۸۸
جبکہ ہو زین ہی خالی ، تو بھلا کیا حاصل
شرمناک اور سوا ، اور سوا صورتِ حال

محترم صاحبو بھگتاؤ اگر اصل نظام ۹۱
اور قیصر ہی کو رہنے دو سوار و راکب
پڑھ سکو کاش ہے تفویض خُدا سے جو کام

ہیکڑی میں ہوئی ہے دیکھنا وحشی مُنہ زور ۹۴
ایڑ کیا دے سکو تم ، لاکھ اسے ہتھیایا
تھام رکھی ہے غلط ہاتھ میں یہ باگ یہ ڈور

جرمن البرٹ - غضبناک ، تنک بے قابو ۹۷
تو نے چھوڑی جو یہ گھوڑی تو الف ہے کیسی
کر خیال ، اس کی تھپک پیٹھ کو ، بیٹھ اس پر تو

عدل پرداز کواکب سے ترے گھر پہ نزول ۱۰۰
قہر ہو ، قہر الٰہی کا - عجیب اور عیاں
کہ جھنجھوڑے ترے وارث کو بنائے معقول

چونکہ تو اور ترا باپ تھے حرص آلودہ ۱۰۳
تم وہیں رُک گئے ، پھر عام یہ بدعت کردی
سلطنت کا یہ گلستاں ہوا نا آسودہ

آ کے منٹگو کپولٹس پہ ڈال ایک نظر ۱۰۶
بے خبر دیکھ منلڈی کا گھرانہ بدحال
خیلی پیچی کہ لرزتے ہیں بچارے تھر تھر

دیکھ تیرے امرا بھی ہیں اذیّت کا شکار ۱۰۹
سنگدل ، خون چکاں زخم ہیں ، پٹی آباندھ
دیکھ کن خطروں میں ہے زندگی در سنتفیار

دیکھ اکیلا ہے ترا شہر بزاری گریاں ۱۱۲
رات دن آہ و بکا - روم ہوا ہے رنڈوا
شوہر و شاہ گیا ہے تو اسے چھوڑ ، کہاں

دیس میں دیکھ بہم پیار محبت کو - آ ۱۱۵
جذبۂ رحم اگر دے نہیں تحریک تجھے
نام کے واسطے آ ، اپنی ندامت کو آ

نے (اجازت ہو مجھے) اے مرے برتر معبود ۱۱۸
جو ہمارے ہی گناہوں کو ہوایاں مصلوب
کیا کہیں دور نگی تیری نظر حق آسود

یا بنائے ہے تری دانش و دانائی عمیق ۱۲۱
کوئی منصوبۂ خیر' ایسا ہماری خاطر
ہم سمجھنے سے ہیں قاصر جسے عالی و دقیق

ورنہ اٹلی کا تو ہر شہر ہوا ایک کچھار ۱۲۴
اس میں شداد بھرے ہیں ہوئے ایرے غیرے
مرسلس - اور بنا پھرتا ہے ہر اک مختار

اے فلورنس منا جشن کہ یہ بغض و عناد ۱۲۷
تجھ کو بچ جائے گا ، ہو گی نہ طبیعت بھاری
آفریں شہریوں پر ، یہ ترے دانا دلشاد

بغض کے تئیں تو انصاف کا ہے کچھ امکان ۱۳۰
جلد بازی نہ کریں ، سوچ کے چھوڑیں ناوک
جانتا ہوں ترے لوگوں کے یہ بر نوک زباں

بعض منصب کی نبھائیں نہیں ذمہ داری ۱۳۳
اور دعویٰ یہ انہیں جان بھی کر دیں گے نثار
اس سے پہلے کوئی جتلائے ہے ان کی باری

شاد رہ دیکھ بہت کچھ ہے کہ تو شاد رہے ۱۳۶
مرفع الحال، بڑا منتظم و امن پسند
کہہ رہا ہوں یہ حقائق ہیں تجھے یاد رہے

لیسی ڈیمان اور ایتھنز در ایام مرور ۱۳۹
فن و آئین کہن شستہ بنانے والے
ہو سکے تھے نہ مقابل میں مہذب بہ شعور

جب ترا فکر و تدبر ہوا تھا خوب اساس ۱۴۲
اے مگر ڈھیر جو کی کات کے اکتوبر میں
نہ رہی وسطِ نومبر میں ترے پاس کپاس

ان دنوں میں کہ نہ تو کر سکے یاد۔ اتنی بار ۱۴۵
منقلب ہوتے رہے ضابطے، سکے، دستور
اب یہ منصب ہوا تبدیل، وہ اب منصبدار

آپ ہی غور کر ایسا بھی نہیں نابینا ۱۴۸
ایک دوشیزہ کی مانند ہے تو دکھ سے نڈھال
کہ بچھے اطلس و کمخواب پہ جس کا سینہ
کروٹیں بدلے، نہ ہو مضمحل انگ انگ بحال ۱۵۱

وضاحت۔ ورجل کو یہ قدرت نہیں کہ برزخ اور اس میں ماخوذ اہلِ معصیت کی بیتی کا احوال خود جانے اور پھر سنائے بتائے۔ وضاحت و تصریح کے لئے جا بجا کوئی راوی مل جاتا ہے۔ اس کینٹو میں برزخ معکوس کا عالم زیرِ نظر ہے اور سورڈیلو یہ فریضہ انجام دیتا ہے۔ پھر سٹیس شاعر اور خاتون مٹلڈا برزخ خاص اور جنتِ ارضی میں دستیاب آتے ہیں۔

تشریحات۔ ۱۳/۱۹ مارتین منصف تھا، غنوٹیکوڈا کو کے ایک رشتہ دار کو موت کی سزا سنائی جس نے انتقاماً اسے مار ڈالا۔

شخص مذکورہ گوشیو نامی شکاری کہ ڈوب کر مر گیا۔

فریڈرک نو ولو خانہ جنگی میں مارا گیا۔

پسائی، شہر پسا کا رہنے والا ایک ڈاکٹر مرزوک، اس کے بیٹے کو وہاں کے کاؤنٹ نے قتل کر دیا اور لاش کھلے عام عبرت کے لئے ڈال دی۔ اس نے تعفن سے مرض پھیلنے کے خدشہ کا کہہ کر دفنانے کی اجازت مانگی جو مل گئی۔ دوسری روایت ہے کہ اس نے قاتل کے ہاتھ کو بوسہ دے کر خون معاف کر دیا۔ اور سو خانہ جنگی سے پہلے ہلاک ہوا۔

۲۲۔ پر ڈی لبرس شاہ فرانس فلپ سوئم کا شاہی طبیب تھا۔ اس نے ملکہ میری برابانٹ پر الزام لگایا کہ سوتیلے بیٹے کو زہر سے مروا دیا ہے۔ سو ملکہ کو پھانسی دے دی گئی۔

۲۴۔ برزخ میں بھی نہ سدھری تو اس سے بُرا حشر ہوگا۔

۲۸۔ اینیڈ سے ورجل کے ایک مصرع کا حوالہ ہے جس کا مضمون ہے 'امید چھوڑ' دعا سے دیوتاؤں کی بنائی ہوئی تقدیر نہیں بدل سکتی۔

۳۷۔ صاحب ایمان کی دُعا مستجاب ہو تو عدل ربانی میں ضعف نہیں ہوتا۔ اینیڈ میں شفیع اینیس اور ملتجی ملاح پلی نورس دونوں حامل ایمان نہ تھے۔ لہٰذا دعا بے محل تھی......

۵۲۔ منتوا میں ورجل کی قبر کا کتبہ ہے منتوا نے مجھے جنم دیا۔

۸۸۔ شہنشاہ جسٹینین۔ مقنن و مرتب قوانین ۶۵-۵۲۷ قانون روما کی تدوین کی چار جلدوں میں ہے۔ کوڈیکس، ڈائجسٹا، کانسٹیٹیوٹنس، انسٹی ٹیوشنس، مجموعہ نام کارپس جیورس سوملیس۔

۹۱۔ اہلِ کلیسا سے مخاطب ہے جو امورِ سلطنت میں دخیل ہو گئے تھے۔

۹۲۔ آسٹریا کا بادشاہ البرٹ دوم اور اس کا باپ روڈلف ہپسبرگ۔

۹۴۔ خانہ جنگی نوابوں اور امیروں کے درمیان طوائف الملوکی کا زمانہ۔

۹۵۔ زوال پذیر سیاسی اور اخلاقی حالات اور معاملات جو اٹلی کے چھوٹے بڑے شہروں میں عام تھے، موازنہ کریں۔ سودا کی مخمس شہر آشوب سے۔

۹۶۔ مرسیلس، ایک رومی کونسلر، جولیس کا مخالف مراد ہے۔ جو قانون توڑے وہ ہیرو۔

لغت۔ سنڈاس۔ بیت الخلاء۔

جلیبھی۔ لگام کا وہ حصہ جو گھوڑے کے منہ میں دیا جاتا ہے......

ساتواں کینٹو

واقعہ - منتوا کے دونوں ساتھی بغلگیر ہو چکے تو سورڈیلو نے ان مسافروں کے کوائف دریافت کیے۔ ورجل نے اپنا نام بتایا، سورڈیلو نے جھک کر قدم لئے۔ تشویش سے اس کی حیات مابعد حیات کی کیفیت پوچھی۔ بعدازاں اس پہاڑی کے معمولات سے آگاہ کیا۔ غروبِ آفتاب کے بعد اس پر چڑھنا ممکن نہیں رہتا - البتہ نیچے جانے پر قدغن نہیں پس یہ وادی میں پائین اُتر گئے۔ جہاں کئی معتبرین سے ملے۔ یہ تائبین بالتاخیر مستغرقین کا طبقہ ہے۔ سورڈیلو نے کئی ایک سے متعارف کرایا۔

باہمی جب وہ مکرر متواضع مسرور
خیریت پُوچھ چکے ۔ ختم ہوئی تسلیمات
سورڈیلو نے کہا رُک کے مگر "آپ حضور
کون ہیں ؟ تو بجواب ایسے مرا راہ مشیر ۴
"جو بھی ہیں در خورِ پرواز خدا تک بالا
رُوحیں اس کوہ پہ لاتے ہیں براہِ تطہیر

آکٹوین نے بنایا مری ہڈیوں پہ مزار ۷
مَیں ہوں ورجل، رہی ہے بس مری یہ کوتاہی
مانع عرش، کہ مَیں ہو نہ سکا تھا دیندار"

دم بخود کوئی کہ رہ جائے بہ حیرت تکتا ۱۰
متامل کیا تسلیم ، مگر پھر شک سے
یہ وہ بولا "نہیں ہے ہے یہ نہیں ہو سکتا"

اور پھر رُوح مڑی اور پلٹ کر لپکی ۱۳
سامنے رُک گئی ، یوں خم سَرِ تسلیم کیا
لے بڑے سے کبھی جیسے کوئی چھوٹا جھکی

پھر لپٹ کر یہ کہا واہ مرصّع اظہار ۱۶
جس زباں اور بیاں نے کیا فخرِ لاطیم
مَیں اسی دیس کا ہوں، وہ تری شہرت کا مدار

تجھ سے ملنا ہے یہاں میرے لئے خاص شرف ۱۹
ہمکلامی کا یہ احساس سوا ہے مجھ کو
کہہ جہنم میں ہے یا تیرا اطاق اور طرف

دوسرا کہنے لگا: "چل کے یہاں میں ہر ایک ۲۲
خطۂ کشور تکلیف و حزن آیا ہوں
ہاں رضائے ملکوتی مجھے لائی ہے۔ ولیک

جو ہوا مجھ سے، نہیں جو نہ ہوا تھا سرزد ۲۵
منظر مہر رفیع اس کے سبب اوجھل ہے
اب پس از وقت بتاؤں یہ ہے میرا مقصد

دُور نیچے وہاں پاتال میں ہے. ایک طبق ۲۸
جو فسردہ ہے اندھیروں سے، کسی دُکھ سے نہیں
فرط شیون نہیں آہوں سے کلیجہ ہو شق

وان پہ بسرآم ہے معصوم گنہگاروں میں ۳۱
پھنس گئے موت کے چنگل میں اس سے پہلے
کہ حیاتِ جگر سوختہ کے دکھ دھو لیں

وان پہ بسرآم ہے، ان میں جنہیں آیا نہ شعور ۳۴
تین شبھ نیکیوں کا - گرچہ رہے وہ بے لوث
کار بند اور بھلائی پہ بہ ادراک ضرور

کہہ مگر کیسے کریں راستہ بالائی طے ۳۷
سرحدِ عالم برزخ ہے جہاں سے آغاز
گر تجھے علم ہے یہ، اور بتا سکتا ہے"

تو وہ یہ -: "میرا ٹھکانہ ہے نیا یاں ہر دن ۴۰
گھوم کے آپ ترے ساتھ چلوں گا اُوپر
رہ دکھاؤں گا جہاں تک ہُوا مجھ سے ممکن

ہاں مگر دیکھ تو کیسی ہوئی جاتی ہے شام ۴۳
اور یہ جان کہ چڑھنا نہیں ممکن شب میں
ڈھونڈیئے کوئی جگہ ڈھنگ کی اب بہر قیام

دیکھ ادھر دائیں کو بیٹھی ہیں پرے کچھ ارواح ۴۶
ہو جو منشا تو تجھے لے کے چلوں ان کے پاس
تو انہیں مل ہے بلاشک یہ ملاقات مباح"

تو وہ "یہ کیسا معمہ ہے کوئی گر چاہے ۴۹
اس اندھیرے میں چڑھے، کیا کوئی روکے گا اسے
یا وہ خود ہار کے رہ جاتا ہے گا ہے ماہے؟"

سور ڈیلو جُھکا اور کھینچ کے مٹی پہ لکیر ۵۲
پھر یہ بولا " تو اسے بھی نہیں کر سکتا پار
ایک دفعہ ہوا خورشید اگر ظلمت گیر

ما سوا روشنیٔ گم شدہ مانع بہ فراز ۵۵
کوہ پیمائی میں کچھ اور نہیں ہے طاقت
ظلمتِ شب ہی بناتی ہے عزیمت نا ساز

چل پہاڑی سے اُتر جائیں، بہر سو گھومیں ۵۸
سر بمہر اپنی انگوٹھی سے افق دن کر دے
جب تلک صبح کا ماتھا نہ شعاعیں چومیں

حیرتی سا میرے آقا نے کہا " اچھا چل ۶۱
تو سُناتا ہے جہاں کی وہیں ہم چلتے ہیں
استراحت کو ملے عاریتاً کوئی محل "

ہم ذرا ہی گئے ہوں گے کہ ملا ایک مقام ۶۴
مثلِ نمگیرہ، سر از بر چمن زار - کہ ہیں
وادیاں جیسے رخِ کوہ نما اپنی عام

روح کہنے لگی: " ہوتی ہے پرے مینڈ شروع ۶۷
پھڑ ڈبک کر وہ جہاں لہریا بن جاتی ہے
چل کے واں، ہم کو ٹھہرنا ہے کہ ہو فجر طلوع "

پیچ و خم کھاتی ہوئی راہ - نہ ہموار نہ ڈھانگ ۷۰
لے چلی اب ہمیں - ٹیلوں کے اُتر کر کوہان
ہم ترائی میں گئے، نصف بلندی کو پھلانگ

قرمزی ، سرمئی ، تابندہ رو پہلی ، زریں ۷۳
زرد چوبی نظر افروز کھلا فیروزی
نیلگوں تازہ زبرجد کے وہ الوان حسیں

تھے وہاں کے گل و سبزہ کے یہ سب ہم تمثال ۷۶
سامنے بلکہ پڑیں ماند یہ اس کے ، جیسے
شوخ کے آگے نظر آئے ہے مدھم پامال

نہ یہی رنگ برنگ اپنا دکھائیں جوبن ۷۹
بلکہ بے انت پھلیلوں سے بھی فطرت کھینچے
وہ مہک، نام جسے دیں نہ سکیں خاص۔ گھمن

"بخش تسکیں ملکہ" یہ کلمہ ورد کناں ۸۲
اوٹ میں وہ چلی آتی تھیں بد امانِ دمن
یکدم ارواح ہوئیں پھر گل و سبزہ پہ عیاں

منتوی راہ نمانے یہ کہا: " مت کہنا ۸۵
لے کے تحتان چلوں - مہر کا باریک سرا
جب تلک سحر کے اندر نہیں جائے گہنا

اس اٹاری پہ سے ان کی حرکات و سکنات ۸۸
تم کہیں خوب طرح دیکھ سکو گے ، پھر کیوں
فرشِ وادی پہ تلے کیجئے صحبت بالذات

وہ پرے بیٹھا ہوا بھیڑ میں سب سے اوپر ۹۱
جو نکھٹو نظر آتا ہے بڑا بے پروا
ہونٹ تک بھی نہ ہلیں جس کے دعا میں مل کر

شاہ روڈولف ہے ، اٹلی کا محافظ جائز ۹۴
اس کے ناسور پہ رکھتا وہ بلاشک پھاہا
پھر جلائے جو اسے دیر سے ہو گا فائز

دے رہا ہے جو تسلی اسے وہ تھا سلطاں ۹۷
اس قلمرو میں ملاڈاؤ جہاں کا پانی
بھیجے البی کو تو البی اسے ہو بحر رساں

پٹیاں باندھے ہوئے شخص ہے وہ انگر نام ۱۰۰
اور یہ بلنسِ باریش سے بہتر تھا کہیں
بے عمل سہل پسند اس کا پسر، نافر جام

بات مجمع میں کسی مسئلہ پر چپٹی ناک ۱۰۳
کر رہا ہے جو اس ارباب متیں چہرہ سے
ہوئے مفرور مرا ڈالتا ریحان پہ خاک

منحنی دوسرا وہ، غمزدہ آنکھیں بےچین ۱۰۶
سینہ کوب اور ہتھیلی پہ ٹکائے ہوئے گال
اور بھرتا ہوا سرد آہیں ، مچاتا ہوا بین

آفت جانِ فرانسہ کے ہیں باپ اور سسر ۱۰۹
روشن ان دونوں پہ جو، اس کے ذنوب اور عیوب
غم انہیں چھیدتا ہے اس لئے برچھی بن کر

او نکڑے ناک کے اس شخص سے وہ ہم آہنگ ۱۱۲
جس تنومند کی آواز ہے، تھا اک سردار
متصف ایسے خصائص سے کہ بانکوں کے ہیں ڈھنگ

طفل جو اس کے عقب میں ہے وہ با عمر دراز ۱۱۵
وائے خوش عہد حکومت کو بنا جائے ، کہ ہو
بادۂ خوب پیالہ بہ پیالہ انداز

اور باقی نہیں رہتا ہے یہ شجرہ کچھ خاص ۱۱۸
فریڈرک و جیمس اقالیم کے وارث ٹھہرے
ترکہ عمدہ تھا پہ چنداں نہ تھا ان میں اخلاص

اصل نیکوئی کبھی ٹہنیوں ایسی نہ پھلی ۱۲۱
من یشا کا ہے یہ مظہر اگر انساں سمجھے
کب ہے کسبی عملی ہے یہ عطیہ ازلی

اونکڑے ناک پہ کم تر نہیں اس کا اطلاق ۱۲۴
پیڈرو سے ہے قریب اس کے وہیں جو گویا
اور پرا ونس و اپلیائے فسردہ پہ بھی شاق

لاف زن ایسی جو کنسٹانس ہے بر سرِ تاج ۱۲۷
بیٹرس مارگریٹ دونوں پہ بیشک برسے
اس کے جو تخم سے پیدا ہے وہ پودا نرلاج

دیکھ ہے ہیریَ انگلینڈ شہِ سادہ حیات ۱۳۰
واں اکیلا اسے رہنا ہے کہ اچھا کہیئے
اور اولاد بھی اس کی ہوئی پھر نیک بہ ذات

ان سے پائین نشستہ مگر اوپر نگراں ۱۳۳
کارزار آلسندریہ کا ہے ولیم مرچیز
شاخسانہ یہ ہزیمت کا ہوا بعد ازاں

خوب پامال ہوئے مانٹ فرانٹ و کنویز ۱۳۶
وضاحت۔ مستغرقین۔ یا تائبین بالتاخیر- جو زندگی بھر اور کاموں میں ایسے مستغرق رہے کہ بروقت توبہ کی فرصت نہ پا سکے- وہ دوسرے اثاری پرپُر بہار اونچی جگہ پر ٹھہرائے گئے ہیں- کیونکہ انہوں نے دوسروں کی خاطر اپنے اوپر توجہ نہ کی- یہاں بھی مشغلہ بدستور وہی ہے گھر بار، دوست یار ملکی ملّی کاروبار موضوع سخن و گفتار،

تشریحات- آکٹوین آگسٹس ۱۴-۶۳ ق م- اس کا زمانہ حکومت ادب روما کا عہدِ زرّیں کہلاتا ہے-

۳۵- شبھ نیکیاں- ایمان، امید، ایثار، دیگر چار ہیں۔ عدل۔ رواداری۔ صبر۔ تمیز (شعور)

۴۰- خیال اینیڈ سے ماخوذ- سیبل کے استفسار پر انکائس کہاں مقیم ہے؟ جواب ملتا ہے یہاں کسی کا ٹھکانہ متعین نہیں۔ میں نے ترجمہ کیا ہے ہر دن نیا ٹھکانہ ہے عالم ارواح جسے ہیڈز کہا گیا، برزخ کا وہ حصّہ ہے جہاں سایہ دار جھنڈ ہیں- دریاؤں کے طاس میں شاداب مرغزار ہیں اور ارواح آج یہاں کل وہاں مستقلاً سفر میں ہیں-

۸۰- خطاب بہ حضرت مریم-

۹۲- ہنری ہفتم وائی لکسمبرگ- ۹۹ دو دریا-

۱۰۰- اٹکر شاہ بوہمیا، روڈولف سے شکست کھائی اور مارا گیا- اس کے بیٹے بلنس کو فاتح نے تخت سے محروم نہ کیا لیکن یہ اچھا حکمران ثابت نہ ہوا-

۱۰۳- چپٹی ناک- (والہ) شاہِ فرانس فلپ سوئم الملقب بہ شجاع، لوئی نہم اور مارگریٹ آف پراونس کا بیٹا پیٹر سوئم شاہِ اراگان کے ہاتھوں جنگ میں ہلاک ہوا- اس کا جانشین فلپ چہارم پہلی بیوی ازابیلہ اراگان کے بطن سے تھا- دوسری بیوی برابانٹ سے دو بیٹیاں تھیں- مارگریٹ کی شادی ایڈورڈ اوّل (انگلستان) سے ہوئی- دوسری، ہیپس برگ کی ملکہ بنی-

۱۰۵- متین چہری، ہنری فربہ شاہ نوارے۔

۱۰۹- آفت جانِ فرانسہ- شاہ فرانس ولیم چہارم۔

۱۱۲- تنومند شاہ اراگان پیٹر سوئم منفرڈ شاہ کی بیٹی کنسٹانس کا شوہر- اونکڑاناک شاہ انجو چارلس اوّل طفل الفانسو جو کم عمری میں مر گیا-

۱۰/۱۲۴- چارلس اوّل کی اولاد پیٹر سوئم کی نسل نکمی نکلی- اس کا تخم چارلس دوئم باپ سے گھٹیا ثابت ہوا- پیٹر سوئم کی بیوی کنسٹانس فضول شیخی بگھارا کرے- دانتے کا یہ سارا بیان اُلجھا ہوا ہے-

۱۳۰- ہنری سوئم شاہ انگلستان- نیک مگر امورِ سلطنت سے غافل-

۱۳۴- مانٹ فراٹ اور کنویز کے حاکم ولیم مارکوئیس (مارچیز) نے شاہ انجو چارلس سے بغاوت کی' ہار گیا- اس نے پنجرہ میں بند کر دیا، اس کا شہر السندریہ بھی اس سے باغی ہو گیا۔ جس نے مانٹ فراٹ اور کنویز کو خوب پامال کیا-

لُغت- بسرام- ٹھکانہ

گھمن- خوشبودار

ترلاج- بے عزت

آٹھواں کینٹو

واقعہ - رات پھیل چلی - مستغرق فرمانرواؤں کی رُوحیں مناجات شام تلاوت کر چکیں - عرش سے دو فرشتے وادی کی حفاظت کے لئے نیچے اُتر آئے - سورڈیلو شاعروں کے ساتھ آگے بڑھا - منصف نینو کونٹی نے دانتے کو پہچانا اور یہ جان کر، اس کا دوست بقیدِ حیات ہے، اس نے اپنے گھر والوں کے لئے پیغام دیا کہ وہ اس کے حق میں دعائے مغفرت کیا کریں - پھر تین نئے ستارے جگمگائے اور طلوعِ صبح کے نقیب چار اوجھل ہو گئے اور یکا یک وادی میں سانپ گھس آیا - اُسے فرشتوں نے مار بھگایا -

وہ گھڑی اب کہ لگے یادِ وطن سے دل پر
چوٹ ان بحر نوردوں کے جنہیں ہو کے وداع
اپنے پیاروں سے نکلنا پڑے - ویسی ہی سحر

وہ گھڑی - زائر نو راہ میں محسوس کرے ۴
ایک میٹھی سی کسک - دُور سے نوحہ خوانی
جس طرح ڈوبتے دل کے لئے ناقوس کرے

مَیں نے کانوں کا معطل کیا تھا سارا کام ۷
طیفِ خیزاں کو فقط دیکھ رہا تھا کہ جواب
سامعین اپنے اشاروں سے بلاتا تھا تمام

کئے ہاتھ اپنے اکٹھے وہ دُعا کی مانند ۱۰
پس تکے جائے تھا مشرق کی طرف، درد کناں
"بے غرض میں ہوں مگر صرف تجھے ہے، جو پسند"

پیش انجام عقیدت سے وہ ایک ایک نفس ۱۳
صاف ہر رکن، تجھی کو ترانے میں ادا
یوں کرے جیسے یہی ایک سروکار تھا بس

دوسرے صدق دلی سے ہوئے اس کے ہم خواہ ۱۶
یہ مناجات وہ دہرانے لگے اس کے ساتھ
ازلی پہیوں پہ رکھے ہوئے اک سار نگاہ

چشم حق بیں مگر اب چاہیئے تیز اے قاری ۱۹
کہ ہوا جاتا ہے شفاف یہ پردہ ایسا
بار پا جائے، یقیناً نہیں ہو دشواری

اب یہ دیکھا کہ وہ مہمان نوازِ ہمدرد ۲۲
پیار کی آس میں خاموش کھڑا مثل نقیب
جائزہ چرخ کا لے چشم نگوں سے — سب زرد

ہاتھ میں آتشیں تلواریں لئے آئے نظر ۲۵
دو فرشتے مجھے اُوپر سے اُترتے جن کی
کُند نوکیں نہ لگائی گئی تھیں سانوں پر

تازہ کونپل سرِ شاخ ایسی ہری تھی پوشاک ۲۸
لہریوں سی یہ اُڑی جائے، ہوا جھلتے تھے
سرسراتے ہوئے پَر سبز جو تھے مثل تاک

ہم پر اک نور فشاں، پار کنارے کی طرف ۳۱
دوسرا اُڑ گیا ، اس طرح وہاں پر ٹھہرا
درمیاں آ گئی دونوں کے وہ افراد کی صف

صاف دکھلائی دیئے ان کے سرِ تابندہ ۳۴
خیرہ کُن چہرے ہوئے گیسوئے زرتاب میں اب
جیسے مغلوب ہو تکثیر سے ہر حس زندہ

سورڈیلو یہ: "تلہیٹی کے نگہباں ہوں گے ۳۷
برِ مریم سے یہ آئے ہیں ، کسی بھی لمحے
سانپ آ نکلے"۔دل وذہن تو حیراں ہوں گے

خوف سے حال بُرا ، سرد پسینے میں تر ۴۰
لرزہ مجھ پر کہ وہ کب اور کدھر سے نکلے
شانۂ معتبر اس دوست کا تھاما مڑ کر

سورڈیلو نے کہا: " نیچے اُتر آؤ اب ۴۳
کنج شاداب میں ان نیک ہیولوں سے ملو
ہمکلامی انہیں بن جائے گی سامان طرب"

بس بمشکل لئے ہوں گے یہی دو چار قدم ۴۶
دیکھا اک طیف کہ منظور مرا جائزہ ہو
چشمِ مانوس سے یوں جھانک رہا تھا پیہم

تیرگی پھیل چلی - گرچہ نہ ایسی بھی نری ۴۹
کہ حقیقت جسے دھندلایا تھا اس نے پہلے
اپنی دو جوڑی نگاہوں میں وہ اب صاف بھری

وہ بڑھا میری طرف' بڑھ کے ملامَیں اس کو ۵۲
"شکر ہے توزکِ قانون سے محفوظ رہا
قابلِ قدر مرے حضرتِ منصف نینوٗ"

ان کہا رہ گیا باہم نہ کوئی لفظ خوشا ۵۵
اس نے دریافت کیا پھر ہُوا کتنا عرصہ
دامنِ کوہ میں آمد کو تری - بحر کشا؟

"چھوڑ کر آج ہی آیا ہوں میں آلام سرائے ۵۸
زیست باقی ہے ابھی' محوِ سفر ہوں شاید
چلتے چلتے خبر عمرِ بقا مل جائے"

جب بتایا اسے یہ مَیں نے اکٹھے یک لخت ۶۱
سور ڈیلو ہوا ، یہ بھی ہوا ہکّا بکّا
وہ اچنبھا کہ یقیں باختہ و ششدر سخت

یہ تو ورجل سے وہ اک ساتھ کھڑے سے بولا ۶۴
"کانرڈ آ تو ادھر دیکھ تماشائے عجیب
بسکہ ہوتا ہے وہی جو ہو رضائے مولاؐ"

مجھ سے پھر: "تجھ پہ ہوئی خاص کرمفرمائی ۶۷
ذات باری کا یہ لطف اس پہ خردنے جس کی
ازلی "کہنہ چرا" کی یہ حقیقت پائی

جب دگر بار پسِ پشت ہو بحرِ ذخار ۷۰
میری گوینہ سے کہہ پیروی میری کرے وہ
اس عدالت میں کہ معصوم کی سُنتی ہے پکار

اس کی ماں کو تو نہیں ہوں میں عزیز اس ہنگام ۷۳
کہ اُتارا ہے وہ رنڈویس کا جوڑا اس نے
جلد بھٹکے گی وہ پھر دیکھنا بے نیل و مرام

صاف برجستہ یہ اس زن میں پڑھے ہر انسان ۷۶
تیز جلتی ہی نہیں پیار کی لو عورت میں
لمس و دیدار کا ہر لحظہ نہ ہو گر امکان

سانپ جس ڈھال کا طغرا ہے کبھی وہ میلان ۷۹
قابلِ دید بنائے گا نہ اس زن کا مزار
ہاں مگر مار جو لے مرغِ گلورا میدان"

کرب رُخ سے مترشح تھا حقیقی بطریق ۸۲
جو بجا طور پہ کر جائے ثبت اپنی مہر
ایسے دل پر کہ ہو لبریز تپاک و توفیق

تھی فلک پر مری مسحور نظر پیوستہ ۸۵
انجم نرم خرام ایسے وہاں تھے گرداں
پہیے جیسے کہ دھروں پر سے ذرا آہستہ

میرے آقا نے کہا مجھ سے: "تری آنکھ پسر ۸۸
کون سی چیز اڑا لے گئی ایسی" تو یہ میں
"مشعلیں تین - کہ ہیں قطب پہ باریدہ شرر"

تو وہ "او جھل تری نظروں سے پرے چار ہوئے ۹۱
جو ترے واسطے روشن تھے ستارے تا صبح
تھا جہاں ان کا ٹھکانہ یہ نمودار ہوئے"

وہ ابھی بول رہا تھا کہ وہ دیکھے جس سو ۹۴
اس طرف کر کے اشارہ اسے یکدم کھینچا
سورڈیلو نے کہا چیخ کے "وہ دیکھو عدو"

جس جگہ پر نہ تھی وادی پہ کنارے کی پناہ ۹۷
رینگتا رینگتا وہ سانپ ادھر لے آیا
میوۂ تلخ کہ حوا کو دیا اس نے - آہ!

سبزہ و گل پر دمکتا ہوا مہلک آلہ ۱۰۰
پیٹھ کو چاٹتا جاتا تھا گھما کر مونڈی
چاٹے چمکانے کو چوپایہ بھی (جوں گل مالہ)

ساتھ دے ہی نہ سکی آنکھ سو کچھ کہہ نہ سکوں ۱۰۳
کہ جھپٹنے کو اُڑے کیسے وہ عرشی شاہین
خوب دیکھا متحرک انہیں دھاوے میں یوں

جب سُنی اس نے ہرے شہپروں کی جھاڑ جھپٹ ۱۰۶
دُم دبائے ہوا وہ سانپ فرار اک دم - اور
گھوم کر وہ بھی گئے اپنے ٹھکانوں کو پلٹ

تھا یہ ہنگامہ بپا اور وہ طیف استادہ ۱۰۹
جسے منصف نے پکارا تھا مجھے یوں دیکھے
کہ ہٹانے کو نظر تھا نہ ذرا آمادہ

پھر کہا: نورِ ہدایت برضا در آغوش ۱۱۲
موم کی خوب رسد پائے - کھڑا ہے جب تک
تو سلامت بسرِ قلۂ کوہِ گُل پوش

ولدہ مگرہ کی ہے گر خاص خبر کچھ معلوم ۱۱۵
یا نواحی کسی خطّہ کی - مجھے تو بتلا
تھی ہماری بھی کبھی خوب اسی اقلیم میں دھوم

مَیں تھا کرّا ڈِلس پینا وہاں اس دوران ۱۱۸
پیر مرد آپ نہ وہ ، بلکہ نبیرہ اس کا
یاں تلافی کروں واں چونکہ تھا اپنوں ہی کا دھیان"

میں اسے "میں نے تو دیکھی نہیں ہے وہ اقلیم ۱۲۱
اس کی شہرت سے مگر خوب ہے یورپ آگاہ
فرق کیا پڑتا ہے کوئی ہے اگر دُور مقیم

خانوادہ ترا مشہور ہے ھر سُو مشہور ۱۲۴
دُور تک ملک وملوک اس کے ہوئے ہیں تسلیم
جو نہیں واں گئے اس سے متعارف ہیں ضرور

اے کہ عجلت میں ہوں کرتا چلوں اتنی تائید ۱۲۷
اس تری نسل نے آنے نہ دیا حرف ذرا
بلکہ ہے جرأت وعظمت میں اضافہ ہی مزید

کم ہے خونریزی و بد خوئی ، مہا دیو نراج ۱۳۰
ساری دنیا پہ الگ کر لے تصرف بے شک
ہو نہ لچھن برے یہ آپ کرے سوجھا کاج"

تب وہ: "چل دے کہیں خورشید کو یاں ساتویں موج ۱۳۳
لائے پھر صاف بچھونے پہ نہ ستانے کو
چار پا برج حمل پہ - وہ روانہ بر اوج

واقعے ٹھونک کے دیں گے ترے ذہن نشیں ۱۳۶
پختہ تر میخوں سے انصاف وہ شائستہ نہاد
اپنے یا دوسرے کے تو نے بتائے جو یہیں
جن میں میزان ہے وہ ہاتھ رہے گر آزاد'' ۱۳۹

وضاحت۔مسئلہ دلچسپ یہ بنتا ہے کہ برزخ میں سانپ کا داخلہ کیا اس امر کا غماز ہے کہ عالمِ ارواح میں ترغیب سے گمراہی ممکن ہے اور اس سے محفوظ رہنے کو تائیدِ ربانی کی احتیاج ہے۔۔۔ جواب یہ ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ موت کے ساتھ شعوری ارادہ تو فنا ہوا لیکن تحت الشعور برقرار رہے پس رحمتِ خداوندی کی آڑ ضرور ہے۔برزخ میں ہر چند کہ گناہ کی گرفت سے باہر بھی رہیں۔فرشتوں کا سبز لباس اُمید کا رنگ ہے۔آتشیں تلواریں ان فرشتوں کی یاد دلاتی ہیں جو بابِ عدن پر متعین ہیں۔لیکن ان کے سرے کُند ہیں۔بعد ہبوط ارواح میں عمل معکوس کی صورت ظہور پذیر ہو رہی ہے۔کُند نوک رحم کی علامت بھی ہو سکتی ہے۔تین ستارے ایمان۔امید۔ایثار۔

۱۸۔ازلی پہیے۔سیارے۔

۳۶۔دانتے ارسطو کا قول بیان کر رہا ہے۔شدت محرکات محسوس حواس کو زائل کر دیتے ہیں۔زیادہ روشنی چندھیاتی ہے۔زیادہ شور بہرہ کر دیتا ہے۔تیز خوشبو شامہ اور تیز ذائقہ منہ کا مزہ بگاڑ دیتے ہیں۔

۵۴۔منصف نینو بڑی خوبیوں کا مالک تھا گوینہ اس کی بیٹی تھی جس کی ماں بیٹرس نے میلان کے امیر سے شادی کر لی۔

۷۹۔ایک میلدن دوسرا ایپا کا امتیازی طغریٰ تھا۔

۱۰۴۔وادی دریائے مگرا ملاس پنیسا کے قبضے میں تھی۔

۱۲۰۔کراڈ املاس پینا کہتا ہے کہ وہ اپنے گھر کے معاملات میں منہمک رہا اور فرائض منصبی سے غافل ہونے کے سبب برزخ میں ہے۔

۱۳۳۔چار پا حمل۔۔مینڈھا۔برج۔

لُغت۔گل مالہ۔کرنڈی۔مہادیوزاج۔شورش کا دیو
سوجھا کاج۔آپ کاج مہا کاج

نواں کینٹو

واقعہ-دانتے کو نیند نے آگھیرا، خواب میں اسے ایک عقاب لے اُڑا- ہوا یہ کہ عالم مدہوشی میں راہبہ لوسی اسے بابِ برزخ پر لے آئی تھی، داروغہ نے انہیں داخل ہونے سے روکا-لیکن لوسی کی خاطر دروازہ کھول دیا-وہ تین سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئے داروغہ نے دانتے کے ماتھے پر سات بڑے گناہوں کی سات پ (پاپ) بنادیں اور کلیدِ پطرس سے قفل کھول دیا۔ دونوں شاعر برزخ کے اندر آئے تو ان کے کانوں میں ''ہم کریں حمد خدایا'' کی مناجات کے سُریلے بول سنائی دیئے-PECCA

جھجھاتی ہوئی اب پوربی سنگھاسن پر
مَلِنْج پر لتھونس کی سجیلی گوری
پیا کی گود سے من مار کے نکلی باہر

تہ بہ تہ ماتھے پہ تارا سی رتن جوت جڑی ۴
ایسے موذی کی طرح جس کے لہُو میں کینہ
اور دم جس کی پڑا کرتی ہے لوگوں پہ کڑی

رات چڑھنے کو تھی زینہ پہ دوبارا کیسی ۷
آسماں پر اڑی تھی یہ دو پروازیں
تیسری کے لئے اب تھی علم آرا کیسی

ہوئی تھی جس میں اسی آدمِ اوّلی کی گھڑنت ۱۰
اب اسی سبزے پہ ہم پانچ جہاں بیٹھے تھے
مَیں لگا اونگھنے، پھر سو گیا دھت ہو کے نچنت

دو گھڑی بنتی ہے جب بھولی ہوئی یاد عذاب ۱۳
اور مغموم ابابیل اسی اندوہ کے ساتھ
چھیڑ کر دُکھ بھرے سُر صبح کو بولے آداب

رُوحِ زائر کبھی جب مائلِ سرگردانی ۱۶
جسم اور دھیان کے الجھیروں سے آزاد پھرے
کشف میں نیم سی ہو کیفیت ربّانی

دیکھتا خواب میں کیا ہوں کوئی زرّیں عقاب ۱۹
ہے فضا میں بہ پر و بال کشادہ پرّ ان
تول کر شہپروں کو تیز جھپٹ پر بیتاب

ہُو بہو یہ وہی منظر وہی جیسے یہ مقام ۲۲
لے اڑے جب وہ گنی میڈ کو اغوا کر کے
دیو استھان پہ لوگوں میں مچا تھا کہرام

دھیان آیا یہیں کرتا ہے یہ شاہین شکار ۲۵
پھر پکڑ کر اسے یاں سے کہیں لے جائے اور
تند چنگال اسے جانتے ہوں باعثِ عار

وہ میرے خواب میں کچھ دیر تلک منڈلایا ۲۸
تند بجلی کی طرح تیز اُتر کر نیچے
پھر دبوچ آتشیں خطّے میں مجھے لے آیا

چُھلسے ہم دونوں جہاں دہکی ہوئی بھٹی میں ۳۱
بھون ڈالا مجھے تو آتش ربانی نے
نیند ادک کر جو اُڑی ، خواب ملائمی میں

میں سمجھتا ہوں اسی طرح اچانک اُٹھ کر ۳۴
چشم حیرت سے اخیلس نے بھی دیکھا ہوگا
کیا جگہ تھی جہاں بیدار ہوا تھا ششدر

دل کے گہوارے میں جب مامتا کی ماری ماں ۳۷
لے کے چیرون سے آئی تھی کنارِ سکرور
اور پھر کوچ کا ساماں بنے اہلِ یونان

حیرتی یوں تکے جاتا تھا میں کھویا کھویا ۴۰
خواب جب ٹوٹ گیا ، زرد پڑا منہ میرا
کہر سا خوف ہوا منجمد اس پر گویا

مَیں وہاں ساتھ تھا بیٹھا ہوا میرا مونس ۴۳
دو گھڑی دن سے کچھ آگے ہی چڑھا تھا سورج
بحر کی سمت مری آنکھ گئی جو واپس

میرے رہبر نے کہا: ”آ گئی ہے عمدہ رباط ۴۶
ڈر نہیں چاہیئے ، دل کو ترے ہو اطمینان
کم مگر ہوں نہ حواس اور ذرا رہ محتاط

دیکھ برزخ میں ہے تو' ہے یہ درست اندازہ ۴۹
چار اطراف ہے سنگین پہاڑی کی فصیل
دُور جو رخنہ ہے وہ اصل میں ہے دروازہ

رُوح تجھ میں وہاں تحتان تھی جب خوابیدہ ۵۲
بے تکلف تھا ترا سر بھی سرِ تختۂ گل
پوپھٹے یاں ابھی آسودہ و آرامیدہ

ایک خانم نے یہاں آ کے کہا ''میں لوسی ۵۵
چاہتی ہوں کہ گراں خواب زدہ کو ڈالوں
یاں سے لے جا کر اب اس رہ کہ نہ ہو مایوسی''

سورڈیلو وہیں سب واں ہی شہانہ ارواح ۵۸
دن چڑھے وہ یہاں لے آئی اُٹھا کر تُجھ کو
ساتھ رہنا تھا مجھے بھی ترے از روئے صلاح

یاں بٹھایا تجھے ، پھر موڑ کر آنکھیں مسحور ۶۱
اس پہاڑی میں وہ دکھلا کے یہ روزن چل دی
بعد میں ہو گئی پھر نیند تری بھی کافور''

دے تسلی کوئی اور شک کا دباؤ نہ رہے ۶۴
دم میں دم آئے، جھٹک دے وہ ہر اک اندیشہ
خوش کُن اس طرح کی سچ مچ جو اسے بات کہے

منہ مرا ایسے ہی اب کھل اُٹھا - میرا رہبر ۶۷
چل پڑا - دیکھ کے یُوں مطمئن و خوش مجھ کو
تھی فصیل آگے جو، ہم چلنے لگے اب اس پر

دیکھ قاری مرا مضمون یہ ہمدوش فلک ۷۰
وجہ حیرت نہ بنے صنعتِ تعلیل سے گر
میں اُٹھاؤں کسی اڑواڑ پہ عالی کو شک

ہم وہاں آئے جہاں پر نظر آیا تھا شگاف ۷۳
بالکل اسی قسم کا رخنہ، اسی انداز کی درز
کاٹ کر رکھ دیا کرتے ہیں جو دیوار کو صاف

مختلف رنگ کی چڑھتی تھیں وہاں سیڑھیاں تین ۷۶
اور پھاٹک پہ بھی تھا اک متعین دربان
چپ ہمیں دیکھ رہا تھا جو بچشمِ تمکین

غور سے کی جو نظر اس کی طرف تو یک دم ۷۹
ہوا محسوس طبیعت پہ گراں گذرا کچھ
چڑھ گئی تیوڑی جس طرح ہوا ہو برہم

ہاتھ میں تیغِ برہنہ سے شعاعیں لپکیں ۸۲
و شرر بار، وہ چشمک زن و شعلہ افگن
دیکھنا جب اُسے چاہا مری آنکھیں جھپکیں

اور للکار کے اس نے کہا: دے واں سے جواب ۸۵
بدرقہ تیرا کہاں ہے، ترا منشا کیا ہے
یہ رہے دھیان نہ ہو چڑھ کے یہاں رہینِ عذاب"

میرا مرشد بجواب "ایک سماوی خانم ۸۸
بہرہ ور امرِ مشیت سے یہ آ کر بولی
وہ ہے دروازہ پہنچ جاؤ وہاں تیز قدم"

نرم سا پڑ گیا دربان، کہا تب یک لخت ۹۱
"رہنمائی کرے خانم کہ بخیر و خوبی
سفر انجام کو پہنچے ۔ چڑھو زینہ خوش بخت"

زینے کے پہلے قد مچے پہ دھرا جو پاؤں ۹۴
ایسا شفاف تھا وہ مرمرابیض صیقل
ہو بہو منعکس اس میں تھی مری پر چھاؤں

دوسرا تھا یہ خاکستری نیلی مائل ۹۷
طول و عرض اس میں چٹخنے سے اُبھر آئی تھیں
سخت پتھر کی رگیں سطح تھی ساری گھائل

تیسرا دوسرے ان دونوں قد مچوں پر بار ۱۰۰
سرخ مانند سماق ، ایسی بتدریج دمک
کہ لہو تازہ رواں تن میں ، لگے کم گلنار

اپنے دو پیر جمائے وہ سروشِ یزداں ۱۰۳
اس طرح بیٹھا تھا دہلیز پہ دروازے کی
ایک بت جیسے ترا شیدۂ خارا و صواں

اُن قد مچوں تلک آیا لئے صدقِ نیت ۱۰۶
پھر کہا راہ نما نے مجھے "کر عرض اسے
قفل کھولے کہ کھلے ہم پہ رہِ عافیت"

چوم کر پاک قدم میں ہوا درخواست گذار ۱۰۹
مہربانی سے ہمیں اب وہ اجازت دے دے
ہاتھ بھی کھول کے سینے پہ ٹکائے سہ بار

نوکِ شمشیر سے پہلے کیا اس نے تحریر ۱۱۲
پائے ہفت اُبھری نمایاں مری پیشانی پر
پھر کہا: "دھوئیو اندر یہ نشانِ تقصیر"

تازہ کھودی ہوئی مٹی کا ہو یا راکھ کا روپ ۱۱۵
ایسے جامے میں وہ ملبوس تھا جس سے اس نے
خاص انداز سے دو چابیاں کھینچی - وہ انوپ

ایک چاندی کی اور دوسری تھی سونے کی ۱۱۸
اس نے پہلے تو سفید اور ذرا بعد وہ زرد
یوں گھمائی کہ لگی بات وہ خوش ہونے کی

پھر کہا: "کوئی سی بھی اس میں اٹک جائے کلید ۱۲۱
ایک یا دوسری ، کھٹکا یہ اڑے یا آڑا
بند دروازے کی کنڈی رہے گی سخت شدید

بیش قیمت ہے یہ درکار ہے حکمتِ اعلیٰ ۱۲۴
جفت ہے قفل میں چھپکا بڑی مضبوطی سے
کھائے جنبش جو یہ ممکن ہے کھلے تب تالا

کیس عطا یہ مجھے پطرس نے سُنا کر فرمان ۱۲۷
بند رکھنے سے یہ سہواً جو کُھلے بہتر ہے
سو مرے سامنے لوگ آئیں بغیر خلجان"

یہ کہا اور دھکیلا درِ مسعود کا پٹ ۱۳۰
"آؤ" لیکن کوئی دیکھے گا اگر پھر پیچھے
وہ یہ خبردار کروں' جائے گا باہر ہی پلٹ"

کلّیاں کھا کے رگڑ گھوم گئیں خانوں میں ۱۳۳
چرچراتی ہوئی بجتی ہوئی جستی مضبوط
زور کا شور اُٹھا گونج گیا کانوں میں

تھا نہیں ترپیہ پر شور شرابہ ایسا ۱۳۶
نیک متلس نہیں نگران رہا تھا جس وقت
اور کر ڈالا تھا زر خانہ خرابہ ایسا

خیر داخل جو ہوئے تو سُنی پہلی آواز ۱۳۹
جس طرح نغمہ سرائی کا سماں منڈلی میں
"ہم کریں حمد خدا" یا بڑا پُر سوز تھا ساز

راس دھاری بنے کانوں میں وہ گھلتا ہوا رس ۱۴۲
ارغنوں اس کے مقابل جو سُنیں تو ہو بار
وہ عجب سحر کہ محسوس کرے ایک نفس
صاف کچھ بول سُنے پھر نہ سُنے - وقفہ وار ۱۴۵

وضاحت - دانتے نے برزخ میں تین راتیں گذاریں اور تین خواب دیکھے - یہ شاہین کا خواب پہلا ہے - دیکھتا کیا ہے کہ گنی میڈ کی طرح کوہ ایڈا (ندا؟) پر ٹہل رہا ہے کہ اسی کی طرح ایک شاہین (سیمرغ؟) سوئے عرش لے اُڑتا ہے - گنی میڈ یونانی دیو مالا کے مطابق ٹرائے کے بانی کا خوب صورت بیٹا تھا جسے دیوتا جو دعقاب کے ذریعے ایڈا سے اُٹھا لایا - اور ساقی بنا لیا - سینٹ لوسی - (دوزخیہ ۱۱/۹۷) ان تین سماوی خواتین میں دوسری ہے جو دشت سیاہ میں دانتے کی غمخوار بنیں - کنواری مریم نے بیٹرس کی توجہ اس کے حال زار پر کرائی - جس نے لوسی کو دستگیری پر مامور کیا -

تین سیڑھیاں - پرائسچت یا کفارہ کے تین مرحلے - اعتراف، ندامت - طمانیت پہلی سفید مرمر کی جس میں معصیت جھلکتی دکھائی دیتی ہے - دوسری سیاہ چٹخی ہوئی ماتمیں دل شکستگی کی مظہر، تیسری سماقی سرخ - تائب نے اپنا دل خون کر دیا - یا حضرت عیسیٰؑ کے خون دینے کا استعارہ پائے - ہفت - سات پ PECCATUM پاپ (مہا پاپ) سات بڑے گناہ شہوت، عیاشی، حرص، کاہلی، طیش، حسد، غرور -

تشریحات- مصلح لتھونس- پریام شاہ ٹرائے کا بھائی اس کی بیوی اوشا- صبح- نے دیوتاؤں سے اس کو امر بنانے کی منت مانی مگر سدا جواں رہنے کا عہد نہ لیا- سو بوڑھا اپاہج زندہ رہا- تب دیوی نے اسے ملخ (ٹڈا) بنا دیا- یا جھینگر کہ صبح کو خوب شور مچاتا ہے۔

۳- چاند- گوری- ۴- اشارہ برج عقرب-

۱۲- پانچ- دانتے- ورجل، سورڈیلو، نینو، کنرڈ-

۱۳- مغموم ابابیل- دیو مالا کی کہانی یہ ہے- تھریس کے شاہ ٹریوس نے اپنی سالی فلومینہ کی عصمت دری کے بعد اخفائے راز کی خاطر اس کی زبان کاٹ دی- اس نے سارا ماجرہ کشیدہ کاری سے اپنی بہن پراکینہ پر ظاہر کر دیا۔ جس نے سازش سے ٹریوس کے بیٹے کو مار کر اس کا گوشت باپ کو پیش کیا- اس پر بادشاہ نے دونوں بہنوں کو مروا ڈالا- دیوتاؤں نے تینوں کو پرندہ بنا دیا- ٹریوس ہدہد، فلومینہ ابابیل، پراکینہ کوئل-

۱۸- یہ سمجھا جاتا تھا کہ کرۂ ارض و کرۂ ماہ کے درمیان کرۂ آتش حائل ہے-

۳۲- اخیلس دیکھیں ایلیڈ- ترجمہ آشوبیہ- روایت میں ہے کہ اس کی ماں کو معلوم ہوا کہ اخیلس کی موت ٹرائے میں لکھی ہے- اس نے لڑکی کے بھیس میں اسے جزیرہ سکروز میں چھپا دیا- مگر یونانی یولیس اور ڈایومیڈ اسے وہاں سے لے اُڑے- اخیلس کی ایڑی عام معلوم محاورہ ہے-

۱۱۱- تائب بوقتِ اعتراف پادری کے سامنے سینہ پر تین مرتبہ ہاتھ مارتا ہے کہ اس سے افکار، گفتار اور کردار میں گناہ سرزد ہوا-

۱۳۱- پلٹ کر دیکھنے سے پتھر بن جانے والی روایت کی طرف دھیان جاتا ہے- یہاں بالکل وہ نہیں لیکن استعارہ ہے- ڈگمگائے پلٹا کھائے- تزکیہ نہ ہو پائے-

۱۳۶- ترپیہ نام ایک پہاڑی کا، جہاں رومیوں کا خزانہ- زرخانہ- تھا۔ ایک رومی منصبدار متلس نگران تھا- جولیس سیزر روم میں داخل ہوا تو متلس کے ایک دوست نے اسے اِدھر اُدھر کر دیا- زحل کا مندر جس میں خزانہ تھا حملہ آور کے ہتھے چڑھ گیا۔ جب دروازے کو کھولا گیا تو پہاڑی اتنی زور سے گونجی کہ آس پاس لرز گیا-

دسواں کینٹو

(غرور)

واقعہ - بڑی گراہٹ کے ساتھ بابِ پطرس بند ہو گیا - دونوں شاعر تنگ پیچیدہ اوگھٹ شگاف میں سے گزر کر چٹان پر ہوتے ہوئے برزخ کی پہلی نگر پر پہنچے - اٹھارہ فٹ چوڑا اچھجا پہاڑ کے گرداگرد چلا گیا تھا - اس وقت کراں تا کراں بالکل سنسان اس خالی تنگنائی میں چٹان کے اوپر عجز و نیاز کے مظہر عکس و نقش کندہ تھے - وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ متکبرین کا ایک گروہ آ پہنچا - ہر کوئی بھاری پتھر کے بوجھ تلے دوہرا ہو رہا تھا -

خیر ہم ہو گئے دروازے کی دہلیز سے پار
گم جو دروازہ کریں روح کے میلان سقیم
مستقیم ایسی وہ دکھلاتے ہیں راہ خم دار
گھڑ گھڑاہٹ سے عقب میں ہوا دروازہ بند ۴
دیکھ لوں جو میں پلٹ کر تو مری کوتاہی
یوں بکھیرے کہ نہ ہو پھر کوئی شیرازہ بند
اب ہمیں جس سے گزرتا تھا وہ پتھریلا شگاف ۷
سو بہ سو، جھوک بہ جھوک ایسے چلا جاتا تھا
کہ ہو اک موجۂ سیلاب رواں پیش و خلاف

راہ بر کہنے لگا: ''چاہیئے ہو کر ہوشیار ۱۰
اب چمٹ کر یہاں پھر ہم وہاں دیوار کے ساتھ
کوہ پیمائی کریں قوس تک اوپر اس پار''

مختصر پڑ رہے تھے سُست قدم مشکل میں ۱۳
مُہلت اتنی ملی اس گھٹتے ہوئے چاند کو بھی
کہ وہ آرام سے جا بیٹھ گیا محمل میں

سوئی کے ناکے سے ہم جیسے پروئے نکلے ۱۶
واژگوں چہرۂ کہسار پہ اوپر پہنچے
کیا فرازوں پہ نشیبوں میں سے کھوئے نکلے

واں ٹھٹک کر رکے میں مضمحل اور وہ حیران ۱۹
سوجھتا ہی نہ تھا کس طرح، کدھر کو جائیں
لق دق دشت میں تھی راہ روانہ سنسان

اس کڑاڑے کی جہاں زیرِ فضا پر تھی ٹیک ۲۲
پھر لگا تار چڑھائی کے تلے تا دامن
بیش و کم سہ قدِ آدم کا تھا پیمانہ ایک

جس قدر دور مری آنکھ کی ممکن پرواز ۲۵
اس قدر عین تھی وسعت میں گگر ساری وہ
دائیں ایسی ہی تھی اور بائیں بھی ایسی ہی دراز

ہم جہاں پر تھے۔ بڑھے ہوں گے یہی ایک قدم ۲۸
کہ یہ اندازہ ہواء برج کی مانند چٹان
اوگھٹ ایسی ہے کہ اس پر نہیں چڑھ پائیں گے ہم

صاف اس دودھیا مرمر پہ نقوش نایاب ۳۱
کندہ ایسے تھے کہ ہو پولی کلٹ - بلکہ نہیں
آپ فطرت بھی خجل - ایسا عمل حسن مآب

مدتوں روئے تھے جس امن کو، اس کا مخبر ۳۴
جو کروبی ہوا تھا لے کے زمیں پر نازل
جب شکستہ ہوئی زنجیر، کھلا عرش کا در

اس ہنر سے وہ تراشیدہ، عمل وہ پرکار ۳۷
چل پڑے گا یہ ابھی جیسے - مگر مت کیجئے
آپ اسے گنگ صنم ہائے کلیسا میں شمار

ہو یہ محسوس کہ ہیں ہونٹ نفس زن اک "واہ" ۴۰
تھی وہ خانم بھی وہاں نقش گھما کر چابی
کھول دی جس نے تجوری کہ ملے انت کی چاہ

دیکھتا کوئی یہ الفاظ عیاں چہرے پر ۴۳
"ہے خدا کی یہ کنیزک" تھی یہ وہ صناعی
موم پر مُہر کا نقش اترے نہ اس سے بہتر

کہ جھنجھوڑا مجھے - بولا مرا اچھا رہبر ۴۶
"ایک حصّہ ہی کا یہ صرف تماشا کیوں ہو"
وہ مجھے لے کے کھڑا تھا دل انساں ہے جدھر

جب سُنا یہ تو نظر پھیر کے لی میں نے ٹوہ ۴۹
یوں جھنجھوڑا تھا جہاں سے، پس عکسِ مریم
صاف شفاف جگہ پر سرِ رخسارۂ کوہ

داستاں کر گیا تھا کندہ نئی نقش نویس ۵۲
ہٹ کے ورجل سے، ذرا پاس ہوا دیکھنے کو
میں نمونہ وہ فن سنگتراشی کا نفیس

جان سی پڑ گئی مرمر میں، عجب وہ تصویر ۵۵
بیل گاڑی لئے آتے تھے مقدس تابوت
جوغضب دھندہ کریں، یہ انہیں عبرت کی نظیر

طائفے پھر تھے وہاں سات کہ ہوں نغمہ سرا ۵۸
دو طرح کا ہوا اب وہم مجھے - ایک تو یہ
کچھ "نہیں" دوسرا وہ "گاتے ہیں" دھر کان ذرا

یوں منقش دھواں اُٹھتا تھا بخور دانوں سے ۶۱
ناک اور آنکھ سے ہوتی ہو برامد جیسے
ان کی 'ہاں' اور 'نہیں' گھل کے پلٹ تانوں سے

پیشِ پاک ارغد، بصد عجز کمر بستہ - کسے ۶۴
رقص زا پا متحرک کئے صاحب استوت
کیا فرومایہ، وہ گو بیش ز سلطان بسے

دوسری سمت کشیدہ تھی مقلّہ کی شبیہہ ۶۷
خفت وکوفت کی ماری ہوئی ٹک ٹک دیکھے
روزنِ قصرِ معلّیٰ سے، باندازِ کریہہ

مَیں بڑھا تاکہ رنگا رنگ مرقع دیکھوں ۷۰
پاس ہی در عقب پشت مقلّہ مجھ کو
تابناک اور عمل آیا نظر - گوناں گوں

نقل میں کندہ تھا اس قیصرِ روما کا جلال ۷۳
کر گیا حسن خصائل اثر ایسا جس کا
کہ گریگری نے خطابت سے کیا عرش نہال

ہے شہنشاہ تراجن سے یہاں میری مراد ۷۶
وہ سوار ، اور عناں گیر بچاری بیوہ
آب دیدہ و جگر چاک ، فسردہ ، ناشاد

روند ہی دے گا وہ چو طرفہ رسالے کا ہجوم! ۷۹
پھڑ پھڑاتے ہوئے زرّین عقابوں کی ہوا
اس کے سر پہ ہو بدستور وزیدہ معلوم

اور ان میں گھری وہ درد زدہ فریادی ۸۲
"انتقام اے مرے آقا" مرا بیٹا ہوا قتل
دل مرا خون ہوا، ہائے مری بربادی!"

بجواب ایسے وہ محسوس، کہے "ٹھہرا ذرا ۸۵
میں ابھی لوٹ کے آتا ہوں" اسے تب پھر وہ
چیخ کر کہہ رہی ہو - نوحہ تھا لہجے میں بھرا

"تو خداوند نہ گر لوٹ سکا" وہ بجواب ۸۸
"جانشیں کا ہے یہ پھر فرض" - تو وہ یوں بولے
"آپ اغماض کرے، غیر سے امید صواب"

وہ لہٰذا "یہ تسلی رہے تجھ کو بے شک ۹۱
جم گئے پاؤں مرے ، عدل کا منشا یہ ہے
نہ ہلوں یاں سے نہ ہو فرض یہ پورا جب تک"

کیا عجب ہے یہ عمل، کان پڑے صاف سخن ۹۴
اجنبی بات مگر اپنی نگاہوں کے لئے
کیونکہ دنیا میں تو نایاب ہے یہ صنعتِ فن

انکساری کے عظیم ایسے مرقع شاہکار ۹۷
دم بخود میں کہ مثال ایسے مناظر کی نہ ہو
چشمِ فن کار میں بیش از ہمہ نرخِ بازار

اس طرح شاعر ہمدرد مجھے زیرِ لب ۱۰۰
"زینہ اوپر کو کدھر سے ہے چل ان سے پوچھیں
دیکھ ادھر جا رہے ہیں لوگ اکٹھے وہ سب"

مڑ گئیں راہنما کی طرف آنکھیں فی الفور ۱۰۳
خواہشِ دید نمایاں (مری فطرت یہ ہے)
آمد آمد ہو تو پھر دیکھیے وہ چیز بغور

ہو کبھی نیک مقاصد سے نہ قاری نو امید ۱۰۶
گر سُنے تو مجھے کہتا ہوا "ہو گا واپس
قرض اٹھایا ہوا" - ہے صاف خدا کی تاکید

کر نہ اس بات کا غم کیسی پڑی ہے اُفتاد ۱۰۹
فکر کر، جو ابھی ہونا ہے، دعا کر، یہ جان
رنج رہنے کا نہیں روز قیامت سے زیاد

میں یہ ہکلا کے: "وہ جو سُست رواں ہیں قائد ۱۱۲
کون ہیں، لوگ تو ہوتے نہیں معلوم مجھے
کچھ بتا، کیا ہے، مجھے نقصِ نظر ہے زائد"

وہ مجھے "خم کئے دیتی ہے گرانبارئ درد ۱۱۵
شک مجھے بھی یہی گزرا تھا وگرنہ ان پر
جب نظر پہلے پہل آئے تھے ملفوف بہ گرد

غور سے دیکھ کہ ایسا بھی نہیں ہے آشوب ۱۱۸
پتھروں میں جو وہ قتان چلے آتے ہیں
صاف انسان نظر آئیں گے وہ سینہ کوب

اُف نصارئ متکبّر! یہ فلاکت سے نڈھال ۱۲۱
باطنی منحرفین - ایسی طبیعت میں کجی
حُسنِ ظن - اور ہے برگشتگیوں کا یہ حال

کیا نہیں دیکھتے ہم تو حشرات ایسے ہیں ۱۲۴
اور بے مائیگی میں سرمدی تتلی بن کر
ہیں جزا کے لئے پرّاں پہ عمل کیسے ہیں

ہے یہ کیا خام خیالی کہ اُڑائے تم کو ۱۲۷
لاروا سایہ ہیولیٰ مگر اس سعی میں ہے
شکل کامل وہ بتدریج بنائے تم کو

پیٹھ پر توڑے کی مانند اٹھائے چھت بام ۱۳۰
زانو و سینہ کے بل اینٹھتی مورت ایسی
پیڑ چبھتی ہوئی محسوس ہو جوڑوں میں تمام

وہ مشقت کا نظارا تھا - کٹھن اور کٹھور ۱۳۳
ابتلا میں مُجھے ارواح دکھائی دیں یوں
جائزہ ان کا لیا ذہن پہ جب ڈال کے زور

کس قدر اینٹھ رہے تھے وہ زیادہ یا کم ۱۳۶
پیٹھ پر بوجھ کم و بیش اُٹھائے بھارا
سخت جاں ان میں کہ رکھتا تھا بہت ہی دم خم
آب دیدہ کہے وہ بھی ''نہیں مجھ میں یارا'' ۱۳۹

وضاحت - پہلی گگر - اس پر کبر کا تزکیہ جاری ہے۔ تکبر ''عزازیل را خوار کرد! اگر غور کریں تو کبر سارے گناہوں کی جڑ ہے - یہ خدا کا بننے کی بجائے خدا سا بننے کا زعم ہے۔ یہ ہی خامکارانہ انا ہے۔ ہمچو ما دیگرے نیست! خود بینی اور خود نمائی کا وہ خبط کہ آدمی اس کے لئے بُرے سے بُرا کام کر گزرے......

تشریحات - ۲ - میلانَ سقیم، ورجل نے مذموم محبتیں لکھا ہے - اس کے تئیں محبت سب نکوئی و بدی، اچھائی برائی کی جڑ ہے-

۳ - ٹیڑھا راستہ مستقیم لگے، برائی اچھائی کر کے دکھائیں-

۱۶ - سوئی کے ناکے سے اونٹ گذرنا، عام محاورہ ہے - یہاں مفہوم ہے تنگ رہگذر سے نکل کر-

۳۶ - نقاشی و سنگتراشی - ان چٹانوں پر قابلِ ذکر واقعات و شخصیات کے خاکے بنا کر، عجز اور فروتنی کا تصوّر اجاگر کیا گیا تھا - ان کے عظیم پیکر زعیم اہلِ کبر کے لئے تازیانۂ عبرت تھے - پولی کلٹ - پولی کلٹس، پانچویں صدی قبل مسیح کا مشاق اور چابکدست یونانی سنگتراش تھا - اس کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ ارسطو نے بھی اس کا تذکرہ کیا-

۳۵ - کروبی سے مُراد حضرت عیسیٰؑ، پیامبر سلامتی و امن-

۴۰ - متن میں AVE ہے، ترجمہ خوشا بھی ہو سکتا ہے-

۴۴ - مُراد حضرت مریم-

۵۷ - وہ صندوق جس میں یہودیوں کی الواح قوانین محفوظ ہیں - تابوتِ یہودا کو بھی کہتے ہیں-

۵۸- اتراہٹ سے عزی نے گاڑی کو بجا کرنے کے لئے ہاتھ کا سہارا دیا- اس پر بجلی گری اور ہلاک ہو گیا-

۶۷- مقلہ، زوجۂ حضرت داؤد، ان کی فروتنی سے متنفر-

۷۳- تراجن قیصر روم ۱۱۷-۸ ۷ء

۷۵- روایت، بعد موت تراجن کو سینٹ گریگوری نے بزورِ دُعا بخشوا دیا-

۸۰- عقاب رومی نشان شاہی - یہ جھنڈے پر نہیں عصا پر بنے تھے - لہراتے جھنڈے کا تصوّر دانتے کا اپنا ہے-

۱۱۰- برزخ میں تکلیف کا دور ہمیشہ رہنے والا نہیں-

۱۲۴- حقیر کیڑوں کی طرح لاروا سے تتلی بننے کی خواہش کہ ہلکے پھلکے اور اچھے بن کر حضور داور پیش ہوں-

۱۳۰- شاعر نے مثال دی ہے کہ بعض عمارت میں اسی خوبیٔ فن سے اکڑوں بیٹھی ہوئی مورتی پر سقف و بام کا بوجھ دھرا بناتے ہیں کہ دیکھیں تو اپنے گھٹنوں میں تکلیف کا احساس ہونے لگے-

۱۳۸- یہ تکبر کرنے والے کہ زمین کو نہیں ہمیشہ آسماں کو دیکھتے ہیں - اب کمر پر بھاری بوجھ لادے اس گناہ کا کفارہ کر رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ جو بڑا دم خم رکھتے تھے اب عالم بے چارگی میں چلاّتے ہیں بس اب برداشت نہیں رہی-

لُغت - ارغہ - ظرفِ خاص

صاحبِ استوت - استوت، مناجات، مراد ہے [صاحب زبور، حضرت داؤد-]

گیارھواں کینٹو

واقعہ - مناجات خداوند برلب متکبرین توبہ کناں —— پاس آئے تو ورجل نے ان سے راستہ پوچھا ہمبرٹ...... نے کہا دائیں گھوم کر ان کے ساتھ ہولیں - اس طرح وہ سیڑھیوں تک پہنچے - اس نے چلتے چلتے ہی اپنی رام کہانی سنائی اور مغفرت کی دُعا چاہی - پھر دانتے کو ایک اور آواز نے پکارا - یہ مصوّر ادریسی تھا - اس نے دُنیاوی شہرت کی خام خیالی بیان کی - ایک توبہ گار...... سلاوانی کے متعلق بتایا کہ محبتِ انسانیت سے سرشار سراپا عجز و انکسار وہ کس طرح انتظار گاہ سے رہائی پا کر برزخ میں آ گیا تھا -

"رب افلاک نشین، تو نہیں ہرگز محدود
مثلِ تخلیق نخستین عزیز و دلبند
ہستیاں جو کہ فروکش ہیں ترے پاس صعود
ساری مخلوق کے ہمراہ ثنا خوان ہیں ہم ۴
اسم سبحانک - لا قوت اِلاّ باللہ
مشفقانہ ہے بکثرت ترا الطاف و کرم
تیری اقلیم کا امن آئے - یہ آئے ہم تک ۷
آئے یہ، ہم میں سکت کب ہے کہ اس پاس آئیں
عمدہ اس زیرکی و زعم میں ہم ہوں بے شک

حسنت نذر چڑھاتے ہیں تری گری پر ۱۰
شاد شاد ایسے رضا مند ملائک تیرے
دیں عقیدت سے یہ نذرانہ تجھے لوگ دگر

من وسلویٰ کا وہ روزینہ ہمیں آج بٹے ۱۳
سعی ورنہ کرے جتنی بھی کوئی اس کے بغیر
تیز رفتار بھی اس دشت میں پیچھے ہی ہٹے

اپنے مقروض سے ہم تصفیہ جیسے کر لیں ۱۶
در گذر کر - ہمیں تو در گذر ایسے فرما
مت محاسن سے پرکھ بخش اسی عصیاں میں

کیا بساط اپنی کہ ہو جاتے ہیں پھنس کر ہم زیر ۱۹
کر مقابل نہ ہمیں دشمنِ دیرینہ کے
تو بچا اس سے وہ ہم پر ہُوا جاتا ہے دلیر

اپنے حق میں نہیں آمین دُعا کہتے ہیں ۲۲
ہے خداوند ہمیں علم یہ لا حاصل ہے
یہ ہے اُن کے لئے پیچھے جو ابھی رہتے ہیں"

اس طرح لب پہ دعا دوہرے گراں بوجھ تلے ۲۵
خیر خواہانہ روّیے سے ہمارے اپنے
یوں ہیولے تھے روانہ - کوئی خوابوں میں چلے

اور یہ پہلی گگر - اس پہ گراں بارلدی ۲۸
تا حد طول نظر آئی تھی یہ اک اک رُوح
دُور کرتی ہوئی دنیائی غلاظت کی بدی

ہو ہمارے لئے گرواں پہ ادا کلمۂ خیر ۳۱
یاں وہ کیا کچھ نہ دعاؤں سے کریں ان کے لئے
جن کی مرضی کہ پہنچتی نہ ہو نیکوئی بغیر

جو یہاں سے گئے آلودۂ صد داغ ہوں پاک ۳۴
صاف شفاف سبک - کیجئے امداد ان کی
وہ کرہ ہائے کواکب پہ چڑھیں فرحت ناک

''عدل واحساں تمہیں اس طرح سبکبار کرے ۳۷
متمنّی یہ روانہ ہوئے جس منزل کو
پَر لگا کر اڑوں، یوں حوصلہ طرار کرے

تیز تر چل سکیں جس سمت پہ، وہ بتلاؤ ۴۰
سیڑھیوں تک ہمیں لے جائے کوئی سہل چڑھان
ایک یا خیر زیادہ سہی، رہ دکھلاؤ

ہے مرے ساتھ جو یہ شخص، اسے جانا ہے ۴۳
لحم آدم کئے تن زیب چڑھے چیونٹی چال
اس میں ہر گاہ بہت ہمتِ مردانہ ہے''

یوں مخاطب انہیں ہو کر کیا جس نے یہ سوال ۴۶
ساتھ اس کے تھا رواں میں ذرا پیچھے پیچھے
پھر جواب آیا تو وارد ہو اس میں اشکال

تاہم اک نے کہا ''دائیں مڑو پچھے پہ چلو ۴۹
اس جماعت کے جلو میں، تو ملے گا رخنہ
سہل چڑھ جاؤ گے اس پر سے نہ یوں پاؤں ملو

اس گراں بوجھ تلے گر مری مغرور کمر ۵۲
مانع آتی نہیں بیچارگیٔ پیہم سے
کہ لگاتار جُھکا ہے مرا مُنہ رستے پر

دیکھتا میں کہ یہ زندہ مرا واقف ہے کوئی ۵۵
نام اس کا بھی نہ پلے پڑا - تاہم خواہاں
اس گراں بار میں ہوتا یہ کرے دلجوئی

میں ہوں لاطینیٔ اک ارباب کا صاحب زادہ ۵۸
ٹسکنی سے گوئی لم الڈوبرن ڈسکو - گو
یاد ایسا نہ کوئی ہو تمہیں اب جاں دادہ

خالص النسل تھا، کیا عہد تھا بانکا میرا ۶۱
کبر کی ایسی سمائی تھی ہوا - بُھول گیا
جوہرِ آدمیت - ایک ہی ماں کا میرا

ایک تو سب سے حقارت تھی، کیا اس نے ہلاک ۶۴
اور کمپاگنو ٹیکو میں تو بچہ بچہ
مثل سی آنہ، یہ جانے ہوا کیوں میں تہِ خاک

ہوں میں ہیمبرٹ، کیا حال تکبر نے زبون ۶۷
صرف یہ میرا نہیں، بلکہ اعزّہ میرے
ہائے ماخوذ بہ بپاداش ہوئے سب مطعون

درگذر ہو یہ معاصی نہ خدا سے جب تک ۷۰
ناگزیر ایسے گراں بار پھروں مُردوں میں
جیتے لوگوں سے جو پرہیز رہا - اور جھجھک"

میں جھکا تا کہ سنوں ، جو بھی وہ بتلاتا تھا ۷۳
ایک ان میں کہ نہ بولا تھا بدقت گھوما
سر مگر بوجھ تلے تھا کہ دبا جاتا تھا

دیکھ کر جان لیا اور پکارا مجھ کو ۷۶
آنکھ تو مجھ پہ ٹکائے رکھی ٹیڑھا ہو کر
پر رہا ساتھ ، روانہ وہ خمیدہ تھے جو

چیخ کر میں: "یہ تو ہے چہرۂ ادریسی صاف ۷۹
فخر گابیوؔ باں فن ، کہ ہوا پیرس کے
روز مرّہ میں لقب یاب - مطلّی شفاف"

تو وہ اس طرح "فرانکوئ بلکنا کا بھئی ۸۲
سحر آگیں ہے کہیں بڑھ کے عمل کاغذ پر
میرے دو ایک مگر اس کے ہیں شہکار کئی

کم رہے گا جو یہ اقرار کروں حینِ حیات ۸۵
یہ مرا ولولہ لے جائیے سبقت اس پر
تھا تپیدہ مرے سینے میں عجب تاؤ کے سات

یہ تو وہ کبر کہ بھرنا پڑے بے حد تاوان ۸۸
یاں ہوں تاہم کہ خداوند سے نادم ہوا مَیں
جب ابھی مجھ میں خطا کا نہ تھا زائل امکان

عظمت خام ! اری فرد کی کمزور امنگ ۹۱
سوکھ کر شاخ بلند اس کی بنے بے میوہ
نہ بھرے عہد مؤخر میں اگر کوئی رنگ

تھا کبھی سمبوئی تصویر کشی میں مقبول ۹۴
آج لیکن ہے گیا ٹوئی کے فن کا شہرہ
دوسرے نام پہ اب بیٹھ گئی وقت کی دھول

برج بھاشا میں گڈو سے گڈو لیتا ہے مکٹ ۹۷
ہاں جنم جس نے لیا ہے وہ اٹھا دے شاید
دونوں ان شاعروں کو بزمِ سخن سے اب جھٹ

ایک جھونکے کے سوا شہرتِ عالم کیا ہے ۱۰۰
یہ ابھی آئے ادھر اور نکل جائے ادھر
وقت کے ساتھ ہے یہ نام کا دم خم کیا ہے

دس صدی بعد تری کون سی شہرت ہوتی ۱۰۳
پوست رہتی نہ اگر ، جلد ہی تو مر جاتا
صرف تتلاتا ہوا گڈلیوں روتی بوتی

دس صدی بعد ازیں ، پیشِ ابد عرصہ قلیل ۱۰۶
سامنے اس رہ گرداں کے یہ اک چشم زدن
لازماً سست تریں جرم فلک جس پہ رحیل

رینگتا جا رہا ہے جو مرے آگے سرِ بام ۱۰۹
ٹسکنی میں کبھی بجتا تھا اسی کا ڈنکا
زیرِ لب لے نہیں سی آنہ میں اب کوئی یہ نام

واں یہ حاکم تھا، اسے دے کے حریفوں نے شکست ۱۱۲
خاک میں ہائے ملائی وہ فلورنس کی آن
شہر تا ماہ بلند آیا تہِ ماہی پست

گھاس کے رنگ کی مانند ہے سب ناموری ۱۱۵
آنی جانی - کہ وہی اس کو جھلس دیتا ہے
جو اُگاتا ہے اسے خاک کے نیچے سے ہری"

میں اسے "عاجزی کا ٹھیک پڑھائے یہ سبق ۱۱۸
ترے الفاظ کریں ختم مری خود بینی
کہہ مگر کون ہے، مذکور ہے جس کا بہ قلق"

تو وہ یوں: "ہے پر وِنداں سلاوانی وہ ۱۲۱
لے کر آئی ہے یہاں فرطِ رعونت اس کی
کہ تھی خواہش کرے سی آنہ میں سلطانی وہ

یوں رواں یوں ہی روانہ ہے نہیں کچھ آرام ۱۲۴
جب سے مر کر وہ یہاں آیا ہے۔ واں کے خود بیں
قرض اسی طرح ادا کرتے ہیں ایک ایک چھدام"

تب اسے میں: "اگر اک روح نہیں ہوتا تائب ۱۲۷
دم آخر تک، اس کا تو ہے تحتان قیام
گر ممد واں سے نہ ہو کوئی دعائے صائب

ہو صعود اس کا یہاں پر نہ تھا یہ خاص مجاز ۱۳۰
بلکہ پابند مکافات وہاں عمر کے تول
اس پہ یوں کس کے وسیلے سے ہوا یہ در باز؟"

وہ: "سی آنہ میں کسی وقت بہ آں وصف شکوہ ۱۳۳
بھول کر مرتبت و اوج مقامی اپنی
اس لئے جا کے کھڑا ہو گیا بازار میں وہ

چارلس کی قید سے اک دوست رہائی پائے ۱۳۶
بے غرض کام کیا ہیچ وہ اس کی خاطر،
آن کو خون وریدوں میں جھنجھوڑے جائے

میں بہت کہہ چکا بے شک ہے مری بات قبیح ۱۳۹
تیرے ہمسائے سنائیں گے تجھے وہ روداد
کہ سمجھ کر کرے اس کی بھی رقم پھر توضیح -

اس عمل سے کھلی زنجیر - ہُوا وہ آزاد، ۱۴۲

وضاحت - کفارۂ کبر - بھاری پتھر گردن اور کمر پر، جواکڑے رہتے تھے اب جھکے ہوئے ہیں - بارگناہ کا عمل معکوس - اطاعت - یہاں تکبر کی تین حالتیں بیان میں آئی ہیں - فخر نسب، ہیمبرٹ...... فخر کمال ادریسی - فخر مرتبت...... سلاوانی -

تشریحات - ۲۴/ادعائے مسکنتِ متکبرین -

۲ - تخلیق نخستین - ملائکہ

۱۰ - من (وسلویٰ) غذائے ربانی -

۲۰ - دشمن دیرینہ، عدوئے مُبین شیطانِ لعین

۲۲ - اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، برزخ میں اس کا ورد عبث ہے، مگر جو زندہ ہیں ان کے حق میں مانگی جارہی ہے -

۴۷ - وہ بوجھ تلے اب جھکا تھا کہ شکل دکھائی نہ دے -

۵۸ - متکلم، ہمبرٹ گوئی لم...... جماعت گیبلین کے نوابانِ سبنٹا فار کی اولاد سے تھا، شہری آنہ کے لوگ اس کے گھمنڈ سے عاجز آ کر، خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور قلعہ گمبا کناٹیکو میں گھیر کر مار ڈالا -

۶۳ - بنی آدم اعضائے یک دیگر اند - ماں - حوّا -

۷۹-ادریسی شہر گابیو کا رہنے والا، اعلیٰ پائے کا مطلّی کار-

۸۱-فرانسیسی روزمرّہ میں رخشندہ، اطالوی لفظ منی ایرے مشتق، جو منی ایم سے ماخوذ بمعنی لال رنگ کا پنسل سکہ جس سے تصویر بناتے تھے انگریزی منی ایچر اسی سے ہے-

۸۳-شہر رلگنا کا نامی مصوّر-فرانکو-

۹۳-مطلب ہے اگر آئندہ زمانے میں زیادہ باکمال فن کار جنم نہ لے تو شہرت برقرار رہے ورنہ تو ماند پڑ جائے-

۹۴-سمبوئی......فلورنس کا مشہور مصوّر، اس کا شاگرد گیاتوئی......فطرت کی حقیقی عکاسی اور خطوط کی روانی اور برجستگی میں اس پر سبقت لے گیا اور جدید مصوری کا پیش رو کہلایا-

۹۷-دو ہمنام شاعر گیڈو گنی سلی، گیڈو کول کنٹی-

۹۸-ادریسی کا اشارہ دانتے کی طرف ہے-

۱۰۸-سُست ترین اجرامِ فلک: ثوابت وہ ستارے جو ایسے غیر معلوم طور پر رواں ہیں کہ سو سال میں بمشکل ایک درجہ سفر طے کرتے ہیں-

۱۲۱-سلاوانی، سی آنہ کا ایک بااثر نواب تھا-فلورنس کے خلاف یورش کی، اُسے تباہ کر دیا خود بھی مارا گیا-

۱۲۳-اس سلاوانی کا ایک دوست معتوبِ شاہ ہوا-رہائی کی شرط بھاری تاوان ٹھہری یہ رقم جمع کرنے کے لئے سی آنہ کے چوک میں کشکول لے کر کھڑا ہو گیا-اسی طرح اپنی جلاوطنی میں دانتے کو بھی روپے مانگنا پڑے-

لُغت-برج بھاشا، کھڑی بولی

مکٹ-تاج

گڈلیوں، بچّہ جب گُھٹنوں کے بل چلے-اور بمشکل بولنے لگے کہ روٹی بوٹی پوری طرح ادا نہ کر سکے-اصل کے الفاظ ہیں-پپّو، ڈنڈی!

بارھواں کینٹو

(غرور)

واقعہ۔ پہلی گگر پر کندہ نقوش میں دانتے نے غرور کا سر نیچا دیکھا۔ یہیں وہ عجز و انکسار کے فرشتے سے ملا۔ اس نے دانتے کے ماتھے سے پہلے ''پ'' کا نشان مٹا دیا۔ اسے مناسب ہدایات دیں۔ اور سعادت کی بشارت کے ساتھ درّہ تلافی (معافی) سے گذار دیا۔ غرور کا بوجھ ہٹا تو جان سبک ہوگئی۔

میں جُتے بیل کی مانند رواں گام بہ گام
ہولے ہولے رہا اس رُوح گراں بار کے ساتھ
مشفق استاد کو جب تک نہ ہُوا اس میں کلام
تب وہ: ''بس چھوڑ اسے، چل، میں تجھے کہتا ہوں نکل ۴
بادباں چپوؤں سے چاہیئے ہر اک آگے
لے چلے تیز سفینے کو یہاں زور کے بل''
مستعد رہروؤں سا تان کر اپنے تن کو ۷
میں نے تب خود کو اٹھایا رہے گرچہ مجھ میں
حسبِ سابق ہی بدستور خیالات فرو
طیب خاطر سے قدم بر قدم اس مرشد کے ۱۰
میں ہوا تیز روانہ کہ یہی ثابت ہو
بادپائی میں کوئی بھی تو نہ ہم سے بد کے

تب وہ بولا ''تو ان آنکھوں کو جھکائے رکھنا ۱۳
طے سلامت ہو سفر اس کے لئے اچھا ہے
زیرِ پا کیا ہے وہ گر گر کے بھی پائے رکھنا''

رفتگاں کے لئے، ہم یاد کو، ان کی تمثال ۱۶
کتنے ہی مرقد خاکی پہ بنا دیتے ہیں
تا کہ وہ صورتیں ہوتی رہیں نظروں میں بحال

ان کے دیکھے سے عزیزوں میں بپا ہوں نالے ۱۹
حافظے کے لئے مہمیز بنے نیکوئی
خوب اس حیلے سے یاد آتے ہیں مرنے والے

صنعتِ فن سے بدیہی و نہایت خوش تاب ۲۲
حاشیہ وہ مجھے منقوش نظر آتا ہے
راہ سا کوہ سے نکلا ہوا تھا جو پایاب

میری آنکھوں پہ کھلا ایک طرف وہ منظر ۲۵
عرش سے برق کی مانند فگندہ - جس کو
بہترین از ہمہ تخلیق ملا تھا پیکر

میری آنکھوں پہ کھلا - قہرِ خداوند سے شق ۲۸
سینہ و شانہ برارس کے تھے، اور وہ بر خاک
دوسری سمت فتادہ تھا، گراں، مردہ، فق

میری آنکھوں پہ کھلا۔ تھم ری اس - اور آئے نظر ۳۱
مارس پلاس کھڑے باپ کے پاس اسلحہ بند
منتشر دیو کے اعضا تھے اِدھر اور اُدھر

میری آنکھوں پہ کھلا۔ ششدر و حیراں نمرود ۳۴
اپنی اس صنعتِ ارفع کے تلے، لوگوں پر
تھے جو میدان شناء اس کے رعونت اندود

آہ آنکھوں میں نیوبے لئے دکھ کے ترسول ۳۷
میں نے دیکھا سر رہ بت ترا، چلتا کرتے
سات اور سات وہ بچے ترے سارے مقتول

آہ طالوت ہلاک اپنی ہی تلوار پہ تو ۴۰
واں گلیوہ میں نظر آیا، جہاں مٹی نے
بعد ازاں شبنم و بارش سے کبھی کی نہ وضو

آہ دیکھا تجھے واں ارچنی پگلی، کہ بنی ۴۳
عنکبوت آدھی ازاں پیش، حزیں جانے کے
تانے بانے میں نہ تھی اپنی ادھک یاس تنی

آہ رہبوم اب اس پر نہیں دہشت کوندے ۴۶
کوئی بھی اب ترے چہرے سے نہیں خوفزدہ
بے تعاقب گیا رتھ، دغدغہ تجھ کو روندے

اب کرے سامنے سنگین کھرنجہ، کیوں کر ۴۹
الکمن نے کیا مجبور ابھاگی ماں کو
دام چھپا کلی منحوس کے دے وہ بدتر

پھر دکھائے یہ سنا چرب کو معبد میں ہلاک ۵۲
کس طرح کرنے کو لپکے تھے اسی کے بیٹے
کس طرح مار کے پھر چھوڑ گئے واں سفاک

اب کرے فاش - کہے خون فشانی کے ۵۵
سائرس سے ملکہ تو برس استہزا میں
تشنۂ خون پلاؤں تجھے خوں جی بھر کے ،

اب کرے سامنے بھگدڑ میں اشوری لشکر ۵۸
ہولو فرنن کا ہوا ہے تیاپانچہ ایسا
تن جو باقی بچا' مثلہ کیا اس کا یاں پر

اور پھر شہر ٹرائے یہاں اک راکھ کا ڈھیر ۶۱
آہ الیوم مقدس ، ترا سنگیں نقشہ
خاکِ تصویر پہ چھایا ہوا تاریک اندھیر

بسکہ نقاش و قلمکار نے اُستادانہ ۶۴
کی حسیں نقش کشی کھینچ دلآویز خطوط
بن گیا ذوق نفاست کا یہ حیرت خانہ

زندہ عین آئے نظر زندہ ، تو مُردہ مُردہ ۶۷
صاف منظر نہ کسی اور نے دیکھے ہوں گے
مَیں جھکا جن میں روانہ تھا تخیل بردہ

تمکنت سے چلو تم' فخر سے اونچا کیے سر ۷۰
خم نہ یہ سوئے زمیں ہو پسرانِ حوا
کہ نظر آئے قدم رنجہ ہو کس کج رہ پر

گُھوم کر کوہ سے تھا پیش روانہ رستہ ۷۳
اس قدر کر چکا تھا منزلیں سورج بھی طے
ممکن اندازہ نہیں ہو بہ حواسِ بستہ

اور تب جو مرے آگے تھا قدم زن ہشیار ۷۶
اس طرح کہنے لگا: "آنکھ اٹھا وقت نہیں
منہمک چلتے رہیں، کرتے ہوئے سوچ بچار

اس کروبی کی طرف دیکھ ہے کیسا طیّار ۷۹
وہ ہماری طرف آنے کے لئے' اور وہ دیکھ
کیسے دن کی چھٹی باندی بھی گئی تج کے کار

چہرے بشرے پہ کر آداب کا عمدہ سنگھار ۸۲
تیز لے جائے برغبت تجھے کہسار پہ وہ
بسکہ اس یوم ترحم کی سحر ہے اک بار"

الغرض وہ مجھے ایسے ہی اُکساتا تھا ۸۵
تا کہ ضائع نہ ہو اک پل' سو یہ ناممکن ہو
مجھ سے رہ جائے کسر' جو بھی وہ سمجھاتا تھا

آئی وہ ہستی' نوری بہ لباس کافور ۸۸
یُوں دکھائی دیا نزدیک سے اُس کا چہرہ
جس طرح نجم سحر میں کرے جھلمل کل نور

یوں ہمیں اس نے کہا ہوتے ہوئے پر افشان ۹۱
"آؤ نزدیک ہیں وہ سیڑھیاں ان پر چڑھنا
تم ہو یا کوئی اب اس کے لئے ہوگا نہ گراں"

بازیابی کی نوید' اس کی کریں قدر یہ چند ۹۴
تھی اُڑانوں کے لئے اے بنی آدم تخلیق
تم کہ بہر نفسِ یک ہو زمیں سے پیوند

برسرِ کوہ وہ اک روزنِ وا پر لایا ۹۷
پھر کیا صاف پروں سے مری پیشانی کو
"رفعت باد مبارک" بہ کرم فرمایا

راہ اوپر کو چڑھے کر کے ربی کانت عبور ۱۰۰
جہاں اس شہر پہ دیوارِ کلیسا جھانکے
جس میں طے پائیں بصد خوبیٔ اسلوب امور

کاٹ کے سیڑھیاں کی سہل جہاں دائیں ڈھلان ۱۰۳
اس زمانے میں کہ پیمانے کے گر بھی سالم
نہ ہو پڑتال کے دھندے کے ذریعے نقصان

ایک دم اونچی گگر پر سے لگی جاتی سی ۱۰۶
یوں پہاڑی بہ نشیب ایسی بتدریج' لگے
تنگ دو رویہ چٹانوں میں یہ برساتی سی

جب مڑے ہم تو سنائی دیئے یوں نغمہ خواں ۱۰۹
"بسکہ در سلسلۂ روح مبارک ہیں غریب"
شکریں ذوقِ سماعت کو بنائے تھی زباں

مختلف کیسے یہ درّے، وہاں دوزخ کے دہاں ۱۱۲
عالم درد میں پُر ہول بکا و زاری
یاں مگر داخلہ سرمست، بصد راحتِ جاں

اور سیڑھی پہ بھی ہم ایسے سبک گام چڑھیں ۱۱۵
کہ نہ ایسی ہمیں محسوس لگے آسانی
صاف ہموار زمیں پر جو خرامیدہ بڑھیں

میں "یہ آقا ہوا ہے بوجھ یہ کیا مجھ سے دُور ۱۱۸
کہ سبک چل سکوں اس طرح بلا دشواری
مضمحل ہوں، نہ تھکاوٹ سے ذرا بھی اب چور"

اور وہ "ادھ مٹی اک پ ہے ترے ماتھے پر ۱۲۱
رفتہ رفتہ وہ مٹائیں گے یہ ساری، جیسے
صاف ابھی کی گئی ہے آتے ہوئے ایک ادھر

مستعدی ترے پیروں کو ملے گی تازہ ۱۲۴
تیز تر ہی نہیں چڑھ جائیں گے بے چون چرا
لطف بھی اس میں اُٹھائیں گے وہ بے اندازہ"

ہیئت ایسی ہوئی، بے سدھ لئے کچھ سر پہ دھرا ۱۲۷
کوئی جاتا ہو تو شک اس کو کنکھیوں سے پڑے
یا سُنے بول کسی شخص کا ٹھٹھول بھرا

پھر حقیقت کو پرکھنے کے لئے ہاتھ آئے ۱۳۰
ہو خبر جب کرے محسوس- کہ پٹ نظروں کے
بند ہو جائیں، تو مَس فرض بجا یہ لائے

داہنے ہاتھ کی بس انگلیوں کو پھیلا کر ۱۳۳
مَیں نے محسوس کیا رہ گئے تھے چھ وہ حروف
کنجیئے نے جو بنائے تھے مرے ماتھے پر

ہنس دیا راہ نما دیکھ کے میرا یہ وقوف ۱۳۶

وضاحت -خود بینی، خود پسندی، رعونت، تمکنت، غرور، کبر سب برائیوں کی جڑ ہے-

تشریحات - ۲۶ - حوالہ لوقا ۱۸/۸ امیں نے شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے نیچے گرتے دیکھا-

۲۸ - برارس - یونانی دیومالا کا شیطان، اولمپی دیوتاؤں کا حریف-

۳۱ - تھم ری اس' مندر تھمرہ کی رعایت سے' دیو جسے اپالو نے مار ڈالا' امارس پلاس منرواور اپالو' اپنے باپ جوے کے ساتھ عکس میں کھڑے دکھائے گئے-

۳۴ - نمرود، صنعت فن، منارہ بابل شناء کے میدان میں-

۳۷ - نیوبے، **تھیبس** کے بادشاہ ایمفیون کی ملکہ، اس کے چودہ بچے تھے، جود کی بیوی تسونہ کے صرف دو تھے اپالو اور ڈیانہ، اس پر قلتِ اولاد کا طنز کیا تو اس نے اس کے سارے بچوں کو مار ڈالا اور اسے ایک اشکبار بت بنا دیا-

۴۶ - رہبوا اسرائیلی بادشاہ، شیخی بگھاری کہ باپ (سلیمان؟) سے بڑھ کر صاحب شکوہ وجاہ ہوگا، بغاوت ہوئی رتھ پر بھاگ نکلا-

۳۸ - طالوت - اسرائیلی بادشاہ' پھر عیاشی میں پڑ گیا، فلسطینیوں نے شکست دی اپنی تلوار سے خودکشی کرلی-

۴۳ - ارینی بننے کا فخر منروا کے سامنے کیا' اس نے مکڑی بنا دیا-

۴۹ - بحوالہ جنگ تھیبی امفیارس کی ملکہ اریفل نے "زیور" کے عوض وہ جگہ بتا دی جہاں یہ چھپ گیا تھا، باپ کے ایما پر بیٹے الکمن نے مار ڈالا-

۵۱ - سناچرب' شاہ اشور' حزقیہ نے شکست دی تو اس کے بیٹوں نے اسے قتل کر دیا-

۵۵ - سائرس ۲۹-۵۶۰ ق م، ایرانی کسریٰ، اس نے سیتھیا کی ملکہ فومرس کے بیٹے کو مروا دیا' پھر اس سے شکست کھائی تو اس نے سر کاٹ کے اسی کے لہو بھرے طشت میں ڈال کر کہا، خون کے پیاسے جی بھر کے اپنی پیاس بجھا لے-

۵۶ - ہولوفرنس۔ بخت نصر کا سپہ سالار، یہود و یہودا کا کٹر دشمن-

۸۰ - چھ گھڑی دن بیت لیا-

۸۸- ایک پ مٹا دی، ایک پاپ کا بوجھ اُترا-

۱۰۰- مراد شہر فلورنس-

۱۰۵ بشل، غلّہ کا پیمانہ، اشارہ ہے کہ اس میں کمی بیشی کر کے درآمد کے محکمہ نے غلّہ خورد برد کیا- احتساب والوں نے کھاتے سے ایک ورق اُڑا دیا- ابھی یہ خرابیاں نہ آئی تھیں-

لُغت

۱۔ ترسول- بڑا کانٹا

۲۔ ادھک- بہت زیادہ

۳۔ کھرنجہ- اینٹوں کا چبوترہ

۴۔ چمپاکلی- ایک زیور

۵۔ کُنجیے- کُنجی والا (باب پطرس کا دربان)

تیرھواں کینٹو

(حسد)

واقعہ۔ شاعر دوسری لگر پر پہنچے، یہاں گناہ حسد کا تزکیہ جاری تھا۔ انہیں کشادہ دلی کی مظہر آوازیں سُنائی دیں۔ یہ وہاں پہنچے جہاں حاسد اور تنگ دل بھوسلے نمدے لپیٹے، بھکاری بنے پڑے تھے، ان کی آنکھیں آہنی تاروں سے سی دی گئی تھیں، دانتے کو سی آنہ کی صوفیہ ملی، اُس نے اپنی کتھا سُنائی۔

بر سر زینہ ہم آ پہنچے ، دگر بار کشاد
پہلوئے کوہ میں تھا، ایک کٹاؤ جس جا
ہم چڑھے ہر کسی تکلیف تھکن سے آزاد

گھوم کے پورے کنارے پہ یہاں دوبارہ ۴
تھی لگر ایک مسلّح، وہی پہلے جیسی
گرچہ خمدار بہت ۔ صاف، تہی، ہموارہ

کوئی تصویر نہ بت، بے اثر نقش تھے سنگ ۷
صاف ویران سرازیری و رستہ ویران
صاف ویران چٹانوں کا چکٹ سرمئی رنگ

رائے زن یوں ہوا شاعر ”یہاں ٹھہریں گر ہم ۱۰
شاید آ جائے کوئی راہ نمائی کرنے
ڈر ہے تا دیر نہ شاید کرے کوئی یہ کرم“

گاڑ کر مستعد آنکھیں وہ بھرے سورج پر ۱۳
داہنی سمت بناتے ہوئے گویا اک چول
چول کلی کی طرح بائیں لگا کر چکر

اس طرح ''پاک ضیاء! تجھ پہ ہے پیروں کو یقین ۱۶
غیر پامال شدہ رہ پر انہیں دھرتا ہوں
رہ دکھا ہشبہ تری راہ نمائی میں نہیں

تپش و نور و زمیں کے لئے تیری بخشیش ۱۹
وجہ معقول نہ مانع ہو تو ان کرنوں میں
راست رہنے دے قدم زن ہمیں تو بے تشویش''

راستہ پہلے ہی تخمین سے کرتے جو حساب ۲۲
بیش و کم یہ کوئی اک میل تو چل آئے تھے
نسبتاً طے بھی کیا تھا یہ ارادے سے شتاب

بردہ بر بال و پر آئے تھے ہیولے واں تک ۲۵
ہم انہیں دیکھ نہ پائے تھے یہ خوش خلقی سے
مدعو کرتے سُنا پیار کے دستر خواں تک

پہلی آواز سروں پر سے پکاری پُر زور ۲۸
''ان کنے مے نہیں'' گزری وہ ہمارے پیچھے
اور بتدریج فرو ہو گیا اس گونج کا شور

پھر نہ دوری سے یہ آواز ہوئی تھی خاموش ۳۱
کہ صدا دوسری ویسی ہی سنائی دی یوں
''میں ارسٹس ہوں'' نہ ٹھہری ہوئی وہ بھی روپوش

تو یہ میں "اے پدر آخر ہے یہ کس شے کی پکار؟ ۳۴
اور دریافت کیا ہی تھا' کہ لو بول اٹھی
تیسری صورت: "کر وا پنے بداندیش سے پیار"

تب مرا نیک دل آقا: "ہے یہ مار اور پھٹکار ۳۷
حسد و کد پہ یہاں حلقہ میں۔ اس واسطے ہے
پیار کی ڈوریوں سے کوڑا بھی اس کا تیار

شور بندش کا بھی معکوس ضرور آئے گا ۴۰
مَیں کہوں تو اسے شاید کہ سنے ہی پہلے
درّۂ عفو تلک جب نہ ابھی جائے گا

لیکن اب دھیان سے تو دیکھ فضا میں اس پار ۴۳
لوگ کچھ بیٹھے ہوئے تجھ کو نظر آتے ہیں
پہلوئے کوہ میں جیسے کہ لگا ہو انبار"

پہلوئے کوہ پہ دیکھا' نظر آگے کی نیز ۴۶
واں پہ لپٹے ہوئے خرقوں میں ہیولے دیکھے
ہُو سکے وہ کہ نہ ہوں پتھروں سے خاص تمیز

پھر بڑھے اور جو ہم آئی یہ کانوں میں پکار ۴۹
"کر ہمارے لئے مریم دُعا' اور آپ بھی ہاں
پطرس و مائیکل و جملہ مقدس اوتار"

مَیں نے جس حال میں دیکھا انہیں زندہ درگور ۵۲
کوئی دیکھے انہیں یُوں اور نہ دل بھر آئے
بسکہ ایسا بھی زمانے میں ملے گا نہ کٹھور

درمیاں فاصلہ وہ ہو گیا جب خاصا طے ۵۵
ہو گئے ان کے خدو خال زیادہ واضح
درد ٹپ ٹپ مری آنکھوں سے بہا وہ ہے ہے

اس طرح کھردرے نمدوں میں سمائے ہوئے سب ۵۸
کاندھا اس کا تھا سہارا لئے اس کے سر کا
اور دیوار سے تھے ٹیک لگائے ہوئے سب

بالکل اس طرح کہ محتاج نوالہ اندھے ۶۱
ہاتھ پھیلائے ہوئے گرجا گھروں کے باہر
اپنی بپتائیں سُناتے ہوں ملائے کندھے

ترس کھائے کوئی سُن کر نہ وہ غمگین پکار ۶۴
بلکہ دل اور پسیجے کہ بہ رقّت مانگے
آنکھ سے رستا ہوا دُکھ کا ٹپا ٹپ اظہار

کور کے واسطے بے فائدہ نورِ خورشید ۶۷
کیفیت ایسی ہی مذکورہ ہیولوں کی تھی
تپشِ عرش کے انوار تھے ہر اک سے بعید

دوختہ آہنی تاروں سے تھیں ان کی مژگاں ۷۰
ٹوپی جیسے چڑھا دیں بچۂ شاہیں کو
جب کرے تندی و شوخی سے زیادہ حیراں

اور چلنا مجھے ان میں لگا کیسا اندھیر ۷۳
دیکھنا میرا نہیں جو نہیں کچھ دیکھ سکیں
میں نے بدھ مان گورو اور لیا پس مُنہ پھیر

کچھ ضرورت نہ تھی کہنے کی، کیا ٹھیک قیاس ۷۶
جلد ہی اس نے کہ بولیں نہ رکیں یہ گونگے
سو کہا قل و دل بھلے لگ ان کے پاس

ورجل استادہ نگر پر تھا مقابل پورا ۷۹
اس طریقے سے ذرا سا بھی جو غلط پاؤں پڑے
جاؤ نیچے کہ نہ تھا آڑ کو اک کنگورا

وہ ہیولے تھے دعا خوان ادھر زار و نزار ۸۲
بخیۂ غم زدہ سے قطرے چکیدہ پیہم
دھوئے جاتے تھے تبھی رنگ فسردہ رخسار

تب پلٹ کر انہیں میں نے کہا: بے شک مانو ۸۵
سرمدی نور کی خواہش ہے تمہارے دل کو
خیر تسکیں وہ واعلیٰ وہی - اے انسانو!

لُطف فرمائے تو دھوڈالے پلیدیٔ ضمیر ۸۸
اور کاریزوں سے یادوں کی مصفّٰی ندی
ڈال دے اپنے بہاؤ کی بلوری تطہیر

ہو بھلا تم یہ کہو ازرہِ قدر افزائی ۹۱
میں رکوں کوئی اگر آپ میں لاطینی ہو
بسکہ ممکن ہے ضرور اس کی ہو پھر شنوائی"

"بھائی ہم سب ہیں اسی ملک حسیں کے بندے ۹۴
ہر کوئی - تو نے جو پوچھا ہے تو ہم بتلائیں
جو رہا ہے تو بس اٹلی میں رہا ہے چندے"

یہ کہا جس نے وہاں مجھ سے کچھ آگے تھا دراز ۹۷
اس لئے مَیں نے بھی گویا کہ اسی کی جانب
ٹھیک اب پھینک دی اس زور سے اپنی آواز

منتظر ایک ہیولٰی نے کہا یہ مجھ کو ۱۰۰
"کیا یہ چلایا ہے تو؟" اور چڑھائی ٹھوڑی
کہ ہُوا کرتی ہے اندھوں میں یہ عادت سی جو

"بہر پرواز پروں کو جو کرے یاں طیار ۱۰۳
تیری آواز تھی گر روح' تعارف کے لئے
نام بتلا' یہ بتا تھا جو ترا دیس دیار"

میں اسے یہ' تو وہ "گریہ کا یہ سیلِ سر جوش ۱۰۶
دھوؤں میں اس سے نجس زیست کہ ذاتِ اعلٰی
مہرباں ہو، وہی رحمت مجھے لے در آغوش

صافیہ ہوں میں سی آنہ کی، کسے ہو یہ گماں ۱۰۹
نام کی صفیہ - تسلّی مجھے وافر پہنچے
ہو مرے فائدے میں دوسرے کا گر نقصان

باور اس پر کرو یہ خواہ لگے بھی یاوا ۱۱۲
یہ حماقت میں غلو بھی سہی - بوسیدگی کا
تھا مری زیست کی محراب پہ اس دم دھاوا

پیرزن میں تھی - مرے ہموطنوں نے کی جب ۱۱۵
ساز باز اپنے حریفوں سے قریب کولی
اور پھر منہزم ایسے ہوئے وہ میرے سبب

۱۱۸ بھاگتے ہی بنی، پھر تو مچی ایسی بھگدڑ
کاٹتے مارتے خونریز تعاقب ان کا
لطف آیا، کہ مجھے بھائی ہمیشہ گڑ بڑ

۱۲۱ مَیں خداوند سے چلائی - تھی یہ ڈھیٹائی
"اب مجھے تیرا نہیں خوف" کہا کرتی ہے
کلچڑی جیسے - ذرا رت جو سہانی آئی

۱۲۴ موت نزدیک تھی ایسی کہ نہ چھٹکارا ہو
اور مہلت نہیں پائی کہ مرے عصیاں کا
جیتے جی اپنے کسی فعل سے کفارہ ہو

۱۲۷ دولت خیر کی مجھ پہ جو نہ بارش کرتا
پطرس شانہ فروش - اس کو نہ آتا گر ترس
وہ نہ بے لوث دعاؤں کی نوازش کرتا

۱۳۰ تو مگر کون ہوا ہے مرا پرسان حال
یاں خرامیدہ ہے بینائی لئے آنکھوں میں
اور سینہ میں نفس زن سخن انگیز مجال؟"

۱۳۳ تو یہ مَیں "بسکہ یہ تقدیر ہے لیکن ابھی زود
میری آنکھوں کی نہ یہ روشنی گل ہو یاں پر
کیونکہ کم ان میں رہی تنگ نگاہیٔ حسود

۱۳۶ بیشتر بیش زحد، ہو یہ مری روح نڈھال
جو عذاب آئے گا، نیچے نہیں انکار اس سے
ہے اس احساس گراں بار تلے سر پامال"

وہ "مگر کون تجھے لایا کہ یاں پاؤں دھرے ۱۳۹
اور خوش فہم بھی یوں، جائے گا واپس پائین؟"
اور میں "ساتھ کھڑا ہے جو زباں بند کرے

مَیں ابھی زندہ ہوں۔ آؤں گا ترے کام ضرور ۱۴۲
روح چیدہ ترا پیغام اگر ہے - بتلا
عارضی پیروں پہ وہ جاؤں گا لے کر واں دور"

تو وہ "اے کوئی سُنے بات یہ حیرت انگیز ۱۴۵
پس یہ ثابت ہے خدا کو ہے بڑا پیارا تو
میرے حق میں بھی دُعا کیجو شفاعت آمیز

عزم پختہ ہے ترا، ہو کبھی ٹسکن سے گذر ۱۴۸
صاف صاف ان سے یہ کہہ دینا مرا حال احوال
تا کہ مل جائے اعزّہ کو مری خیر خبر

وہ جو ہیں لال بجھکڑ انہیں کر ان میں تلاش ۱۵۱
ہو کے ناکام تلامن میں، لگائے ہیں جو آس
واں ہے منصوبہٗ کاریز ڈیانہ سب ناش

اور یاں اپنے کھوتوں نے کیا ستیا ناس" ۱۵۴

وضاحت - حسد، کبر سے یوں مختلف ہے کہ اس میں ایک اندیشہ شامل ہے، مغرور کو غرّہ ہیچو ما دیگرے نیست، حاسد کو دھڑکا دوسرا بڑھا تو اس کی ہیٹی۔ پس وہ دوسروں کا سکھ چین نہیں دیکھ سکتا - لہٰذا ان کی آنکھیں بُری طرح سی دی ہیں۔

تشریحات - ۲۹ - یوحنا ۳/۱۱۱ ان کے پاس شراب نہیں۔

۳۳ - اگمنان کا بیٹا ارسٹس قتل کیا جانے لگا تو اس کے دوست پلائیڈس نے خود کو

پیش کر دیا کہ میں ارسٹس ہوں۔

۹۲-لاطین-لاطینی، اطالوی۔

۱۱۰-ساپیہ-ایک ایسا کردار تھی کہ دوسروں کی تکلیف سے راحت پاتی تھی-سی آنہ میں کولی قصبہ میں دشمنوں سے اپنے ہموطنوں کے خلاف سازش کی اور اٹاری پر سے ان کی تباہی کا تماشہ کر کے لطف اندوز ہوتی رہی۔

۱۳۳-کلچڑی یا جیک برڈ ایک پرندہ جو لمبارڈی میں جنوری کے کچھ کھلے دن دیکھ کر روایتاً گانے لگتا ہے-اے خُدا اب مجھے تیرا ڈر نہیں، بسنت پھُول رہی ہے۔

۱۳۸- کنگھی بیچنے والا ایک ایماندار شخص کہ ذرا کنگھی کا دندانہ بھرا، اسے دریا میں پھینک دیا۔

۱۵۱-سی آنہ کے دو ناکام منصوبوں کا حوالہ ہے-ڈیانہ میں زیرِ زمیں پانی کو استعمال میں لانے کا منصوبہ تلامن میں آٹھ ہزار اشرفی سے زمین خرید کر بندرگاہ بنانے کا منصوبہ، کہ وہ ریت سے اَٹ گئی اور آب و ہوا مضرِ صحت نکلی۔

لغت-اوتار، جن میں ربانی حلول ہو۔

بدھ مان، عاقل، اور-طرف

قلّ ودلّ-قلیل بادلیل-بات

ٹوپنی-موم ملے دھاگے سے باریک سوئی کے ساتھ عقاب کی نچلی پلکیں جوڑ کر سر سے باندھ دیتے ہیں۔

طیار-طائر اس سے ماخوذ ہے، پر تول کر اُڑنے کے لئے جو حرکت کرے۔

ناش-ناس ستیاناس۔

چودھواں کینٹو

(حسد)

واقعہ - امرائے رمکنول کی دوزخ میں ملیں، ایک گائیڈ وڈل ڈوکا نے ان کئی شہروں کو جلی کٹی سنائیں جو کنارِ دریائے ارنو آباد ہیں - رومکنا کے اعلیٰ گھرانوں کی زبونی اخلاق کا حال بھی بیان کیا - آگے چل کر شاعروں نے حسد کے ماروں کی دلدوز چیخ پکار سنی -

"کون ہے اپنی پہاڑی پہ یہ ایسے گرداں
یہ کسے موت نے آزاد کیا ہے کہ اڑے
دیدے مٹکاتا پھرے جی سے جھپکتا مژگاں"

"میں نہیں جانتا یہ کون ہے یہ جانتا ہوں ۴
وہ اکیلا نہیں ہے، پاس ہے اس کے تو، پوچھ
کر تپاک اور جواباً وہ کرے گا ممنوں"

دائیں ایسے تھا مرے باب میں اظہارِ خیال ۷
سرنگوں، جوڑے ہوئے سر تھیں وہاں دوزخ میں
ٹھوڑیاں کھینچ کے مجھ سے کیا اس طرح سوال

ایک بولی "اری اے روح، بدن میں پابند ۱۰
یوں رواں عرش پہ، اک حرف تسلی ہم سے
ملتمس ہوں کہ ہمارے لئے بن فائدہ مند

یہ بتا کون ہے، آیا ہے کہاں سے بیشک ۱۳
دم بخود کر گئی ہم کو تو یہ رحمت تجھ پر
کب یہ توفیق کسی کو ہوئی ہے اس حد تک

میں اسے: "فیلٹرونہ سے نکل کر اک رود ۱۶
بیچ میں ٹسکنی کے بہتی ہوئی جاتی ہے
اور سو میل تلک وہ نہیں طغیان فزود

یہ بدن اس کے کنارے سے لئے آتا ہوں ۱۹
ماسوا چھوڑیئے بیکار بتاؤں ہوں کون
خاص ابھی نام سے پہچان نہیں پاتا ہوں"

اس طرح پہلا یہ کہنے لگا: حاضر ہے شعور ۲۲
اور اس دھند کو گر ٹھیک کیا ہے دولخت
تو یہ سُوجھے ترا ارنو پہ اشارہ ہے ضرور"

دوسرے نے یہ کہا: نام نہ دریا کا نہاں ۲۵
کوئی ایسے رکھے، وہ چیز ہو گویا پُر ہول
آشکارا جو بتاتے ہوئے کٹتی ہے زباں"

جس سے پوچھا تھا وہ طیف اب کہ ہو قول فیصل ۲۸
کُچھ سہی ، یہ مگر اچھا ہے کہ اس دریا کا
نام اس طرح مٹے آج ، نہ جانے کوئی کل

کیونکہ ہوتا ہے جہاں سے بھی یہ وادی میں شروع ۳۱
(وہ کہ گنجان ہے اس درجہ کہ لاثانی ہے
سلسلہ ہائے بلند اس میں، پلورس کی فروغ)

اس جگہ تک جہاں لوٹانے کو پھر ہو شامل ۳۴
جذب کرتی ہے سمندر سے فضائیں جس کو
اور دریاؤں میں بہہ جاتا ہے جو تا ساحل

باردر خیر نہ ہو، یہ ہے وہ خطۂ مذموم ۳۷
سانپ سی مار بھگائی گئی ہے وہ یاں سے
ہے اگر اب تو بدی ہی کی ہے لوگوں میں دھوم

اصل کو بھول گئے، ہو گئے ایسے تبدیل ۴۰
دیکھ کر وادیٔ منحوس میں ان کو، کہیئے
سرس کی فصل اگائی ہوئی بد تخم ذلیل

بر بری جس میں ہیں، پہلے تو ہے وہ گلیارہ ۴۳
بنی آدم سی خور و نوش، مگر خوک ایسے
میوۂ شاہ بلوط اصل لگے دربارہ

آگے دریا پہ ہیں آباد وہ غرّاتے سگ ۴۶
تند خو گو نہیں، لیکن ہیں بہت ہیبت ناک
نک چڑھا، تھوتھنی نفرت سے چڑھا کر یہ الگ

ہو کے اترے تو اترتا ہی چلا جائے نشیب ۴۹
حجم ور ہو، تو وہاں سگ نہیں گر گے آباد
اور بیغاری، پچھواڑے خدا کے بد زیب

اونچی نیچی یہ کئی گھاٹیوں میں سے ہو کر ۵۲
آئے نیچے تو ملیں لومڑیاں گھاگ ایسی
کوئی بھی آئے شکاری یہ مگر ڈھیٹ نڈر

مَیں نہیں رہنے کا چپ گرچہ سٹے بھی یہ شخص ۵۵
اور مانے بھی بُرا کچھ نہیں پروا مجھ کو
سچ یہ کہتا ہوں کہ مجھ میں نہیں ہے جھوٹ کا نقص

دُور بیں ہوں نظر آئے کہ نبیرہ انہیں صید ۵۸
جب کرے ، مارتا اور کاٹتا ان بھیڑوں کو
تند ندی تلک ، اس طرح کہ ہوں یہ ناپید

بلیاں گوشت کی دے پھر کرے اس طرح ہلاک ۶۱
کہ ہوں ناکارہ مویشی، وہ کرے خاک انہیں
عزّت اس کی بھی مگر ہو نظرِ خلق میں خاک

دشت پر ہول سے لوٹے وہ لہُو میں لت پت ۶۴
لہلہائے نہ یہاں مدتوں پہلا جوبن
ان کر ایسا وہ کرنے وائے بنائے وہ گت"

خبرِ وحشتِ اثر کے بھرے دفتر سے وہ ۶۷
جس طرح چہرے پر اڑتی ہے ہوائی سُن کر
جس جگہ سے بھی ملے اور ہو جو بھی اندوہ

دوسری رُوح مڑی اپنی جگہ پر جب یُوں ۷۰
ماجرا تا کہ سنے اور کرے ذہن نشیں
یوں لگا ہو گئی ہو سخت پریشاں ، محزوں

کیفیت ایک کی یہ دوسری کی وہ گفتار ۷۳
دیر تک دھیان نہ آیا کہ تعارف کر لوں
کہہ دُعا اور سلامٔ ان سے یہ اب استفسار

تو وہی طیف کہ پہلے کیا تھا جس نے خطاب ۷۶
"چل کروں میں تجھے ممنون کہ مانگے مجھ سے
آپ جو عرض پہ میری نہ مجھے دے بجواب

تجھ میں اللہ کی رحمت کا فروزاں ہے نور ۷۹
جزرسی اس لئے زیبا نہیں مجھ کو تجھ سے
جان لے گائیڈو ڈل ڈوکا رہا میں مشہور

میرے اندر وہ بھڑکتی تھی حسد کی گلخن ۸۲
ایک بھی سانس اگر سکھ کا کوئی لیتا تھا
لوٹنے لگتا تھا انگاروں پہ میرا تن من

خار بوئے تھے سواب کاٹ رہا ہوں یہ فصل ۸۵
کہ مرے دل کو گوارا نہ تھا بھائی چارا
سر پھٹول ہی سدا، اے بنی آدم بد اصل

اور ری نیر ہے یہ صاحبِ ارباب نژاد ۸۸
دودمان کلی بولی کا وقار - اس کے بعد
جانشیں کوئی بھی پیدا نہ ہوا نیک نہاد

رینو و بحر کے اور قلّہ و پو کے مابین ۹۱
اس کے خوں میں نہ ہی، صرف نہ اس کے خوں میں
جس بھلائی سے بھلے آدمیوں کا سکھ چین

ان حدوں میں تو وہ تمی خس و خاشاک اگے ۹۴
کہ اکھیڑے انہیں پھالی بھی بڑی مشکل سے
نہ پھر اس شور اراضی سے کوئی دانہ چگے

کارپکنا کا گیوی ، لیزیو مشہورِ زماں ۹۷
ہنری مینرڈ ، تر اور سروپر اور وہ سب
کیا ہوئے اور یہ رمکنول حرامی ہے کہاں

پھر جنم دے گا بلکنا میں یہ فائنزہ کب ۱۰۰
فابر و اصل ، بنِ فوسکو ، بر نروائن
کم گہر نخل ، مگر اس پہ ثمر خوب نسب

متحیر نہ ہو گر نالہ کناں ہوں ٹسکن ۱۰۳
یاد کر کے کبھی ہم ہی میں رہا کرتے تھے
گوٗ پراٹا کا تو اڑو کا پسر یو گولن

فریڈرک ٹکنو کا شستہ مہذب دربار ۱۰۶
گھر ترا اور سرو کا نسل النس تاگاکی
(دونوں بے وارثے) پھر اور بھی کیجیے جو شمار

بیگمات اور شجاع ایسے ہمیشہ ممتاز ۱۰۹
بازی و کام میں از روئے خوش اخلاقی و عشق
اب مگر آدمیوں کے دل ہوئے واں کینہ ساز

بریٹی نورو ہوا تو اب تو خراب و برباد ۱۱۲
بھاگ نکلے ہیں ترے سارے نواب و ارباب
کہ ترے طور طریقے ہوئے تھے فتنہ فساد

طاس بنجر ہے ترا بگنا کول اے شاباش ۱۱۵
کسٹرو کار کو بد ہے تو ہے کینو بدتر
بد قماش اب تو ہوا عام امیروں کا قماش

ان کو اس ''دیو'' کی لعنت سے ملے چھٹکارا ۱۱۸
جب یگانی کی بدولت' تو بھلے سے' لیکن
داغ جو لگ گیا ہے' دھل نہ سکے دوبارا

یو گولن فنتولن اور نام ترا ہے مامون ۱۲۱
متحمل نہ یہ اب ہو، ملیں ایسے وارث
جو اسے پھر سیہ کاری سے بنا دیں مطعون

جی تو یہ چاہتا ہے کھول کے دل میں روؤں ۱۲۴
ٹسکن اب راہ لے اپنی' نہ کہوں گا کچھ اور
دل مرا اپنے ہی پر دردِ سخن سے ہے خوں''

ہم چلے جب تو ہمیں ہو گیا کچھ یہ احساس ۱۲۷
پیاری روحوں نے کیا ہے ہمیں رخصت چپ چاپ
تو ضرور آگے سفر آئے گا ہم کو اب راس

ساتھ ساتھ آپ ہی آپ اب جو روانہ ہوئے ہم ۱۳۰
اک صدا برق کی مانند فضا چیر گئی
اور پھر چیخ کے تھرا گئی ہم کو یک دم

''دیکھ کوئی بھی مجھے ڈھونڈ کے کر دے گا ہلاک'' ۱۳۳
اس طرح پاس سے گزری وہ کڑک کی صورت
کھول کر ابر اسے جب کرے ایسا بے باک

آشنا کان بمشکل ہوئے ہوں گے ہی کہ لو ۱۳۶
دوسری آئی کڑک ساتھ ہی پیچھے، جیسے
رعد آ لیتا ہے چمکارے پہ چمکارے کو

"میں ہوں الگورس کہ جو ہو گئی یوں پتھر" ۱۳۹
سہم کر میں گھسا شاعر میں' پھر آگے نہ بڑھے
بلکہ پیچھے ہوئے کچھ میرے قدم اب ہٹ کر'

پُر سکوں ہو گیا ماحول تو بولا اُستاد ۱۴۲
"آدمی کو حد نقصان سے بیروں رکھے
ڈر نہیں' اور نہیں کچھ تھا یہ رنگہ فولاد

تم نکل جاؤ گے طعمہ بھی یہ کانٹا بھی نہاں ۱۴۵
ڈور میں خوب ہی اُلجھائے عدو دیرینہ
اس طرح روک سے ہو نفع نہ ہم کو چنداں

عرش ارفع کی یہ دعوت ہے تجھے گرد بدور ۱۴۸
لا یزل حسن ترے واسطے بہر تشہیر
زیر پا دے تجھے دکھلائی زمیں کوئی نہ اور
پس جھنجھوڑے تجھے ایسے وہ علیم اور بصیر" ۱۵۱

وضاحت- گائیڈ وڈل ڈ کا حسد کا پتلا تھا کسی کو آسودہ نہ دیکھ سکتا تھا یہ گیبلن تھا تر اور سرد پر اس کا ساتھی تھا اس نے منرڈ کی مدد سے فورلی کے گیلف گھرانے کو ریونہ سے نکال دیا جو گائیڈ و کا علاقہ تھا- دوسرا ہیولیٰ رینہ گیلف تھا، لیز داس کا ساتھی تھا- ان کی لڑائی مانٹ فیلڑہ سے ہوئی رینز فائنزہ کا میئر بھی تھا- وہ اس معرکہ میں مارا گیا-

تشریحات -۱۲- دریائے ارنو رومگنا کی سرحد پر مانٹ فیلٹرونہ سے نکل کر کیٹھو کی تلہٹی سے ہوتا ہوا، دوسری ندیوں سے حجم میں بڑھتا، اریزد کے پاس سے فلورنس کے میدان میں داخل ہوتا ہے، پھر اپیا سے گذر کر بحیرۂ روم میں گر جاتا ہے' اس دریا کی گذر گاہ کا بیان ۵۲ مصرع تک چلا گیا ہے-

۴۳-سلسلۂ کوہ اپی نن جس کی ایک شاخ پلورس ہے۔

۴۳- سرس ایک بھوتنی جو انسانوں کو سُور بنا دیتی تھی یہاں خوک شہر کیٹو کے باشندوں کو کہا گیا ہے۔

۴۸-اریزو کے اوپر دریائے ارنو خم کھاتا ہے۔

۴۶-سگ یہ اہلِ آرٹینہ ہے۔

۵۱-بھیڑیئے۔اہلِ فلورنس۔دانتے نے گیبلین کو کتے اور گیلف کو بھیڑیئے ٹھہرایا ہے۔ فلورنسی گیلف تھے۔

۵۳-لومڑیاں، اہل پیا۔

۵۸-نبیرہ فلورنس کا سفاک حاکم فلسیری ڈکلبولی

۶۴-دشت پر ہول-فلورنس

۹۱-حدود رومگنا، بحر-ایڈریاٹک 'قلّہ اپی نن

۹۷-۱۰۷-رومگنا کے کئی گھرانے اور افراد

۱۱۵-بگنا کول، ریونہ و فائنزہ کے درمیان ایک قصبہ۔

۱۱۶-کسٹروکار، کینو-دو دیہات

۱۱۸-پگانی یہ فائنزہ کے گیبلین ہیں-دیونیر ڈو پگانی، انتہائی جفاجو اور مکار شخص تھا۔

۱۲۱-یو گولن......ایک بہادر اور نیک نواب

۱۳۱-یہ حسد کی دیونی ہے۔

۱۳۳-یہ قابیل کی آواز ہے۔

۱۳۹-الگورس' پنڈورس ہورس شاہ ایتھنز کی بیٹیاں تھیں-مشتری نے الگورس کو رشوت دی کہ ہورس سے ملا دے-یہ حسد سے مزاحم ہوئی تو پتھر کی بن گئی۔

لُغت-پیغار-کھائی، گڑھا۔

ان کر-جو کام نہ کرنے کا ہو۔

پندرھواں کینٹو

واقعہ- شاعر سخاوت کے نورانی فرشتے سے ملے- اس نے دانتے کے ماتھے کی دوسری پ مٹادی اور پھر ایک درّے سے گذار کر وہ انہیں تیسری لگر پر لے گیا- زینہ پر ورجل نے محبت کا پہلا سبق پڑھایا- لگر پر داخلہ کے وقت دانتے کو عالم رویا میں عاجزی اور انکساری کے مناظر دکھائے گئے- کچھ آگے ایک دھواں دھار علاقہ آ گیا-

دن چڑھا اور ڈھلا تین پہر - اس دوران
کھیل بچّوں کا ہنڈولے کی طرح ہو جیسے
عین یوں جب نظر آتا ہے فضا میں ہیجان

دورۂ مہر کی جتنی تھیں بقایا ساعات ۴
بہر آرام نظر آئیں دواں شام کی سمت
دور ادھر وقت تھا مغرب کا' یہاں آدھی رات

سینۂ کوہ کے گرد اب جو لگایا چکر ۷
ناک کے بانسے پہ کرنیں پڑیں آ کر سیدھی
مُنہ ہوئے غرب کو، ہم ایسے گئے گھوم ادھر

اور لو ایسی چمک ، ایسا لگا لشکارا ۱۰
دوگنا جو کرے برداشت مرا ماتھا اب
اس علامت سے متحیر ہوا میں تو سارا

ہاتھ اٹھائے دھرے یوں اپنی بھنوؤں کے اوپر ۱۳
جس طرح اوٹ بنائے کوئی جب ہو جائے
خیرہ کن روشنی سے آنکھ کا کھلنا دو بھر

سطحِ آئینہ پہ سے یاز سرِ آب کرن ۱۶
منعکس ہو کے پرے کوندتی جائے اوپر
تا کہ ہو سمتِ مخالف پہ وہ پھر نُور فگن

جس طرح پہلے پہل زاویہ کر کے ہموار ۱۹
تارِ شاہ قول کے ساتھ ایک برابر اتری
تجربہ اور نظریہ میں ہو جس کا اظہار

اس طرح سامنے سے عین مری آنکھوں پر ۲۲
منعکس ہونے لگا تیز فروغِ تنویر
جھٹ وہ پسپا ہوئیں تابندگی سے چندھیا کر

"اے مرے پیارے پدر خیرگی ایسی کیا ہے ۲۵
سعی سے بھی جسے ہم رکھ نہیں سکتے اوٹ
ٹھیک انکل سے کہوں ہے یہ ہمارے درپے"

یہ کہا میں نے تو وہ "باعث حیرت کیوں ہو ۲۸
خیرہ کن ہے تجھے گر اب بھی سراپردۂ عرش
ایلچی آیا ہے اوپر ہمیں لے جانے کو

جلد ہی تجھ پہ گراں اب نہ رہے گا دیدار ۳۱
بلکہ ان ہستیوں کے دم سے تری فطرت کو
دیکھنا ہو نہ تجلّیٔ سعادت دشوار"

اس جگہ آئے، جہاں تھا وہ سروش محمود ۳۴
آئی تب اس کی ندائے طرب انگیز۔ ''آؤ
یہ سرا زیر ہے وہ سہل کہ چڑھ جاؤ گے کود''

کوہ پیما ہوئے جب اس سے الگ ہو کر ہم ۳۷
تو سُنا گائے کوئی ''اہل کرم ہیں مسعود
کوئی یہ ''کر لیا قابو اسے تو ہو خرم''

گامزن راہ پہ اب رہ گئے میں اور رہبر ۴۰
کوہ پیمائی کے دوران مجھے دھیان آیا
گفتگوئے سر راہے سے کروں ذہن استر

گھوم کر اس کی طرف میں ہوا اس طرح شروع ۴۳
''روح رومگنا نے پہلے کہا ''بھائی چارا''
مدعا اور تھا کیا جب کہا اس نے ''ممنوع''

اس پہ وہ ''جان کے یہ زخم گنہ ہے ناسور ۴۶
خود پہ نفرین کرے مضطربانہ کہ نہ ہو
سخت رو پیٹ کے دنیا میں اب اس کا مذکور

تم ہوس کرتے ہو باہم جو کبھی ہو تقسیم ۴۹
اور ہر ایک کو کم آئے بقدرِ حصّہ
کیا ملو تم کفِ افسوس۔ حسد ایک لئیم

سرمدی عرش کا شوق ایسے کرے گر تبدیل ۵۲
خواہشیں تم میں کہ لو جادۂ رفعت، تو یہ دل
نہ رہیں پھر کسی اندیشۂ ابتر سے ثقیل

گر "ہمارا" کہیں وافر تو فراوانی اور
چیز بست ان کو زیادہ ملے حصہ رسدی
ایسے حجرے میں بھی ہو لطف کی تابانی اور

۵۸ تب یہ میں: "کر نہیں پایا ہے مجھے یہ کچھ سیر
مر بھکا بلکہ زیادہ ہوں کہ خاموش رہوں
لگ گیا اُلجھنوں کا اور مرے ذہن میں ڈھیر

۶۱ یہ بھلا کیسے کہ تقسیم کرے اک انبوہ
گر کوئی چیز تو ہر ایک زیادہ پائے
نسبتاً جب اُسے ہتھیائے کوئی خاص گروہ؟"

۶۴ اور وہ بارِ دگر "چونکہ ترا ذہن رسا
ٹھس ہے اشیائے زمینی سے طبیعت کا جمود
تیرگی اخذ کرے روشنی حق سے بسا'

۶۷ خیر نا قابلِ تشریح بھی ، بے پایاں بھی
عشق کو یوں متحرک کرے بالا' جیسے
نورِ اجرام نمایاں بھی کرے ، رخشاں بھی

۷۰ مُصرف ذات ہر اک آگ کو اندر بھر لے
خیر افزود ہوئی جاتی ہے جیسے' یوں ہی
آپ کو قوتِ جاوید زیادہ کر لے

۷۳ جھٹ وہ مشتاق تر ارواح کی بن جائے تو اس
بہتر و بیشتر ان میں ہوں محبت پیہم
سب وہ خورشید، وہ سب آئینے باہم عکاس

دیں نہ گر تیری طبیعت کو یہ لفظ اطمینان ۷۶
بیٹرس مل کے تجھے اور کرے گی واضح
بس تجھے دوسرے ہونگے نہ رکھیں اب حیران

اب تجھے سعی مگر چاہیئے پانچوں گھاوٗ ۷۹
مندمل دُکھ سے جو ہوتے ہیں ترے ماتھے پر
جلد مٹ جائیں، انہیں دوسرے دو کے بھاوٗ"

یہ مرے مُنہ پہ اب آیا تھا: "بہت ہولی بس" ۸۲
کہ نگر دیکھ یہ ہم جس پہ تھے، دیکھا مَیں نے
رہ گئی آنکھیں کُھلی اور نہ زباں کھولی بس

دفعتہً مجھ پہ گرفت ایسی ہوئی، میں غرقاب ۸۵
سکتۂ بے خودئ سخت میں تھا۔ پھر دیکھا
ایک درگاہ پہ لوگوں کا امڈتا سیلاب

ایک خاتون گزرتی ہوئی دروازوں سے ۸۸
پیار ممتا بھرے لہجے میں یہ کہتی دیکھی
"پیارے بیٹے یہ رویہ ترا دمسازوں سے

تو مجھے اور ملا باپ کو اب، دیکھ ملول" ۹۱
پھر وہ خاموش ہوئی - اور یہ پہلا منظر
مٹ گیا سامنے سے، بیٹھ گئی اس پر دھول

بعد ازاں - اشک تپاں عارضوں پر موجہ زن ۹۴
درد کو رنج سے کر دے جو مقطّر - اک اور
آئی خاتون، لگی جو مجھے مائل بہ سخن

"تو خداوند ہے اس شہر نمایاں کا اگر ۹۷
کیا رکھیں نام پڑی پھوٹ خداوندوں میں
شعلہ دانش کا اٹھا جس سے وہ اعلیٰ، مجمر

بے حیا باہوں سے لے بدلہ کہ لی در آغوش ۱۰۰
جس نے اس درجہ جسارت سے ہماری بیٹی
او پسترس" تو رکھا اس نے بجا اپنا ہوش

پھر کہا اس نے، زباں نرم تھی، سنجیدہ چہر ۱۰۳
"کیا سلوک ان سے نہ جانے کریں جو ہیں بیزار
ہوں اگر چاہنے والوں سے ہم ایسے بے مہر"

لوگ پھر دیکھے اُگلتے تھے غضب انگارے ۱۰۶
یہ اسے وہ اُسے کہتا ہوا مارو ، مارو
سنگساری پہ اک امرد کو مصمم سارے

پھر دکھائی دیا وہ ضرب اجل سے بے جاں ۱۰۹
خاک پر ڈھیر ہوا ، سوئے فلک بھی لیکن
اس کی آنکھوں کے دریچے سے دُعا بر خیزاں

ربِّ اعلیٰ سے وہ بایں ہمہ تکلیف و تعب ۱۱۲
یوں نگاہوں کو اٹھاتا ہوا ہمدردانہ
سنگدل دشمنوں کے حق میں رہا خیر طلب

دیکھنے کے لئے اب رُوح مری جو آئی ۱۱۵
سچ اوامر جسے رکھتے ہیں رواں سے باہر
غلطی ، جو غلطی تھی نہ غلط - سمجھائی

یوں مجھے دیکھ کے جس طرح بکھر جائے خواب ۱۱۸
میرے مرشد نے کہا چیخ کے "کیا ہو گیا ہے؟
ضبطِ نفس اب ترا آخر کیا ہے کس نے خراب

نیم فرسنگ کے لگ بھگ چلا آیا ہے یوں ۱۲۱
آنکھ دھندلائی ہوئی اور لڑھکتے ہوئے پاؤں
جس طرح خفتہ، نشہ یا جسے چڑھ جائے فزوں"

"اے مرے پیارے بزرگ اب یہ تجھے بتلاؤں ۱۲۴
تو مگر سن کہ دکھایا گیا جو کچھ مجھ کو
پاؤں تھے جکڑے ہوئے سحر میں—اور میں جاؤں"

میں اسے یوں، تو وہ "لاکھ رہے زیر نقاب ۱۲۷
کوئی بھی اس سے مجھے فرق نہیں پڑتا ہے
مجھ سے ممکن ہی نہیں تیرے خیالوں کا حجاب

منکشف ہیں یہ علائم نہ کبھی بند کرے ۱۳۰
اب کسی حال میں بھی خیر پہ تو دل اپنا
یہ وہ کاریز ہے جو سرمدی چشمے سے بھرے"

مَیں نے پوچھا نہ تھا "کیا ہو گیا اس کی مانند ۱۳۳
بے خبر کم نظری سے نہ جسے آئے نظر
تن بے حس میں صلاحیتیں ہو جائیں بند

مَیں نے پوچھا تھا کہ مضبوط ہوں تیرے دل وجاں ۱۳۶
کسلمندی کو جھٹکتے ہیں کچو کے دے کر
جاگ جانے کی گھڑی جب کرے آ کر اعلان"

دن ڈھلے تک رہے ایسے ہی رواں دیکھتے ہم ۱۳۹
دیکھ سکتی تھیں جہاں تک بھی ہماری آنکھیں
مہر ہموار کی پڑتی تھیں شعاعیں کج و کم

کہ ہوا ابرِ دخاں ایک بتدریج بلند ۱۴۲
ہم پہ چھاتا ہوا بڑھتا ہوا مثلِ شب تار
دے سکے ہم نہ طرح، اس نے بھری تیز زقند
نظر و شرط ہوا لے اُڑا ہم سے یکبار ۱۴۵

وضاحت-ابرِ دخاں-غصہ کی علامت جو عقل اور حواس پر چھا جاتا ہے-

تشریحات-۱۰-دوگنا-سورج اور فرشتے کی-

۳۴-یہ فرشتۂ رحم ہے-

۵۱-۴۴-بحوالہ گفتگو گیڈو- کینٹو ۱۴/۸۵

۷۹-دوسری پ مٹا دی گئی-

۸۲-دولتِ روحانی کی تقسیم سے برکت ہوتی ہے-

۹۳-۸۷-پہلا منظر، حضرت عیسیٰ کا معبد-

۱۰۵-۹۴-دوسرا منظر، ہر چند پسترس شاہ ایتھنز ایک ظالم شخص تھا- لیکن محبت کے جنون میں جب ایک شخص نے اس کی بیٹی کو بازوؤں میں بھر لیا اور شہزادی کی ماں نے اس کے قتل پر اصرار کیا تو اس نے یہ جُملے کہے-

۹۷-ایتھنز جس کے نام رکھنے پر دیوتاؤں میں تکرار ہوئی-

۱۰۶-سٹیفن نامی لڑکے کا رجم-

لغت-تارِ شاقول-معماروں کا آلہ جس سے دیوار کی سیدھ رکھتے ہیں-

استر-ہموار، رواں-بمعنی رُوح-

سولھواں کینٹو

واقعہ - دھوئیں میں اندھوں کی طرح ٹٹولتے جاتے تھے کہ شاعروں نے غضب و طیش کا کفارہ کرنے والوں کی دعائے مغفرت سُنی - مارکولمبارڈو کی روح سے دانتے کی بات چیت جبر و قدر کے مسئلے پر تفصیلی بحث۔ چاہیں ہیں سو آپ کریں ہیں...... کے بر عکس اس نے بتایا کہ انسانی فعل و عمل کی راہیں ستارے متعین نہیں کرتے - طاقت کی سرشاری انسان کو گمراہ کر دیتی ہے - چلتے چلتے وہاں آئے کہ دھوئیں کی چادر چھٹنے لگی اور تیسری لگر کا فرشتہ نمودار ہوا -

نرک اندھیارا تھا، بن تارا سیہ آدھی رات
مر بھک آکاش کے اجڑے ہوئے اک چیتھڑے میں
چھائی گہری تھی کہ دے گہری گھٹاؤں کو مات

سخت بُنتی کا مرے سر پہ نہ رو بند کوئی ۴
یوں کسا ہو گا، چھوئیں جب تو چبھے کھردرا پن
جس طرح ہم کو لپیٹے تھی دھوئیں کی لوئی

آنکھ کُھل ہی نہیں سکتی تھی، بھلے سے راکھی ۷
تھا مرے پاس سہارے کے لئے تھام رکھوں
میں بھروسے سے وہ کاندھے کی نمن بیساکھی

جیسے اندھا کوئی اگواؑ کے سہارے جائے ۱۰
ہاڈ جوڑ اپنے تڑا بیٹھے ، نہ رستہ کھو دے
جان سے جائے ، یہ دھڑکا جو گرے ٹکرائے

تلخ آلودہؑ ہوا میں تھا روانہ مَیں یُوں ۱۳
کر رہا تھا مجھے تلقینِ مسلسل رہبر
ہم بچھڑ جائیں نہ آپس میں کہیں دھیان کروں

''پاک فرمائے معاصی سے وہ بزغالۂ رب'' ۱۶
ملتجی رحمت و برکت کے لئے آوازیں
یہ سُنی ہم نے - بڑی درد دہ و داد طلب

حمد بزغالۂ رب سب کے لبوں پر جاری ۱۹
ایک درخواست تھی اک بات تھی، اک لہجہ تھا
تھیں ہم آہنگ بیک حلقہ صدائیں ساری

میں اسے: ''پیرا! مجی ہے جو یہاں چیخ پکار ۲۲
ہیں یہ ارواح؟'' تو وہ مجھ سے بجا سمجھا تو
کھولتی ہیں گرہِ غیض، گلے کا ہیں جو ہار''

''بول تو کون ہے، کیا ہے کہ دھوئیں کو اس طور ۲۵
چیر کر محوِ سخن ہے - لگے جاں دار وہی
غرّہ سے غرّہ جو تخمین کریں وقت کا دَور

جب یہ آواز پڑی کان تو بولا رہبر ۲۸
''دے جواب، اور یہ پوچھ اور یہ دیکھ آیا ہم
ٹھیک چڑھ جائیں گے اس راستے سے پربت پر''

''دست پروردۂ خالق ہے کہ بہر تطہیر ۳۱
آیا ہے خانۂ خالق کو - یہ گھر دل آرا
چل مرے ساتھ سناؤں تجھے کچھ حیرت گیر''

میں اسے یہ تو وہ: ''دستور جہاں تک ہے مجاز ۳۴
مَیں چلوں گا - یہ دھواں کر گیا ہے گو اندھا
گر نہ دیدار، سماعت کے بنیں گے دم ساز

آخر کار اجل کھولے گی ایک ایک نقاب'' ۳۷
تو یہ میں ''عرش پہ جانے کے لئے رہ پیا
دیکھ آیا ہوں میں اس پار جہنم کا عذاب

بار یاب ایسے خدا نے جو کیا ہے یاں تک ۴۰
یوں حضوری کی اجازت جو عطا فرمائی
عہدِ حاضر میں یہ اک بات عجب ہے بیشک

مت چھپا قطع جو کی موت نے، تھی کون حیات ۴۳
اور بتلا مری زینے کی بھی یہ راہ ہے ٹھیک
ترے الفاظ یہ ممکن ہیں بنیں شمعِ نجات''

''میں تھا لمبارڈ، رہی مار کو میری پہچان ۴۶
میں جہاں دوست، یہی قدر عزیز ایسی تھی
نہ بنائے ہدف اس کو کوئی تانے نہ کمان

اور تو ٹھیک ہے زینہ کی طرف گامزناں'' ۴۹
سلسلہ بات کا رکھتے ہوئے جاری پھر وہ
''وعدہ کر خیر مری چاہے گا در باغ جہاں''

میں اسے "ہے مجھے منظور تری خوشنودی ۵۲
وعدہ یہ تجھ سے ہوا - سُن مرے دل کی ورنہ
بھک سے اڑ جائے گا ذہن ایسا ہو بارودی

ایک تو پہلے کہ دوہری ہوئی میری اُلجھن ۵۵
تیرے الفاظ سے ثابت، یہاں جیسے کہیں اور
متن و موضوع مرے مسئلہ کا سب من وعن

جیسے تو نے کہا ویرانہ ہی ویرانہ ہے ۵۸
کہ جہاں خوبی و نیکوئی سے خالی بے شک
سر بسر معصیت آلود خطا خانہ ہے

تو خُدارا مجھے بتلا ہے جو وجہِ قلت ۶۱
ہو یہ معلوم تو مَیں دوسروں کو سمجھاؤں
کوئی دنیا، کوئی عرش اس کی بتائے علّت!"

"ہائے میں" کہہ کے بھری پہلے تو اس نے سرد آہ ۶۴
اور پھر کہنے لگا: "بھائی ہے دنیا اندھی
اور تیری بھی اسی سے رہی ہے رسم و راہ

علّت غائیہ کرتے ہیں جو منسوبِ نجوم ۶۷
رہنے والے ترے ساتھ ایسے کہ قدرت ہو انہیں
متعین کریں راہوں پہ کل اشیا کا ہجوم

ہو اگر ایسا، یہ کر دے ترے اندر برباد ۷۰
اختیار اور کہاں پھر ہے روا کیفیت
تو ہو ناشاد برائی پہ بھلائی پر شاد

نقل و حرکت کو ستاروں کے اثر سے مانو ۷۳
یہ عقیدہ ہے اگر ٹھیک تو پھر کیوں کر ہے
روشنی میں غلط و راست کو تم پہچانو

اختیار اپنا ہے، دم خم ہے کرے یہ برداشت ۷۶
پہلے ہنگام میں تاروں کی کشاکش، پھر یہ
عہدہ برآ بھی مکمل ہو، جو ہو ٹھیک سے کاشت

نیک تر طبع کہ ہے زور پہ، پھر زور آور ۷۹
اس کی مختار رعایا ہو، کرے وہ تخلیق
تم میں ذہن ایسا، ستارہ نہ ہو جس کا داور

آج کل گر یہ زمانہ ہے بہت کج رفتار ۸۲
اس کے اسباب تجھی میں ہیں سراغ آپ یہ ڈھونڈ
راہ سیدھی میں لگاؤں گا تمہیں مخبروار

دستِ مشفق لے اسے چاہت سے جو یوں پیار کرے ۸۵
لائے ہیں بننے سے پہلے کہ یہ روتے ہنستے
ایک بچہ کی طرح کھیل کا کردار کرے

رُوح ہے سادہ و معصوم - بڑی نا آموز ۸۸
دے جو تحریک اسے خالق خوش، تو خوش خوش
دوڑے اِس اُس پہ، توجہ ہو جہاں پر مرکوز

پہلے تو ہیچ زر و مال کی ہو خواہشمند ۹۱
دوڑے دم خوردہ بہت تیز کرے چھان پھٹک
ضبط کے زور سے ڈالے یہ محبت پہ کمند

زورِ آئین کا ضبط اس لئے ہم کو درکار ۹۴
اور حاکم بھی کہ جو رکھ سکے ، اور رکھے بھی
شہرِ حق نور فشاں، ورنہ کم از کم مینار

ہیں تو قانون مگر کون بنائے انہیں سخت ۹۷
کوئی بھی تو نہیں - آگے جو گڈریا جائے
وہ جگالی تو کرے ، سم نہیں رکھے دو لخت

اس لئے بھانپ کے ریوڑ بھی، کہ وہ رکھوالا ۱۰۰
چیز بست ان کو فراہم کرے اپنے جی کی
سب ہڑپ کر گئے، کچھ بھی نہیں دیکھا بھالا

اب یہ توجیہہ کہ دنیا ہوئی کیوں بے کردار ۱۰۳
وہ نہیں بلکہ سیہ کار ہے فطرت تم میں
اور اس میں جو حکومت کا ہے بد نظم شعار

کی بھی جب روم نے ماضی میں جہاں کی اصلاح ۱۰۶
پاس پاس ایسے تھے دو سورجوں میں دو رستے
اک پہ دنیا کا بھلا ، ایک میں عقبیٰ کی فلاح

ایک نے دوسرے کو ختم کیا - اب شمشیر ۱۰۹
مل گئی فرد ریا کار سے ، جب بھی یوں ایک
دوسری میں ہوئی ضم - ملک ہوا بے تدبیر

ایک کو دوسرے کا خوف کہاں، جب اک ذات ۱۱۲
قابض ان دونوں پہ ہو- کیا یہ نہیں ہے ایسا
اپنے پودے پہ پڑے پھل، کرو گندم ہی کی بات

پو اور ایڈیج سے ہوتی ہے جو مٹی سیراب ۱۱۵
شورش انگیزیٔ دوران فریڈرک سے قبل
عام ہر سمت تھے اہلیت و شرم و آداب

اب تو چھٹی ہے کھلی شہدے لفنگے آزاد ۱۱۸
لین دین اور لب و لہجہ میں اصول اور نہ لحاظ
ضبط و نظم اک بھلے مانس کو نہیں ہے اب یاد

تین باریش سفید آج بھی ہیں، پر بیزار ۱۲۱
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
اب خدا ہی انہیں دِکھلائے زمانے کی بہار

نیک جیرارڈ و کن راڈ پلازو - وہ دو ۱۲۴
اور گوئی کاسٹل اس کو تو کہو بہتر ہے
سادہ لمبارڈ، گر اظہار فرانسیسوی ہو

مان لو، گر گیا دلدل میں کلیسائے روم ۱۲۷
اقتدار ایک میں ہر دو کا - یہی جدوجہد
آپ مذموم، یہ پشتارے و ہر شے مذموم"

"مارکو" میں یہ اسے "خوب سنائی روداد ۱۳۰
اب سمجھ آئی کہ محروم وراثت کیوں ہے
آخر کار لیوی نسل کی ساری اولاد

گمشدہ نسل کا ہے کون نمونہ یہ فرد ۱۳۳
تو جو کہتا ہے کہ جیرارڈ رہا ہے چندے
بر بری بیخ کنی کے لئے مصروف نبرد؟"

''امتحاں ہے مرا مقصود کہ ازراہِ فریب ۱۳۶
یہ اچنبھا ہے کہ پوچھے مجھے جیرارڈ ہے کون......''
اس طرح پھر ''لب ٹسکن کو تو دیتا نہیں زیب
گر یہ کافی نہیں، کیا اور بتاؤں القاب ۱۳۹
اس کی بیٹی گیہ نے نام کیا ہے روشن
تم حوالہ بخدا - ساتھ کی باقی نہیں تاب
دیکھ جمگھٹ ہے شعاعوں کا دھوئیں کے اس پار ۱۴۲
اور اُجالا ہے سفیدی کو کروبی نے وہاں
وہ مجھے دیکھ نہ لے، اس لئے لازم ہے فرار!''
نہ سنے گا' وہ مُڑا اور ہوا تیز رواں ۱۴۵

وضاحت - غصے میں آدمی اندھا ہو جاتا ہے۔ پس دانتے نے اس کیفیت کو دھوئیں سے ظاہر کیا ہے۔ حبس دروں! مارکو لمبارڈ جو اس کینٹو کا مرکزی کردار ہے' ایک خوش طبع اور کشادہ دل شخص تھا - مگر پھر چڑھ جائے تو ایسا بے وفا ہو کہ کہیئے -

اسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہے!

تشریحات - ۱۶ - یہ آوازیں مغضوب الغضب افراد کی ہیں -

۱۹ - تیسری گگر کی دعا اے بزغالہ' رب تو دنیا کے گناہوں کا تدارک فرما ہے ہم پر رحم کر'' - مراد حضرت عیسیٰ -

۲۶ - کیلنڈر، رومی مہینے کا پہلا دن - غرہ

۵۵ - ایک تو پہلے کہ دوہری - پہلے تو گائیڈو ۹۷/۱۴ کی باتوں سے' اب مارکو کی بحث سے یہ مسئلہ پیدا کہ در کوئے نیک نامی مارا گذر نداند - یعنی بداعمال شاخسانہ تقدیر ہیں ستاروں کے تابع اثر، یا انسان کار مختار ہے -

۶۷-مسئلہ جبر وقدر اس کینٹو کا تمام تر موضوع ہے۔مغضوب معتوب کیوں ہو کہ وہ اس عالم میں اپنا آپ کھو دیتا ہے۔

۸۸-گڈریا-پوپ-

۹۹-"اور اونٹ تمہارے لئے حرام ہے کہ جگالی کرتا ہے۔ مگر اس کے سم دو لخت نہیں ہوتے-

۱۱۵-پو اور ایڈیج کے درمیان لمبارڈی کا علاقہ-

۱۲۱-تفصیل تین باریش بزرگوں کی اگلے کینٹو میں آئے گی-کن راڈ-گیلف ٹسکی میں ممتاز منصب کا حامل جیرارڈ......سپہ سالار ٹری ویزو میں شرافت کا نمونہ، گوئی کاسٹل، ٹری ویزو کا باشی، نیک کہ لوگوں کو روپیہ بلا سود دیتا تھا-واضح ہو ربا از روئے شریعت کلیسا ممنوع ہے-مگر دانتے کا زمانے آتے آتے یہ حکم محض کاغذی ہو کر رہ گیا تھا-

۱۳۳-گیاء-جیرارڈ نیکدل کی بیٹی جس کی شہرت اچھی نہ تھی-

لُغت-لوئی، پشم کی گرم چادر عموماً کالی-

ثمن-ٹھوس، مضبوط-

اگوا-رہنما، آگے چلنے والا

نرک اندھیار، ظلماتِ دوزخ

سترھواں کینٹو

واقعہ - گھٹا ٹوپ دھوئیں سے باہر نکل کر دانتے نے ''عالمِ واہمہ'' میں مغضوب الغضب نمونے دیکھے - فرشتہ نے اس کے ماتھے کی تیسری ''پ'' مٹا دی - دعائے خیر و برکت کے بعد اگلے زینہ کی راہ دکھائی - سب سے اوپر کی سیڑھی تک پہنچتے پہنچتے رات نے آلیا - آگے چڑھنا ممکن نہ رہا - ورجل نے اس دوران لگروں اور گناہوں کی نوعیت سے آگاہ کیا -

سوچ، پھنس جائے پہاڑوں میں کبھی تو قاری
اس طرح دھند میں جھانکے، چھچھوندر کوئی
کھال کے بیچ میں سے جھانکتی ہو - بیچاری

اور چھٹنے لگیں نم خوردہ بخارات گھنے ۴
تو جھجکتی ہوئی خورشید کی پہلی ٹکیہ
پتلی جھلملیوں میں سے تجھ پہ ذرا ماند چھنے

کر سکے پھر یہ تصور بھی بآسانی خوب ۷
کس طرح عین مجھے بھی لگا ہوگا سورج
مَیں نے دیکھا اسے جب واں کہ رہا تھا وہ ڈوب

اعتماد انہ قدم بر قدم آیا میں یوں ۱۰
ساتھ رہبر کے، گھٹا میں جو ہوئی صاف کرن
گرچہ ماحول تھا نیچے سرِ ساحل شب گوں

قوتِ واہمہ کرتی ہے ہمیں خود سے دُور ۱۳
یوں کہ بن جائیں سراسیمگی سے ہم بہرے
زور سے گونجتے ہوں گو کئی سرنائی صور

کون حرکت تجھے دیتا ہے پڑیں شل جو حواس ۱۶
اغلباً عرش کا نور - اور یہ فرمائے نزول
آپ حق ساختہ، یا تجھ میں ہے یہ ذات اساس

تھی مرے واہمہ پر ثبت زبوں سنگدلی ۱۹
چہچہاتی ہے جو گیت ایسے زیادہ تراب
کہ بہ ایں وجہ اسے شکل پرندے کی ملی

یوں مسلّط ہوئی یہ، بند ہوا ذہن دروں ۲۲
اس میں در آیا نہ کچھ، کی نہ توجہ اس نے
گو بروں قافلے گذرا کیے کیا گوناں گوں

پھر اسی عالمِ تخیل میں دیکھا اک شخص ۲۵
بر سرِدار کشیدہ تھا بہت اونچا وہ
دہشت اس کی نظر تند میں تھی محوِ رقص

ملکہ استھرِ نیک اور سیورث اعظم ۲۸
یہ بھی تھے اور وہیں مورڈکائی بھی تھا
حق پرست اور عمل قول کا ایسا محکم

اس طرح ٹوٹ گیا آپ ہی پھر یہ منظر ۳۱
جس طرح سطح پہ پانی ہی کی پھٹ جاتا ہے
زور سے بلبلہ دریاؤں کے اندر بن کر

پھر مرے خواب میں دوشیزہ نمودار ہوئی ۳۴
بین کرتی "ملکہ عالیہ! تقدیرِ غضب
خودکشی کے لئے کس واسطے تلوار ہوئی

جان دے دی نہ تری لو بنہ گم ہوجائے ۳۷
گم مگر ہو گئی تو - اور فقط اب مَیں ہوں
نوحہ گر، ماں کہ ترے واسطے یوں چلائے"

ٹور دھاوا کرے جس طرح مندی آنکھوں پر ۴۰
نیند اچٹ جائے نہ لیکن اسے جھٹکیں جب تک
رسمساتی ہی رہیں دیر تلک یہ کھل کر

تھی یہی میرے خیالات کی بھی ریخت شکست ۴۳
ہو نہ برداشت وہ چندھیاتی ہوئی تیز چمک
کوند کر جب مری آنکھوں میں ہوئی تھی پیوست

مَیں کدھر جاؤں نظر چار طرف دوڑائی ۴۶
"یہ جگہ ہے کوئی چڑھ جائے یہاں سے بے خوف
کچھ تسلی ہوئی یہ پاس سے آواز آئی"

کھلبلی، کون مخاطب ہے اسے مَیں دیکھوں ۴۹
کھلبلی مچ گئی ایسی نہ مجھے چین پڑے
جب تلک صاحبِ موصوف کو اب دیکھ نہ لوں

فرطِ انوار سے خورشید ہو نظارہ سوز ۵۲
تاب لائے نہ نظر - میرے قویٰ سب ایسے
مضمحل پڑ گئے، تھی کیفیت ایسی دلدوز

"آشکارا کرے ہے راستہ بالا اپنا ۵۵
قدسیٔ پاک اسے گو نہیں پوچھا ہم نے
وہ جو اوڑھے ہوئے جاتا ہے اُجالا اپنا

آدمی ذات سے کیجئے نہ توقع یہ سلوک ۵۸
پوچھنے کے لئے جب کوئی ضرورت میں رکے
تنگ نظری سے نہ بتلائے، کہ ہو کر مشکوک

پیروی چاہیئے یہ راہ نمائی ہے خوب ۶۱
رات سے پہلے چڑھیں جس قدر امکان میں ہے
رہ نوردی کہاں پھر، ہو گیا سورج جو غروب"

قائد ایسے تو بڑھے تیز قدم ہم یکجان ۶۴
پاؤں رکھا ہی تھا زینے کے قدمچے پر ابھی
اوگھٹ اک دم ہوئی آغاز وہیں پر سے چڑھان

جس طرح، جھلنے لگا اک پر پراں سراسر ۶۷
پھر صدا آئی "مبارک" - یہ مزید اور سنا
"صلح کل جن کے دلوں پر نہیں غصّے کا اثر"

ہو گئیں آخری ضو بار شعاعیں آڑی ۷۰
رات اب پھیلتی جاتی تھی بڑی تیزی سے
عرش پر ہونے لگی تاروں میں تاڑا تاڑی

ہائے اے میری سکت سلب ہوئی تو یکسر ۷۳
دھکدھکی لگ گئی ہے یوں مرے اندر، گویا
بیڑیاں پڑ گئیں من من کی مری ٹانگوں پر

اوپر اس زینہ پہ اس حال میں اب ہم آئے ۷۶
تن بدن کا کوئی حصّہ بھی ہلائے نہ ہلے
اک سفینہ کہ دروں آبِ کم و کم آئے

اس نئے دائرے کی حد پہ لگائے ہوئے کان ۷۹
سعی کی مَیں نے سُنوں کوئی جو آواز آئے
اور پھر گھوم کے مرشد سے سخن زن: ''ذی شان

پدرِ من ! مجھے بتلا یہ جہاں پر ہم ہیں ۸۲
کِن گناہوں کی ہے تطہیر یہاں پر جاری
تو قدم روک، نہ پر بات کے جو دم خم ہیں''

تو وہ یہ ''فرض بُھلا ڈالے اگر خیر کی چاہ ۸۵
پھر کیا جائے ہے وہ عالمِ بالا میں بحال
کام چپو کرے دوبارہ، ہوا تھا جو تباہ

اور یہ مسئلہ دراصل ہے تصریح طلب ۸۸
تُو ذرا غور سے سُن، ہم جو رکے مجبوراً
فائدہ مند کریں، وقت میسر ہے جواب''

پھر سخن سنج ہوا: ''ہو تجھے معلوم پسر ۹۱
جب مجازی نہ حقیقی تھا محبت کا وجود
تب نہ خالق تھا، نہ مخلوق - تجھے ہے یہ خبر؛

جو حقیقی ہے نہیں ہو وہ غلط کوش کبھی ۹۴
دوسری وہ، بسا اوقات بھٹک سکتی ہے
غلط القصد ہو، یا حد سے بڑھے جوش کبھی

جب اسے خوب تریں کا ہو مکمل ادراک ۹۷
اور ہو خوب کا بھیٔ ایک مناسب حد تک
پائے تسکین جو اس سے تو وہ ہے نقص سے پاک

ہاں یہ مائل بہ بدی ہو، کرے یا خیر تلاش ۱۰۰
یہ بسرعت تو اسے سست روی سۓ تب تو
صنعت اپنی کرے گا صانع صنعت خود تاش

دھیان کر تجھ میں محبت یہی وہ بیج بنے ۱۰۳
جس سے پیدا عملِ نیک ہو، یہ تا دیبی
فعل مذموم کا باعث بھی بتدریج بنے

خیر خواہی تو محبت کو ہوئی ہے مرغوب ۱۰۶
پھر تو مطلب یہی بے شک ہوا خود بیزاری
کیفیت وہ بھی نہیں دے جو پناہ مطلوب

خود کفیل ایک الگ ہستیٔ اولیٰ سے - قیاس ۱۰۹
کوئی بھی کر نہ سکے - ازرہِ تمثال امر -
پس ابا کا نہیں امکاں نخستین اساس

ماتقی - (اب یہ مہارت سے بتاؤں گر ٹھیک) ۱۱۲
چاہ دکھ کیٔ کہ پڑوسی کو بھی دکھ ہو یہ چاہ
تیری مٹی میں کرے تین جڑوں سے تحریک

ایک کو چاہ پڑوسی نہ رہے آسودہ ۱۱۵
اس کی آسودگی مل جائے اسے صرف یہ چاہ
دے یہ ترغیب کرے اس کا نسب آلودہ

ایک کو ڈر کہ نہ رہ جائے کہیں خود محروم ۱۱۸
غیر اگر مرتبت و مال سے عزت پائے
سو یہ بے چارہ و بد خواہ خراب و مغموم

اور ایک اپنی خرابی کے سبب ہے محزوں ۱۲۱
انتقام اس کو ہمیشہ کئے رکھے بے چین
رکھے آمادۂ فتنہ اسے ہر وقت جنوں

دھوئی جاتی ہے وہاں تحت یہی تہری چاہ ۱۲۴
کروں آگاہ کہ اک اور بھی ہے قسم اس کی
طرز بے ربط سے چلتی ہے جو اچھائی کی راہ

ذہن میں ایک کے موہوم بھلی سوچ آئے ۱۲۷
دستیابی کے لئے خوب تگ و دَو اس میں
اور پھر پاؤں میں جس طرح کہیں موچ آئے

آئے یوں جستجو و فکر میں جب نیم دلی ۱۳۰
ماحصل اس کا سمجھ لو کہ پشیمانی ہے
اس گگر پر ہے وہی سرزنش اس طور ملی

جو سعادت نہیں لائے ہے اک اچھائی دگر ۱۳۳
وہ مبارک نہیں - اس خیر حقیقی کے بھی
جو بھلے ہیں، نہیں ہیں اس میں وہ اصل اور ثمر

چاہ اس سے کرے بیحد تو اسے پچھتاوا ۱۳۶
تیسرے تختے' پہاڑی پہ وہ بھگتے اوپر
اور یہ تین گنا بھی - نہ کہوں میں دھاوا

کیوں ہے یہ - سوچ جواب اس کا یہ غور آپ ہی کر"

وضاحت - چھچھوندر کی بہت چھوٹی آنکھیں ہوتی ہیں جس سے عام خیال یہ ہو گیا کہ وہ اندھی ہے، شیکسپئر نے ٹمپسٹ میں اسے کور موش ہی لکھا ہے پلائنی کے مطابق بھری دھوپ میں چھچھوندر مر جاتی ہے۔

تشریحات - ۳۰-۱۹ یہ تین خیالی مناظر غصہ کے مظہر ہیں۔

۱۹ - یہ پرکنی ہے تفصیل کے لئے کینٹو ۱۳/ ۹ غصہ اعزہ سے۔

۳۰/ ۲۵ - مورڈوکائی ہامان کے سامنے کورنش نہیں بجالایا - اس وزیرِ مملکت نے طیش میں سارے یہودیوں کے قتل کا حکم دے دیا - ملکہ استھر نے شاہ سیورث سے سفارش کی تو ہامان کو پھانسی دے دی گئی - غصہ خدا کے برگزیدہ بندوں کے خلاف۔

۳۹/ ۴۴ - لوینہ دختر شاہ لتنس کی منگنی ترنس سے ہوئی - ساس اماتا کو غلط فہمی ہوئی وہ لڑائی میں مارا گیا - اس نے خودکشی کر لی - طیش میں دشمن لائے۔

۴۷ - انکساری کے فرشتے کی آواز۔

۶۸ - تیسری تگر کی دُعا - مبارک ہیں امن پسند۔

۶۹ - بے جا غصہ اور بجا ناراضگی۔

۹۳ - دانتے نے فطری اور شعوری محبتوں کا عقیدہ پیش کیا ہے، ہم اسے حقیقی و مجازی کہہ سکتے ہیں، حقیقی بے عیب ہے مجازی سقیم، بے اعتدالی کی اور نقص پر روصورتیں دھار سکتا ہے۔

۹۷ - خوب تریں، عشق الٰہی اور تمام خیر کہ اس سے وجود میں آیا۔

۹۸ - خوب - وہ تمام اشیاء خدا کے بعد جن کی خواہش ہے۔

۱۰۳ - محبت اچھائی اور برائی ہر دو کی جڑ ہے، پھر دانتے سقیم محبت سے بحث کرتا ہے

(ا) اس میں اپنی ذات سے محبت داخل نہیں۔

(ب) پڑوسی کی بدخواہی، یعنی انسانیت کے خلاف رویہ - بے اعتدالی - اس کے مظہر ہیں - غرور - حسد - غصہ یہی تہری چاہ ہے۔

اٹھارہواں کینٹو

واقعہ- دانتے کے استفسار پر ورجل نے محبت پر اپنا دوسرا نقطۂ نظر پیش کیا- اس نے جبر کے خلاف مسئلہ اختیار کی وضاحت کی- اسی اثناء میں مہ نیم بریں نے آسمان پر بلند ہو کر ستاروں کو مدھم کر دیا- دانتے اونگھ رہا تھا کہ ارواح کے غل نے چونکا دیا- تساہل اور چستی کے نمونے نظر آئے- راہب سان زانو پاس آیا، اس نے خانقاہ کے حالات سنائے اور شاعروں کو راہ پر ڈال دیا-

ختم استاد بزرگ ایسے یہ کر کے برہان
غائرانہ مرے چہرے پہ گڑوے نظریں
دیکھتا تھا کہ ہوا بھی مجھے کچھ اطمینان
مضطرب گرچہ رکھے تھی مجھے اب اور ہی پیاس ۴
جب بظاہر ہوا میں خود سے بباطن گویا
"دق نہ ہو- میرے سوالات پہ بیحد و قیاس"

وہ حقیقی پدر ایسا تھا، مری یہ ڈرپوک ۷
بے صدا بات مگر بھانپ گیا اور وہ بول
دے گیا بول کی دوبارہ سکت، سو بے ٹوک
میں یہ گویا ہوا: "آقا یہ بہ خوش اسلوبی ۱۰
نور تیرا کرے روشن مرا مدھم ادراک
ترے الفاظ کے معنی کی عیاں ہو خوبی

مہرباں محترم استادِ من ازراہِ کرم ۱۳
کر بیاں شرح محبت بھی کہ تیرے نزدیک
اس پہ مبنی ہے عمل فعل کا سب حسن و ذم

تب وہ: "کر میری طرف صاف نگاہِ ادراک ۱۶
تا کہ واضح کروں آسان یہ نکتہ تجھ پر
راہبر کورؔ تو پھر راہ بجھائی دے خاک

روح تخلیق ہوئی شوقِ محبت لے کر ۱۹
ذوقِ حسن اس میں جو پیدا کرے تحریکِ طرب
ہو رواں تیز ترک دیکھ کے یہ شے خوش تر

کھینچ دیتا ہے خیال اصل کی تصویر دروں ۲۲
کیفیت پھر تجھے دکھلائے وہ افشا کر کے
کہ تیری ذات پہ کر جائے سراسر افسوں

بے خودانہ اسے چاہے تو محبت ہے یہ چاہ ۲۵
تجھ میں فطرت کرے مضبوط پھر اپنا بندھن
تازہ دیتا ہے گرہ جس میں طرب خاطر خواہ

جیسے خود شعلے کو کرتا ہے بلند اس کا وجود ۲۸
اپنے مادے کی جانب یہ لپک کر جائے
جس طرح بیشتریں اس کا ہے امکان شہود

رُوحِ مشتاق میں پیدا ہے اسی طور مراد ۳۱
چین پائے نہ یہ وہ جذبۂ روحانی ہے
شئے محبوب سے جی بھر کے نہ جب تک ہو شاد

کیا سمجھ آتے نہیں وہ تجھے حق بے گانہ ۳۴
ہر محبت کو جو بالذات کہیں مستحسن
ہو کسی نوع کی بھی - اصل کہ محض افسانہ

دیں دلیل اس کا ہیولیٰ لگے عمدہ دائم ۳۷
لیکن اعلیٰ ہو اگر موم تو یہ شرط نہیں
جب لگائیں تو سدا نقش ہو سالم قائم"

"یہ محبت ہے" کہا میں نے "کھلا اب مفہوم ۴۰
کچھ توجہ سے مری، کچھ ترے الفاظ بلیغ
لیکن اب مجھ پہ کرے اک نیا ابہام ہجوم

جب محبت کا ہے باہر سے بلاوا ہم پر ۴۳
روح کھنچتی ہوئی اس سمت چلی جاتی ہے
راست جائیں کہ غلط کیوں کوئی دعویٰ ہم پر؟"

تو وہ یہ: "عقل سمجھ سکتی ہے جو فرق عیاں ۴۶
میں وہی تجھ سے کہوں، بیٹرس آگے بتلائے
مرحلہ چونکہ ہے، جس کے لئے درکار ایماں

واقعی شکل کہ مادّہ سے آمیختہ ہے ۴۹
اس میں ہر گاہ ممیّز ہے مگر مستلزم
متکمل صفت اک اس میں جدا بیختہ ہے

نہ اسے دیکھ سکیں ہو نہ اگر یہ فعّال ۵۲
اثرات اس کی ہیں پہچان کہ جس طرح حیات
سبز پتّوں سے نمایاں کیا کرتا ہے جمال

علل غائی ہوئیں عقل کو کیسے معلوم ۵۵
پہلی تشویق کی سمت اس کے ارادے کا مشیر
کیا ہے۔ انسان تو ورنہ ہے جہول اور ظلوم

تم میں یہ امر جبلّت ہیں اسی کی مانند ۵۸
شہد تیار کرے شہد کی مکھی جیسے
اوّلیں عندیہ یہ لائق نفریں، نہ پسند

اب دگر عندیے اس میں جو کریں سارے ضم ۶۱
قوت اک باطنی تم میں ہو ہدایت فرما
پھر رکھو دیکھ کے تسلیم کی چوکھٹ پہ قدم

ہیں تمہاری یہ صلاحیتیں سب وابستہ ۶۴
اک اسی قاعدے سے ان سے درشتانہ کرے
سلب یہ اصل محبت کو، جو ہیں بے رستہ

کہہ تخلیق کی کی عقل سے تحقیق دقیق ۶۷
حریت پائی یہ وہی سو انہوں نے چھوڑا
نوع انسان کے لئے ورثۂ اخلاق طریق

مان لے تجھ میں محبت ہو مکمل بیدار ۷۰
حسب توفیق وضرورت - رہے مستحکم ذات
تا کہ یہ بات بنائے رکھے تجھ کو مختار

بس یہی جوہرِ قابل ہے جسے نام حسیں ۷۳
قدر بے جبر کا دے بیٹرس' اور بات کرے
تجھ سے وہ اس پر اگر، کر اسے تو ذہن نشیں"

نیم شب ہونے کو آئی تھی بناوٹ میں چاند ۷۶
نئے صیقل شدہ فنجان سا، وہ چمکیلا
اس سے اب پڑ رہے تھے بکھرے ہوئے تارے ماند

بالمقابل وہ سر عرش رواں اس رہ پر ۷۹
جب پڑے لال، تو کورسیکا و سرڈینیا میں
روم سے دیکھ ڈھلکتا ہوا مہر آئے نظر

جو لگا کر پیوٹولہ پہ جنم بھوم کی چھاپ ۸۲
منتوا سے کرے مشہور اسے - وہ سایہ
حل کئے میرے مسائل تھا نشستہ چپ چاپ

مل گئے تھے مجھے سب اپنے سوالوں کے جواب ۸۵
موجز و فہم فزا - اور خیالوں میں گم
مَیں ہوا نیم دراز اور غنودہ کہ شتاب

ہڑ بڑا کر اٹھا، ہشیار ہوا پھر اک دم ۸۸
اک ہجوم آیا تھا پیچھے سے ہمارے نزدیک
گھومتا گھامتا چلتا سرِ راہ پر خم

یوں کہ ہنگامہ بپا شب میں نظر آئے تھے ۹۱
اہل تھیبس، اسمس اسپوس پہ بہر یا خوس
جب مدد اور کرم کے لئے چلائے تھے

گھوم کر موڑ سے چلتے ہوئے وہ گام بہ گام ۹۴
آئے تھے، کھائے محبت کی قسم صدق کے ساتھ
خرم و شاد سواروں کی طرح تیز خرام

اور، پھر آ گیا نزدیک ہمارے یکدم ۹۷
سب کا سب جمّ غفیر ایسا چلا آتا تھا -
دو نفر سامنے آ کر یہ پکارے یکدم

"تیز، تیز، مریم نے کیا رم بہ جبل پھر" "قیصر ۱۰۰
بہر تسخیر ایلرڈا ، ہوا یلغار کناں
مارسلیز پہ - چڑھ دوڑا وہ ہسپانیہ پر

باعث نقص محبت نہ گنوا عمر عزیز ۱۰۳
زود کن زود" - یہ چلائے چنڈاول سارے
"خیر کی سعی کہ مٹی سے اٹھی برکت نیز"

"وائے لوگ اب کریں تعجیل کہ وقت آئے پلٹ ۱۰۶
کھیل کود اور تساہل میں ہوا جو برباد
سود مندی کے لئے نیم دلانہ یہ ہٹ

بخدا جھوٹ نہ بولوں کہ یہ زندہ انساں ۱۰۹
جائے گا عالم بالا کی طرف، وقتِ طلوع
کہہ اگر راستہ ایسا ہے ادھر سے گزراں"

راہبر کا یہ سخن، روح پھر اک بولی یوں ۱۱۲
"اس طرف آؤ ملے گا تمہیں اک گلیارا
دوڑتے پیچھے چلے آؤ ہمارے جوں توں

ہم نہ ٹھہریں، ہمیں چلنے کی لگن ریلے دور ۱۱۵
فرض اپنا یہ بظاہر لگے بد اخلاقی
عرض لیکن ہے کہ اس میں ہمیں جانو معذور

نیک شہ بار بروسہ کا تھا عہد مشہور ۱۱۸
راہب سان زنو میں ہوا دیرِ و نا میں
یہ بدی اب بھی ہے میلان میں جس کا مذکور

قبر میں پاؤں وہ لٹکائے ہوئے اک وال پر ۱۲۱
اسی درگاہ پہ غمگین بہائے آنسو
جس کے صدقے سے میسر تھا رسوخ اور اثر

نامزد کر دیا ہے جسم سے معذور پسر ۱۲۴
وہ نرا کاٹھ کا الو ، وہ غلط پروردہ
جو نہیں مستحق - اب پادری کے منصب پر"

چپ ہوا یا کہا کچھ اور، نہیں یہ معلوم ۱۲۷
بھاگتا، ہم سے بہت دُور گیا تھا وہ نکل
دل پہ تھا حرف یہ حرف، اس نے کہا جو مرقوم

پھر، ہوا تھا نہ جسے میری مدد سے اغماض ۱۳۰
اس طرح: "گھوم ادھر، دیکھ کھنچے آتے ہیں
دوسرے دو، جنہیں الکس سے نہیں ہے اعراض"

"مر گئے پہلے ہی جن کو ہوا قلزم راہ دار ۱۳۳
اور گھر پر نہ ہوا تھا ورثا کا قبضہ
رودِ اردن سے ابھی لوگ وہ اترے نہ تھے پار"

ایک یوں بول کے پھر "نیم دلانہ امداد ۱۳۶
نیک اکسن کے پسر کے لئے جن کی بیکار
غرق غفلت کہ بُری طرح رہے پیچھے یاد"

ڈور جب سارے ہیولے ہوئے اتنے ہم سے ۱۳۹
کہ نہ بالکل نظر آئیں، مرے ذہن و دل میں
پھر نئے اور ادق وسوسے کو دے دھم سے

یہ خیالات یکے بعد دگر، چند بہ چند ۱۴۲
ریلتے ہی رہے تا دیر رواں اور دواں
بے تکے فکر کی رو میں مری آنکھیں ہوئیں بند
اور پھر سوچ ہوئی نیند میں غرق و غلطاں ۱۴۵

وضاحت۔ تساہل و تکاہل مکمل تن آسانی اور سہل پسندی ہے جسے دماغی بے حسی اور جسمانی الکسی تک محدود نہ جاننا چاہئے۔ اس میں شاہجہانی لٹ' اور احدی تو شامل ہیں ہی لیکن یہ افتادِ طبیعت انسانی قوتِ ارادی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے وہ لاتعلقی اور بے پروائی جو صحت مند تفریح سے بیزار کرے یا سیت کو جنم دے سقیم اور مریضانہ جذبات بڑھائے۔ اس میں وہ روّیہ بھی شامل ہے جسے تحمل بردباری یا رواداری کا نام دے کر بدی اور جرم سے چشم پوشی کی جائے۔ یا عزلت گزینی اختیار کرلیں جو زندگی سے فرار ہے۔ فن کار اور مفکر عام طور سے اسی کا شکار ہیں۔

تشریحات۔ ۷۵/۱۹۔ محبت پرور جل کا دوسرا مکالمہ، پہلے مکالمے (۱۵۔۸۱/۴۹) میں دائرہ محبت کے اندر عملی تقاضوں سے بحث ہے۔ یہاں ماہیت عشق کی تصریح ہے۔

۲۰۔ طرب، محبت فطری طور پر اس پر مائل کرتی ہے جس سے مسرت ملے۔

۶۲/۳۲۔ روح و خیال میں کوئی مری چیز ہے، محبت خام خیالی نہیں۔ اس کے لئے کوئی "دگر" درکار ہے۔

۲۸۔ ازمنۂ وسطیٰ میں حکما ارسطو کے ہم خیال تھے، کل شیء راجع الی اصلہا۔ مٹی زمین کی طرف اور آگ آسمان کی طرف رجوع کرتی ہے۔

ع "اپنے مرکز کی طرف مائل پرواز تھا حسن......"

۳۲-محسوس ارادہ بے اختیار مطلوب کی طرف بڑھے کہ وصل سے سرشار ہو۔

۳۵-دلچسپ نکتہ ہے کہ ضروری نہیں محبت جو اچھی چیز کی طرف راغب ہے فی نفسہٖ آپ بھی اچھی رہے اس کی نوعیت بری بھی ہو سکتی ہے بھلی بھی۔ جیسے اگر عمدہ موم پر بے دھیانی سے ٹھپہ لگاؤ تو برا نقش بھی بن سکتا ہے۔

۴۹/۴۳ مسئلہ جبر کے برعکس، ورجل محبت کو اختیاری فعل قرار دیتا ہے، رہی عقیدت اس کا تعلق ایمان سے ہے۔ جو بیٹرس واضح کرے گی۔

۴۹-ہیولیٰ و شکل کا مسئلہ، ہیچ شکلے بے ہیولیٰ قابل صورت نگشت،

۸۲-پیوٹولہ، نواح منٹو میں ایک بستی، ورجل کی اصل جائے پیدائش۔

۹۲-یوبئیا میں دو دریا جن پر تھیبز کے رہنے والے مشعلیں لے کر دوڑتے پھرے اور انگوروں کی فصل کے بچاؤ کے لئے شادمانی کے دیوتا باخوش سے منت سماجت کرتے رہے۔

۱۰۰-حضرت مریم، قیصر پمپے سے مقابلہ کو چلا تو ہسپانیہ میں مارسیلز کا محاصرہ کیا اور اسے ایلرڈا میں شکست دی۔

۱۱۹-فریڈرک بربروسہ جس نے میلان کو تباہ کر دیا۔

۱۳۲-بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی نافرمانی کے باعث چالیس برس صحرائے سینا میں پھرتے رہے۔

۱۳۹-اینیڈ سے-اکسس کا بیٹا، اس نے انہیں سسلی میں چھوڑ دیا۔ جنہیں شہرت کی خواہش نہ تھی۔

لُغت-چنڈاول-ہراول کا متضاد، پیچھے کے لوگ۔

اُنیسواں کینٹو

واقعہ - پو پھٹے، دانتے کو خواب میں ایک خوبصورت بلا نظر آئی۔ سائرن! پھر ورجل سے کہہ کر ایک خاتون نے اس کو سائرن کی اصلیت دکھلائی۔ دن چڑھ لیا تو وہ آگے چلے - وہاں انہیں کروبی ہوش ملا - دُعا درود کے بعد اس نے اگلے زینہ کی سمت دکھلائی - پانچویں لگر پر حرص وطمع کی ماری رُوحیں ملیں - سر فگندہ، دانتے کی پوپ اندرین پنجم سے ملاقات ہوئی -

ساعت ایسی ہے، ابھی چاند ہے ٹھنڈا اس پر
اثر انداز نہیں دن کی حرارت - کہ زمیں
سرد ہے یا ہے زحل کا ابھی مضبوط اثر

آسماں پر کسی موکھے میں سے دیکھیں رمّال ۴
سعد کبریٰ طرفِ شرق، نہ جس پر تا دیر
منجمد رہ سکا ہو تیرگیِ شب کا زغال

عورت اِک آئی نظر خواب میں بھینگی، ہکلی ۷
ہاتھ لنجے، چلے لنگڑاتی ہوئی لولے پیر
زرد کھال اس پہ مڑھی "لوتھ وہ چوڑی چکلی

اور پھر رات کے انگ انگ ٹھٹھرتے بھاری ۱۰
جس طرح پائیں نئی جان، نئے سورج سے
کھول دی میری نگاہوں پہ بھی اپنے ساری

ڈور وہ جس میں تھا اس زال کا اظہار اسیر ۱۳
خوشنما ہوگئی جھٹ اس کی وہ بھونڈی ہیئت
گال کی جھریوں پر پھیر گیا انس عبیر

زمزمہ سنج ہوئی ، ہو گئی آزاد زباں ۱۶
سحر مجھ پر کیا ایسا کہ رہائی مشکل
بھید بھاؤ سے سُنانے لگی یوں خوش الحاں

روپ ونتی وہی ہوں سائرن' اے لو میں ہوں ۱۹
کھوئے جو بیچ سمندر کے کھویّوں کی سدھ
شبد بولوں میں وہ من موہنی گت میں گھولوں

راگ سے مَیں نے ہی بھٹکایا تھا یولیسس کو ۲۲
میں نہ جانوں مجھے جانیں ہیں کہ جانیں، جانا
ہر امنگ اور للک ، دم سے مرے یوں کم ہو"

تھی ابھی راگنی یہ اس کے لبوں پر جاری ۲۵
کہ نظر آئی مجھے دوسرے ہاتھ اک خاتون
دودھیا صاف' غضب کی تھی مگر پرکاری

جو یہ بولی "ارے ورجل ہے یہ کون اے ورجل" ۲۸
اس الفت کے قریب آئی برے طیش میں وہ
یوں اسے دیکھ رہی تھی کہ نہ ہو اس قابل

پھر پکڑ کر اسے بہروپ کیا سارا چاک ۳۱
کھول آ گا' مجھے جب پیٹ دکھایا اس کا
جاگ اٹھا میں، تھی وہ بد بو نہ دیا جائے ناک

مہرباں پر جو نظر کی تو وہ بولا ''سہ بار ۳۴
ہم سے کم، میں نے پکارا ہے تجھے اٹھ اب جاگ
ڈھونڈیئے یاں سے نکلنے کے لیئے راہگذار''

مَیں اُٹھا اور روانہ ہوئے ہم - دن چڑھ کر ۳۷
حکمراں ہو گیا چھجے پہ سرازیری تک
نئے سورج کی شعاعیں بھی عمودی، بڑھ کر

پشت پر پڑ رہی تھیں تیز - چلے جاتے تھے ۴۰
ہم سرِ حلقہ، سرا فگندہ، خیالات میں غرق
نیم محرابچہ سا پل کا نظر آتے تھے

''آؤ گلیارہ ہے یہ'' میں نے سُنی یہ آواز ۴۳
اس قدر لہجے کی دھن، نرم و شفیق و شیریں
دارِ فانی میں سُنیں کاں کہاں ایسا ساز

اس نے اوپر کو اشارہ کیا سوئے منزل ۴۶
راج ہنس ایسے بڑے پنکھ وہ پھیلائے تھا
ہم چلے بیچ میں دیواروں کے، سل اوپر سل

پھڑ پھڑاہٹ سے پروں کی وہ برابر جھلتا ۴۹
اور فرماتا ''مبارک ہیں عزہ دار - ان کے
خوش ہیولوں کو ملے نخل سکوں کا پھلتا''

فاصلہ طے کیا کچھ - رہ گیا تحتان سروش ۵۲
آئے ہم دو ذرا اوپر تو کہا رہبر نے
''کیوں زمیں کو تکے جاتا ہے'' بجا ہیں ترے ہوش''؟

تو یہ میں ''ڈر نہ جھٹک پاؤں ہے ایسا طاری ۵۵
خواب دیکھا ہے پریشاں کن و حیرت انگیز
کہ میں دو نیم ہوا' ہوش و خرد سے عاری''

وہ جواباً: ''کہیں دیکھی نہ ہو وہ کاہنہ زال ۵۸
جس کے جادو سے ہے اوپر کی پہاڑی گریاں
توڑنا دام گراں۔ اور نبٹنا ہے محال

ہے یہ کافی جو کہوں زور سے دے خاک پہ لات ۶۱
دیکھ سلطان ازل کا وہ کرشمہ جس سے
اکبری چرخ بریں کو ہیں مہیا حرکات''

مثل شاہین کہ پنجوں کو تکے پُر بستہ ۶۴
بس نشستہ' وہ مگر ایک ٹکارے پہ جھپٹ
پر کشا، بہر خدا جست بھرے برجستہ

تھا مرا اب یہی انداز - کسی درز میں ٹھیک ۶۷
کوئی چڑھ جائے' جہاں گھوم سکے تختہ پر
جاؤں اوپر کی طرف' سخت ہوئی یہ تحریک

ہم نکل آئے تھے اب ایک کھلے چھجے پر ۷۰
پانچویں یہ گگر - اس پر تھے بکثرت افراد
زاری و گریہ کناں' چہرہ نگوں' خاک بسر

''وائے مٹی میں ملی روح'' یہ ان کا شیون ۷۳
خلط ملط اس میں کچھ ایسے ہوئیں ٹھنڈی آہیں
کہ پڑی کان میں مدھم ہی یہ آوازِ سخن

"چیدہ ارواح خداوند کی، عدل اور امید ۷۶
دیں تمہیں حوصلہ ایذائیں یہ برداشت کرو
ہے گذارش ، کہو ، اوپر ہو کوئی راہ پدید"

"تم پہ ڈنڈوت ضروری نہیں گر بہرِ نجات ۷۹
آؤ جو راہ معطل نہیں، ڈھونڈو جلدی
ہے وہ محفوظ کنارے کی طرف داہنے ہات"

ملتمس جب ہوا شاعر تو جھٹ آیا بھی جواب ۸۲
پھر یہ مفہوم ہوا صاف نکل کر آگے
گفتگو ٹھیک سُنی، اور کیا ٹھیک حساب

اب جو دیکھا اسے، پھر غنچۂ تحقیق کھلا ۸۵
مہرباں سے مری آنکھوں نے گذارش کی تھی
خوشدلی سے مجھے وہ خوب رضا مند ملا

اور شہ پائی جو یوں پھر نہیں دم بھر کو رُکا ۸۸
اور جس روح کے الفاظ نے چونکا یا تھا
میں بڑھا، تھی جہاں گوشہ میں دراز اس پہ جُھکا

یُوں اسے: "روح یہ آنسو ترے بہتے چھم چھم ۹۱
حق تعالٰی کو تو مقبول یہی ہیں - لیکن
تو ذرا دیر کو قابو میں کر اپنا یہ غم

یہ بتا کون ہے لیٹا ہوا یُوں مُنہ کے بل ۹۴
آ سکوں کام وہاں گر تری بخشش کے لئے
پاؤں لایا ہُوں جہاں سے یہ فنا میں بوجھل

عرش کو عرش نے کی پُشت ہماری یہ کیوں ۹۷
یوں جو اوندھے ہیں"۔ کہا اس نے "کہوں گا یہ پھر
سُن مگر پہلے کہ پطرس کا خلیفہ مَیں ہُوں

سستری اور چیاء ویری کے مابین رواں ۱۰۰
اک سبک رود ہے، یہ خوں ہے وہاں کا آورد
اور منسوب وہیں سے ہے لقب بھی ذی شاں

بیش و کم ایک مہینہ میں ہوا تھا ادراک ۱۰۳
ہے گراں جبۂ اقدس پہ تو جا لا ہر بوجھ
ہو یہ خواہش جو رکھا جائے اسے دُھول سے پاک

تب کھلا دل کو میسّر نہیں یک لحظہ قرار ۱۰۶
مرتبہ اس سے بلند اور نصیبہ کس کا
زندگانی سے بڑھا اور مرے دل کا پیار

بندۂ حرص و ہوس میں رہا کیسا بد بخت ۱۰۹
تا حیات آخرِ دم - اور خدا سے غافل
اب یہاں ہوں اسی پاداش میں ماخوذ بھی سخت

کیا کیا کرتی ہے حرص آ کے ہوایاں دریاب ۱۱۲
نادم ارواح کو اس کوہ پہ بہر تنقیح
مل رہا ہے، جو نہیں اس سے شدید اور عذاب

اب یہ آنکھوں کو میسر نہیں دیکھیں بالا ۱۱۵
پس ہیں آلائش دنیا پہ سدا افگندہ
عدل سے روگ وہ پایا ہے، جو خود تھا پالا

چونکہ ہم میں ہوئی تھی نیکیوں کی چاہ فرو ۱۱۸
غرقۂ حرص ادھورے رہے سب کام اپنے
عدل نے سخت کیا ہے ہمیں زندانی - سو

ہاتھ اور پاؤں میں ہر ایک کے زنجیریں ہیں ۱۲۱
جب تلک ہو گا نہ خوشنود خدا، ہم یاں پر
یوں پڑے مضمحل و شل ہیں یہ تعزیریں ہیں

جھک گیا گھٹنوں پہ میں ازرہ تکریم و لحاظ ۱۲۴
اور بولا، مگر انداز مودب کے سبب
کان تک اس کے نہ پہنچے مرے پہلے الفاظ

اور وہ "کس نے کیا ہے تجھے تعظیم پذیر" ۱۲۷
میں اسے "بے ادبی تھا یہ ستادہ رہنا
کہ ملامت مجھے کرتا مرا دیندار ضمیر"

وہ مجھے "بھائی بس اب اٹھ ہو کھڑا سیدھا ٹھیک ۱۳۰
اور مت بھول کہ تو' دوسرے' میں اور یہ سب
ہیں اسی قاہر واحد کے غلامانِ شریک

تو پڑھے ارفع و پاک آیت انجیل اگر ۱۳۳
فاش ہو جائے گا کیوں میرا جواب ایسا ہے
لا مناکح کی سمجھ آئے گی تفصیل اگر

جا کہ اب اور گوارا نہیں یاں تیرا قیام ۱۳۲
تری موجودگی میں اشک رکے جاتے ہیں
ہے تری رائے بھی - اس کو جو کریں تو یہ رام

اک بھتیجی ہے مسماۃ الجیہ - اس پار ۱۳۹
وہ لواحق میں رہی اور بڑی سگھڑ نیک
خانوادے کی بدی سے بچے اس کا کردار
کائنات اب تو مری رہ گئی ہے صرف وہ ایک ۱۴۲

وضاحت - خواب سائرن - رویائے ثلاثہ میں یہ دانتے کا دوسرا خواب ہے- اصطلاح میں سائرن خوش آواز مغنیہ کو کہتے ہیں' یونانی اساطیر میں ایک عورت بلکہ آدھی عورت اور آدھی چڑیا کے بہروپ میں ساحرانہ نغمگی سے مندر کے مسافروں کو پھانس لیتی ہے ورجل نے اسے کاہنہ زال ۵۹/۵۸ کہا، زیریں برزخیہ میں اس کے زیر اثر گناہگاروں کا پرائسچت جاری ہے- شارحین نے سائرن سے مراد للتھ بھی لیا ہے جو آدم کی تخیلی پہلی بیوی تھی - جسے شماعیل (شیطان) نے تصویر کی صورت ان کے ذہن میں مرتسم کر دیا تھا - تب خداوند کو احساس ہوا اور گوشت پوست کی جیتی جاگتی حوا بنادی گئی- بعد کی کہانی میں خواہش محبت کا روپ دھار لیتی ہے جسے مباشرت Succubus (عورت میں Incubus) کہا گیا ہے جس فعل سے توانائی کا ضیاع ہوتا ہے- دوسری عورت واضح نہیں کون تھی، بیٹرس یا لوسی کوئی ہو سکتی ہے-

حرص - دولت اور اس کے ذریعے جو طاقت میسر آئے اور اس کے بعد طلب کا انت نہیں پوپ اڈریان طالع مندی کا نمونہ ہے-

تشریحات - ۵ - سعد کبریٰ) ستارے جنہیں رمال اس وقت دیکھ کر قسمت کا حال بتاتے ہیں جب یہ برج دلو اور برج حوت کے درمیان آجائیں

۲۲ - یولیسس، ہومر کے رزمیہ اڈیسے کا معروف کردار-

۴۶ - یہ ہوش کا فرشتہ طمع و حرص کی زبونی و زیاں کاری سے ہشیار کرتا ہے-

۵۰ - چوتھی پ صاف کر دی گئی - جو گریہ وزاری کرتے ہیں انہیں تسلی دی جائے گی

متی ۲/۵

۷۱-پانچویں گگر- طامع اور حریص مصرفِ کفارہ ہیں-

۸۹- یہ پوپ انڈرین پنجم کی رُوح ہے 1271ء میں پوپ بنا اسی سال مر گیا-

۹۹--یعنی پوپ تھا-

۱۰۰-دو شہر ہیں-

۱۳۰-بطریق قیس پاپا-شادی نہ کرتے تھے رسماً انگوٹھی سے بیاہے جاتے ہیں ایک حلقہ یا منصب کے اعتبار سے

لُغت -زغال-کوئلہ

لوتھ-لوتھڑا-لاش

روپ وتی حسینہ

شبد-بول،لفظ

ڈنڈوت-سلام کورنش

بیسواں کینٹو

واقعہ - پانچویں گگر سے گذرتے ہوئے شاعروں نے ہگ کیپٹ کی آواز سنی جو اپنے خاندان کی زیادتیوں کا گلہ گذار ہے، ایسی ہی متعدد ظالم شخصیتیں، پھر پہاڑ لرز اُٹھے اور سارے ہیولے الحمد کا ورد کرنے لگے۔

پنجۂ آہنی سے ساعد سیمیں کو ہے رنج
پس اسے چین ملنے میں تھا اگرچہ بے چین
تھا نہ لبریز کہ پانی سے نکالا اسفنج

مَیں روانہ مرا رہبر بھی روانہ، ہم راہ ۴
ڈھانگ سے لپٹے چلے یوں، تھی جہاں گنجائش
چمٹے کنگروں سے کوئی جیسے سر شہر پناہ

قطرہ قطرہ جو لبالب، لئے آنکھوں کے گلاس ۷
یوں عرق کھینچ رہے تھے کہ جہاں تھر آئے
تھے وہ پسرے ہوئے بالکل ہی منڈیرے کے پاس

تجھ پہ پھٹکار پڑے بھیڑیئے - باراں دیدہ ۱۰
سب درندوں سے زیادہ کیے ہیں تو نے شکار
اور پھر اور کی ہے تیری ہوس طلبیدہ

لوگ کہتے ہیں کہ گردش تری گرداں گردوں ۱۳
اثر انداز ہے کونین کی تقدیروں پر
کب کرے گا کوئی اک وحشیٔ خونخوار کا خوں

ہم گئے چند قدم اور بہت آ ہستہ ۱۶
ان ہیولوں سے مرا ذہن پلٹتا ہی نہ تھا
آہ وزاری میں جو مشغول تھے یوں دل بستہ

ہم بڑھے جب تو پکار آئی بڑی ہی دلدوز ۱۹
''آہ مریم'' نہ تھی آواز- کہیں ایک کراہ
دردِ زہ میں کسی زن کی لگے زاری پر سوز

پھر مکرّر: ''یہ تجھے دیکھ کے آتا ہے خیال ۲۲
کیسی کنگال تھی تو' لے گئی کھرلی تک بوجھ
قیمتی اور مبارک - وہ دیا اس میں ڈال''

پھر سنا: ''اے بھلے فیبر شیئس اپنا جیون ۲۵
دی یہ ترجیح غریبی میں شریفانہ ہو
ایسا معیوب نہیں ہو کہ سمیٹا کرے دھن''

بول یہ ایسے پسند آئے کہ چلتا ہوا تیز ۲۸
اس ہیولے کے تعارف کو وہاں پہنچا میں
نطق کو جس کی زباں نے کیا تھا دلآویز

مدح کی اس نے نکولس کی - وہ مردِ مرتاض ۳۱
کیا دو شیزگی کو جس نے فراہم ناموس
ہو کے نادار صبیہاؤں کے حق میں فیاض

میں اسے: ''روح کہے جو یہ سخن طبع پسند ۳۴
یہ بتا کون ہے تو' کیوں نہیں تیرے ہمراہ
جو مکرّر کہے اس خوب کو لے جائے بلند

بے صلہ بھی ترے الفاظ نہ رہ جائیں گے ۳۷
متزلزل سفر زیست پہ جب لوٹوں گا
جس جگہ موت اٹل ہے جسے سب پائیں گے"

اور وہ "میری یہ خواہش نہیں آئے امداد ۴۰
اس جگہ سے، مگر اس واسطے بتلاتا ہوں
احتراماً کہ ابھی زندہ ہے تو نیک نہاد

اصل نخلِ متعدی تھا میں ایسا ارذل ۴۳
جس کے سائے میں یہ عیسائی ممالک جھلسیں
اور لذیذ اترے نہ پکا ہوا جس سے کوئی پھل

ڈوئے، لِل، گھنٹ برو جس کریں قوت خاصی ۴۶
مجتمع گر، تو لیا جائے پھر اس کا بدلہ
یہ دُعا اس سے جو ہے منصفِ نیک وعاصی

میں تھا ہگ کپٹ ادھر دوسرے جگ میں موسوم ۴۹
تھے فلپ اور لوی سب مری اولاد ہی میں
اور اک عرصہ فرانس ان کا رہا ہے محکوم

تھا مرا باپ تو پیرس میں قصائی - جس آن ۵۲
سلسلہ پہلے سلاطین کا ہوا ختم - تو پھر
پہننے والا رہا پشم کا بھورا خفتان

مَیں نے لی ہاتھ میں اس وقت حکومت کی عناں ۵۵
اور مضبوط ہوئی میری ریاست پہ گرفت
اس قدر بن گئے جھٹ میرے مددگار وہاں

تاج جس وقت سجایا میرے فرزند کے سَر ۵۸
تو سلاطین کا وہ سلسلہ آغاز ہوا
مسخ سے ہڈیاں ہوتی رہیں باقاعدہ تر

جب تلک اس کو پراونس کے اموال جہیز ۶۱
ننگ بیگانہ نہیں کر گئے - جیسی بھی تھی
نہ ہوئی نسل مری بد عمل و شر انگیز

زور و تزویر سے شیوہ کیا پھر راہزنی ۶۴
اور اس طرح مکافاتِ عمل کی خاطر
نار منڈی لیا اور پانتھیو گاسکنی

چارلس نے بہر مکافات ہی اٹلی جا کر ۶۷
کورناڈن کو کیا ذبح تو پھر تھامس کو
یہ مکافات سوئے عرش دیا اذنِ سفر

صاف وہ دن نظر آتا ہے نہیں ہے کچھ دُور ۷۰
چارلس اک اور فرانسہ سے نمودار آئے
جو اسے اور کرے خود کو جہاں میں مشہور

وہ نمودار نہتہ ، پہ یہودا کی مثال ۷۳
جب فلورنس پہ ٹوٹا تو بجا اینٹ پہ اینٹ
سب کھنڈر کر دیا اس شہر کو کر کے پامال

اور بے ملکا مجسم وہ گناہ و ذلّت ۷۶
بربدی طیب دلی سے تھا سدا آمادہ
تھی نہ درکار کچھ اس کے لئے وجہ و علّت

لے گئے جس کو سمندر میں پکڑ کشتی پر ۷۹
یوں وہ سودا کرے بیٹی کا، کہ بحری قزاق
ایک قلماقنی کا مول کرے بک جھک کر
پھر طمع قہر سوا ڈھائے گی ہم پر کیا اور ۸۲
حق ہے جیسا وہ شفقت نہیں ہے اپنوں پر
قہر ہے خون سفید اب تو ہوئے ہیں اس طور
یہ ستم وہ نہ ملے ماضی و فردا میں نظیر ۸۵
دیکھتا ہوں کہ لِلی روندے الگنا کی حدود
کرے بطریق مسیحا - نہیں عیسیٰ کو اسیر
طعن تضحیک نظر آئے ہے پھر عام ہوئی ۸۸
زندہ دو ڈاکوؤں میں ظلم سے چومیخا ہے
نظر آئے ہے وہی سنگدلی ، تُرشروئی
حاکم نو بھی نظر آئے ہے ظالم سفاک ۹۱
خون ناحق کا ہے پیاسا کہ چڑھائے وہ جہاز
عین معبد پہ بٹھانے کے لئے اپنی دھاک
اے خدا آئے گی، کب جھرجھری آئے گی کب ۹۴
کب نظر آئے گا برجستہ رضا میں مضمر
انتقام ان گنت ، ان دیکھا ترا قہر و غضب
کس جگہ ہے وہ عروس یکۂ فارقلیط ۹۷
ذکر جس کا تھا ابھی، ہانک کے جس نے ترا رخ
کر دیا میری طرف ، اس پہ ہو تنویر محیط

جب تلک دن ہے، دعاؤں کا جواب آتا ہے ۱۰۰
جب گرے پردۂ شب اس کی بجائے واجب
متضاد اور کوئی ہم پہ نصاب آتا ہے

عہد دیرینہ کے پگمولیاں کی اب رو داد ۱۰۳
دزد و غدار و پدر کش جو بنا - یہ اس میں
غیر تسکین پذیر اک ہوسِ زر کا فساد

اور پھر لالچی میڈا اس نے کی جب درخواست ۱۰۶
اس پہ نازل ہوئی اس حرص کی سنگیں پاداش
ہم ہنسی جس کی اُڑایا کریں برجستہ راست

عام موضوع ہمارا ہے اب خبط اچن ۱۰۹
وائے کی مالِ غنیمت میں جو ہیرا پھیری
جو شوا ٹھیک ہی اس پہ ہوا تھا قہر فگن

چاہیئے سیفرہ و زوج کو کیجئے مطعون ۱۱۲
مرحبا، روند گئے ، ہیلی ڈرس کو جو سم،
پولی منسٹور نے جب پولی ڈرس کا کیا خون

گونج اُٹھا اس برے اقدام پہ سارا کہسار، ۱۱۵
بیک آواز یہ پھر ہم، ہے کریس تجھے علم
کہہ تو ونا بھلا کس قسم کا ہے ذائقہ دار

اک، پکارے ابھی تیز اور وہ دیگر مدھم ۱۱۸
جیسے من موج کی تحریک ملائم کہ درشت
ویسے پابند ہوا کرتے ہیں اظہار میں ہم

روزِ روشن میں اکیلا نہ تھا مَیں نغمہ سرا ۱۲۱
ہاں مگر اور کسی کو نہ ہوا یہ بو تہ
اپنی آواز وہ کر سکتا کچھ اونچی ہی ذرا"

ہم اسے چھوڑ کے پہلے کی طرح سعی کناں ۱۲۴
کہ سرازیر پہ چڑھ جائیں کٹھن پگڈنڈی
جس قدر بس میں ہے یہ اور ہے جتنا امکاں

کہ اچانک لرز اُٹھا بڑی تیزی سے پہاڑ ۱۲۷
اور جیسے ابھی ڈھے جائے گا' میں تو ہوا سن
جس طرح کوئی' زمیں میں دیا ہو جس کو گاڑ

یوں تو ڈیلوس کو پہنچا نہیں ہو گا دھچکا ۱۳۰
جب وہاں آئی تھی لیتونہ تو امّ کو جننے
آسماں کا ہوئے مشہور جو زرّیں لچکا

زور سے گونج کے تھرائی تھی ایسے وہ فضا ۱۳۳
مہرباں میرا لپک کر میرے نزدیک آیا
یوں کہا: میری حفاظت میں ہے تو' مت گھبرا"

آس پاس ایک ہی اب ورد تھا الحمد شریف
میرے نزدیک جو تھے بولے وہ الحمد اللہ
ساکت استادہ وہاں عقل پہ ہم وائے خفیف

ان گڈریوں کی طرح جن نے سُنی تھی پہلے ۱۳۰
وہ صدا - اور ہوئی تھی وہ صدا جب خاموش
ساتھ ہی زلزلے سے پھر نہ زمیں بھی دہلے

ہم رواں ہو گئے تھے راہ صفا پر اب تیز ۱۴۲
پٹ ہیولوں پہ ٹکائے ہوئے اپنی نظریں
چھیڑ دی تھی جنھوں نے راگنی پھر درد آمیز

عمر بھر بھی نہیں لاعلمی نے بھڑکائی تھی ۱۴۵
جاننے کو مری بے صبر طلب - جو غالب
حاضر اسرار خفی کے لئے اب آئی تھی

یادداشت ایسی نہیں زیست میں بسری ہوگی ۱۴۸
پُوچھنے کو نہ زیاں وقت کا منظور ہوا
میری آنکھیں ہی بتائیں نہ تھیں وہ اس جوگی
سو میں چلتا رہا، حیرانگی میں چور ہوا ۱۵۲

وضاحت- ہگ کیپٹ - جاہ پرستی کی علامت ہے' حب جاہ برائے دنیا ہو یا برائے دیں، اس کا انت نہیں-

تشریحات- بھیڑیا، باراں دیدہ-طمع-

۳۴-۲۰-قناعت کی تمثالیں-مریم کا ذکر، انتہائی بے بضاعتی میں بیت الحم میں حضرت عیسیٰ کو جنم دیا' پھر رومن قونصل (۲۵) فیبر شیئس نے صلح کے عوض سامانیوں کی پیش کش ٹھکرا دی- پھر مائرا' یسیا کے بشپ نکولس- سانتا کلاس کا حوالہ (۳۲) چوتھی صدی عیسوی تین نادار بہنوں کے گھر میں اشرفیوں کی تھیلی ڈال دی کہ بیاہ رچا سکیں امریکی نو آبادکار ڈچ اس سینٹ (سانتا) کے یوم پیدائش پر کام بند کر دیتے تھے-کلوز (کلاز)-

۴۳- متکلم ہگ کیپٹ فرانسیسی شاہان کیپیٹی کا جدِ امجد جو اڑھائی سو برس تک حکمران رہے-

۴۶-فلانڈرز کے چار شہروں کے نام

۵۰-فرانس کے بادشاہ عموماً فلپ اور لوئی کہلاتے تھے-

۶۲-دولت جو شادیوں سے جہیز میں آئی-

۶۹- مکافات، طنزیہ دہرایا گیا ہے-

۷۹- چارلس ایخو دوئم کو ہسپانوی امیر البحر نے پکڑ لیا- بعد ازاں بدنامِ زمانہ ازو سے بھاری رقم کے عوض بیٹی کی شادی کر دی-

۹۰- دو زندہ لٹیرے، بمقابلہ دو لیٹرے جن کے درمیان حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی-

۹۷- مراد حضرت مریم-

۱۰۳-۱۷- ہگ کیبٹ کی بیان کردہ تمثالیں- پہلی اینیڈ سے دیدو کے بھائی پگمولیاں کی جس نے ہوسِ زر میں بھائی کو مارا، دوسری شاہ مینڈاس کی جس نے خواہش کی جس چیز کو چھوئے سونا بن جائے، کھانے پینے سے رہ گیا، تیسری انجیل سے، اچن نے اس مالِ غنیمت میں خیانت کی۔ جو اللہ کے نام پر چڑھانا تھا' جوشیا نے سنگسار کرا دیا- چوتھی ایسی ہی خیانت کی پاداش میں سبغرہ اور اس کا خاوند پطرس کی ملامت پر فوراً مر گئے- پانچویں توریت سے، شاہ سیلوکس کا ناظم الامور ڈورس یروشلم کا ہیکل لوٹنے آیا تو گھوڑے کے سموں تلے روندا گیا، چھٹی پھر اینیڈ سے پولی منسٹور نے سونے کے لالچ میں پولی ڈورس کو مار ڈالا- ساتویں کلاسیکی تواریخ سے- کریس، جولیس سیزر اور پمپے کے ساتھ ترام وریکارکن تھا- پارتھیوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ فاتح نے لالچی کے حلق میں سونا پگھلا کر ڈال دیا- (۱۱۴)

۱۳۱- ڈیلوس، یونانی مجمع الجزائر میں ایک تیرتا ہوا جزیرہ، جونو سے تنگ آ کر لیٹونہ نے یہاں آ کر اپنے توام بچوں اپالو اور ڈیانہ کو جنم دیا- جو آسمان کی روشنی کہلائے (لچکا)

۱۳۶- فرشتوں کا گیت جو حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر انہوں نے گڈریوں کو سنایا- دوسرے تحمیدی قول ہیں حمد باپ کی، سب حمد تجھی کو سزاوار ہے-

لغت-

۱- صبیاؤں- صبی کی مؤنث صبیہ کی جمع لڑکی-

۲- مسح- بادشاہوں کو تخت نشینی کے وقت دیتے

۳- جوگی- قابل

اکیسواں کینٹو

واقعہ- پانچویں لگر پر شاعر سٹیٹس پیچھے سے آن کر ورجل کو ملا' اس نے بتایا کہ لرزش وشورش کا سبب کسی روح کا عالم صعود میں داخل ہونا تھا اور خود اس نے بھی یہ رہائی پانچ سو سال بعد پائی تھی- اس شاعر نے ورجل سے ملنے کی خواہش کی' ورجل نے دانتے کو اشارے سے روکا کہ اس کی اصلیت ظاہر نہ کرے، مگر وہ ہنسی پر قابو نہ رکھ سکا اور سٹیٹس اسے پہچان گیا۔

قُدرتی پیاس کسی طور بُجھائے نہ بنے
ماسوا بھیک کے پانی سے کہ ہو مفت عطا
اور جو سامریہ میں تھا اک زنِ نادار کنے

میں نڈھال ایسے تھا' عجلت تھی کہ مجبور کرے ۴
کہ پس راہ نما اس رہِ سنگیں پہ چلوں
قلب، برجستہ سزا پر دمِ افسوس بھرے

اور لوقا کی روایت کے مطابق اے لو ے
دونوں رہگیر نموداریٔ عیسیٰ دیکھیں
جو اسی دن لحد سنگ سے دوبارہ ہو

اک ہیولیٰ ہمیں پیچھے سے وہاں آن ملا ۱۰
ہم تھے افتادہ ہیولوں پہ جُھکائے نظریں
نہ لگا اس کا پتہ ، پاس نہ پتا بھی ہلا

جب وہ بولا ''بھئی رحمت ہو خدا کی تم پر''
ہم مڑے مثل خیال اس کی طرف تیزی سے
اور بہ تسلیم جوابی اسے ورجل بڑھ کر

اس طرح: ''بارگہہ عدل حقیقی وہی ایک ۱۶
جس نے بن باس دیا ہے مجھے بے تحمینہ
لائے رحمت میں تجھے جمع ہیں سارے جہاں نیک''

ہم بدستور روانہ تھے' وہ بولا ''پھر کیوں ۱۹
سرفراز اس کے لب بام ہوئی ہو' گر تم
ہو وہ ارواح خداوند کی رحمت سے بروں؟''

تو یہ دانائے من: ''اس شخص کا چہرہ جس پر ۲۲
حرف منقوش فرشتے نے کیے ہیں- تو دیکھ
سرخرو ہو گا مقام ابدی پر بہتر

ہاں مگر کاتتی رہتی ہے شب و روز وہ جو ۲۵
اس نے اتنی نہیں کاتی ہے کتاں اس کی ابھی
کہ ہر اک شخص کی انٹی سی اٹیرے کلتھو

ہے مری اور تری جان کی یہ جاں ہمشیر ۲۸
تھا نہ ممکن یہ سرِ کوہ اکیلی آئے
کہ مری اور تری طرح نہیں آنکھ منیر

پس نکالا گیا دوزخ کے دہن سے مجھ کو ۳۱
تا کہ مَیں راہ دکھاؤں اسے رہبر بن کے
درک اس ضمن میں جتنا بھی ہے فن سے مجھ کو

کہہ مگر کہہ جو سکے تو کہ ابھی یہ کہسار ۳۴
مبتلا شورش و لرزش ہوا تھا ایسا
تحت اک جشن کا ہنگامہ تھا دلدل تک پار"

سوئی کا ناکہ تھا خواہش مری؛ جس میں یہ سوال ۳۷
ایک دھاگا سا پرویا گیا - اب آس ہوئی
پیاس کے مارے زیادہ نہ رہوں گا بے حال

روح بولی: "نہیں اس کوہ کا دستور مجاز ۴۰
کوئی بیگانہ ہو بے ضابطگی کا باعث
دخل دے اور بنے یاں پہ تغیر انداز

قدرتی رد و بدل سے ہیں بڑی ڈھلوانیں ۴۳
عرش اپنے لئے چاہے کرے کچھ تغیر
بے سبب سلسلہ پرور نہ سبب کو مانیں

برف کی پھوئیاں ہیں یاں پہ نہ بارش اولے ۴۶
اوس پالا نہیں پڑتا ہے ذرا بھی اوپر
چھوٹا زینہ ہے جہاں تین قدمچے کھولے

برق ہے، رعد ہے یا کوئی بدر یا گھنگھور ۴۹
یا وہ تھوماس کی من موہنی بیٹی ہے۔ دھنک
دور لے جائیں ٹھکانہ نہیں یاں ان کا ٹھور

خشک یا تند بخارات نہیں جاتے ہیں ۵۲
جس طرح میں نے کہا تین قدمچوں سے پرے
جس جگہ نائب پطرس کے قدم آتے ہیں

تحت ممکن ہے کہ ڈگمگ ہو پہاڑی کم وبیش ۵۵
آندھیاں زیر زمیں تیز ہیں، پھرنا معلوم
اوپر آتی نہیں کیوں حالت جنباں در پیش

عیب سے پاک ہیولیٰ کوئی کفارہ کوش ۵۸
رستگاری پہ جب آئے بہ مقام محمود
اہتزار زجبل اس وقت ہو ایسے بہ خروش

خود ارادہ یہاں تنقیح پہ ہوتا ہے گواہ ۶۱
حیرتی روح بہ تبدیل مکانی - مختار
کہ رہائی کو ارادہ ہی بس اب خاطر خواہ

کب موافق ہے سدا، ہو بھی ارادہ ہر گاہ ۶۴
روبہ تکلیف رکھے عدلِ سماوی خواہش
جس طرح یہ کبھی رکھی گئی ہے روبہ گناہ

پانسو سال سے میں بڑھ کے رہا رہنِ عذاب ۶۷
آستانے یہ بلند ان کی مجھے دے ترغیب
اب تو اس درجہ تیقن سے ارادہ حق یاب

تب وہ لرزا کیا محسوس، سنی وہ آواز ۷۰
مستعدی میں اضافہ ہو، مجھے ہمت دیں
ہیں خوش ارواح سرودامنِ تل حمد طراز"

یہ کہا روح نے، بے لاگ کروں یہ تسلیم ۷۳
کیا مزہ دیتا ہے پانی جو لگی ہو بھڑ کی
بسکہ وہ بھی مجھے یوں کر گئی حد درجہ فہیم

تب مرا رہبرِ دانا: ''تو یہ قصہ یُوں ہے ۷۶
مرحبا، جس میں گرفتار تھے وہ دام کھلا
کوہ پہ وجد کا عالم ہے، بندھی شور کی لے

التماس اب ہے ذرا اور سہی حرف سخن ۷۹
کون تو تھا، مری خواہش ہے سنوں، یہ صدیاں
اس طرح کون سے اشکوں میں رہیں غوطہ زن

رُوح یوں: ''جب مددِ شاہ تعالیٰ سے لیا ۸۲
ٹائٹس نیک نے بدلہ، کہ رواں زخموں سے
خون کی دھار کا بیوپار یہودا نے کیا

صاحبِ عزو شرف میں رہا تا دورِ طویل ۸۵
یوں رہا پار فروش، پہ بہت عرصہ تک
کچھ عقیدہ نہ تھا گو مرتبہ حاصل تھا جلیل

جوہر شاعری ورثہ میں ودیعت پایا ۸۸
مدعو پھر مجھے تو لوز سے فرمایا روم
ہنر فن کے سبب تاج شرف پہنایا

سٹیٹس نام سے اب تک ہوں وہاں پر مشہور ۹۱
تھیبز کے گن تو اخیلس کے قصیدے گائے
ثانوی سعی مگر رہ گئی تھی نا مشکور

میرے نغمے میں لپک آئی تھی جس سے وہ شرر ۹۴
اس عظیم آگ سے پیدا تھے، ہزاروں جس سے
شعلہ و نور لئے آئے ہوئے بہرہ ور

یہ ہے اینیڈ' جو مطلب سے کروں میں آگاہ ۹۷
مادر و دایہ مرے فن' کی رواں فوّارہ
فیضیاب اس سے نہ ہوتا تو میں تھا اک پرکاہ

عہد ورجل میں ہمیں بھی جو اتارا ہوتا ۱۰۰
بخوشی پھر ہمیں بن باس یہ زیرِ خورشید
وقتِ موعود سے وہ چند گوارا ہوتا"

مُڑ گیا میری طرف سُنتے ہی ورجل یہ سخن ۱۰۳
اور منہ سے مترشح تھا اشارہ "چپ رہ"
ہمت و عزم کی یک جائی مگر حسن ظن

متحرک سبھی جذبہ - یہ ہنسی اور آنسو ۱۰۶
ایک کے ساتھ لگا دوسرا آئے ایسے
مان کر دیں نہ ذرا' ہو کوئی کیسا یک خو

ہنس دیا میں بھی کہ جیسے تھا حوالہ بہ گلاب ۱۰۹
بولتے بولتے وہ روح ٹھٹھک کر جھانکی
میری آنکھوں میں' جہاں سچ نہیں رہتا بہ نقاب

تو وہ یہ پائے مشقت کا خوشی بخش انعام ۱۱۲
بات کیا میں نے کہی ہے کہ ترے ہونٹوں پر
اس طرح ہو گیا ہے خندۂ مبہم کا خرام

گو مگو کی ہوئی دونوں میں مری کیفیت ۱۱۵
یہ مصر کچھ نہ کہوں' وہ کہے منت سے کہ بول
رہ گیا بھر کے میں اک آہ' عجب گم ہوئی مت

ترجمانی کے لئے تب ہوا رہبر گویا ۱۱۸
"مت جھجک، بول بتا دے کہ اسے ہو معلوم
اس طرح جو ہیں شکوک متجسس جویا"

تب یہ میں "تو کہ ہے یوں میری ہنسی پر حیراں ۱۲۱
خیر اے روح قدیم اب تری حیرت کے لئے
بسکہ پہنچاؤں بہم اور بھی وافر ساماں

ہے جو اس راہ نوردی میں مرا وا دیدہ ۱۲۴
وہی ورجل یہ کھڑا ہے، کہ اسی کا موضوع
دیو و آدم کے بیانات میں میرا چیدہ

اور یہ میری ہنسی یوں بھی نہ تو وجہی ہو ۱۲۷
تو نے منہ پر جو کہی تھیں اسے، اس کی باتیں
آئی بے ساختہ اس پر نہ غلط فہمی ہو"

ایک دم جھک گیا لے تا کہ وہ مرشد کے قدم ۱۳۰
جس پر اس نے کہا "اے بھائی نہ کر تو ایسے
سایہ تو ہے نہیں ہوں سائے سے میں بھی تو کم"

دوسرا اُٹھتا ہوا کہنے لگا "ہو معلوم ۱۳۳
کس قدر تجھ سے عقیدت ہے مری وابستہ
کہ مجھے بھول گئی اپنی شبیہ موہوم
ٹھوس بن کر یہ چلے عکس گسستہ رستہ ۱۳۶

وضاحت - سٹیٹس ۹۶ - ۴۵ء - تاریخی رزمیہ تھیبائیڈ کا مصنف - اس نے اکیلیڈ - اخیلس نامہ بھی لکھنا شروع کیا مگر عمر نے وفا نہ کی - یونان کے ادبی عہدِ کمیس میں

خاص پائے کا شاعر نہ تھا لیکن فن شعر میں تمثیلی مجاز انداز اسی کی ایجاد ہے۔ دانتے کو یہ شخص اچھا لگا کہ وہ ابھی ایلی گوریکل شاعر ہے۔

تشریحات -۲- سزائے برجستہ' منصفانہ انتقام' قہاریت برحق۔

۲۵۔ کنایہ کی قسمت کی دیوی لیچس سے کہ شب و روز کے حساب انسان کی زندگی کاتتی ہے پورا ہو جائے تو دوسری دیوی کلتھو اٹیرنے پر چڑھا دیتی ہے' تیسری ایڑی پوس پھر کاٹ ڈالتی ہے یہ تین فیٹز ہیں Fates

۵۰- تھوماس کی بیٹی- کنایہ دھنک سے ہے- یہ سمندر اور خشکی کے دیوتاؤں کا بیٹا ہے-

۸۲- ٹائیٹس - رومن شہنشاہ' اپنے باپ کے زمانے میں اس نے یروشلم پر قبضہ کر کے حضرت عیسیٰ کے موذی دشمنوں سے بدلہ لیا- بعد میں خود دو برس حکمران رہا- فیاضی و رحمدلی کے باعث مورخین نے اسے نسل انسانی کی محبوب ہستی لقب دیا-

۸۹- ٹولوز، ایک شہر-

۹۳- اخیلس نامہ نامکمل رہ گیا-

لغت

کنے- پاس

بدریا- گھٹا

تل- (عربی) ٹیلہ

بائیسواں کینٹو

واقعہ - درّۂ درگذر سے تینوں شاعر اوپر چڑھے تو سروش سخا نے دانتے کے ماتھے سے پانچویں پ مٹا ڈالی - اسی گگر پر اسراف اور متعلقہ بے راہرویوں کی تنقیح جاری تھی سٹیٹس یہاں پر جزرسی نہیں فضول خرچی کے باعث ماخوذ رہا تھا - اس شاعر نے انکشاف کیا ورجل کے کلام سے وہ مائل بہ عیسائیت ہوا مگر تعدی و تعذیب کے خوف سے تقیہ کیے رہا - اور یہ بزدلی کاہلی کی گگر پر اضافی قیام کا باعث بنی - ورجل نے اسے برزخ میں مقیم کئی یونانیوں اور رومیوں کی بابت بتایا - پھر وہ چوٹی پر آگئے' مڑے تو اچانک ایک پیڑ دکھائی دیا بلند، میوہ دار، جسے شفاف پانی سیراب کر رہا تھا' ایک شاخ سے آواز آئی کہ اس کا پھل چھوئیں نہ چکھیں - پھر صبر و قناعت کی تمثالوں کا مذکور -

ساتھ ساتھ آیا تھا کچھ دور ہمارے وہ سروش
موڑ کر' جو یہ چھٹی آئی گگر ، اس جانب
اور ماتھے سے مٹا کر یکے از باندہ نقوش

''وہ جو ہیں خبر طلب'' یوں کیا اس نے اعلان ۴
''تشنہ کام ان میں مبارک ہیں'' ہوا پھر خاموش
جیسے اس ہی میں مکمل ہوا ہو جملہ بیان

ما سبق میں نہیں درّوں پہ رہا تیز خرام ۷
جیسے ان دونوں ہیولوں کے تھا ہمراہ دواں
کہ صبا تھا جسے مقصود بلندی پہ قیام

"روغنِ حق سے منوّر ہو محبت کا چراغ" ۱۰
ورجل ایسے تھا سخن سنج "ضرور اس کا نور
جگمگاتا ہے کسی دوسرے دل کا بھی داغ

پس اس روز کہ جوینل یہاں آیا تھا ۱۳
ساتھ اعراف جہنم میں ٹھہرنے کے لئے
میری مقبولیت ایسی ہے، خبر لایا تھا

انتہائی ہوں ترے واسطے میں خیر طلب ۱۶
یوں کسی کا بھی نہ بن دیکھے بنے دل بندہ
مختصر ہو گیا ہے جیسے کہ یہ زینہ اب

بات کر۔ چھوڑ کے ڈھیلی بھی چلوں باگ اگر ۱۹
چشم پوشی ہو محبانہ مری جرأت سے
دوست جس طرح کرے دوست سے بات ایسے کر

کیوں ترا دل نہ رہا حرص و طمع سے محتاط ۲۲
جب کہ گنجینۂ دانش بھی فراہم تُو نے
آپ مشق اور مشقت سے کیا با افراط؟"

سٹیٹس ہنس دیا اور توڑ کے پھر مہر سکوت ۲۵
"مہرباں ہے مجھے بے شک ترا ہر لفظ سخن
تیری بے لوث محبت کا دلآویز ثبوت

ہاں کئی امر ہمارے لئے حیراں کن ہیں ۲۸
بعض اوقات غلط طور سہی - ایسے میں
ہم پرکھ ہی نہ سکیں ٹھیک طرح کیا گن ہیں

تیری اس بات سے ظاہر تجھے شاید ہے یقین ۳۱
عمر بھر میں رہا دُنیا میں ذخیرہ اندوز
یہ کیا تو نے مرا دائرہ کار تعین

تھا مجھے بلکہ اِبا بخل حریصانہ سے ۳۴
میں ہوں اسراف کی پاداش میں معتوب یہاں
چاند کی سینکڑوں ہی گردش ماہانہ سے

مستقیم اپنی نہ رہ کرتا جو یوں بہر نجات ۳۷
جس حوالے سے کیا تُو نے مخاطب پُر زور
نوعِ انساں کو زر وسیم کی ایسی بہتات

آدمی حیف طمع کیوں نہیں یہ کم ہوتی ۴۰
تُجھ پہ کیا روک اسے تو جو نہیں روک سکے
مری نا خوب کشاکش وہی پیہم ہوتی

جب یہ احساس ہوا ہاتھ ہیں افزوں فیاض ۴۳
بلکہ اسراف غلو تک ہے مرا۔ تب مَیں نے
فاسد اعمال کی اس وضع سے برتا اغماض

سر منڈے کتنے ہی لاعلم اٹھائے جائیں ۴۶
غرق بدعت میں رہیں آئے نہ توبہ کا خیال
اس طرح آپ کو دہلیز اجل پر پائیں

جُرم بالضد سے یہ مطلوب کہ ہو جُرم تلف ۴۹
لابدی پھر یہ ہوا تازگیٔ سبز اس کی
ہو یہاں خشک اسی جُرم معین کی طرف

میں بھی تطہیر معاصی پہ ہوا پس مجبور ۵۲
جس جگہ داغِ ہوس آنسوؤں سے دھلتے ہیں
کہ ہوئی تھی مجھے اس کی متخالف منظور"

ایکو لوگس کے مصنف کا بپا نغ اظہار ۵۵
"جب کیا تو نے جو کستہ کے توام کا مذکور
لغو و خونریز جدل پر کیئے موزوں اشعار

دیکھے وہ تری اور کلیو کی قصہ گوئی ۵۸
دین سے ربط ترا چونکہ نہیں تھا واضح
مانتا کیسے ترے فن کی نفاست کوئی

تھا جو یوں کون سا خورشید بنا مشعل سعد ۶۱
چھٹ گیا جس سے اندھیرا کہ سفینہ راں تو
ماہی گیروں کے عقب میں رہا اس کے مابعد"

وہ اسے: "تو نے مہیا مجھے کی راہبری ۶۴
پرنس کے اسی غاروں سے پیوں آب زلال
کی عیاں تو نے خداوند کی بھی جلوہ گری

شمع بر پشت بساں، تیرگیٔ شب میں رواں ۶۷
کر سکے رہ نہ عیاں سامنے اپنے پر ہاں
پس رووں میں کرے تقسیم وہاں روشنیاں

تو نے فرمایا' ملا ہم کو جہانِ تازہ ۷۰
عدل اور عہدِ نخستین بشر لوٹ آئے
نسلِ نو عرش سے اُتری ہے یہ اب آوازہ

تیرے فیضان سے شاعر ہوا میں نصرانی ۷۳
یہ مرا خاکۂ سادہ تھا، کروں عکس کشی
رنگ دیکھے جو کرے کوئی ورق گردانی

دینِ برحق کا زمانے میں ہوا چرچا عام ۷۶
ایک اقلیم ازل کی تھی بشارت ہر سُو
فکر کی جب تو لگا ایلچیوں کا پیغام

محولۂ شعر کا ہم معنی و ہم چوں مضموں ۷۹
گفتگو میں جو بیاں مَیں نے کیا ہے اوپر
جی میں آئی کہ ضرور ان سے ملاقات کروں

ایسے پاک ایسے مقدس وہ نظر آتے تھے ۸۲
دی دہائی نہ ڈومیٹن کے شدائد پر بھی
دیکھ کر اشک مری آنکھ میں بھر آتے تھے

کی بہت مَیں نے اعانت رہا جب تک اس پار ۸۵
دوسرے سارے مسالک لگے ناقص مجھ کو
ثابت ان صاف دلوں نے کئے وہ سب بیکار

چشمہ تھمیز پہ لایا نہ تھا اہل یوناں ۸۸
اپنے اشعار میں جب میں کہ لیا بپتسمہ
خوف سے گرچہ رکھا تھا ابھی خفیہ ایماں

مشرکانہ تھا اسی طرح کئی سال بھرم ۹۱
اس لئے چوتھی گگر میں رہا کمزوری پر
بیش از چار صدی سال مرا عرصۂ رم

تو بتا - پردہ جو فی الوقت کیا ہے یہ چاک ۹۴
جس نے پنہاں رکھی تھی نعمتِ عظمیٰ مجھ سے
ہے ابھی وقت بھی کافی کہ چڑھیں زینۂ پاک

ہے کہاں ہمدم دیرینہ ٹرنس اور کہاں ۹۷
اب پلاٹس، ورِی لیس اور کیا ہی بس ہیں
کون سے حلقۂ تعذیب میں ہیں ان کے مکاں؟"

تو یہ رہبر: "وہ سبھی میں بھی پرسیس بھی - اور ۱۰۰
دوسرے بھی کئی ہیں ساتھ اسی یونانی کے
راقیائیں تھیں جسے دودھ پلائی کے بطور

اولیں حلقۂ زندانِ سیہ میں سب ہم ۱۰۳
یاد وہ کوہ کریں جس کی مقدس چوٹی
اپنی ممتا بھری ہر اتکہ و انگہ کا حرم

دوسرے اور بھی یوناں کے مشاہیر قدیم ۱۰۶
واں فروکش ہیں سموناںیڈز دیوری پائڈز
انتی فان اور اگاتھان - کئی اور عظیم

ہیں وہیں پر متعدد ترے ارباب وطن ۱۰۹
انتی گن، آرجیا، ڈائے پل افسردہ، نڈھال
ساتھ ہی ان کے ہے وہ آفتِ پر کالہ زن

جو ہوئی برسرِ پیکار خلاف لنجیہ ۱۱۲
بنتِ ترسیس وہاں ہے وہیں تھیٹس بھی ہے
ساتھ بہنوں کے وہیں بس گئی ہے دادمیہ"

چُپ ہوئے، کر چکے شاعر جب ان احباب کو یاد ۱۱۵
تازہ دم ڈال رہے تھے وہ نظر چار طرف
کب وہ اس زینہ و دیوار سے ہوں گے آزاد

داسیاں صبح کی بھی رہ گئی تھیں پیچھے چار ۱۱۸
اور اب پانچویں رتھ ہانک رہی تھی آگے
اور اس شوخ کے تیور تھے ابھی تک ضوبار

میرے رہبر نے کہا "چاہیئے اب مُڑ جائیں ۱۲۱
اس پہاڑی پہ کیا ہم نے سفر کا آغاز
اپنی منزل کی طرف ہو کے کنارے دائیں"

راہبر نے کہا جس طرح روانہ تھے ہم ۱۲۴
اب کسی قسم کا دھڑکا نہ تھا، وہ پاکیزہ طیف
متفق ہو گیا۔ آگے دھریں ایسے ہی قدم

پیش پیش اب وہ چلے، سنتا ہوا قال و قیل ۱۲۷
میں اکیلا تھا قدم ران۔ وہ ان کی باتیں
شاعری کے لئے تھیں ذہن کو مشعل قندیل

ایک دم رک گئی لیکن وہ سخن آرائی ۱۳۰
دیو بھوجن کا تھا اک پیڑ کھڑا راہ کے بیچ
اور کیا تیز وہ للچائی ہوئی بو آئی

گاؤدم سرو سا اوپر کی طرف ڈال سے ڈال ۱۳۳
اور نیچے کی طرف ویسا ہی مخروطی تھا
چڑھ سکے اس پر کوئی شخص یہ اک امر محال

پھر جہاں سخت چٹانوں سے تھا رستہ مسدود ۱۳۶
ایک سیلاب صفا مار رہا تھا ٹھاٹھیں
آب دار' آب فشاں' آب چکاں' بے آلود

دونوں شاعر جو گئے پیڑ کے نزدیک، ان کو ۱۳۹
برگ دار اک ہری ٹہنی سے یہ آواز آئی
"یہ غذا' آپ مگر اس کے لئے یاں ترسو"

اور پھر: "خوب ہی فرمایا تھا مریم نے غور ۱۴۲
اس کے فرمودہ سے بہتر ہو عروسی کامل
کہ جواب اب تجھے دیتی ہے یہاں پر اس طور

روم پارینہ میں کرتی تھیں تواضع خواتین ۱۴۵
صرف پانی سے۔ خرد چین، جہاں دیدہ بزرگ
دانیال اس نے' بھرے جسم پہ بھیجی نفرین

بس کہ تھا عہد نخستین پہ سونے کا نکھار ۱۴۸
بھوک نے خار بھی اس کے لئے مرغوب کئے
پیاس کے واسطے ندیوں میں رواں تھا نکتار

من و سلویٰ تھے سر دشت برائے خوراک ۱۵۱
اصطباغی کو بہت - ایسا وہ اک مرد جلیل
برتری ایسی کہ اظہار ہو جس کا بے باک
دائماً - بہر تلاوت یہ حدیث انجیل" ۱۵۴

تشریحات -۵- پوری دُعا ہے- مبارک ہیں وہ لوگ جو تقویٰ کے لئے بھوک اور پیاس جھیلتے ہیں یہاں پیاس حذف ہے-

۱۳- رومی ہجو گو شاعر، عہد نیرو میں گذرا جو نیل نے اپنی ساتویں ہجو میں سیٹنس کا ذکر کیا ہے۔

۳۴- طامع و مسرف یکساں مبتلائے کفارہ ہے۔

۵۵- مراد- ورجل- ا یکولوگ- دہقانی نظم

۵۶- تھیبز کے شاہ لیوس کی بیوہ جوکستہ نے لاعلمی میں اپنے بیٹے اوڈی پس سے نکاح کرلیا اور دو جڑواں بیٹوں کو جنم دیا جن کی باہمی برادرانہ لڑائی کو سٹیٹس نے رزمیہ تھیبڈ کا موضوع بنایا۔

۵۸- کلیو- راقیہ، تواریخ۔

۶۳- ماہی گیر- سینٹ پیٹر۔

۶۵- پرنس ڈلفی کے اوپر اپالو وغیرہ کا مسکن، وہیں کسٹالیاں کے چشمے میں راقیائیں نہاتی ہیں۔

۷۲-۷۰- یہ مصرعے ورجل کا لفظ بلفظ ترجمہ ہیں۔ ایکلوگس چہارم سے لئے گئے ہیں صریحاً آکٹووین یا اینٹونی کی پیدائش کی بشارت ہے مگر کلیسا نے غیر معقولانہ اسے حضرت عیسیٰ کی پیشگوئی قرار دے دیا۔ اسی باعث ازمنہ وسطیٰ تک ورجل کو نصرانیوں میں ایک خاص تقدس حاصل رہا۔

۸۵- ڈومیشیئن - ۸۱ء قیصرِ روم سٹیٹس کا مربی تھا - عیسائیوں پر خوفناک مظالم ڈھائے ۹۲ء میں قتل ہوا۔

۸۸- اس سے پہلے تھیبڈس کے آٹھویں حصہ میں اس تذکرہ پر پہنچا جہاں ایڈراس یونانی فوجیں لئے پولینز کی مدد کو اس میں اور اسپوس دریاؤں کے سنگھم پر آیا۔

۱۰۰/ ۹۷- یہ سب لاطینی شاعروں کے نام ہیں

۱۰۳- لمبو- میں نے اعراف ترجمہ کیا ہے۔

۱۰۴- مراد پرنس پہاڑ

۱۰۵-مراد-راقیائیں-

۱۰۸-۱۰۷-یونانی شعراء کے نام ہیں-

۱۱۷-چھٹی نگر کے قریب جہاں پر خوری کی تطہیر ہوگی-

۱۱۸-دن چار پہر گذر چکا' پانچواں شروع ہے-

۱۲۶-سٹیکس--جس کی تطہیر ہو چکی ہے-

۵۴/۱۴۰-تماثیل ہیں' انجیل اور کلاسیکی تواریخ سے-

دلیریس میکس نے لکھا ہے رومی عورتیں مے نوشی سے نا آشنا تھیں-دیگر یوحنا، متی اور لوقا سے ہیں-

لغت -اتکہ انگہ-انائیں دوائیں

دیو بھوجن، دیو بھوج، دیوتاؤں کی خوراک، امرت پھل-

تیئسواں کینٹو

واقعہ- پیٹو اور پر خوراب لاغر اور منحنی، یہ سائے شاعروں سے آن ملے، ایک دانتے کا لنگوٹیا فوریسی ڈومنتی نکلا۔ اس سے گپ شپ۔

سبز پتوں پہ مری آنکھ رہی تھی یوں جھول
ایک دو ننھے پرندوں کے تماشے میں کوئی
زندگی جسے گذارا کرے ہر روز فضول

یوں پدر مثل مجھے: "کر نہیں تاخیر پسر ۴
بلکہ آ وقت ہمارا ہے بہت ہی محدود
اور لازم ہے کہ مصرف رہے اس کا بہتر

ان سیانوں کی طرف موڑ کر آنکھیں اور پاؤں ۷
مَیں چلا مستعد، ان کا وہ سخن فہم افزا
کہ شنیدن پہ حواس اور لگا دوں داؤں

لو سُنو سِسکیاں بھر بھر کے کوئی گاتا تھا ۱۰
"یا خُدا کھول مرے ہونٹ" تو ام سوز و ساز
میرے کانوں میں ہر اک لفظ انڈیل آتا تھا

تو یہ "میں کیا ہے، سنا ہے جو ابھی اچھے باپ" ۱۳
وہ جواباً: "کئے ڈھیلی گرہ فرض ارواح
اغلباً محوِ سفر ہیں - سو یہ معلوم کر آپ"

نہ رکیں جیسے مگن لوگ سفر کے دَوران ۱۶
بلکہ چلتے ہوئے تیزی سے پلٹ کر دیکھیں
جب انہیں آن ملے کوئی عقب سے انجان

ڈال کے ہم پہ اسی طرح نگاہ حیراں ۱۹
تیز تر ہم سے، ہیولوں کی جماعت، چپ چاپ
پار سایانہ ، وہ آئی کہ تھی آگے کو رواں

کھوکھلی کالی اگم آنکھ ، پھٹک منہ پیلا ۲۲
کھال کھائی ہوئی اعضا کے خم و پیچ ایسے
ہڈیوں پر اسے مڑھ ڈالا ہو ڈھیلا ڈھیلا

کب ارستھان بھی ایسا ہوا ہو گا لاغر ۲۵
مَیں قسم سے کہوں، چرمر سہی گو کھال تلک
بُھوک نے اس پر مسلط کیا جب سنگیں ڈر

میرے سینے میں بلک کر کہا دل نے "بے شک ۲۸
دیکھ انہیں، یوروشلم ان ہی نے کھویا، جس وقت
دانت مریانہ نے گاڑے تھے پسر میں دل تک"

بے نگیں جیسے انگوٹھی، وہ ہر ایک آنکھ کا چھید ۳۱
اور جو چہرۂ انساں میں پڑھے او ایم او
جان لے ان میں سے وہ ایم کا بخوبی سب بھید

کون مانے گا کہ جل پھل کی سہانی بو باس ۳۴
(ہو نہ معلوم جسے کیسے) اُبھارے خواہش
آخرِ کار جو کر جائے بایں طور نراس

صورتیں فاقہ زدہ اور تھی چیں برابرو ۳۷
دائے بیچارگی ، خارش زدہ، مریل، بیمار
کیوں یہ ارواح تھیں؛ باعث نہ کھلے کچھ سرِ مو

اور لو! کھوپڑی کی کھوہ سے مجھ پر اک طیف ۴۰
ٹکٹکی گاڑ کے گھورا؛ کہا جھلا کر پھر
"ہے یہ کیا میرے لئے آج ہے کیا منظر ضیف؟"

بسکہ چہرے سے تو ممکن نہ تھی اسکی پہچان ۴۳
مسخ حلیہ میں ہوا تھا وہ نہاں کچھ ایسا
آشکارا مگر اب کر گئی لہجے کی زبان

یادداشت ایک شرارے سے ہوئی کیا روشن ۴۶
مشتہر زیرِ خدوخال وہ رُخ پہچانا
ذات تھی فوری کی سامنے میرے من وعن

ملتجی وہ: "نہ اسے دیکھ؛ یہ رنگت پہ نہ جا ۴۹
کوڑھ کا مارا؛ کھڑنگ ایسا ہوں بھس کی مانند
میرے اس نچڑے ہوئے تن؛ بری ہیئت پہ نہ جا

اطلاع اب جو ترے پاس ہے؛ سب سچ کہہ ۵۲
کون دو سائے ترے ساتھ چلے آتے ہیں
پھوٹ کچھ مُنہ سے؛ نہ گونگوں کی طرح تکتا رہ"

میں اسے "ھائے ترے چہرے پہ میں جب رویا ۵۵
یہ پڑا زرد اللہ آئی تھیں میری آنکھیں
رنگ روپ اس نے یہاں پر تو عجب یہ کھویا

کیا پھر افتاد پڑی، کیوں ہوا یوں پژمردہ ۵۸
کیا کروں بات، مرا ذہن پراگندہ ہے
کیا کھلیں ہونٹ، خیالات ہیں حیرت بردہ"

وہ مجھے: "در پئے تطہیر ہے وہ حسن مآب ۶۱
سرمدی ذوقِ رضا، پیڑ پہ فرمائے نزول
اور آتا ہے وہ پیچھے بھی یہ کرتا سیراب

گریاں و وِرد کناں ہے جو یہاں جمِ غفیر ۶۴
کال سے کایا کلپ ہو رہی ہے، زیست میں جو
حرصِ اشیائے نفیسہ کی ہمیشہ تھی کثیر

خورد و نوش کی خواہش ہو بہت بے قابو ۶۷
شربت و میوہ کے آتے ہیں وہ شیریں لپکے
اور ہریالی تراوت سے جو چھڑکے ہر سُو

صرف اک بار چلیں گرد جو اس راہ کے ہم ۷۰
تازہ ہو جاتا ہے پھر درد ہمارا ایسے
درد مَیں نے کہا، دوں نام اسے تسکینِ اتم

اس ہری چھال کی جانب جو ہمیں کھنچتی ہے ۷۳
یہ وہ خواہش بخوشی جس سے کہ عیسیٰ نے کہا
"ایلی"، اور اس کے لہو سے یہ ہمیں کھنچتی ہے"

میں اسے: "فورسی لیکن تو ابھی اس دن پر ۷۶
آج تک پانچ برس بھی نہیں گذرے، ہوئی جب
دینوی تیری، مبدّل یہ حیاتِ بہتر

اس گھڑی تک رہی تجھ میں نہ جو توفیق گناہ ۷۹
جب پشیمائیٔ بے لوث خدا سے بندھن
پھر کرے رُوح کا' سچا رچے باہم یہ بیاہ

ہوئی پھر عالم بالا میں رسائی کیسی ۸۲
تو بھٹکتا وہیں ہوتا سرِ تحتان جہاں
کرنی بھرنی سے ہو رُوحوں کی صفائی کیسی؟"

وہ: "یہاں لائی ہے نیلو کی کرم ارزانی ۸۵
تا کہ مَیں جلد اذیّت کا پیوں میٹھا زہر
اس نے یوں ہاتھ اُٹھائے ہوئے منّت مانی

گڑگڑاتی رہی با چشم نم و نالہ بہ لب ۸۸
اس طرح میرے پڑاؤ سے یہاں کھینچ لیا
کہ مرے پاؤں سے کٹ کٹ کے گرے حلقے سب

وہ جواں' بیوگی کا درد سہے میری عزیز ۹۱
اس پہ اللہ کا احسان رہے وہ محفوظ
ہے نکوکاریوں کے واسطے - تنہا ناچیز

سارڈینہ کا وہ بربگیہ کب اس کے پاسنگ ۹۴
جیسے بربگیۂ بدنام میں چھوڑ آیا ہُوں
بے شک اب عورتیں ایسی نہیں واں باعث ننگ

کی مزید اور مرے بھائی کہلوائے گا ۹۷
اس قدر دُور یہ ساعت نہیں گذری ہو گی
اب کہ مَیں دیکھتا ہوں وقت وہ دکھلائے گا

ایک تو مذہبی فرمان کہ جو کر دے بند ۱۰۰
بے حیا کسبیاں اپنی یہ فلورنطینی
کھول کر یوں نہ پھریں سینہ و پستاں بے بند

کیا زنِ بربری و ترکیہ کو ہے درکار ۱۰۳
ما سوا ضابطۂ مذہبی، جس کی رو سے
واجب ان کے لئے ٹھہرے کہ رہیں پردہ دار

مُنہ کھلے کے کھلے رہ جائیں زنانِ بازار ۱۰۶
رندھ ہی جائیں گلے، حشر اگر ہو معلوم
فلکِ تیز کرے گا تمھیں کیسے فی النار

کھائے دھوکا نہ اگر دور تلک کم نظری ۱۰۹
گر یہ ہوگا کہ ڈھکے بھی نہیں ہوں گے وہ ہونٹ
واں جسے لوریاں دی جائیں ہیں اب پیار بھری

کیوں مگر بھائی لگے دھوپ کو یوں تجھ سے گہن ۱۱۲
کر بیاں وجہ کہ حیران ہیں میری آنکھیں
میں نہیں ہے مرے سب ساتھیوں کو اک اُلجھن؟"

میں اسے: "یاد کر اپنے وہ گذشتہ اطوار ۱۱۵
مری مانند تھا جب تو، تری مانند تھا میں
تازہ کر دیں گے ترے درد کو وہ لیل و نہار

اک طرف کر کے مجھے زیست سے اس دن لایا ۱۱۸
وہ مرا راہ نما - قوس پہ اس بھیّا کی
جب بہن نے، تری آنکھوں کو بھی تھا چمکایا

(کر کے سورج پہ اشارہ) شب تیرہ سے نکال ۱۲۱
جس میں مُردوں کا ٹھکانہ ہے، یہ لایا مجھ کو
حالت اصل میں اس طرح لپیٹے ہوئے کھال

حوصلہ دیتے ہوئے وہ مجھے لایا ہے فراز ۱۲۴
کوہ پیمائی ابھی ہے ابھی رہ بیہودی
ساز گار اس جگہ کرتا ہوا واں کا ناساز

اس کا وعدہ ہے رہے گا وہ سفر میں ہمراہ ۱۲۷
بیٹرس ہے جہاں، جب تک نہ وہاں پہنچوں میں
الوداع اس سے وہاں ہونا ہے پھر خواہ مخواہ

دور وہ سایہ (کیا مَیں نے اشارہ) بہ تمام ۱۳۰
جس نے سمجھایا ہے، وُرجل ہے۔ ہوئی ہے تطہیر
دوسری کی، جسے کرنے کے لئے تیز خرام
ایسی ہر گوشۂ اقلیم میں جُنبش تھی کثیر" ۱۳۳

وضاحت۔ پُرخوری میں لذت کام ودہن، اوچھاپن، نمود ونمائش سب شامل ہے تن آسانی، سہل کوشی، فضولیات ولغویات سب اسی کے شاخسانے ہیں۔ پس کفارہ محض فاقہ کشی سے نہیں۔ ہاں انواع واقسام سامنے انبار ہوں، مگر رسائی ان تک نہ ہو پائے۔ طنطلس کی طرح کہ پھلدار درخت تلے تالاب میں کھڑا ہے کہ تھوڑی دیر تک پانی میں ڈوب رہا ہے، پینے کو جھکتا ہے تو پانی اتر جاتا ہے، پھل پر ہاتھ مارتا ہے تو ٹہنی اوپر سرک جاتی ہے۔

تشریحات۔ ۱۱۔ یارب میرے ہونٹ کھول دے یہ تیری حمد وثناء بیان کریں گے۔

۲۵-اوستھان، دیوی سرس کا شاہ بلوط کاٹ ڈالا، پاداش میں بُھوک کی وہ شدت ملی کہ خود کو چباتا تھا-

۳۰-مریامہ، ٹائٹس نے یروشلم پر حملہ کیا تو قلت رسد ہوئی - یہ اپنے بیٹے کو کھا گئی-

۳۱-اوایم اوسے اِنسان چہرے کے خدوخال بنتے ہیں-اومو، ہومو=انسان-

۴۸-فورسی، دانتے کا برادر نسبتی، بیوی جیما ڈومنٹی کا بھائی-

۷۴-ایلی ایلی لما سبقتنی -میرے اللہ مجھے کیوں چھوڑ دیا-

۹۵-بربگیہ سارڈینیہ میں ایک سلسلہ کوہ یہاں کی عورتیں آوارہ اور بدچلن مشہور تھیں-

۱۰۰-یہ پیشین گوئیاں آئندہ دس پندرہ سال میں سچی ہوئیں

۱۳۰-بھیا کی بہن-سورج اور چاند-اپالو، ڈیانہ!

لُغت

اگم-گہری

نراس-مایوس

فورلی کا وہ بلا نوش بھی مر چیز نواب ۳۱
کہ پئے پیاس بجھانے کے لئے خم پسِ خم
تشنگی ہو نہ فرو ، اور کرے جو بیتاب

ڈھیر میں جیسے پسند آئے کوئی ایک عدد ۳۴
بھیڑ میں میں نے بھی لوکا ہی چنا' جو مجھ سے
جان پہچان جتانے پہ مصر تھا بے حد

بڑ بڑاتے ہوئے پھر اس نے بلائی وہ چیز ۳۷
ہو مہیا خوش و ناخوش کی گواہی جس سے
جینٹو کا سا پڑا کان میں کچھ نامِ عزیز

میں اسے: "روح کہ ہے مجھ سے سخن آمادہ ۴۰
بول میں تا کہ سنوں تجھ سے ہے میری درخواست
ہم تری ذات سے ہوں شاد بگو خوش بادا"

ایک عورت ہوئی پیدا وہ لگا کہنے جو ۴۳
بن بیاہی ہے' مگر اس کے سبب شہر مرا
ناز اٹھائے گا ترے ، لوگ برا مانیں گو

پیشگوئی مری جا ساتھ لئے ، تیرا دماغ ۴۶
زیرِ لب جو کہا میں نے وہ غلط سمجھا ہے
کہ لگائیں گے حقیقت کا یہ حالات سراغ

کہہ مگر کیا یہ وہی شخص ہے جس نے تیار ۴۹
تازگی سے کیا ہے شعر کا تانا بانا
"عورتیں خوب سمجھتی ہیں جو یہ کیا ہے پیار"

میں اسے: ''جب ہو محبت مرے اندر بیدار ۵۲
میں سُنوں اور سنوارے وہ مرے طرزِ سخن
جاؤں، پھر گاؤں میں لوگوں میں اسی کے افکار''

اور وہ ''بھائی یہ مشکل سمجھ آئی اب خوب ۵۵
کیوں نہ میں توتری اور گتّن ہوئے یوں مقبول
اختیار ایسا نہیں کر سکے فنی اسلوب

ہیں تمہارے قلم آہنگ میں اس کے پیرو ۵۸
منطقی بات میں اک حسنِ بیاں ہوتا ہے
کوئی ہم میں نہ ہوا صاحبِ پیرایۂ نو

بلکہ اس ضمن میں جتنی بھی کریں ہم تحقیق ۶۱
ایک سے پائیں اسالیب قدیم اور جدید''
چپ ہوا کر کے وہ یہ تبصرہ حسبِ توفیق

ان پرندوں کی طرح پھر، جو برائے پرواز ۶۴
نیل پر ڈار ہوائی سی بنا کر اٹھیں
چل پڑے باندھ کے رستہ پہ قطار ایک دراز

دیکھتے دیکھتے وہ لوگ جھپکتے ہی پلک ۶۷
گھوم کر بھاگ گئے دور بڑی تیزی سے
خواہش لاغری سے ایسے خفیف اور سبک

اک تھکے ہارے پیادے سے نکل جائیں تمام ۷۰
جبکہ یہ چلتا رہے چند قدم آہستہ
ہانپتے پھیپھڑوں کو مل سکے تھوڑا آرام

یُوں گذرنے دیا انبوہ روانِ اطہر ۷۳
ساتھ چلتے ہوئے پھر فورسی نے یہ پوچھا
"کب ملاقات کی اُمید رکھوں باردگر؟"

میں اسے "یاں تلک آنے کی نہ جانوں میعاد ۷۶
لیکن اس میں کوئی عجلت بھی نہیں ہے، مجھ کو
لائے گی برلبِ ساحل مجھے دل کی افتاد

مستقرِ کیجیئے جس وقت بھی لیکن تبدیل ۷۹
ایک غم ناک تباہی کا اعادہ کیجیئے
جا پڑے راستی سے دور کوئی کتنے میل"

تو وہ یہ: "دیکھئے پھر ٹھیک وہ آلودِ گناہ ۸۲
یُوں بہ پاداش دُم دَو میں گھسٹتے مرتے
پاک بھی ہو نہ سکیں، ہائے یہ وادیٔ سیاہ

تیز فراٹے بھرے جائے یہ وحشی حیواں ۸۵
اس طرح اڑتے ہوئے اس کے سموں سے پرزے
کہ یہ ملغوبہ بنے عبرت و ہیبت کا نشاں

کھائیں گے چرخِ گرداں نہیں چکر کچھ دور ۸۸
(دیکھ کر چرخ کو) ہو گا وہ نوشتہ ظاہر
ارتجالاً کیا جو میری زباں نے مذکور

ٹھہر پیچھے کہ ہمارا یہ سماں یہ اقلیم ۹۱
وقت انمول ہے یاں میں نے زیاں پیش کیا
گام گام ایسے ترے ساتھ چلا ست - ندیم"

جس طرح، ایک رسالے سے کوئی اسپ سوار ۹۴
پیش قدمی کرے دے ایڑ ہوا ہو جائے
اولیں معرکے میں تا کہ ملے خاص وقار

اس طرح چل دیا وہ تیز، مجھے چھوڑ کر اب ۹۷
مَیں رہا اور مرے ساتھ رہے وہ دونوں
فن کے سالار جنہیں کیجیے تکریم و ادب

ایک زناٹے سے جب دور گیا وہ ہم سے ۲۰۰
ایک سے ذہن و نظر گرد نہ پائیں اس کی
درک اس کا نہ رہا معنیٔ بیش و کم سے

ہم چلے، پاس ہی اک موڑ سے آگے مڑ کر ۱۰۳
ایک پیڑ اور نظر آیا، ہرا اور بھرا
بلکہ محسوس ہوا تھا نہ جہاں، ہے واں پر

ہاتھ پھیلائے ہوئے طائفے پتوں کی طرف ۱۰۶
رائیگاں شور مچاتے ہوئے، ہڑکائے ہوئے
طفلِ ناداں کی طرح اشک بہ رخ شوق بکف

تھے سوالی انہیں لیکن نہ ملے کوئی جواب ۱۰۹
ہو طلب اور زیادہ تو وہ للچائے اور
میوہ دکھلائے، کرے دور بنائے بے تاب

بدسلوکی سے وہ دق ہو کے وہاں سے بھاگے ۱۱۲
زاری گریہ سے وہ نخلِ تناور محفوظ
یہ نمایاں نظر آیا، جو بڑھے ہم آگے

"چھیڑ مت کوہ پر اک پیڑ ہے واں استادہ ۱۱۵
مظہرِ خواہشِ حوا - کہ ہے وہ قابلِ دید
ہوں اسی پود سے میں تخم اسی کا زادہ"

آئی پھیلے ہوئے پتوں سے کسی کی یہ تان ۱۱۸
سٹیٹیس میں، مرا استادِ خردور ورجل
اب ادھر آئے، پہاڑی تھی جہاں پر ڈھلوان

پھر ندا آئی "کرو یاد وہ نسلِ منحوس ۱۲۱
صورت ابر مکمل ہوئی سیراب تو پھر
دُو بدو جنگ پہ آمادہ ہوئی باتھیوس

پھر کرو یاد ندی جس پہ کئی عبرانی ۱۲۴
سُوئے مدین جو بڑھا کوہ سے نیچے گدیئن
چھوڑ کر چل دیے جب پی لیا ڈٹ کر پانی"

ہم گگر سنگ چمٹ کر تھے روانہ بہ قطار ۱۲۷
پہلے ان پیٹوؤں کی سنتے ہوئے رُودادیں
جن کے ہر نفع کا حاصل تھا زیاں آخر کار

کوئی بھی روح جہاں آئی نہ ہوگی، اس راہ ۱۳۰
ہم بڑھے تھے متفکر، قدم اک آدھ ہزار
لفظ اک بھی نہ سُنا اور کہا - جب ناگاہ

میرے نزدیک وہیں سامنے گونجی آواز ۱۳۳
"آپ تینوں سفرِ تیز پہ کس سوچ میں ہو"
مَیں اچھل کر ہوا، جس طرح کہ چوکنا قاز

میں مُڑا تا کہ ہو معلوم تھے یہ کس کے بول ۱۳۶
وہ دکھائی دیا - دیکھی نہ ہو بھٹی میں کبھی
دھات یُوں لال، نہ شیشے پہ چڑھا ایسا جھول

"جلیہ ایسا تھا" کہا اس نے اگر تم چاہو ۱۳۹
گھوم کر واں سے مڑو، راستہ سیدھا ہو گا
اس طرح سے وہی رہ پائے ہے' جو اچھا ہو"

چہرہ ایسا تھا' مری آنکھ نہ ٹکنے پائی ۱۴۲
دیکھ کر راہ نماؤں کی طرف سُن گن سے
کام مَیں نے لیا - یکسر تھی نظر چندھیائی

صبح ہو جیسے ہویدا دمِ گل میں بس کر ۱۴۵
مرتعش باد معطّر مئی کی جب کر دے
مرتعش سبزۂ روئیدہ - وہی تھا منظر

کر گئی ہلکے سے' ماتھا مرا مس پروائی ۱۴۸
بدھیاں جُھوم کے لہرائیں ہوا یہ محسوس
ہر طرف سدرہ و طوبیٰ نے مہک برسائی

"وہ مبارک ہیں جنہیں ایسی سعادت ہے چراغ" ۱۵۱
یہ سُنائی دیا "ان کے نہیں سینوں میں عمیق
لذّتِ کام و دہن سے کوئی ڈالا ہوا داغ
ہیں طلبگار، ملے کارِ نکو کی توفیق" ۱۵۴

وضاحت - درخت اور پانی - بسیار خور اور بے اعتدال گناہ گاروں کا مقدر وہی سزا ہے جو جہنم اسفل کے خطۂ سعیر میں طنطلس بھگت رہا ہے (دیکھو وضاحت کینٹو ۲۳)

بھوک پیاس کی اذیت عہدِ وسطیٰ کے شعراء کا دل پسند موضوع رہا ہے۔ مصوّروں نے بھی دوزخ کی تصاویر میں اسی خیال کی۔ دانتے نے بھی یہ تلمیح کامیابی سے برتی ہے بلکہ کمال چابکدستی سے اسے شجرِ ممنوعہ کا حصّہ بنادیا جو آدم اور حوّا کی لغزش اور ہبوط کا سبب بنا۔

تشریحات۔ مراد شاعر سٹیٹس۔

۱۱۔ پکروہ۔ فورسی کی بہن، راہبہ بن گئی۔ بھائی خانقاہ سے جبراً لے آیا اور اس کی شادی کردی۔

۱۵۔ اولمپیا۔ مراد عرش۔

۲۰۔ بنکیونہ، ۱۳ویں صدی اٹلی کا مشہور شاعر، بلانوش تھا۔

۲۴/۲۱۔ جھرّیاں...... تورز کا رہنے والا پوپ وارٹن چہارم جھیل بلینا کی ایل مچھلی اور شہر ورنسی کی شراب کا رسیا تھا سو کہاوت بنی THERE WAS JOY AMONG THE EELS WHEN DEATH LAID HIM BY THE HEELS

۲۸۔ ابلہ ڈن...... نئے نئے پکوان ایجاد کرنے والا ایک فلورنسی۔

۲۹۔ بونی فیس، آرک بشپ، بڑا دولت مند تھا۔

۳۱۔ نواب مرچیز، فورلی کا بلانوش امیر، معتمد سے اپنے بارے میں رائے پوچھی، اس نے بتایا آپ پیتے بہت ہیں بولا اس لئے کہ ہمیشہ پیاسا رہتا ہوں۔

۳۹۔ جینتو، کہ ایک خاتون، دانتے سے رسم و راہ تھی۔

۵۲۔ میں تو تری یعنی بنکیونہ خود اور شاعر گٹن، ۱۳ویں صدی اٹلی کے ثانی نصف میں شاعری پر اثر انداز رہے۔ وہ نام نہاد دبستانِ صقلیہ سے متعلق تھے۔ جب ۱۲۵۰ میں اٹلی کی بادشاہت پر زوال آیا، سرکار دربار اُجڑ گئے۔ تو درباردارانہ محبت کی خوش باشی کے چرچے بھی نہ رہے نہ وہ عاشقانہ مناظر نہ شجاعانہ رومان پس دبستان صقلیہ کے حکیمانہ نظریہ محبت نے فروغ پایا۔ محبت ایک ایسا جذبہ ٹھہری جو دوسرے کو متاثر کیے بغیر نہیں

رہتی - راحت نظر سے جنم لے کر، خیال کی دنیا میں پروان چڑھتی ہے اور ہوش وخرد سے بیگانہ بنا دیتی ہے یعنی محبت کا یہ دلچسپ نفسیاتی مطالعہ، آنکھ کی مسّرت سے پیدا ہو، خیال میں فروغ پائے اور عقل کو لے ڈوبے۔

۵۷- یہ دبستان فلورنطین کا حوالہ ہے۔ ان شعرا کے ہاں نظریہ محبت میں متصوفانہ آمیزش ہے محبت خواہشوں کی آلائش سے منزّہ ہو کر رُوح کی حقیقتوں کو پا لیتی ہے اور انسانی جذبوں کو بلندی عطا کرتی ہے۔

۸۲- فورسی کا اشارہ اپنے بھائی کورسو کی طرف ہے جو غیر مقبولیت کے باعث جانے بچانے کو بھاگا اور اپنے گھوڑے کے سموں تلے کچلا گیا۔

۳۶-۱۶۱- بسیار خوروں کی تماثیل۔ تھیسیوس، ایک بادشاہ قنطور مہمان بن کر حرم کی عورتوں کے درپے ہوا، اس نے مار بھگایا، گدین سپاہ یہود کے ساتھ مدین کے خلاف روانہ تھا۔ راستہ میں ایک چشمہ پر، بہت سے سپاہی ساتھ چھوڑ گئے۔

۱۳۶- فرشتہ اعتدال کے الفاظ، وہ سراپا تابانی تھا۔

۱۴۹- فرشتے نے بسیار خوری کی "پ" مٹا دی۔

۵-۱۵۱- چھٹی گگر کی دعائے خیر و برکت۔ "مبارک ہیں وہ جنہیں راست روی کی بُھوک ہو"۔

لغت - چرخہ - پہیہ -

پچیسواں کینٹو

واقعہ۔تینوں شاعر، دانتے، ورجل، سٹیٹس۔چھٹے زینہ پر چڑھنے لگے۔دانتے نے ہیولوں کے ظاہری وجود کا پوچھا تو سٹیٹس نے ''عقلی روح'' کی ماہیت تفصیل سے بیان کی۔موت سے پہلے اور بعد روح کا مادی جسم، روحانی ہیئت و ہیولیٰ کے ساتھ تعلق سمجھایا۔اس موشگافانہ منطقی بحث میں تخلیقِ عمل پیدائش، جنین، جوارح، اعضائے رئیسہ و مخصوصہ خون، شریانوں وریدوں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔شعریت پر دقت غالب ہے اس کا مطالعہ تحمل اور سنجیدہ نظری کا متقاضی ہے۔پھر یہ قافلہ ساتویں نگر میں داخل ہوا جہاں شہوانی جرائم کی تنقیح ہوگی۔

ساعت اب آئی کہ ہم لوگ چڑھیں بے وسواس
ثور میں مہر نے اور شب نے کیا عقرب میں
دیکھ اب مختقل اپنا اثر سمت الراس

اور اس شخص کی صورت نہ رکے جو روکے ۴
بلکہ چلتا ہی چلا جائے لگائے مہمیز
دے لگن اور ٹھوکے جو کوئی بھی ٹوکے

گھس گئے رخنہ میں بڑھتے ہوئے یوں ایک قطار ۷
زینہ اونچا تھا، بچھڑ جائیں وہاں کوہ نورد
تھی کچھ اس نوع کی وہ تنگ و تنگ راہ گذار

جس طرح بچہ لق لق کو ہوا اڑنے کی ہمک ۱۰
پھڑ پھڑائے ، نہ مگر ڈر سے نشیمن چھوڑے
پھر سمیٹے وہ پر ایسے ہی تھے میرے کو تک

آگ سلگی ہوئی مجھ میں کہ بجھے اور جلے ۱۳
کچھ کہوں - اور کچھ آواز بھی شاید نکلی
سوچ کر ہونٹ سیئے ہی رکھے چپ چاپ بھلے

مہرباں باپ رکا تو نہیں، چلتے ہوئے تیز ۱۶
اس طرح کہنے لگا "چھوڑ کمانِ لب سے
سخن اس وقت ترے ذہن میں ہے جو سر خیز"

پس مرے ہونٹ بھی اب کھل گئے باآسانی ۱۹
"لاغری توبہ، یہ پلے نہیں پڑتی کوئی بات
وافر اس درجہ میسّر بھی ہے کھانا پانی؟"

تو وہ یہ "کیسا کھلا ہو گا ملیگر - کر یاد ۲۲
پھر نمونے کے لئے اور کھلے یوں کوئی
بسکہ آسان سمجھ چاہیئے یہ وجہ فساد

جب چلے تو، یہ ذرا سوچ اگر ذہن ہے صاف ۲۵
منعکس سایہ ترا دیکھ ترے ساتھ چلے
بات ٹیڑھی ہے مگر یہ نہیں منطق کے خلاف

تا ہم اچھا ہے ترے دل کو قرار آجائے ۲۸
سٹیٹئس سے کروں درخواست تری جانب سے
مندمل وہ یہ ترا زخم "چہ گوں فرمائے"

سٹیٹس یہ اسے "اس شخص کی آنکھوں پر سب ۳۱
آشکارا کروں کس طرح بروں کے منظر،
میں ترے سامنے - الامر مگر فوق ادب"

پھر مجھے "حافظے کی لو پہ کچھ تحریر ۳۴
روشنی ڈال کے اس تیرے چگونہ پر اب
میرے الفاظ بنائیں گے اسے خوب منیر

خون صالح - نہ ابھی جس سے ہوئی ہوں سیراب ۳۷
تشنہ شریانیں ہے اس اچھوئے کھانے کی طرح
خوانِ نعمت سے اٹھالائیں جسے سالم و ناب

دل کو یہ قوت تعمیر سے دے جب یارا ۴۰
تو وہ انسان کا انگ انگ بنا دیتا ہے
رودوں کی رود میں بہتی چلی جائے دھارا

پھر بہے ان میں معطّر کہ جو ہیں فحش بنام ۴۳
اور چپ ہی بھلی - آخر کرے یہ چھڑکاؤ
قدرتی ظرف میں؛ دیگر کے لہُو میں ادغام

اس طرح پھر یہ بہم - ایک تو ساکت بہ عمل ۴۵
دوسرے کو ہوئی تحریک کی توفیق، جسے
واں سے حاصل یہ کرے، جو ہے مکمل مدخل

جذب یوں ہو کے کریں کام شروع - اور علق ۴۹
ضغطہ پھر، مادہ ہو ٹھوس بنے پھر ہیئت
پھر یہ صنعت متشکل ہو وجودِ مطلق

دھار لے رُوح کا روپ اب متحرک جوہر ۵۲
نحل آسا، ابھی یُوں مختلف اس سے لیکن
اس کا جاری ہے کہ جو کر چکا طے نحل سفر

حِس و حرکت نہ سماروغ سی جب تک آئے ۵۵
گرم کار - اور صلاحیت عضوی بھر دے
اصل اور تخم، یہ جس جس کے لئے بھی پائے

جوہر اے بیٹے یہ ہوتا ہے وسیع اور رفیع ۵۸
قلب، مفعول میں گھڑتی ہے جوارح فطرت
عضو حیوان کے، جو مثل ہمارے ہی بدیع

شکل حیوان سے، کس طور بنے انسانی ۶۱
نہ تری فہم میں آئے - کہ اسی نکتہ پر
تجھ سے ہشیار تر اک ذہن کو تھی حیرانی

رُوح سے دانشِ موجود بتائے وہ جُدا ۶۴
فکرِ فرما کے بہت اس نے یہ نکتہ پایا
مسکن اس کا نہ کسی عضو میں وہ ڈھونڈ سکا

کھول ذہن اور سمجھ اصل نہ ہو جس میں کلام ۶۷
حصص ذہن بہم ہوتے ہیں پیوستہ جب
یہ جنین ان کا یہ سب مرحلہ ہو جائے تمام

تب وہ تحریک گر اول - متوجہ ہو کر ۷۰
نفخ فرماتا ہے مرضی سے نیا جذبِ عجیب
حاصلِ فطرتِ علیہ، بایں صورت جوہر

کہ وہ قابو کرے مادے کی موجود حیات ۷۳
متشکل کرے ایسا متنفس واحد
زندہ و حامل احساس و شناسائے ذات

سوچ اگر عقل تری اس پہ کرے استعجاب ۷۶
رس میں انگور کے سورج کی تمازت ہو جذب
تو اسے یوں کرے تبدیل کہ بن جائے شراب

کاتنے کے لئے باقی نہیں رہتی ہے کتان ۷۹
ماس تج دیتی ہے تقدیر کی دیوی - لیکن
ساتھ لے اُڑتی ہے ربانی و انسانی شان

ہر صلاحیتِ ادنٰی تو پڑے جامد و کند ۸۲
ہاں مگر حافظہ و فہم و ارادہ کہ جو تھے
اور بھی تیزی و تحریک میں کر جائے تند

اور پھر ایک کرشمہ سے، مکمّل بالذّات
ایک یا دوسرے ساحل پہ منوّر ہو کر
اپنے معلوم ہوں پھر سارے محاسن بدعات

جب جگہ پھر اسے محصور کرے واں اک بار ۸۸
تو صلاحیت تعمیر لئے آئے وہ
ہیئت و حجم کہ تھے زندہ جوارح کا سنگار

تیز بوچھار میں جس طرح ہوا نم آلود ۹۱
منعکس کر دیا کرتی ہیں شعاعیں باہر
تا کہ سب قوس قزح سے ہو مزیّن افزود

آس پاس ایسے ہی ہوتی ہے فضا میں ترمیم ۹۴
مرتسم اس پہ ہو وہ شکل مکمل جو ہے
خوبیٔ رُوح کی مرہون ہے، جو واں پہ مقیم

مثل آں شعلہ کہ جو آگ کے نزدیک جلے ۹۷
ہو اگر آگ رواں ساتھ رواں ہو وہ بھی
رُوح کے ساتھ یہ نو خیز ہیولی بھی چلے

اس لئے واں سے یہ خاکہ جسے دیں عکس کا نام ۱۰۰
سعی میں رہتا ہے، ہر حس کے لئے آئندہ
ایک اک عضو ملے جیسے نظر، اور تمام

اس سے گویا بھی ہیں ہم، اس ہی سے خندہ بھی ہم ۱۰۳
اشک اور آہ کا باعث جو بنے وہ حس بھی
جُنبش کوہ سے جو تو نے سُنی ہیں اس دم

جس طرح خواہشیں اور دوسرے جذبے اٹھ کر ۱۰۶
دِق کیا کرتے ہیں سو عکس بھی ہیئت پائیں
وجہ یہ بن کے سبب کر گئی تجھ کو ششدر"

آخری موڑ تلک سیڑھیوں پر آ گئے ہم ۱۰۹
اور جب دائیں طرف گھوم کے باہر آئے
تو مسلّط ہوئے کچھ اور نئے رنج و الم

آگ اُگلتا ہوا آگے تھا کنارہ سارا ۱۱۲
اس نگر کا سرا شعلے پہ اچھالے شعلہ
ایک کی آڑ میں دیگر تھا لپٹ لشکارا

تھی ڈھر تنگ، چلے باندھ کے ہم ایک قطار ۱۱۵
اس قدر خوف زدہ میں - کہ الاؤ روشن
تھا جو یاں فوق، تو واں تحت میں تھا گہرا غار

میرے رہبر نے کہا ”دیکھ ہے یہ سخت مقام ۱۱۸
غیر محتاط نگاہیں یہاں رکھنا محتاط
سہل پڑ جائے غلط پاؤں کسی بھی ہنگام

شدت و حدّتِ آتش میں سے آئی آواز ۱۲۱
”ربِّ رحمان و رحیم“ - اور میری آنکھیں بھی
شوق دیدار میں اب کیسی مکمل ہوئیں باز

شعلہ در شعلہ نظر آئے دو دیدہ سائے ۱۲۴
آنکھ پڑتی تھی وہاں اور یہاں باری باری
آئے قدموں پہ کبھی اور کبھی ان پر جائے

گا چکیں پوری مناجات وہ جب یُوں چل کے ۱۲۷
تو ہر اک روح یہ: ”چلّائی نہ جانوں کوئی مرد“
پھر وہی درد مناجات کا ہلکے ہلکے

کر چکیں ختم تو چلّائیں وہ یہ دوبارا ۱۳۰
بن سے دوڑا یا ڈیانہ نے تعاقب کر کے
آبسی تھی جو وہ وینس کی ہلس بدکارہ“

پھر مناجات میں گانے لگیں ان کی تعریف ۱۳۳
جو زن و شور ہے بندھن میں وفادار ایسے
کہ پڑا دامنِ عصمت پہ نہ اک داغِ کثیف

علم ہے وہ اسی عالم میں رہیں گی جب تک ۱۳۶
آگ پر آگ انہیں کرتی رہے گی بکداخت
ایسے داروسے، اور ایسی ہی غذا سے بے شک
مندمل ہوگی- کہ ہے آخری گھاؤ کی وہ ساخت ۱۳۹

وضاحت- دوزخ کا تصور نارِ سعیر سے قائم ہے- حامیہ، دانتے نے برزخ میں آگ کی ہولنا کی کا ذکر تصرّف سے کیا ہے- گناہ کی پاداش میں اگر آگ میں جلنا ضرور ہے- تو اس کی آلودگی کو بھی یہی بھسم کرے گی- دونوں تصوّر ساتھ ساتھ ہیں خواہش انسان میں آگ کی طرح بھڑکتی ہے اور ایسے اعمال کا سبب بنتی ہے کہ آگ میں جھونکا جائے- پھر اسی آگ کی بھٹی سے وہ کندن ہو کر نکلے-

تشریحات- ۲/۳ برزخیہ میں سورج بُرج حمل سے بُرج ثور میں جب کہ دُوسرے نصف کرے میں نصف شب کا بُرج میزان برج عقرب کو جگہ دے رہا ہے- یُوں دونوں کا عالم سمت الراس بن گیا ہے-

۲۲- ملیگر دیو مالائی کردار- پیدا ہوا تو ماں نے سُنا- دیویوں نے آگ میں ٹہنی ڈال کر کہا' بچے تری عمر اس ٹہنی جتنی ہوگی- ماں نے یہ ٹہنی نکال کر چھپالی- جوان ہو کر اس نے اپنے بھائیوں کو مار ڈالا- تب ماں نے وہ ٹہنی آگ میں جھونک دی اور یہ گھل گھل کر مر گیا- ورجل کا نکتہ یہ ہے جیسے مادہ ضائع ہو جائے تو روح نکل جاتی ہے ویسے ہی روح کو اذیت سہنے کے لئے ایک مادی غلاف مل جاتا ہے-

۲۶- ورجل کا دوسرا نکتہ یہ ہے کسی شے کو بدلے بغیر اس میں حرکت منعکس ہو سکتی ہے-

۲۹- ورجل نے یہ تو بتا یا دیا کہ مشیت اذیت سہنے کے لئے روحوں کو پھل غلاف جسم مہیا کرتی ہے اور تماثیل سے یہ نکتہ واضح بھی کر دیا- مگر مزید وضاحت کے لئے سٹیٹس کو اشارہ کرتا ہے جو عیسائی ہے اور یہ توجیہہ مضمون وحی سے ہی ممکن ہے-

۱۰۸/۳۴- یہاں مذہب وحکمت کو سمو کر یہ مسئلہ بیان کیا ہے- روان شعوری کیا ہے، روح و جسم کا معمّہ کیا ہے- اس میں وہ جنین اور ارتقا کی بحث بھی کرتا ہے-

۳۷- خونِ صالح سے مراد منی، دھات یا جوہر ہے- جو لہُو کی مکمل ترین شفاف صورت مانی گئی ہے- اس میں وہ بد گہری شامل نہیں جو رودوں (رگوں) کی رود میں بہنے سے اسے رنگدار بنا دیتی ہے- یہ ارسطو کا نظریہ ہے-

۳۸- صلاحیت تعمیر، دل خون کو عضو سازی کی صلاحیت دیتا ہے خواہ وہ لہُو کی شکل میں رگوں میں دوران سے ہو یا منی کی صورت جنین کی ہیئت ترکیبی سے-

۴۳- مصفّٰی ہو کر عضو تناسل سے اندام نہانی میں پڑنے کا عمل-

۴۲- عام خیال ہے کہ تخلیقی عمل میں عورت غیر محرک محض ہے- بیج یا تخم حاصل کر کے اس کا جسم چپ چاپ اس کی پرداخت کرتا ہے- جنین میں منی و بیضہ کا مشترک عمل حال کی تحقیق ہے-

۴۸- مکمّل مدخل- مراد منبع، دل-

۵۲- یہ نباتاتی رُوح ہے-

۵۲- اعضائے بدن بنتے ہیں تو حیاتی رُوح وجود میں آتی ہے-

۶۲- اشارہ ابنِ رشد کی طرف ہے جو اس امر کے لئے کسی خاص عضو کی نشاندہی نہ کر سکا کہ دماغ جو انسان وحیوان میں یکساں ہے تو پہلے میں شعور کہاں رہتا ہے- وہ یہ نہیں مانتا شعور لافانی ہے اور مرنے کے بعد رُوح اسے ساتھ لے جاتی ہے-

۷۲- انسان کی مادی ہیئت جس میں شعور/ احساس کا عمل دخل ہونے لگتا ہے یا خدا یہ کیفیت خاص ادا کرتا ہے جب جنین میں دماغ کی خاص وضع قطع بن جاتی ہے-

۷۴- روح مکمّل- اس میں نباتاتی اور حساتی، رُوحِ رواں کی تمام صلاحیتیں آجاتی ہیں جو محسوس کرتی ہے اور خود کو پہچانتی ہے-

۷۶- تقدیر کی دیوی لیچس-

۴۷/۸۰- موت پر انفرادیت فنا نہیں ہوتی- صرف وہ صلاحیتیں جاتی رہتی ہیں جو جسم کی مختلف حالتوں کے لئے ضروری ہیں- حواسِ خمسہ-

۸۲- دو ساحل ممکنہ ٹائیر' ایچرن کے کنارے-

۸۶- مرتے ہی معلوم ہو جاتا ہے' انتخاب کیا ہے' دوزخ یا جنت-

۸۸- جنت و جہنم کے برعکس برزخ زمان و مکان میں محصور ہے گو زمان و مکان کا یہ تصور وہ نہیں جو ہم قیاس کرتے ہیں- یہاں رُوح کو دوبارہ ایک ہیئت ملتی ہے جیسے ہوا میں دھنک، اسے سردی گرمی کی اذیت دی جاتی ہے- یہ ہوائی ہیولی یونہی رواں دواں ہے جیسے آگ کے ساتھ شعلہ، اسے طیف کہئے جب زمین پر نظر آئے تو بھوت کہلائے، مگر یہ طیف یا عکس وہ نہیں پھر روزِ حشر روحوں کو جسم کے طور پر مہیا ہوں گے-

۱۰۹- اگلی ساتویں لگر کو روانگی جہاں شہوانیات کی تنقیح ہوگی-

۱۲۳- دُعا، اے خدا ہمارے گناہ گار دل میں خواہشات بھسم کر دے کہ ہم مستعدانہ شہوانیات کو دفع کر دیں-

۱۲۴- دیانہ نے ہلس کو اپنے جھرمٹ سے نکال دیا تھا کہ وہ جوپیٹر سے حاملہ ہو کر ایک بچے کی ماں بن گئی تھی-

۱۳۹- آخری گھاؤ- ساتوں پاپ- ''پ''

لغت-

رودے- رگیں

سماروغ- لگرمتا- انڈے سی- سانپ کی چھتری- کھمبی

ڈہر- راستہ

چھبیسواں کینٹو

واقعہ - مرتکبینِ گناہ فطری و غیر فطری کو ساتویں گگر کے ساتھ یوں دوڑتے دیکھا کہ مخالف سمتوں سے تیزی کے ساتھ آتے، ایک دوسرے کو چومتے اور نکل جاتے - دو شاعر گیڈو گن سلی اور ارناٹ ڈینیل ملے، دانتے کی ان سے ہمکلامی-

ایک ایک ایسے کنارے پہ روانہ تھے ہم
میرا محتاط اتالیق مکرر مجھ سے
"احتیاطاً اے کہ مری بات پہ ہو دھیان نہ کم"

کہیں سورج مرے کاندھے پہ چبھا جاتا تھا ۴
دُور نیلاہٹیں کرنوں سے ہوئیں، مغرب میں
چرخ پر پوچا سفیدی کا پھرا جاتا تھا

میرا سایہ جہاں پڑتا تھا' وہاں آگ کا رنگ ۷
سُرخ اس طرح بدل جائے کہ مَیں نے دیکھا
کئی ارواح قدم ران ہوئیں اس پر دنگ

جائزہ پہلے مرا خُوب لیا پھر باہم ۱۰
بڑ بڑاتی ہوئیں کہنے لگیں" اس کا ڈھانچہ
ٹھوس ہے' ساخت ہوائی تو نظر آئے کم"

چندان میں سے قریب آئیں' مگر حسبِ بساط ۱۳
آئیں وہ میرے قریب اور نہ آئیں گے
پاؤں شعلے پہ نہ پڑ جائے' ذرا تھیں محتاط

"احتراماً ہے روانہ پسِ ایشاں، یہ خیال ۱۶
ٹھیک اگر ہے، کہ نہیں محض چھل قدمی یہ
دے جواب آگ سے اور پیاس سے ہُوں میں بدحال

میں نہیں ہانپ رہے ہیں یہ بھی بہرِ جواب ۱۹
پیاس ایسی، نہ کرے یوں حبشی یا ہندی
اضطراباً نہ کبھی خواہشِ جوئے خوش آب

یہ بتا کون ہے تو، کس لئے مثلِ دیوار ۲۲
درمیاں کر دیا سورج کے بدن کو حائل
کر سکی ہو نہ تجھے جیسے ابھی موت شکار"

یُوں کہا ایک نے، جھٹ مَیں نے بتائی پہچان ۲۵
پھر مری ساری توجہ ہوئی یکدم مرکوز
اک عجوبہ پہ، کیا جس نے نہایت حیران

اک نیا طائفہ تھا اس رہِ سوزندہ پہ ۲۸
سمت برعکس سے تا یکدگر آتا جاتا
اور میں نقش بدیوار ہوا تھا یکسر

باہم اک دوسرے کی سمت وہ بگٹٹ پویا ۳۱
بیچ میں چُوم کے ملتے تھے، گذر جاتے تھے
ہو علیک اور سلیک اتنی ہی کافی گویا

(کیڑیاں جیسے ادھر سے اُدھر آئیں جائیں ۳۴
دَل پہ دَل مِلتی ہوئیں منہ بھم، اب کیا کہیے۔
لیں وہ سن گن کہ فقط راہ پتہ بتلائیں)

یوں ملیں - اور ذرا بڑھنے سے پہلے یہ گروہ ۳۷
اس قدر زور سے چلائے کہ زچ کرتا ہو
دوسرے کو - وہاں بنکارے پھر اک اور انبوہ

"گومرہ اور سڈوم" اور مخالف ان کے ۴۰
اسی آواز سے "کودے پسی فی گائے میں
سانڈ اس طرح کہ شہوت سے بہ شدت دھنکے"

اور پرواز کناں سارسوں کی دوڈاریں ۴۳
ایک صحرا کی طرف ایک بطرف رفین
دھوپ کہرے کے سبب منزلیں جیسے مارے

آمد و رفت میں مشغول تھے یوں دو ٹولے ۴۶
اشک آنکھوں سے چکاں اور لبوں پر وہ بول
ہر کوئی جان کا سب زور لگا کر بولے

بات جن سے ہوئی تھی پہلے وہ آئے نزدیک ۴۹
تھے بہت میری کتھا جاننے کے خواہشمند
یہ کہ شوقِ متجسس نے انہیں دی تحریک

جھانک کر ان کا گریبانِ تمنا دوبار ۵۲
میں "یہ محفوظ رہو امن میں تم اے روحو
بیش و کم سلسلۂ وقت ہو جیسا بھی شمار

میرے اعضائے بدن کی یہ بھری پکی فصل ۵۵
واں نہیں کاٹی گئی، میں یہاں لایا ہوں تبھی
یہ لہو اور رگیں ٹھیک یہ استخوان اصل

کوہ پیمائی بھی آنکھوں پہ لہٰذا ہے صاف ۵۸
ایک خانم ہے بلندی پہ یہ فیض اس کا ہے
بار فانی لئے پھرتا ہُوں یہاں بے اتلاف

چند ہی دیر میں پاؤ گے مراد فرجام ۶۱
بیکراں دل میں جو فردوس کی تم رکھتے ہو
دل کہ صہبائے محبت سے ہے لبریز تمام

اب بتاؤ' سر کاغذ یہ کروں پھر مذکور ۶۴
آپ ہیں کون' یہ ہے دوسرا ٹولہ کن کا
یُوں رواں اور دواں آپ کے پیچھے پچھ دُور؟"

شہر میں جیسے کوئی گاؤ دی ہا تو مبہوت ۶۷
حیرت آباد کو تکتا کھڑا رہ جائے یُوں
ہو اجڈ جنگلی کے ہونٹوں پہ لگی مہر سکوت

حیرت طیف زیادہ تھے، مگر جب زائل ۷۰
بد حواسی ہوئی' جو ذہن رسا میں ہو جلد
تو ہوئے میری طرف سارے سنبھل کر مائل

طیف اوّل نے کہا: "رحمتیں تجھ پر سہ بار ۷۳
کہ بھلی موت کی امید سے ان ساحلوں پر
سیکھنے آیا ہے پھر کیسے سفینہ ہو پار

وہ روانہ جو نہیں ساتھ ہمارے کج رو ۷۵
"قیصرہ" فتح کے دوران یہ قیصر کے لئے
نعرہ زن' آئے یہ گاتے ہوئے اس ہی کے جلو

دیکھ سن آیا انہیں ہانکتے بکتے ہیں سدوم ۷۹
خود ملامت، یہ بہ شامت، کہ ندامت ان کو
بھون کر نارِ سعیرہ میں بنائے معصوم

اور ہم دو غلیاتی تھے' بڑے عصیانی ۸۲
سخت مذموم کیا قاعدۂ آدمیت
شہوتی مثل و حوش اوندھے الٹ نفسانی

خود پہ لعنت کریں کردار جو شیطانی تھا ۸۵
یاد بدکارہ کریں' حلیہ بدل کر کھیلی
کھل کے حیوان سے - وہ غلبۂ شہوانی تھا

سب گنائے ہیں جرائم' یہ گنے بد اعمال ۸۸
اب اگر چاہتا ہے نام گناؤں سارے
بسکہ ممکن نہیں ہے وقت کی ہے برقی چال

کون میں ہوں' یہ تسلّی کروں تیری بے شک ۹۱
گیڈو گن سلّی، کہ میں دھویا گیا ایسا پاک
توبہ کر لی تھی بصد صدق دلی، مرنے تک"

آنو لے جھانو لے جس طرح بروز آفت ۹۴
ماں مکر گس جنہیں دکھلائی پڑی مدّت بعد
اس طرح (گرچہ میں ان کا تو نہیں ہم عظمت)

میری حالت ہوئی، جب اس نے لیا اپنا نام ۹۷
مجھ سے ممتاز وہ ان فائقوں سے بھی جن کا
عاشقانہ و شجاعانہ حسیں طرزِ کلام

صنم و بکنم - کہ تکتی تھی اسے میری نظر ۱۰۰
دیر تک سحر زدہ - گامزناں غرقِ خیال
نہ ہوا پاس کہ تھا آتشیں دیوار کا ڈر

حظِ دیدار سے فارغ جو ہوا، نذرانی ۱۰۳
اپنی ذات اس کے حضور ایسی عقیدت کے ساتھ
کھائی اک اک وہ قسم، جس نے سنی سومانی

تو وہ یوں: ''بیٹھ گیا نقش نہایت محکم ۱۰۶
یہ عقیدت، تری باتیں یہ لگاوٹ والی
لیتھ اسے دھو نہ سکے، کر نہ سکے یہ مدھم

تیری سوگند اگر حق ہے، بتا مجھ کو صاف ۱۰۹
کیوں مجھے روک رکھا ہے کہ مجھے ہو معلوم
آنکھ بے لاگ تری، اور سخن بھی بے لاف''

میں اسے ''نظم تری موتیوں کی سلک حسیں ۱۱۲
عہد در عہد ادب میں یہ رہے گی روشن
روشنائی کو کرے نقرہ تری کلک حسیں''

''دیکھ اسی حلقہ میں موجود ہے وہ یارِ من'' ۱۱۵
اک ہیولی پہ اشارہ کیا یہ کہتے ہوئے
''وہ کہ ہے مادری بولی میں اک استادِ فن؛

عشقیہ شاعری و نثر میں رنگ رومان ۱۱۸
کون یوں بھر سکا ہے اور وہ بے بہرہ ہیں
جو کہیں صاحب لموس کی ممتاز ہے شان

کہ حقیقت نہیں شہرت انہیں ملحوظِ خیال ۱۲۱
ہانکتے رہتے ہیں وہ اور نہیں سُنتے ہیں
فہم و فن جو کہیں دربارۂ معیارِ کمال

گٹن اور اس کے مثیل اور دگر بڑ بولے ۱۲۴
بس ہوا باندھتے آئے تھے اس کی پھر جب
سچ نے میزان پہ قائم کیا - کیسے تولے

اب جو فرمائے مقدّر تجھے ایسا مسعود ۱۲۷
بار اس طائفۂ حمد سرا میں پائے
صد مبارک ہے جہاں حضرت عیسیٰ کا ورود

پڑھ دعائے پدری میرے لئے اس کے حضور ۱۳۰
اس قدر اب تو ہے محتاج ہماری حالت
بسکہ مقدور نہیں اب ہمیں سرزد ہو قصور"

بہر نوارداں وہ چھوڑ کے رستہ یکدم ۱۳۳
اس طرح ہو گیا گم آتش افروختہ میں
سُوئے تالاب کرے ماہی بے آب کہ رم

جس ہیولے پہ اشارہ کیا تھا - ایک قدم ۱۳۶
میں بڑھا اس کے لئے نام پتہ بتلائے
ہو جو خواہاں کہ یہ ہو لوحِ مکرم پہ رقم

اور برجستہ دیا اس نے یہ شائستہ جواب ۱۳۹
"مہرباں تو نے جو دریافت کیا ہے تو مجھے
صاف اظہار میں مانع نہ رہے کوئی حجاب

میں ہوں ارناٹ مرے زمزمے شیریں وگداز ۱۴۲
ایک مدت سے پشیماں بُرے اعمال پہ ہوں
منتظرِ بہرِ طلوعِ سحرِ دیدہ نواز

جب تجھے سیڑھیاں لے جائیں ادھر دھند کے پار ۱۴۵
ملتمس ہوں کہ سر قلۂ کہسار، رواں
یاد رکھیو مری تکلیف مری حالت زار!"
پھر وہ در پردۂ آتش جو کرے پاک بجاں ۱۴۸

وضاحت۔اس کینٹو کا موضوع ورجل کا یہ نظریہ ہے کہ محبت بدی اور نیکی دونوں کی جڑ ہے۔

تشریحات۔۳۰۔لوطی ہیں، فعل خلاف وضع فطری کے مرتکب، لہٰذا سورج سے مخالف سمت چل رہے ہیں۔

۴۰۔گومرہ وسدوم، مراکز لواطت بجلی گرنے سے معدوم ہوئے۔

۴۱۔پسی فی۔شہوت میں اندھی ایک عورت کا نام۔

۴۴۔صحرائے افریقہ اور شمالی یورپ کا ایک سلسلۂ کوہ۔

۵۹۔حضرت مریم یا پھر بیٹرس۔

۷۳۔یہ گیڈوگن سلی کی روح ہے۔

۷۶۔یعنی لوطی جواب اوجھل ہو گئے۔

۷۷۔"کوئین" بیتھنیا کے بادشاہ نکومدلیس اور سیزر کے تعلقات کے باعث فحش گانے اس مضمون کے خود اسکے سپاہی فتح فرانس پر گاتے پھرتے تھے۔

۸۲۔دوغلیاتی۔ہرمافروڈائٹس اور اس کے عاشق سلماتک کو دیوتاؤں نے دونوں جنسیوں کے اعضا کا حامل یک بدن کر دیا۔

۸۳- سینٹ ٹامس نے قوانین کی متفرق انواع بیان کی ہیں- لیکس ایٹے رونا- ابدی قوانین، حقوق اللہ، سب کائنات پر یکساں عائد، اس میں اخلاقی ضابطے بھی شامل ہیں- انسان پر یہ دو طرح واضح کئے گئے۔ لیکس ڈیوائینہ وحی الہام- الٰہیہ لیکس نیچریہ فطریہ، قدرتا القا، لواطت خلاف قانونِ فطرت ہے- لیکن ہیومانیہ۔ قیودِ انسانی حیوانی خصائل سے واضح جیسے اخلاقی قاعدے- جانوروں میں جنسی تعلق میں تمیز نہیں- انسانوں میں ہے- جیسے زنا یا سگے رشتوں سے ممانعت- پسی فی کی تمثیل کہ گائے کی صورت بیل سے رجوع ہوئی-

۹۲- گیڈو...... اپنے عہد کا مسلمہ رومانی سخنور-

۹۴- توام بھائی ماں سے بچھڑ گئے، ایک مدت بعد ملے کہ اسے تختۂ دار کی طرف لئے جاتے تھے- اس آفت سے بچایا-

۲۰/۱۱۶- تینوں شاعر ہیں- ارناٹ ڈینیل- گراٹ ڈی بورنیل (صاحب لمگوس) گیڈو وادیز المعروف گنن-

۱۲۸- عرش-

۱۳۶- حوالہ ارناٹ ڈینیل-

لغت- ہاتو- پہاڑی مزدور-

آنولے جھانولے- جڑواں، توام-

ستائیسواں کینٹو

واقعہ-سورج چھپنے سے پہلے تینوں شاعر پہاڑی کے آخری مغربی کونے پر پہنچ گئے -آگ کے پار درۂ نجات پر انہیں فرشتہ عفت دکھائی دیا-مناجاتِ برکت تلاوت کر رہا تھا-اس درّے تک آگ میں سے گذر کر جا سکتے تھے-دانتے کو ہمت نہ ہوتی تھی-ورجل نے بیٹرس کی ملاقات سے ترغیب دیا اور حوصلہ بڑھایا-آخر وہ اور اس کے دونوں ساتھی پار ہو گئے-چڑھنے لگے تو سورج ڈوب گیا اور یہ رات گذار نے پائیدانوں پر ٹھہر گئے-اس جگہ دانتے نے تیسرا خواب دیکھا جس میں رقیہ اور لحیہ ملیں-پو پھٹی تو یہ تیزی کے ساتھ ساتویں سیڑھی چڑھ گئے-آخری قدمچے پر ورجل نے اپنا اتالیقی منصب چھوڑ دیا-دانتے اپنی مہم کا خود ذمہ دار ہو گیا-سامنے تاحدِ نظر گلزار و مرغزار پھیلے ہوئے یہی طوبیٰ تھا-بہشتِ ارضی!

تیر جب اوّلیں کرنوں کے وہ برساتا ہے
اس نگر پہ جہاں ناجی کا لہو بہ نکلا
ابرو جب تہ میزانِ بلند آتا ہے
سخت دوپہر سلگتی ہے سرِ رود گنگ ۴
آفتاب ایسے رواں روز سوئے شب پڑا اں
اور تھا سامنے یزداں کا کروبی خوش رنگ

یوں کنارے پہ وہ شعلوں کے پرے زمزمہ زن ۷
"صاف دل لوگ مبارک ہیں" کہ موسیقی میں
اس جہاں کی، نہ مٹھاس اور نہ دیسی چھن چھن

پھر "نہ گلیار نہ رستہ یہاں ارواحِ پاک ۱۰
کہ نہ ان شعلۂ سوزندہ سے ہو کر گذرے
آؤ تم! اور کرو سازِ درا کا ادراک"

آئے نزدیک تو آئی سمجھ اس کی گفتار ۱۳
اس طرح جان فنا ہو گئی میری، سن کر
کہ اٹھائے ہوئے لے جا رہے ہوں سوئے مزار

ہاتھ باندھے ہوئے میں دیکھ رہا تھا جھک کر ۱۶
جو بدن جلتے جھلتے کبھی دیکھے ہوں گے
وہ تصوّر میں اعادہ ہوئے ساری پھک کر

گھوم کر دونوں اتالیق مری سمت رجوع ۱۹
ورجل اس طرح: "اذیت ہے نہایت لیکن
اس جگہ ہو نہیں سکتی ہے پسر" موت وقوع

یاد کر، اے تجھے لایا ہوں یہاں تک محفوظ ۲۲
اور جیرون ترا اسپ بنا تھا - یاں تو
ہے خداوند بھی؛ وہ کیا نہ رکھے گا ملحوظ

بے دھڑک ذات رہ شعلہ بدامان پر ڈال ۲۵
سو برس بھی رہے اس میں نہیں پہنچے گی گزند
مان تو، ہو نہیں بینکا ترے سر کا اک بال

گر مذبذب ہے، بظاہر نظر آئے یہ فریب ۲۸
آزمائش تجھے خود شرط ہے دامانِ قبا
جھونک کر دیکھ، وہ ہو گا نہیں جل کر بدزیب

گر پرے خوف کو، یہ خوف پرے بھی کر دے ۳۱
کیا حذر، چل۔ مجھے ہر چند جھنجھوڑے بھی ضمیر
ہل نہیں پاؤں، کہ تن میں کوئی سیسہ بھر دے

اور محسوس ہوا جب کہ نہیں میں قائل ۳۴
جھنجھلا کر وہ یہ کہنے لگا: "اچھا تو پھر
بیٹرس تک تجھے دیوار یہ ہو گی حائل"

نامِ تھسی یہ دمِ نزع پریمس نے جھٹ ۳۷
جس طرح کھول کے جھپکائی تھیں بوجھل پلکیں
گرچہ سرخی میں شرابور تھا شہتوت نپٹ

صورت ایسی ہی تھی۔ مَیں سوئے اتالیق مڑا، ۴۰
یکدم اس نام سے کافور ہوئی ہٹ دھری
میرے دل کی طرف اک چشمۂ تشویق مڑا

یُوں وہ خندیدہ کہ دیکھا کئے اس بچے کو ۴۳
یُوں وہ بولا "تو پھر اب ہم اسی جانب ٹھہریں؟"
سیب سے جیسے کہ پرچائے کوئی بچے کو!

پھر وہ آگے بڑھا اور دھر دیا شعلے میں قدم ۴۶
سٹیٹس سے کہا آجائے وہ اس کے پیچھے
مستعدی میں نہ ہم دو سے رہا تھا جو کم

میں گھسا جب تو یہ حالت ہوئی معلوم ہو پھاگ ۴۹
میں اگر پگھلے ہوئے شیشہ میں غوطہ کھاؤں
اس قدر تیز تمازت میں بھڑکتی ہوئی آگ

مہرباں باپ یہ بولا مرے بہلانے کو ۵۲
ذکرِ خیر اس کا - "ضرور آئے گی اس درے کو
بیٹرس چشمِ ضیا بار سے چمکانے کو"

رہبری کرتی ہوئی پار سے آئی اک تان ۵۵
وہ لئے جائے ہمیں، اور روانہ ہم لوگ
تھی جہاں سینۂ کہسار پہ رستے کی اٹھان

خیرہ کن روشنی میں زمزمے کی یہ گنجار ۵۸
"باپ کے پیارو چلو" چیز بجھائی نہ پڑے
آنکھ ٹکنے ہی نہ دیتا تھا وفورِ انوار

"ڈوبنے ہی کو ہے سورج ابھی پڑ جائے گی رات" ۶۱
اک ندا نے ہمیں تنبیہ یہ کی "مت رکنا
ڈھانپ لے نظریں نہ مغرب سے اٹھ کر ظلمات"

سنگلاخ ایسی چٹان اس پہ وہ رستہ اوگھٹ ۶۴
رُخ مرا یوں کہ مرا سایہ تھا مجھ سے آگے
ایسے سورج میں کہ چھپنے کو تھا گر کر جھٹ پٹ

سعی دو چار قدم کی - نہ ابھی کچھ صائب ۶۷
کہ مجھے اور مرے داناؤں کو محسوس ہوا
سُورج اب چُھپ گیا، پیچھے ہوا سایہ غائب

اس لئے قبل ازیں دَورِ افق ہو یک رنگ ۷۰
وہ اس ساری فضا پر چلے شب کا سکّہ
پائیدانوں پہ کیا ہم نے اب ایک ایک پلنگ

ہم ارادے سے ہوئے بھی نہ تھے از خود عاری ۷۳
بلکہ اس کوہ کی تاثیر سے طاقت ہوئی سلب
پیر اُٹھ ہی نہ سکیں ، ہو گئے ایسے بھاری

بکریاں جنگلیاں آوارہ چڑھیں جب چرنے ۷۶
اک سرا زیرِ پہ پھر رج کے پسر جائیں وہیں
چھاؤں میں لیٹ کے چپ چاپ جگالی کرنے

اور کھرساؤں میں لاٹھی پہ لگائے ہوئے ٹیک ۷۹
چو کسی سے کرے پاس اوٹ میں سے نگرانی
آسماں کے تلے شب بھر پڑا چرواہا ایک

دیکھ بھال ایسی ہی یا کوئی گڈریا اٹھ کر ۸۲
بکریوں بھیڑوں کی کرتا ہوا خاموشی سے
بھیڑیا سوتے میں کر جائے نہ تتر بتر

تین ہم یوں - وہ گڈریے مجھے بکری کہیئے ۸۵
اور دیواریں چٹانوں کی وہ اونچی اونچی
ہم کہ پابند ، اسی باڑے کے اندر رہیئے

اور ہر منظرِ بیرون تنگ تاب ہوا ۸۸
تارے پر تارا نظر آئے بھی جو روزن سے
حجم و تابندگی میں گوہرِ نایاب ہوا

ڈور انہیں دیکھ رہا تھا کیے کچھ سوچ بچار ۹۱
کہ مجھے نیند نے یوں آلیا - جو نیند اکثر
خواب زاروں میں ہو آئندہ کی آئینہ دار

شاید اس وقت تلک زہرہ نے پھر جب ڈالیں ۹۴
زہرہ آپس میں کرے شمع محبت روشن
پوربی کرنیں ڈھلانوں پہ وہ سب اجیالیں

خواب میں آئی نظر ایک دلآرا خاتون ۹۷
پھول چنتی ہوئی سر سبز چراگاہوں میں
لے میں، لفظوں کا پروتی ہوئی یہ خوش مضمون

"میں ہولحیہ سنے گر نام کی ہے فرمائش ۱۰۰
بدھیاں گوندھتے رہتے ہیں مرے گورے ہاتھ
ان سے مطلوب ہے اپنی ہی مجھے آرائش

ناز فرماؤں اگر عکس میں دیکھوں یہ سنگھار ۱۰۳
دن بھر آئینے میں دیکھے ہے سراپا دائم
شوق ہے میری بہن کو کرے اپنا دیدار

دھن رقیہ کو تکے اپنی ہی چشمان غزال ۱۰۶
اور مَیں اپنا بناؤ کروں اپنے ہاتھوں
کام سے مَیں رہوں سرشار، تو وہ مست خیال"

پو پھٹے دن ابھی پورا نہیں نکلا ہو مگر ۱۰۹
لو سہانی انہیں لگتی ہے، پڑاؤ ڈالے
آس پاس آئے ہوں زائر جو پلٹتے ہوئے گھر

سائے اندھیارے ہر اک سمت سے اب بھاگ اٹھے ۱۱۲
ساتھ ان کے ہی گئی نیند مری - مَیں اٹھا
اور وہ میرے اتالیق بھی تھے جاگ اُٹھے

''بھوک جس کی متلاشی ہے وہ میوہ شیریں ۱۱۵
یاں درختوں پہ بکثرت تجھے مل جائے گا
اور ہو جائے گی ہر طرح طلب کی تسکیں''

ایسے الفاظ میں ورجل نے کیا مجھ سے خطاب ۱۱۸
یہ سخن میرے لئے بیش بہا ایسا تھا
ہیچ پڑ جائیں زمانے کے خزینے نایاب

چاہ پر چاہ اس انداز سے تھی افزوں تر ۱۲۱
اور مَیں ایسے بلندی پہ چڑھا جاتا تھا
کہ نکل آئے ہوں جیسے مرے پیروں میں پر

زینہ چڑھ آئے تھے تحتان قدمچے ہوئے دُور ۱۲۴
پائیدان آخری آیا تو کہا ورجل نے
گھوم کر میری طرف، گاڑ کے نظریں بھرپور

''دیکھ لی خوب سب آتش ابدی اور فانی ۱۲۷
اب یہاں آ گیا تو' یہ جگہ ایسی ہے
مجھ سے تو جائے نہ آگے کوئی شے پہچانی

زیرکی سے تجھے کہہ سن کے یہاں تک آسان ۱۳۰
لے کے آیا - تجھے کرنی ہے قیادت اب خود
راہ بھی تنگ پہاڑی بھی ہے آگے ڈھلوان

دیکھ سورج کو ترے سر پہ درخشندہ ہے ۱۳۳
دیکھ سرسبز جڑی بوٹیاں پھل پھول یہ جھنڈ
ہر کوئی جوہر خاکی کے سبب زندہ ہے

جب تک آئے وہ حسیں آنکھ سعادت والی ۱۳۶
جس نے تجھ تک مجھے بھیجا تھا سرشک آلودہ
دیکھ آرام سے تو تازہ و تر ھریالی

مجھ سے اب مانگ اشارہ نہ کنایہ نہ سخن ۱۳۹
اب ارادہ ترا - بے عیب ، مکمل مختار
ہو ترا راہ نما - اس سے نہ ہونا بد ظن
لے سنبھال اب یہ عصا اور پکڑ یہ دستار" ۱۴۲

وضاحت-آگ کی دیوار-ساتویں نگر پر عقوبت کے بعد رسائی ممکن ہے بھڑکتا ہوا یہ نارستانِ حامیہ تہری خصوصیتوں کا حامل ہے۔ نگر کا کفارہ، باغِ عدن پر رضوان کی شمشیرِ آتشیں کا استعارہ، داستان پاستان میں شہزادی تک پہنچنے کے لئے صعوبت ناک مرحلے کا اشارہ! مجازاً چونکہ ہر گناہ کی اصل محبت (رغبت) ہے اس لئے کفارہ لازم ہو جاتا ہے-

لحیہ ورقیہ-حضرت یعقوبؑ نے لبان کی چھوٹی بیٹی کو پانے کے لئے سات سال بھیڑیں چرائیں، مگر انہیں رقیہ کی بڑی بہن عقد میں دے دی گئی' کہ چھوٹی پہلے بیاہی نہ جا سکتی تھی-سو پھر سات سال چوپانی کی-لحیہ قبول صورت تھی' حضرت یعقوب کے دس بیٹوں کی ماں بنی-رقیہ چندے ماہتاب چندے آفتاب-یوسف اور بالیمین کی والدہ تھیں-اس کینٹو میں دونوں کے جداگانہ کردار کو نمایاں کیا گیا ہے-پہلی کردن کی صورت ہے، جو صد عیب کا سبب بن سکتی ہے۔ دوسری نکردن کہ صرف یہی ایک عیب ذمے لگے-

لحیہ فعالیت اور رقیہ انفعالیت کی علامتیں ہیں۔ ایک متحرک' دوسری مفکر۔

تشریحات۔۵۔۱۔ یروشلم میں صبح، ایبرو (ہسپانیہ) میں آدھی رات، دور مشرق میں کنارِ گنگا دوپہر اور برزخ میں شام کا سا پہر۔

۸۔ مبارک ہیں پاک دل۔ کہ وہ خدا کا نظارہ کرسکیں گے۔

۱۸۔ وہ جنہیں حکم کلیسا سے زندہ جلا دیا گیا

۲۳۔ چیرون، یہ واقعہ دوزخ میں ۲۲ ویں کینٹو میں گذرا۔

۳۷۔ روایت ہے کہ پریمس کو غلط فہمی ہوئی کہ اس کی محبوبہ تھسی کو شیر نگل گیا، مایوسی میں ایک شہتوت تلے اس نے خود کو خنجر بھونک لیا۔ درخت اس کے خون سے لت پت ہو گیا۔ عالم نزع میں تھسی آئی، اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور دم دے دیا۔

۹۴۔ ستھریہ۔ زہرہ، نام یوں پڑا کہ جزیرہ ستھرہ سے نمودار ہوئی، صبح کے قریب اس کا ظہور دلالت کرے کہ جو خواب اس وقت دیکھے، سچا ہو۔

۱۰۹۔ صبح کاذب۔

۱۲۷۔ ابدی۔ فانی۔ جہنم اور برزخ کے شعلہ زار۔

لُغت۔ نپٹ۔ یکسر،

پھاگ، پھاگن کا مہینہ، سخت جاڑا پڑتا ہے۔

کھرسا، سخت گرمی کا موسم عموماً مئی کے مہینے میں

اٹھائیسواں کینٹو

واقعہ - دانتے ساتھیوں کو لئے مقدس طوبیٰ میں داخل ہوا - عجیب پُر بہار منظر تھا، چلے تو دیکھا ندی کے پار دوسرے کنارے پر ایک حسینہ نظر آرا، گنگناتی، خراماں خراماں پُھول کلیاں چُن رہی تھی - اس سے بہشت ارضی کے بارے میں سوال و جواب ہوئے - اس نے بتایا، شاعروں نے جس سنہرے زمانے کے قصیدے گائے ہیں - وہ انسان نے اسی جگہ بسر کیا تھا -

شوق میں کیجئے اس دشتِ مقدس کو تلاش
چھاؤنی چھائے گھنی ٹہنیوں کا نمگیرہ
یوں کہ سورج کی شعاعیں نہ وہاں پر ہوں فاش

مَیں نہ ٹھہرا - وہ پہاڑی ہوئی دُور اور رواں ۴
قدم تیز ترک سے سر میدان و دمن
جذب مٹی میں عبیر اور ہوا میں لوبان

نرم جھونکے مرے ماتھے پہ جو مس کرتے تھے ۷
ان کے انداز میں در آئے نہ تیزی ہرگز
تھا صبا مثل وہ فراٹا اگر بھرتے تھے

ٹہنیاں چھو کے چلیں تو وہ جھکیں ہل ہل کر ۱۰
سب اسی سمت، جہاں پاک پہاڑی اپنا
سایہ پھیلائے ہو جس وقت پدیدار سحر

سیدھ میں ٹھیک کھڑی یوں کہ نہ وہ ہچکولیں ۱۳
چین سے اونچی پھننگی پہ براجے پنچھی
فن پر سازِ خداداد کے جوہر کھولیں

اور وہ میٹھے ترانوں سے کریں استقبال ۱۶
جب نسیمِ سحری کا تو بلیں پتّے ساتھ
ان کی تانوں میں ملاتے ہوئے اپنی سُر تال

چیل بن چیاسی میں جس طرح سمندر کے ساتھ ۱۹
جمع سر گوشیاں بول اٹھتی ہیں ٹہنی ٹہنی
ڈھیل دے تھوڑی جو پروائی کو ایلوس کا ہاتھ

سُست و آہستہ اسی طرح رواں میرے پیر ۲۲
دُور اتنے گئے اس کہنہ طوئی میں جس وقت
نہ رہا یاد کدھر سے ہوا آغازِ سیر

یک بیک ایک ندی نے یہ سفر روک دیا ۲۵
وہ کہ اِٹھلاتی ہوئی دائیں سے بائیں تھی رواں
سبزہ لہروں نے کنارے پہ سر افگندہ کیا

جس قدر جانئے شفاف یہاں کے پانی ۲۸
سامنے اس کے تو گدلے ہی دکھائی دیں وہ
اندر اس کے نہ رہے چیز کوئی پنہانی

سرمئی سرمئی وہ بہتی ہوئی جاتی تھی ۳۱
مستقل سائے کی چھتری کے تلے جس میں سے
چاند سورج کی کرن بار نہیں پاتی تھی

رک گئے پیر مرے۔اور مری آنکھیں اُس پار ۳۴
شاخساروں پہ حسیں عطر فشاں پھولوں کا
دیکھتی رہ گئیں تازہ متنوع انبار

تھا مرا حال اچانک کوئی شے حیرت گر ۳۷
یوں کسی آدمی کو بے خبری میں آ لے
اس کے رہ جائیں خیالات پریشاں ہو کر

اک حسینہ تھی اکیلی وہاں محوِ گلگشت ۴۰
گنگناتی ہوئی گاتی ہوئی چنتی ہوئی پھول
رہگذار اس کی شگوفوں سے تھی اک نقشیں طشت

میں اسے "عرض ہے یہ شعلۂ عشقِ کامل ۴۳
تو ضرور اس کی تمازت سے ہے ایسے سرشار
واقعی آنکھ اگر ہوتی ہے دیباچۂ دل

طبع نازک کو جو تکلیف گوارا ہو یہ ۴۶
تو قریب لب جو آزرہِ لطف اتنی
ترے الفاظ سمجھ لوں، مجھے یارا ہو یہ

اے تجھے دیکھ کے یاد آیا ہے وہ دن یکبار ۴۹
کون اور کیا ہُوا گم۔کھوئی جب اس کی ماں نے
پرس پن، اور بچاری نے وہ گُل ہائے بہار"

کوئی رقاصہ مڑے ایڑیاں کر کے باہم ۵۲
پاؤں سے پاؤں ملائے وہ ٹکائے انہیں یوں
فرش پر ایک دھرے دوسرے سے آگے کم

یُوں مڑی وہ - تھی عجب لاج کی ماری کنیا ۵۵
چشمِ محجوب جُھکائے ہوئے ، پیلے اور لال
پُھول ہی پُھول چھپائے ہوئے ساری کنیا

مری درخواست کی جب اس نے پذیرائی کی ۵۸
آئی نزدیک تو کھلنے لگے معنی سُر کے
نہ رہی بات فقط انترہ استھائی کی

اس جگہ آئی جہاں صاف بلوری پانی ۶۱
غسل دے دے کے گذرتا تھا جڑی بوٹیوں کو
مجھ پہ فرمائی نگاہوں سے کرم ارزانی

مژۂ زہرہ پر ایسی نہ ہویدا تھی چمک ۶۴
اتفاقاً جب اسی کے ہٹی بچے نے
کیا مجروح اسے چھوڑ کر اپنا ناوک

سروقامت ، لبِ جو پار کھڑی خندیدہ ۶۷
ہاتھ سے ملگجی کلیوں کو وہ گوندھے جائے
اس بلندی پہ جو بے تخم تھیں خود روئیدہ

بیچ میں تین قدم کی یہ ندی محوِ خرام - ۷۰
درہ دنیال جہاں سے کیا قیروش نے پار
عبرت انگیز زعیم آدمی کا وہ انجام

سبسٹوس اور ابی ڈوس میں سیل مؤاج ۷۳
طبع لینڈر پہ رہا ہو گا گراں کم - لیکن
تھی مجھے سیدھے سبھاؤ نہ کھلی راہ یہ آج

وہ لگی کہنے: "مگر تم یہاں نو وارد ہو ۷۶
یہ تبسم مرا اس چیدہ بہارستان میں
جو کہ گہوارہ بنے نسل بنی آدم کو

تم کو حیرت نہیں شاید کسی شک میں ڈالے ۷۹
سارے چھٹ جائیں گے بینش پہ محیط اندھیارے
شانت دُھر پد سے مرے پاؤ گے وہ اجیالے

تو کہ آگے ہے کہا تو نے مرے آنے کا ۸۲
پوچھ ہو تا کہ تسلی تری میں آئی ہوں
ہے مجھے درک سوالات کے بھگتانے کا"

تو یہ میں: "راگنی پہ جھومتا جنگل پانی ۸۵
یہ نفی کرتے ہیں اس کی جو مرے دھیان میں ہے
اور جو سن کے ابھی آیا ہوں میں اک بانی"

اس پہ وہ کہنے لگی: "یوں جو تجھے الجھائے ۸۸
صورت حال یہاں کی اسے واضح کر دوں
کہ تجھے دق جو کرے کہر' ہوا ہو جائے

خیر اعلیٰ نے' مشیت سے وہ راضی اس پر ۹۱
پاک پیدا کیا آدم کو ، سدا وہ ٹھہرے
یاں پر آباد کیا - یہ ابدی چین کا گھر

اس جگہ باعثِ لغزش وہ رہا چندے مقیم ۹۴
مزدو شرمندگی سے باعثِ لغزش اس نے
اپنے معصوم ہنسی کھیل میں کر لی ترمیم

پھر مبادا وہی شورش یہ مچائیں اس پار ۹۷
خاک پانی کے بخارات اکٹھے ہو کر
اوپر آنے کو حرارت کرے جب وہ تیار

آدمی سے سرِ پیکار نہ ہو یہ کہسار ۱۰۰
رکھ دیا اس کو الگ ان سے سرِ عرش رفیع
بھیڑ کر باب مقفل کیا مثلِ دیوار

گردشی منطقے میں ہے کرہ باد تمام ۱۰۳
ازلی حرکت اسے تابعِ کل رکھتی ہے
دخل انداز نہ ہوں اس میں اگر اور اجرام

اسی حرکت کا تصادم ہے بلندی پہ یہاں ۱۰۶
جو ہوائے حرکی میں ہے مسلسل آزاد
اس گھنے بن کو بتاتی ہے وہی شور کناں

ضرب سے نخلِ سزاوار بھی ہو خیر آور ۱۰۹
جب سرایت وہ ہواؤں میں کرے تو ہر سُو
خوب پھیلایا کریں اسکو لگا کے چکّر

حاملہ ہو کے جنے یوں ہی بہر سمت زمیں ۱۱۲
استفادہ ہے فلک سے کہ طبیعی ہے یہ
مختلف پیڑ بغیرِ ثمرات و ثمریں

یہ وقوف اب جو ہوا پھر نہیں حیرت کا محل ۱۱۵
گر کوئی پیڑ، یہاں اور وہاں، وقت بہ وقت
آپ بے بیج اُگے، آپ لگے اس پر پھل

یہ بھی معلوم تجھے ہو، یہ مقدس میدان ۱۱۸
ایسے ہر قسم کے بیجوں سے اٹا ہے نیچے
کھوکھ میں پھل لئے جو توڑ نہ پائیں انسان

جھیل کا ریز نہیں جس سے یہ نکلے پانی ۱۲۱
جس طرح آب جوئیں' ابریخ و باردہ سے
کہ ہیں پایاب کبھی اور کبھی طغیانی

منبع اس کا ہے مگر اک ازلی زمزم آب ۱۲۴
ایزدی حسن رضا سے یہ رواں ہے ایسے
واں سے لبریز ہو پھر گھٹ کے بوقتِ سیراب

دوہری قوت سے رواں دوہری طرح جائے یہ ۱۲۷
اس طرف حافظے سے سارے معاصی دھودے
اس طرف حافظے میں نیکیاں لے آئے یہ

لیتھ اس سمت ہے یہ اور انوئی اس سو ۱۳۰
نام اس کے یہ رکھے کام نیبڑ اب اس کا
پہلے پہلی سے' پھر اک دوسری سے پی چلو

چکھ یہ ہر ذائقے سے بڑھ کے مزہ ہے شیریں ۱۳۶
اتفاقاً جو بجھا لی ہے یہ پیاس اب تو نے
تبصرہ اور کروں اس پہ یہ درکار نہیں

مستزاد ایک میں اب اپنی خوشی سے یہ بات ۱۳۲
بسکہ وعدے کو نہیں جرم زبانِ الفاظ
اور ہیں قابلِ تشریح کئی مندر جات

عہد زرین کے گن گائیں پُرانے انسان ۱۳۹
پرنس کا ہے یہ اک عالم اعلیٰ سو یہی
پے بہ پے غالباً آیا ہے انہیں خواب میں دھیان

اصل معصوم تھی یاں ہستئ انسانی کی ۱۴۲
فصل گل مستقل و تازہ فوا کہ سارے
خاصیت خاص مقطر ہے رواں پانی کی"

جو ستادہ تھے عقب میں انہیں دیکھا مُڑ کر ۱۴۵
یہ کُھلا ان کے تبسم سے - جواہر پارہ
کان تک ان کے بھی آیا تھا بسانِ گوہر،
میں نے پس رُخ کیا مہ رو کی طرف دوبارہ ۱۴۸

توضیحات - بہشت ارضی - میدان سر سبز، طوبیٰ - یہ سماں ایڈریاٹک کے ساحل پر چیاسی چیل بن سے مستعار ہے - مجازاً قبل از ہبوط وہ عالم ہستی ہے جب گناہ نا آشنا انسان پاک صاف زندگی بسر کرتا تھا - جو خاتون یہاں موجود ہے وہ مٹلڈا کون ہے، کیا بیٹرس کی طرح یہ بھی دانتے کی زندگی میں آئی تھی، بہر حال اس جگہ وہ بیٹرس کی مندوبہ دانتے کو اس سے ملاقات کے لئے تیار کرتی ہے -

تشریحات - ۱۹ - چیاسی چیل بن - تشریح آ چکی، ہوا سرا کو کا ترجمہ میں نے پروائی کیا ہے ایلوس، وایو یوتا ہے یعنی ہوا کا -

۵۰ - دیو مالا میں پھول چنتی اس دوشیزہ کو دیو لے بھاگا بیچاری کے پھول گر گئے اس کی ماں سریس اسے ڈھونڈتی پھری، نہ ملی تو زمین کو بانجھ کر دیا -

۶۵ - کیوپڈ نے ایک تیر اپنی ماں وینس کی چھاتی پر چلا دیا -

۷۲ - درۂ دانیال باسفورس، سسٹوس اور ابی ڈوس کے درمیان چار میل چوڑائی کا

چالیس میل لمبا سمندر کا ٹکڑا 480 ق م میں ایرانی شہنشاہ نے کشتیوں کا پل بنا کر عبور کیا بعد ازاں اسکا بحری بیڑہ غرق ہو گیا- لینڈر ابی ڈوس کا رہنے والا اپنی محبوبہ ھیرو کو ملنے کے لئے اس میں سے تیر کر آتا تھا- ایک طوفانی رات میں ڈوب گیا- کہتے ہیں بائرن نے تیر کر پار کیا تھا-

۸۰- پورے بول ہیں، اے خُدا تیری قدرت کے کرشموں نے مجھے نہال کر دیا-

۸۵- سٹیکس نے اسے بتایا کہ یہ ایسی جگہ ہوگی جس میں بادو باراں کا دخل نہ ہوگا-

۹۱- مطلب ہے ہبوط نہ ہوتا تو یہاں فراغت سے رہتے-

۱۲۱- لیتھ سے نسیاں ہوا، انوئی نے یادداشت صالح بحال کر دی-

۱۳۲- انسان کو جنت کا نستلجیہ ہے- یادِ وطن-

۱۴۵- اب دانتے قائد ہے-

لُغت- لوباں- لوبان

کنیا- دوشیزہ

ہٹی- ہٹ والا، ضدی

شانت دُھرپد- اطمینان کا نغمہ

انتیسواں کینٹو

واقعہ۔ بل کھاتی ندی کے کنارے ادھر دانتے ادھر وہ حسینہ بہاؤ کے مخالف رخ روانہ تھے کہ مشرق کی طرف سے ایک روشنی نمودار ہوئی اور گیت کی دھن سُنائی دی۔ پھر افضالِ الٰہی کی علامات کا ظہور ہوا۔ اور یہ قافلہ ارباب پیان دانتے کے سامنے آ کر ٹھہر گیا۔

جیسے خوش پریم پجارن کرے من، خود گا کر
زمزمہ سنج تھی آواز "مبارک جن کی
ہوئی بخشش، تو نہ پرسش ہوئی کوتاہی پر"

بن کے سایوں میں اکیلے جو لگائے میلے ۴
اپسراؤں نے تو پھر ہر کوئی ڈھونڈے دیکھے
اور ہر ایک چھپے دھوپ سے بچ کر کھیلے

وہ بہاؤ کے مخالف تھی کنارے پہ رواں ۷
اور کوتہ قدم اس اپنے اسی چال کے ساتھ
اس طرف میں بھی لپ جو ہوا آہستہ راں

فاصلہ ہم نے کیا ہو گا کوئی سو گز طے ۱۰
گھوم کر مڑ گئے ندی کے کنارے دونوں
دیکھتا کیا ہوں مرا جانب مشرق منہ ہے

اور ابھی خاص زیادہ نہ گئے ہوں گے ہم ۱۳
کہ مخاطب ہوئی پھر مجھ سے پلٹ کر خاتون
"سن میرے بھائی، توجہ نہ مگر چاہیئے کم"

اور لو سامنے کیا سیل ضیا تاب آیا ۱۶
ہر طرف ہو گیا یک لخت وہ اس طرح محیط
کہ گماں ہو وہیں پانی میں یہ گرداب آیا

کوند کر برق پلٹ جائے، کہاں ٹھیرتی ہے ۱۹
اور یہ ٹھہر کے روشن سے ہوئی روشن تر
یوں لگا روشنی ہی روشنی پر تیرتی ہے

اٹ گیا نغمگیٔ مست سے ماحولِ جمیل ۲۲
جذبۂ متقیانہ سے فضیحت کر دی
میں نے حوّا کی جسارت پہ- کہ از روئے دلیل

جب کہ تھے ارض و سما تابع فرمان تمام ۲۵
یہ زنِ محض کہ تخلیق ہوئی تھی اس دم
ناصبور ایسی کہ آیا نہ کسی کل آرام

پارسایانہ کسی بات کی رہتی توفیق ۲۸
راحتیں حیطۂ مذکور میں جو آ نہ سکیں
وہ اثاثہ مرا بنتیں ہی کبھی بے تعویق،

ازلی لطف کے وہ سارے نخستیں ثمرات ۳۱
درمیاں ہم طرب آمیز چلے جاتے تھے
میں یہ معمور تمنا کہ چکھوں سب بالذات

وہ چمک دار فضا ، روشنی انداز کہ تھی ۳۴
شعلہ افروختہ پائینۂ شاخ سر سبز
نغمۂ طائفہ تھا ، شکریں آواز کہ تھی

پاک اے پاک شرف زادیو گر آپ کے نام ۳۷
رت جگے، بھوک، ٹھٹھر میں نے کئے ہیں برداشت
مرحمت ان کے عوض چاہیئے موزوں انعام

آب ہیلیؑ کن اس طرح انڈھیلا جائے ۴۰
یوں کرم کوش ہو یورانیۂ اس کا شاعر
وادی فکر میں آگے نہ اکیلا جائے

اب جو آگے گئے - تھے سات طلائی اشجار ۴۳
تھے بھی یا حدِّ نظر تک تھا جو میداں حائل
یہ سراب اس نے کیا تھا بہ کرشمہ تیار

صورت مشترکہ سے رہے تقسیم خیال ۴۶
پھر بھی اخفا نہیں تا دیر بہ دوری ممکن
ہو بہر حال حقیقت کا مفصل اجمال

عقل خود بحث سے فرمائے مہیّا جو شعور ۴۹
حکم اس نے دیا شمعیں ہیں ، صدا جو آئی
حسنت ، تھی - یہ دُعا وادِ طویٰ کا دستور

حُسن پرداز تجلّی تھی فروزاں بہ فراز ۵۲
آب تاب ایسی نہ ہو چودھویں کا روشن چاند
فلک نیم شبانہ پہ کبھی ضو انداز

نیک ورجل کی طرف دیکھ کے حیرت سے شتاب ۵۵
مَیں نے چاہی جو وضاحت - تو ہوا یہ واضح
جمع ہے اس کی نگاہوں میں سوا استعجاب

ان غرائب کی طرف رُخ کیا پھر شوق انگیز ۵۸
ایسا آہستہ خرامی کا تھا انداز ان کا
کہ نویلی نئی دُلہن کی بھی رفتار ہو تیز

تو وہ خاتون ''ارے ہو گئے ایسے مشغول ۶۱
تم نظارے میں ان انوار فشاں شمعوں کے
ساتھ ہے کوئی روانہ یہ گئے بالکل بھول''

اور ادھر آ گیا اک طائفہ ملبوس سفید ۶۴
بلکہ یوں کوئی دھکیلے لئے آتا ہو اسے
جامے وہ خیرگی انداز نظر ہو ناپید

بائیں پانی نے اس افشاں کی لپک لوٹائی ۶۷
اس طرف کی جو نظر میں نے تو آئینہ مثال
منعکس کی وہ جہت رود نے - پھر چھلکائی

مَیں کنارے کی طرف اور بڑھا گام بہ گام ۷۰
درمیاں رہ گئی تھی صرف وہاں پر وہ رود
میں رُکا بہر تماشائے یمِ ابیض فام

شعلہ بر شعلہ کئی نور چلے آتے تھے ۷۳
سارے ماحول پہ تصویر کشی سی کرتے
کہ ہواؤں میں پھریرے سے ڈھلے آتے تھے

کھل گئے سات کھلے رنگ درخشاں ہو کر ۷۶
سورج اور چاند کے ہالوں سے زیادہ نکلیں
عرش پر ان کی لکیریں بھی نمایاں ہو کر

اور پھر روشنی و رنگ کا یہ شیرازہ ۷۹
دور طیراں ہوا رودار ، بتدریج اوجھل
دس قدم فاصلے تک آ کے - بیک اندازہ

پھر یہ منظر - کہ وہاں زیر سمائے رنگیں ۸۲
چار اور بیس بزرگ آئے ہیں، دو دو کر کے
سر پہ ہر ایک کے اک جیغۂ شہلائے حسیں

"تُو مبارک ہے، مبارک ترے تمکین و جمال ۸۵
بیٹیوں میں ، کہ ہیں زائیدۂ پشت آدم
اور یہ کیفیت اس پر کبھی آئے نہ زوال"

غلغلہ ایسے بپا کر کے گئے جس ہنگام - ۸۸
وہ بزرگ آئے تھے یوں کرتے ہوئے ان پہ ہجوم
کہ گل و سبزۂ نازک کو ملا کچھ آرام -

حلقۂ عرش پہ کوکب پس کوکب کے مثیل ۹۱
ہستیاں چار چلی آئیں عقب میں ان کے
چاق چوبند بہت، ڈوب کے سر پر اکلیل

چھ پر و بال سے ہر ایک تھا وہ طرہ دار ۹۴
اور ہر طرہ پہ آنکھوں کا کشیدہ اک جال
منظر ایسا کہ ہوں ارگوس کی آنکھیں ہشیار

نظم سب ان کا سراپا نہیں ممکن قاری ۹۷
کئی موضوع طلب گار ہیں گنجائش کے
طاق پر دھریئے تکلف کی یہ باتیں ساری

پڑھ ازاقیل میں جیسے کیا ہے اس نے بیاں ۱۰۰
باردہ نقطے سے شعلے میں، بگولے میں، اور
ابر میں ان کی اس آمد کا جو دیکھا تھا سماں

اس صحیفے میں ہے مرقوم یہ جیسے تمثال ۱۰۳
عین مین ایسا یہ، فرق ایک یوحنا کا ہے
جس سے ماخوذ کیا میں نے پروں کا احوال

درمیاں چار کے، میداں میں مچاتی ہلچل ۱۰۶
آئی دو پہیوں پہ جے رتھ کہ اسے کھینچتا تھا
اک گریفون بڑے زور سے کاندھوں کے بل

اس طریقے سے گریفون نے در بندِ یراق ۱۰۹
پہلے تو ایک کشادہ کیا پھر دو سراپر
پھڑ پھڑاہٹ ہی ہوئی اور نہ وہ گذرے شاق

پھر گئے حدِ نظر سے بھی بلندی پہ وہ پر ۱۱۲
تھا سنہری وہ جہاں تک تھا پرندے کا بدن
ابلقی ، سرخ و سفید ایسا تھا باقی یکسر

نہ تو افریکنس اور نہ آگسٹس کو ۱۱۵
مرحمت روم نے جرأت پہ رتھ ایسی کی تھی
بلکہ سورج کی بھی رتھ ماند۔ مقابل گر ہو!

جب وہ ہانکے لئے جاتا تھا رتھ اپنی کج مج ۱۱۸
اور درخواست گذاری تھی زمیں نے توبہ عدل
جوو کے فیصلے سے جل گیا تھا جھٹ سورج

دائیں پہیے کی طرف دائرے میں رقص کناں ۱۲۱
لڑکیاں تین - کہ پہلی گل و گلنار بدن
آتشیں رنگ وہ گلخن سے الگ ہو نہ عیاں

دوسری سبز پری ، شاخچہ سر سبز گھنی ۱۲۴
استخواں پوست زبرجد کے سے چھب ایسی تھی
تیسری برف کی گرتی ہوئی پھوئیوں سے بنی

تھی سفید اب اگر آگے تو ابھی لال سکھی ۱۲۷
سُر میں سنگت کئے وہ دوسری دونوں ایسے
کہ یہ پنچم میں بھی مدھم میں بھی اک سار رکھی

بائیں پہیے کی طرف چار لگائے میلہ ۱۳۰
ارغواں ساڑھیوں میں ناچ رہی تھیں - ان میں
ایک کے ماتھے پہ تین آنکھوں کا ڈھب البیلا

تھی یہاں پر تو یہ ٹولی ادھر اب دیکھئے واں ۱۳۳
دو بزرگ آئے نہ ملبوس بہ جامۂ یک رنگ
چہرے مُہرے سے متین اور معزز یکساں

حکمتِ ہپوکریٹس میں اک ماہر خوب ۱۳۶
جسے فطرت نے کیا ان کی مدد پر مامور
کہ اسے حد سے زیادہ ہیں عزیز و مرغوب

اور برعکس لئے وہ سرا اک دشنۂ تیز ۱۳۹
ماورائے لب جو تھا وہ اگرچہ - لیکن
یہ نظارہ تھا ادھر میرے لئے لرزہ خیز

اور پھر چار دکھائی دیئے مسکیں صورت ۱۴۲
پھر مگن ایک میاں جی تن تنہا، کہیئے
اپنی آنکھوں میں بسائے تھے خیالی مورت

عین اسی ٹولے کی ان ساتوں کے کپڑوں میں بھڑنگ ۱۴۵
جو کہ رتھ ہانک لئے جائے تھا، ہاں البتہ
سر پہ ان کے تھے کلاہِ سمنِ ابیض رنگ

پھول تھے سرخ مگر، جیسے سرِ شاخ گلاب ۱۴۸
دُور تھے ہاں مگر اتنے بھی نہیں تھے وہ دُور
بخدا کہیئے کہ چہروں پہ تھا شعلے کا نقاب

جب لئے رتھ وہ رُکے میرے مقابل آکر ۱۵۱
دی سُنائی گرج، الفاظ نہیں تھے گہرے
ان بزرگوں پہ کُھلا اور نہیں اذنِ سفر
پس ہراول کے پھریرے وہیں یکدم ٹھہرے ۱۵۴

توضیحات - مختلف قسم کے رقص (ماسک) یکے بعد دیگرے سامنے آتے ہیں۔ شارحین کے نزدیک یہ روحانی افضالِ الٰہی کے علائم ہیں۔

تشریحات - ۳ - دعا کا مفہوم ہے غفار نے مغفرت کر دی گناہ پر پکڑ نہ ہوئی بخشے گئے۔

۲۷ - اگر حوا عجلت نہ کرتیں تو انسان پر ساری حقیقتیں بتدریج آشکارا فرما دیتے۔

۴۲-۳۷- راقیاؤں (میوزوں) سے خطاب ہے' یورانیہ ہیئت کی دیوی ہے وہ
سماوی اسرار القا کرے، ہیلی کون یو بتیا کی پہاڑی جس پر دیویوں کے دو جھرنے ہیں-
۴۷- ہر حس کا ایک منفرد فعل ہے- بصارت رنگ کو پرکھے، سماعت آواز کو وغیرہ،
لیکن بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ایک سے زیادہ حسوں کے حق میں شراکت دار ہیں' مثلاً
حرکت، عدد، سکون، اس میں کوئی ایک حس غلطی کر سکتی ہے' پس شعور مدد کو آتا ہے (ارسطو)
۵۰- شمعیں- رہس ہے، ایک مذہبی تقریب جس میں سات موم بتیاں جلاتے ہیں-
۷۸- دانتے نے سورج کی کمان، ڈیلیا کا خطہ استعمال کیا ہے ڈیلیا چاند کا بدل ہے
ڈیلوز جزیرے سے مشتق جہاں سے یہ دیوی کے روپ میں نمودار ہوا-
۹۲-۸۷/۸۳ رہس ہیں-
۹۶- آرگس دیو صد چشم-
۱۰۸- گریفون، نصف دھڑ شاہین نصف دھڑ شیر-
۱۱۵- افریکینس - رومی جرنیل، افریقہ میں خدمات انجام دیں، قرطاجنہ میں دُور
تک گھس گیا- لہٰذا رتھ انعام پائی- دوسرا قیصر آگسٹس -
۱۱۸- فٹن- سورج کی رتھ لے کر خطرناک حد تک مدار میں آ گیا تھا-
۱۲۱- تین نیکیاں- ایمان، اُمید، ایثار-
۱۲۴- چار بڑی نیکیاں- انصاف، حوصلہ، بردباری، بصیرت-
۱۳۲ بصیرت کی علامت- بدھ کے مجسموں میں ماتھے پر ہوتی ہے-
۱۳۶- ہپوکریٹس ۳۵۷-۴۶۰ ق م یونانی بابائے طب بقراط-
لُغت- پائینہ- پائین-
جیغہ- تاج
اک سار، یکساں
بھڑ ننگ، جھلک

تیسواں کینٹو

واقعہ - فرشتوں کے خیر مقدم اور پھولوں کی بارش کے سماں میں بیٹرس رتھ پر نمودار ہوئی عمر بھر کی محبت سے سرشار ورجل کی طرف پلٹ کر دانتے نے اس سے تائید چاہی، کہ واقعی وہ بیٹرس تھی - مگر ورجل اب وہاں کہاں، جا چکا تھا - بیٹرس کی موت کے بعد محبت میں بے راہروی پر دانتے کو فہمائش -

اولیس عرش کے ساکت ہوئے جب ہفت چراغ
نہ غروب اور طلوع ان کے لئے - اور یہ نُور
کچھ نمایاں نہ کرے، صرف مگر پاپ کے داغ

اس نے ہر کوئی بنایا تھا جہاں فرض نواز ۴
جیسے ملاح کو وہ نیچے بتائے کس کھونٹ
موڑ کر اپنا سفینہ کرے لنگر انداز

رتھ گریفون کے مابین تھا اب جن کا قیام ۷
پیش آگاہ غرائب وہ مڑے رتھ کی طرف
جس طرح صرف تھا موجود وہاں امن، سلام

ایک منادِ فلک نے کیا بڑھ کر اعلان ۱۰
ساتھ ہر ایک نے دہرایا، کہا جب اس نے
یہ باآواز بلند "آ اے عروسِ لبنان"

صور پر مدفنوں سے نکلیں گے یک دم مغفور ۱۳
جس طرح پائیں زبانیں نئی پڑھتے الحمد
سعی میں ولولۂ خاص کا اسلوبِ سرور

یُوں وہ رتھ گونج اٹھی سینکڑوں بے کاروں سے ۱۶
کون سا مرد بزرگ ایسا مخاطب تھا وہاں
ابدی زندگی کے حاشیہ برداروں سے

ورد کرنے لگے سب "تیری مبارک آمد" ۱۹
اور پھر کرتے ہوئے پھول نچھاور یہ ورِد
"دے ہمیں اوک سے بھر بھر کے شگوفے بے حد"

عام ہے - صبح جو ہونے کو ہو جلوہ آرا ۲۲
مشرق اک نور گلابی میں نہا جاتا ہے
پر سکوں عرش تلک نیل گگن ہو سارا

عام ہے - مہر ابھرتا ہوا دھندلا ، مدھم ۲۵
بیچ ہو پردۂ شب دود سے قوت اس کی
آنکھ اگر چاہے تو دیکھا کرے اس کی پیہم

ابر در ابر گل و غنچہ سروشانہ ہات ۲۸
لائیں، برسائیں، گرائیں نہ فقط رتھ پر ہی
موسلا دھار کریں ہر طرف ان کی برسات

تاج زیتون کے نیچے کیے روبند سفید ۳۱
زیب تن سبز قبا - آئی نظر اک خاتون
رنگ پشواز میں تھے جیسے شرر شعلے قید

عود کر آئے ملاقات کے گزرے ہوئے سال ۳۴
اور اس یاد سے وہ رعب ہوا اب طاری
کر سکا میں نہ بہت دیر تک اوسان بحال

کہ سمائے نہ بنے آنکھ میں وہ حسنِ بسیط ۳۷
اس کا وہ غلبۂ حیراں کن و بے اندازہ
عشق دیرینہ بصدزور ہوا دل پہ محیط

وہ نظر جس نے کیا بے خبری میں دو نیم ۴۰
مار کرناوک سنگیں مرے دل پر اس وقت
تھا لڑکپن ابھی نا واقف آدابِ سلیم

میں نے ورجل کی طرف منہ کیا اب سمت یمین ۴۳
رخ کرے ماں کا لپک کر کوئی بچہ جیسے
خوف سے چوٹ میں سہما ہوا - بہر تسکین

جی میں یہ اس کو سناؤں مرے خوں کی ہر بوند ۴۶
کس طرح میرے رگ و پے میں ہمکتی جائے
اس دبی آگ میں جیسے تھے شرارے گئے کوند

وائے ورجل نہ تھا واں رہ گیا میں بے چارا ۴۹
محرمِ راز ، مری روح کا پیوستہ ندیم
وہ مدد گار مرا - ہائے وہ ورجل پیارا

جو کیا مادر اول نے ہمارا نقصاں ۵۲
جیسے اس پر مرے گالوں پر ڈھلکتے آنسو
یوں تھے اب دھوتے ہوئے ان پہ جمی گرد رواں

دانتے رو نہیں ، ورجل کے چلے جانے پر ۵۵
رو نہیں، رو نہ ابھی، جلد ہی کوئی تلوار
زخم وہ دے گی تجھے روئیو پھر جی بھر کر!

میر بحر آتا ہے جس طرح بدنبالہ و پیش ۵۸
دوسری کشتیوں کے عرشہ پہ ملاحوں کو
داد دے پا کر انہیں حوصلہ و عزم میں بیش

میں مڑا بائیں طرف یوں تو سُنی اک آواز ۶۱
کوئی تھا ، نام پکارا تھا کسی نے میرا
(نام اس مرحلے پر چاہیئے تحریر طراز)

کپکپی جشنِ سروشانہ میں طاری مجھ پر ۶۴
ہوئی تھی دیکھ کے جس کو وہی دوشیزہ تھی
اس طرف، مجھ پہ ٹکائے ہوئے بھرپور نظر

زیرِ دیہم سرِ جسم نقاب آیا ہوا ۶۷
کونپلیں جس میں تھیں تلسی کی وہ رانی گھونگٹ
شوق اس حُسن کے دیدار کو ترسایا ہوا

طمطراق اس کا ملوکانہ، نرالی تھی چھپ ۷۰
ہمہ تن گوش بنانے کو اہم تر الفاظ
رکھے محفوظ کہ تمت میں بیاں ہو مطلب

کھول کر آنکھ ہمیں دیکھ یہ ہیں بے شک ہم ۷۳
بیٹرس ہم ہیں - پہاڑی پہ چڑھ آیا کیسے
درک تھا کیا تجھے انسان یہاں ہے بے غم؟"

۷۶ جا پڑی آنکھ مری رودِ بلوریں پہ - جہاں
دیکھ کر خود کو پلٹ آئی کنارے پر پھر
پانی پانی ہوا میں، بات پہ کٹتی تھی زباں

۷۹ ماں کو بچہ کوئی جس طرح بھیانک جانے
کچھ اسی طرح مرے دھیان میں وہ بھی آئی
ہنس کے ساقی جو نہ دے تلخ بنیں پیمانے

۸۲ وہ رکی اور رکا ساتھ سر و شانہ سیل
"اے خداوند تجھی پر ہے توکل" - نہ مگر
"ہوں قدم زن" سے وہ آگے گئے اک سطر بھی ذیل

۸۵ برف دیو داروں پہ جب منجمد انبار کرے
پھر سلووینیہ اٹلی کی سرا زیری میں
تیز تر جھونکوں سے جنگل کو دباؤ سے بھرے

۸۸ تو پگھل کر وہ ٹپا ٹپ گرے، یکسر ساری
لہکیں دوپہر میں میدان، مٹے جب سایہ
موم بتی پہ کہ جس طرح ہو شعلہ کاری

۹۱ مَیں نڈھال ایسے ہی تھا، اشک نہ آہیں نکلیں
اس طرح نغمہ سرا وہ ہوئے ایسے سر تال
ابدی گیت کی دنیا میں راہیں نکلیں

۹۴ بندھ گیا ایک سماں، ایسا سماعِ شیریں
طنزیہ تو نہیں، لیکن زرہِ ہمدردی
"نوج خانم اسے کیوں کیجئے شرمندہ چنیں؟"

میرے دل پر جو ابھی عالم یخ بستہ تھا ۹۷
وہ بنا آب و ہوا ، درد کہ تھا سینے میں
اس کا بیرونِ من از دیدہ و لب رستہ تھا

ساتھ بے رتھ کے لگی آن سے وہ استادہ ۱۰۰
اب بصد ناز و ادا ، ایک متانت کے ساتھ
ہوئی ہمدرد ہیولوں سے سخن آمادہ

''لایزل دن میں تمہاری یہ نظر داری ہے ۱۰۳
کچھ بھی تم سے نہ رکھیں نیند اندھیرا مخفی
یہ جو کونین میں دنیا کا سفر جاری ہے

بجوابِ غزل اس سے ہے مجھے یہ مقصود ۱۰۶
وہ جو گریاں ہے اسے چاہیئے اتنا ادراک
جرم و اندوہ میں ہو اصل توازن موجود

چرخِ دوّار کی ہی بس نہیں یہ کارگری ۱۰۹
کیفیت ہی کے بموجب ہوں کواکب مجموع
تو نمو بیج کو ہو ، کھیتیاں ہوجائیں ہری

شامل اس میں ہے خداوند کی لطف ارزانی ۱۱۲
رفعتیں جن پہ رسا ہو نہیں محدود نظر
واں سے برساتی ہیں پوشیدہ گھٹائیں پانی

باصلاحیت اسی نے کیا ہے آدمی کو ۱۱۵
ملکہ مرحمت ایسا کہ یہ دے سر انجام
کارنامے جنہیں تم قابلِ تعریف کہو

جھاڑ جھنکاڑ جڑی بوٹیاں خود روئیدہ ۱۱۸
اور اہنڈا ہی سے وہ سارا چرچر پٹ جائے
جیسے زرخیز اراضی ہے یہ فصل افریدہ

اس کی پرداخت بنی میرے لئے خوشنودی ۱۲۱
مشعل راہ اسے تھیں مری نوخیز آنکھیں
ٹھیک تا میرے قدم پر رہے پا پیمودی

عنفوان آیا مری عمر کا جب - وہ دہلیز ۱۲۴
عوض زیست جہاں مجھ کو دگر زیست ملی
چھوڑ کر اس نے مجھے ڈھونڈ لئے اور عزیز

پست سے عالم بالا میں ہوا میرا صعود ۱۲۷
حسن میں ہو گئی افزود، نکوئی میں زیاد
حیف اس کے لئے باقی نہ رہا میرا وجود

یہ غلط رو متلاشی کہ اسے خیر ملے ۱۳۰
خام کیفیتوں میں دیں جو فریب تسکیں
کیجئے چاک دل اس طرح کہ پھر یہ نہ سلے

اس کی تکلیف پہ دل رہ گئی کیا کیا نہ مسوس ۱۳۳
مَیں نے خوابوں میں بلایا اسے گھر حیلوں سے
لیکن اس شخص کو احساس نہیں کچھ - افسوس

بلکہ یہ ہو گیا اس درجہ بالآخر پامال ۱۳۶
رائیگاں حیلہ ہر اک عاطفت روح کا تھا
ہاں اگر آپ ہی یہ دیکھ لے دوزخ کا مآل

سو مجھے آنا پڑا بردرِ اربابِ ممات ۱۳۹
اور اس شخص سے درخواست بصد زاری کی
جو اسے لے کے یہاں آیا میانِ برکات

بسکہ منشائے الٰہی کی اہانت ہو گی ۱۴۲
لیتھ سے گذریں خطا کا زوہ بے ٹوک چکھیں
اس جگہ کا یہ تبرک - کہ خیانت ہو گی
چند پچھتاوے کے آنسو بھی اگر پاس رکھیں" ۱۴۵

توضیحات - بیٹرس فلورنس کی وہی دوشیزہ ہے، دانتے لڑکپن میں جس کے دام محبت میں اسیر ہوا وہ جوانی میں مرگئی اور یہ داغ دل میں سویدا ہو گیا - اس مرحلے پر بیٹرس کے ظہور کی کئی تاویلات ہیں - وہ حقیقی گوشت پوست کا وجود تھی روح القدس کا ہیولیٰ، حضرت عیسیٰ کا اوتار یا پھر متصوفانہ کیفیت - تو من شدی من تو شدم -

تشریحات - ۱ - سات شمعیں، سات نیکیاں، یہاں استعمال برائے بنات النعش ، (دب اکبر جس کی نوک قطبی ستارے کی طرف ہے) عرش اول بمع تحویلِ ملائکہ -

۷ - ویری ڈیل - میں نے ترجمہ پیش آگاہ غرائب کیا ہے -

۱۱ - مناجات بحوالہ حضرت مریم -

۱۲ - بزرگ، مراد حضرت عیسیٰ -

۱۹ - ورجل سے مستعار مصرع - اس نے اپنے ہیرو اینس سے ایک شخص کی پیدائش پر بشارت کے بطور کہے، جو جوان مرجائے گا، اسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ سے منسوب کر لیا یہاں اسی حوالے سے ہے -

۳۱ - تاج زیتون - بصیرت کا آئینہ دار ہے -

۵۲ - حوا کے باعث جنت ہاتھ سے نکل گئی -

۵۳-اپنا نام لینا تعلّی ہے لیکن یہاں لے لیا- سارے طربیہ میں صرف ایک جگہ ہی ایسا کیا-

۸۳-پوری دُعا نہ پڑھی-

۵۸-اٹلی کے سلسلہ کوہ پر چیل کے اونچے اونچے پیڑ-

۹۰-استوائی خطۂ افریقہ میں- جہاں سورج سمت الراس پر اور سایہ معدوم ہوتا ہے-

۱۰۳-فرشتے جو ہر طرح باخبر ہیں- دانتے کو سنانے کے لئے یہ بات کہی گئی-

۱۰۹-گرداں گردوں-

۱۳۴-ہندوں کے چار آشرم؛ دانتے نے زندگی کے چار ادوار یہ گنائے ہیں- عنفوان، عہد وشباب، ادھیڑ، پیری، آخری زمانہ ستر سال کی عمر کے بعد- بیٹرس پچیس سال کی عمر میں مرگئی؛ جب زندگی کا دوسرا مرحلہ تھا-

۱۲۰-عارضی کے بدلے ابدی زندگی-

لُغت

بے کار-نعرہ

نیل گگن-نیلا آسمان

شب دود- کہرا

دیہیم-تاج

تلسی- ہندوؤں کا متبرک پودا

اہنڈا- پتر سلی، کرفس بوستانی

پچر-بنجر سے اوپر دوسرے درجے کی زمین

مسوس-دل مسوس کر رہ جانا، عام محاورہ ہے-

اکتیسواں کینٹو

واقعہ۔ بیٹرس نے جلی کٹی سُنائیں تو دانتے نہ سہار سکا، غلطی مان لی۔ لیکن پھر غش کھا گیا۔ ہوش آیا تو معلڈا اسے لیتھ میں غوطے دے رہی تھی۔ یہ پانی پی لیا تو بڑی نیکیوں کی بیبیاں اسے بیٹرس کے پاس لے آئیں۔ دوسری نیکیوں کی بی بیوں نے سفارش کی تو بیٹرس نے اپنے چہرے کا نقاب اُلٹ دیا اور دیدار کرا دیا۔ اُس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

تب وہ بولی: "ارے! او پاک ندی کے اس پار"
یوں مخاطب ہوئی: لہجے میں بلا کی وہ کاٹ
صاف محسوس ہوئی تیز اترتی ہوئی دھار

بے تکاں گفتگو اس نے رکھی ایسے جاری ۴
"بول ہاں بول حقیقت ہے تو کر لے اقرار
تجھ پہ الزام جو عائد ہوا اتنا بھاری"

ہو گئے آہ خطا میرے تو ایسے اوسان ۷
متحرک ہوئی آواز، مگر ڈوب گئی
اپنے آلوں سے نہ حاصل ہُوا اظہارِ بیان

کچھ توقف کیا، پھر وہ "ہے کدھر تیرا خیال ۱۰
دے جواب، ان تری اندوہ گزیں یادوں کو
غرق ایسا بھی نہیں کر گیا نسیاں کا زلال"

خوف تھا مجھ پہ مسلط کہ ندامت آئی ۱۳
کھینچ کر اک "ہاں" مرے آزردہ لبوں تک پہنچی
کام اظہار کی آگے نہ کرامت آئی

زہ سے یوں کھینچ کے جیسے کوئی چلہ چھوڑے ۱۶
کہ ترخ جائے کماں، تیر نشانے پہ اڑے
عین زناٹا نہ وہ، اس سے مگر کچھ تھوڑے

زور کا کہیئے - وہ ہلہ تھا کہ میں ٹوٹ گیا ۱۹
ہچکیاں ضبط کروں میں، کبھی آہیں روکوں
کہ مرے حلق میں آواز کا دم چھوٹ گیا

اور وہ "میرے لئے تیری محبت افزوں ۲۲
خیر کی راہنمونی کے لئے چاہیئے تھی
اور اس شوق کو درکار نہیں تھا مضموں

کیا ملا تجھ کو سر راہ تری سعی فضول؟ ۲۵
کیسے بندھن تھے کہ امید کو تج کر تو نے
حوصلہ ہار دیا - جو نہیں رہرو کا اصول

کیسی ترغیب تھی، کیا فائدے تو نے پائے ۲۸
التفات ایسی بتا کون سی اغیار نے کی
ایسا بیساختہ تو دام ہوس میں آئے؟"

آہِ غمناک میں ڈوبی ہوئی نکلی آواز ۳۱
لب ہلے بھی تو بڑی کیفیتِ کرب کے ساتھ
یہ جواب ان سے برآمد ہوا دل کا غماز

"مل گئیں راہ میں چیزیں کئی آنی جانی ۳۴
اور بہکا دیا جلد ان کے ملمع نے مجھے
ہائے اوجھل ہوا جب تیرا رخِ نورانی"

تب وہ "اِخفا کو جو انکار بناتا موضوع ۳۷
غلطی ہم پہ بہر حال یہ ہوتی القا
حق تعالیٰ سے نمودار ہے علت یہ وقوع

جرم اگر جلد اگل دے دہنِ زندانی ۴۰
تو یہاں ضابطۂ صدر عدالت یہ ہے
کاٹ پہیّے کی مڑے - چھوڑ یہ اشک افشانی

اور اس واسطے ہو جائے تجھے سہل سہار ۴۳
جُرم کا ردِّ عمل ہو ترا بہتر انداز
صور کے غل کی ترے کان پہ ہو جب یلغار

سُن اگر صاف سمجھ آئے تجھے یہ مضمون ۴۶
کس طرف چاہیے تھا، عین مخالف جانب
لے کر اس دم تجھے جاتا مرا جسم مدفون

فطرت وفن میں کوئی شکل نہ تھی در ادراک ۴۹
مرے اعضائے طرحدار سے بہتر تجھ کو
میں کبھی جن سے مرتب تھی یہ اب جو ہوئے خاک

جب مری موت سے کھویا گیا وہ حُسنِ شعور ۵۲
تو پسند آ گئی تھی کون سی بے وقعت چیز
اس طرح پھنس گیا جو تیرا دلِ نا مشکو ر

جب بہم آیا کوئی لمس فریبانہ و مست ۵۵
اور میں بھی نہ مزیّن رہی ویسی کہ جو تھی
پھر بھی آتا مری جانب وہی بھرتا ہوا جست

بیٹھنا یوں بھی نہ زیبا تھا سمیٹے ہوئے پر ۵۸
دوسرا تیر چلے - میری بلا کو ہے غرض
تھی چھنال ایسی وہ یارہ میں پڑی چیز دگر

چلو طائرچے تو بیٹھے بھی رہیں دو سہ بار ۶۱
باپروبال پرندوں کو مگر زیب نہیں
ناوک و دام کو دیکھا کریں ہو تا تیار"

جس طرح جھڑکیاں بچے کھڑے کھائیں چپ چاپ ۶۴
سر جھکائے ہوئے شرمندہ سکوڑے ہوئے ناک
غلطی کا انہیں احساس بھی ہونے لگے آپ

تھا یہی حال مرا' اس نے کہا "ریش سنبھال ۶۷
صرف سننے سے اگر دل ترا یوں روتا ہے
دیکھنے سے تو فزوں ہو گا ترا اور ملال"

خاک اُڑ جائے رکاوٹ نہ اگر ہو مضبوط ۷۰
آندھیاں دیس کی یا ملک ایرس کی چلیں
کس قدر بھی ہو تناور تو اکھڑ جائے بلوط

زیر اس حکم پہ بھڑ اکے جو تھوڑی نہ رہی ۷۳
ریش چہرے کا کنایہ تھا، ہوا جب معلوم
پھر جو تلخی ہوئی، کچھ کم وہ نگوڑی نہ رہی

ہوئی مخلوق نخستیں سے نظر میں رونق ۷۶
سر اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ استادہ تھی
بے حس و حرکت و بیگانۂ اطرافِ طبق

بیٹرس کو ابھی دیکھا نہ تھا ہو کر مشتاق ۷۹
کہ مری آنکھ اچٹ کر پڑی "دد" پر جس میں
ہیئتیں جفت تھیں بالذات — وہ ہر چند کہ طاق

ماورا برلب جو ذاتِ اثریں، زیر نقاب ۸۲
اور تابندہ لگی، اور درخشندہ تر
تھی وہ ہر ایک کی نسبت جو زیادہ خوش آب

بچھو بوٹی کی طرح ڈنک پشیمانی کا ۸۵
اس اذیت سے لگا تھا، مجھے جملہ محبوب
خوشنمائی میں بھی، نقشہ لگے ویرانی کا

آپ پر بھیج کے نفرین، پھٹا دل میرا ۸۸
غش ہوا میں، ہوئی جس طرح مری حالتِ زار
یہ وہی جانے کہ تھا جس کے الم نے گھیرا

جب مرے دل نے بجا کر دیئے پھر ہوش و حواس ۹۱
تو نظر آئی اکیلی جو ملی تھی پہلے
مجھ سے فرماتی ہوئی "تھام مجھے ہو کر پاس"

میں گلے تک ہوا غرقاب، وہ ندی پُر جوش ۹۴
ایک انٹی سا بہا جائے کوئی پانی میں
یوں مجھے وہ لئے جاتی تھی کئے در آغوش

"میری تنقیح کر" - ایسے سُنا آ کر نزدیک ۹۷
اس فرح بخش کنارے پہ ہوا یوں بے خود
کہ نہ دہرا سکوں، لکھنے کی اگر ہو تحریک

ہاتھ پھیلا کے مرے سر کو لیا اس نے تھام ۱۰۰
اور پانی میں مجھے غوطہ دیا - اور مصر
کہ یہ امرت پیوں میں، اور پیوں جام پہ جام

دھو دھلا کر مجھے لے آئی وہ پانی سے نکال ۱۰۳
چار کنیائیں جہاں ناچ رہی تھیں سرشار
تاؤ بھاؤ سے وہ باہیں ہوئیں میرے لئے ڈھال

"ہم کہ حُوریں ہیں کبھی تھیں سرگرداں تارے ۱۰۶
بیٹرس کی ہوئیں قلماقنی ایسے - جب وہ
ابھی اُتری نہ تھی دھرتی کے مرن چو بارے

اس کی آنکھوں کی طرف ہم بنیں تیری رہبر ۱۰۹
ماورا فرطِ ضیا سے وہ منوّر سہ چند
تیز بینائی کریں، ہو تری تکمیلِ نظر"

تا بہ اندام گریفون وہ آئیں خوش خواں ۱۱۲
غائرانہ مجھے واں بیٹرس اب دیکھتی ہے
کہ رسائی ہوئی تھی میری بھی افتاں خیزاں

وہ مجھے کہنے لگیں: "دیکھ نہ جھپکیں مژگاں ۱۱۵
رکھ دیئے سامنے ہم نے وہ زمرد کے بلور
عشق نے تجھ پہ چلائے تھے جہاں سے پیکاں

ان گنت خواہشیں آتش سے زیادہ پُر سوز ۱۱۸
اس حسیں آنکھ سے اب آنکھ مری باندھ گئیں
جو گریفون پہ فی الوقت ہوئی تھی مرکوز

تھا نہ کچھ فرق، بس آئینے میں جیسے خورشید ۱۲۱
منعکس میں نے گریفون کو اس میں دیکھا
ایک ہیئت میں پدید اور ابھی دیگر میں پدید

سوچ قاری، یہ ذرا سوچ، عجیب اور غریب ۱۲۴
چیز معلوم وہ کیسی ہوئی ہو گی مجھ کو
آپ تبدیل نہ ہو عکس کی لیکن تقلیب

اور جس وقت مری روح ہراساں حیراں ۱۲۷
وہ غذا نوش کئے سیر ہوئی جاتی تھی
کہ جسے کھائے پئے بھی رہے بھوکا انساں

دوسری تین کہ بشرے سے کہیں بیش متین ۱۳۰
اب بڑھیں ڈال کر اس طرح دھمال ان کے قدم
ملکوتی ملکوتی بنیں رفتار حسین

چھچھا کر اسے وہ "پاک نگاہیں تو ڈال ۱۳۳
بیٹرس ڈال اری، پاک نگاہیں اس پر
یہ غلام آیا ہے چل کر رہِ مخدوش و محال

ہم پہ ہو گی یہ عنایت ، اگر از راہِ کرم ۱۳۶
تو اسے چہرہ دکھائے - یہ جمالِ ثانی
اس طرح تو نے جو گھونگھٹ میں کیا ہے خانم"
اے شکوہ طرب روشنیٔ لا فانی ۱۳۹
پرنس کے تلے سائے میں ہوا پیلا کون
کس نے جھرنے سے کٹورے میں بھرا تھا پانی
سعیٔ اظہار میں عقل اس کی ہوئی ہو گی دنگ ۱۴۲
جس طریقے سے یہاں تو نے کیا آپ ظہور
بے نقابانہ سرِ عام فضا غیر درنگ
عرش چاہے تھا کہ رکھے جہاں تجھ کو مستور ۱۴۵

تشریحات-۱۲-نسیاں کا زلال-لیتھ

۴۲-پہیہ اُلٹا گھمائیں کہ کاٹ نہ سکیں۔

۶۰-دانتے 'حُسن پرست تھا' ہوس کار نہیں-یہ بیان تمثیلی یا واقعی دونوں طرح ممکن ہے-

۲۸-دانتے نے کبھی داڑھی چھوڑی یا بیان محض استعاراتی ہے-

۷۱-ایلیڈ میں مذکور افریقہ کا ایک بادشاہ ، ایبرس ، لہٰذا اس کی رعایت سے باد جنوب-

۷۵-تمثیلی، یعنی اب بچہ نہیں-بایں ریش وفش-

۷۷-فرشتے-

۹۲-مٹلڈا-آب نسیاں پئے کہ گناہوں کی یاد محو ہو جائے-

۱۰۴-چار بڑی نیکیاں-

۱۰۹- تین نیکیاں -- سہ چند

۱۱۲- بیٹرس کی سبز گوں آنکھیں-

۱۲۳- مجازی حقیقی-

۱۳۸- جہاں ثانی - تبسم (مونالیزا کی ہنسی کا تصور)

لُغت- تاؤ بھاؤ -شان اور ادا-

مرن چوبارہ- عارضی رہائش گاہ- دُنیا

بتیسواں کینٹو

واقعہ۔ بیٹرس کا جلوس چلتا ہوا، شجر العلم کے پاس پہنچا۔ دانتے اور سٹیٹس ساتھ تھے گریفون نے رتھ کو درخت سے باندھ دیا۔ وہ ایک دم سرسبز ہو گیا۔ ہرا ابھرا، سرمدی گیت کی لوری نے دانتے کو سلا دیا۔ جاگا تو وہاں صرف بیٹرس موجود تھی اور اس کی سات سہیلیوں کا جھرمٹ پھر اُسے کلیسا کا تمثیلی احوال دکھایا گیا۔ جاہ پرستی، ہوسِ زر، دنیاداری امورِ سلطنت میں مداخلت وغیرہ۔

میں یہ بیتاب کہ دس سال کی ٹھنڈی ہو پیاس
ٹکٹکی باندھ کے یُوں دیکھ رہی تھیں آنکھیں
یکساں آسودہ ہوئے جائیں سب احساس حواس

اور دنیائے علائق سے وہ ہو کر یک سُو ۴
حُسن پاکیزہ تبسّم سے ہوئے تھے بے خود
چل گیا تھا وہی آنکھوں کا پُرانا جادو

اور ان دیویوں نے طنز کو شیوہ کر کے ۷
بائیں کی میری توجہ۔ کہ وہ اک کہتی تھی
"مگن اللہ رے"۔ دیکھا نہ تھا گو جی بھر کے

خیرگی مہر کی جس طرح نظر چندھائے ۱۰
صورتِ حال یہی تھی - نہ بجھائی دے کچھ
سوزِ نظارہ سے وہ آنکھ پہ بادل چھائے

جب تنگ تاب ضیاؤں سے ہوئی آنکھ بحال ۱۳
وہ تنگ تاب ضیائیں، مرا مطلب حُوریں
جن کے ایما پہ ہوا فاش ان آنکھوں کا جمال

سورج اور سات گنا پرتوں کے رکھوالے ۱۶
یُوں مُڑے خوبیٔ پرکار سے، ان مکھڑوں پر
تمتمانے لگے شب تاب نہال اجیالے

جب بچاؤ کے لئے اوٹ میں فوج اسلحہ بند ۱۹
آپ ساقہ میں ہو پس رو، مگر اس کے پرچم
ہوں بدستو طلیطہ میں بسا پیش روند

یوں فتوۃِ فلکی بڑھ گئے تھے - ہر کوئی وہ ۲۲
جو قراول میں تھا یوں پاس سے آگے گذرا
لگی مڑنے بھی نہ پائی کہ رواں رتھ ہوئی وہ

اور پہیوں کے جلو میں وہی دوشیزائیں ۲۵
پاک پشتارہ لئے ایسے گریفون چلا
چال ڈلکی تھی کہ طرّے نہ غلط لہرائیں

ذات جولائی تھی منجدھارے میں اس کے ساتھ ۲۸
سٹیٹس کو لئے، اس پہیّے کے پیچھے پیچھے
قوس کم بنتی تھی چلتے ہوئے جس کی ہر ہاتھ

اس تہی صاف تلہیٹی پہ روانہ تھے ہم ۳۱
تھی جو یُوں اس کے سبب جس نے سُنی سانپ کی بات
سرمدی دھن پہ ٹکاتے ہوئے محتاط قدم

خوش خوش اس طرح کیا ہوگا یہی فاصلہ طے ۳۴
تیر کی تین اُڑانوں کے برابر - کہ وہاں
بیٹرس راجکیہ رتھ سے اُتر جاتی ہے

''آدم'' ایسے سُنا کہتے انہیں منہ ہی مُنہ میں ۳۷
اور پھر رُک گئے وہ ایک شجر کے نیچے
پُھول پھل پات سے اُجڑی ہوئیں اس کی شاخیں

تھا بلندی پہ مگر اور زیادہ چھتنار ۴۰
یوں کہ جنگل میں ہو انگشت بدنداں ہندی
ایسی چھتری تھی پھننگی کہ براجے اک ڈار

''آفریں تجھ پہ گریفون کہ تیری منقار ۴۳
پھل نہ ٹھونگے نہ یہ ٹھونگے کہ جسے دیکھ کے یوں
رال ٹپکے ہوس گرسنگی ہو بسیار''

شور انہوں نے یہ کیا پاک تنے کے اطراف ۴۶
اس طرح ان سے مخاطب ہوا وہ فطری دو
''یوں وہ محفوظ رکھا کرتے ہیں ہر تخم صاف''

اور یہ بات سُناتے ہوئے ان کو کس کر ۴۹
اس گریفون نے مضبوط اسی پیڑ کے ساتھ
باندھ دی کھینچ کے لایا جو رتھ لگی پر

وہ سرِ عرش درخشاں عقب ماہیٔ سیم ۵۲
اکبری نور حلول آئے اتر کر، ان میں
ہو اراضی پہ درختوں کی شگفتہ ترمیم

رنگ در رنگ تر و تازہ بہار آ جائے ۵۵
آئیں در منطقۂ نو مہ و مہر و مریخ
خشک لکڑی پہ ثمر ذائقہ دار آ جائے

یوں گلاب اور بنفشہ سے زیادہ اب تھا ۵۸
وہ شجر باردر و برگ نمو و سر سبز
اور ہر شاخ برہنہ پہ لبادہ اب تھا

کیا کروں مشقِ سخن میں کہ مجھے ہوش نہیں ۶۱
کون سی حمد کی ترتیل نہیں ہونٹوں پر
کون سے ساز کا آویزہ سر گوش نہیں

ایک اک آنکھ کا جیسے نہ ہو یارائے بیاں ۶۴
کس طرح ذکرِ سرنکسی پہ گراب خواب ہوئی
نگہداری سے ہوا جن کی بمدت نقصاں

حسب قد وہ رکھے نقاش جو ایک ایک لکیر ۶۷
میں بتاؤں کہ ہوا کیسے غنودہ - لیکن
نیند کی کون بھلا کھینچ سکا ہے تصویر

اس سے پس قطع نظر میں یہ بتاؤں - ہر سو ۷۰
نُور رخشندہ نے جب چاک کیا پردۂ خواب
کوئی کہنے لگا: ”اٹھ کیسا یہ مصروف ہے تو؟“

اور جب سیبِ شگفتہ کی نظر آئی جھلک ۷۳
پھل یہ ایسا کہ فرشتوں کی ٹپک جائے رال
جشنِ شادی کا مسلسل رہے بالائے فلک

"قم" جب ارشاد ہوا، تو یہ ولی جاگ گئے ۷۶
جیمس پطرس تھے کہ تھے خواب زدہ یوحنا
نقطہ پہ پھونک دے جو زیست کے انداز نئے

دیکھ بھرپور نہیں ساتھ رہا تھا موجود ۷۹
چھوڑ کر چل دیئے تھے موسیٰ والیاس انہیں
دلق مرشد کا بھی تبدیل ہوا تار و پود

تھا مرا حال یہی - پاس مگر وہ پائی ۸۲
خانم نیک طبیعت کہ بنی تھی رہبر
جب ندی گھاٹ پہ کی مَیں نے قدم پیمائی

"بیٹرس کیا ہوئی میں نے یہ کہا چلاّ کر ۸۵
اور وہ دیکھ تو اس پیڑ تلے بیٹھی ہے
نو بہ نو جس پہ نکل آئے ہیں برگ اور ثمر

دیکھ ہمجولیاں بھی ہیں جو وہاں اس کے پاس ۸۸
دوسری مست روانہ ہیں گریفون کے ساتھ
رہس آرا دھتی وہ اور مچاتی ہوئیں راس"

کچھ کہا اور بھی اس نے تو سُنا کب یہ اور ۹۱
کہ اسیر اور غلام ایسا بنایا جس نے
تک رہی تھیں مری آنکھیں تو اسے صرف بغور

جس طرح رتھ کی حفاظت پہ ہوئی ہو مامور ۹۴
یُوں اکیلی وہ جھکائے ہوئے سر بیٹھی تھی
اور دو ہیئتی دو بھی نہ تھا کچھ اس سے دُور

سات ہمجولیوں کا چھیل چھبیلا جھرمٹ ۹۷
لئے وہ شمعیں - اگر ان پہ ہو پُروا پچھوا
حملہ آور، تو ہزیمت زدہ جائیں وہ پلٹ

"مختصر وقت رہے گا یہاں تیرا بن باس ۱۰۰
شہریٔ روم - کہ رومی ہیں جہاں پر عیسیٰؑ
تو مقیم آئے گا پھر مستقلاً میرے پاس

پائیں وہ لوگ ہدایت کہ ہوئے شل احساس ۱۰۳
دیکھ لے خوب یہ رتھ - لوٹ کر اس دُنیا میں
دیکھ، دیکھا جو یہاں **کیجیو** زیب قرطاس"

یُوں سخن سنج ہوئی بیٹرس' ایسا ارشاد ۱۰۶
ہمہ تن گوش ہوا' خم سر تسلیم کیا
بہر تعمیل کیا ذہن نے حرف اک اک یاد

دور گھنگھور گھٹاؤں سے گرے صاعقہ گوں ۱۰۹
اور ٹکرائے سر ارض بصد شدّت زور
پیش آیا نہیں ہو گا کبھی اک واقعہ یُوں

پیڑ پر طائر جود آیا جھپٹ کر بہ نشیب ۱۱۲
تیز جس طرح چھلی چھال، جھڑے پتے پھول
وہ ابھی جن کے سبب ہو گیا تھا دیدہ زیب

اک دو ہتڑ کیا اس زور سے اس رتھ پہ رسید ۱۱۵
وہ لگی ڈولنے سیلاب زدہ کشتی سی
جس پہ موجوں کی چپ و راست سے ہو سخت دوید

دیکھتا کیا ہوں کہ جے رتھ پہ اچھل کر اندر ۱۱۸
ایک لومڑ گھسا ، فاقہ زدہ ایسا جس کی
ہڈیاں کھال میں لپٹی ہوئیں ، بس اک پنجر

حرکتِ بد پہ درشتی سے اسے دھتکارا ۱۲۱
میری خاتون نے تو ، ہو گیا ڈھانچہ چمپت
تیز رفتار وہاں سے کہ تھا جتنا یارا

پھر اسی زاویے سے رتھ کی کھلی چھاتی پر ۱۲۴
وہ عقاب آیا لپکتا ہوا اور جھاڑ دیے
بال و پر اس طرح اس پر کہ سجادی جھالر

آسماں سے پھر اک آواز الم زاد آئی ۱۲۷
اے مری کشتی کو چک ہوئی میں تجھ پر باز
کیسی آفات یہ کس طرح کی افتاد آئی"

درمیاں پہیوں کے پھر پھٹ گئی یک لخت زمیں ۱۳۰
رتھ میں اک ناگ نکل کر چڑھا دنبال کے بل
چیر کر تختیوں کا فرش ، جڑاؤ ، زریں

اور پھر ۔ ڈنک کو جس طرح سکوڑے زنبور ۱۳۳
دُمِ پُر خار نکالی ، لگے ریزے جھاڑے
جھٹ ہبڑ اور تبڑ بھاگ گیا واں سے دور

پھر تنارتھ پہ پروں کا وہی تانا بانا ۱۳۶
ڈھلی گھاس سے جس طرح زمینِ زرخیز
صاف نیت سے کیے تھے جو اسے نذرانہ

مینڈروں، بلّیوں اور ڈھول دھروں کو ناگاہ ۱۳۹
بال و پر ڈھانپ گئے وقفہ، کم تر میں کہ ہو
جس قدر دیر لب اک دوسرے لب سے دمِ آہ

پاک رتھ کا یہ قرینہ ہوا تو اس پہ تمام ۱۴۲
سر نکل آئے - ہر اک کونے پہ اک اک اور تین
عین لگی پہ - نہ تھے دیکھنے میں جو کچھ عام

سینگ بیلوں کے تھے ان آخری پر اور وہ چار ۱۴۵
ان کی پیشانیوں پر سینگ - عجیب الخلقت
اس طرح کا تو نہ دیکھا کوئی دیو خونخوار

ناز نخرے سے براجی ہوئی اک داشتہ زن ۱۴۸
مال زادی کا کھلے ننگ وہ پہناوا تھا
دیدے مٹکائے پھڑکتا ہوا انگ انگ بدن

ساتھ پہلو میں وہ عفریت ثقالت اطوار ۱۵۱
غرق اندیشہ نہ چھینے کوئی خوانِ یغما
اور یہ جوڑا بصد بار کرے بوس و کنار

آ گیا تاؤ میں یہ دیکھ کے اس کا دھگڑا ۱۵۴
بار بار اُٹھ رہی تھی مجھ پہ وہ چشم او باش
اور چوٹی سے اسے پاؤں تلک دھرا رگرا

طیش میں ہو گیا اندھا، وہ حسد سے پاگل ۱۵۷

دیو کو کھول کے پھر اس سے بھی کھینچا تانی

جب رہا ہو گئے مجھ سے ہوئے بن میں اوجھل

پھر وہ عفریت دُنی، رام جنی دلجانی ۱۶۰

توضیحات - انتہائی تمثیلی اور تمثالی مناظر - تشریحات کے ذیل میں اپنے محل پر کھول کے بیان کیے جائیں گے۔

تشریحات - ۲ - بیٹرس کی موت ۱۲۹۰ء اور القاء ۱۳۰۰ء کی درمیانی مدت کے دس سال

۷ - سات دینی نیکیاں۔

۲۱ - اندر کی طرف کا پہیہ۔

۳۲ - الحالی حوا نے سانپ کی بات سنی تو یہ اُجڑ گیا۔

۴۱ - ورجل نے بھی ہندوستان کے جنگلوں میں بہت اونچے درختوں کی بات کی ہے۔

۵۴ - ۵۶ - یعنی بہار، جب سورج برج حمل میں داخل ہو، جو برج حوت کے پیچھے رواں ہے، اسے سیم ماہی عرش کہا ہے۔

۶۶ - سرنکس دیوی کی کہانی سُنتے سُنتے دیو صد چشم سو گیا۔

۱۰۱ - مُراد عرش بریں۔

۱۱۲ - مُراد، دیوتا جوو کا عقاب - قیصرانِ روم کا شاہی نشان بھی تھا - نیرو سے ڈایو کلیشن تک ۳۱۴ - ۳۶۴ عیسائیوں پر سخت مظالم ڈھائے گئے۔

۱۱۸ - لومڑ - ارتداد۔

۱۲۴ - یہاں عقاب سے مراد ہے قیصر قسطنطین جو عیسائی ہو گیا تھا - آواز جو عرش سے آئی - صدائے پطرس، کشتی کو چک - کلیسائے پطرس۔

۱۳۰-ناگ، اہل کلیسا کی ہوسِ دنیوی-

۱۳۶-حبِ زر نے کلیسا کو دیو آسا بنا دیا-

۱۴۸-طوائف-داشتہ زن جاہ پرست کلیسائیت-

۱۵۱-پاپائیت وقیصریت کا گٹھ جوڑ ناجائز انداز کا عفریت-فرانس فلپ فیئر سے مل کر کلیمنٹ پنجم پوپ نے پاپائیت کی گدی روم سے ایوگنن منتقل کر دی-

۱۵۴-پاپائیت سیاسی اختیار کی متلاشی ہوئی، سیاسی پناہ ڈھونڈنے لگی-

لغت-راجکیہ-شاہانہ-

پھننگی-پھننگ، درخت کی بلند ترین چوٹی-

قدوہ-نمونہ، آسان زبان میں ماڈل

آرادھتی، فعل آرادھنا، عقیدت سے سرانجام دینا-

مینڈر-پہیے کا گھیرا

دھگڑا-یار دھگڑا، آشنا

رام جنی-کنجری

تینتیسواں کینٹو

واقعہ - بیٹرس آگے آگے چلی - مٹلڈا، سات ہمجولیاں سٹیٹس، دانتے ہمراہ تھے۔ جلوس پر تبصرہ کرتے ہوئے بیٹرس نے دانتے کو بتایا، جلد ہی دنیائے کلیسیت کو نجات دلانے کے لئے کسی کا ظہور ہوگا - آبِ نسیاں پی لینے کے سبب دانتے اپنی تمام لغزشیں اور کوتاہیاں فراموش کر چکا تھا - سامنے بحالیِ یادداشت کی آبجو اینوئی رواں تھی۔ مگر اس کا پانی پینے سے صرف اعمال حسنہ کی یاد عود کرتی ہے - یہاں سے سیراب ہو کر، دانتے فردوس بریں پر جانے کے لئے تازہ دم ہوگیا۔

پھر تلاوت کریں رقت سے وہ دوشیزائیں
اب یہ استوت "خدایا ہوئے وارد ملحد"
تین اور چار کی منڈلی میں سُریلا گائیں

آہ بھرتی ہوئی، رنجیدہ و ہمدردانہ ۴
بیٹرس ہو گئی بے حال، کہ مریم بہ صلیب
ہوئی ہوں گی متغیر نہ یوں بے تابانہ

گفتگو کا اسے جب وقفہ بہم پہنچایا ۷
اور ہمجولیاں چپ ہو گئیں پھر وہ اٹھی
صورتِ عکسِ تجلی یہ سخن فرمایا

"تم نہیں دیکھ سکو گی مجھے کچھ دیر ہی میں ۱۰
اور پھر میری عزیز اور معزز بہنو
دیکھو لو گی جو تکو گی مجھے کچھ دیر ہی میں

اور ان سات کو پھر اس نے کیا صف آرا ۱۳
میں، وہ خاتون، وہ عارف کہ رہے تھے رہ میں
آئے ہم بھی کہ محبت سے ہمیں للکارا

پھر روانہ ہوئی وہ - اور مجھے ہے یہ خیال ۱۶
سر میداں نہ قدم اس نے دھرا تھا دسواں
خاص تمکین سے کرتے ہوئے نظروں سے نہال

اس طرح مجھ سے ہوئی ہم سخن "آ، تیز خرام ۱۹
ہے مرے پاس تجھے بات سنانے کے لیے
اور سننے کے لئے چاہئے موزوں مقام"

حکم بردار کی مانند ہوا میں نزدیک ۲۲
تو وہ یوں "تیری زباں کیا نہیں شایانِ سوال
ہو سخن کوش، خموشی شکن اب میرے شریک؟"

جس طرح صاحب برتر سے کوئی ہو مرعوب ۲۵
لب کشا ہو نہ سکے بلکہ بمشکل کھینچے
سعیِ گویائی میں دنداں سے بروں "آرے خوب"

پس مکمل بایں کیفیتِ نطق مجہول ۲۸
"تجھ پہ ہے میری ہر اک بات نمایاں، عذرا!"
بس یہ ہکلائے ہوئے میں نے کہا اول جلول

تب وہ یوں "ترک کر اب ڈر کا یہ بے جا انداز ۳۱
تجھ سے پُر زور تقاضا ہے مرا - یوں مت بول
جیسے دے خواب زدہ لال مجھکو آواز

ہو یہ معلوم کہ جس پر بھی ہے لاحق الزام ۳۴
ٹوٹکے ٹونے سے ٹل جائے نہیں قہرِ خدا
ہو بلا کوئی، کیا جس نے شکستہ یہ جام

وارثوں سے کبھی محروم نہ ہو گا وہ عقاب ۳۷
بال و پر جس نے کیے رتھ کے لئے ہار سنگھار
جب بنی دیو صفت، ہو گئی تھی خانہ خراب

اب کشاکش نہیں رکھیں گے ستارے ملحوظ ۴۰
پیشگوئی کروں میں تو کہ نظر آ تا ہے
ہر بلا سے وہ اسے جلد کریں گے محفوظ

وقت آ ئے گا ، فرستادہ خدا کے بندے ۴۳
پنج صد اور دہ و پنج - کریں گے عفریت
اور قتامہ کو مردار وہ دونوں گندے

گنجلک میرے معمے کو سمجھتا ہے تو ۴۶
تیرگی کہیئے سفنکس اور طمس کی سی ہے
عقل ٹھپ ہو تو سمجھ یہ نہیں آئے سرِ مو

خیر ابھی وقت بدل جائے گا یہ جل پریاں ۴۹
چیستاں سخت سہی ، حل اسے کر ڈالیں گی
غلّہ و گلہ کو سوزش سے میسر ہو اماں

کان دھر چاہیئے سن غور سے میرا پیغام ۵۲
اور سب ذی نفسوں کی بھی سنانا جا کر
زندگی موت کی جانب ہے رواں تیز خرام

برملا دھیان رہے **کیجیو** تحریر یہ حال ۵۵
چشمِ دید اب ہے ترا ، یہ شجرِ روئیدہ
اس جگہ ، اک نہیں دوبارہ ہوا ہے پامال

جو کرے لُوٹ کھسوٹ ایسی' بڑا کافر ہے ۵۸
اس پہ راضی نہ خدا ہو کہ یہ پاکیزہ شے
مصرفِ خاص کی خاطر ہے اگر وافر ہے

عوضِ خواہشِ یک لقمہ وہ اندوہ و ملال ۶۱
روحِ اوّل پہ گذر جائیں برس پانچ ہزار
پھر ظہور اس کا جو لے سر پہ تلافی کا وبال

ہے خرد سوختہ اتنا نہیں جس کو معلوم ۶۴
یہ شجر اس قدر اونچا ہے جو حکمت کیا ہے
اور اوندھا ہے جو چوٹی پہ تو کیا ہے مفہوم

گر صلاحیتِ ذہنی نہیں تیری بے حِس ۶۷
آبِ ایلہ کی طرح - اور نہالِ شہتوت
یا نہ کوتاہ کرے عمر مثالِ پریمس

تجزیہ چاہیئے تجھ کو حِس اخلاقی سے ۷۰
کیا وجوہات ہیں' کیوں عدل خداوندی نے
قدغن اس پیڑ پہ رکھی ہے الگ باقی سے

میرا اندازہ ہے لیکن ترا پتھر ہے دماغ ۷۳
سخت پتھر کہ نہ اس نورِ سخن سے چمکے
رفتہ از کار بجھایا ہوا بے تیل چراغ

گر نہ اب لکھ سکے، یہ دل میں رہے مت بھولے ۷۶
کم سے کم دے تو جواز آئے پلٹ کر کوئی
گھر اگر پات کھجوری کے لئے منگوتے"

میں اسے "موم ہوا کرتا ہے زیرِ خاتم ۷۹
مرتسم ایک امٹ نقش کی صورت جیسے
تیری باتیں بھی مرے ذہن پہ ایسی گئیں جم

کیوں نہیں ہیں ترے الفاظ مگر سہل الفہم ۸۲
سعی سے بلکہ زیادہ ہو مرا عجزِ شعور
میں سمجھ ہی نہ سکوں گا مجھے یہ ہو گیا وہم"

وہ مجھے یوں بجواب "اس سے فقط ہو آگاہ ۸۵
مکتبِ فکر ترا مدِّنظر ہو جس میں
بات اترے گی ترے دل میں اگر ہو دلخواہ

مسلکِ حق سے ترے طور طریقے ہیں بعید ۸۸
اس قدر دُور، کہوں ارضِ مدور جتنی
کرۂ ارفع و برّاق سے ہے بے تردید"

احتجاجاً اسے میں: "تو تو نہ یہ کہہ، کر یاد ۹۱
کب بھلا میں نے فراموش کیا ہے تجھ کو
اس پہ تو میرا ضمیر ایسا نہیں ہے ناشاد"

"ہٹ پرے تو سرے ہی سے گیا ہے یہ بھول" ۹۴
مسکرا کے وہ یہ بولی "رہے یاد آج ہی تو
آبِ نسیاں پیا ہے تو - سو یہ ہو منقول

آگ ثابت ہے دھوئیں سے تو یہ تیرا نسیاں ۹۷
مستند کر گیا ہے تیری بھی کوتاہی کو
اک وفا کی ہے شکست، ایک تمنا کا زیاں

بات بے پردہ ہی اب تجھ سے رہے آئندہ ۱۰۰
پس یہ وعدہ ہے بیاں رمزِ حقیقت یوں ہو
کہ تری کند سمجھ سہل بنے یا بندہ"

سُست رو تیز تپاں محوِ سفر تھا خورشید ۱۰۳
پھر وہاں آیا دروں دائرۂ سمت الراس
متعین ہو مقام از طرف زاویہ دید

جس طرح کوچ میں یک لخت تھمے قافلہ کش ۱۰۶
غیر معمولی کسی چیز کا دھوکا کھائے
یا وہ سچ مچ ہو کچھ ایسی کہ پڑے دیکھ کے غش

سات ہمجولیاں اس طرح ٹھٹک کر گئیں تھم ۱۰۹
زرد سائے کے سرے پر کہ سیہ شاخیں ہوں
الپ سے جوئے یخ و باردہ کے اوپر خم

تھا وہ منظر کہ اچھل پھاند بنائیں سنگھم ۱۱۲
پھر رواں چین سے گھل مل کے فرات و دجلہ
پھر جدا جس طرح احباب جدا سُست قدم

"اے ضیا، اے ہمہ نسلِ بشری کی عظمت ۱۱۵
اس ندی کا یہ امڈتا ہوا پانی کیا ہے
جو کہ فطرت سے ممیز کرے دیگر فطرت؟"

یہ جواب آیا مجھے "پوچھ مٹلڈا سے بہم ۱۱۸
واقفیت وہی پہنچائے گی" - پھر وہ خاتون
اس نے حتماً کہا ایسے کہ نہ ہو مستلزم

"یہ نہیں میں نے تو ہر نکتہ کیا ہے مذکور ۱۲۱
بسکہ کوئی بھی نہیں امر تھا ایسا جس کو
واقعی آبجوئے لیتھ بنائے مستور"

بیٹرس تب "ہے یہ ممکن کوئی تشویش گراں ۱۲۴
حافظے کے لئے رہزن جو بنا کرتی ہے
دیدۂ ذہن پہ اس کے ہوئی ہو پردہ کشاں

خیر وہ دیکھ کہ ہے سامنے اینوئی رواں ۱۲۷
تیرا مشرب ہے، جو تو اس پہ اسے بھی لے جا
کر بحال اس کی فرد ہوتی ہوئی تاب وتواں"

عذر لائے نہیں جو تربیت ایسی احسن ۱۳۰
اک اشارہ ہو اُسے اور یہ فرمائش کی
ہو بجا آوری پر مستعد ایسی - فوراً

تھام کر ہاتھ مرا، پس وہ حسینہ اک دم ۱۳۳
سٹیٹس کو بھی سناتی ہوئی "آ جا تو بھی"
چل پڑی ناز سے - ہمراہ روانہ ہوئے ہم

ہو سخن گوئی کی گنجائش اگر اے قاری ۱۳۶
زمزمہ سنج رہوں - دل نے وہ مستانہ پی
کہ نہ الجھن رہی مجھ پر، نہ تھکن ہی طاری

دوسری کینٹوی کے واسطے لیکن - صفحات ۱۳۹
تھے جو مختص وہ مکمل ہوئے - سو ختم یہ مشق
فن پہ عائد بھی ہوا کرتی ہے کچھ ممنوعات

کر لیا نوش زلال - اور ہوا نو مولود ۱۴۲
جس طرح رت کے بدلنے پہ درختوں کا سماں
جن پہ ہریالی ہی ہریالی ہو پھر آ موجود -
مستعد، جست بھروں، سوئے نجومِ رخشاں ۱۴۵

توضیحات - اینوئی کی ماہیت پہلے بیان ہوئی - یونانی لفظ سے ماخوذ معنی صالح ذہن یا اچھی یاد - مٹلڈا کا کردار بھی واضح ہوا - بیٹرس کی ایک تابع فرمان، ہمجولی جس کے فرائض میں شامل تھا - روح کا خیر مقدم اور طہارت یعنی اسے عرش میں داخل ہونے کے لئے سنوارے اور تیار کرے!

تشریحات - ۴ - پوری دعا یہ ہے: "خدایا ملحد تری اقلیم وراثت میں آگھسے ہیں - یہ حوریں گویا نوحہ کناں ہیں پاپائیت کا اسقفی منصب اسیر بلا ہوا کہ اسے اپنی جگہ سے منتقل کر دیا - ۱۱ - ۱۰ - یہ الفاظ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی موت کو سامنے پا کر فرمائے تھے -
۱۴ - عارف - اسٹیٹس -

۳۶ - دانتے نے لفظ کیڑا استعمال کیا ہے اور سانپ کے لئے برتا ہے - رتھ کو اس نے ناؤ سے تعبیر کیا ہے - ہمارے ہاں جام کا مفہوم بھی عیاں ہے کیڑے کی جگہ میں نے بلا ترجمہ کیا ہے ٹوٹکے ٹونے سے مراد مبنی بر قیاس قاعدہ ہے جس کی رو سے قاتل اگر مقتول کی قبر پر نو دن کے اندر اندر شوربہ و نان ربانی سے کچھ کھا پی لے تو وہ لواحقین کے انتقام سے مامون ہو جاتا تھا - جام (رتھ) کلیسا، بلا (سانپ) شہنشاہ -

۳۷- قسطنطین کہ صاحب اولاد ہوگا-

۴۴- عفریت وقمامہ- شہنشاہیت و پاپائیت-

۴۷- تیرگی بمعنی ابہام، طمس ایک بلا جو اہل تمیز کو بجھارتیں ڈالتی تھی جو نہ بوجھ سکے اسے مار دیتی تھی- اوڈی پس نے بوجھ لی تو اس نے خودکشی کر لی- سفنکس ڈیلفی مندر کی دیوی جو مبہم فالیں بتاتی تھی-

۴۹- جل پریوں کا حوالہ واضح نہیں-

۵۷- پہلے ہبوطِ آدم سے، پھر اغوائے پاپائیت سے-

۶۱- حضرت آدمؑ کے بعد پانچہزار سال حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے اور خون سے لقمہ کا کفارہ کیا-

۶۵- پھل نظر آتا رہے- لہٰذا شاخیں معکوس کوئی ہاتھ اس تک نہ پہنچ سکے، اس قدر اونچا-

۶۹- پریمس، دیکھو کینٹو ۳۲/۳۷/۳۹-

۷۵- زائر کھجور کے پتوں کا گچھا نشانی کے طور پر اپنے عصا پر باندھ لیتے تھے کہ بیت المقدس سے لوٹ رہے ہیں-

۸۵- دانتے کا نظریہ مذہب کو منطق سے جدا رکھا جائے اور موخر الذکر سے دنیاوی اطمینان حاصل کیا جائے-

۱۰۱- فردوس میں بیٹرس تمثالوں اور راس رهس سے گریز کر کے یہی طرزِ سخن اپنائے گی-

۱۳۹- ہر کنٹوی ۳۳ کنٹوؤں پر مشتمل ہیں- برزخیہ کے ۳۳ کنیٹو تمام ہوئے- لہٰذا یہ بیان بھی ختم جانو- فن میں مبالغہ، بسیار گوئی، دونوں عیب میں شمار ہوتے ہیں- سو یہاں بھی خاتمہ کلام اور کنٹویوں کی طرح مشاہدہ کو اکب پر کیا جاتا ہے- یہ گویا نقطہ تمت ہے-

لغت- استوت- نغمۂ ربانی- تدمیر

آرے- فارسی، ہاں، آرے آرے، ہاں ہاں، منگولے- پھندنے، گچھے-

فردوسیہ طربیہ

(مقفّیٰ ---منظوم)

تمثیلیۂ ربانی
دانتے
پیراڈائزو
(فردوس)

شوکت واسطی

انتساب

سعی فر اور فرزید
کے نام
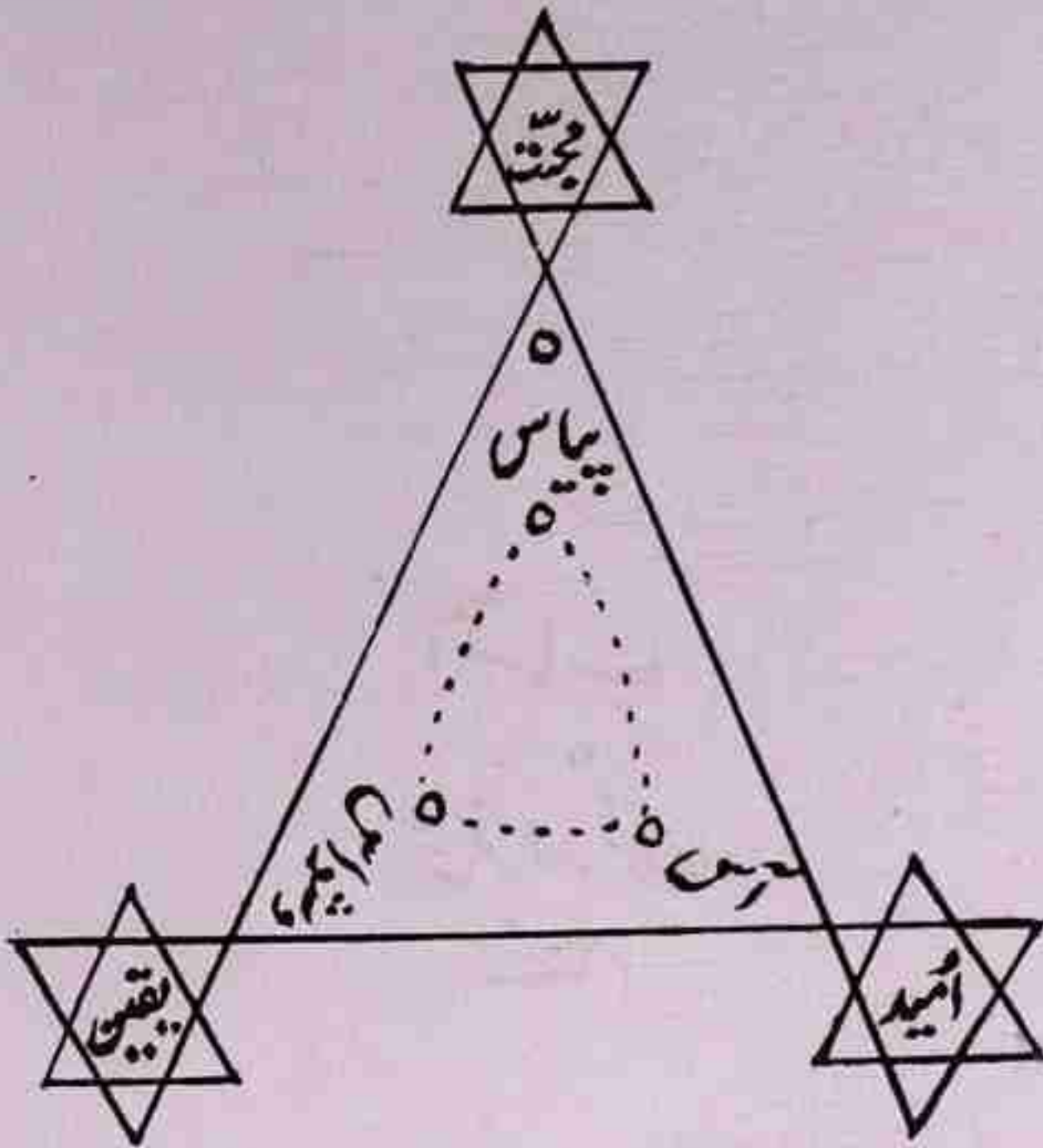
The light of the music illumins the world.

(Tagore)

اس غیرتِ ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

مومن

(گیتانجلی)

دیباچہ

یہ سفر میرا بہت وقت میں طے ہوتا ہے
اس کا رستہ ہے، بہت ہی لمبا......
رتھ پہ میں نکلا تھا جب پہلی کرن پھوٹی تھی۔
اور کونین کے صحراؤں میں چلتے چلتے
اپنے پیچھے کئی سیاروں ستاروں پر میں
جا بجا نقشِ قدم چھوڑ آیا۔
کہ بہت دور سے، ہو کر آئے
راستہ یہ جو مجھے تیرے، بہت پاس کرے
کس قدر ہوتی ہے دشوار وہ فن پردازی
سُر ملاتا ہے کوئی جب سادہ،
کھٹکھٹاتا ہے ہر اک اجنبی دروازے کو
راہرو تا کہ گھر اپنے پہنچے۔
دور بھٹکیں میری چوپٹ آنکھیں
پھر انہیں میچ کے میں چلّایا — "تو میرے سامنے ہے!"

گھُل گئی آنسوؤں کی سینکڑوں ندیوں میں مری یہ آواز

میرا یہ سوال — "وہ کہاں ہے" — تب جھٹ
ساری دھرتی میں ہوا سیلِ یقیں سے جل تھل
"میں ہوں"!

(ٹیگور)

○

خلاصہ

(بیٹرس کی معیت میں دانتے کے سفرِ بالا کی منزلیں اور کیفیتیں)

o

طاس قمر۔ یہاں مقیم ارواح پانی میں جھلکتے ہوئے عکس کی مانند ہیں۔

طاس عطارد۔ یہاں مقیم ارواح اپنے عالمِ طمانیت کی ہلکی سی جھلک دکھاتی ہیں۔

طاس زہرہ۔ یہاں مقیم ارواح سرتاپا کیفیتِ محبت سے سرشار ہیں

طاس شمس۔ یہاں مقیم ارواح ولیوں، راہبوں کی ہیں۔ دُنیا میں جذبات دیں میں اختلافات رہے۔ اب ایک مسلک پر متفق ہیں۔

طاس مریخ۔ یہاں مقیم ارواح ان جانبازوں کی ہیں جنہوں نے دین کی راہ میں جہاد کیا۔ معیتِ عیسیٰؑ میں بشکلِ صلیب اُن کے دو منتیغ گروہ آشکار ہیں۔

طاس مشتری۔ جملہ ارواح در ہیئت شاہین "من تو شدم تو من شدی" کا مظہر نظر آتی ہیں محبت کا یہ انتہائی مرحلہ ہے۔ بذل و عدل کا مکمل عالم!

طاس زحل۔ مستغرقین و اہلِ فکر کا مسکن ہے۔

طاس ثوابت۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کے حواری یہاں آباد ہوئے حضرت آدمؑ بھی اسی جگہ فروکش ہیں۔

(یہ تمام طواسین انسانی آنکھ دیکھ سکتی ہے)

ان سے ماورا الملاء الاعلیٰ کا بسیط عرش جملہ مراتبات ملائکہ کی آماجگاہ ہے آخر میں تجلی متجلی جلال اجلال، جمالِ کمال کا بحرِ جوال ہے۔ یہاں دریائے زمان (دوبارہ) سرچشمۂ ابدیت میں جا ملتا ہے — یہ آخری طاس علیوّن سرمدی حقیقت کی جلوہ گاہ ہے، واقعی حرکت و حیات کا ازلی منبع۔ جوہر، اعراض اور احسن التقویم کی آفرینش زار۔

دانتے یہاں دیدارِ ربانی سے سرفراز ہوتا ہے۔

o

خاکہ

(فلک الافلاک)
علیوّن
(سرمدی گلاب)
↑
الملاء الاعلیٰ
↑
طاس ثوابت
↑
طاس زحل
↑
طاس مشتری
↑
طاس مریخ
↑
طاس شمس
↑
طاس زہرہ
↑
طاس عطارد
↑
طاس قمر

o

پہلا کینٹو

ابتدائیہ

واقعہ: جنتِ ارضی سے عرشِ بریں کا سفر درپیش ہے۔ بیٹرس دانتے کو آداب بتاتی ہے بعض رموز سے پردہ سرکاتی ہے۔

عظمت اس ذات کی، ہر چیز کی گرداننده
کائنات اس میں نہائے، یہاں کم بیش وہاں
ذرّ‌ِفردِ — ایسی ہے تابندگیٔ تابنده

انتہائی تھی جہاں پر یہ تجلّیٔ منیر ۴
میں وہاں عرش پہ تھا اور پیاپے وہ نزول
آنکھ نے دیکھا، نہ فن کر سکے جس کی تفسیر

خواہشِ خویش سے ہوتا ہے قریں جب ادراک ۷
ہووہ ہیجان بپا، ہوش کہاں رہتا ہے
کہ روانہ ہے یہ کس سمت لگائے ہوئے تاک

تاہم اس ذہن میں جتنی وہ مبارک اقلیم ۱۰
ہوئی اندوختہ: ذوق ایسے کرے وہ موزوں
کہ مری نظم میں موضوع مرتب ہو عظیم

آزمائش یہ بڑی سخت اپالوئے شفیق؟ ۱۳
آبریزا ایسی بنوں جس میں ہو تو موجۂ زن
زیبِ سر طرّہ کروں پائے جو تیری تصدیق

پرنس کی تھی بہت ایک ہی چوٹی اب تک ۱۶
ایسے میدان میں ہے سعی مگر اب کی بار
احتیاجاً مجھے درکار ہوئیں دو — بے شک

دم مرے سینے میں وہ پھونک' ترانہ وہ ڈھال ۱۹
گیت سنگیت وہ جس کے لیے انگ انگ
تو نے مرسیس کا کر ڈالا کبھی کھینچ کے کھال

قوتِ پاک' کروں عمدگیٔ فن سے کشید ۲۲
عکس اقلیم جناں ہے جو مرے ذہن پہ ثبت
خیر مبہم ہی۔ یہ توفیق ملے' بس نہ مزید

اور تو دیکھیو اپنے لیے طرّہ گوندھوں ۲۵
اس ترے پیار بھرے پیڑ سے لاآرل چن کر
حسنِ تخلیق پہ داد ایسی ترے فیض سے لوں

شاذ ہی جمع ہوں یہ بہر صلہ اب اے باپ ۲۸
ہو اثر بندیٔ شاعر کہ ظفر مندیٔ شاہ
(حادیٔ طبعِ بشر ہے وہ زبونی وہ پاپ)

بالیقیں طرہ طرازی خداوند آب ۳۱
اور سرخوش کرے خوش خوش صنم ڈالفی کو
کوئی جب بھی اسے پانے کے لیے ہو بیتاب

آگ بھڑکا دیا کرتی ہے ذرا چنگاری ۳۴
میں رواں ہوں تو سزاوار کئی میرے بعد
صدق سے سرحہ میں بن جائیں ترے درباری

کئی دروازوں سے قندیل جہاں تاب طلوع ۳۷
نوعِ انساں پہ ہو، پر تین تکونوں سے جہاں
دائرے چار ملیں — یہ سفر خوب شروع

کرنے اب آئی ہے ہمراہ نجومِ خوش فال ۴۰
دنیوی موم کو پگھلائے، لگائے مُہریں
اور ترمیم کرے بیشتریں حسب خیال

دور کی ہے اسی نقطہ پہ نمودار سحر ۴۳
یاں دھندلکا — وہیں روشن تھی سفیدی ساری،
اور یہ نصف کرہ اوڑھے تھا کالی چادر —

یوں لگاتار لگائے ہوئے سورج پہ نگاہ ۴۶
بیٹرس بائیں مڑی، اور تکے جاتی تھی
کہ نہ شاہین کی آنکھ ایسی پڑے خاطر خواہ

جس طرح پہلی کرن سے بھی زیادہ خوش تاب ۴۹
ہو کرن دوسری، پھر جیسے وہ اوپر لوٹے
عین جس طرح گرے اور اٹھے تیز عقاب

ذہن پر اس کی اشارت اثر انداز ہوئی ۵۲
یوں گذر کر مری آنکھوں سے - کہ میں نے دیکھا
جیسی سورج پہ نہ یہ چشمِ بشر باز ہوئی

یاں حواسِ بشری کے لئے جس سے انکار ۵۵
خوبی و خیر وہ اس خطۂ عمدہ میں کثیر
نوعِ آدم کے لیے جو کہ ہوا تھا تیار

کچھ وہ سورج کیا برداشت نہ لیکن کچھ کم ۵۸
سر بسر مجھے پہ چمک اس کی عیاں لال سفید
کہئے لوہا تھا کہ بھٹی سے نکالا اسی دم

جس طرح دن پہ اچانک یہ دن اک اور چڑھا ۶۱
آسماں اور منوّر ہوا دست قدرت
جیسے خورشید پہ دے دوسرا اک اور بڑھا

بیٹرس آنکھ لگائے ابدی پہیوں پر ۶۴
دیکھتی جائے انہیں، پر مری یہ کیفیت
اس پہ ہی رہ گئی تھی ٹِک کے لگا تارِ نظر

بلکہ میں نے تو تغیّر کیا ایسا محسوس ۶۷
منقلب ہوگیا تھا قلز میں اصنام میں جب
دیوتا آپ چکوتی کو چبا کر گُلکوس

لفظ ''پیوندیت'' اس ضمن میں بدتر ز مذاق ۷۰
امتثالاً یہ چلے پورا نہ جب تک اُترے
واقعی تجربۂ جس پہ ہو اس کا اطلاق

کچھ نہ تھا میں اگر اے عشق، شہ اوج و فراز ۷۳
ما سوا آخری تخلیق، مجھے تو جانے
خود بلند اپنی ضیا سے کیا ہے بندہ نواز

منؔ یراؤ ایسا کیا یہ ابدی چرخہ ساز ۷۶
کہ میں بیساختہ جھٹ گوش برآواز ہوا
تیرے نغمے کے بم و زیر کا ایسا انداز

سورج اب مجھ پہ لئے عالمِ ضوتاب آئے ۷۹
موسلادھار نہ بارش کہیں ایسی برسے
نہ ہی دریاؤں میں اس زور کا سیلاب آئے۔

روشن وگرم شعاعیں تھیں صداتا مانوس ۸۲
شوق جانے سبب ان کا وہ ہوئی بیتابی
میٹھے سپنوں کے لیے ہوئی نہ ہو یوں محسوس

وہ کہ مجھ ایسی ہی جل پہ ہے مری ذات عیاں ۸۵
منتظر ہی نہ رہی میں کروں دریافت اس سے
ہو فرو میرا تجسس کیا گلبار دہاں

"تو کرے عقل کو یوں حرزِ قیاسات فضول ۸۸
تو نہیں دیکھ سکے صاف جسے دیکھ سکے
تاکہ چھٹ جائے ترے ذہن پہ چھائی ہوئی دھول

تو زمیں پر نہیں اب ہو یہ اگر خام خیال ۹۱
تری رفتار کو پہنچے نہ لپک کر بجلی
وقت رجعت تجھے حاصل جو ہوا ہے یہ کمال"

ایک حیرت تو ان الفاظ حسیں سے ہوئی دُور ۹۴
اب مگر ایک نئے نکتہ سے خلجان ہوا
جھٹ مرے ذہن میں وارد ہوا اک اور فتور

میں اسے: ''ہو گیا اک بات کا تو اطمینان ۹۷
وسوسہ وہ تو گیا، مخمصہ پیدا ہے نیا
منطقے یہ ہیں لطیف، ان میں ہوں کیسے طیراں؟''

وہ مری سمت مڑی، طَور لئے دُکھ والے ۱۰۰
اور دیکھا مجھے یوں، جیسے کہ گھبراہٹ میں
بلبلاتے ہوئے بچّے پہ نظر ماں ڈالے

تب وہ یوں بولی'' یہ سب ہستیاں خورد اور کلاں ۱۰۳
منسلک نظم میں ہیں، سب پہ یہ تنظیم بہ شکل
ثبت کرتی ہے خداوند کی صورت کے نشاں

اس میں مخلوق شرف دار علامت پائے ۱۰۶
صاف اس عظمتِ اولیٰ کی جو اتمام بھی ہے
پہلے جس حسن کے تیار ہوئے پیرائے

اور یُوں ہو کے منظم یہ طبائع ساری ۱۰۹
دور و نزدیک رواں اپنے مراکز کی طرف
مختلف جیسے رنگے نوعیتِ کرداری

مختلف ملجا و ماویٰ کی طرف محوِ سفر ۱۱۲
ہست کے قلزمِ ذخّار پہ جملہ پرّاں
وافر اک اک جو جبلت جو ملی اس بل پر

یہ جبلّت کرے شعلہ کو جو مائل بہ قمر ۱۱۵
ہر شئے عارضی کے دل کی محرک جو ہے
جس نے یکجان کیا خاک کو بھی گتھ متھ کر

یہ کماں۔صرف بنایا نہیں کرتی جو آل ۱۱۸
بے شعوروں ہی کو مرکز کی طرف، ان کو بھی
جو ہیں دانائیوں پیاروں سے بھرے مالا مال

جس خداوند نے یوں کل کو کیا لاتجز ۱۲۱
نُور سے مستقل اس عرش کو وہ تھامے ہے
جس میں سے تیز تریں عرشِ رواں بر مرکز

کھینچتی ہے ہمیں بھی پس وہی سلکِ مضبوط ۱۲۴
اپنی دہلیز معین کی طرف — جو اب بھی
منطبق زر سے کیا کرتی ہے زرّین خطوط

نقش جیسے نہ مکمل ہو کبھی مظہرِ فن ۱۲۷
کہ ہنر مند کے منشا سے مطابق نہ ڈھلے
چھپاتی ہوئی بدرنگ چکاوٹ میں بدن

یوں وہ ہستی بھی کہ مختار ہے گمراہی پر ۱۳۰
زور کے ساتھ اگرچہ ہوئی بھی برانداخت
پھر بھٹک جائے — چلے راہ خود آگاہی پر

ابر سے خاک پہ بجلی کی ہو آتش باری ۱۳۳
راہ بالا کا تقضائے طبیعی تج کے
یہ سوئے ارض بھٹک آئے ہوس کی ماری

یہ مگر تیرا صعود اس پہ نہ ہو تخمینہ ۱۳۶
فرط حیرانگی کا بیش،ندی تیز اترے
قلۂ کوہ سے دامن میں بغیرِ زینہ

اب کہ ہر قسم کی بندش سے ہوا تو آزاد ۱۳۹

گرز میں بوس رہے، بات یہ حیراں کن ہو

جس طرح شعلہ برافروز کی برخاک افتاد"۔

سوئے عرش اس کے لیا موڑ پھر ان آنکھوں کو ۱۴۲

تشریحات:۔ ۱۳- اپالو (رومی اور یونانی دیوتا' سورج کے مماثل بھی یہی یہ لقب فیوبس قرار دیا جاتا ہے) زیوس اور لیٹو کا بیٹا ـــــ مردانہ وجاہت کا نمونہ اور فنونِ لطیفہ موسیقی، شاعری اور پیش گوئی کا سرپرست ہے۔

۱۶- پرنس۔ شہر ڈلفی (یونان) کے شمال میں ایک بلند پہاڑ جسے اپالو اور میوزوں (راقیات) کا مسکن مانتے ہیں۔ اس کی دو چوٹیاں ـــــ نسہ اور سرحہ ہیں، پہلی پر راقیات رہتی ہیں۔ دانتے نے "جہنمیہ" شروع کی تو ساری میوزوں سے امداد چاہی، جو نو ہیں اور جملہ علوم وفنون سے متعلق ہیں۔ "برزخیہ" لکھتے وقت صرف رزمیہ شاعری کی دیوی کلی اوپ سے دعا کی۔ "فردوسیہ" کا آغاز ہے، موضوع نسبتاً زیادہ گھمبیر ہے" سو یہاں سراحہ کے کاشانہ نشیں اپالو سے بھی منت زاری کی جارہی ہے۔

۲۱- مرسیس۔ برزخیہ میں دانتے کو نو کوتریوں (دختران پائریوس) کا قصہ یاد آیا۔ یہاں مرسیس کا فرجیہ کے اس ساطیر (نصف انسان نصف گھوڑا) نے اپالو کو موسیقی میں مقابلے پر للکارا۔ راقیات نے اپالو کو فاتح قرار دیا۔ پاداش میں اپالو نے ساطیر کو ایک درخت سے باندھ کر اس کی کھال کھینچ دی۔

۲۶- اپالو نے اپسرا ڈفنی کا پیچھا کیا' اپنی عصمت بچانے کو اس نے لارل کے پیڑ کا روپ دھار لیا۔

۲۹- ناقدریٔ زمانہ کا گلہ ہے۔

۳۱- بحوالہ پانی کے دیوتا پی نیس جو ڈفنی کا باپ ہے لارل یا طرّہ امتیاز۔

۳۲-صنم ڈلفی، مراد اپالو۔

۳۴-سرحۂ پرنس کی چوٹی جو اپالو کا مسکن ہے

۳۹-(ہئیت) دروازے، وہ جگہیں مراد ہیں جہاں سے سورج سال کے مختلف اوقات میں طلوع ہوتا ہے۔ وہ جگہ جہاں تین تکونیں چار دائروں کو باندھتی ہیں۔ نقطۂ اعتدال بہاریں ہے۔ چار دائرے ہیں۔ افق، استوا، دورہ اور حلقۂ الانقلاب!

۴۵-ہمارے کرے میں اندھیرا اور جنوبی کرے میں روشنی۔

۴۸-روایت ہے کہ مادہ عقاب بچّے کو چنگال میں دبائے سورج کے رخ لے اڑتی ہے۔ اگر وہ آنکھیں نہ جھپکائے تو صحیح النسل شمار ہوتا۔ ورنہ اسے گرا دیتی ہے اور وہ مر جاتا ہے مراد ہے پلک جھپکے بغیر ٹکٹکی لگی ہو۔

۶۴-اجرام فلکی

۶۹-روایت ہے ایک مچھیرا تھا، زراعت کے دیوتا کیواں (سیٹرن) کی بوئی ہوئی ایک جڑی بوٹی کھالی اور سمندری دیوتاؤں میں دیوتا بن کر شامل ہو گیا۔ یہاں دانتے کا حال بھی یہ ہوا کہ پیوندِ انسانی سے بروں ہو کر کہیں اور کیفیت میں چلا گیا۔ یہ بیٹرس کو لگاتار دیکھنے کا اثر ہوا۔

۷۶-فیثا غورث اور افلاطون کا نظریہ ہے، گو ارسطو متفق نہیں کہ اجرام دورانِ گردش ساز کی طرح نغمہ انگیز ہوتے ہیں۔ اس خیال کو ادبیات میں بار بار دہرایا گیا ہے۔

ع ''کہکشاں نے مرے کانوں میں یہ کیا رس گھولا'' (یونانی سپیو) ع ''عرش کا ساز بریں — نیچی سُر! (ملٹن) — چھوٹے سے چھوٹا سماوی کرہ بھی جو نظر آتا ہے گردش میں فرشتے کی طرح گاتا ہے۔ جواں چشم کرّوبیاں کی منڈلی میں تانیں اڑاتا ہے (مرچنٹ آف وینس ۵/۱ شیکسپیئر)

۸۲-اجرام فلکی کا گیت جس سے ہمارے کان غیر مانوس ہیں۔ کیونکہ ہماری قوت

سماعت کمزور ہے۔

۹۳- جہاں سے آنا ہوا (عرش) وہیں واپسی کے وقت۔

۱۳۰- جبر کے ساتھ اختیار کی حامل۔ انسان

۱۳۴- ورنہ شعلہ کی خاصیت تو ہے کہ اوپر کو اُٹھے۔

لغت:

۲۶- لارل۔ (اور اصل کے مصرع ۱۵ میں 'بے') تیج پات۔ کامرانی کا طرۂ امتیاز' ایک پودے کے پتے جو کسی خصوصیت کے حصول پر نشانی کے طور پر کلغی کی طرح سَر پر لگاتے تھے۔

۶۹- چکونی۔ چکونڈی جڑی بوٹی' نرسل گھاس۔

۷۰- پیوندیت۔ پیوند سے' مگر یہاں مصنوع پیوندہ سے ایک افغان خانہ بدوش قبیلہ کہ گرمی سردی میں نقل مکانی ان کا شیوہ ہے یہاں مراد ہے صورتِ منتقلی، یا پیوند کہیں اور جا لگا انسانی خواص متبدل۔

۱۱۸- جوّال۔ بہت زیادہ سفر کرنے والا متحرک

۱۲۹- چکاوٹ۔ چکنی مٹی۔ صلصال۔ جو تصوّر بت ساز کے ذہن میں ہے' مٹی سے عین میں ویسا ہی بنا ڈالنا ناممکن ہے۔ مادہ میں ہو بہو منتقلِ خیال امر محال ہے۔

○

دوسرا کینٹو

طاس قمر

واقعہ: آتشیں خلا پار کر کے بیٹرس دانتے طاس قمر میں داخل ہوتے ہیں۔ دس عرشی مراحل کا پہلا مرحلہ--- بڑھیا کے چرخے یا قابیل کی خاردار چھڑی۔ چاند کے دھبوں کی ماہیت پر تبادلۂ خیال ہوتا ہے۔

اے کہ ہے تجھ پہ سبک بافتہ گھونگے کا خول
میرے اس نغمہ کی خاطر — یہ سفینہ میرا
گیت کے ساتھ روانہ سرِ بحرِ ماحول

بسکہ بہتر ہے پلٹ جائے سلامت بکنار ۴
کہ مجھے بے خبری میں نہ کہیں لے ڈوبے
دُور ساحل سے، وہ ترغیب تجھے دے منجدھار

غیر معلوم بحیروں میں سفینہ رانی ۷
شرطہ خیزاب ہے منروا تو اپالو ملاح
نومیوزیں بھی جبیں جیوتی رتھ کی بانی

تم یہاں رہنے کو آپہنچی ہو ارواحِ لطیف ۱۰
خوب بروقت کہ لونانِ کروبی کی غذا
وہ بکثرت نہیں ممکن کبھی جس میں تخفیف

اپنی ڈونگی کو اُتارو مری کشتی کے دوار ۱۳
اس سمندر میں جہاں ہیں متموّج لہریں
زور سے کرتا ہے پھر بھر جنہیں پانی اک سار

کولچس میں ہوئے ہوں گے نہیں حیران شجاع ۱۶
دیکھ کر جاسن اعظم کو بہ قلبہ رانی
کہ متحیّر کرے تم کو مرا ذوقِ ابداع

ساتھ اپنے ہوئی پیدا وہی اب لافانی ۱۹
پیاس امر دیس کی، یوں لے کے اڑی جاتی تھی
تیز جیسے نظر آتا ہے فلک گردانی

بیٹرس عرش پہ، میں دیکھ رہا تھا اس کو — ۲۲
ایک پیکان لگے تیز ہدف پر اڑ کر
زور کے ساتھ اسے جونہی کہ زہ سے چھوڑو

یوں وہاں آن پڑا میں — تو نظر باندھ گئی ۲۵
حیرت انگیز عجب شے، تو مری رمز شناس
کیفیت میرے تجسس کی نہ تھی جس پہ نئی

دلفریبی سے بصد ناز یہ ہنس کر بولی ۲۸
"کر خُدا کی طرف اپنی حسِ احساں مندی
جس نے اس نجمِ نخستیں کی طرف راہ کھولی"

یوں لگا ایک گھٹا صاف گھنی روشن ٹھوس ۳۱
کرگئی تھی ہمیں ملفوف، نگیں ہو جیسے
مہرتاباں کی چمک دار کرن کا لب بوس

درِ شہوار نے یوں کرلیا ہم کو مدغم ۳۴
جیسے رہتا ہے بدستور اکٹھا پانی
آپ میں روشنی کی صاف کرن کرکے ضم

قابلِ فہم نہیں — تھا میں اگر ایک وجود ۳۷
اک خلا میں نہیں دو بُعد سما سکتے ہیں
باہم البتہ ہو پیوستہ اگر تار و پود

کس قدر چاہیے پھر شوقِ تمنا افزوں ۴۰
اصل میں جھانک سکیں ہم کہ ہے جس پیکر میں
اپنے اور ذاتِ خداوند کے جوہر ہم گوں

یاں عقیدے پہ جو مبنی ہے وہاں عین شہود ۴۳
ان حقائق کی طرح جن پہ نہ حجت آئے
بے مظاہر ہی وہ بالذات ہے گویا موجود

تو یہ میں "محترمہ صدق سے اس کا مشکور ۴۶
جو اٹھا کر مجھے بیرونِ جہانِ فانی
اس بلندی پہ لئے آیا ہے اور اتنی دُور

کالے کالے نظر آئے ہیں جو اس جرم پہ داغ ۴۹
کہہ مگر تو کہ یہ تلمیح کرہ ارض کی ہے
جس سے قابیل کے قصے کی طرف جائے دماغ؟"

ہنس کے وہ "لوگ غلط اب جو لگائیں یہ قیاس ۵۲
تو سمجھ عقل معمہ نہیں حل کرسکتی
کوئی بھی سعی نہ اس سلسلہ میں آئے راس

تجھ پہ یورش نہ کرے ناوکِ حیرت انداز ۵۵
جس کرے راہ نمائی پہ یہ رفعت وہ ہے
یاں تلک عقل کی ممکن ہی نہیں ہے پرواز

آمگر جو ہے تری رائے بتا!"---میں بجواب ۵۸
"میری دانست میں اجرام کثیف اور لطیف
اس بلندی پہ ہیں اس فرق کا بیّن اسباب"

تو وہ یہ "رائے تیری ہے غلطی میں غلطید ۶۱
تو اگر میری توجہ سے سنے تو کردوں
یکسراز روئے دلیل اس کی ابھی میں تردید

ہشتمیں چرخ سے ہیں روشنیاں جلوہ بار ۶۴
کس قدر صورتیں ان کی متمیز دیکھے
کیفیات ان کی جدا اور جداگانہ شمار

ڈالتے فرق اگر صرف لطیف اور کثیف ۶۷
جملہ مجموع میں پھر ایک ہی جو ہر ہوتا
منقسم سارے ہی اطراف زیادہ کہ خفیف

آگہی چاہیئے تجھ کو یہ مسلّم ہے اصول ۷۰
نوع حاصل ہو دگر صرف جو دیگر ہو فروغ
تیرے نزدیک مگر ایک سبب ہی معقول

دین پھر ہوتے لطافت ہی کے یہ دھبّے گر ۷۳
جن سے چکرایا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوگا
یا تو باریک ہیں اس طاس کے حصّے یکسر

موٹے پتوں کے اس انبار میں یا پیچ پرت ۷۶
پتلے پتوں کی ہے، جس طرح ملے تہ بر تہ
گوشت میں چربی وریشہ کی بتدریج بھرت

بات پہلی ہے اگر ٹھیک، تو پھر کیجئے یقین ۷۹
جب گرہن ہو تو سورج کی شعاعیں دیکھیں
جس طرح اس میں سے، جو کوئی بھی ہو چیز مہین

بات ایسی نہیں، گر دوسری ہو صورتِ حال ۸۲
اس کی تردید بھی آسان ہی شاید کردوں
اور ہو جائے گا پھر تیرا نظریہ پامال

شے لطیف ایسے نہ گر پار سراسر جائے ۸۵
تب کوئی نقطہ تو ہوگا کہ نہ گذرے جس سے
ضد کہیں ایسی کہ یہ رہ پہ مزاحم پائے

اس سے ٹکرائے کرن دے نہیں یہ ہونے پار ۸۸
جیسے رنگین خدوخال جھلک کر لوٹیں
ایسے آئینے سے ہو پشت پہ جس کی زنگار

لیکن (اب یہ تیری حجت) کر بہت دُور سے گر ۹۱
یوں کرن جھلکے تو باقی سے یہ اس حصہ میں
ہو ذرا ماند—توقع ہے یہ تو بیشک کر

اس نئے خرخشے سے، ہو اگر آمادہ دل ۹۴
تجربہ دے گا رہائی، کہ یہی سر چشمہ
تیری حکمت کے سفر کی ہے نخستیں منزل

تین آئینے تو اس طرح سے ترتیب میں دھر ۹۷
فاصلہ دو کا برابر ہو، وہیں تیسرا پاس
درمیاں ان کے، مگر تجھ سے ذرا دُوری پر

سامنے ہو کے رکھ اک اپنے پسِ پشت چراغ ۱۰۰
منعکس ہو کے جو پھر روشنی ان سے پلٹے
تو یہ تین آئینے جھلکائیں وہ بالکل بے داغ

دیکھ تو اب کہ جو اک شمع سے ہے دور تریں ۱۰۳
عین جو سامنے ہیں ان سے یہ ہو حجم میں کم
جگمگاہٹ میں ہے ان ہی سی، ذرا فرق نہیں

جس طرح برف حرارت سے پگھل کر تہ تک ۱۰۶
فاش ہو اور وہ خنکی و سفیدی نہ رہے
اس پہ لپٹی ہوئی تھیں بن کے مکمل تو شک

یوں ہوئی فاش تری عقل :— کروں فہمیدہ ۱۰۹
میں تجھے ایسی حیات آفریں تنویر سے، جو
ہو تری آنکھ یہ تارے کی طرح رقصیدہ

اندریں عرش— خداوند کا وہ چین نگر— ۱۱۲
جرم گردندہ ہے، جو چیز ہے اس کی حد میں
اپنے جوہر سے عطا کرتا ہے سب کو پیکر

عرشِ مابعد، قنادیلِ فراواں سے منیر ۱۱۵
اور پیکر میں بھرے خاصیتیں گوناگوں
کہ ممیز بھی بہت اور مماثل بھی کثیر

مختلف فرق سے کر دیتے ہیں دیگر اجرام ۱۱۸
رخ اب ان خاص جواہر کا جو وہ رکھتے ہیں
ان کی جانب کو شروعات سے تا بر اتمام

دہر میں دیکھ تماشائے عناصر سازی ۱۲۱
اس طرح درجہ بہ درجہ ہے یہ جاری کہ زفوق
ان پہ ہو اور وہ کریں تحت اثر اندازی

میں ہوں جس راہ رواں دیکھ اسے آنکھیں کھولے ۱۲۴
خوب کر ذہن نشیں تجھ پہ جو لازم ہے وقوف
تا کہ اس پاٹ سے پھر پار اکیلا ہو لے

مستعد قوت و حرکت میں رہیں پاک اجرام ۱۲۷
ہاتھ میں جیسے ہتھوڑا کسی پیشہ ور کے
لازماً اپنے محرک کے اشارے پہ مدام

عرش بھی یونہی لئے ان گنت آگیں سرتیز ۱۳۰
مَن یشاء ہی کی طرح جو اسے گرداں رکھے
آپ تاثیر پذیر آپ ہو تاثیر انگیز

جیسے ہر عضو، تری خاک میں جاں ہو تحلیل ۱۳۳
مختلف طور سے جو مختلف احساس کے ساتھ
حسنِ ترتیب سے پاتے ہیں مکمل تشکیل

ان کواکب سے کرے یوں متنوع ابداع ۱۳۶
خوبی و خیر فزوں، گور ہے گرداں بالذات
خود بدستور لئے وحدتِ کلّی کی متاع

اس حسین جسم میں، یہ جس کو بنائے جاندار ۱۳۹
مختلف وصف کرے مختلف آمیزے بھی
زیست جیسے تری، تو جیسے ہے اس کا اظہار

جھلمل پتلیوں سے جیسے جھلکتا ہے سرور ۱۴۲
اور گھل مِل کے مچلتی ہے دن میں شگفتی
شادفطرت بھی کہ اس سے ہے قوی کا یہ ظہور

روشنی روشنی میں فرق جو آئے ہیں نظر ۱۴۵
اخذ کر اس سے، کثافت کہ لطافت سے نہیں
مدھم اور تیز پڑے عام اسی قاعدے پر
بر بنا اہلیتِ ذات، باندازِ ہمیں" ۱۴۸

تشریحات:

۱-۶ غیر سنجیدہ قاری سے خطاب ہے۔ اب کے موضوع گھمبیر ہے۔ اگر مطالعہ صرف حسن کلام کی خاطر ہے تو وہ خلاو الملا کے مضامین نہ سمجھ سکیں گے اور اسے مایوس کر دیں گے۔ ہاں جنہوں نے نان کروبی کھالی ہے، معلوماتِ دین و دنیا رکھتے ہیں۔ بسم اللہ وہ سفر عرش میں ساتھ ہو لیں۔

۸- منروا۔ (یونانی ایتھینہ) سرسوتی، علم ودانش کی دیوی۔

۹- نو میوزیں۔ راقیات (دیکھو ضمیمہ) گویا خیال کی بلند پروازی (منروا) شعریت کا ترنم (اپالو) اور فن کی پرکاری (راقیات) سارا اہتمام موجود ہے۔

۱۱- نان کروبی، ارواح لطیف، دیکھو تشریح زیر ا-۶۔

۱۶- روایت۔ کولچس جگہ کا نام "شجاع" آرگونامی سفینے کے کھویے" جاسن نامی ایک بحری مہم جو کے ساتھی جو سنہری پشم کی تلاش میں کولچس پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے جن شرائط پر یہ

لے جانے کی آمادگی ظاہر کی ان میں ایک یہ تھی کہ جاسن ان دو بیلوں سے ہل جوتے جن کے سینگ آہنی، پاؤں جستی تھے اور جو نتھنوں سے آگ اگلتے تھے۔ ساتھیوں کو اپنے سالار کو قلبہ راں دیکھ کر وہ حیرت نہ ہوئی ہو گی جو ـــــ

۲۰- ''وز جدائی ہا شکایت می کند'' روح کہ پھر خالق سے وصل کی تشنگی رکھتی ہے ـــــ امر دیس۔ علیون

۲۸/۳۴- مراد ہے چاند، طاس قمر۔

۴۰/۳۷ کلیہ یہ ہے تو دو مختلف طبائع انسانی و ربانی یکجا کیونکر ہوں۔

۵۱- مغرب میں عام قیاس یہ ہے۔

۵۲- بیٹرس کی اپنی توجیہات موجودہ نظریات سے ہم آہنگ نہیں۔

۵۸- ابنِ رشد کا نظریہ ہے۔

۶۴- طاس زحل اور الملا الاعلیٰ کے درمیان فلکِ ثوابت جس میں سارے تارا منڈل اور لاتعداد ستارے ہیں۔

۷۸- یعنی کثیف گوشت میں یہ لطیف تہیں۔

۸۰- اگر چاند میں کچھ حصے لطیف (باریک) ہوتے تو جب گرہن کے وقت یہ سورج کے سامنے آتا ہے تو اسے ڈھانپ نہ لیتا، اور اس کی کچھ روشنی چھن کر نیچے آتی۔

۱۱۲- چین نگر۔ علیون، فلکِ اطلس جہاں خدا کی کرسی ہے

۱۳۰- عرش، ہشتم، ثوابت و کواکب کا آسمان۔

۱۳۶- مراد ملائکہ بھی ممکن ہے۔

۱۴۶- بیٹرس کا منطق جدید نظریوں پر نہیں اُترتا۔

لغت:

۹- جیوتی رتھ۔ دبّ اکبر

۱۷-قلبہ۔ ہل

۲۱-گردانی۔ گردندہ چکر میں

۱۰۸-توشک۔ گدا

۱۳۱-من یشاء۔ حکم الٰہی

۱۳۶-ابداع۔ بدیع' خداوند تعالیٰ—

۱۴۳-شکتی۔ طاقت۔

تیسرا کینٹو

(طاس قمر)

واقعہ: گوہر رنگ روحوں کا ایک جمگھٹ ملتا ہے۔ ایک راہبہ پکرڈہ اپنی روداد سناتی ہے۔ جسے بھائی خانقاہ سے اُٹھا لائے اور جبراً شادی رچادی۔ یہی ماجرا (راہبہ) ملکہ کنسٹانس کے ساتھ ہوا۔ ہر چند وہ سب بہشت کے سب سے نچلے طبقے میں مقیم ہیں۔ مگر راضی برضا ہیں --- منشائے خداوندی انہیں باعثِ رحمت ہے!

میرے خورشید نے دل عشق سے گرمایا تھا
پھر وہ برہاں رد برہاں بطریقِ احسن
کہ حسیں چہرۂ حق صاف نظر آیا تھا

مان لوں، بات سمجھ آئی، ہوا میں قائل ۴
ایسے جذبات کا اظہار کروں برجستہ
سر اٹھایا اسی اقدام پہ ہو کر مائل

اور کیا دیکھا کہ پھر ہو گیا میں آپ سے دُور ۷
کر نہیں پایا وہ اقرار کہ میں بھول گیا
دل کی دل ہی میں رہی ہو گیا مبذول شعور

جس طرح صیقل و شفاف اک آئینے سے ۱۰
کھوئے یا صاف چمکدار کھڑا پانی جو
اپنی گہرائی، تو پھر اس کے عیاں سینے سے

عکسِ رخ ہم پہ الٹ کر ذرا مدھم آئے ۱۳
اُجلے ماتھے پہ دمکتے ہوئے موتی سے بھی
بصری حس پئے نظارہ مگر کم آئے

صورتیں آئیں نظر ایسے کئی گونا گوں ۱۶
سخن آمادہ — کہ وہ عاشقِ سادہ سرحوض
مرمٹا سحرزدہ — حال وہ برعکس کہوں

کیوں کہ اب جیسے ہی وہ میں نے وہاں پر پائے ۱۹
جان کر ان کو ہیولے متوجہ ہوا میں
کہ یہ معلوم کروں، تھے تو وہ کس کے سائے

پر وہاں کچھ بھی نہ تھا، اس لیے فوراً گھوما ۲۲
میں اب اس پیارے حسیں راہ نما کی جانب
وہ ہنسی، آنکھ کو ضو، لب کو سخن نے چوما

"کیا عجب اب جو ہنسوں، جیسے کوئی بچے پر ۲۵
سادہ لوحی تری خود خوف سے جرأت نہ کرے
پاؤں سچ پر نہ دھرے اور تجھے دے چکّر

شیوہ اس کا ہے کہ اترائے ہے خالی خولی ۲۸
تو جنہیں دیکھتا ہے صاحبِ جوہر ہیں یہ
جمع یاں پر ہیں کہ پکے نہ رہے تھے قولی

بات کر، غور سے سن، وہ جو کہیں، کر تسلیم ۳۱
چین سے بیٹھے ہیں، حسِ نور میں سچ کے وہ رکھے
پاثبات ان کو — اسی سچ کے نگر میں یہ مقیم"

وہ جو اک ذات نظر آئی تھی مائل بہ سخن ۳۴
راغب اس ہی کی طرف میں ہوا۔ مجھ پر طاری
گرچہ ہیجان کے باوصف تھا شرمیلا پن

"روح تو بہرہ درِ خیر، مکلف بہ سرور ۳۷
در حیاتِ ابدی جس کے رموزِ دلکش
ہونہ مانوس بخوبی، نہ سمجھ پائے شعور

بارِ خاطر نہ یہ گذرے، تو ہے میری خواہش ۴۰
اپنے بارے میں بتا، نام پتہ ہو معلوم"
جھٹ وہ بولی، تھی نگاہوں میں بلاخیز کشش

"گر ہے برحق تو پلٹتی نہیں بے نیل و مرام ۴۳
درِ جاناں سے محبت ــــ وہ محبت بالذات
کہ ہے اس یار کی محفل کا یہ دستورِ عام

میں زمیں پر کبھی اک راہبہ تھی ــــ میرا جمال ۴۶
کہ یہاں ہوگیا دوچند، نہ چند ھیائے گر
غور سے دیکھ ذرا، اور ذرا یاد بحال

تیری پہچان میں آجاؤں گی میں دوبارا ۴۹
میں پکرڈہ ہوں، ان اربابِ سعادت کے ساتھ
مرے بھی اس کرۂ ست میں ہیں پوبارا

دل میں روشن ہے وہی آرزوئے بہبودی ۵۲
جو خداوند سے مسرور لئے رُوح القدس
ہم پر القا کرے، جس میں ہے اسے خوشنودی

ہم یہاں جتنے ہیں اس خانۂ زیریں کے مکیں" ۵۵
اپنی قسموں سے کبھی ہو گئے تھے بے پروا
اور ثابت ہوئے اس ضمن میں کمزور کہیں

میں اسے تب "مجھے یاد آ گئے تیرے خدوخال ۵۸
ان میں لیکن ہوئی تبدیلیٔ حیرت انگیز
اب تو یہ ذات سراسر ملکوتی تمثال

اس لئے سہل نہ پہچان ہوئی — سہو معاف ۶۱
تیرے الفاظ سے واضح ہوئی سب صورتِ حال
اب ترا چہرہ مرے ذہن میں ہے بالکل صاف

ہاں یہ بتلا کہ یہاں کیفیتِ خوشحالی ۶۴
کیا نہیں اس میں زیادہ کی تمنا تجھ کو
کہ بصیرت تری اعلےٰ ہو محبت عالی؟"

وہ ہنسی اور ہنسا طائفہ طیفاں نیز ۶۷
آگ سے جیسے محبت کی وہ نکلی کندن
اب جو بولی تو ادا سے مترشح یہ تمیز

"عشق نے بخش دیا بھائی ارادے میں قرار ۷۰
جو ہمارا ہے اسی کی ہے تمنا اب تو
ماسوا حسرت و ارماں سو ہمیں وہ بیکار

اب اگر چاہیں نشیمن ہو سرِ کنج بلند ۷۳
"من یشا" سے ہمیں یہ جانئے حجت ہو گی
مرحمت اس نے کیا ہے یہ مکاں حسب پسند

تو نہ ان منطقوں میں پائے گا یہ گنجائش ۷۶
جب محبت ہمیں لازم ہے بہر حال یہاں
سوچ تو کیا ہے محبت کی سدا فرمائش

بلکہ اپنی تو ہے یہ ماہیتِ خیر انجام ۷۹
کہ ہمیں از ہمہ اولیٰ ہو رضائے مولیٰ
کہ وہی اصل ہماری وہی غائیت ہے تمام

آستانے سے — اسی طور سراسر یہ وجود ۸۲
آستانے تک — اس اقلیم میں سب کو رکھے شاد
ذاتِ عالی کو بھی ہے جس کی رضا کا یہ شہود

"من یشا" اور وہی منشا ہے ہماری راحت ۸۵
ہے یہی بحر جہاں تیرتی ہیں کل اشیا
خلق جو بھی وہ کرے، جو بھی بنائے فطرت"

مجھ پہ القا ہوا تب عرش بہر جا ہے بہشت ۸۸
برکتیں خیر نخستیں کی بہر خطہ تھیں،
مختلف طور سے ان مختلف اقطاع میں کشت

جس طرح ہم یہاں اک قسم کا کھانا کھا کر ۹۱
دوسری قاب کے شوقین، کریں فرمائش
ہو کے پہلی کے لئے شکر گذار۔ اب لا کر

کام میں پورے طریقے سے میں آواز آداب ۹۴
ملتجی یوں ہوا ایسی کرے سوزن کاری
آنکھ پر جال نمونے کا ہو بیرون نقاب

تو وہ ''تارفعتِ عرش ایک مقدس خاتون ۹۷
پہنچی اہتمامِ محبت سے، بخوبی جس نے
باکرہ لڑکیاں دنیا میں رکھی تھیں مکنون

چین سے سوئیں اٹھیں زندگی بھر، ہو نہ قلق ۱۰۰
پیارے دولہا کی جدائی کا — جیسے عہد قبول
ہاں کرے جو بھی کوئی پڑھ کے محبت کا سبق

خاکداں میں ابھی لڑکی ہی تھی، جب مجھ کو ۱۰۳
یہ ہوا شوق کہ لوں میں بھی اسی کا بیراگ
اس کے ہی سلسلۂ صدق کی بن کر پیرو

مرد جن کو ہے نکوئی سے بُرائی مرغوب ۱۰۶
کھینچ لائے مجھے اس صومعۂ اقدس سے
پھر مری زندگی کا علم خدا کو ہے خوب

دوسرا بقعۂ ضوبار وہ میرے دائیں ۱۰۹
اس تجلی میں نمایاں ہے ترے سامنے خوب
جیسی اس طاس کی توفیق ہے یاں در آئیں

مدعی ہے کہ مجھ ایسی ہی بہن تھی دینی ۱۱۲
جو اسے ڈھانپے ہوئی تھی متبرک چادر
جس طرح مجھ سے ہوا اس کے بھی سر سے چھینی

گرچہ دوبارا بنائی گئی وہ دُنیادار ۱۱۵
تھی نہ مرضی — سو رہی دل میں وہی خرقہ پوش
سرِ مو فرق نہ تھا باہمہ توقیر و وقار

کنسٹانس اعظم سے کہتے تھے۔ اس کا ہے یہ نُور ۱۱۸
دوسری آس ۹ سوبیہ سے جنم اس نے دیا
تیسرا آخری باحشمت وشوکت فغفور"

یہ کہا' روح وہ پھر بھیج کے مریم پہ سلام ۱۲۱
زمزمہ میں ہوئی روپوش' کہ جیسے ڈوبے
گہرے پانی میں اترتی ہوئی کوئی شے عام

جس قدر ہو سکا میں زور نظر پر ڈالے ۱۲۴
اسے دیکھا کیا — حتیٰ کہ ہوئی وہ غائب
اور پھر شوق جسے فرطِ تقاضا آلے

بیٹرس کی طرف اب لے چلا' زنجیر کشاں ۱۲۷
میری آنکھوں کو چمک کر گئی خیرہ پہلے
متحمل نہ ہوئیں حسن' وہ شعلہ فشاں
پھر ہوئی دنگ' کہ مشکل تھا زباں کچھ کہہ لے ۱۳۰

تشریحات:

۱- خورشید- بیٹرس

۱۰- یہاں مراد عام شیشہ ہے

۱۷- نرگسیت کا شکار نرسس کہ پانی میں اپنا عکس دیکھ کر فریفتہ ہوگیا۔ دانتے کے ساتھ الٹ ہوا، اس نے عکسوں کو اصل سمجھ لیا۔

۴۳- معشوق حقیقی اور اس کی بارگاہ عرش۔

۵۴- جس سے خداوند تعالےٰ راضی ہو۔

۷۸- مجازی کہ حقیقی منزل تک رسائی۔

۹۶-صاف صاف بتائے کیا قسم تھی اور کیسے ٹوٹی۔

۹۷-یہ راہبہ کلیئر تھی سینٹ فرانس آف اسسی (فرانس) کے سلسلہ کو اس نے آگے بڑھایا۔ سادگی طاعت و عسرت اصول تھے۔

۱۰۱-دولہا۔ خدا، راہبائیں اپنا تعہد اس سے کر لیتی ہیں۔

۱۱۸-کنسٹانس، سسلی کی ملکہ، فریڈرک بابروسہ کے بیٹے ہنری ہشتم کی بیوی راہبہ بنی مگر پھر خانقاہ سے اُٹھالی گئی۔

۱۱۹-سوبیہ (جرمنی میں ہے) ہنری یہاں کا بادشاہ تھا۔ اس سے کنسٹانس کا بیٹا ہوا جو فریڈرک ثانی کے نام سے سسلی کا بادشاہ بنا۔ دانتے بار بروسہ، ہنری اور فریڈرک کو تین "آس بلیں" قرار دیتا ہے۔ موخرالذکر کو اس نے آخری حقیقی حکمران کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔

لغت:

۳۰-قولی — قول کے پکے۔

۶۷-طیفاں، جمع طیف کی رُوح، عکس

۱۰۴-بیراگ۔ ترکِ دُنیا

۱۱۹-جو لفظ اصل متن میں ہے وہ ذو معنی ہے۔ باد اور آس، موخرالذکر ایک حنائی پودا ہے میں نے اسے ترجیح دی ہے۔ (انگریزی Gale)

چوتھا کینٹو

(طاسِ قمر)

واقعہ: پکرڈہ کی بات سے دانتے کے ذہن میں دو شکوک ابھرے۔ (ا) بصورت انحراف بالجبر روحانی مسرت میں جزائے تخفیف کیوں (ب) ایسی ارواح کا قیام بالقمر اگر دائمی ہے تو واصل بالحق کی منزل کیوں کر ملے گی۔ کیوں کہ وہ تو علیون ہی پر ممکن ہے چاند سب سے نچلا طاس ہے' لہٰذا یہاں مبارک روشنی بھی کمزور پڑتی ہے--- منجملہ' جوابی صورت یہ ہے--- رضا مندی نے دباؤ سے مصالحت کیوں کی!

ہوں چنی دونوں طرف ایک ہی سی ذائقہ دار
قاب اگر دو تو رہے بھوکا ہی کھانے والا
اسی الجھن سے کہ لے کس میں سے وہ پہلی بار

اور دو بھیڑیوں میں ایسے ہی اک بزغالہ ۴
آئے سکتے میں کہ ہیں دونوں طرف ہی خونخوار
یوں ہی دو ہرنیوں میں تازی سگ پرکالہ

میں بھی مجبور کچھ ایسا ہی کھڑا مہر بلب ۷
آفریں ہی کہوں، خود پر نہ ملامت بھیجوں
دو شک اک سے ہوئے تھے مجھ پہ مسلط وہ عجیب

چپ زباں میری، پہ خواہش کے نمایاں وہ رنگ ۱۰
میری آنکھوں میں کہ گفتار نہ بخشے ایسے
رونما زور سے تھی میرے سوالوں کی امنگ

دانیال ایسے ہی نسخے سے لیا اس نے کام ۱۳
کردیا جس نے فروبخت نصر کا غصّہ
تھی نہ برداشت جسے سنگدل وخوں آشام

بیٹرس کہنے لگی: "خوب مجھے ہے معلوم ۱۶
حیص بیص اور یہ کچھ کہنے کی بے تابی بھی
آپ ہی انگلیوں سے پھر یہ دبائے حلقوم

عزم نیکوئی ہے قائم، یہ ترا استدلال ۱۹
پھر بھلا بات یہ کیا جبروستم لوگ کریں
اور اس سے مری اچھائی میں وارد ہو زوال

ماسوا ہے یہ معمہ بھی تری فکر پہ شاق ۲۲
ختم ہو زیست تو انجم پہ ہیں راجع ارواح
یہ تو پھر قولِ فلاطوں کے ہوا سب مصداق

دو سوال ایک ہی شدّت سے میں تجھ پر حاوی ۲۵
بحث میں پہلے کروں ٹھیک اسی سے جو ہے
زہر تالو میں دبائے پسِ دانش کاوی

نہ کروبی نہ خدادوست بزرگانِ دیں ۲۸
نہ شمائیل، نہ موسیٰ، نہ یوحنا (ان میں
کوئی ساجان) نہ مریم ہی۔ تجھے آئے یقیں

مسند آرائے علیّون ہیں — بلکہ ہیں مکین ۳۱
اس محل ہی پہ جہاں تو نے یہ دیکھیں ارواح
پھر نہ اس میں ہے کم وبیش زماں کی تخمین

لیکن اس طاس نخستیں میں ہر اک ذی انوار ۳۴
منقسم فرد یہ جو پائیں خطِ "نفخ الامر"
اک حیاتِ ابدی میں ہیں یہ سب حصّہ دار

نہ معیّن یہ مقام ان کا، نہ ان کا مسکن ۳۷
یہ دکھائے ہیں تجھے صرف وضاحت کے لیے
واقعی یوں بھی نہیں ورنہ محلّات عدن

ہے تری فہم کو موزوں یہی اندازِ بیاں ۴۰
کہ یہ تسلیم کرے ہے زرہِ استدراک
یوں فراست پہ بناتی ہے یہ منقول آساں

عام فہم ایسا صحیفے میں بیاں کا اسلوب ۴۳
ہاتھ اور پاؤں کی باتیں ہیں خدا کی، اس میں
ہیں دگر اس سے مگر اصل معانی مطلوب

دی ہے یوں پاک کلیسا نے بھی شکل انسانی ۴۶
سب ملائک کو — ہیں جبریل وہ یا میکائیل
یا جو توبیطِ معمّر کا ہوا درمانی

جس جگہ طیمسؔ میں ہے روح کا مذکور احوال ۴۹
وہ نہیں جیسے یہ باتیں ترے سمجھانے کو
وہ جو بتلائے وہی عین ہے دراصل خیال

وہ کہے: لوٹتی ہے بعد اجل روح فراز ۵۲
پھر اسی تارے پہ، فطرت نے جہاں سے بھیجی
کہ اسے شکل ملے اور حقیقت ہو مجاز

لوگ اگر اخذ کریں اس سے فقط وہ مفہوم ۵۵
مضحکہ خیز کہ لغوی ہے بنا بر الفاظ
اور سے اور ہی ہوگا تجھے فحویٰ — معلوم

وہ بتاتا جو بُری اور بھلی ہو تاثیر ۵۸
نجم سیار کی — پھر ان پہ — کماں سے چھٹ کر
واقعی جاتا نشانے سے نہ دور اس کا تیر

یوں غلط چونکہ لیا اس مسئلہ کا مطلب ۶۱
عہدِ رفتہ میں ہوئی ناصیہ فرسا، مریخ
مشتری اور عطارد کے لیے دنیا سب

جس پہ وگدا ہے، تجھے دوسرا تیرا وہ سوال ۶۴
ایسا پیچیدہ نہیں، مجھ سے کرے یوں بدظن
کہ تسلّی کو نکل جائے کہیں اور خیال

سرمدی عدل کو بے عدل جو دیکھے انساں ۶۷
شاخسانہ نہیں بدفکریٔ الحاد کا یہ
بلکہ پیدا ہے عقیدہ سے یہ مجہول گماں

چونکہ ایسی بھی نہیں تیری سخندانی کم ۷۰
کہ حقیقت نہ سمجھ پائے۔ دقیقہ میں بھی
اب نہ چھوڑوں گی کہ ہو تیری پریشانی کم

گر ہے یہ قہر۔ زبردست ستم سے سرزد ۷۳
فعل ہو، جس پہ کہ مفعول نہیں راضی ہو
عذر تسلیم نہیں، روحوں پہ جاری کیوں حد

گر رضا ہو نہ رضا مند۔ نہیں جبر کا زور ۷۶
آگ کو دیکھ بہر حال جلاتی ہے یہ
آندھیاں اس کے سرہانے پہ مچائیں سو شور

شاملِ جبر کچھ اس کی بھی رضا مندی تھی ۷۹
مرتکب روح نہ جو صومعہ کو لوٹ گئی
عزم کا نقص بھی تھا، صرف نہ پابندی تھی

عزم بالجزم کے بل پر رہا لورنس اٹل ۸۲
بھن گیا تجمر صد سیخ پہ پامردی سے
موسؔ اکسا نہ ذرا ہاتھ گیا سارا جل

اور رستہ کہ چھڑایا گیا ان سے بالجبر ۸۵
ڈھونڈ لیتے اسے جس لمحے پڑے وہ ڈھیلے
بسکہ نایاب ہے یہ عزم، یہ ہمت، یہ صبر

کر اِن الفاظ کا دانش ہے بہم شیرازہ ۸۸
شک سے کر دیں گے رہا جو تجھے کر دیتا ہے
باربار ایسا غلط فہم، غلط اندازہ

اب ترے سامنے اک اور رکاوٹ آئے ۹۱
بے مددِ سعی گذرنے کی کرے گر اس پر
تو مشقت سے بڑی سخت تھکاوٹ آئے

کر دیا میں نے بخوبی یہ ترے ذہن نشیں ۹۴
جھوٹ کہہ ہی نہیں سکتیں یہ مبارک ارواح
اس قدر حق نختیں میں وہ اب رنگ گئیں

اس طرح کی جو پکرڈہ نے حمایت اس کی ۹۷
کانسٹانس اپنا وہ خرقہ نہیں بھولی۔ اس سے
متفق میں نہیں ناقص ہے روایت اس کی

بھائی اس وجہ سے بھی ۔ آئی بلا دور کریں ۱۰۰
جانتے بوجھتے بھی لوگ بُرا کرتے ہیں
خوف وخطرہ انہیں اس امر پہ مجبور کریں

مار کر ماں کو کیا فعل عدم فرزندی ۱۰۳
الکمن کو جو ہوئی باپ سے ترغیب ایسی
بے سعادت نہ کرے تاکہ سعادت مندی

تو سمجھ لے تجھے کہتی ہوں سمجھ لے یہ راز ۱۰۶
بے رضا جبر کی اور جبر رضا کا ہم دست
اس طریقے سے تو لغزش کا نہیں کوئی جواز

معصیت کب کرے برداشت رضائے مطلق ۱۰۹
پھر بھی لیکن اسے برداشت کرے اس حد تک
ہو مناہی سے مبادا کوئی بدتر مشتق

کی پکرڈہ نے بہم مرضئ مطلق کی دلیل ۱۱۲
اسی موضوع پہ یہ دوسری لے آئی میں
سچ کہا دونوں نے اس میں نہیں کچھ قال وقیل"

جیسے ہلکوروں میں آہنگ سرا تھا اک عود ۱۱۵
دے گئی تھی مجھے ان دونوں سوالوں کا جواب
سچ کے منبع سے نکلتی ہوئی پاکیزہ رود

میں اسے "اے ازل افروغِ محبؐ کی محبوب ۱۱۸
اے ہمہ عرشیہ خاتون، تری باتوں سے
میں جیوں بیش زبیش ان کی جلاخوب بہ خوب

بسکہ ہے میری محبت کا ذخیرہ تو قلیل ۱۲۱
مجھ پہ فرمائے ہے شفقت وہ بصیر اور قدیر
شکریہ کیسے ہو احساں کا ادا بالتفصیل

ماسوا لمعۂ حق اور کسے یہ مقدور ۱۲۴
رفع فرمائے مری عقل کا خلجان، کہ میں
حق تعالیٰ کا وہ حق دیکھ سکوں، کُل پُرنور

اب کُھلا مجھ پہ کہ ہے عقل تو بھٹ کی مجہول ۱۲۷
طلب حق کی تگ ودو میں ہے یہ پائے چیں
جب اسے پائے، وگرنہ تو مساعی ہے فضول

شاخ حق پر تو کِھلے سعیٔ مسلسل کا پُھول ۱۳۰
یوں مگر بادِ ظن وشک اسے دے ہلکورے
بو نکل پڑتی ہے منزل کے لیے طول بہ طول

اعتماد اور زیادہ کرے مجھ میں یہ خیال ۱۳۳
اک حقیقت ہے مرے ذہن میں مبہم اب تک
باہمہ حفظِ مراتب ہے مرا اب یہ سوال

تاکہ ٹوٹی ہوئی توبہ کی تلافی ہو جائے ۱۳۶
ہو یہ معلوم ذریعہ ہے کوئی ایسا بھی
حق کے میزان میں تلنے کو جو کافی ہو جائے؟"

بیٹرس نے مجھے دیکھا تو وہ آنکھیں اے لو ۱۳۹
سرمدی نُور محبت سے ہوئیں رخشندہ
کیفیت چھا گئی حیرت کی عجب مجھ پر تو
ایک سکتہ سا ہوا، اور نظر افگندہ ۱۴۲

تشریحات:

۱۳-دانیال نے از خود بخت نصر کا ایک بھولا ہوا خواب پڑھ کر اسے تعبیر سنائی' سو بیٹرس نے دانتے کی دلی خواہش جان لی۔

۲۴-فلاطونی نظریہ ہے کہ روحیں ستاروں سے آتی ہیں اور وہیں لوٹ جاتی ہیں۔

۲۹-یوحنا، خواہ زکریا کا بیٹا۔ بپتسمی یا زبیدی کا بیٹا مچھیرا انجیلی، صاحبِ مکتوب' یہ لوگ جس عرش پہ بھی نظر آئیں' وہیں مکین ہیں۔قربِ خداوندی کی سرشاری ان کے درجۂ احساس قرب پر ہے۔

۳۹-یہ حور قصور کی اصطلاحات —— عرش وار درجہ بندی۔ادراک کے لحاظ سے ہے۔ عام سمجھ اور خیال اور فراست کو مدِنظر رکھا گیا ہے۔

۴۸-رئیس الملک فرشتہ رفائیل' اس نے طوبیاس کو یہ کرشمہ دیا کہ وہ اپنے بوڑھے باپ توبیط کی بینائی بحال کر دے۔

۴۹-کتاب مکالمات افلاطون متعلق بہ علومِ حکمیہ۔

۵۹-یعنی زندگی پر ستارے اثر انداز ہوتے ہیں نہ کہ یہ حیات و موت کے سرچشمہ ہیں—— اب اسے یوں جان لیں کہ خارجی ماحول، خاندان تعلیم و تربیت کی نوعیت جس

میں آدمی پیدا ہوتا ہے، کہاں تک اس کی تقدیر بناتے ہیں۔

۸۲-لورنس قسیس دوم بڑی انگیٹھی کی سلاخوں پر بھن کر مر گیا مگر بتا کر نہ دیا کہ کلیسا کا خزانہ کہاں ہے ۲۵۸ء۔

۸۴-موسس، حاکم وقت نے اسے زندہ جلا ڈالنے کا حکم دیا۔ اس نے بھڑکتی آگ میں ہاتھ دے دیا اور دیئے رکھا، اس کی برداشت سے متاثر ہو کر جان بخشی کر دی گئی۔

۱۰۴-الکمن نے باپ کی وصیت پوری کرنے کی خاطر اپنی ماں کو قتل کر دیا۔ جس نے دشمنوں کو وہ جگہ بتا دی تھی جہاں پہ چھپا ہوا تھا سو نکال کر مار ڈالا گیا۔ یونانی روایت۔

۱۱۳-کنسٹانس جس مرضی کے تحت راہبہ ہوئی وہ ختم نہ کی، جس کے تحت وہ ملکہ بنی۔ اس مشروط مرضی پر وہ قائم رہی۔

لغت

۲۵-فردیہ، فرداً فرداً — نفخ الامر، نورِ ربانی

۴۷-درمانی — ذریعۂ درماں

۵۷-فحوی، نفسِ مضمون

۶۴-وگدا، اُلجھن

۸۳-مجمر — انگیٹھی

۸۴-اُکسا (ٹھیٹھ) جھجکا

۱۰۳-عدم فرزندی، خلافِ آدابِ فرزندانہ۔

۱۲۷-بھٹ غار، مطلب ہے جنگلی اَلہڑ۔

○

پانچواں کینٹو

طاس قمر (۱) طاس عطارد (۲)

واقعہ: قسم (میثاق، حلف، عہد۔ سوگند) پر بحث --- پھر دونوں تیزی سے عطارد پر پہنچ جاتے ہیں!

آتشِ عشق سے ہوں میں تجھے شعلہ بالذات
یہ وہ اندازمنافی بشری طبع کے ہے
تابِ نظارہ نہ ہو،کسی لئے کہیئے ہیہات
چشمِ بینا ہواگر قوتِ ادراک کے ساتھ ۴
گام برگام رواں مدرکۂ خیر کی سمت
اس میں ہوجاتی ہے جذب آرزوئے پاک کیساتھ

خوب میں دیکھ رہی ہوں ترا ادراک اب تو ۷
مارتا ہے ابدی نور کے وہ چمکارے
دیکھ کر جی یہی چاہے کہ اسے ہاں چاہو
تری آوارگیٔ عشق جو چاہے کچھ اور ۱۰
تو وہاں منعکس انوار اسی کے ہیں یہ
چونکہ مدھم ہیں لہذا نہیں محسوس اس طور

کوئی توبہ شکنی کا ہے اگر کفارہ ۱۳
جس سے نقصان زدہ روح کی تالیف بھی ہو
یہ وقوف اب تجھے ہوتا ہے بخوبی سارا"

بیٹرس نے مرے کیٹو کو یہ بخشی تشبیب ۱۶
نہ رُکی، بلکہ فصیحانہ بڑھایا آگے
تاالغایت اسی صورت سے یہ مضمونِ غریب

"ہے خداوند کی سب نعمتوں میں اک انعام ۱۹
بہترین اور گراں قدر عطیہ کہیے
عین اس کی صفت — اس میں کیا ہم کو ہم جام

اختیار اپنی رضا کا — یہ خصوصی ندرت ۲۲
ساری مخلوق میں ذی عقل فقط ایسے ہیں
جنہیں فطرت سے ودیعت ہوئی ہے یہ قدرت

اخذ یہ اس سے 'قسم' ہوگئی ہے خاص عظیم ۲۵
تو رضامند ہوا اپنے اُٹھائی جب یہ
اور خداوند نے بھی کرلیا اس کو تسلیم

ایک میثاق یہ مابین خدا و بندہ ۲۸
اختیار، ایسا عطیہ ہوا اس میں قربان
خوب دانست سے طے پایا یہ سارا دھندہ

اس لیے کیسا بدل، کیسا عوض پھر دیجے ۳۱
تو یہ کیا برتنے پھر لے کے عطیہ واپس
جیسے چوری کی کسی رقم کو صدقہ کیجے

تجھ پہ واضح ہوا یہ نکتہ۔ یہ جب لوٹ لگے ۳۴
مرحمت کرتا ہے سوگند پہ برأت نامہ
اس طرح پاک کلیسا کہ یہ سچ جھوٹ لگے

مائدہ پر تو ابھی بیٹھنا ہوگا تادیر ۳۷
ہاضمہ تیرا مددگار بنے، جب کھائے
تو ثقیل اور مرغن یہ غذا ہو کر سیر

کھول کر ذہن توجہ سے ذرا سن تفصیل ۴۰
جاننا ہی نہیں کافی ہے سمجھنے کے لیے
حافظہ فہم وفراست کے لیے کر زنبیل

ناگزیر امر ہیں دو، کیجیے اگر قربانی ۴۳
ایک لللہ (بہم) دوسری واللہ (قسم)
دونوں واجب ہیں یہ ہو کیسی ہی منت مانی

دوسرے امر کی ممکن ہی نہیں ہے تعمیل ۴۶
جب تلک کی نہیں جائے یہ ادا فی الواقع
تھی مراد اس سے یہی جس میں نہیں قال وقیل

دیکھ صیہونیوں کو، وہ نہ تجیں نذرانہ ۴۹
نذر لیکن کریں کہیے جسے فک وفدیہ
اور ترے واسطے یہ امر نہیں بیگانہ

اب وہ نذرانہ جسے نام کو کہیے مواد ۵۲
بعض اوقات بدل دیں وہ دگر جنس کے ساتھ
ہو نہ اس بات سے پھر ان کا عمل بھی برباد

یوں مگر پیٹھ سے! گھڑی نہ ہٹائی جائے ۵۵
آپ ہی فیصلے سے، منتظر اس کے لیے وہ
تا کلید اصغر و اسپید گھمائی جائے

سب طرح ایسے مبادل کا تصوّر بیکار ۵۸
جب تلک قیمتوں میں نذر و عوض کے نہ رکھیں
نسبت اس طور بہم طور جو ٹھہرے چھ چار

دھرم کانٹے پہ رکھی جائے اگر ایسی چیز ۶۱
کہ نہ کچھ اور کبھی اس سے زیادہ اُترے
عوضانہ نہیں ہوتا ہے دریں حالت نیز

کب تعہد ہے ہنسی کھیل — نبھا اپنی قسم ۶۴
احمقانہ بھی نہ اس طور اندھا دھند مگر
کہ ملی پہلے تو سچ مچ کیا جُفتہ نے بھسم

ہے مناسب کہ نبھائے نہ اسے جان کے بُھول ۶۷
بلکہ بدتر کرے، جیسے ہے تجھے وہ معلوم
میر یوناں نے جو کی تھی حرکت نامعقول

انفی جنیہ کو کیا کشتۂ اندوہِ زبوں ۷۰
اس کے مرنے کے نہ دن تھے، کریں ماتم یکساں
ظلم کا اچھے برے رہ گئے گیت اور مضموں!

جو کرو، اس پہ نصاریٰ رہو پھر تم محکم ۷۳
مت اڑو مثلِ پرِ یژ ایسے ہوا کے رُخ پر
کیوں ہر اک طرح کے پانی سے طہارت کا بھرم

عہدنامے ہیں عتیق اور جدید اپنے پاس ۷۶
رہنمائی کے لیے پاک کلیسا کا شبان
بس ہیں یہ بسکہ یہی بہرِ نجات آئیں راس

سرِ بازار سنے گر خبرِ دل خوش کن ۷۹
ہیں جو موجود یہودی نہ کریں دیکھ ٹھٹھول
آدمی بن، نہ غبی بھیڑ سے ہوں تیرے گُن

دیکھ تو نقل میں ایسا بھی نہ بزغالہ بن ۸۲
دودھ سے دھیان بٹائے جو الجھ کر خود سے
اور بیکار اچھل کود میں ہوجائے مگن"

بیٹرس یوں، کہئے اب لفظ جو میں نے مرقوم ۸۵
جس جگہ نُور سے لبریز تھا سارا عالم
پھر نظر اس کی بصد شوق ادھر کو گئی گھوم

متغیر رخِ محبوبی و بے ہشت سکوت ۸۸
کر گئے میرے خیالات کو بھی لب بستہ
ذہن میں کھوج کے گو ناچ رہے تھے سوبُھوت

اور جس طرح کوئی تیر نشانے میں پڑے ۹۱
مرتعش تار تھے۔ ہم بھی کچھ ایسے اُٹھے
اور تھے دوسری اقلیم میں یک لخت کھڑے

میرے اللہ وہ سرشار تھی میری خاتون ۹۴
اور داخل ہوئی جب اس فلکِ رخشاں میں
اس کے دم سے وہ کُرہ اور ہوا نور افزون

جب وہ کوکب ہوا تھا منقلب وخندہ زن ۹۷
میں بشر گوشت کا اک لوتھڑا کیا میری بساط
کیفیت کیا کہوں کیسی ہوئی مجھ پر روشن؟

ساکن اور صاف سے تالاب میں جیسے ماہی ۱۰۰
لپکے پھینکے ہوئے اک کیچوے پر جان کے یہ
مل گیا کھانے کو بہتا ہوا ٹکڑا شاہی

لپکے اس طرح ہماری طرف انوار کے غول ۱۰۳
وہ ہزاروں ہی تھے، ہر ایک زباں پر یہ تھا
"لو وہ اک آیا کہ ہوں پیار ہمارے انمول"

پھر ہر اک طیف ہر اک عکس کہ نزدیک آیا ۱۰۶
جیسے پھولا نہ سماتا ہو خوشی کے مارے
ریلہ اک نورِ مسرت کا بہانے لایا

جھٹ جویاں قطع کروں سلسلۂ افسانہ ۱۰۹
جھنجھلاہٹ ہو تجھے سوچ تو قاری کیسی
کیا ہو آئندہ قیاس ایسا کرے دیوانہ

کیفیت کا مری کچھ ایسا ہی کر اندازہ ۱۱۲
میں تھا بے تاب کہ معلوم ہو یہ کون تھے سب
کیا مراتب تھے یہ کس ضو کا تھا ان پر غازہ

"شبھ جنم تجھ پہ کرم خاص کہ ہیں یوں سرِ راہ ۱۱۵
ابدی ازمنہ کے فتح مند اورنگ عیاں
گرچہ تو ایک سپاہی ہے ابھی درجنگاہ

جگمگائے جو تجلّی کے گُرے یہ سارے ۱۱۸
وہ ہی چمکائے ہمیں، تو جو اجالا مانگے
ہم سے لے حسبِ طلب بہر ساعت دھارے"

مہرباں طیف اک اس طرح، تو جھٹ چلائی ۱۲۱
بیٹرس: "پوچھ نہ ڈر پوچھ جو بھی دل میں
دیوتاؤں کو سمجھ مل گئی ہے گویائی"

"گود میں اپنے اجالے کے پڑی چین سے تو ۱۲۴
نُور بُنتی ہوئی آنکھوں کی شعاعوں سے یوں
ہے ترے خندہ میں ضوتاب ستاروں کی نمو

کون ہے تو یہ اچنبھا ہے مجھے رُوحِ جلیل ۱۲۷
کم نما نجم پہ کیوں ہے تری مسند، جس کو
چشمِ مردم سے کرے اوٹ میں دیگر قندیل"

یُوں کہا میں نے پلٹ کر سوئے آں نور افروز ۱۳۰
مجھ سے پہلے جو مخاطب ہوا تھا جس پر وہ
مستزاد اور نظر آیا تجلّی اندوز

جس طرح کھینچ لے سورج کبھی چہرے پہ نقاب ۱۳۳
اور دُھندلائے ہوئے دن میں گھٹا کے مارے
دھوپ کجلائے کہ ہوجائے سراسر کم تاب

وہ سعید اپنی لپٹ میں ہوا ایسا اوجھل ۱۳۶
دم بدم نورِ مسرّت سے فزوں وافزود
ذات کے پرتوِ رخشندہ میں بے ساختہ حل

اگلے کینٹو کے لیے خوب رہے گا یہ سرود ۱۳۹

تشریحات:

۱۱- حقیقت منتظر کی جھلک لباسِ مجاز میں بھی ہے۔

۲۳- بنی نوع انسان کو با اختیار بھی کر دیا جو صرف خدا کا فعل ہے۔

۳۴- اہلِ کلیسا رقم لے کر قسم کی ذمہ داری ختم کر دیں۔

۴۱- قسم کھائی تو انسان اس حق اختیار سے دستبردار ہو گیا جو عطیۂ خداوندی ہے، گویا یہ خاص اثاثہ قربان کر دیا (قربانی) قسم کی نوعیت دو طرح کی ہے۔

ایک خاص امر میں اپنا حق اختیار اللہ کو دے دیا۔ واللہ۔ یہ قسم بالفعل ہے، اس سے واپسی نہیں (مثلاً اپنے آپ کو خدا کی راہ میں وقف کر دیا)۔

دوسری۔ اللہ کے لیے، یعنی کوئی منت مانی کہ فلاں کام ہو گیا تو راہِ خدا میں فلاں چیز دے دوں گا یا فلاں نیکی کروں گا۔ لِلّٰہ! (ہم پہنچایا) اس میں ادل بدل میں مضائقہ نہیں۔

۴۹- کوئی منت مانی تو اس کی بالکل معافی ان کے ہاں نہیں۔

۵۵- منّت میں خاص مانی ہوئی چیز کے بدل کا فیصلہ بذات خود جائز نہیں۔ اس کے لیے کلیسا سے رجوع لازمی ہے۔ وہ پہلے تو جواز دیکھے گا کہ واقعی بدل کی اجازت ہو سکتی ہے (سفید کنجی) پھر جو یہ اجازت دے رہا ہے اسے مذہب کی طرف سے اس کی سند ہے (زرد کنجی)۔

۶۰- پھر یہ بدل عین اس برابر نہ ہوگا، چار اور چھ کے تناسب سے اضافہ ہو جائے گا۔ گویا یہ شرح کفارہ ہوئی۔

۶۱- ان قسموں کا کفارہ نہیں — پاک صاف رہوں گا۔ کم سے کم ضروریاتِ زندگی برتوں گا، اللہ کا ہو کے رہوں گا۔ اتقا، قناعت، رہبانیت۔

۶۴- بیہودہ قسم توڑی جا سکتی ہے — جفتہ نامی سردار نے منت مانی کہ فتح پائی تو وطن

لوٹ کر جو چیز پہلے سامنے آئی اسے آگ کی بھینٹ دے گا — اپنی ہی بیٹی پہلے ملی، سوا سے جلا دیا!

۷۰/۶۹ - اگمنان۔ ٹرائے پر حملہ کرنے چلا تو سازگار ہواؤں کی منت مانی اور پھر اپنی بیٹی افی جینہ دیوی ڈیانہ کو بھینٹ کردی۔

۷۷-پاپائے کلیسا۔

۷۹-منڈی کی طرح گرجا گھروں میں ہر ایرا غیرا قسموں سے برأت کا پروانہ پیسے لے کر دے رہا ہو۔ کھلے بندوں مذہب کے نام پر یہ بیوپار کہ دوسرے مذہب والے مذاق اڑائیں یہاں خاص اشارہ ہے۔ سینٹ انٹنی کے درویش راہبوں کی طرف جو یہ دھندا عام کرتے تھے۔

۹۳-سیارہ عطارد۔

۱۳۹-سورج۔ اس کی قربت میں ہونے کے باعث انتہائی تابنا کی میں خود عطارد بہت کم دکھائی دیتا ہے۔

لغت:

۱۶-مضمونِ غریب، انوکھا، دلچسپ مسئلہ۔

۴۷-پٹر پٹر۔ نرم روئیں، پرندے کے پہلے پر۔

۱۰۳-ٹکڑا شاہی، شاہی ٹکڑے مشہور لذیذ میٹھی قاب۔

۱۰۳-بالفتح اور بالضم دونوں طرح ہے۔

بمعنی۔ گروہ۔

چھٹا کینٹو

طاسِ عطارد (۲)

واقعہ: پچھلے کینٹو میں جس روح سے بات چیت ہوئی وہ روم کا شہنشاہ مقنن جسٹینین اوّل ہے۔ وہ سلطنت روما کے مختلف ادوار پر روشنی ڈالتا ہے حالیہ دور میں اٹلی کی دو سیاسی جماعتوں۔ گیلن اور گیلف۔ کی باہمی چپقلش پر افسوس کا اظہار کرتا ہے۔ ایک اور ساتھی روح رومیو کا حال بتاتا ہے۔

"واں سے برعکس فلک لے گیا جب قسطنطین
جس جگہ مدتوں کرتا رہا شاہیں اڑان
آیا سرتاجِ لونیہ لئے یہ نورِ عین

ایک سو سال مزید ایک سوٴ کچھ اور دراز ۴
طائرِ یزد وہیں سرحدِ یورپ پہ رہا
جن پہاڑوں نے سکھائی اسے پہلی پرواز

جانشیں ایک سے بعد ایک جہاندار ہوئے ۷
اس سے پاکیزہ پروبالِ کشادہ کے تلے
پھول یوں دست بدست آئے مرا ہار ہوئے

تھا جو قیصر ہوں وہ جسٹینین اور میں نے تمام ۱۰
لغو اور حشو چھوڑا تھا قوانین سے جب
حق سے توفیق ملی — سو یہ ملا ہے انعام

قبل آں کارِ گراں میرا عقیدہ یہ تھا ۱۳
ذاتِ عیسیٰ میں ہے بس جوہرِ شخصیّت ایک
سچ اسے جانا، سو نقشِ دل و دیدہ یہ تھا

وہ مبارک اگاپیطس کہ تھا اعلیٰ بطریق ۱۶
کردیا سحرِ خطابت سے دل اس نے تبدیل
ہوئی اس طرح مجھے راست روی کی توفیق

دین سے جو اسے معلوم ہوا—وہ کامل ۱۹
اب سمجھ آیا مجھے، سو اسے تسلیم کیا
صاف ہے ایک ہے ضدین میں حق اک باطل

ہوچکا دینِ کلیسا کا میں جب پیروکار ۲۲
تو ہوا فضلِ خدا سے تن تنہا مصروف
خاص تقدیر سے تفویض ہوا تھا جو کار

بیلی سیریس کے حوالے کیا لاؤ لشکر ۲۵
آسماں نے اُسے وہ دستِ جری بخشا تھا
صاف یہ امر کہ فرصت ملے مجھ کو یکسر

وہ ترا پہلا سوال اس کا یہاں ختم جواب ۲۸
لیکن ایسا بھی نہیں ہوگیا قصہ ہی تمام
اب کیا ہے تو ذرا اور سہی تجھ سے خطاب

حق بجانب ہیں وہ بالعقل بتا کس حد تک ۳۱
ایسے طغرائے مقدس سے بھم کھل کھیلیں
کوئی ہتھیائے کوئی اس پہ چلائے ناوک

یہ عروج اس کو ملا جس سے بھی کیا بے جگری ۳۴
کارناموں کا تسلسل نہیں ٹوٹا جب سے
مر ایلاس کہ مل جائے اسے تاجوری

تین سو سال کے لگ بھگ رہا ایلبہ مسکن ۳۷
تین کی تین سے جب تک نہ لڑائی ہولی
جب پڑا تھا تو اسی کے لیے گھسان کا رن

کام پھر سات سلاطین کے تجھے ہیں معلوم ۴۰
آبروریزیٔ سو بائن و لکیریس کے بیچ
ملحقہ کتنی اقالیم ہوئی تھیں محکوم

کیسے کی رومیوں نے طاقتِ برنوس تباہ ۴۳
اور پرّوس کی درگت جو بنیٔ تو جانے
کیسے مغلوب ہوئے معرکوں میں کشور و شاہ

اور کیا ترقطس وقونتسِ (ژولیدہ مو) ۴۶
اور کیا دیسئی ودفیئی — سب نے واں سے
میں کہوں ناموری پائی مثالی ہر سُو

بربری زیرِ ہنّی بال جو چڑھ دوڑے تھے ۴۹
الپنی سلسلے تک، وہ ترے پوکا منبع —
ان سے دانت اس ہی نے کھٹے کیے منہ موڑے تھے

نوجواں سیپیو بھی لے کے ہوا نصرت یاب ۵۲
پھر جواں پومپے نے کی تاخت پہاڑی تک جو
اس ترے شہر پہ ہے سایہ فگن مثلِ سحاب

وہ پدیدار ہوئی ساعت سعد—امن وامان ۵۵
عرش سا ہوگا زمانے میں کہ اب سیزر کو
روم نے متفقہ دی ہے حکومت کی عنان

ورسے رائین تلک اس نے چلائی شمشیر ۵۸
سین ساؤن ازیرئے یہ معاون دریا
رہون کے—وادیاں ان کی ہوئیں ساری تسخیر

پیش قدمی کا روینہ پہ تو یہ تھا عالم ۶۱
کہ ربی کون پہ اڑتا ہوا وہ جا دھمکا
ہو زباں سے یہ بیاں، حال نہ خامے سے رقم

یورش اسپین پہ—یاں ٹوٹ پڑا واں بڑھ کر ۶۴
فارسلیہ پہ دوش، داچیم پر یلغار
نیل بھی روئے پرے پانیوں پر شعلۂ تر

نگرانتاندروس اور ندی سمیس پر ۶۷
کہ جہاں پہلے یہ لہرایا تھا، پھر ہیکٹر کی
قبر پر ہو کے، کیا حشر طلیموس ابتر

روند کر اس کے ہراول کو، گرا مثلِ برق ۷۰
جو بہ پر، پھر ترے مغرب پہ پھریرے پراں
ترمِ پمپئی کے شور میں یہ ہوگیا غرق

لے کے جب اس کو اٹھا پھر وہ بہادر دلبند ۷۳
کیشئس اور بروٹس ہوئے دوزخ کا وفود
بھری پیروجیہ میڈونہ پر ایسی ہی زقند

پھر قلوبطرہ حزیں مضمحل اس ہی کے سبب ۷۶
بین کرتی ہوئی موت ایسی بھیانک چاہے
کہ وہ جھٹ چوس لے اک سانپ کے زہریلے لب

آ گیا ساحلِ قلزم پہ یہ اس کے ہمراہ ۷۹
بول بالا ہوا کل امن کا اس کے دم سے
ہوگئی بارِ دگر بند جَنَس کی درگاہ

اس طرح جس نے جہاں بھر میں مچائی تھی دھوم ۸۲
کارنامے وہ نمایاں کیے جو میں نے گِنے
کہ بنی ضامن بہبود وفلاح ارض روم

حیف سب ہیچ، یہ سب خام یہ سب معمولی ۸۵
غور کیجئے تو یہ سب جیسے ہوا ملیا میٹ
تیسرے شاہ کے ہاتھوں وہ چڑھا جب سُولی

اور وہ ہاتھ کہ میں یوں ہوا ہوں پھر دم دار ۸۸
بن گیا تھا ابدی عدل کا امکانِ حصول
تھا خداوند کی خفگی کا یہ برجستہ اتار

کلیہ دیکھ — یہ دعوئ بجوابِ دعوے ۹۱
انتقام ایسا ہوا جُرمِ کہن کا پورا
ٹائٹس نے کیا جب بعد ازاں اس پر دھاوا

جب کلیسائے مقدس پہ ہوا تھا پیوست ۹۴
پنجہ ملبارڈ کا تو شارلیمان آ پہنچا
اور کمک سے اسی پرچم تلے دی اس کو شکست

میں نے کی قبل ازیں جن کی مذمت، اب تو ۹۷
آپ اندازہ لگا جرم و ستم کا ان کے
اس طرح جن پر بہاتا ہے یہ خوں کے آنسو

ہے خلاف ایک جماعت لئے زرّیں سوسن ۱۰۰
دوسری نے کیا اس عام پھریرے کو نشاں
کیا کہیں کون ہے دونوں میں بڑا عہد شکن

چاہیے کھیل میں گبسن کو علامت کوئی اور ۱۰۳
اس طرح کوئی نہیں پائیں گے وہ حامی کار
بات انصاف کی ہے یہ نہیں انصاف کا طور

چارلس دوئم نہ لئے گیلف کو بولے ہلّہ ۱۰۶
وہ ڈرے شیرِ قوی ترکانہ پنجہ اس کو
یوں ادھیڑے نہ رہے کھال میں لسلی کلّہ

غلطی باپ کی اولاد نے بھگتی اکثر ۱۰۹
پس اسے بھی نہیں زیبا ہے یہ غرّہ اس کو
گلِ سوسن کے عوض دے گا خدا تیر تبر

نیک روحوں سے مرصّع ہے یہ کہتر کوکب ۱۱۲
عملِ خیر کے پابند اس امید یہ تھے
پس مردن رہیں زندہ بہ حسیں نام ولقب

اوج پر آکے تمنا جو کرے یوں گمراہ ۱۱۵
ہے بجا ایسے تمنائی پہ افشاندہ ہوں
سرمدی نور کی کرنیں بہ جمالِ کوتاہ

اہلیت ہی کے توازن سے مسرت کا صلہ ۱۱۸
ہم اگر پائیں تو ہے عین قرینِ انصاف
بیش وکم کا نہیں امکان تو کیا جائے گِلہ

سرمدیت کیا کرتی ہے موافق سب پیار ۱۲۱
ہوس وحرص پہ مائل نہ کبھی ہوں پھر یہ
ہوں نہ آلودۂ عیب اور نہ ہوں بداطوار

جیسے واں ایک ہی آہنگ میں ڈھل جاتی ہیں ۱۲۴
کئی آوازیں — یہاں زمزمۂ گردش سے
باہمی دل کی شکایات نکل جاتی ہیں

گو بریں ذات میں وہ نور فشاں جلتا ہے ۱۲۷
شعلۂ رومیو — ہر کام کیا خوب اس نے
پر بُرا پایا صلہ — واں پہ یہی چلتا ہے

خوش نہ ہوں اس کے وہ بدخواہ پراونکالی ۱۳۰
غلطی پر ہے گراچھائیاں ہمسائے کی
رنج پہنچائیں کسی کو، لگیں بن کر گالی

بیٹیاں چار تھیں ریموںؔ برنگر کی جمیل ۱۳۳
ایک سے ایک پری، غیر کی لیکن کرتوت
کہ ہُوا رومیو بے چارہ بہت خوار وذلیل

افترا سے کیا گمراہ ولی نعمت کو ۱۳۶
احتساب اس نے کیا ایسے شریف آدمی سے
سات اور پانچ ہی دس کے اسے لوٹائے جو

در بدخوار پھرا کیسا وہ بوڑھا کنگال ۱۳۹
ہو زمانے کو خبر دل نہیں اس نے ہارا
ایک ٹکڑے کو بھی پھیلانا پڑا دستِ سوال
اس کی تعریف کہ سو بار کریں دوبارا" ۱۴۲

تشریحات:

۱۔ قسطنطین (۳۰۹-۳۷ء) نے سلطنتِ روما کا صدر مقام قسطنطنیہ میں منتقل کرلیا۔ شاہی علم جس پر شاہین کا نشان تھا' مغرب سے مشرق کی طرف اُڑا' عام زمین کی گردش کے برعکس جو مشرق سے مغرب کو ہے۔

۳۔ اینیس، لوینہ کا خاوند (ورجل کی اینیڈ کا ہیرو) یونان سے اٹلی آیا اور اس نے روم کی بنیاد رکھی' گویا جھنڈا پھر اُدھر چلا گیا جہاں سے آیا تھا۔

۴۔ جسٹینین نے (۲۰۳ سال بعد ۵۲۷ء میں قسطنطنیہ میں تخت نشین ہوا) تو دارالخلافہ رونیہ میں عارضی قائم کیا۔ خاص روم پاپائے کلیسا کے تصرف میں رہا۔ جو قسطنطین نے مذہب کو دان کردیا تھا۔

۱۰۔ جسٹینین ۶۵۔۵۲۷ء رومن قانون کی ترمیم اور تدوین کی قسطنطنیہ میں مشہور کلیسائے صوفیہ تعمیر کیا۔ اٹلی سے گاتھ قبائل کو بے دخل کیا۔ اس کے سپہ سالار بیلی سیریس نے علاوہ بریں افریقہ کو وحشی ونڈل قوم سے دوبارہ فتح کیا۔

۱۶۔ قسیس ایوٹیکس نے یہ عقیدہ عام کیا کہ حضرت عیسیٰ انسان نہیں تمام تر ربانی تھے۔ پوپ اگاپیٹس نے اپنی تعلیم سے قیصر کو اس عقیدہ سے منحرف کیا۔

۲۴۔ تدوین قانون کا گھمبیر کام۔

۳۳۔ اٹلی کی دو حریف سیاسی جماعتیں گیبلن و گیلف

۳۶۔ ٹرائے کا رہنے والا، بگر اینیس کا ساتھی۔ اسی کی حمایت میں مارا گیا۔

۳۷-روم کی بنیاد اہل البہ نے رکھی، تین سو برس یہ ان کے ماتحت رہا۔ تین ایسی ہمنام کریاتئ حکمرانوں کے تین رومی ہمنام ہوراتئ کے درمیان فیصلہ کن معرکے۔

۴۰-روم کا پہلا بادشاہ رومولس اور ساتواں ترقین۔ شہزادی سائبین کی بے حرمتی کا واقعہ پہلے اور لکریس کی آبروریزی کا حادثہ ساتویں بادشاہ کے عہد میں ہوا۔

۴۳-ایک گال (فرانس) اور دوسرا پارس کا بادشاہ، ۳۹۰ اور ۲۸۰ ق م پر روم پر حملہ آور ہوا اور منہ کی کھائی۔

۴۶-اوّل الذکر مختلف زمانے میں روم کے سربراہ رہے۔ ثانی الذکر دو رومی گھرانے جن سے متعدد ممتاز رومی سردار ہوئے۔

۴۹-دراصل کارتھیجی ہنی بال کی کمان میں حملہ آور ہوئے اور کوہ الپس تک جا پہنچے ۲۱۸ ق م۔

۵۲-سترہ برس کی عمر میں ایک لڑائی میں شہرت پائی۔

۵۳-مشہور پومپے ۸۱ ق م فلورنس پر فتح پائی۔

۵۸-جولیس سیزر کی فتوحاتِ گال (فرانس)

۶۱-ربی کان اٹلی میں روینہ در منی کے درمیان بہتا ہے یہاں جولیس سیزر اور پومپے میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔

۶۵-۴۸ ق م جولیس سیزر نے درچئیم میں پومپے کو گھیر لیا۔ پھر فارسلیہ میں اسے شکستِ فاش دی وہ افریقہ بھاگ گیا۔ جہاں مصر کے حاکم طلیموس نے اسے دھوکے سے مار ڈالا۔

۶۷-۷۲ جولیس سیزر کے معرکے۔ پہلے یونان میں پھر مصر میں طلیموس کے خلاف جسے شکست دے کر ملک قلوبطرہ کے حوالے کر دیا۔ جوبہ نمیدیہ کا بادشاہ، ترم پمپینئی — پومپے کے بیٹے جنہوں نے اسپین میں لام بندی کر دی تھی۔

۷۳۔ آگسٹس، سیزر کا بھتیجا۔ ۴۲ ق م میں مارک انطنی سے مل کر فلپی میں چچا کے قاتلوں بروٹس اور کیشئس کو شکست دی اس سے پہلے مارک انطنی کی سرکشی میڈونہ میں اور اس کے بھائی لوشیس کی بغاوت فیروجیہ میں اس کے بعد ختم کی ۴۳/ق م ۴۱۔

۷۶۔ آخر ۳۱ ق م میں آگسٹس نے انطنی کو شکستِ فاش دی جس کے بعد پہلے اس نے پھر ملکہ مصر قلوبطرہ نے خودکشی کر لی۔

۸۱۔ جنس کے مندر کے دروازے عالمِ جنگ میں کھلے رہتے تھے۔ تاریخ روم میں اب یہ تیسری مرتبہ امن وامان کی علامت کے طور پر بھیڑ دیئے گئے۔

۸۷۔ تیسرا قیصر تیبیر لیس جس کے عہد میں حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی۔

۸۹۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کے خون سے حضرت آدمؑ کا گناہ دھل گیا۔ اور خداوند کا غصہ فرو ہوا۔ اور روحانیت جی اٹھی۔

۹۱۔ ٹائٹس نے اپنے باپ قیصر ویسپئن کے عہد میں (۷۰ء) یروشلم کو تباہ کر دیا۔

۹۴۔ لمبارڈ بادشاہ ڈیسی ڈریس ۷۷۴ء میں شارلیمان نے شکست دی۔

۱۰۰۔ گیلف کے جھنڈے کا نشان 'سوسن' گیلن نے عقاب ہی رکھا۔ سوسن فرانس اور عقاب روما کا نشان تھا۔

۱۰۶۔ نیپلز کا بادشاہ چارلس مارٹل کا باپ۔

۱۳۳۔ ریمون پراونکہ کا نواب رومیو اس کا وزیر تھا۔

○

ساتواں کینٹو

طاس عطارد (۲)

واقعہ: تین ادق مسائل پر بحث ہے۔

(ا) اگر دار کشی گناہِ آدم کی بجا سرزنش کے واسطے ہوئی پھر یوروشلم کی تباہی کا منصفانہ جواز کیا ہے؟

(ب) نجات بالکفارہ کو یہی طریقِ کار کیوں پسند ہوا؟

(ج) حشر الاجساد کیسے ممکن ہوا؟

"حسنت پاک خدائے سبوآث (خاص و عام)
اپنی تابندگی سے جو کرے وافر تاباں
ان مملکوٓات کے شعلے متبرک یہ تمام"

اس طرح حمد سرا نور فشاندہ دوچند ۴
دوہرے چمکارے میں لپٹا ہوا وہ رقصاں تھا
آپ ہی ساز پر اپنے۔ جو کیا خوب پسند
دوسروں نے بھی کہ سب ناچتے اس کے ہمراہ ۷
ان پتنگوں کی طرح تیز جو اُڑ جاتے ہیں
ہوگئے دُور — لپکتی رہی بے سُود نگاہ

اور خلجان مجھے "بول ارے کہہ بھی ڈال ۱۰
تھی یہ سرگوشیٔ دل کہہ یہ تری خانم ہے
پیاس اس شبنم شیریں سے بجھے ـــــ قند مقال"

میں کہ تھا سکتہ پڑے رعب کے مارے سُن کر ۱۳
بی اور اس ـــ نیند میں پھر جیسے ڈھلک جاتا ہے
یوں ہی نیہوڑاے ہوئے تھا میں وہاں اپنا سر

بیٹرس نے مجھے اس حال میں چھوڑا نہ مزید ۱۶
وہ ہنسی آئی حسیں لب پہ کہ ٹھنڈک بخشے
ہو چتا میں بھی اگر جھونکا ہوا کوئی شہید

"صاف ہے میری بصیرت پہ ترا کرب عیاں ۱۹
ٹھیک بدلے کا چکا ٹھیک ہی بدلہ کیسے
چیستاں یہ کیے دیتی ہے تجھے یوں حیراں

اس طرح ہے جو ترے ذہن کو جکڑے اُلجھن ۲۲
دور تو مَیں یہ کروں ہو متوجہ تو بھی
ہے مفید اور اہم مسئلے سے روئے سخن

غیر مولود وہ صاحب' اسے خودرائی پر ۲۵
جب وہ اک بندشِ موزوں نہ رہی تھی برداشت
اختیار اس نے کیا صرف تو رسوائی پر

سخت سنگیں غلطی کا یہ بھرا خمیازہ ۲۸
ابتلاؤں میں رہی مدتوں نوعِ انساں
شانۂ جلِ ـــ پھر اس کا وہ نزول "آوازہ"

اپنے خالق سے جو فطرت ہوئی تھی یوں مہجور ۳۱
مجتمع کرلیا اک شخص میں خود کو اس نے
ہرِ یکتا سے — وہ جس میں ازلی عشق کا نور

تو پرکھ بات، رہے ذہن میں موجود دلیل ۳۴
فطرت اس طور جو خالق سے ہوئی تھی یکجان
اس میں یکتائی سے فرمائی گئی ہے تکمیل

جان نے آپ کیا جان کو فردوس بدر ۳۷
خود کو خود کردیا محروم بداہیت سے
اور اسی کنبہ میں تھی زیستِ حقیقی مضمر

سرزد ایسے ہوئی تقدیر بہ اندازِ صلیب ۴۰
جس پہ منتج ہوئی گر جائزہ اس کا لیجے
تھی یہ انہونی، بہت عدل پہ مبنی تادیب

پائے کیوں فیصلہ اس درجہ بھیانک تشکیل ۴۳
چاہئے غور کریں کس نے سزا بھگتی یہ
کون تھا، ہستیٔ معتوب میں آخر تحلیل

فعل اک — واقعہ کیسا تھا مگر گونا گوں ۴۶
ایک ہی موت پر صیہونی و یزداں خوش تھے
عرش خوشحال ہوا اور زمیں زار زبوں

بھونچکا یوں ترے ہونے کا نہیں کوئی سبب ۴۹
حق پرست ایک عدالت نے لیا بدلہ ٹھیک
"بدلہ منصفیانہ" کا — یہ باقاعدہ سب

اب ترا ذہن مجھے اور لگے سرگرداں ۵۲
اس طرح تیرے خیالات کو الجھایا ہے
جب تک آؤں نہ مدد کو یہ رہے گا حیراں

تو یہ کہتا مجھے دیتا ہے سنائی، جانوں ۵۵
آئے ترکیب خُدا کی نہ یہ کچھ انکل میں
بہرِ کفارہ نجات ایسے ذریعے ہی سے کیوں؟

بھائی یہ بات ہے ہر عام سمجھ سے بالا ۵۸
یہ اگر سمجھیں تو بالغ نظر ایسے وہ بزرگ
جن کی آنکھوں میں محبت نے کیا اجیالا

تاہم اس پر جو کریں لوگ بڑا گہرا غور ۶۱
گو یہ نکتہ نہیں آسان، سمجھ آجائے
صاف بتلاؤں ذریعہ نہیں موزوں کچھ اور

کہ تنک تاب نہیں ہے ابدی حسن و جمال ۶۴
ہے خداوند کی عظمت کا یہ مظہر ہر سُو
ایسی چنگاریوں سے سوزِ دروں دے جو ڈھال

یوں جو فوری ہو منوّر نہ فنا ہو پھر آپ ۶۷
جس پہ چڑھ جاتا ہے اک مرتبہ صبغتہ اللہ
پھر مٹا سکتا نہیں کوئی بھی اس کی یہ چھاپ

کلّی آزاد ہے جھٹ پائے جو اس سے اخراج ۷۰
جو ہیں اشیائے دگر ثانوی حیثیت کی
کسی صورت نہیں ہو سکتا یہ ان کا محتاج

ہیں خداوند کو ہم مثل عزیز — اور ہیں پاس ۷۳
تو زیادہ — کہ جلادے جنہیں پاکیزہ آگ
اس کی ہم شکل میں ہوگی یہ زیادہ عکّاس

ہیں خواص آدمی کے صرف جو — ہو وہ آگاہ ۷۶
کوئی بھی ایک اگر ان میں سے کمزور پڑا
ایک دم اس کا ہوا قدِ نجابت کو تاہ

ختم عصیان کرے اس کا یہ اندازِ فرد ۷۹
خیرِ اعلیٰ سے شباہت بھی ہو اِس کی معدوم
اندوں نُور پڑے ماند یہ ہوجائے زرد

پھر مقدر نہ بنیں رفعتیں وہ عالی شان ۸۲
جب تلک ہو نہ خلا پُر جو کیا عصیاں نے
اور بھر دے نہ غلط لطف کا پورا تاوان

رُوح جب پہلے گنہ میں ہوئی یُوں آلودہ ۸۵
ہاتھ سے جاتے رہے سارے ہی اعلیٰ انعام
اور جنت بھی گئی — تھی یہ جہاں آسودہ

بازیابی نہیں ممکن ہے کریں سعی ہزار ۸۸
کوئی بھی چارۂ کار اس کے سوا اور نہیں
دو میں سے ایک کسی پُل سے گزر کر ہوں پار

مہرباں ہوکرے یا آپ خداوند معاف ۹۱
آدمی یا ہے جو پلٹے وہ بطورِ فدیہ
دے دلا کر کرے عصیاں کا سب کھاتہ صاف

ابدی پند کا ہے دیکھ یہ گہرا پاتال ۹۴
بات اب مان مری، جس قدر امکان میں ہے
دھیان دے اور توجہ کی نظر اس پر ڈال

بسکہ انساں کا اثاثہ تو ہے ایسا محدود ۹۷
جس قدر بھی وہ کرے منت و عجز و زاری
اس گراوٹ تلک آہی نہ سکے نامسعود

سعی کی جائے بلند از رہِ نافرمانی ۱۰۰
خود اب انساں سے تلافی نہیں ممکن اس کی
نام یوں کھاتے سے نکلے گا نہ بآسانی

پس خداوند ہی پھر حسنِ حیاتِ انساں ۱۰۳
ازسرِنو کرے خود اپنے طریقوں سے بحال
میں کہوں ایک سے، دونوں سے بھی اس کا امکاں

اور فاعل کو بھلے لگتے ہیں اپنے افعال ۱۰۶
ان میں جب دل سے بھلائی کا بھی ہوتا ہے دخل
کہ وہاں ہی سے یہ کرتے ہیں نزول اجلال

بخوشی خیر معلیٰ بھی — وہ ذات باری ۱۰۹
کہ جو کل ارض و سما پر ہے محیط — اب راضی
کہ اٹھائے تمہیں، حجت کرے پوری ساری

اور از روزِ ازل تاشب یلدائے ابد ۱۱۲
کاروائی نہ ہوئی، ہوگی عظیم و عمدہ
نہ ہوئی اور نہ ہوگی — یہ طریقہ کہ وہ مد

پھر کیا بذلِ خداوند نے ازخود یہ سبب ۱۱۵
آدمی آپ اُٹھے — فعل یہ بیش اس سے تھا
جس نے سب چھین لیا تھا وہ زبردست غضب

کوئی ڈھنگ اور بہت عدل سے کمتر رہتا ۱۱۸
روح اللہ کو ہوتی نہ گوارا جو یہ بات
کہ سبک ہو کے وہ باللحم صعوبت سہتا

اب تجھے اور مجھے جب کہ ہے تسلیم حلول ۱۲۱
ایک ہی ذات میں — تیرا یہ تجسس ہوا ختم
زیرِ بحث اس لئے لاتی ہوں دگر ازمنقول

تو کہے جیسے کہ یہ آگ ہوا پانی خاک ۱۲۴
ان عناصر سے جو پایا ہے ظہورِ ترتیب
ہے زوال اس کو پھر اک دم ہی یہ سب قصہ پاک

اور پھر ایسی بھی مخلوق ہے کہیئے برحق ۱۲۷
مستقل آڑ ہے جن پر جو بچاتی ہے انہیں
کہ نہ ڈھلکیں، نہ ڈھلیں، ماند پڑیں اور نہ فق

وہ فرشتے یہ اثیر اور فضائے شفاف ۱۳۰
بھائی تسلیم، تری رائے یہ برجستہ ہے
خلق بے نقص ہوئے، پھر نہ انہیں ضعف اتلاف

اور یہ چار عناصر جو کئے تو نے شمار ۱۳۳
ان کی ترکیب سے کچھ اور بھی چیزیں ان کی
آفرینش میں دگر قوتیں ہیں حصہ دار

ان کے مادّے بھی تخلیق کیے نقش بھی خام ۱۳۶
قوتوں کے بھی ذرائع کیے پیدا سارے
جو ستاروں میں مقیم ان کو گھماتی ہیں عام

پائیں یہ جیو نباتاتی وحیواناتی ۱۳۹
ان ذرائع سے نمو — جن سے خود انجم پائیں
حرکت و روشنی کے سب اثراتِ ذاتی

خیرِ اولیٰ سے مگر تم میں ہوا نفخِ حیات ۱۴۲
یہ بلا واسطہ عکس اس کا مکمل ہے پسند
آپ بھی ذات خداوند کو اپنی یہ برات

اس طریقے سے سمجھ نکتۂ حشر الاجساد ۱۴۵
اخذ کر اس سے ذرا دیر کو دے تو یہ دھیان
اور کر اپنے ازل زائیدہ ماں باپ کو یاد
کس طرح ڈالی گئی گوشت کے پیکر میں جان ۱۴۸

تشریحات:

۱-۲ — یہ مصرے عبرانی لاطینی ملی جلی زبان کے ہیں۔ سبوائث عبرانی لفظ ہے۔ لغوی معانی افواج دوسرا ملکوات۔ مملکت

۵ — وہ جسٹینین اور سب انوار او جھل ہو گئے

۱۴ — بیٹرس کے نام کے پہلے اور آخری حرف۔

۲۰ — جسٹینین نے کہا تھا کہ جرمِ کُہن۔ ''آدم کا گناہ'' حضرت عیسیٰؑ کی دار کشی سے دھل گیا۔ گویا بدلہ دے دیا گیا۔ بدلۂ برحق پھر یوروشلم کی تباہی کو اس دار کشی کے لیے تباہ کر کے بدلہ لینا' یا اسے بدلہ سمجھنا کہاں تک ٹھیک ہے!

۲۵-حضرت آدم کہ کسی بطن سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔

۳۰-امرِ رُوح کے معنی ہیں۔

۳۶-اس میں گناہ کی آمیزش نہیں تھی۔

۴۵-حضرت عیسیٰؑ حضرت آدم کی طرح گناہ سے پاک پیدا ہوئے۔ سو انہیں ذاتی نہیں بلکہ انسان کی "فطرت معصوم" کو سولی ملی جو ایک بھیانک فعل تھا۔

۴۷-یہودیوں کی خوشی تو ظاہر ہے خدا اس لیے کہ گناہِ آدم دھلا۔

۵۷-نجاتِ بالکفارہ کے لیے خونِ عیسیٰؑ ہی کیوں ضروری ہوا۔

۶۷-ابتدائی تخلیقات۔ فرشتے اور ارواح جنہیں فنا نہیں۔

۷۰-جنہیں ذاتِ خداوندی میں سے پہلے تخلیق کیا گیا' انہیں اختیار کی خاصیت بھی ملی۔ جو ثانوی۔ مادّی غیر ذی عقل۔ مخلوق کو حاصل نہیں۔

۷۶-خدا کی مانند ہے اور روح اس کی لافانی ہے۔

۹۰-فضل ---- اور عدل مواخذہ ہے۔

۱۲۳-جو پہلے ۶۸/۶۷ مصرعوں میں زیرِ بحث آیا۔ خدا نے جو سب سے پہلے تخلیق کیا اسے فنا نہیں۔

۱۳۵-ساری بحث یوں ہے۔ فرشتے' جوہر' اثیر تو خدا نے خود پیدا کیے۔ پھر اس نے ستاروں کو اثر انگیز بنایا' ان میں وہ ذرائع ڈالے جو دیگر ثانوی مخلوق کی آفرینش اور پرداخت میں اس کے حصّہ دار ہوئے۔ ایسی سب اشیا عناصر اربعہ سے مرکب ہیں اور انہیں زوال وفنا ہے۔

۱۴۲/۱۴۸-انسان کی روح ہی نہیں جسم بھی خدا نے بنایا۔ اور جو چیز براہ راست اس نے تخلیق کی اسے مکمل فنا ممکن نہیں۔ لہٰذا معاد میں حشر الاجساد۔

لغت:

۱۸- چتا۔ الاؤ جس میں مُردے جلاتے ہیں۔

۳۸- بداہیت۔ وجدان اصل ذوقِ حیات

۳۹- کہنہ۔ سرِ ازل

۱۲۶- قصہ پاک۔ فنا

۱۳۹- جیو جیون زندگی

۱۴۴- برات عاشقاں بر شاخِ آہو۔ بمعنی تحفہ۔

○

آٹھواں کینٹو

طاس زہرہ (۳)

واقعہ: یہاں جنون ومحبت میں سرشار روحیں رہتی ہیں۔ ان کے ہونٹوں سے پیار کے من موہنے گیتوں کی دھاریں بہتی ہیں--- دانتے کو اس کا پرانا آشنا چارلس ملتا ہے۔ فطرت کے گوناگوں خواص پر بات چیت ہوتی ہے۔

لوگ کہتے تھے حسیں قبرصہ ضوافگندہ
گھومتی تیسری تدویر میں---فدیہ محروم
دہر میں پیار کے جادو کی بھی تھی بافندہ

اس غلط ظن کے سبب اگلے زمانے والے ۴
خوب اسے مانتے تھے صرف اسی کے کارن
گرچہ خوں روئی، نہ پگلی نے کیے تھے نالے

اس کی ماں بیٹے ڈیونی وکیوپڈ نے پرن ۷
پھر یہی پالا، کہ جب گود میں ڈیڈو کے وہی
بالک آ بیٹھا، بنا کیسا فسانہ پُر فن

میں نے تمہید یہ باندھی ہے، ستارہ وہ حسیں ۱۰
اس کا عنوان ہے دیکھے تھا جو باچشمِ شوق
ابھی سورج کا قفا اور ابھی اس کی جبیں

اس گرے پر نہ پھسلتے ہوئے آئے تھے ہم ۱۳
اس قدر بس ہوا معلوم کہ آپہنچے تھے
چار چاند اور لگے وہ تھا جمالِ خانم

جیسے شعلے میں دمک جائے کوئی انگارا ۱۶
دے اس آواز میں وہ صاف سنائی آواز
چلتے پھرتے کی یہ ہو اس کا کھڑے للکارا

میں نے یوں روشنیاں نور میں گرداں دیکھیں ۱۹
تیز یا تیز ترک — جیسی انہیں تھی توفیق
وہ اسی درجہ نمو آورِ وجداں دیکھیں

آشکارا و نہاں برف کی سل تیز رواں ۲۲
ہو وہ محسوس اسے سخت کثیف اور ثقیل
رینگتا، رُکتا، اٹکتا ہوا اک سنگ گراں

گر کوئی دیکھتا رستے میں ہمارے وہ شہاب ۲۵
کھاتے جھمکولے جھکولے سرِ افلاک سبک
درمیانِ ملک و قدسیٔ کیوان جناب

صفِ اول میں سے انوار ہوئے کچھ نزدیک ۲۸
حسنت، درد کناں، زمزمہ وہ لطف انگیز
تادمِ مرگ سماعت کو رہے وہ تحریک

وہ اکیلا مرے پاس آیا یہ کہتا ہوا تب ۳۱
"شاد ہم تجھ سے — کریں تیری تمنا پوری
مستعد تیرے لئے یاں پہ ستادہ ہیں سب

ایک ہی چرخ پہ، اک چاہ میں اک چکّر ہے ۳۴
سرمدی قدسیوں کے ساتھ یہاں پر جن سے
ملتجی یوں ہوا تھا، یاد تجھے وہ گر ہے

''تم تمہارے ہی اثر سے چلے عرشِ سوئم'' ۳۷
ہم ہیں سرشارِ محبت، ترے بہلانے سے
لُطف اپنا بھی بڑھے لیں جو یہاں ٹھیر کے دم''

میری آنکھیں جو مؤدب ہوئی تھیں عرض گذار ۴۰
میری خانم سے، بڑی صاف پھر اس کی اپنی
دیں اجازت، مترشح تھا نمایاں اظہار

مڑ گئیں اس کی طرف تھا جو مکلّف یوں نُور ۴۳
میں نے دریافت کیا اس سے۔ بتا کون ہے تو؟''
لہجہ خوش خلق مرا، نرم دلی سے معمور

کس قدر ہو گئی تھی اس کی تجلّی افزود ۴۶
یُوں سخن سنج ہوا، میں، تو باندازِ عجیب
نو بہ نو کیسی مسرت میں نہایا یہ وجود

پھر چمکتے ہوئے بولا ''نہیں رکھا تا دیر ۴۹
خاکداں نے مجھے — ملتی جو زیادہ مہلت
وہ جو اب ہے وہاں ایسا بھی نہ مچتا اندھیر

کم نما ہے مجھے میرا یہ سحابِ ضوتاب ۵۲
وہ تجلّی، کو یہاں کات کے یوں بُنتا ہے
جس طرح کرمکِ پیلہ کرے ریشم سے نقاب

دوستی مجھ سے تھی پکّی تری —— کیجے گر غور ۵۵
ناز بھی اس پہ بجا تھا، کہ میں زندہ رہتا
تو نبھاتا اسے باتوں سے زیادہ، کچھ اور

رہون کرتا ہے جو سیراب وہ بایاں میداں ۵۸
اس طرف سُورگ کے سنگھم سے عملداری میں
سب مری آتا کہ جب وقت کا ہوتا فرماں

شاخِ اوسینیہ بھی جس کے کنارے پہ ہے لیس ۶۱
گائیتہ باری کتونہ کی وہاں تک ٹانگی
بحر بنتا ہے جہاں ورد و ترنتو کا دیس

زیبِ سر تھا مرے واں پہلے ہی شاہانہ کلاہ ۶۴
جرمنی میں سے گذر کر جو علاقے سیراب
کرے ڈینوب بناتا ہوا ان میں سے راہ

جھگڑا دھم ہیں مچائے ہوئے اس کھاڑی پر ۶۷
بیچ میں جو ہے پلورس پچی نُن راسوں کے
تافینس تو نہیں گندھک ہے جہاں شعلہ گر

خوبصورت ترن اکرائی میں اب تک ہوتے ۷۰
حکمراں نسل کے میری ہی رگوں میں جن کی
بہتے روڈولف کے اور چارلس کے خوں کے سوتے

وہ براراج رعایا ہوئی جس سے بدظن ۷۳
کہ پلرمو میں ہر اک سمت یہ نعرہ گونجا
"موت آئے یہ مریں ان پہ اجل برق فگن"

صورتِ حال یہ لیتا مرا بھائی بھی سنبھال ۷۶
خود تبہ ہونے سے پہلے وہ اگر کر دیتا
لالچی اور لٹیرے کتلاں کو پامال

چاہیئے ہوش کسی پر نہ ہو صادق یہ مثال ۷۹
اس قدر پہلے ہی بھر دی ہے ٹھساٹھس ناؤ
اور لادے چلے جاتے ہیں مگر بوجھل مال

دونِ ہمت، یہ ڈھلا جس میں وہ سانچہ ہے اصیل ۸۲
جمع کر رکھے ہیں گرد ایسے امیر و حاکم
زر سے بھرتے ہیں تجوری کی بنا کر زنبیل"

"میں سمجھتا ہوں تری گہری نظر میں ہے خوب ۸۵
پیارے شہزادے نجابت کا شروع و انجام
ترے یہ لفظ مجھے ہیں دل و جاں سے مرغوب

تو جو دیکھے وہی مجھ کو بھی نظر آتا ہے ۸۸
ہوئی تسکین مجھے بلکہ زیادہ تسکین
کہ لئے نُورِ خُدا سب یہ خبر آتا ہے

خوش کیا تونے، مجھے اور سخن سنج ذرا ۹۱
تخمِ عمدہ سے بری فصل کا امکاں ایسا!
جو مجھے اس پہ ہے، کرکم وہ شش و پنج ذرا

میں اسے یوں تو وہ اچھا یہ بجھاؤں تجھے بیچ ۹۴
سامنے لب لباب اس کا ہے لیکن تونے
پیٹھ اس امر سے موڑی ہے کہ یوں جائے بچ

جو خدا پھیر کے کرتا ہے زیادہ دلشاد ۹۷
اس قلمرو کو جہاں تو ہے خراماں، بخوشی
بانٹے ان سارے کُروں میں ازلی استعداد

وہ ہے باخاطرِ مجموعِ الوہی، خواہاں ۱۰۰
صرف ہستی ہی کی غماز نہ ہوں موجودات
شادماں بھی وہ رہیں، شاد ہمیشہ شاداں

پس کماں کھائے جو خم، کوئی بھی چھوٹے گر تیر ۱۰۳
وہ فلاخن کی طرح سوئے ہدف پرافشاں
ٹھیک جا اُترے کہ طے ہو جہاں مقصود اخیر

یہ نہ ہوتا تو کُرہ جس میں ہے تو محوِ خرام ۱۰۶
اثرات اس کے یہاں ایسے دگرگوں ہوتے
کیسی ترتیب، بسا ابتری کرتا یہ نظام

ہو جو یوں پھر تو چلاتے ہیں جو اجرام کدہ ۱۰۹
نقص پروردہ، بلے ہوتے وہ قدسی ناقص
خلق انہیں کرتا وہ خلاقِ ازل، عیب زدہ

اس حقیقت کی بس اب اور وضاحت کیا ہو؟" ۱۱۲
تو کہا میں نے "نہیں ہو گیا معلوم مجھے
طبع بالطبع مکمل ہو تو حاجت کیا ہو؟"

تب وہ بولا "یہ بتا آدمی ہوگا نہ خراب ۱۱۵
گر نہ تسلیم ہو شہری؟" تو جواباً میں "ہاں
کچھ سنداب مجھے درکار نہیں بہر جواب"

"کیا یہ ممکن ہے نہ پالے نہ زمیں دے ہی جنم ۱۱۸
آدمی جن کے جُداگانہ ہنر اور جوہر
یہ نہ ہو مانیں جو اُستاد نے فرمایا رقم"

بحث کرتے ہوئے یوں نکتہ بہ نکتہ یاں تک ۱۲۱
یہ نتیجہ کیا اخذ اب — متفرق ہوں تو
اثرات اصل سے ہوں گے متفرق ۔ بے شک

کوئی سولَن ہوا پیدا تو کوئی تھا زرژز ۱۲۴
پھر کوئی ملکیصدق یا وہ پدر جس کی اڑان
اپنے ہی بیٹے اکارس کو کرے خاکستر

اپنی گردش سے لگا دیتا ہے عرشِ دوّار ۱۲۷
عارضی موم سے مہر ایک مکمّل فن سے
اس پہ حجت نہیں کرتی ہے کہ کیا معیار

تھے توام مختلف ایسو سے پلا تھا یعقوب ۱۳۰
گوت کا نیچ تھا ہرچند قرینس، لیکن
لوگ مریخ سے کرتے رہے اس کو منسوب

گر نہ کرتا اسے قسام ازل یوں موقوف ۱۳۳
ہو بہو نقل طبیعت کی سراسر ہوتی
متصف بس صفتِ جد ہی سے ہوتا موصوف

روبرو اب ہوا موجود کہ تھا تیرے عقب ۱۳۶
اک ضمیمہ مگر اب اور سہی تمت میں
اس سے مقصود فقط ہے مرا اظہارِ طرب

حال ماحول طبیعت کو ملے گر متضاد ۱۳۹
غیر ممکن ہے کہ وہ اس میں پھلے پھولے ٹھیک
بیج پاتا ہے نمو کم جو زمیں ہو بے کھاد

اب اگر اہلِ جہاں دل سے ارادہ کرلیں ۱۴۲
خود کو فطرت کے تقاضوں کے مطابق ڈھالے
وہ بھلے لوگ نکوئی کا اعادہ کرلیں

تم تو مخلوق کا حُلیہ ہی بگاڑ دیکسر ۱۴۵
کہ سپاہی کو تو سادھو کی گپھا میں ڈالو
جو مبلغ ہو بجا تم اسے کر دو قیصر
بھٹکو آوارہ اسی طرح نہ دیکھو بھالو" ۱۴۷

تشریحات:

۲-۱-قبرصہ۔ سیارہ زہرہ دیومالا میں محبت کی دیوی (یونانی افرادایت کے مثل) قبرص جزیرہ کے پاس نمودار ہوا۔ اپنے چھوٹے دائرے (تدویر) میں بھی یہ سیارہ گھومتا ہے۔ محروم فدیہ: حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے پہلے کی دنیائے قبل نجات الکفارہ۔

۷-ڈیونی، وینس (زہرہ) کی ماں۔ کیوپڈ" کام دیو محبت کا دیوتا، زہرہ کا بیٹا۔ ڈیونی (ڈیانہ، جوپیٹر کی بیٹی بھی پریم دیوی ہے)

۸-ڈیڈو: کارتھیج کی ملکہ، ورجل کے اینیڈ رزمیہ کی کردار اس کے مطابق اس نے اینس (ہیرو) کے بیٹے کو چوما اور باپ کی محبت میں گرفتار ہوگئی۔

۱۲-شام کو زہرہ سورج ڈھلے (پیچھے) اور صبح سورج نکلنے سے پہلے (سامنے) نظر آتا ہے۔

۳۴-دانتے کی ایک نظم کا پہلا مصرعہ ہے۔

۵۰-یہ روح شہزادہ چارلس مارٹل کی ہے جو دانتے کا دوست تھا، جوانی میں چوبیس سال کی عمر ہی میں مر گیا۔

۷۰/۵۸-رھون، فرانس کا مشہور دریا، سُورگ اس کا معاون دریا، اوسیدیہ جس کی شکل سینگ سی ہے۔ اٹلی کا پرانا نام گائیتہ باری کتونہ۔ سرحد پرواقع وادیاں 'ورد'ترنتو' دو دریا ڈینیوب مشہور دریا، اس کے گرد کا علاقہ ہنگری مراد ہے۔ جھکڑا ایک خاص زوردار ہوا یورس جو وہاں چلتی ہے۔ کھاڑی سسلی کی خلیج کتانیہ ہے۔ پلورس پچی تس اسی کے دوخشک حصے جو دور تک سمندر میں چلے گئے ہیں۔ مراد ہے فرانس ہنگری' اٹلی' سسلی وہ سب کا بادشاہ بنتا۔ ٹافیئس ایک سوسر کا جن جسے اووِیڈ ovid کی روایت میں جونے شکست دے کر ماؤنٹ ایٹنا میں گاڑدیا جو آتش فشاں پہاڑ ہے' اس کی جنبش کو اس دیو کا باعث قرار دیتے تھے۔ دانتے کہتا ہے بات یہ نہیں بلکہ گندھک کا پہاڑ ہے لہٰذا اسلگتا ہے۔ ترن اکرانی: سسلی کا پرانا نام۔

۸۴/۷۴-پلرمو (سسلی) میں اس کے بھائی رابرٹ کے خلاف اس کے مُنہ چڑھے لالچی درباریوں حواریوں کتلانیہ (سپین میں ہے) کے رہنے والوں کی چیرہ دستیوں کے سبب کامیاب بغاوت ہوئی۔

۱۱۸-ارسطو: معاشرے کے نظام کا تقاضا ہے مختلف خواص کے انسان ہوں۔

۱۲۴-سولن (یونانی مقنن) ژرژر (ایرانی فاتح) ملچیسی (سلم کا پروہت راجہ) پدر' مراد ڈیڈلس، اس نے موم کے پر بنائے بیٹا گا کر اُڑا سورج کے قریب پگھل کے گر گیا۔

لغت:

۷-پرن پالنا۔نبھانا۔

۹-بالک، کیوپڈ۔

۱۲-قفا، گدّی۔

۵۴-کرمک پیلہ، ریشم کا کیڑا۔

۶۲-لیس، گوٹا کناری۔

۶۷-راسوں، جمع راس، راس کماری، راس امید —

۱۱۰-بلے، ہاں۔

نواں کینٹو

طاس زہرہ (۳)

واقعہ: نغز گو شاعر سورڈیلو کی محبوبہ کونزہ اور اسی دور کے دوسرے نغز گو شاعر فلقہ کی رُوحوں سے ملاقات — حالاتِ حاضرہ پر گفتگو سیاسی ابتری اور مذہبی نفسانفسی پر اظہارِ خیال —

کر چکا نیک کلیمنس — ترا چارلس آگاہ
سازشوں سے مجھے آغاز سے جب آخر تک
خانداں اس کا جو کر جائیں گی بدحال و تباہ
تو کہا اس نے "ذرا صبر گزرنے دے سال" ۴
ماسوا اور ابھی میں نہیں کہتا کچھ اور
برحق اک روز ضرور آئے گا ناحق پہ وبال

پاک قندیل کا رُخ مڑ گیا سُورج کی طرف ۷
جس کے انوارِ سعادت سے ضیا بار تھی یہ
خیر کی سمت بھی کُل ہست کو جس سے ہے شرف
سادہ ارواح اری ذرّوں میں بیندھی مخلوق ۱۰
ایسی نیکوئی سے برگشتہ کرو دل اپنے
بدخیالات کا تم ذہن کو کر کے صندوق

اور لو ایک نئی روشنی اب پاس آئی ۱۳
اس طرح مری نگاہوں پہ درخشاں کہ لگا
وہ لئے میری پذیرائی کا احساس آئی

بیٹرس کررہی تھی یوں نگہداری اب بھی ۱۶
تھا نظر سے یہ عیاں میری تمنا کی تھی
منحصر اس کی ہی مرضی پہ برآری اب بھی

میں یہ بولا: "ہے یہ درخواست مبارک طیف اب ۱۹
جلد ثابت ہو کہ ہوں میں تجھے وہ آئینہ
پڑھ سکے جس پہ سے تو صاف مرا ہر مطلب"

لگۂ نور کہ مجھ سے تھا ابھی بیگانہ ۲۲
نغمگیں لے میں بڑی صدق دلی سے بولا
"پیشکش جیسے کسی کو کوئی محظوظانہ

"بدشعار اٹلی میں وہ ایک علاقہ ہے جہاں ۲۵
بیچ میں پھوٹتی ہیں ریالٹو کہساروں کے
پائیوے اور برنطہ کی مصفّٰی ندیاں

ہے فراز ایک پہاڑی نہ مگر خاص فراز ۲۸
اس جگہ جس پہ سے اک وحشیٔ سفاک اُترا
ملک ویراں کیا سب ـــــ وہ دوش و تاختِ وتاز

میں مسماۃ کنزہ بھی اسی نسل سے ہوں ۳۱
اور میں اس لئے اس طرح یہاں ہوں نوریں
مجھ پہ اس نجمِ محبت کا رہا عکس افزوں

مطمئن اپنے مقدر پہ ہوں میں شکر گزار ۳۴
(خالی الذہن ہیں انگشت بدنداں) لیکن
نفع ہے، کچھ نہیں کھویا یہاں میں نے بیکار

ہے جو یہ میرے برابر میں درخشندہ چاند ۳۷
چمک اٹھا یہ گرہ اس کی دمک سے کچھ اور
شہرت اس کی ہے زمیں پر نہ پڑے گی جو ماند

اس صدی پر نہ گذر جائیں گی جب تک پانچ اور ۴۰
کوئی گر چاہے کہ پائے وہ حیات ثانی
تو نکو کار بسر چاہیئے پہلی کا دور

غم نہیں کچھ اگر ان کے یہ جتنے موجودہ ۴۳
ایڈج کی کھائیوں، باڑوں میں تگل منتو کے
لچھن ان کے وہی پھٹکار پہ بھی بیہودہ

دلدلی گھاٹیوں میں جلد پڈاوئی خوں ۴۶
سرخ کردے گا دسنزا کی ندی کا پانی
لوگ اب اپنے فرائض سے ہوئے غافل یوں

ہے جہاں کا گنسو اور سلی کا سنگھم ۴۹
حکمراں ایسا، ہوا سر میں بھری ہے کیسی
اور پھندے میں پھنسا چاہتا ہے وہ کوئی دم

فیلٹر واپنے غلط پادری کے جرم پہ رو ۵۲
یہ پلید ایسا کہ زنداں میں لامالٹا کے
اس سے بڑھ کر کسی ناپاک میں ماخوذ نہ ہو

مرتباں خون کے بھرنے کو کشادہ درکار ۵۵
اور جو تولنے بیٹھے اسے رتّی رتّی
جان اس سعی میں ہلکان کرے گا تھک ہار

کیا کیا اہلِ فرارہ کے لہو کا چھڑکاؤ ۵۸
عصبیہ ایسا گروہیٔ ہوا راہب اندھا
بلکہ سب شہر کے یہ ڈھنگ یہ ڈھب یہ داؤ

آئینے جن کو سریر آ کہتے ہو — ہیں اوپر ۶۱
نور باریدہ جہاں سے ہے خدا عدل کے ساتھ
یہ بتایا ہے تجھے ہم نے وہاں سے پڑھ کر

چپ ہوئی وہ کہ گیا اور کہیں اس کا خیال ۶۴
شاید اس ناچ پہ جو ناچ رہی تھی پہلے
ہوا محسوس کہ آئے گا اسے پھر وہ حال

متعارف ہوئی تھی مجھ سے جو دیگر ممتاز ۶۷
ذاتِ خوشٔ ایسی چمکدار ضیا میں چمکی
کہ شعاعیں پڑھیں سجادۂ نعلیں پہ نماز

روشنی بڑھتی ہے جب قلب خوشی بردہ ہوں ۷۰
جیسے دنیا میں ہنسی — اور اندھیرا پھیلے
اسی پیمانے سے یہ جس قدر افسردہ ہوں

میں اسے "ناظرِ کل ذاتِ خدا ہے برآں ۷۳
یک مزاج اس سے ہوئی تیری نظر طیف سعید
پس نہاں خانۂ قلبی مرا تجھ پر ہو عیاں

چپ صدا کیوں جو کرے عرش کو آہنگ سے مست ۷۶
ہو کر اِن گرم نفس منڈلیوں کی ہم نغمہ
ہیں جو شش شہپروں میں چہرہ نہاں مست الست

تجھ پہ کھلتی نہیں کیوں میری تمنا بے تاب ۷۹
منتظر میں ہی رہوں تو کرے کچھ استفسار
من شدم تو' تو کھلے تُو شدی من کا پھر باب

بے توقف ہوا تب ایسے وہ محوِ گفتار ۸۲
"بڑ کل بحر جو در بر کئے ہے اس میں سے
پھیلتے سارے بحیروں میں وہ سب سے ذخار

ہیں بہر دو طرف اس کے متحارب ساحل ۸۵
ایسے سورج کے مقابل ہے وہاں سمت الراس
آخر اس کا — جہاں پہلے پہ افق کا حائل

اس دوابے میں سکونت تھی مری ساحل پر ۸۸
مکرو ایبرو کے جہاں نیچے کنارے بانٹیں
مردم تسکنی وجینواکو ازیک دیگر

ایک ہی وقت میں ہوتا ہے طلوع اور غروب ۹۱
بوگیہ اور مرے شہر پہ — نزدِ بندر
جس نے گرم اپنے لہو سے کیا امواج کو خوب

میں ہوں فلقہ' وہاں پہچانتے تھے لوگ اکثر ۹۴
نام اور نسل مری — نقش سرِ عرش مرا
ہے اب ایسا کبھی تھا نقش جو اس کا مجھ پر

یادِ یچیاس میں کی ہوگی نہ یوں خودسوزی ۹۷
بنتِ بیلوس نے یوں خوار نہ کر یوسہ بھی
جس قدر وقت کی میں نے سہی کینہ توزی

بے وفا دیموفیون سے نہ کیا اندھا پیار ۱۰۰
ایسے دوشیزۂ روڈھوپ نے یوں بولی کو
السڈی نے بھی نہ دل میں لیا وحشت سے اتار

کچھ ندامت نہیں، اس جا پہ ہے وہ اطمینان ۱۰۳
معصیت کا تو گذر تک بھی نہیں ذہن سے ہے
یہ حسِ امرِ الٰہی یہ ہے اس کا وجدان

صنعت حق پہ ذرا غور یہ اس کی تخلیق ۱۰۶
اکبر وعمدہ — پھر اس ہی نے زبوں عالم کو
دی پہنچنے کی بایں عالم ارفع توفیق

اس گرے پر یہ ترے دل میں جو ہے بیش از بیش ۱۰۹
اس تجسس کو یہ لازم ہے کہ میں دور کروں
بات چلتی ہے کہ پھر اور ہے تجھ کو درپیش

کھوج اس بات کی اب کون ہے یہ میرے پاس ۱۱۲
اس حسیں روشنی میں سب سے زیادہ روشن
جس طرح آبِ صفا صاف کرن کا عکاس

اندریں شانت رحب سے سو تجھے ہو معلوم ۱۱۵
فائز رتبہ جماعت میں ہماری آکر
جس پہ وہ کرتی ہے اب اپنی سعادت مرقوم

عرش چھوتا ہے جہاں ارض کا عکسِ مخروط ۱۱۸
نصرتِ بازوئے عیسیٰ نے اٹھایا اس کو
پہلے سب رُوحوں سے اوریاں کیا جلووں میں حنوط

تھا بجا کوئی گرہ حمد مناجات کے ساتھ ۱۲۱
گھر اسے لائے۔ یہ طغریٰ تو ظفر مندی کا
سخت وقت سے ملے پھیلے ہوئے ہات کے ساتھ

کامرانی ہوئی تھی اس کی بدولت حاصل ۱۲۴
جوشوا کووہ عظیم ارضِ مقدس پہ، مگر
حیف سب بھول گیا پوپ یہ، ہو کر غافل

شہر (ونیس) کو دیا تھا مگر اس نے ہی جنم ۱۲۷
منحرف ہو کے جو خالق سے، ہمارے پیچھے
یوں لگا کینہ وری سے کہ ہوا ناک میں دم

بو کر اپنا گل منحوس بکھیرے ہر سو ۱۳۰
میمنے بھیڑیں پھریں اس سے ہراساں دیکھو
انکے چرواہوں میں ہے بھیڑیوں کی سب خُو بُو

ہر گھڑی گرد صحیفوں پہ جمی جاتی ہے ۱۳۳
لگ رہے ہیں نئے فتووں پہ انگوٹھے ٹھپے
بحساب ان میں جو تھی بھی تو کمی جاتی ہے

پوپ بطریق کی یکساں ہے یہی اک بانی ۱۳۶
ناصرہ تو انہیں بالکل بھی نہیں یاد رہا
جس پہ محسوس تھی جبرئیل کی پرافشانی

پھر بھی ویٹی کن اور اک اک متبرک وہ مقام ۱۳۹
کہ جہاں روم میں ہے کوئی نہ کوئی مدفون
نقشِ پطرس پہ جو پہنچی تھی سپاہ عظام
جلد ان میں نہیں رہنے کے معائب یہ زبوں" ۱۴۲

تشریحات:

۱-کلیمنس۔چارلس مارٹل کی بیوہ۔

۷-قندیل، چارلس مارٹل کی رُوح، سورج مراد خُدا۔

۲۵-مراد ہے ٹریوسو کا سرحدی علاقہ جنوب میں ریالٹو (وینس) اور شمال میں دو دریا۔

۲۹-اس کا ظالم بھائی ایزینو بسانو کے پاس پہاڑی پر قصر رومانو میں پیدا ہوا۔

۳۱-کنزہ بڑی دل پھینک عورت تھی، مگر لوگوں کی فلاح کے بہت کام کئے۔

۳۷-شاعر فلقہ۔

۴۶-۱۳۱۴-میں گیلف اہل پڈوا کا شاہی فوجوں کے ہاتھوں قتلِ عام۔

۴۹-ٹریوسو کے قریب ندیاں، یہاں کا حاکم رکرڈو ڈی کمینو۔

۵۲-یہاں کے بشپ السانڈرو نے فرارہ کے تیرہ گبلنوں کو پناہ دے کر دھوکے سے مروا دیا۔لامالٹادین کے باغیوں کا بندی خانہ تھا۔

۶۱-سریری، فرشتوں کا تیسرا طبقہ۔

۷۸-چھ پروالا فرشتوں کا پہلا طبقہ۔سراف۔اشراف

۸۲-یہ دو بند بحیرۂ روم کا محل وقوع بتاتے ہیں، جو اس وقت کی معلوم دنیا کے وسط میں تھا۔بحر اوقیانوس کل خشکی کو محیط کئے تھا۔چھوٹے سمندروں میں بحیرۂ روم سب سے بڑا تھا۔اس کے دونوں ساحلوں افریقہ وہسپانیہ وغیرہ میں قبائل باہم برسر پیکار رہتے تھے۔بحیرہ روم ۹۰ عرض بلد پر تھا۔لہٰذا مغرب میں سورج نصف النہار پر تو مشرق میں افق معمولی روشن۔

۸۸-۹۱-مارسیلز۔ ۴۹ق م جولیس سیزر نے قتلِ عام کیا، بوئیگیہ ایک ہی طول بلد پر افریقہ میں۔

۹۴-۹۵-ڈیڈو، اس کے شوہر سچیاس کو سالے نے مار ڈالا۔ کریوسہ اینیکس کی بیوی، جوٹرائے کی لڑائی میں بچھڑ کر مرگئی۔

۱۰۱-رڈھوپ (تھریس کا پہاڑ) شاہ تھریس کی بیٹی فلس الیسوس کا پوتا ہرکولیس، یولی کا شیدائی ہے-فلقہ ہے تین ناکام محبتوں کو تمثیلاً یاد کرتا ہے۔ اپنے مربی بارل کی بیوی اور بہن سیاورنواب ولیم کی ملکہ سے تھی۔

۱۱۵-رحب جرقیہ کی ایک طوائف، سول جوشوا کے بھیجے ہوئے دو مخبروں کو پناہ دی، پھر تائب ہوئی، سالمن سے شادی کی، جو حضرت عیسیٰؑ کا جدِ امجد تھا۔

۱۱۹-دوزخ سے نکال کر۔

۱۲۲-حضرت عیسیٰؑ کے سولی پر پھیلائے ہوئے ہاتھ۔

۱۲۶-پوپ ہونی فیس، ہشتم۔

۱۲۷-شیطان، گل سوسن۔ گیلف کے جھنڈے کا نشان۔

○

دسواں کینٹو

طاس شمس (۴)

واقعہ: اس طاس میں پہنچنے پر بارہ ارباب عرفان ووجدان، صاحبانِ دانش وبینش سے ملاقات ہوتی ہے۔ جو روشنی کا ہار سنگھار کیے بیٹرس اور دانتے کے گرد تین چکر لگاتے ہیں۔ ایک معارف تھامس اکنس باقی گیارہ سے تعارف کراتا ہے۔

غیر زائیدہ وہ قوت اثر افزائے سخن
روح اللہ کو اس چاؤ سے دیکھے، جس میں
اپنی ہی ذات کی ہر اک سے نکلتی ہو پھبن

نظم سے ذہن وزماں میں ہمہ اشیاء گرداں ۴
کچھ نہ کچھ ہو نہ میسر جس عرفانی گر
ان کی ہیئت کا نظارہ نہیں ایسا آساں

ڈال قاری تو مرے ساتھ بر افلاک نظر ۷
محو گردش وہ بریں — جائزہ کردہ حصہ
قطع جس پر کرے ہے دوسرے کو اک چکر

آنکھ اس صنعتِ خلاق کی گرویدہ ہے ۱۰
آپ اس پر سے ہٹائے نہ وہ آنکھ اپنی بھی
اس قدر خود یہ اسے دل سے پسندیدہ ہے

جس طرح پھوٹتی ہے شاخ تنے سے، کر غور ۱۳
جس پہ سیارے چلیں، دائرہ یوں آڑا ہے
تا کہ دنیا جو پکارے انہیں، سن لیں اس طور

اس نمط رستے کا ہوتا نہ جھکاؤ یک سُو ۱۶
کس قدر قوتِ عرشی کا زیاں ہوجاتا
اور ہوتی نہ صلاحیتِ ارضی کی نمو

گراس اندازے سے ہوتا یہ ذرا بیش وکم ۱۹
دونوں دنیاؤں میں پائین بھی اور بالا بھی
نظم ہوجاتا بُری طرح سے درہم برہم

بیٹھ لے اپنی چٹائی پہ ذرا دم، قاری ۲۲
لے مزہ تو نے جو چکھا ہے، کہ پھر جو کھانا
ملنے والا ہے، تجھے بھائے نہ کڑوا کھاری

ماحضر پیش کیا — اور نہیں ہے بس میں ۲۵
شغل فرما کہ جو موضوع کروں گا موزوں
وہ کروں ایسے کہ جو میرے تئیں ہے بس میں

ہے جو قدرت کے مظاہر میں کبیر اور عظیم ۲۷
بر سرِ ارض اثرِ عرش کی مہریں داغے
روشنی وار کرے وقت ہمارا تقسیم

ذکر جیسے ہوا، اس کی تھی وہاں پر تگ وتاز ۳۱
نردباں پیچ بہ پیچ اور سرِ عرش چڑھا
دن پہ دن جلد تراب کرنے لگا تھا دراز

ساتھ میں اس کے چلا، پر نہ زیادہ آگاہ ۳۴
کس بلندی پہ تھا، جیسے نہ پتہ ہو پہلے
کہ خیال آیا ہے، آجائے خیال اک ناگاہ

خوش سے اُڑتی چلی جاتی تھی وہ سوئے خوش تر ۳۷
بیٹرس وہ بڑی تیزی سے مہم سر کرنے
وقت کو وقت نہ تھا ایسے لگا کر اُڑے پَر

کُرۂ مہر پہ بے رنگ چمکدار لکیر ۴۰
کس قدر اپنی ہی چمکائی چمک سے چمکی
داخل اس میں ہوا میں، جب وہاں لائی تقدیر

تجربہ، نابغہ، فن جس سے بھی چاہوں امداد ۴۳
میں تصور میں بھی تصویر نہ وہ کھینچ سکوں
بس ستایا ہی کرے اب تو نظارے کی وہ یاد

کیا تعجب کہ تصور کی نہیں واں پرواز ۴۶
آنکھ کو بھی تو ابھی تک نہیں توفیق ملی
ہو سکے پوری طرح پر توِ خورشید پہ باز

تو خداوند کا یاں چوتھا گھرانہ تھا مقیم ۴۹
شادماں، شاد، تجلی میں شرابور اس کی
آشکار ان پہ تھا اس کا فنِ نفخ و تجیم

بیٹرس کہنے لگی "شکریہ واجب ہے سو کر ۵۲
حمد گا مہر ملائک کی، وہی فضل سے یاں
مرئی مہر پہ لے آیا تجھے بالا تر"

دلِ انساں نہ کبھی شوقِ مجسّم یکسر ۵۵
یوں ہوا ہوگا حضوری پہ خدا کی بیتاب
جس قدر ہے اسے مقدور ہے جیسا جوہر

کہ ان الفاظ سے میں ہوگیا تھا شیدائی ۵۸
اب خداوند کا — اور بھول گیا اس کو بھی
بیٹرس کی بھی محبت، یہ کہوں، گہنائی

ناگوار اس پہ نہ گذرا، وہ مگر مسکائی ۶۱
اور ہنستی ہوئی آنکھوں میں چمک لہرا کر
وہ مرے ذہن میں اک کیا کئی باتیں لائی —

اور لو! نور علیٰ نور کئی روشنیاں ۶۴
ایک گجرے میں گندھی واں پہ نمودار ہوئیں
ابرقی حلّہ سے بڑھ کر تھیں وہ حلوہ الحاں

روز اس دختِ لتونہ کا بھی دیکھیں ہالا ۶۷
تھام کے ٹھوس ہوا کرنوں کے دھاگے بُن دے
آس پاس اس کے احاطے میں منوّر جالا

اور فردوس نشاں دیکھے وہ دربار ایواں ۷۰
قیمتی لعل و گہر کے تھے خزانے ان میں
ایسے یکتا کہ خود اقلیم شہی ہو نگراں

ایسے وہ شعلہ نوا زمزمے تھے — پر کھولیں ۷۳
اور ان تک اڑیں ان سے جنہیں نغمہ کی ہوس
منتظر یار ہیں جب تک کہ نہ گونگے بولیں

نغمہ گر سورجوں کا ہالۂ سرگرم چنیں ۷۶
ضوفشاں گرد ہمارے ہواگرداں سہ بار
قطب ثابت کے قریں جیسے کواکب ہیں بریں

پھر لگا — رقص کی زنجیر میں جیسے پابند ۷۹
جب رکے تھاپ تو تھم کر ذرا رقاصائیں
مستعد گوش برآواز — نئی دھن ہو بلند

اور پھر ایک تجلّی میں سے آئی آواز ۸۲
"جو کرے نورِ سعادت یہ عطا' جو روشن
پیار سچا کرے۔ اس کی کرے پھر عمر دراز

اس تب وتاب سے یہ نور ہے تجھ میں افزود ۸۵
تجھے اس زینے پہ لے جائے نہ جس سے ہبوط
ہواگر واقعہ کوئی تو ہو وہ بہر صعود

جو کوئی منہ پہ صراحی کے اڑا ڈالے کاگ ۸۸
جو کوئی پیاس بجھانے کو نہ دے جرعۂ مے
بہتی ندیوں کو سمندر سا دھکیلے وہ جھاگ

اپنی من بھاؤنی کلیوں سے وہ تو ہار سنوار ۹۱
پھیرے خانم کے جو لے حسن میں اس کے بیخود
سفرِ عرش پہ کرتی ہے جو تجھ کو تیار

میں تھا اس گلۂ پاکیزہ کا اک بزغالہ ۹۴
راستے پر جسے ڈالا تھا ڈومینک نے جہاں
فربہی خوب ہو بھٹکے نہ ہو بھولا بھالا

میرا بھائی مرا استاد کھڑا ہے دائیں ۹۷
پاس یہ میرے کبھی تھا یہی البرٹ کلون
میں ہوں تھامس اکنس کی یہاں اب پرچھائیں

دوسرے کون ہیں سب نام پتے اور حالات ۱۰۰
میں تجھے ان کے بتاتا ہوں تسلی سے سُن
پاک گجرے پہ نظر ڈال مری بات کے سات

ہے گراتین کا شعلہ سادہ ہنستا ہوا نور ۱۰۳
جس نے کی دونوں طرائق کی برابر تشریح
اس کی تصنیف سے فردوس کو حاصل ہے سرور

پیٹر اس طائفے کے آگے ہے پرتو آرا ۱۰۶
وہ سخی، بیوہٗ بے مایہ کی یاد آتی ہے
دے دیا اس نے کلیسا کو خزانہ سارا

پانچویں روشنی رخشندہ تریں بین گروہ ۱۰۹
ہے وہ ہستی کہ محبت کا بھریں دم ایسا
کہ جہاں میں تو ہر اک شخص کو اس کی ہی ٹوہ

وہ دماغ اس کا ہے اعلیٰ وہ بلاداناۓ ۱۱۲
نہ اٹھا کوئی کبھی — اور کسی نسل میں یوں
سچ اگر سچ کہے — بینش کی یہی گیرائی

اور بقعہ ذرا آگے ہے جو تنویر افروز ۱۱۵
زندگی میں کیے تھے اس نے بخوبی معلوم
عرشیوں کے درجات اور مراتب کے رموز

پھر زمانہ میں ہے تابندگی سے خندہ زن ۱۱۸
عہد نصرانیہ کی جس نے وکالت کی تھی
بہرہ ور جس کی بلاغت سے ہوا آگستن

نور تا نور خرامیدہ تری چشمِ خیال ۱۲۱
جس طرح گاۓ ہیں گن میں نے اسی قاعدے سے
اور اب آٹھویں کا ہے اسے مطلوب احوال

خیر کلی سے وہ محفوظ وہ راحت ساماں ۱۲۴
غور سے جس نے پڑھی اس کی مدلل تحریر
اس نے دنیا کی ریا کاریاں دیکھیں عریاں

اس کا نوچا ہوا تن سلڈرو میں آسودہ ۱۲۷
جسے بن باس ملا جس نے شہادت پائی
مل گئی امن کی یوں مرتبتِ محمودہ

اس تجلی میں نفس زن نظر آئے اسڈور ۱۳۰
اور بیڈ اور رچرڈ ایسا کرامت والا
کہ قیاس آدمی سے کچھ اسے ٹھہرائے اور

اب نظر تیری یہ جس شعلے کو تک کر نکلی ۱۳۳
اک ہیولٰی ہے کسی سوچ میں مستغرق — وہ
ہے غم آگاہ کہ جاں اس کی سِسک کر نکلی

ابدی ضو ہے وہ سیسگر کی، کیا جس نے خطاب ۱۳۶
کوچہ خس میں — بیاں ایسے حقائق پرزور
جن کا منطق نے سجھایا تھا اسے اصل و صواب"

جیسے پھر آئے بلاتی ہوئی غیبی آواز ۳۹

زمزمہ سنج ہو جس وقت عروسِ قدسی

زوج سے 'پڑھتی دعا' پیار سے کرتی ہوئی ناز

کہ اُٹھے اور ملے حصّہ بہ حصّہ — ناقوس ۱۴۲

مترنم ہو نوا خیز — سرودِ سرمست

جاں عبادت کو جھکے پیار میں ہوکر ملبوس

سامنے ایسے تھا وہ حلقۂ اعلیٰ گرداں ۱۴۵

نغمہ انگیز صدا سے بھی صدا ہم آہنگ

ایک انجانی مسرت کا اُمڈتا طوفاں

کر سکے وقت کی رفتار نہ مدھم وہ ترنگ ۱۴۸

تشریحات:

۱-غیر زائیدہ قوت: خداوند تعالیٰ

۹-ایک گردش سیاروں کی زمین کے گرد دوسری سورج کی بروج میں؛ پہلی استوا کے متوازی دوسری اریب یا آڑی ہے۔ اعتدالین پر یہ ایک دوسرے کو قطع کرتی ہیں۔ برج حمل اور برج میزان (بہار وخزاں)۔

۱۴-سورج اور سیارے بروج میں آڑے راستے پر چلتے ہیں۔ سورج کے اس اندازِ دور سے رُتیں بدلتی ہیں۔

۲۰-شمالی نصف کرہ، جنوبی نصف کرہ۔

۲۸-سورج۔ ۳۳-دن بڑے ہونے لگے تھے۔

۳۴-سورج کے ساتھ اس طاس میں داخل ہو گیا۔

۴۹-ارواح کا چوتھا گروہ جو اربابِ بینش پر مشتمل تھا۔

۵۳/۵۴-مہر ملائک 'فرشتوں کا سورج۔ خدا' مرئی مہر' اپنا سورج۔

۶۷- دیوی لیٹویا تسونہ کی بیٹی، چاند۔

۹۵- ہسپانوی۔ سینٹ ڈومینگو ڈی گوزمن (۱۲۲۱-۱۱۷۰) کا دبستانِ درویشاں۔

۹۸- کلون جرمنی کا شہر، البرٹ میگنس، ڈومنک سلسلہ میں داخل رہا۔ تھامس اکنس نے اس سے فیض حاصل کیا۔ تبحر عالم اور متعدد کتب کا مصنف تھا۔ چھ مقالات ارسطو کے حواشی پر مشتمل، پانچ انجیل کی تفاسیر، کئی مذہبی تصانیف کے علاوہ عملی سائنس پر بھی اس کے مقالے موجود ہیں۔ مشاہدے کا قائل تھا۔ ۱۲۸۰ء میں ۸۷ سال کی عمر میں فوت ہوا۔

۹۹- تھامس اکنس۔ راوی ہے جو جملہ ازواح کو متعارف کرتا ہے۔ مذہبی معلومات پر بڑا عبور رکھتا تھا۔ اس نے ارسطو کا براہ راست یونانی زبان سے ترجمہ کیا۔ قبل ازیں جملہ تراجم عربی نسخوں سے کیے گئے تھے۔ اس کی کتاب ''تلخیص دینیات'' مشہور ہے۔

۱۰۳- بانیٔ فتاویٰ دیں ___ گراتین کی مشہور کتاب ''توافق'' میں دنیوی اور دینی قوانین وقواعد میں ہم آہنگی کا بیان ہے۔

پیٹر لمبارڈی، اس نے مشہور پیشواؤں کے مقولے یکجا کیے اور ایک بیوہ کی طرح اپنی تمام پونجی (علم کی) نذر کلیسا کر دی۔

۱۰۹- حضرت سلیمان، جن کی دانائی ضرب المثل ہے۔

۱۱۵- ڈیونی سیس، عہدِ وسطیٰ میں مراتبات ملائکہ پر کتاب لکھی۔

۱۱۸/۲۰- پولس اوری اس۔ ثابت کیا کہ نصرانیت سے دنیا کو فائدہ ہوا نہ کہ نقصان جو عام خیال تھا، آگسٹن سینٹ بنی ڈکٹ، عیسیٰؑ کا عین پیروکار۔

۱۲۴- بوتھیس (۵ ویں صدی) ایک فلسفہ کی کتاب کا نصف ''خیر و نیکی کے سوا ہر چیز فانی ہے''۔ شاہی امرا میں تھا۔ پھر سازشوں کا شکار۔ قید رہا، قتل کیا گیا سلڈ و میں دفن ہوا۔

۱۳۰- اسڈور ___ اشبیلیہ کا رہنے والا تھا، اس کی کتاب ''اور تجینیز'' علوم حکمیہ کی ایک ضخیم قابوس ہے۔

۱۳۱- بیڈ، مشہور مذہبی رہنما۔ ''انگلستان کی مذہبی تاریخ'' کا مصنف (۷۳۵-۶۷۳)۔

۱۳۱- رچرڈ' سکاٹ لینڈ کا رہنے والا ایک صوفی منش مذہبی پیشوا تھا۔ بارھویں صدی عیسوی میں گذرا۔ اس نے عہد نامہ عتیق' سینٹ پال کے ملفوظات اور یوحنا کے مکاشفہ کی تفاسیر لکھیں۔ اپنی تحریروں میں اس نے متصوفانہ غور و فکر اور علوم حکمیہ میں تطبیق پیدا کی۔ اس کا غور فکر' عالمِ استغراق سے مختلف ہے۔ استغراق' حقیقت کا وجدان ہے' تفکر اس کا عرفان۔

۱۳۶- برابانٹ کا سیگر۔ فلسفے کا استاد تھا۔ تھامس اکنس کا ہمعصر تھا۔ ابن رشد کے خیالات سے متاثر تھا اور انہی کی تعلیم دیتا تھا۔ لہٰذا کٹر عقائد کا تھامس اس کا شدید مخالف تھا۔ دونوں کی چشمک سے فضا مکدّر ہوگئی۔ بعدازاں سیگر کو کلیسا نے قید میں ڈال دیا۔ اور پھر اس جرم کی پاداش میں کہ وہ کلیسا کے سیاسی اقتدار کا مخالف تھا۔ اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ یہاں تھامس اس بات کی تائید کرتا ہے کہ منطقی طور پر وہ جن حقائق پر پہنچا وہ اس کی تعقلی کمالیت پر دلیل ہیں (مصرعہ ۱۳۸) —— ان بارہ ارواح میں پہلی چار ان کی ہیں جنہوں نے بداہۃً کھول کر اور صاف' دو (ڈیوتی سئس اور پولس اوسی اس) وہ جنہوں نے کنایۃً اور تین (پولس اورسی اس' اسڈور' بیڈ) نے رد باطل سے اور ایک کی روح (حضرت سلیمان) نے ادراک سے راستی اور کجی کے مسائل پر بحث کی اور اپنی ذہنی صلاحتیں اس کے لیے وقف کر دیں!

۱۳۹- وقت نماز سحر گہی۔

۱۴۲- گھڑیال کے حصے جب ملیں۔

لغت:

۵۴- مرئی۔ نظر آنے والا

۹۰- ابھاگ' مراد بے فیض۔

۹۱- من بھاؤنی۔ دل پسند۔

۱۱۸- زبانہ۔ شعلہ۔

گیارھواں کینٹو

طاس شمس (۴)

واقعہ: تھامس اکنس سابقہ کینٹو کی بعض تلمیحات کی وضاحت کرتا ہے۔ ضمناً ایک صاحب فقر سینٹ فرانسس کا بیان —

اے فنا مند تمنائے ضعیف الانداز
کج رواں فہم پہ موقوف قیاس الفارق
عالم ہیچ میں رکھے تجھے کوتہ پرواز
حکمت جامعی وضابطہ داری پہ طلب ۴
اقتدار اور کلیساؤں میں منصب داری
خوب ناخوب، برے اور بھلے ہتھکنڈے سب
اک تجارت پہ تو غارت میں ہے دیگر مشغول ۷
وہ تو گلچھرے اڑائے، کٹھن اس کا جینا
بدنی عیش پرستی ہے کسی کا معمول
سب وہاں ایسے یہاں مجھ کو مبارک یہ فراغ ۱۰
سارے ان جھنجھٹوں سے۔ بیٹرس ایسے ہمراہ
عرش پر ایسی پذیرائی کہ سب پھول چراغ

اور پھر دائرے میں گھوم کے آیا ہر نُور ۱۳
اس جگہ پر متمکن تھا جہاں پر پہلے
سب ٹکے، جیسے ٹکا دیتے ہیں شمع کافور

گفتگو کرتا رہا تھا جو مرے ساتھ اب تک ۱۶
مسکراہٹ کی نظر آئی مجھے لو اس میں
بیچ کی آگ سے بڑھ کر یہ چمکدار چمک!

"ہوں خداوند کی کرنوں سے سراسر رخشاں ۱۹
ہے مرا دھیان ابدی نور پہ، میں جانتا ہوں
وہ چھپے شک، کہ ترا ذہن کئے ہیں حیراں

ذہن پر چھائی ہوئی دھند یہ سب دُور کروں ۲۲
آشکارا ہو یہ نکتہ تری دانست پہ صاف
سادہ سہل وسلیس ایسے ہی مذکور کروں

"فربھی خوب ہو" جب میں نے یہ الفاظ کہے ۲۵
نہ اٹھا کوئی کبھی"— دوسرے کی باریکی
تجھ کو البتہ کچھ اس وقت بھی ملحوظ رہے

خالق کل کے یہ کل تابع فرماں کونین ۲۸
حکمت اسرار در اسرار ہے ایسی ان کی
چشمِ تخلیق شدہ جھانک نہ پائے مابین

اس ہی کی خاص اسے منظور ہوئی دلداری ۳۱
نعرہ زن، پاک لہو دولہا نے جب بھینٹ دیا
تاکہ آرام سے عظمت ملے اس کو ساری

اعتماد آئے عقیدہ ہو زیادہ جی دار ۳۴
اس کے ایوان میں ہر ہاتھ پہ اک شہزادہ
متعین کیا جو ہو اسے اصلاح برآر

ملکوتی تھا ودیعت اسے گر جذب وجوش ۳۷
دوسرا علم کے انوار سے روشن یکتا
مثل اگر کہیے تو تمثالِ تجلّیٔ سروش

ایک کی بات کروں — مدح سرائی گر ہو ۴۰
یہ کسی ایک کی، دونوں ہی کا حصّہ ہو گا
کیونکہ سرگرم رہے ایک مہم میں ہر دو —

توپنو اور تل او بلد سے نکلے ہے جو رود ۴۳
بیچ میں ان کے معلق ہے اک اونچائی سے
ایک زرخیز تلہیٹی میں وہ خطّہ مسعود

اس پہاڑی سے برجیہ میں برودت حدت ۴۶
پورٹہ سول سے آئے — نسرو اور گولڈو
نیچے پستے ہیں وہ اس جوغ گراں کی شدّت

یہ سرازیرِ شکستہ ہے جہاں سب ڈھلوان ۴۹
سُورج اس تیزی سے ہوتا ہے علاقے میں طلوع
کہ گزرتا ہے یہاں وادیٔ گنگا کا گماں

نام سے منکشف اس کی نہ مکمل ہو ذات ۵۲
اسسی (اوج رسی) بسکہ ہے ناکافی لفظ
”شرق“ موسوم کریں گر تو ہے برجستہ بات

وہ جب اُٹھا، تو سرِ ارض تہلکہ سا مچا ۵۵
دبدبہ اس میں تھا وہ عزمِ مصمم ایسا
حوصلہ خون کی مانند سراپا میں رچا

باپ کی کیسی نہ کی اس نے خشونت برداشت ۵۸
عنفواں تھا ابھی — اس زن کا ہوا گرویدہ
کوئی بھی جس کی محبت نہ کرے دل میں کاشت

صادقانہ کیا اس ذات سے اپنا بندھن ۶۱
(روبروئے) پدرو در حرم زہدانہ
دمبدم اور بڑھی اور بڑھی اور لگن

زوج سرتاج گنوا کر یہ ہوئی تھی بیوہ ۶۴
دور مقہور رہی بارہ صدی — قبل اس سے
نہ ملا کوئی اسے صاحبِ الفت شیوہ

نہ بھلا اس کا ہوا — تب ہی زمانہ ہو گواہ ۶۷
جس کی آواز سے تھرائی تھی ساری مخلوق
اس نے جب دیکھی امعکس میں نڈر اس کی چاہ

نہ بھلا اس کا ہوا — گرچہ بنا تھا یہ نصیب ۷۰
یہ جری ایسی کھڑی رہ گئیں مریم نیچے
ساتھ عیسیٰ کے یہ جھٹ چڑھ گئی بالائے صلیب

ہو مبادا مرے مضمون سے پیدا ابہام ۷۳
مفلسی اور فرانس نے کیا قصے میں
جانِ یہ عاشق و معشوق کا کردار تمام

عالمِ وصل میں سرشار، بہم نازونیاز ۷۶
وہ کرشمے، وہ نگاہیں وہ محبت، جن سے
پاک جذبات وہ اٹڈے کئے دل سینے گداز

—اور برنارڈ معزز نے بھی جوتے چھوڑے ۷۹
اور وہ دوڑ پڑا—ایسے سکوں کی جانب
سوچ ہر لحظہ قدم سست رہے اور تھوڑے

دولتِ جاہ فزا اے کہ یہ خوابوں میں ملے ۸۲
پابرہنہ چلے سل وسٹرو گا ئلز—اُڑے
'دولہا' کے پیچھے، دلہن ایسے گلابوں میں ملے

اب انہیں دیکھ رہے ہیں کھڑے اُستاد و پدر ۸۵
جمع پونجی بھی ہے سب، ساتھ سکھی ناری بھی
بیچ سی ڈور میں باندھے ہوئے مصروفِ سفر

جُھوٹی شرم اس کو نہ کھائے، نہ ہو سرافگندہ ۸۸
گرچہ تھا پیٹر برنورڈنی کا بیٹا
دیکھیں تحقیر و تمسخر سے سب — ایسا بندہ

عزم میں پختہ، کیا فاش تو کیا شاہانہ ۹۱
مدعا پوپ انوسنٹ پہ، جس نے کی ثبت
مہرِ تصدیق — اسے اہلِ نیابت مانا

معتقد اس کے بنے مفلس و نادار کثیر— ۹۴
عرش پر اس کی بڑائی کے ترانے گائیں
یہ عجب زندگی ایسی نہیں، بس ہو تقریر

پائے ورثہ میں، ریاضت پہ یہی شیخ شیوخ ۹۷
تاج پر تاج — کرے ہارس اس کو نائب
اور مل جائے عملداریٔ پاپا میں رسوخ

پھر طلبگارِ شہادت کو ہوئی دھن جو سوار ۱۰۰
عیسیٰؑ اور ان کے مبارک رفقا کا پیغام
لایا سلطاں کے لیے اور دیا عینِ دربار

ناسمجھ لوگ تھے یا پایا نہ ان میں رجحان ۱۰۳
اس عقیدہ پہ — لہٰذا نہ وہ ٹھہرا بیکار
اور لوٹ آیا کہ اٹلی میں لگائے کھلیان

بیچ میں ٹائبر ارنو کے وہ چٹیل ٹیلا ۱۰۶
مُہر عیسیٰؑ نے لگائی وہاں اس کے تن پر
مرتے دم تک رہا دو سال تلک وہ نیلا

جس خدا نے اسے کی مرحمت ایسی تسکین ۱۰۹
اب وہ راضی ہوا اس شخص کو دے اجرِ عظیم
کہ رہا مسکنت و مفلسی کا آپ رہین —

اور پھر رہ گئے اس کے جو بجا وارثِ دین ۱۱۲
بھائی بند اس کے انہیں سونپ دی خاتونِ عزیز
اسے اپنائیں، کریں پیار — یہ کردی تلقین

مطمئن مفلسی کی گود سے آخر گھر کو ۱۱۵
لوٹ کر رُوحِ عظیم آئی — مگر یہ لاشہ
نہ کسی دوسرے تابوت کا منّت کش ہو

شان سے زورقِ پطرس کی وہ تھامے پتوار ۱۱۸
ٹھیک کھیتا ہوا یہ ایک منجھے مانجھی سا
ہے بھنور پانیوں میں اور ہے گہرا منجدھار

اپنا بطریق ہے باہمت و ماہر ملاح ۱۲۱
جھانک کر دیکھ تو پیچھے وہ نظارہ کیا ہے
گھاٹ پر جاکے اُتارا گیا سامانِ فلاح

ریوڑ اس کا یہاں چٹخارے کا چارا مانگے ۱۲۴
مارا مارا جو بنوں گھاٹیوں میں پھرتا ہے
اس سے بنتی کرے اس سے وہ سہارا مانگے

دُور باڑے سے یہ بھیڑیں جو بھٹک جاتی ہیں ۱۲۷
ہانپتی کانپتی ٹوٹی تھکی ہاری ماندی
پھر نہ کھوجائیں کہیں ایسی کھٹک جاتی ہیں

ٹھیک ہے پھر یہ گڈریے کو نہیں چھوڑتی ہیں ۱۳۰
پشم الگ کر کے ذرا دیکھ ہیں معدودے چند
اس طرح واقعی پھر منہ جو نہیں موڑتی ہیں

اب جو یہ تو نے سنا ٹھیک دیا اس پر دھیان ۱۳۳
اور مری بات میں وارد بھی نہیں گر ابہام
اور یاد آئے تجھے میرا گذشتہ وہ بیان

تو سمجھ، ہوگئی خواہش تری آدھی پوری ۱۳۶
دیکھ کس پیڑ پہ ماری گئی یہ کلہاڑی
میں نے جس وقت وہ اک بات کہی دستوری

فربہی خوب رہے گی نہ ہو جو رہ آڑی" ۱۳۹

تشریحات:

۲-قیاس الفارق۔ منطق وہ چھوٹے بڑے ابتدائیہ پر بیچ کی بات کا قیاس کہ جو نتیجہ میں ظاہر نہ ہو۔ مثال، بڑا مقدمہ سب انسان فانی ہیں' چھوٹا مقدمہ سقراط انسان ہے (لہٰذا فانی)۔

۴-بلاغت رطب اللسانی اور قانونی موشگافی سے مطلب حاصل کرنا۔

۱۵-جھاڑیں موم بتیوں کا حلقہ۔

۱۶-تھامس اکنس۔

۳۱-کلیسا کی سرخروئی کے لیے حضرت عیسیٰؑ نے قربانی دی۔

۳۵-دو پیشوائے دین——سینٹ فرانسس (اسسی) سینٹ ڈومینک۔

۳۶-سینٹ فرانسس کے علاقے کا بیان جس میں "اسسی" ہے۔

۵۱-مشرق میں سورج کی بھرپور تابانی کی طرف اشارہ ہے۔

۵۳-اسّی لاطینی میں معنی "میں بلند ہوا" شرق بھرپور روشنی۔

۶۴-حضرت عیسیٰؑ۔

۶۸-جولیس سیزر

۶۹-امعکس' ایک غریب مچھیرا جس نے اپنی کشتی میں سیزر کو پار کیا۔

۷۹-صاحب ثروت شخص تھا' پھر سب کچھ چھوڑ چھاڑ فرانس کے حلقۂ فقر میں آ گیا۔

۸۳-دو صاحب حیثیت اسی کے باشندے فرانس کے مرید بن گئے۔

۹۲-پوپ انوسنٹ سوم' اس نے فرانس کا حلقہ مذہبا تسلیم کیا۔

۹۸-پوپ ہانرس سوم' پوپ سوم کا جانشین اس نے کلیسائے روما کا نائب بنا دیا۔

۱۰۲-پانچویں صلیبی لڑائی میں سلطان الملک الکامل کے خیمہ میں ۱۲۱۹ء۔

۱۰۶-پہاڑی الورینا پر چالیس دن چلّہ کھینچا' حضرت عیسیٰؑ سے دُعا کی کہ صلیب کے نشان بدن پر پڑ جائیں' ہاتھ پیر اور کمر پر داغ نمایاں ہو گئے!

۱۱۷-مرتے وقت وصیت کی تابوت میں دفن نہ کیا جائے۔

۱۲۳-اس کے پیروکاروں کی نجات ہو گئی۔

لغت:

۴۸- جوغ گراں۔ بھاری جوا۔

۸۶- سکھی ناری، ساتھی عورت۔ مفلسی۔

۱۱۸- زورق۔ کشتی۔

۱۲۴- بنتی۔ التجا۔

○

بارھواں کینٹو

طاس شمس (۴)

واقعہ: بارہ روشنیوں کا ایک اور ہالہ نمودار ہوتا ہے۔ سلسلۂ فرانسسکی کا سینٹ بوناونتورہ جو ان نوواردوں میں شامل ہے، سینٹ ڈومنک کے حالات سناتا ہے۔ پھر ان نئی ارواح کا تعارف کراتا ہے۔

جونہی اس لمعۂ زخشیدہ نے کی بات تمام
گھومنے لگ گئی وہ آسیۂ ربانی
وہی گردش تھی، وہی زمزمہ انگیز خرام

اور پورا ابھی کھایا بھی نہیں تھا چکر ۴
کہ بنا اور نیا دائرہ اک گرداگرد
جز بہ جز، صوت بہ صوت ایک کی مانند دگر

سرن و راقیہ کی بانسریوں کے شیریں ۷
تان سران کے مقابل لگیں ایسے پھیکے
جیسے جلوہ کہیں اور اس کا فقط عکس کہیں

اور ہم مرکز و ہم رنگ وہ ایسی بے شک ۱۰
جیسے، قلماقنیاں جو تو نے جب بھیجیں — تو
ملگجی بادلوں میں بن گئی اک اور دھنک

تھی بروں قوس قزح اپنے دروں کا پرتو ۱۳
ہائے وہ شوخ ادا چاؤ سے اپنائی ہوئی
جس طرح ابخرے پی جاتی ہے خورشید کی ضو

اس میں انسان کو یہ ہوگئی بیش آگاہی ۱۶
دوسری مرتبہ غرقاب نہ ہوگی دُنیا
نوح سے وعدۂ یزداں یہ ثبوت اس کا ہی

دو لڑا ہار وہ گل ہائے ترو تازہ کا ۱۹
یوں نوا سنج ہوا گرد سماں باندھ گیا
اندروں اور بروں سازِ ہم آوازہ کا

ناچ، گیت اور لپکتی ہوئے لو سے ترتیب ۲۲
نُور بر نُور، اسی دھن میں، اسی لمحہ یکسر
متحرک خوش وسنجیدہ — یہ اعلیٰ تقریب

ہو گئی ختم — وہ دو دائرے ایسے گئے تھم ۲۵
جس طرح ایک ہی تحریک سے دونوں آنکھیں
بند ہوں اور کھلیں مل کے اکٹھی اک دم

ہالہ میں اک نئے دل سے سنی آتی آواز ۲۸
میں ادھر گھوم گیا قطب نما کی مانند
اور اس طرح کیا اس نے سخن کا آغاز

"جس محبت سے ودیعت ہے مجھے حسن جاں ۳۱
اذن فرما ہے کروں مدح میں اُس سالک کی
جو یہاں تھا مرے مرشد کے لئے رطب لساں

کیوں نہ ہم ایک دگر میں ہمہ تن ہوں شامل ۳۴
ساتھ ساتھ ایسے ہی کی مل کے جو صف آرائی
ساتھ ساتھ ایسے ہی اب نور فگن ہوں شامل

چند تعداد میں، دہشت زدہ، افتاں خیزاں ۳۷
فوجِ عیسیٰؑ — جو بنائی بڑی قربانی سے
اپنا پرچم لئے تھی غیر یقینی سے رواں

لایزل بادشہِ کل کا ارادہ ہوا تب ۴۰
اس ڈری سہمی ہوئی فوج کو بھجوائے کمک
وصف اس کا نہ تھا — رحمت کا اعادہ ہوا تب

اس نے پس اپنے کلیسا کی سہولت کے لیے ۴۳
عمل و قول سے بھٹکوں کو اکٹھا کرنے
پیشوا دو (کہ یہ دکھلائے ہیں) مبعوث کیے۔

اس ریاست میں جہاں مست خرامیدہ نسیم ۴۶
سبزے کو فصلِ بہاراں میں کھلا کر، آگے
سارے یورپ کو بنا دیتی ہے فردوسِ نعیم

سر پٹکتی ہے جہاں موج کنارِ ساحل ۴۹
خاص دور اس سے نہیں — اور جہاں پر سُورج
دور چلتا ہوا چھپ جاتا ہے آکر کامل

مدتوں تک رہا خوشحال، کلھورا کا نگر ۵۲
جسے محفوظ رکھا اس سپرِ اعظم نے
شیر فاخر تھا اور اک شیر مسخر جس پر

اس نگر میں ہوا اس شیفتۂ دیں کا جنم ۵۵
نیک و مضبوط ولی، دوست کو جو دوست رکھے
دشمنوں کے لئے لیکن تھا وہ تیغ دودم

روح پھونکی گئی اس طور وہ پیشیں ممتاز ۵۸
قوی و زندہ کہ مادر کے ذریعے آئی
بارور رحم میں اک قدرتِ الہام نواز

ساعتِ سعد میں مذہب سے رچا اس کا بیاہ ۶۱
پاک پانی کے ترشح سے ہوئی جب تدہین
تھے بری اور جہیز ان کے بجات اور پناہ

نسل میں جس نے چلایا اسے 'مورث خاتون ۶۴
خواب میں اس نے عجب نعمتِ عمدہ دیکھی
وہ اور آیندہ کی پشتیں جسے رکھیں مامون

اس لئے تا کہ موافق ہوں بہم نوع ونسب ۶۷
ہے یہ کس کا' ہوا معلوم چلے روح القدس
اور موسوم مضافی کیا اس کو بالرّب

مشتہر میں کروں جس کے یہ عمل اور خوبی ۷۰
ڈومنک ہے - کیا عیسیٰؑ نے کشاورزِ چمن
کاشت اراضی کرے اس کی وہ بہ خوش اسلوبی

دوست اور ایلچی عیسیٰؑ کا وہ افضل نکلا ۷۳
آشکار اس سے کیا اپنا لگاؤ اس نے
حسبِ فرمودۂ عیسیٰؑ بھی جو اوّل نکلا

باربا دایہ اسے کھری زمین پر ڈالے ۷۶
کھولے آنکھیں یہ پڑا رہتا تھا چپ چاپ ایسے
کہ ہو گویا "وہ اسے خاص غرض سے پالے"

او پدر نام بھی فیلکس ترا خوب ہوا ۷۹
اور تھا نام ترا ٹھیک جوانا' اے ماں
ہو اگر نام سے اخذ اس سے جو مصلوب ہوا

حرص دنیا نہ تھی جو کسب ہوا موجودہ ۸۲
استہ تھے ڈوس کو بھی لابھ سے جو پڑھتے ہیں
پاک منا کی اسے چاہ تھی غیر آلودہ

جلد وہ بن گیا اک جیدّ و فاضل عالم ۸۵
کہ رگ تاک میں لے جانچ کہ ہو جائیگی خشک
بے ہنر ہاتھ لگا' گر وہ کرے اس کو نم

اب نہیں' تھا جو کبھی حلقۂ دینی آباد ۸۸
(دوں نہ الزام اسے — بلکہ خرابی اس کی
جو مسلط ہے) وہاں تھے غربا نیک نہاد

چھ کے بدلے میں نہ ادھ اور تہائی مانگی ۹۱
وہ یکی بھی نہیں' حصہ جو مساکین کا ہے
نہ زرِ منصبی کی پہلی بٹائی مانگی

مانگا پروانہ کہ جاری رکھے ان تھک وہ جہاد ۹۴
بدعمل دہر سے - اس پاک عقیدے کے لئے
جس کے حامل یہ ترے گرد ہیں چوبیس افراد

جب اجازت اسے حاصل ہوئی یہ روحانی ۹۷
دین آگاہ، اسی ولولہ و جوش کے ساتھ
تیز ڈھلوان پہ جس طرح گرجتا پانی

جھاڑ جھنکاڑ پہ الحاد کے وہ بھی جھپٹا ۱۰۰
سب تلف کرتا ہوا — اور بہت سخت جہاں
سخت ترپائے عدو، پاؤں کہیں کب رپٹا

پھوٹ کر کوہ سے بہے پھر متعدد سوتے ۱۰۳
یوں کلیسا کی سبھی کیاریاں تھالے سینچے
تاکہ ہوجائیں ہری ٹہنیاں ہوتے ہوتے

کام میں لایا تھا اک رتھ کا یہ پہیہ ایسے ۱۰۶
کہ غلط وضع خرابی سے کلیسا نکلے
ٹھیک فرمائے وہ مذہب کا روّیہ ایسے

دوسرے کی بھی نہیں عمدگی پر چاہیے، شک ۱۰۹
تذکرہ جس کا صراحت سے کیا تھا مس نے
اس سے پہلے کہ نہ آتا تھا ابھی میں تجھ تک

لیکن اس پہیّے کی مینڈر نے جو رستہ ناپا ۱۱۲
لوگ اسے بھول گئے سب نے اسے چھوڑ دیا
یوں کہو کوزۂ اصلی پہ ہے گارا تھاپا

ہوگیا اس کا گھرانہ وہ بڑا بے ہنگم ۱۱۵
متحد نقشِ قدم پر جو رواں تھا پہلے
آگے اور پیچھے سے ٹکراتے ہیں اب لوگ بہم

فصل کاٹیں گے تو ہوگی یہ حقیقت معلوم ۱۱۸
کاشت ناقص وہ ہوئی تھی کہ ملے ہیں بھس مونڈھ
روئیں چلائیں گے پھر وہ متاسف مغموم

ہو اگر اپنے صحیفے کی تلاوت مربوط ۱۲۱
صفحہ برصفحہ نظر آئے گا مسطور یہی
میں جہاں پر تھا سو ویسا ہی کھڑا ہوں مضبوط

وہ کہاں — اب تو ملیں گے تجھے کرتے حیلے ۱۲۴
اکس پرتہ کہ کسل کے ہیں وہ رہنے والے
نظم اور ضبط میں پکّے تو کبھی یہ ڈھیلے

بونہ دنتورہ کی وہ زیست کہاں جلوہ فگن ۱۲۷
بگنورگیو مری کنیت تھی، مفاد دینا
میرے حلقے میں نہ پہنچے، رہی ان پر قدغن

آسٹن نور فشاں یہ الومنٹو کے قریب ۱۳۰
پیر ننگے وہ چلے پہلے غریبوں کے ساتھ
تھام کر ایک ہی رسی ہوئے یزداں کے حبیب

سینٹ وکٹر کا وہ ہغ ساتھ ہے پیٹر منگڈور ۱۳۳
پیٹر اسپین کا پھر — بارہ تصانیف اس کی
جن پہ کیا صرف کیا علم وضاحت کا زور

ناتھنِ پاک وحی — صدر مقامی قستوم ۱۳۶
انسلم اور ڈناتس، کیا فن کا چرچا
جس نے پہلے پہل ایسا بھی نہیں یہ مذموم

یہ ربانس ہے۔ وہ آخر میں جو آتا ہے نظر ۱۳۹
کیا آغاز جہاں — ہے کلابریہ کا قسیس
جاو چم — شعلہ در اندامِ حقیقی رہبر
رشکِ مندانہ گُن اِن بارہ رتن کے گاؤں ۱۴۲
بھائی تھامس نے کیا اس پہ مجھے آمادہ
نرم گفتاری و نیکوئی وہ کیا بتلاؤں
جس سے سارے رفقا میرے بنے ہم جادہ" ۱۴۵

تشریحات:

۱۱-جونوٗ جو پیٹر کی بیوی اُس کی کنیز قوسِ قزح ہے (ارلیس)

۱۶-طوفان کے بعد حضرت نوح سے خدا کا وعدہ کہ آئندہ سیلاب کی ایسی مکمل تباہکاری نہ ہوگی اُس معاہدہ کی علامت خدا نے اپنی کمان — دھنک — کو بنایا جو نمودار ہوگئی۔

۴۵-سینٹ فرانس اور سینٹ ڈومینک۔

۴۶-اسپین یہاں سے مغربی ہوائیں چلتی ہیں اور یورپ کو بہار آفریں کرتی ہیں۔

۵۲-شاہان کلھورا کی ڈھال پہ دو شیر بنے تھے اوپر نیچے۔

۶۴-وادی ستارہ خواب میں دیکھا اور بشارت پائی۔

۷۵-پہاڑی کا پہلا خطبہ: "غریب بابرکت لوگ ہیں"۔

۸۳-وہ عالم جن کی کتابیں نصاب میں تھیں اور لوگ دنیوی فوائد کو پڑھتے تھے۔

۸۸-پاپائی ریاست جس میں خرابی نہیں۔ مگر موجودہ پوپ بونی فیس ہشتم نے خراب کردی ہے۔

۹۱-چھوٹے گرجا گھروں کے پادری وغیرہ آمدن میں رعایت مانگتے تھے کہ غرباء کو پورے کی جگہ آدھی تہائی ادائیگی — ڈومنک نے پوپ سے یہ نہ چاہا۔

۱۲۷-بونہ ونتورہ۔ تھامس اکنس کا مرید، صاحبِ علم و فضل اور عالمِ باعمل تھا۔

۱۲۲۱-۱۲۷۴ء۔

۱۳۰- آسٹن الومنٹو دونوں فرانسسکی درویش تھے۔

۱۳۳- ہیوغ (۱۲ ویں صدی) خانقاہ سینٹ وکٹر سے منسلک تھا۔ اندرونی حلقے کے پیٹر لمبارڈ اور رچرڈ اس کے شاگرد تھے۔

۱۳۴- پیٹر اسپنی 'جون (xxi)۔ کے نام سے پوپ بھی رہا۔

۱۳۶- ناتھن۔ حضرت داؤد سے صاف گوئی سے پیش آیا۔

قستوم۔ (چوتھی صدی) انطاکیہ میں پیدا ہوا۔ قیصرہ تھیوڈ دسیہ کو اس کی عیاشانہ زندگی پر فہمائش کی۔ لہٰذا جلاوطن ہوا۔

۱۳۷- انسلم۔ ولیم رومن شاہِ انگلستان نے آرک بشپ آف کنٹر بری مقرر کیا۔ (۱۱ ویں ص) ڈوناتس۔ چوتھی صدی عیسوی کا رومی ماہر صرف ونحو۔

"علوم اربعہ — ریاضی، اقلیدس، ہیئت و نجوم، موسیقی — میں سب سے اولیت علم صرف ونحو کو حاصل ہے"۔ (قول)

۱۳۹- ربانس' مینیسن کا آرک بشپ۔ تاویلاتِ انجیل کا مصنف۔

۱۴۱- جاوچم۔ پادری تھا' اس عقیدے کا بانی کہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے روح القدس کا بھی ظہور ہوگا۔ کشف ورویا روحانیت کا آدمی تھا۔

۱۴۳- بارہ رتن' فردِ واحد بر قیاس نورتن۔ سینٹ ڈومنک۔

لغت:

۱۰- قلماقنی۔ کنیز، باندی

۶۲- تدہین۔ مسح' بپتسمہ

۷۱- کشاورز۔ مالی، ہالی

۸۳- لابھ۔ لالچ

۱۴۳- پلاڈین۔Paladin' شارلیمان کے خاص درباریوں کا ٹولہ تھا جو بارہ تھے۔ کسی ایک کو بھی کہتے تھے۔ میں نے "تان سین اکبر کا نورتن تھا" کے قیاس پر بارہ رتن بنا کر صیغہ' واحد میں برتا ہے۔

تیرہواں کینٹو

طاس شمس (۴)

واقعہ: چوبیس روشنیوں کے دو ہالے گاتے نُور بکھیر تے بیٹرس اور دانتے کے گرد گھومتے ہیں — سینٹ تھامس دانتے کا دوسرا شک رفع کرتا ہے — "نہ اُٹھا کوئی کبھی" — پھر تلقین کرتا ہے۔ کوئی اخلاقی یا علمی بات بغیر سوچ سمجھے مانے نہ جھٹلائے — جلد بازی سے فیصلہ نہ کرے۔

وہ تصوّر کرے — چاہے، وہ بخوبی جانے
میں نے دیکھا جو وہاں — پھر مرے دورانِ سخن
دھیان رکھے، نہ بکھرنے دے یہ تانے بانے

آسماں پر وہ چمکتے ہوئے پندرہ تارے ۴
ایسے روشن کہ نہ لیں کرنوں سے تہ بازاری
ابخرۂ شب جو بناتی ہے فضا میں بھارے

پھر تصوّر کرے افلاک پہ دب اکبر ۷
صبح یا شام چلے ٹھیک لئے جو قلبہ
قطب گردندہ سے اپنے نہ پرے ہو دم بھر

پھر تصوّر کرے — قرنائی کا ناقوس دہن ۱۰
چونچ جس کی وہاں اوپر کی طرف بنتی ہے
الملاء جس دھرے کی نوک پہ ہے گردشِ زن

کہ سب ان تاروں نے واں چرخ پہ دو نقش کیے ۱۳
جس طرح دخترِ مینوس نے کاڑھا ان کو
کپکپاتے ہوئے جب بجھ گئے سانسوں کے دیئے

اس طرح بیچ میں ہالے کے وہ روشن ہالہ ۱۶
اور اس طرح وہ کھاتے ہوئے چکّر مل کر
ایک کی چال میں ہے دوسرے ایسا چالا

تارا منڈل وہ — یہ ممکن ہے بنے عکس فروز ۱۹
دوہرا وہ ناچ بھی — جو واقعی جاری تھا گرد
میں جہاں اس سے کھڑا ہو رہا تھا لطف اندوز

عکس مدھم ہی سا — جیسا نظر آتا ہے اصول ۲۲
ز روزمرّہ ہمیں ان کا — وہ کُرہ تیز تریں
جیسے چیانا کے بہاؤ سے بڑھائے معمول

گونج باخوس نہ پئین کے نغمات میں یہ ۲۵
جھلک اک وضع کی ان تین طبائع میں تھی
یہی اک طبع میں پھر، اور ہر اک ذات میں یہ

ہوگیا زمزمہ و رقص کا جب ختم وہ دور ۲۸
ہوئے لمعاتِ مبارک متوجّہ ہم پر
شغل در شغل مسرت سے تھی سرگرمی اور

اور وہ جس نے سنایا تھا مجھے پُر افسوں ۳۱
پہلے درویشِ خُدا مست کا قصہ سارا
توڑی اس لمعہ نے وہ سحر زدہ خامشی یوں

"ہاں اک گاہنے کے بعد سمیٹے دانے ۳۴
بخوشی پیار کی ترغیب ملائم سے مجھے
چوٹ پر موگری کی اب ہیں وہ اگلے لانے

تو ہے خلجان میں۔ جس سینے سے پسلی لے کر ۳۷
جاں فزا عارضِ گل رنگ بنایا تھا وہ
مزۂ لمس سے جس کے ہوئی دُنیا ابتر

اور جس سینے نے نیزے کی دڑز کی محسوس ۴۰
ایسے تاوان بھرا ماضی و مستقبل کا
کہ گنہ تل کے ترازو میں نہ کردے مایوس

نفخ فرمایا خداوند نے وہ سارا نور ۴۳
جس سے طبع بشری میں ہو اُجالا یکسر
ایک یا دوسرا دونوں کئے اس سے معمور

پس ہے خلجان تجھے۔ جو کیا ہے میں نے بیان ۴۶
جب ثنیٰ ہی نہیں کوئی تو کس منطق سے
پانچویں روشنی کے حصّہ میں آئی یہ شان

کھول کر آنکھ اسے دیکھ وہ جو دکھلایا ۴۹
میری بات اور تری رائے ہیں دونوں حق پر
دونوں کے ہاتھ وہی گوہرِ مقصود آیا

اس جگہ کوئی بھی جو فانی ولافانی ہے ۵۲
نہیں اس ظن کے تجمّل کے سوا جو جانے
ربّ کے اس پیار کو ہر ایک کا جو بانی ہے

منبعِ نُور سے بہتی ہے ضیائے پُرجاں ۵۵
منقطع بھی مگر اس سے وہ نہیں ہوتی ہے
نہ ہی اس پیار سے جوان میں ثلاثی ہے رواں

اس کی ہے شان وتجلّی میں بہم استقران ۵۸
نومراتب میں بھی جس طرح نمایاں ہے یہ
وحدۂ بھی ہے وہ پھر وہ ــــ ابدی ولافان

اس تجلّی کے پیاپے کیا کرتے ہیں نزول ۶۱
اثرات آخری حد تک دگرے با دگرے
بن کے رہ جاتی ہے یہ عارضی مدِّ معمول

ہیئت اک ـ میری سمجھ میں تو یہ ایسے آئے ۶۴
زائیدۂ ساختہ ــــ مطلوبہ ہو جس طرح کی شے
تخم بے تخم اسے گھومتا گردوں دے جائے

پس لگے ٹھپہ جب اس ظن کا، بے اوّل دوم ۶۷
صنف ان چیزوں کی، ہیں مختلف اب دونوں ہی
مہر اور ثبت کرے نقش یہ جس پر، وہ موم

پس شجر لائے پھل اپنے ہی پہ تلخ وشیریں ۷۰
اور ایسی ہی ہے انسان کی خلقی افتاد
کوئی بھی ایک طرح اہل و ہنرمند نہیں

موم اگر ٹھیک یہ بے میل بنایا ہوتا ۷۳
کم نہ ہوتی یہ تجلّی بھی گروں سے چھن کر
نقشِ خاتم بھی سدا ایک سا آیا ہوتا

ڈگمگاتی ہے یہ فطرت بھی، کہ اوزاروں پر ۷۶
یوں گرفت اس کی۔ کہ ہو ہاتھ میں رعشہ جس کے
دسترس گرچہ ہنر میں رکھے اک کاریگر

ہاں، خداوند نے جو نُور کیا ہے روشن ۷۹
اوّلیں اصل وہی ثبت کرے پیار کی ذات
نقش ہر طرح مکمل ہو وہاں —— حاصلِ فن

اسی اقدام سے وہ جو کہ تھا خاکِ مُردہ ۸۲
آبرومند بدن میں کیا اس کو ملبوس
ہوئی عذرا سے بھی تخلیق وہ برآوردہ

ہے بجارائے تری، فطرتِ انساں کو نصیب ۸۵
واقعی پھر نہ ہوا اور نہ آئندہ ہو
متصف ہو گئے جس وصف سے دونوں یہ حبیب

اب جو آگے نہ بڑھے بات، یہیں رُک جاؤں ۸۸
کس طرح تیسرے کو ماننے پھر بے ہمتا
تجھے اُلجھن ہی رہے گی سو یہ اب بتلاؤں

صاف ہو جائے یہ ابہام بھی سب بے کم و کاست ۹۱
یاد کر کون تھا وہ، اور وہ منشا کیا تھا
جب یہ پوچھا گیا "کیا چاہیے؟" "پھر کیا درخواست

تھا وہ سلطان، مری غور سے سن اب یہ دلیل ۹۴
آگہی کا وہ طلب گار ہوا بہر مرام
سلطنت کے لئے تا کہ ہو وہ بالذات کفیل

کر سکے گردشِ افلاک کا وہ اندازہ ۹۷
یہ نہ چاہا، نہ یہی بہر ثبوت قطعی
کیسے تمہید قیاسات پہ ہے خمیازہ

نہ تمنا سے نخستیں حرکت جانی ہو ۱۰۰
نہ یہ ادھ چکروں کے بیچ تکونیں کیونکر
زاویہ قائمہ ہیں — ایسی ہمہ دانی ہو

ماسبق بحث میں تو کچھ بھی کر اس سے منسوب ۱۰۳
ہو یہی اخذ وہ بے مثل تھا دانائی میں
ہے یہ نکتہ مرا تو اس کو سمجھ لے اب خوب

نہ اُٹھا کوئی بھی، سنجیدگی سے کر اب غور ۱۰۶
بادشاہوں سے مُراد اس سے مری تھی اور وہ
گو بہت ہیں — پہ عظیم ایسا نہیں ہے کوئی اور

کب غلط ہیں، مرے الفاظ کو اس فرق سے جان ۱۰۹
ان سے مجروح نہیں ہے ترا جدِّ اول
اور نہ حرف آیا ہے، جس ذات پہ برحق ایمان

تیرے سیسے کے ڈھلے پاؤں نہ یوں تنگ کریں ۱۱۲
مضمحل چال چلے منفی ومثبت کی طرف
کچھ بجھائی نہ پڑے ایسا ترا ڈھنگ کریں

کوئی اس شخص سے احمق نہیں ہوگا بڑھ کر ۱۱۵
کہ وہ اک بات کو جھٹ مان لے یا جھٹلائے
ایک سے دوسری جانچی بھی نہ ہو کچھ پڑھ کر

جلد بازی میں غلط رائے بنالے جو شخص ۱۱۸
سر بسر عصبیت و ضد کا بنے اک پتلا
خود فریبی میں سدا عقل کو ڈھالے جو شخص

سچ تو مچھلی سا پکڑنے کو کنارے پہ چلے ۱۲۱
اور اسے خاک بھی آتی نہ ہو ماہی گیری
کچھ نہ ہاتھ آئے گا بیٹھا کفِ افسوس ملے

تو نظر پرمنیدس اور بریسن پر ڈال ۱۲۴
پھر ملی سس یہ — دبستاں پہ دبستاں ان کے
اور پلے نہ پڑے آپ ہی وہ استدلال

مختلف پھر نہیں سبلیس اری یس — وہ فضول ۱۲۷
جس نے انجیل میں تحریف کبھی بھی کی ہے
جیسے تلوار کہ چہرے وہ کرے اول جلول

بسکہ خوش فہم نہ ہو رائے پر اپنی کوئی ۱۳۰
ایک دہقان کہ تخمینہ کرے حاصل کا
فصل پک جانا تو ہے دور ابھی جب بوئی

میں نے دیکھی ہے بڑی سخت بڑی کانٹے دار ۱۳۳
سرد موسم میں بیابان کی ایسی جھاڑی
گلِ تر جس پہ کھلا دیتی ہے پھر فصلِ بہار

میں نے دیکھا ہے کیا طے سفرِ بحرِ دراز ۱۳۶
عین ساحل پہ مگر آئی تباہی ایسی
کہ ہوا غرق رواں تیز دلآویز جہاز

اسلم و سلمیٰ تیئں دیکھنے میں جیسے ہوں ۱۳۹
پارسا شیخ کوئی — کوئی لفنگے بدکار
کیا خبر چشمِ خداوند میں وہ کیسے ہوں
سرخرو عین ہے ممکن کہ یہ ہوں اور وہ خوار'' ۱۴۲

تشریحات:

۱- دانتے نے بارہ اور بارہ دین پرست نیک آدمیوں کا تذکرہ پہلے کئی کینٹوؤں میں کیا ہے۔ جو ہالہ میں ہالہ صورت روشنی بکھیرتے گھوم رہے ہیں — اس کو دھیان میں رکھ کر اس کینٹو کے ابتدائی سات آٹھ بند پڑھنے کی تلقین کرتا ہے — نکاتِ مماثلت یہ ہیں:۔

۱۰/۷/۴ پندرہ تارے جو اس کے زمانے میں معلوم تھے یعنی سیارے جو زیادہ اہم تھے دب اکبر یا بنات النعش کے سات تارے۔ دبِ اصغر کے دو تارے۔ دب اصغر کو اس وقت کے ملاح ایک ایسی قرنائی کی صورت میں سمجھتے تھے جس کے منہ پر دو ستارے ہیں۔ یہ کُل ۲۴ ستارے ہو گئے ۱۲+۱۲ —

۱۳- دخترِ مینوس اردیانہ نے اپنی شادی کے لئے ہار بنایا' مگر وہ مرگئی' اس کا یہ ہار آسمان پر چلا گیا' جو تقریباً دائرہ سا ہے۔ سو ہالہ

۱۹- چوبیس لمعات کا تصور تب کچھ ممکن ہے۔ مگر پورا عکس تب بھی نہیں۔

۲۲- ستارے ان کا مکمل عکس بنا سکتے ہیں' اور جس تیزی سے وہ گھوم رہے تھے۔ الملا جو انتہائی تیز گھومتا ہے وہ نہایت سست رو چیانا ندی لگے۔

۲۵- ان کی لے ایسی کہ باخوس اور پیئین (اپالو) کے نغمے اس تک نہ پہنچ سکیں۔

۲۶- صحیح تصور تب ہوا ایک کا تین میں جلوہ' تین کا ایک اور پھر تمام مخلوق کی ذات میں جلوہ دیکھنے کا شعور مکمل ہو!

۳۷- حضرت آدم/ حضرت حوا' عورت جس کی ذات سے کیا کیا فتنے اُٹھے۔

۴۰- حضرت عیسیٰ جنہوں نے اپنے خون سے گناہ کا کفارہ کیا۔

۴۸-خدا نے اپنی عظمت ان دو کو دے دی تو حضرت سلیمان کیسے لاثانی ہوئے اور انہیں کیسے مل گئی کیونکہ اس عظمت کا ثنیٰ یا دوسرا حصّہ کوئی نہیں۔

۵۲-۸۲-بحث کا لبِ لباب یہ ہے خدا کا جوہر مختلف عرشوں سے نیچے آ کر مختلف مخلوق میں انتہائی کم درجے میں سرایت کرتا ہے۔ دانتے کو اعتراض یہ تھا کہ اس صناعِ کامل کی بنائی ہوئی مخلوق میں نقص کیوں ہو، سو اس کا جواب دیا۔ مزید یہ کہ اس نے اپنے کمالِ کلّی کا مظاہرہ تو آدم وعیسیٰ کو بنا کر کیا' جو بے عیب اور کامل ہیں۔ پس ایسی کمالیت اور کسی کو نہیں' دانتے کی یہ بات تھامس اکنس نے مان لی۔

۹۴-اپنا جواب اس نے یہ دیا کہ سلیمان بادشاہ بھی تھے اور اس نے جب یہ کہا' کوئی ان سا اور نہیں تو مراد یہ ہے کہ تمام سلاطین میں ان کے مقابلے کا کوئی نہیں۔ انہوں نے حکومت کی فہم مانگی۔

۱۰۹-حضرت آدمؑ، حضرت عیسیٰؑ

۱۱۲-اب اکسنس اس سے خبر دار کرتا ہے کہ اندھا دھند کسی معاملہ میں فیصلہ نہ کرنا چاہیئے اور جو ظاہر ہے اسے دیکھ کر کسی کو اچھا یا بُرا قرار نہ دے دینا چاہیئے۔ (۱۳۹-۱۴۲)

۱۲۴-پرمینی دس (۵ ویں ص ق م) یونانی فلاسفر تجسیم روحانی کا منکر، ژینو بانیٔ رواقیت اس کا شاگرد تھا۔ برائسن' ارسطو کے مطابق اُس نے علمی بددیانتی سے غیر اقلیدسی ذرائع سے دائرہ کو مربع ثابت کیا۔ ملی سس بھی پرمینی دس کا ہمخیال، سموس کا رہنے والا تھا۔

۱۲۸-ان دونوں نے تثلیث سے انکار کیا کہ یہ ایک خدا ہی کے الگ الگ نام ہیں۔

لغت:

۴۰-دڑز (ڈرھز' ہندکو) زور سے گھونپنا۔

۵۸-استقران (مادہ قرن) باہمی میل۔ مراتب، فرشتوں کے طبقے لافان۔ امرا۔

۸۲-عذرا (کنواری) مریم عذرا۔

۸۸-بے ہمتا، لاثانی۔

۱۱۷-پڑھ کر' محاورۃً اصلیت معلوم کر کے۔

چودھواں کینٹو

طاس شمس (۴) طاس مریخ (۵)

واقعہ: دانتے کی طرف سے بیٹرس کا استفسار، حشر میں رُوحیں تجلّی حق سے کس حد تک تاب دیدار لاسکیں گی۔ حضرت سلیمان فضل، رویت، محبت اور تجلّی کے باہمی ربط کی وضاحت کرتے ہیں۔ طاس مریخ پر صعود ہوتا ہے۔ تو صلیب صورت دو نوریں گروہ سامنے آتے ہیں ـــــ حضرت عیسیٰؑ ظاہر ہوتے ہیں۔

لہریئے گول پیالے میں بنائے پانی
بیچ سے کور تلک، کور سے پھر بیچ تلک
باہر اندر سے اگر کوئی ہلائے پانی

بات کرلی تو مرے ذہن سے وہ عکس وجیہہ ۴
دور تھا، س کا گیا ہی تھا ابھی یا فوراً
لوٹ کر آگیا ـــــ برجستہ بمثلِ تشبیہ

گفتگو بیٹرس اور اس میں چلی تھی اب کے ۷
جس طرح طبعِ حسینہ کو ہوئی تھی منظور
بات یوں بات کے سانچے میں ڈھلی تھی اب کے

"قدرت اظہار کی ایسی نہیں، ہے گنگ آواز ۱۰
فکر میں بھی ہے کچھ ابہام ـــــ یہ اُس شخص کو تو وہ
اور اک نکتہ کی ہے ـــــ اور زِحدِ آغاز

ہیئت اب جو تری گلپوش تجلّی کی ہے ۱۳
تو یہ بتلا اسے کیا پھر نہیں ہوگی تبدیل
ابداً واقعی اب ہو گئی یہ صورت طے؟

بات اگر ہے یہی، پھر روشنی تو اس پر ڈال ۱۶
اس تجلّی سے نہ ہو جائیں گی آنکھیں خیرہ
جب بصارت تری ہو جائے گی دوبارہ بحال؟"

ناچنے والے، کہ سُر تال میں ڈھل جاتے ہیں ۱۹
گھوم کے، جھوم کے، جس طرح بھلے بھاؤ کے ساتھ
سربسر پیکرِ مستی میں بدل جاتے ہیں

کر گئی شستہ وشائستہ گذارش یہ حال ۲۲
وہ خوشی گھومتے لمعات پہ طاری دیکھی
نغمہ پُر لطف ہوا تیز پڑا اور دھمال

کوئی دنیا میں جو مرنے پہ کرے ہے ماتم ۲۵
وہ نہ دیکھے جو ملی جی کے یہاں پر رونق
ابدی مینہ نے جو شاداب کیا کر کے نم

ایک ہے اور ہے دو، اور ہے تین اک سلطان ۲۸
تین دو ایک میں جو مستقلاً قائم ہے
کوئی گھیرے نہ اسے، گھیر میں اس کے ہر جان

منقبت اس کی ہر اک طیف نے گائی سہ بار ۳۱
اور وہ حمد سرائی تھی وہ ہم آہنگی
سعی تو کر سکے پیدا نہ کبھی وہ معیار

نُور سے آئی تب اس خوب تریں کی آواز ۳۴
ایسی فطین ذہین اور متین — مریم سے
بات کرنے کا فرشتوں میں جو رائج انداز

"جب تلک جشن یہ فردوس میں جاری ہوگا ۳۷
روشنی کا یہی حلہ — عجب و دیدہ زیب
اپنے چوگرد محبت کی کناری ہوگا

اس تجلی کا ہے شوق ہمارا ہرگام ۴۰
ہم قدم شوق نظر کا' تو نظر اور بسیط
جوہرِ ذات کے اور اسپہ پیاپے اکرام

اور ہو جائے گی دوبارہ ہماری تکمیل ۴۳
شخصیت افضل و مسعود ہماری ہوگی
گوشت اور پوست کی پوشاک میں پاکیزہ شکیل

اور بن مانگے عطیہ ہمیں مل جائے گا ۴۶
خیر اعلےٰ سے ہمیں مفت عطیہ ضو کا
پھول نظارۂ یزدان کا کُھل جائے گا

ہو نظر تیز' سدا تیز' سدا تیز وہ اور ۴۹
شوق پھر اور بڑھے اور بڑھے اور بڑھے
جیسے بالذات تجلی ہو ضیا خیز وہ اور

سوختہ کوئلہ جس طرح سے شعلہ افروخت ۵۲
تمتماہٹ میں بروں تیز — بصد آب و تاب
اندروں رہتا ہے وہ کاملاً ہیئت اندوخت

کر رکھا ہے جو تجلّی نے ہمارا یہ حصار ۵۵
ملتجب ایک زمانہ ہوا — اندر اندر
گوشت اور پوست میں ہو جائے گا بڑھ کر ضوبار

وہ تجلّی نہیں ہوگی ہمیں اعصاب شکن ۵۸
خرم و شاد کریں گے جو سکون امن وہاں
اور مضبوط بنادیں گے سب اعضائے بدن"

زور سے سب نے کہی تب بیک آواز "آمین" ۶۱
وہ ہم آہنگی وہم نغمگی — محسوس ہوا
چاہیں اجسامِ تہی جان کی پھر سے تکوین

اپنے اجسام ہی کی وہ نہیں — آیا باور ۶۴
اپنے ماں باپ کے بھی اپنے اعزّہ کے بھی
جو ہوئے تھے نہ ابھی داخلِ شہرِ داور

پھر وہاں پر ہوا اک جلوۂ صافی کا ورود ۶۷
جس کی تابندگی ان جلوہ فروزوں سے فزوں
مجتمع روشنی ہو جیسے شفق پر افزود

جھانکتے جیسے نگاہوں پہ سرِ عرش آئیں ۷۰
نیم موہوم ہیولے سے افق پر کہ لگے
منظر اک دم وہ حقیقی تو کبھی پرچھائیں

جھلکے اس طرح نظر پر نئے آنے والے ۷۳
اپنی ذاتوں سے پرویا تروتازہ اک ہار
کچھ پرے ہٹ کے مہکتے تھے جہاں دو ہالے

اے شرارو دمِ پاکیزہ سے تم دم انگیز ۷۶
زندہ تابندہ حقیقی کہ نظر چندھیائی
یوں لپکتے ہوئے لپکے، تھی لپک ایسی تیز

بیٹرس ہنس رہی تھی — اس پہ وہ جوبن وہ نکھار ۷۹
کہ بیاں ہو نہ سکے۔ حافظہ کے بس کا نہیں
اس طرح اور بھی جاری تھا جو واں کاروبار

ہوش جب آئی۔ اُٹھائی جو نظر تو پایا ۸۲
اب سعادت کی بلند اور ہی منزل پر تھا
میں اکیلا، مری خانم تھی مری ہم سایا

یہ کھلا مجھ پہ اُٹھایا گیا تھا میں بالا ۸۵
خندۂ گرم ستارہ — مجھے گوئے سوزاں
سرخ تر، وہ ہوئی محسوس برنگ لالہ

سارے لوگوں میں جو ہے مشترک اک سی بولی ۸۸
ہدیۂ سوز کروں پیش خدا کو شایاں
سامنے اس کے زبانِ دلِ صادق کھولی

ابھی سینے سے پر افشاں نہ ہوا سوزِ نیاز ۹۱
باریاب، ایسے لگا ہو بھی گئی تھی واں پر
اس کی درگاہِ معلّیٰ میں دعا کی پرواز

دو شعاعوں میں نمودار درخشاں، لعلیں ۹۴
اوایلوئی، ہوئی — یک لخت میں چلّا اُٹھا
یوں وہ شاباش انہیں دے بہ طریق تحسیں

عرش پر جیسے مبیض ہے میانِ قطبین ۹۷
کہکشاں باہمہ رخشندہ نجومِ کہ و مہ
جس معمہ نے کیا ہے حکماء کو بے چین

عمق مریخ میں ایسے ہی وہ مسعود نشاں ۱۰۰
تارا منڈل کی شعاعوں نے پدیدار کیا
کھینچ کے دائرے میں نزد خطوطِ ربعاں

حافظہ ساتھ نہ دے، ہو گئے ماؤف حواس ۱۰۳
روبرو تھی مرے عیسیٰ کی درخشندہ صلیب
کر سکو تم مری تشبیہ سے گر ٹھیک قیاس

جو صلیب آپ اُٹھائے پسِ عیسیٰ ہو رواں ۱۰۶
جانے معذور مجھے گر یہ بیاں مبہم ہے
لائے عیسیٰ کے نظارے کی نظر تاب کہاں

جابہ جا بالا و پائیں متحرک انوار ۱۰۹
گذرراں اور رواں، اور روان و گذراں
اور وہ عکس فشاں، اور وہ افزوں ضوبار

یوں زمیں پر بھی نظر آئے کہ خورد اور کلاں ۱۱۲
سو بہ سو، مستعد، آہستہ، خمیدہ سیدھے
ہو کر اجسام سے ذرات، الگ پر افشاں

ناچتے روشنی کی ایک کرن میں در آئیں ۱۱۵
ایک گھپ بارجے میں اپنی حفاظت کے لئے
آدمی خاص فنِ کارگری سے جو بنائیں

جھنجھناتے ہوئے تار ایسے کریں ہم آہنگ ۱۱۸
بول ان میں نہیں، پر گھول دیں رس کانوں میں
نغمہ پرداز ہوں جب عمدگی سے بربط و چنگ

وہ چمکدار صلیب آئی بجاتی ہوئی دھن ۱۲۱
ماترے تو نہیں پلّے پڑے اس کے لیکن
بے خود و مست بنائی گئی ایسی ست گن

حمد تھی، کوئی مناجات، قصیدہ کوئی ۱۲۴
خیز تسخیر کن، اس قسم کی کچھ بات سُنی
کیا کہے دیدہ نہ ہو گر تو شنیدہ کوئی

یہ کہوں کیفیت و کیف تھے ایسے بھرپُور ۱۲۷
میرے وجدان پہ زنجیرِ حسیں ڈالی تھی
نہ کسی چیز نے پہلے کیا تھا یوں مسحور

ہو چلا شوخ زیادہ مرا اظہارِ بیاں ۱۳۰
ثانوی بن گئیں مخمور و مبارک آنکھیں
جن کا دیدار مرے واسطے ہے راحتِ جاں

چونکہ ہر طاس بلند اور فزوں پر تاثیر ۱۳۳
اپنے ہی تازہ حسیں نقش لگائے جائے
پس ان آنکھوں کی ذرا اوٹ میں آئی تنویر

مان یہ عذر گنہ جان نہ بدتر ز گُناہ ۱۳۶
میں نے عائد کیا ہے آپ پہ اب تو الزام
حسن خارج نہیں وہ رفعتوں سے، سچ ہے گواہ

کہ صعود اور اسے تابندہ کرے بام بہ بام ۱۳۹

تشریحات:

۲۸- خدا، دو خواص عیسیٰ ؑ، تثلیث۔

۳۴- تھامس نے کہا تھا' بے ہمتا' پس حضرت سلیمان۔

۳۷- یعنی تا بہ ابد ـــــ

۴۶- فضلِ خداوندی۔

۸۲- طاس مریخ ـــــ

۹۶- برائے تحسین خاص اشارے جونائٹ کا خطاب دیتے وقت مستعمل ہیں۔ بوسہ' معانقہ کندھے پہ تلوار کا مس۔

۱۰۲- دائرے کو چار حصوں میں بانٹ کر جو شکل بنے۔

۱۳۶- چونکہ مریخ کی یک لخت زیادہ روشنی نے اسے چکا چوند کر دیا ہے' وہ بیٹرس کی آنکھوں کی طرف دیکھ نہیں سکا۔ لیکن جس پیمانے سے اوپر اوپر طاس بہ طاس نور فزوں تر ہے اس نسبت سے بیٹرس کی آنکھوں کا حسن اور ذات کا جمال بھی بڑھتا جاتا ہے۔ خود خطا مان لی' کہ انہیں دیکھا نہیں۔

لغت:

۸۶- گوئے سوزاں' سلگتا ہوا گیند۔

۹۵- ایل۔ یونانی ہیلیاس (سورج دیوتا) عربی ال لاہ' ایلی' (عبرانی) ایلوئی --- اللہ! صلیب پر عیسیٰ کا نعرہ۔ ایلوئی ایلوئی لما سبقتنی۔ اللہ یا اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا!

۹۷- مبیض' سفید۔

۱۱۵- بارجہ۔ کمرہ' خاص کر بالائی

۱۲۳- ست گن۔ سات گن والی' بہت عمدہ۔

پندرھواں کینٹو

طاس مریخ (۵)

واقعہ: دانتے کی اپنے ایک مورثِ اعلیٰ کشیا گائیڈہ سے ملاقات ہوتی ہے وہ اسے ان اوصاف و محاسن کی تفصیل بتاتا ہے۔ جو کبھی فلورنس کے مرد و زن کا خاصہ تھے۔

ہاں اسی لطف بدیہی و عیاں نے، کہ جو ہے
اصل فیاض طبیعت سے ہویدا، جیسے
نفس امارہ سے کینہ ہے نفوذِ رگ و پے

کیا خاموش وہ بربط کا رسیلا کا مود ۴
وہ حسیں تار تھے — دستِ یمینِ باری
خود کرے جس میں تناؤ کی ہمہ بست و کشود

تو سمجھتا ہے کہ پر صدق دُعائیں مبذول ۷
نہ توجہ کریں ان ہستیوں کی، جو اب یوں
چپ بحیلہ ہوئی واں، تا ہو مری عرض قبول

وہ ہے بدبخت، جسے آرزوئے ہیچ متاع ۱۰
مستقل ایسی محبت سے کرے بیگانہ
سر بسر اس طرح اپنا ہی وہ کرتا ہے ضیاع

جس طرح ساکت و شفاف فلک پر سرِ شام ۱۳
بعض اوقات رواں تیز شہابِ ثاقب
جھٹ بدل دے نظر آتے کا جہاں پر تھا قیام

یوں لگا — ایک ستارے نے جگہ کی تبدیل ۱۶
جھلملاتا ہوا یوں اپنے محل سے اوجھل
ہو نہیں کوئی مگر جس کو ٹھہرنا ہو قلیل

یوں الگ قرن یمیں سے ہوا وہ اک تارا ۱۹
اور سرعت سے سرِ پائے صلیب آپہنچا
جھلملاتے ہوئے جھمکے میں حسیں چمکارا

کہ گلوبند سے ٹوٹے نہ جواہر ریزہ ۲۲
تھرتھراتا ہوا گسترده شعاعی خط پر
لوکا فانوسِ جراحت میں تھا اک آویزہ

مشفقانہ بڑھا یوں اینکس کا سایہ ۲۵
گر ثقہ مانئے اپنا بھی یہ مقصودِ کبیر
اس نے الزیوم میں جب اپنے پسر کو پایا

اے مرے اپنے لہو، رحمتِ بے اندازہ ۲۸
اس قدر کس پہ ہوئی، تجھ جو ایسے دوبار
ہوگیا جنتِ فردوس کا وا دروازہ"

لمحہ وہ ایسے سخن سنج، تو مشتاقانہ ۳۱
دیکھ کر میں اسے پھر خانمِ جاں کو دیکھوں
متعجب تھا ادھر اور ادھر دیوانہ

چشمِ خانم میں تبسم تھا وہاں شعلہ زن ۳۴
دھیان یاں اپنا کیا' ناپ رہا تھا میں تھا
جو سعادت تھی مری —واہ مرا باغِ عدن

شکل تھی جیسی' اسی طرح وہ پیاری آواز ۳۷
اس نے تمہید مگر ایسے اُٹھائی کہ مجھے
خاک پلے نہ پڑا بات کا گھمبیر انداز

اس نے دانستہ نہ مفہوم کیا تھا مکنون ۴۰
بلکہ یہ قدرتی حاصل تھا سبب کا —واں تک
ماورا فہم بشر ہی سے تھا اس کا مضمون

کم پڑا عشقِ فرواں کی کماں کا جب زور ۴۳
آئی اس سطح پہ جب اس کی اُتر کر گفتار
کہ ہدف ٹھیک بنے آدمی زادے کا شعور

توان الفاظ کا مجھ کو ہوا واضح ادراک ۴۶
"سہ بہ یک تجھ پہ ہو رحمت کہ مری نسل پہ یُوں
تو نے پھیلایا عنایات کا دامانِ پاک"

بعدازاں: "میں نے کبھی کی جو تلاوت وہ کتاب ۴۹
ہے سدا جس کی سفیدی و سیاہی کو ثبات
اشتیاق اور مرا بڑھ گیا بے حد حساب

اس تجلی میں ملی ہے مجھے تجھ سے ٹھنڈک ۵۲
ہمکلام ایسے جواب تجھ سے ہوں فرزندِ من
شکریہ' جو تجھے لائی ہے اُڑا کریاں تک

سوچ تیری ملے مجھ سے کہ ہے تو صاف آگاہ ۵۵
اوّلیں غور سے (اک بار سمجھ لیں) جیسے
قدرِ سالم سے ملے ایک کی چھ پانچ میں راہ

کون ہوں میں نہ تجھے چاہئے پس استفسار ۵۸
نہ تجسس کہ مجھے عید ہوئی ہو جیسے
سب سے بڑھ کر تجھے کیوں کر رہا ہوں میں یاں پیار

ٹھیک ہے تیرا خیال، ایسے یہاں خورد و کلاں ۶۱
ہم سدا آئینے میں جھانکتے ہیں عکسِ خیال
اس سے پہلے کہ خیال آئے، نظر آئے عیاں

تا کہ وہ پاک محبت ہے یہاں پیوستہ ۶۴
رت جگا جس سے مری چاہ، مری میٹھی پیاس
کچھ بجھائے بھلی — رکھتی ہے جو یہ برجستہ

دے اب آواز یقینی و خوش وجرأت مند ۶۷
تری خواہش کو وقوف اور تری مرضی کو حروف
کہہ کہ پھر میں بھی کہوں کہنے کا ہوں جو پابند"

میں مڑا اور نہ بولا تھا، کہ جیسے سُن کر ۷۰
بیٹرس نے وہ کنارے سے تکلّف بخشا
کہ لگے میری تمنائے طلب گار کو پر

میں یہ گویا: "ہوئے پاسنگ میں عشق اور شعور ۷۳
تم میں ہر ایک کے اندر اسی لحظہ اک سار
تم نے جب دیکھا نخستیں متوازن دستور

روشنی اور حرارت سے درخشید و تپاں ۷۶
جو رکھے مہر — وہی تم میں توازن رکھے
یوں برابر — کہ کسی سے نہیں ایسا امکاں

ہم مگر اہل فنا ہیں یہ رضا استدلال ۷۹
ہم نمط پر نہیں ہموار نہیں ہے پرواز
خوب تو جانتا ہے کس لئے یہ صورتِ حال

ہوں جو فانی نہ مساوی کروں محسوس یہ بار' ۸۲
مرحبا' پس کہ جو اک باپ کا دل کہتا ہے
صرف ہو سکتا ہے اس کا مرا دل شکرگذار

ملتمس تجھ سے ہوں میں بسکہ درخشندہ زجاج ۸۵
سلک درہائے گرانمایہ کا گوہر ریزہ
کون ہے' تو یہ بتا' کر دلِ پُرساں کا علاج

اس طرح تب کہا' "اس نے مری آل واولاد ۸۸
تری آمد کے لئے دن گنتے جاتے خوش خوش
منتظر رہتے ترنے میں ہوں تری جڑ بنیاد

خاندانی لقب اس شخص سے تجھ کو حاصل ۹۱
غالباً اب جسے ہونے کو ہیں کوئی سو سال
کوہِ برزخ پہ وہ طے کر چکا پہلی منزل

میرا فرزند وہی تیرا لکڑدادا ہے ۹۴
ہے ترا فرض دُعا مانگ کچھ اس کی خاطر
طے کرے جلد مشقت کا جو اک جادہ ہے

اس فلورنس میں آباد دروں شہر پناہ ۹۷
عصر واشراق کے اب بھی جہاں ناقوس بجیں
صاف ستھری تھی روادار پر امن اک خرگاہ

نہ یہ لپکا کہ ہوں سونے کے جڑاؤ زیور ۱۰۰
بن سنور کر نہ نکلتی تھیں وہ دوشیزائیں
کہ اُلجھ جائے انہیں دیکھنے والے کی نظر

نہ یہ بیٹی جو ہو پیدا تو لہو جائے جم ۱۰۳
تھا جہیز اور سن وسال کے بارے میں لحاظ
باپ کو کر نہیں دیتی تھی مصیبت بے دم

اُن گلی کوچوں میں گھر بار نہیں تھے سنسان ۱۰۶
کسی سردانہ پلس نے نہ بتایا تھا ابھی
کیا ہوس رانیاں، کیا غرقِ تعیش ایوان

وہ تمہارے اسولوٹوئی سے پیارا منظر ۱۰۹
مونٹی مالو سے بھی پیارا — پر اُٹھا جیسے
ان دنوں، ویسے ہی مٹ جائے گا نیچے گر کر

میں نے دیکھی ہے بلنسیون کی حالت جو تھی ۱۱۲
کھردرے سخت لگائے ہوئے پٹی پٹکا
بیگم آئینہ میں کرتی نہ تھی لیپا پوتھی

نرلی وچیو ملے پہنے ہوئے موٹا جھوٹا ۱۱۵
بیویوں کے وہی گھر کے بُنے کاتے کپڑے
اور سمجھتا نہ تھا خود کو کوئی ہینا چھوٹا

بیبیونیک، ہر اک کو یہ خبر آخر کار ۱۱۸
ہو کہاں تکیہ — سدھارے جو پیا سوئے فرانس
تم اکیلی بھی رہو بسترے میں پاک شعار

ایک گہوارے میں منے کو سنائے لوری ۱۲۱
اور کلکاریوں سے جھوم کے دونوں ماں باپ
پیار سے بال کہانی لکھیں چوری چوری

ایک بیٹھی ہوئی آنگن میں گھمائے تکلا ۱۲۴
اور اک کاڑھے ہے بچوں میں گھری دھاگوں سے
روم فیسول ٹرائے کا زمانہ اگلا

لیپو سیلٹر لو اک تب وہاں کیسا تھا مہیب ۱۲۷
اک سنن غیلہ سی خیلہ بھی عجوبہ — جیسے
لگیں کرنیلیہ یا سی سنائس آج عجیب

ان بھلے لوگوں کی اچھی روشِ بود و باش ۱۳۰
صاف ستھرا تھا وہ سکھ چین کا گھر پیار بھرا
ملنے والے بھی تھے سچے وہیں کے نیک معاش

گود مجھ سے بھری جب درد سے چیخی زچہ ۱۳۳
مریم نیک نے یہ مرحلہ آسان کیا
گشیاگائیڈہ کیا دیں نے مسیحی بچہ

ایلسیو اور مرنتے ہوئے میرے بھائی ۱۳۶
وادیٔ پو سے مہیا ہوئی مجھ کو دولہن
جس سے پھر تیرے پریوار کی کنیت آئی

ہم عناں میں رہا پھر قیصر کو نارڈ کے سات ۱۳۹
پرتلہ بند مصاحب کیا اس نے مجھ کو
اس قدر اس کو پسند آئی تھیں میری خدمات

اس کے پرچم تلے پردیس میں کفار سے جنگ ۱۴۲
کردیا تھا تمہیں محروم انہوں نے حق سے
کیونکہ تھے اپنے قسیسوں کے گنہ پرور ڈھنگ

تندخُو بدّوں نے کردیا واں پر آزاد ۱۴۵
مجھے سنسار سے جھوٹی ہے وہ جس کی مایا
جس جگہ روحیں اجڑ جاتی ہیں ہوکر آباد
یوں شہید اس ابدی دارِ سکوں میں آیا" ۱۴۸

تشریحات:

۴-بربط۔مراد ہے ارواح کا نغمہ، جو بشکل صلیب وہاں موجود تھیں، اب خاموش ہوا — تاکہ دانتے اپنی کہہ سکے۔(۹)

۲۵/۲۷-اینکسس، ورجل کے رزمیہ اینیڈ کے ہیرو اینس کا باپ، اس کتاب کے چھٹے دفتر میں نیک روحوں کی آماجگاہ الزیوم میں دیوی سیبل زندہ بیٹے کی ملاقات باپ کی روح سے کراتی ہے۔حوالہ میں بین السطور خیال ہے کہ وہاں باپ نے بیٹے کو روم بنانے کی بشارت دی تھی، اس مورثِ اعلیٰ سے دانتے کی ملاقات سے "مقصود کبیر" کی طرف اشارہ ہے کہ جو برائیاں روم (اٹلی) کے معاشرے میں درآئیں ہیں ان کی اصلاح ہو۔

۵۰-کتاب کائناتِ شب وروز۔مگر یہاں مراد ہے لوح آسمانی جس سے ارواح مستقبل پڑھ لیتی ہیں۔

۵۵-ہم دونوں مانتے ہیں جیسے سب ہندسے بنیادی طور پر ایک میں مدغم ہیں، ایسے ہی ساری روحیں ایک خدا سے متعلق ہیں۔

۷۷-عہد، مراد خداوند تعالےٰ کہ پھر روحوں کو بھٹکنے نہیں دیتا۔

۹۱- گشیا گائیڈہ کا بیٹا، دانتے کا لکڑ دادا، الیغیرو جس کا نام خاندان میں بطورِ لقب چلا۔ برزخ میں پہلی گگر پر جو اہلِ کبر کے لئے ہے۔

۹۷- فلورنس گشیا گائیڈہ کے زمانے میں عہدِ دانتے کی خانہ جنگی (گبسن وگیلف کی) کا شکار نہ تھا اور معاشرے میں اخلاقی اور مذہبی برائیاں نہ پھیلی تھیں، مرد وزن سادہ و نیک زندگی بسر کرتے تھے۔

۱۰۴- کم عمری میں لڑکی کو نہ بیاہتے تھے نہ جہیز کا مطالبہ ہوتا تھا۔

۱۰۷- اشوریوں کا ایک انتہائی عشرت پرست بادشاہ۔

۱۰۹- دو پہاڑیاں، پہلی سے فلورنس اور دوسری سے روم نظر آتا تھا۔

۱۱۲- فلورنس کا ایک نواب، سادہ زندگی گذارتا تھا۔

۱۱۵- نوابوں کے دو مشہور ممتاز گھرانے۔

۱۱۹- کہاں مرنا ہے، خاوند بغرضِ تجارت فرانس چلے جائیں تو۔

۱۲۸- دانتے کے عہد کی سیکسن غسیلہ چھنال اور لیپو ایسا بد دیانت وکیل گشیا گائیڈہ کے عہد میں یوں عجیب لگتے جیسے اب مثالی رومن سی سناٹس سادہ اور ایماندار حاکم (۵ ویں صدی ق م) یا رومی مثالی مادر خاتون کرنیلیہ (دوسری ص ق م)

لغت:

۱۵- نظرِ طے: ٹکٹکی کی نظر کہ ایک جگہ لگی ہو۔

۳۱- جھمکا، ستاروں کا جھرمٹ، تارا منڈل۔

۳۴- جراحت، ایک شفاف مرمریں پتھر جس سے تب فانوس بناتے تھے۔

۸۰- ہم نمط، ایک برابر۔

۹۹- خرگاہ۔ بارگاہ۔

۱۱۷- بینا، کم وقعت (ٹھیٹھ) حیلہ۔ بٹاخہ عورت۔

۱۳۶- پریوار۔ کنبہ

۱۴۶- سنسار۔ دُنیا۔

۱۴۹- مایا۔ سراب، بے اصل — یہاں روحیں آکر بستی ہیں تو پھر کوچ کرنے کو —

سولہواں کینٹو

قرطاس مریخ (۵)

واقعہ: کشیا گائیڈہ اپنی اوراپنے عہد کی کہانی سنتا ہے فلورنس کے ان واقعات کا ذکر بھی کرتا ہے جو وہاں نئے آ بسنے والوں کے سبب رُونما ہوئے۔ خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ باہمی رقابتیں اور قبائلی نفرتیں زیادہ ہوگئیں۔

عظمتو! حیثیت و نسل کی خالی خولی
دل انساں بھرو دنیا میں اگر فخر سے تم
نبضِ جذبات کی رفتار جہاں معمولی

کیا تعجب مجھے اس پر --- کہ سرِ عرش بھی، ہاں ۴
جس جگہ خواہشیں بے لوث ہیں، میں نے خود میں
ایسی نازش ہی کو محسوس کیا — بے پایاں

جلد لیکن یہ سکڑ جائے قبائے زردوز ۷
وقت قینچی لئے پلّو پہ رواں ہے اس کے
ٹانکئے اور کناری مگر اس پر ہر روز

روم نے طرزِ تخاطب جو کیا ''آپ'' ایجاد ۱۰
میں نے اس صیغہ ہی میں بات شروع اس سے کی
اب یہ متروک سمجھتی ہے وہاں کی اولاد

بیٹرس اس پہ ہنسی بھی تھی وہاں پاس کھڑی ۱۳
جیسے گونیورہ کی بھانپ کے پہلی لغزش
بانوئے نیک نفس اس کی ذرا کھانس پڑی

جدِ امجد ہیں مرے آپ' ہوئی میری زباں ۱۶
آپ کے دم سے دلیر ایسی' ہوا میں خود سے
ارجمند اور بلند — ایسی چڑھی ہیں ندیاں

یمن و برکت کی شرابور ہوا میرا دل ۱۹
کیا مزہ ایسے مزے کا جو بدستور رہے
اس طرح ہو کے ہوا — آپ ہیں اصل عائل

آپ پہلے تو ذرا شجرہ نسب فرمائیں ۲۲
اور جس وقت لڑکپن تھا' ابھی آپ کا' تب
جو بھی اس وقت میں تاریخ بنی — بتلائیں

سینٹ جان' ان سے یہ بھیڑوں کا بنے باڑا منسوب ۲۵
کس قدر رقبہ تھا اس کا گئے ایام میں یاں
کون سے لوگ رہے' اہل تھے اس کے جو خوب"

یہ کہا میں نے — چمکدار وہ لُوکا چمکا ۲۸
اور جھونکے سے دمکتا ہوا انگارا سا
کیا مرے پیار بھرے سانس میں پھر آدھمکا

وہ وجاہت سے مزید اب نظر افروز ہوا ۳۱
روزمرّہ کے رواں نرم سخن میں بولا
گرچہ لہجے سے نہ اندازۂ امروز ہوا

مرحبا، شور اٹھا، پہلے پہل مجھ سے سُبک ۳۴
جب ہوا رحمِ گراں مادر مرحومہ کا
کرو اس وقت سے تخمین جو تم اس دن تک

پانسو اور پچاس اور کوئی تیس ہی بار ۳۷
نورِ تازہ کو لئے آتشیں سیارہ یہ
آیا چنگال اسد میں، ہے یہ گو اس پہ سوار

آخری کوچہ میں وہ گھر جہاں ہوتی ہے شروع ۴۰
دوڑ سالانہ تمہاری ــــ تھا وہ پیدائش گاہ
مری اور سب مرے اجداد کی بھی جائے وقوع

ان کے بارے میں یہ کافی ہے کہاں تک کہیئے ۴۳
کون تھے اور کہاں سے یہ بزرگ آئے تھے
یہ بھی ہے خوب، متانت سے اگر چپ رہیے

اب جو اندازے سے اس شہر میں ہے آبادی ۴۶
بتِ مریخ سے تا معبدِ بپتسمہ گاہ
اس کا یک خمس تھے اس وقت سپہگر عادی

عام کاریگروں تک بھی نہ تھی آمیزش خون ۴۹
یاں کے ان شہریوں میں ــــ فغنی وسرٹلڈ ویا
کمپئی نسل کی آلودگی سے تھے مصئون

اور گلزو کی بھی اور ٹریس پیانو کی بھی حد ۵۲
کیا ہی اچھا تھا بروں رہتی ــــ نہ مدغم ہوتے
یہ علاقے ــــ کہ تعفن زدہ سگ دوغلا بد

ڈی اگو گلیو درِ شہر سے یوں در آتا ۵۵
اور وہ سمجھنا کہ ہے ایک ہی چلتا پُرزہ
ہیرا پھیری کے سوا کچھ نہیں آتا جاتا

فاسدالذہن کلیسائی وہ اشرافیہ گر ۵۸
شاہ سے کرتی نہ سوتیلے جنے کا برتاؤ
بلکہ ماں جیسے شفیق اپنے سگے بیٹے پر

کرتے واپس سمی فنٹی کی طرف بستر گول ۶۱
ہے جو اک جنجی خودساز فلورنٹینی
جس کا دادا لئے پھرتا تھا کبھی واں کچکول

مانٹی مولو پہ حاکم وہی رہتا کونٹی ۶۴
اور سرچی بھی بدستور ایکون میں ہوتا
والدی گریو سے اکھڑتے نہ یہ بونڈل مونٹی

شہر کی زندگی کو کثرتِ خلقِ مخلوط ۶۷
قاعدہ ہے کہ بگاڑہ کوئی گر گوشت پہ گوشت
ٹھونستا جائے تو بگڑے گا یہ جسم مضبوط

میمنے اندھے سے بیل اندھا بہت دھم سے گرے ۷۰
پانچ پھل باندھ کے چاقو سے لگے کم گھاؤ
اور گہرا ہو بہت صرف جو اک پھل کا پھرے

اربی سوگلیہ ولونی ہیں خراب وخستہ ۷۳
دیکھ پھر دونوں کی مانند اجڑتی ہوئی تو
چیوسی وسی گگلیہ کو بھی جھٹ پیوستہ

پھر تجھے باعث حیرت نہیں ہو گا' یہ جان ۷۶
خاندان اور گھرانے ہوئے کیوں کر برباد
کہ بھرے شہر بھی ہو جاتے ہیں آخر ویران

تم ہی ایسے ہیں بنائے ہوئے یہ بھی فانی ۷۹
دیرپا بعض حقیقت یہ چھپا لیتے ہیں
عمر کوتہ ہے تمہاری — سر قلزم پانی

نت کرے جیسے کنارے کو نمایاں پنہاں ۸۲
جب کرہ چاند کا چکر میں ہمیشہ گھومے
کھیل کھیلا یہی قسمت نے فلورنس سے یاں

ہو نہ حیراں' جو گنے میں نے' رہی جن کی دھوم ۸۵
خانوادے متعدد یہ فلورنیٹی
وقت نے نام مٹا ڈالے ہوئے وہ معدوم

میں نے دیکھے ہیں اگی اور قتالیس نژاد ۸۸
دودمان البرک' ارمنی' گریتی' فلپی
گرچہ قائم ہیں ابھی' ہل چکی ان کی بنیاد

اور پھر دیکھے ہیں ایسے بھی گرامی وقدیم ۹۱
سولڈانیری لِلارکہ و لاسانیلو
بوستچی وارڈنگی — بدستِ زرِ عظیم

نزدِ باب ایسا ہے اک فتنۂ حاضر تازہ ۹۴
جال وہ سازشوں کا' بوجھ جرائم کا وہ
کہ سفینے کو اٹھانا ہی پڑے خمیازہ

تھا رَوگنانیوں کا جس جگہ پہلا مسکن ۹۷
آیا گائیڈہ نواب اور جہاں سے وہ سب
جو ہوئے آپ ہی موسوم بہ بیلین سیئن

حکمرانی کا پریسہ کو تھا ادراک تمام ۱۰۰
گلی گائیو کے گھرانے میں بھی زرتاب رہے
کلغی و دستہ و دستانۂ نیام وصمصام

صوف کی پیٹوں والوں کی بھی پھر شہ روزی ۱۰۳
تھے نڈر گلی، بروچی، گیوچی، چپینی
اور جو جھینپتے ہیں — کی تھی کبھی جو چوری

پھر ہیں وہ جن میں ہوئی کلفسیوں کی پرداخت ۱۰۶
بااثر خاصے یہ — پھر سینزئی، ارزی گوسی
حکمرانی کی نشستیں کریں اب یہ بھی ساخت

میں نے دیکھا تھا یہ گھر کیسا عظیم، اس کا تباہ ۱۰۹
کر گئیں نخوتیں کیسے وہ طلائی ٹنکے
یہ فلورنس کا باغ ایسا تھا اک کرتب گاہ

حاکم ایسے ہوئیں خالی جو نیابت گاہیں ۱۱۲
بیٹھ کر ان کی چمکتی ہوئی محرابوں میں
وقت ٹالا کریں، اور نذر نیازیں چاہیں

بے حیا نسل یہ کمزوروں کے حق میں گھڑیال ۱۱۵
جاں بچاتے پھریں وہ ان سے — مگر کوئی انہیں
دانت یا پیسے دکھائے تو یہ پھر بھیڑ نڈھال

باثر ہو بھی گئے پر یہ نہیں گوت کے ٹھیک ۱۱۸
تھا گراں دل پہ یہ ہو برٹ ڈناٹو کو بہت
جو وہ سسرالی ہی بندھن ہوئے اس کے نزدیک

آئے فیسول سے کاپن سکو بازار کے پاس ۱۲۱
اور وہیں رہتے تھے افغان گٹو اور گیوڈو
دونوں شہری تھے بڑے نیکدل و فرض شناس

جس پہ آئے نہ یقین، آن پڑی پچی بات ۱۲۴
ایک دروازے کا لاپرس پہ بھی نام پڑا
آمدورفت ہے جس میں سے وہ اندر کے ہات

ہیں یہ سب نوبت و نقارہ کے حامل مشہور ۱۲۷
اس بڑے خان کے مرہون، بڑائی جس کی
جشن تھامس پہ ہوا کرتی ہے اب بھی مذکور

یہ عطا اس نے کئے تھے انہیں القاب اعزاز ۱۳۰
گو اب ان ہی میں سے اک فیتہ کا حامل سردار
ہے کہ جمہور سے ہے جس کو شراکت پر ناز

نازل امپورٹنی اور گولٹرئی — واں ۱۳۳
کنج عافیت ابھی تک ترا برگو ہوتا
دور ہی رہتے جو ان کے نئے ہمسایہ گاں

خانداں، جس کے سبب تیرا گھرانہ رویا ۱۳۶
برحق اس کا تھا غضب، قتل ترا ٹھیک ہوا
ٹھیک ہی زیست کے ہونٹوں پہ ہنسی کو کھویا

سب عزیزوں میں یہ تسلیم تھی لیکن وائے ۱۳۹
بونڈل مونٹی چاہا جو یہ اک عورت نے
قطع تو عقد کے پیمان کو یوں کر جائے

خوش کئی ہوتے نہ بے بس کوئی رویا ہوتا ۱۴۲
شہر کی سمت سوار آیا تھا جب پہلی بار
گر خدا نے تجھے ایمہ میں ڈبویا ہوتا

شہر اور پُل کا محافظ سا شکستہ وہ بت ۱۴۵
ٹھیک واں تُو نے فلورنس بلیدان دیا
آخری مرتبہ جب تجھ میں ہوئی شانتی رُت

لوگ یہ دیکھے میتر انہیں خوب استعداد ۱۴۸
ان کے دم سے نہ مصیبت پہ کبھی پھر رویا
یہ فلورنس قوی ہو کے رہا شاد آباد

لوگ یہ جن کی بدولت ہوا یہ پھر خوشحال ۱۵۱
راست کردار یہاں رہتے تھے پابندِ اصول
یا سمن پھر سر نیزہ نہ الٹ کر پامال
تفرقے سے نہ لہو رنگ سفید اب وہ پھول" ۱۵۴

تشریحات:

۱۴- گونیورہ بادشاہ آرتھر کی ملکہ شجاع لانسلٹ سے کھلنے لگی تو خاتون ملاشہ نے کھانس کے خبردار کیا۔

۲۵- فلورنس کو شہر کے مربی سینٹ جان کی رعایت سے کہتے تھے۔

۳۴- جب حضرت مریم کو جبرئیل نے بشارت دی — تب سے۔

۳۸- مریخ پانسو اسّی گردشیں مکمل کر کے برج اسد میں آیا۔ مریخ کی ایک گردش ۶۸۷ دنوں میں پوری ہوتی ہے یوں ۶۸۷×۵۸۰ حساب کروں تو تبشیر سے اتنے دن بعد کشیا گائیڈہ پیدا ہوا۔ یہ سال ۱۰۹۱ء بنتا ہے۔

۴۷- مریخ کا مجسمہ جنوب میں اور سینٹ جان کا معبد شہر کے شمال میں تھا۔

۷۵- اگشیا گائیڈہ نے متعدد نواحی مقامات، قلعہ جات امراء کے اہم اور غیر اہم خانوادے شمار کیے ہیں۔ تشریح کو یہ تفریق کافی ہے۔ فغنی، سرٹلڈو کیپی، گلزوٹریس پیانو (۵۲) سمی فنٹی (۶۱) مانٹی مولوا یکون (۶۴/۶۵) قلعے۔ ولدی گریو (۶۶) اربی سوگلیہ لونی، چیوسی، سی گگلیہ (۷۳/۷۵) مقامات ہیں — افراد و خاندان۔ ڈی اگوگلیو سکنا (دو وکیل ۵۵/۵۶) کونٹی (گیڈی ۶۴) سرچی بالترتیب فرد و گھرانہ۔ بونڈل مونٹی گھرانہ — (۶۶) ۸۸-۹۳ (گیارہ قبیلوں کے نام) ۱۰۰-۱۰۲ (دو قبیلے) ۱۰۴-۱۰۷ (سات قبیلے) ۱۲۱-۲۲ (تین قبیلے) ۱۳۳ (دو قبیلے)۔

۷۰- تعداد میں یا حجم میں زیادتی طاقت میں زیادتی کا سبب نہیں ہوتا۔

۹۴- فتنہ حاضر۔ یہ سرچی خاندان کے لوگ تھے۔

۱۰۳- صوف — یہ ایک قبیلہ پگلی کا نشان تھا سرخ ڈھال پر صوف کی آڑی دھاریاں۔

۱۰۵- کوئی برادر آمدات کے شعبہ میں نمک تولنے میں چرا لیتا تھا۔

۱۰۹- یہ گھرانہ ابرتی جرمنی النسل تھا۔

۱۱۰- یہ لمبرٹی تھے طلائی خاندان نشان تھا۔

۱۱۵- یہ فلورنس کی اڈمری برادری تھی۔

۱۲۷- یہ پانچ خاندان تھے جن کو شاہ آٹو کے نائب السلطنت ہیغ نے اعزاز دیئے۔

۱۳۳- برگو فلورنس کا مرکزی حصہ۔ مراد شہر فلورنس۔

۱۴۱-۱۳۶-لونڈل مونٹی سردار سے خطاب ہے۔ اس نے امیڈی سردار کی ایک لڑکی سے منگنی کی اور ماں کے کہنے پر توڑ دی۔ سو اسے ہلاک کر دیا۔ وہ مریخ بت کے نیچے مارا گیا۔

۱۵۲-جھنڈے کی بے حرمتی نہ کی گئی۔

لغت:

۲۸-لُو کا شعلہ۔

۱۱۸-گوت۔ ذات۔

۱۳۰-فیتہ' سرداری کا نشان

۱۴۶-بلیدان' قربانی۔

۱۴۷-شانتی رت، امن کا زمانہ۔

ستارھواں کینٹو

طاس مریخ (۵)

واقعہ: گشیا گائیڈہ ادانتے کی آئندہ زندگی کے واقعات کی پیش گوئی کرتا ہے۔ وہ جلاوطن ہوکر عسرت میں بسر کرے گا، پھر ویرونہ میں پناہ لے گا۔ بعدازاں اُسے یہ مشورہ دیتا ہے کہ جو بھی ان عالمِ ارواح میں اس نے دیکھا اور سنا ہے، سارا احوال دنیا میں جا کر من وعن بیان کردے۔

جس طرح آیا تھا بداصل کی سن کر دشنام
ماں کلمنی سے حقیقت کی وہ تحقیق کرے
جس پہ اب باپ کا بیٹوں سے ہے محتاط کلام
تھی مری کیفیت ایسی ہی، پھر ایسے ہی ٹھیک ۴
بیٹرس نے کیا محسوس، خود اس نے بھی کہ جو
مشعلِ پاک مرے اور ہوئی تھی نزدیک
خانم جاں نے کہا جس پہ "چل اب بول، نہ کر ۷
خواہشِ تیز خنک، بلکہ برونِ در لا
چھاپ کر نقش مکمل طرح اندر اس پر
یہ نہیں، ہو گی تری بات سے اور آگاہی ۱۰
سیکھ اظہارِ تمنا کا سلیقہ — کہ سبو
مے تجھے دے یہ تری پیاس نے جتنی چاہی

پیاری خاکسترِ من ایسے کرم سے شاداب ۱۳
جیسے سب جانیں کہ ممکن ہے بس اک منفرجہ
زاویہ ہائے مثلث میں -- سو ہے بہرہ یاب

دیکھ لے ایسے موثق ہی وہ ساری باتیں ۱۶
اتفاقی کہ بنیں واقعۂ اس سے پہلے
واقفِ امر ہیں اک اب میں نہاں دن راتیں

ساتھ ورجل کے میں جس وقت چڑھا تھا کہسار ۱۹
جس پہ ارواح کی تطہیر ہے جاری، اور اب
آستاں آستاں اترا تھا وہ دنیا مردار

مجھ کو آئندہ کے بارے بتائے تھے شگون ۲۲
بدسلوکی کرے جس طرح بھی مجھ سے تقدیر
ہے سکت مجھ میں کسی وقت نہ کمزور پڑوں

میں ہوں مشتاق سنوں کیسی پڑے گی افتاد ۲۵
پیش آگاہ خرابی سے تو محتاط ہو پیش
حربۂ تند کو یوں روک لے پس استعداد"

ہمکلام ایسے میں اس لمعہ سے جس نے اب تک ۲۸
گفتگو مجھ سے وہاں کی تھی -- کہا سب میں نے
بیٹرس کا بھی اسی طرح تھا منشا بے شک

غلطی ہائے مضامیں سے دماغ مجہول ۳۱
استخارہ کدۂ تیرہ میں جب بھرتے تھے
خون برّہ سے دھلی تھی نہ ابھی جرم کی دھول

وہ نہیں، صاف تجی کی طرح سے بجواب ۳۴
شفقتِ پدری میں ڈوبی ہوئی ایسی تقریر
کہ تبسّم سے کھلیں عرش کے تابندہ گلاب

''ماورا حلقۂ مادہ کہ جہاں پر تم ہو ۳۷
اتفاق ایسا کوئی بھی نہیں سرزد ہوتا
سرمدی چشم پہ سے کیفیت اس کی گم ہو

ناگزیر اس سے زیادہ نہیں جس کا ہے جواز ۴۰
جس طرح دیکھنے والے کی نظر میں سایا
جب کہ دریا کے بہاؤ پہ روانہ ہو جہاز

جیسے شہنائی کا سر کان میں رس گھولتا ہے ۴۳
یوں مرے ذھن میں آتا ہے تری زیست کا عکس
پیش جو آئے گا وہ وقت یہاں بولتا ہے

ہپولیٹس کی طرح شر کا نشانہ ہوگا ۴۶
جو سوتیلی کی ہوس پہ ہوا ایتھنز بدر
کہ فلورنس تجھے چھوڑ کے جانا ہوگا

ہو چکا طے، ہوئی تدبیر، یہ ہونا ہے وقوع ۴۹
سازشوں میں کوئی مصروف ہو اس کے لئے
حیلۂ خوردہ فروشی ہے جہاں روز یسوع

ہوتا آیا ہے، سو مظلوم پہ ہوگا الزام ۵۲
حق تعالیٰ نے معین کیا ہے روز حساب
صاف ہو جائے گا سچائی سے پھر آخر نام

چھوڑنا ہوگا تجھے جو ہے عزیز اور پیارا ۵۵
ہوتا آیا ہے کہ بن باس دھنک نے دائم
تیر چلّے پہ چڑھا کر یہی پہلے مارا

تجربہ سخت رہے گا ترا ہو گا آگاہ ۵۸
ذائقہ غیر کی روٹی میں نمک کا کیا ہے
کیسا ہے دوسرے کی سیڑھی پہ چڑھنا جانکاہ

تیرے کندھوں کو دبا دیں گے گراں باری سے ۶۱
کئی گٹھ جوڑ کریں گے تری بربادی کے
ایک ہی حربۂ تزویر و ستم گاری سے

ترے بدخواہ بنے غیض و غضب میں پاگل ۶۴
داغِ رسوائی تجھے دیں گے بہت — گو پھر بھی
تیرے ماتھے پہ نہ آئے گا ذرا سا بھی بل

ثابت ان کی تو کریں گی یہ چھچھوری حرکات ۶۷
پرلے درجے کے وہ احمق ہیں — مگر تو چوکس
پھر جماعت بھی بنائے گا تو بس اپنی ذات

پھر تری پہلی پنہ گاہ یقینی — کہ اماں ۷۰
خندہ پیشانی سے دے گا تجھے لمبارڈ عظیم
نردباں پر اثرِ مرغ حریم اس کا نشاں

مہرباں تجھ پہ وہ ہو جائے گا پورا اس طور ۷۳
کہ "بگو اور بدہ" پر ہو تعلق مابین
وہ ہے اوّل، اسے گو ثانوی جانیں سب اور

ہونہار ایک ملے گا تجھے اس کے ہمراہ ۷۶
سایہ افگن ہے یہ خوش بخت ستارہ جس پر
کارناموں سے وہ دھوم ایسے مچائے گا' کہ واہ

کون ہے سوچ بھی سکتی نہیں دنیا یہ ہنوز ۷۹
ہے وہ نوعمر' کہاں دھاک ابھی ایسی — کہ اسے
چرخ گرداں نے تو نو سالہ دکھائے شب و روز

گاسکن ہنریٔ اعظم پہ ابھی ڈالے جال ۸۲
پہلے دکھلائے گا وہ جو ہر مردانگی' یوں
ٹکے پیسے کا خیال اور نہ مشقت سے ملال

اور ایسا دہش وداد کا عالم ہو گا ۸۵
اس کے اعدا کی زبانوں پہ بھی اس کا چرچا
اس وضاحت سے رہے گا نہ کبھی کم ہوگا

دیکھ مشتاق اسے تو کرم ارزانیوں کا ۸۸
کتنے ہی آدمی کردے گا وہ تبدیلی پذیر
دور بدلے گا گدا میر میں آسانیوں کا

ذہن میں خوب بٹھالے' نہ مگر بات یہ کھول" ۹۱
اور پھر اس نے بتایا مجھے وہ کچھ' جس کو
دیکھ کر بھی متامل ہو کہ مانے وہ بول

پھر کہا "یہ ہے مری بات کا نفس مضموں ۹۴
اے پسر رہ کہیں رُوپوش یہ دو چار رُتیں
دیکھ لے ہیں جو یہ منصوبے فریبی وزبوں

پھر بھی یہ چاہوں نہ ہمسایوں سے ہو تیرا اعناد ۹۷
پہنچیں وہ کیفرِ کردار کو انشاء اللہ
آپ کو پائے گا تو یمن سے خانہ آباد"

چپ ہوا وہ' مرا دل صاف یہ جانے مانے ۱۰۰
جو بھی بننے کے لئے' میں نے دیئے تھے اس کو
سب نکالے گئے دھڑکی میں سے تانے بانے

بوکھلایا ہوئے' جانے نہ کدھر کو جائے ۱۰۳
جانے والے سے پوچھے کہ جسے ہو معلوم
اور تسلی اسے دے' ٹھیک طرح بتلائے

یوں کہا میں نے میں اب ہو گیا آگاہ' پدر ۱۰۶
وقت کیا کیا نہ دلے گا میرے سینے پر مونگ
اور کیا کیا مجھے تکلیف نہ ہو گی اس پر

ہوشمندی سے مجھے چاہئے ہو جاؤں لیس ۱۰۹
کہ مبادا مرے نغموں کا فسوں زائل ہو
جب مجھے چھوڑنا پڑ جائے وہ اپنا سکھ دیس

بسکہ دنیا میں نہیں بغض وحسد کا کوئی انت ۱۱۲
میں چڑھ آیا ہوں پہاڑی کی چمکدار پھننگ
خانمِ جاں کی درخشندہ نگاہوں سے نچنت

ہوں روانہ سرِ افلاک بریں نور بہ نور ۱۱۵
فاش مجھ پر ہوئے ہیں ایسے رموز واسرار
جو بتاؤں کئی ہونٹوں کو لگیں گے اچھور

حق پرست اب سہی لیکن جو نہ ہوں جرأت مند ۱۱۸
وہ جو اس عہد کو پارینہ کہیں گے، مرا نام
یاد نہیں رہ بھی گیا گر تو بس ایا ے چند"

اس پہ وہ لمعہ ہنسا — میرا خزینہ نویاب ۱۲۱
جیسے سورج کی شعاعوں میں سنہرا شیشہ
ہوگیا فرطِ مسرت سے یکایک ضوتاب

وہ سخن سنج "شیہ شرم کے مارے ہیں ضمیر ۱۲۴
سازش وریشہ دوانی پہ — وہ بیشک سارے
تیرے الفاظ سے ہوجائیں گے برہم، دلگیر

تو مگر ایسے ہر اک جھوٹ کا بیڑا کر غرق ۱۲۷
برملا کہہ جو تری چشم تماشا دیکھے
آپ ڈھونڈیں گے پنہ جن پہ گرے گی یہ برق

پہلے چکھ کر بڑی تلخی سے بنائیں گے دہن ۱۳۰
پھر تری بات کا وہ ذائقہ آئے گا انہیں
یوں پچے گی، کہ یہ ہو کشتہ مقویٔ بدن

پر نواسازِ نفس تیرا ہوا کی مانند ۱۳۳
جب فلک بوس پہاڑوں سے یہ ٹکرائے تیز
اس طرح ناموری تیری کرے گا وہ چند

اسی باعث تجھے دکھلائیں بہ فیضِ ہمت ۱۳۶
گرد اس وادیٔ غمگیں کے، گروں سرِ کوہ
وہی ارواح نواگر ہوئی جن کی شہرت

پیشک آمادہ نہیں ہوتا ہے سامع کا دماغ ۱۳۹
غور کرتا رہے یا مان کے لئے آئے یقیں
ان تماثیل پہ جن کا نہیں آسان سراغ
غیر واضح ہیں کہ پھر عام جو معلوم نہیں" ۱۴۲

تشریحات:

۲۔ کلمنی کا بیٹا فٹن، یہ سن کر کہ اپالو اس کا باپ نہیں، ماں سے تحقیق کو آیا۔ پھر باپ سے پوچھا' اس سے سیر کو رتھ مانگا' سورج کے قریب پہنچ گیا۔ موم کے پَر پگھل گئے۔ سو باپ محتاط ہوئے بیٹوں کی نہ مانیں۔

۱۸۔ وقت ان کے نزدیک لمحہ موجود کی طرح ہے' کہ اس کا سب حال معلوم ہوتا ہے۔

۱۹-۲۱۔ برزخ، دوزخ۔

۳۱۔ جب لوگ مندروں کے کاہنوں سے غلط سلط احوال معلوم کرتے تھے' وہ وقت کہ ابھی حضرت عیسیٰ نے خون دے کر گناہ گاروں کے لئے سبیلِ نجات نہ بنائی تھی۔

۴۰۔ مجبوری صرف ایک حذر ورنہ اختیار دیا گیا ہے۔

۴۶۔ پسولیٹس نے اپنے سوتیلے بیٹے کی بات نہ مانی تو عصمت پر کوشش کا الزام لگا دیا، سو ایتھنز سے جلاوطن کر دیا گیا۔

۵۰۔ یہ کورسو ڈونائی ہے' پوپ سے سازش کر کے فلورنس میں خون خرابہ کیا۔

۵۱۔ کلیسا جہاں مذہب فروشی کا دھندا کرتا ہے۔ روم

۵۳۔ ڈونائی بھی بعد میں اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

۶۲۔ فلورنس کی خانہ جنگی گیلف کے سیاہ و سفید فرقوں میں ہوئی۔ سیاہ غالب آئے' سفید بھاگ گئے' دانتے کا تعلق موخر الذکر سے تھا پھر جلاوطنی میں ان ساتھیوں نے اسے الزام دیا کہ درپردہ سیاہ سے مل گیا ہے۔

۶۹- پھر وہ کسی سیاسی گروہ سے متعلق نہ رہا۔

۷۱- ویرونہ کا نواب بارٹولومیو ڈی سکالا۔ نشان تھا سیڑھی کے اوپر شاہین (مرغ حریم، پاک پرندہ)۔

۷۶- بارٹومیو کا چھوٹا بھائی کان گرنڈی ڈی سکالا۔

۸۲- گاسکن، فرانسیسی پوپ کلیمنٹ پنجم، جس نے شاہ ہنری ہفتم کو اٹلی بلایا۔ پھر فرانسیسی بادشاہ کے دباؤ میں اس کی حمایت میں دست کش ہو گیا۔ کان گرنڈی نے ہنری کی مدد کی۔

لغت:

۱۰۲- دھڑکی — انگریزی شٹل۔

۱۱۴- نچنت — آرام سے۔

○

اٹھارہواں کینٹو

طاس مریخ (۵) — طاس مشتری (٦)

واقعہ — کشیا گائیڈہ سے تکلیف دہ مستقبل کا معلوم ہوا تو دانتے دل گرفتہ ہو جاتا ہے۔ پیٹرس ڈھارس بندھاتی ہے۔ پھر کچھ اور راہ خدا میں لڑنے والے آتے ہیں — اس کے بعد دونوں طاس مشتری میں داخل ہو جاتے ہیں، یہ اہلِ عدل کا ٹھکانہ ہے، وہ نشانِ عدل شاہین کا ایک خاکہ بناتے ہیں۔

وہ خوش آئینہ ہوا اپنے خیالوں میں مگن
اور میں اپنی جگہ سوچ میں یوں مستغرق
کہ مٹھاس اس میں لگے اور کبھی کڑواپن

رہنما سوئے خداوند مری وہ خانم — ۴
بولی اس طرح "کر اب اور طرف دھیان اپنا
میں ہوں پاس اس سے گناہوں کا کرے بار جو کم"

میں مڑا سن کے یہ آواز تشفی آمیز ۷
پیاری پیاری تھی وہ صورت اسے نہ بیاں کر پاؤں
کس قدر تھیں وہ حسین آنکھیں محبت انگیز

یہ نہیں ہے کہ نہیں لفظ ہی کچھ برجستہ ۱۰
حافظہ بھی ہوا معذور نہ دے واں تک ساتھ
اب خداوند دکھائے تو دکھائے رستہ

خیر اس واقعے کا ذکر کروں اس حد تک ۱۳
ہوگیا تھا مرا دل حرص وہوس سے خالی
وہ جو رُخ دیکھا لگائے ہوئے بالمقصد تک

بیٹرس میں ابدی حسن کا سیدھا پر تو ۱۶
یوں پڑا جلوہ نما ہوگئیں اس کی آنکھیں
دیکھ انہیں دوڑ گئی مجھ میں مسرت کی رو

وہ ہنسی یوں کہ مجھے کرگئی یکسر مبہوت ۱۹
اور بولی ''متوجہ ہو ذرا مڑ کر دیکھ
میری آنکھوں ہی میں تو بس نہیں جنت کا ثبوت''

صاف پڑھ لیتے ہیں لوگوں کے یہاں پر جذبات ۲۲
ہم کبھی جیسے — ہوا کرتے ہیں جب ان کے ذہن
ایک ہی نکتہ پہ مرکوز اسی فکر کے سات

سو مُڑا میں تو نگاہوں میں نظر آیا فاش ۲۵
مجھے اس لمعہ کی — کچھ اور بتائے مجھ کو
سارے پیکر سے تمنا تھی یہی جلوہ پاش

بولا وہ ''پیڑ پہ پانچویں ہے جو گتھل ۲۸
پت جھڑ اس کی نہیں پانی اسے اوپر سے ملے
اور دے ساری رتوں ہی میں برابر یہ پھل

جو بھی رُوحیں یہاں پر ہیں مقیم — افسانے ۳۱
ان کے تا عرش گئے اور زمیں تک پہنچے
جن پہ شاعر لکھیں سو طرح بیک عنوانے

دیکھ قرینِ صلیب — اب جو کروں نام اعلان ۳۴
تو وہ اس طرح سے ہر ایک کرے گا حرکت
کہ تجھے ابر میں کوندے کی لپک کا ہو گمان"

وہ پکارا تو بھڑکتا ہوا اک لمعہ دواں ۳۷
جو شوا نام پہ — برعکس صلیب آ ٹھہرا'
کیا کہا ہی تھا کہ پورا ہوا جھٹ کام وہاں

نام مکابی اعظم کا لیا تو گرداں ۴۰
اپنے اس آتشیں کوچہ میں سے وہ آ پہنچا
ایک لٹو جسے لتی نے گھمایا ہو رواں

اور رولینڈ بڑھا' پھر عقب شارلیمان ۴۳
یوں لگی تھی مری مشتاق نظر دونوں پر
اپنے شاہین کی یہ دیکھتی ہے جیسے اڑان

بعد ازاں میری نظر کھنچ گئی سوئے رینالڈ ۴۶
اور پھر گاڈفرے ڈیوک پہ پھر ولیم پر
تین لمعات تھے یہ اور وہ چوتھا گیکارڈ

اور پھر روح جو کرتی رہی تھی مجھ سے کلام ۴۹
مل کے ان ان گنت ارواح میں گاتی ہوئی گیت
مجھ پہ کیا نغمگی کو کر گئی ثابت الہام

میں سوئے بیٹرس اب مڑ گیا اپنے دائیں ۵۲
تا کہ معلوم ہو کیا کیجیے اقدام آگے
یہ کنایہ کہے' الفاظ کھلے بتلائیں

صاف شفاف وہ آنکھیں وہ درخشاں تاباں ۵۵
کس قدر کر گیا وارفتہ جمال اب ان کا
پیش ازیں ان میں دکھائی دیا یہ سحر کہاں

مطمئن جیسے کوئی شخص نظر آتا ہے ۵۸
کام کر کے جو یہ دیکھے کہ بنی ہے کچھ بات
تو وہ پھر اس میں بڑے شوق سے لگ جاتا ہے

گھومتے اُڑتے کُرے دیکھ رہے تھے یوں ہم ۶۱
حسن خانم کا کرشمے سے اضافے پر تھا
اور طے ہوگیا اک حدِ سفر کا عالم!

کیفیت جھٹ ہوئی تبدیل — کہ ہو ختم ہراس ۶۴
اک حسینہ کا تو ہوجائے بحال اس کا رنگ
اور سُرخی نہ رہے رُخ پہ جھجک کی عکاس

خیر مقدم ہوا، دوڑائی نظر گردو پیش ۶۷
معتدل صاف سفید ایسا رواقِ ششمیں
جملہ تابانیوں کے ساتھ ہمہ خیراندیش

پھر نظر آئے طرب خیز چراغ وفانوس ۷۰
جلوہ بر جلوہ محبت تھا قرینہ ان کا
تھے اشارات و کنایات ہم ایسے مانوس

جھنڈ کے جھنڈ اُڑیں جیسے کنارے پر دور ۷۳
ڈور سے کھاتے ہوئے بل کبھی سیدھی اک ڈار
چہچہاتے ہوئے چگ چگ کے پرندے مسرور

جگمگاتے ہوئے یوں چھیڑ دیا تھا سارنگ ۷۶
بن گئے اس طرح اڑتے ہوئے وہ پاک انوار
اولاً ڈی تو دوم آئی، سوم ایل کا رنگ

نغمہ گر تال پہ چلتے ہوئے دی یہ ترتیب ۷۹
اور پھر ہو گئے خاموش کھڑے وہ ساکت
اپنی اپنی جگہوں پر وہاں ہو ہو کے قریب

تو ذہانت کو جو پیگو سیہ طرار کرے ۸۲
اور دے مہلت اسے تیری مدد سے جب وہ
شہر آباد کرے، بستیاں تیار کرے

استطاعت مجھے بخش ایسی کہ میں یہ کردار ۸۵
اب مصور جو کروں، صاف کروں جو منقوش
ترے اعجاز کا بن جائیں مرقع اشعار

پانچ بار ایسی ہوئیں سات علامات یہاں ۸۸
علّت و حرف صحیحہ میں — کہ میں نے پایا
ہر جدا حرف میں مطلوبہ معانی کا نشاں

فعل اور حرف میں — ڈیلی جٹے آئس ٹٹیام ۹۱
(چاہ انصاف) یہ لفظ اول وزاں بعد آئے
(توز میں جانچے) قوی انڈیَ کیٹس تیَرام

پانچویں لفظ کے انت ایم پہ ہوا سب کا ملاپ ۹۴
یوں کہ آتی تھی نظر جود کی چاندی کی قرص
اس جگہ ساری کی ساری ہی زری بوٹی چھاپ

آئیں اور رُک گئیں پھر آن کے ایم کے سر پر ۹۷
دوسری روشنیاں خیر کے نغمے گائیں
میں کہوں عشقِ خداوند سے جو دیں انہیں پھر

اک سلگتی ہوئی لکڑی کو کوئی جھٹکے، تب ۱۰۰
ان گنت اڑتی ہیں چنگاریاں کتنی جن سے
سادہ دل لوگ شگن بھی لیا کرتے ہیں عجب

واں مجھے آئے نظر مہر کی تابانی سے ۱۰۳
پست وبالا طربیں نُور ہزاروں اڑتے
ایک تخمینہ شدہ حرکتِ وجدانی سے

جب ہر اک اپنی جگہ آ گیا آرام کے ساتھ ۱۰۶
کلغی و گردنِ شاہین ابھرتے دیکھے
ان ضیاؤں سے بروں شعلۂ گلفام کے ساتھ

ہو مگر ان کی تجلّی نہ رہینِ تقویم ۱۰۹
خود خدا احسنِ تقویم ہے — باذات وصفات
چڑیا کے گھونسلے میں تم اسے پاؤ گے مقیم

ایم پہ سوسن کا نمونہ جو بنے یہ انوار ۱۱۲
کچھ توقف کیا، پھر حرکتِ معمولی سے
عین صورت کے مطابق لیا انداز سنوار

پیارے سیارے دکھائے مجھے کیا کیا موتی ۱۱۵
اور پھر کتنے — زمیں پھر ہے انہی سے انصاف
جن کی آکاش پہ اس طرح جلے اب جیوتی

ذہن ہے جس سے یہ سب حرکت و برکت کی نمو ۱۱۸
دیکھ لے آپ کہاں سے یہ دھواں اٹھتا ہے
روشنی ماند ہے جاتی رہی ساری خُوبُو

ان پہ کر قہر وہ نازل کہ ڈھلے سب سنڈاس ۱۲۱
ان کلیساؤں کی منڈی میں بیوپاری کا
جان دے دے کے کرشموں سے رکھی ان کی اساس

دیکھتا ہوں سپہ عرش کے اے لشکریو ۱۲۴
دیکھ کر تم کو دعائیں کروں دنیا کے لئے
مبتلا ہوگئی ہے جھوٹی محبت میں جو

گئیں تلوار کی جنگیں ہوئی ہے فتح و شکست ۱۲۷
اس پہ جب چاہیں کریں وہ پدری نان کو بند
وہ خداوند کا پیار — ایسا، نہیں جو پابست

تو لکھے تا کہ وہ لکھا ہوا یوں ہو منسوخ ۱۳۰
پیٹروپال نے جاں دی کہ بچے تاکستاں
تو وہ پامال کرے تاکہ بڑھے تیرا رُسُوخ

تو کہے گا ''مجھے تو صرف اسی کی ہے چاہ ۱۳۳
جو اکیلا رہا اور رقص کے عوضانے میں
پائی تھی گورِ شہادت کی طرف جس نے راہ
کچھ نہیں پال مچھیروں کے اس افسانے میں'' ۱۳۶

تشریحات:

۱۔خوش آئینہ: خوبصورت آئینہ۔ گشیا گائیڈہ

۶-بیٹرس خدا کی مقرب ہے سفارش کردے گی۔

۳۷-جوشوا حضرت موسیٰؑ کا وارث فاتحِ کنعان۔

۴۰-مکابی — ہیکل سلیمان کی مرمت کی یروشلم کو شامی حملے سے بچایا۔ پھر ۱۶۵ق م میں انہی سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

۴۳-رولینڈ۔ایک حقیقی شخصیت جو بہادری کی داستانوں کا افسانوی کردار بن گیا ہے۔ شہنشاہ شارلیمان (۷۴۲/۸۱۴) کا بھتیجا اور بارہ رتنی پلاڈینی درباری و مصاحب تھا۔ شارلیمان مشہور فرانک بادشاہ جس کی لڑائیاں عربوں کے خلاف مشہور ہیں۔

۴۶-ولیم کاؤنٹ آف اورنج عربوں کے خلاف جنگ آزمارہا۔ عہد وسطیٰ کی تاریخی رزمیہ مثنویوں کا کردار۔ رینالڈ بھی اسی باعث مشہور ہوا۔ ڈیوک گاڈ فرے پہلی صلیبی جنگ میں شامل تھا پھر یروشلم کا بادشاہ بنا۔

۴۸-رابرٹ گسکارڈ، نواب اپولیا، عربوں اور یونانیوں سے نبرد آزما رہا۔

۶۱-مشتری پہ اُتر آئے۔ مریخ کی سرخی گئی، مشتری کی سفیدی آ گئی (۶۴)

۷۸-ڈی آئی ایل، حضرت سلیمان کے مقولے Diligite Ustitiam Qui Indicatis Terram کے پہلے حروف (بمعنی۔ (انصاف کو چاہو زمین کے جانچنے والے) ۹۳-۹۱-

۸۲-پیگوسیہ دراصل پر دار گھوڑا جس نے سم مارے تو راقیاؤں کے مسکن پہاڑ ہیلی کان پر چشمہ پھوٹ نکلا، یہاں شاعری کی دیوی سے خطاب ہے۔

۸۸-حضرت سلیمان کے مقولے کے پانچ الفاظ کے پینتیس حروف

۹۴/۱۰-یوں کھڑی ہو گئیں کہ ایم کی شکل بنی پھر وہ ایم اور روحوں کے ساتھ آ لگنے سے عین شاہین کی شکل بن گیا۔ جو عدل پرور بادشاہوں کی علامت تھا۔ جو دو۔ جو پیٹر۔ انصاف کا مظہر دیوتا ہے۔

۱۲۱-مشتری کہ ستارہ عدل ہے، جاہ پرست اہل کلیسا اور پوپ کو تباہ کر دے۔

۱۲۸-دین کا جہاد گیا۔فروعات پہ دنگے فساد ہیں۔

۱۳۳-پوپ کہے گا اس جان سینٹ کو مانتا ہوں جس کا سر رقاصہ سلومی نے طلب کیا،

دوسرے پال پیٹر کو نہیں۔

لغت:

۱۵-تنگ نظر۔

۲۸-گٹھل، گانٹھ جو درخت کی شاخ کی جڑ بن جاتی ہے۔(انگریزی whorl)۔

۴۲-لتّی، رسّی، ڈوری۔

۶۷-رواق۔ آسمان کو کہتے ہیں

۱۰۹-تقویم، نمونہ

۱۱۵-جیوتی۔چمک۔

○

انیسواں کینٹو

طاس مشتری (۶)

واقعہ: منصف بادشاہ شاہین کی شکل میں کھڑے ہیں۔ عدل کا مسئلہ زیرِ بحث آتا ہے۔ دانتے کو یہ خلش ہے کہ وہ لوگ جو نیک کردار تھے۔ انہیں دوزخ میں جھونکنا کہاں کا انصاف ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں وہ آگاہ ہی نہیں ہوئے۔ جواب ملتا ہے' بات عدلِ الوہی کی نہیں رضائے الٰہی کی ہے اور رضائے الٰہی منافیٔ عدل نہیں ہو سکتی۔

ان ضیا باف سب ارواح سے تمکین و متین
اک فضا بن گئی تھی سامنے میرے' کیسا
پرکشا' شان سے نیرنگ نما تھا شاہین
مثلِ یاقوت' کہ جیسے کرے اس کو ضوبار ۴
آتشیں مہر کا افروختہ شعلہ مل کر
روشنی میری نظر میں گئے بھر وہ انوار
روشنائی نے کبھی تو نہ لکھی یہ روداد ۷
نہ بگفتار ہی آئی — جو بیاں کرتا ہوں
ذہن تخئیل سے بھی کر نہ سکے یوں ایجاد
کیونکہ ایسی تھی وہ منقار کی دید اور شنید ۱۰
ظاہراً تو لگے "میں" اور "مجھے" کی چہکار
پر نہ معناً وہ "ہمیں" اور "ہمارے" سے بعید

وہ یہ بولا ''مجھے لائے ہیں یہاں پر بالا ۱۳
عدل وتقویٰ— کہ تمنا کسی عظمت کی نہ ہو
اس عظیم ایک حقیقت سے کسی طور اعلیٰ

ہر علاقے میں مری ذات سے ان کی باقی ۱۶
یادگار ایسی رہی، ہر کس و ناکس دے داد
گرچہ رکھی نہ کسی نے بھی یہ رسم اطلاقی''

گرم یکساں کریں جس طرح بہت سے انگار ۱۹
تھے اسی طرح اک آواز میں اس شاہیں کے
ممتزج باہمی انداز سے کتنے ہی پیار

تو یہ میں: ''اے تم امر پھول، سدا سکھ والو ۲۲
آئے تم سب سے مہک ایک ہی بھینی بھینی
اپنی آمیختہ خوشبوئیں جو مجھ پر ڈالو

سو تمہاری نفسِ باد ازالہ کر دے ۲۵
بھوک شدت کی رہی، کال تھا اس کا واں پر
جو نہ دنیا میں ملا— سیر نوالہ کر دے

اِن گروں میں جو عیاں عدلِ خداوندی ہو ۲۸
جانتا ہوں وہ کسی آئینے میں بھی جھلکے
اس نظارے سے تمہیں خوب برومندی ہو

فاش ہو اب یہ حقیقت، مجھے بیتابی ہے ۳۱
ہے یہ کیا راز مری فہم سے ایسا بالا
تم ہو آگاہ یہ کس قسم کی نایابی ہے''

اس پہ شاہین وہ کنٹوپ سے باہر آیا ۳۴
گردن اکڑائی، تسلّی سے پروں کو جھٹکا
کی کریز، اور بڑی موج میں پھر لہرایا

اس طرح سے مترنم، متوازن، طیار ۳۷
حمدِ باری میں جو کی زمزمہ سنجی اس نے
اس کے ہر بول سے آگاہ سعادت اطوار

وہ نواسنج ہوا: "گردشِ پرکار کے ساتھ ۴۰
کھینچ کے جس نے جہاں کی حدیں، بھر دی نعمت
رنگ ہا رنگ، لگیں بھی نہ لگیں بھی جو ہاتھ

نہ کیے منکشف اوصاف زمانے پہ تمام ۴۳
بلکہ اس ذاتِ خداوند کی گھاتیں باتیں
بے حساب ایسی ہیں ممکن نہیں جن کا اعلام

یاد کر تو کہ وہ پہلی متکبّر ہستی ۴۶
زبدۂ خلق منوّر — پہ گرا کیسا خسام
قعر میں ٹھہرا نہ خود کشف ہو سرّ مستی

ثابت اس سے یہ ہوا ثانوی کل مخلوقات ۴۹
بیکراں بحرِ الوہی میں ہے کوتاہ جہاز
اور وہ ذات احاطہ کرے اپنا بالذات

اور اپنی یہ نظر تو ہے فقط ایک شعاع ۵۲
ازلی نورِ معلّٰی کی؛ وہ جس سے معمور
جملہ مخلوق ہے — یہ ایسی کہاں کی طبّاع

جو کسی مسئلہ کی نوع کے اندر جھانکے ۵۵
جس قدر آنکھ پہ روشن ہے زیادہ اس سے
واقعی اصلِ اصول اس کا ہے جو اور آنکے

پس نظر ایسی زمیں پر جو ملی ہے تم کو ۵۸
ابدی عدل میں غرقاب ہوئی جاتی ہے
ڈوب کے جیسے سمندر میں نہ یہ واپس ہو

تہ تلک سہل کنارے پہ پہنچ جاتی ہے ۶۱
اور منجدھار میں اوڑھے ہوئے ہے نیچے یہ
چونکہ گہرائی اسے دیکھ نہیں پاتی ہے

روشنی صرف وہی اس سے جو ارزانی ہے ۶۴
بے خلل ہے یہ وجود اس کے سوا سب ظلمات
ماس کی چھایا ہے یا گھور نکو کا پانی ہے

تجھ پہ اب کھل گئی پیچیدگی کافی حد تک ۶۷
جاوداں عدل ہے کس بھول بھلیاں میں نہاں
اور اسی کی رہی تھی کھوج تجھے یوں انتھک

تو نے پوچھا ہے لیا سندھ کنارے پہ جنم ۷۰
اور اس شخص کو عیسیٰ کی خبر بھی نہ ملی
نہ زباں ہی سے بتایا نہ دیا کر کے رقم

دیکھتے ہیں کہ جیا بھی وہ نکو نام کے ساتھ ۷۳
پیکرِ راستی کردار تھا اس کا بے داغ
عمل و قول میں ماخوذ نہ الزام کے ساتھ

کب ہے انصاف سزا پائے وہ بے دینی کی ۷۶
حالت کفر میں گر مر گیا بے بپتسمہ
کیا قصور اس کا روش گر رہی کج بینی کی

کون تو، جانچنے کو یچ جو کرے یوں حس وا ۷۹
سینکڑوں کوس سے، قاضی کی طرح کرسی پر
نہ تری کوتہ نظر دیکھ سکے اب بسوا

اب جو تعلیم نہ انجیل کی ملتی سچی ۸۲
موشگافانہ ہے جو بحث مرے ساتھ دقیق
چیستاں ایک سے اک مغز کرے وہ پیچی

بسکہ ممکن ہی نہیں ہے کہ نخستین رضا ۸۵
خاکداں ذہنو! کلوخو! ارے بالذات ہے خیر
ذات کو ترک کرے خیر وہ الحکم قضا

حق ہے برحق اگر اس عدل سے ہو ہم آہنگ ۸۸
اپنے پیمانے میں محدود اسے کیوں لائے
بلکہ دیکھے دیا اس نور نے جو اس کو رنگ

گھونسلے پر اڑے لق لق انہیں چوگا دے کر ۹۱
جس طرح دیکھتے ہیں پھر اسے چینگی پوٹے
ہو کے ممنون بہت پیار بھری ممتا پر

ہوئی تیزی سے مری بھی نظر ایسی مشکور ۹۴
ہوگیا بال کشا ایسے مبارک شاہین
استشارات اڈتے ہوئے آئے بہ وفور

گھومتے گاتے ہوئے کہنے لگا "میرا سرود ۹۷
ماورا ہے بشری فہم سے یوں ہی معنی
ہیں ترے علم سے حکمِ ازلی کے مفقود"

طائر قدس کے اب واں جو بنے نقش عیاں ۱۰۰
ہو بہو ہو گئے اس خاص لوئی کی مانند
دبدبہ روم کا جس سے تھا کراں تا بہ کراں

یوں پھر آواز وہ "اقلیمِ بریں تک بے سود ۱۰۳
بسکہ پرواز ہے، عیسیٰ پہ نہ ہو گر ایماں
قبلِ چوبی ہو کہ مابعدِ صعود

دیکھنا تم کئی چلائیں گے عیسیٰ" عیسیٰ" ۱۰۶
حشر کے روز بسیں گے جو کہیں دور اس سے
ان کی نسبت جنہیں عیسیٰ" ہوا اپنا جی سا

یہ مسیحی، انہیں حسرت سے تکے ایتھوپی ۱۰۹
ہوں گے جب ریوڑ الگ، یہ چیئں جی بھر امرت
گھونٹ گھونٹ اس کو ہے یہ حکم سدا خوں کو پی

یہ سلاطین تمہارے انہیں اہلِ ایراں ۱۱۲
کیا سنائیں گے کھلے گی وہاں جب فردِ حساب
شرمناک اپنا یہ احوال کا دیکھیں گے بیاں

اس میں البرٹ کی مذکور ملے گی کرتوت ۱۱۵
گر لکھیں وہ تو قلم پر بھی ہو لرزہ طاری
ہے پریگ اور نواحی کھنڈر اظہارِ ثبوت

تھا مقدر کہ ہو بندیلے کی ٹکر سے ہلاک ۱۱۸
تو بیاں اس کا — چلائے گئے جعلی سکّے
اور پھر سین پہ بھی کیسی اُڑائی گئی خاک

پھر پڑھیں کیسے ہمیشہ ہی سکاٹ اور انگریز ۱۲۱
ہوس وحرص کے مارے رہیں، حملہ آور
سرحدوں میں نہ رہیں، خونی وہیبت انگیز

اور پھر دیکھئے آرام پرست وعیّاش ۱۲۴
بادشاہانِ بوہیمی و سپین، ان میں تو
پاسِ ناموس کسی کو نہ کبھی اس کی تلاش

پھر وہیں دیکھئے وہ یوروشلم کا مفلوج ۱۲۷
اس کے گن ایسے شماران کا الف ب سے کیا
ابجدی غیَن سے اعداد کا ممکن ہے خروج

دیکھئے آگ کے ٹاپو کا نگہدار ہے جو ۱۳۰
(واں مرا انکیس زال) یہ ایسا بدذات
سخت ڈرپوک ہے جو سخت ہوس کار ہے جو

چھوٹے پن کی جو کریں کارگذاری تحریر ۱۳۳
تنگ تنگ اور بہ تلخیص وہ موّاد ضخیم
چاہیئے سارا سموئیں جو ملے جائے حقیر

ان چچا بھائی کے فتنوں پہ زمانہ ہے گواہ ۱۳۶
کس قدر گندے ہوئے کیسے ہوئے ہیں رسوا
دودمانِ شہی اک، دو شہ وشاہانہ کلاہ

پرتگال اس پہ لگے ناروے کے ساتھ الزام ۱۳۹

اور رشیان کی وینس پہ لگی ہیں نظریں

اس کا سکّہ کیا کھوٹا ہوا خود بھی بدنام

آفریں کہئے کہ ہنگری نے بُرائی کی بند ۱۴۲

اور شاباش نوارے کو کہ اس نے مضبوط

گرد کرلی ہے پہاڑی کی گڑھی خوب بلند

چاہئے سارا زمانہ سُنے قصہ دلسوز ۱۴۵

اور فما گوستہ نیکوشیہ اب لب کھولیں

ان پہ وحشی ہے مسلّط اسی جتھے کا بروز

اور جتنا بھی یہ چلائیں، یہ جتنا رولیں" ۱۴۸

تشریحات:

۴۶-شیطان۔

۱۰۹-۱۱۲-یتھولی ایرانی، غیرعیسائی۔

۱۱۵-البرٹ، شاہ آسٹریا۔

۱۱۸-فلپ چہارم شاہِ فرانس۔

۱۲۱-۲۳-ایڈورد اوّل اور وینس کی لڑائیاں۔

۱۲۴-شاہ اسپین، فرڈی ننڈ چہارم، شاہ بوہمیہ، وینیالس چہارم۔

۱۲۷-چارلس دوئم شاہِ نیپلز۔

۱۳۰-آگ کا ٹاپو، سسلی، بوجہ آتش فشاں پہاڑ ایٹنا۔ شاہ فریڈرک۔

۱۳۷-فریڈرک کا چچا بیرک کا شاہ جیمز، بھائی جیمز۔ شاہِ اراگان۔

۱۴۵-قبرص کے دو شہر، فرانسیسی ہنری دوم نے یہاں بڑے مظالم ڈھائے۔

لغت:

۱۸-اطلاقی، اطلاق سے عمل پیرائی۔

۶۴-مشہور کڑوی جڑی بوٹی۔

۸۱-بسوا بالشت۔

۸۶-کلوخ، مٹی کا ڈھیلا۔

۱۱۱-خون کے گھونٹ پیئیں، اظہار محروم۔

۱۱۸-بنڈیلا۔ جنگلی سؤر۔

۱۲۸-ایک دو نہیں ہزار۔

۱۴۷-چیلا چانٹا۔

○

بیسواں کینٹو

طاسِ مشتری (۶)

واقعہ: شاہین اپنی پتلی میں اور طاق ابرو پہ سجے انوار کی طرف دانتے کی توجہ مبذول کرتا ہے — حضرت داوٗد، شہِ یہودہ حزقیہ، شہنشاہِ قسطنطین، حکمرانِ سسلی ولیم ثانی، قیصر ٹراجن اور ٹروجن شجاع رہ پیوس — اس پہ دانتے کی حیرانی کہ ٹراجن اور ٹروجن کیوں کر پیروِ دینِ حق ٹھہرے؟

جب ہمارے کرۂ نصف میں آئی ڈھل کر
اس جگہ مشعلِ عالم کہ بتدریج اس کی
شش جہت روشنی مدھم ہوئی دن بھر جل کر

آسماں تھا جو ابھی صرف اسی سے روشن ۴
ان گنت روشنیاں پھر اپنی جلا کر لایا
جن میں تابانیاں اس ایک ہی کی عکس فگن

جب وہ عالم کا علم — جب وہ مقدس منقار ۷
ہمنوا جس کے تھے خاموش سبھی، دہرا کر
عرش نامہ مرے آگے، ہوئی چپ آخرِ کار

جی اٹھے نور بداماں وہ سارے لمعات ۱۰
جھلملاتے ہوئے گانے لگے نغمات حسین
جو نہیں ذہن میں اب، یاد نہیں جو — ہیہات

اے شکر خند محبت، ترا پُر جوش سرود ۱۳
صرف پاکیزہ خیالات سے پُھونکا جائے
خوشنوانے میں تو کرآتا ہے کیسے پھر عود

جب وہ نایاب گراں بیش بہا، مروارید ۱۶
جن سے مجھ پر شمیں طاس ہوا تھا روشن
ہوئے لب بستہ، ہوا بند سروشانہ نشید

گنگناہٹ سنی میں نے — کہ چٹانوں سے رود ۱۹
نیچے اُترے تو روانی سے یہ اندازہ ہو
کس قدر کوہ پہ، منبع میں ہے پانی افزود

جس طرح ڈھلتے ہیں مرلی کے گلے میں مدھ بول ۲۲
اور الغوزے ہوا جیسے نگل لیتے ہیں
پھر اُگل ڈالتے ہیں جس کو وہ حلق اپنے کھول

گنگناہٹ یونہی شاہیں کی اُمڈ آئی تھی ۲۵
حلق سے تیر کے، اس وقفۂ امید کے بعد
جیسے گردن میں کوئی کھوکھلی پہنائی تھی

سرِ منقار سے ڈھل آئے بہ شکل آواز ۲۸
زور سے لفظ اُترنے لگے میرے دل میں
کہ توقع میں تھا یہ ایک سراپائے نیاز

یوں سخن سنج "نظر خوب جما کر مجھ پر ۳۱
دیکھ وہ عضوِ سرِ ارض جو شہبازوں میں
سہہ لیا کرتا ہے سورج کا سلگتا منظر

کیونکہ جن مشعلوں کی واں پہ سنواری ہے قطار ۳۴
نامور وہ ہیں مرے سر میں نگینہ یہ آنکھ
ہے تب وتاب سے اس درجہ فراواں ضوبار

ملتجب بیچ میں عین ایک ہے پتلی کی مثیل ۳۷
نفسیں قدس مغنّی، گیا قریہ قریہ
جواٹھائے ہوئے تابوت یہودائے جلیل

اور لاریب اسے علم ہے اس کا استوت ۴۰
آپ دھن جس کی بنائی تھی ہنرمندی سے
ملکہ کچھ سہی، ورثہ ہے عطائے لاہوت

ابروئے چشم کی محراب پہ ہیں دیگر پانچ ۴۳
چونچ کے ساتھ جو بیٹھا ہے لگا دیکھ اس نے
پسرِ بیوہ ہوا قتل تو کی عدل سے جانچ

منکشف اس پہ ہوا کیا ہیں سزاوار عذاب ۴۶
جو مسیحا کو نہیں مانتے — اس تجربہ سے
قبل جیسا تھا، ہوا بعد میں جو بہرہ یاب

طاق ابرو کا ابھرتا ہے جہاں، گرد محیط ۴۹
ملتوی موت ہوئی جس کی، پڑا ہے وہ عزیز
کہ ہوئی صدقِ ریاضت سے حد عمر بسیط

منکشف اس پہ ہوا تھا کہ ازل کی تحریر ۵۲
نہ ہو تبدیل مگر صدقِ ریاضت سے یہ ہو
چندے امروز کا فردا ہو لدا — باتاخیر

پھر ہے وہ جو مجھے اور منصب وقانوں لے کر ۵۵
سوئے یونان سدھارا تو وہ اعلیٰ مقصد
نہ بر آیا — وہ جگہ پادریت کو دے کر

منکشف اس پہ ہوا وہ نہ بھرے خمیازہ ۵۸
اس کے اقدام سے گو ظلم نے پایا تھا فروغ
منتشر نظمِ جہاں کا جو ہوا شیرازہ

واڑگوں خم ہے جہاں، واں ہے فروکش ولیم ۶۱
ملک اسے روئے -- یہ صدمہ ہے فریڈرک اور چارلس
جی رہے ہیں، سو وہ اس امر پہ محوِ ماتم

منکشف اس پہ ہوایاں اسے حاصل ہے کمال ۶۴
جاوداں شان کی مظہر ہے تجلّی اس کی
نیک دل شاہ کا یوں ہو سرِ عرش استقبال

اس خطا کار جہاں میں یہ کوئی کب مانے ۶۷
پانچواں ان میں یہاں پر ہے ٹروجن رہ پیوس
جگمگاتے ہیں جو اس قوس پہ یہ پروانے

منکشف اس پہ ہوئی خوب خداوند کی رافت ۷۰
نہ ملی جس کے نظارے کی جہاں کو توفیق
آشکارا ہوئی ہے اس پہ وہ حدِ نایافت

بھر کے فرّاٹا چکاوک جو فضائیں چیرے ۷۳
چہچہاتا ہوا پہلے تو خوشی کے مارے
اور چُپ سادھ لیا کرتا ہے دھیرے دھیرے

وہ لگا ایسا رضائے ازلی کا نقاش ۷۶
کوئی بھی چیز اگر ایسے ہو اِس سے مانوس
ہے جو وہ آپ پر اس طرح وہ ہو جائے فاش

آر پار ایسے کہ شیشے سے جھلکتا ہوا داغ ۷۹
میری حیرت بھی نمایاں ہوئی صاف اور وہ صاف
دامن ضبط چھٹا ہاتھ سے مل جائے سراغ

جھٹ کہا چیخ کے پس میں نے "یہ کیا سنتا ہوں" ۸۲
آپ ہی آپ مرے ہونٹ کھلے زور کے ساتھ
غُل وہاں پر بھی مچا، ہو گئے انوار فزوں

وہ لئے آنکھ میں اب اور خوشی اور چمک ۸۵
ایک دم ایسے سعادت کا علم پا تخ میں
کہ نہ منظور ہو حیرت مری اک لمحے تک

سو کہا میں نے "جو اس بات کو تو مان لیا ۸۸
اور موجودگی پلّے نہ پڑی کچھ ان کی
تہ تلک تو نہیں پہنچا ہے، فقط جان لیا

نام سے علم میں اک چیز تو آجاتی ہے ۹۱
ماہیت کا مگر ادراک تبھی ہو صاحب
بات تفصیل میں جس وقت سوا جاتی ہے

برّیت کا جو اصول اس میں لگا روبہ زوال ۹۴
زندہ امید و درخشندہ محبت غالب
کہ رضا اور مشیّت میں لگے اضمحلال

مضمحل آدمی سے آدمی جیسے — یہ نہ یُوں ۹۷
کہ ہے مغلوب رضائے ازلی خود — مفتوح
آپ فاتح بھی — محبت نہیں ہوتی ہے نگوں

بھوں پہ ان اوّل و پنجم سے جو حیراں ہے تُو ۱۰۰
دیکھ کر نزدِ ملک متمکّن ان کو
خیر، فی الوقت بدن کو تو پرے کر اک سُو

جیسے تو جانے — یہ کافر بھی نہیں ہیں اس طور ۱۰۳
کہ مسیحی انہیں پکا — کہ اسے درک بجا
زخم خونیں کا، اسے یہ ابھی آنا ہے وہ دور

کیونکہ دوزخ سے (جہاں روح نہیں ہو پھر راست) ۱۰۶
گوشت اور پوست میں یہ ہو کے پلٹ آیا ٹھیک
زندہ امید کا ہے اجر اسے بے کم وکاست

زندہ امید نے دی اس کی دُعا کو تحریک ۱۰۹
پس بلند اس کو خدا نے کیا — وہ ہے مختار
پھر بھی چاہے تو بھرے ایسے ہی جو مانگے بھیک

جب ذرا پھر ہوئی اس جسم میں یہ جاں تحلیل ۱۱۲
جس سے آئی تھی جدا ہو کے، تو اس ہستی پر
تھا عقیدہ، کہ نجاتِ بشری کی ہے کفیل

پس یہ ایمان ہوا عشق سے جب شعلہ فروز ۱۱۵
اور دوبارہ اسے آئی اجل تو نکلا
اہل وہ جشنِ سرِعرش سے ہو لطف اندوز

اور طینت میں دگر کی وہ سعادت تھی اتھاہ ۱۱۸
تیزؔ لبریزؔ بذیرِ تہِ کاریز نہاں
ماپ سکتی ہی نہیں بسکہ ہے بے بس وہ نگاہ

خرچ کی دینوی دلچسپیوں کی جمع بھی ۱۲۱
راستی پڑ تو خدا نے اسے آگاہ کیا
فضل در فضل شفاعت سے جو آئے گی ابھی

اس طرح ہو گیا جب اس پہ حقیقت کا ظہور ۱۲۴
نہ رہی گندگیٔ کفر کی بدبُو برداشت
قلع قمع اس نے کیا ملک میں پایا جو فتور

اصطباغِ عوضی اس ہی کا فرمایا تھا ۱۲۷
دائیں پہیئے پہ دیا رتھ کے جو قرنوں پہلے
تین خوروں کو — یہ جو تذکرہ قبل آیا تھا

اس نوشتہ کی فلک پر ہے یہاں گیرائی ۱۳۰
چشمِ کوتاہ نہیں پائے نخستین سبب
یہ ترے جملہ طرب کرب کی اصلِ غائی

تم کہ فانی ہو رکھو دانش و بینش کو سنبھال ۱۳۳
رُوبرو عین خداوند کے ہیں یاں، پھر بھی
ہم پہ کھلتا نہیں کچھ اس کی مشیت کا حال

ہے غنیمت ہمیں کو تہ نظری لیکن یوں ۱۳۶
کہ ہمیں مرضیٔ مولیٰ زہمہ اولیٰ ہے
ایک نیکی بھی ہماری تو یہاں اور افزوں"

باشعور ایسے کیا دے کے وہ شافی دارو ۱۳۹
سرمدی عکس نے یوں آنکھ کو کروا دی تھی
خوب انداز میں بلسانِ مقطّر سے وضو

انتظاری میں رہے جیسے کوئی سازندہ ۱۴۲
مرتعش تار پہ رکھے ہوئے اپنی انگلی
دے مغنّی کا سلیقے سے وہ ساتھ آئندہ

عین اُسی طرح لئے اپنی تمنائے توام ۱۴۵
جیسے اک ساتھ جھپکتی ہوئیں دنوں پلکیں
جبکہ وہ بول رہا تھا' یہ ہوئے جائیں ضم
اس کے الفاظ میں شعلوں کی طرح وہ جھلکیں ۱۴۸

تشریحات:

۳۲-شاہین اپنے بچے کو پنجے میں لے کر اس کی آنکھیں سورج کی طرف کیے رکھتا ہے کہ اسے برداشت کرنے کا ملکہ ہو جائے۔

۳۷-حضرت داؤد' تابوتِ یہود خداوند کی نشانی گابہ سے گیتھ پھر وہاں سے یوروشلم لائے۔

۴۵-شہنشاہ ٹراجن' فاتح رومی حکمران (۱۱۷-۹۰ء) واقعہ کس طرح بیوہ نے گھوڑا روک کر بیٹے کے قتل پر فریاد کی اور یہ دادرسی کو پہنچا عام مشہور ہے یہ عیسائی نہیں ہوا تھا۔ روایت کے مطابق اس کی عدل پرستی سے متاثر ہو کر پوپ گریگوی نے اس کے حق میں دُعا کی۔ جہنم سے واپس بلا کر اسے بپتسمہ دیا۔

۵۰-حزقیہ۔ شاہ یہودا، ایسا بیمار ہوا کہ قریب المرگ ہو گیا۔ اُس نے خدا کو اپنی نیکیاں یاد دلائیں۔ پندرہ سال زندگی زیادہ ہو گئی۔

۵۵-شاہ قسطنطین' اٹلی سے رومی سلطنت کا پایۂ تخت بازنطیوم منتقل کیا۔ "مجھے" یعنی علم

شاہین کو نیک تمنا بر نہ آئی۔ یعنی روم پوپ کے حوالے کیا اور وہاں مذہبی بدعملی نے فروغ پایا۔
فعل خوب کے نتیجۂ بد کا ذمہ دار فاعل نہیں وعلیٰ الرغم۔

۶۲-نیپلز اور پولیہ کا نارمن بادشاہ ولیم ثانی، منصف ورعایا پرور تھا۔

۶۸-ورجل کے مطابق ٹرائے کا یہ شجاع بڑا راستباز اور دیانتدار تھا۔

۸۱-یہ دو غیر مسیحی ٹراجن اور رپیوس جنت میں کیسے آئے؟

۹۵-محبت اور اُمید رُوح کو جنت میں لے جاسکتے ہیں۔

۱۰۴-ٹراجن کو حضرت عیسیٰ کی صلیب کشی کا علم تھا کہ وہ ان کی پیدائش کے بعد گزرا، رپیوس پہلے تھا سوائے ان کے آنے کا علم تھا۔

۱۰۹-سینٹ گریگری کی دُعا۔

۱۲۹-یہ حوالہ ہے برزخیہ کینٹو ۲۹، مصرعہ ۱۲۱ تین حوروں سے صریحاً مراد ہے۔ ایمان اُمید اور خیر۔

۱۳۱-مستقبل اور مقدر کا حال تو ولیوں اوتاروں کی بھی معلوم نہیں۔

۱۴۵-عدل و عشق۔ دونوں وہ ٹراجن اور ٹروجن۔

لغت:

۲۳-مدھ بمعنی میٹھے مست۔

۲۴-الغوزہ، شہنائی۔

۴۰-استوت، مناجاتِ داؤدی۔

۷۰-رافت کرم مہربانی۔

۷۳-چکاوک، چنڈول۔

۸۵-پاخ۔ جواب۔

۱۳۲-غائی، غایت کی۔

۱۳۹-سلبسان، امرت دھارا۔

اکیسواں کینٹو

طاسِ زحل (۷)

واقعہ: طاسِ زحل پہ دانتے کو اہلِ فکر کا طائفہ ملتا ہے، ان کی تجلیات ایک ایسی سیڑھی کے پائیدانوں پر چڑھی ہوئی ہیں، جن کا دوسرا سرا اوجھل ہے۔ اسقف پیٹر دمیان کی روح قضاوقدر کے رموز پر گفتگو کرتی ہے۔ پھر روئے سخن دنیا کے مذہبی اہل کاروں کی طرف ہوتا ہے تو وہ ان کے اخلاقی انحطاط کی مذمت کرتا ہے۔ دوسری رُوحیں اس کی ہمنوا ہیں۔

میری آنکھوں میں ہوا چہرۂ خانم دریاب
منعطف ہوگئی پھر ساری توجہ اس پر
تھے بھی گر کوئی خیال اور، تو سب ہو گئے خواب

تھی نہ ہونٹوں پہ ہنسی بلکہ سخن یوں ان پر ۴
"ہنس پڑی ہیں تو سمیلی ہی سا بن جائے گا
راکھ کا ڈھیر تمام اس کی ہی صورت جل کر

ہو یہ معلوم ہے اب فیضِ تجلّی منیر ۷
ہم جو یوں چڑھ رہے ہیں قصرِ ازل کا زینہ
تو ہے افزوں مری تابندگیٔ حسنِ کثیر

بے مزاحم رہی اس کی یہ اگر تابانی ۱۰
تیری برداشت کو پھونکے گی کہ جیسے بجلی
شاخ پر تھوپ دے سبزے کی جگہ عُریانی

اب ہمارا ہے یہ سیّارۂ ہفتم پہ صعود ۱۳
اور یہ سینۂ تپدارِ اسد کے نیچے
روشنی ڈالتا ہے اس سے تمازت آلود

پیچھے آنکھوں کے دماغ اپنا لگا رکھ نزدیک ۱۶
اور یہ آئنہ تمثال اٹھا کر سب کچھ
منعکس اس پہ انہیں دیکھیو کردیں گی ٹھیک"

کون جانے ہوئی تھی میری نظر کیا مسحور ۱۹
مئے نظارہ جو پی اس کے رخِ زیبا سے
جب وہاں سے یہ ہٹی — تھی جو اطاعت منظور

تو مجھے اس سے بھی حاصل ہوا کیا اطمینان ۲۲
تھا مری رہبرِ عرشی کا اشارہ یوں ہی
ایک سے دوسری راحت کا ہوا تھا سامان

تھے بلوریں میں، جواب تک ہے اسی کا ہم نام ۲۵
جس شہِ نیک نے دنیا سے مٹا ڈالی تھی
زدر کے ساتھ برائی جو رہی تھی یاں عام

دیکھتا کیا ہوں چمک دار کہ سونے کی ڈلی ۲۸
نردبان ایک بلندی پہ چلی جاتی ہے
اور چلتی ہی گئی پھر نہ جہاں آنکھ چلی

پائیداں پائیداں اس پر سے اُترتے آئیں ۳۱
اپنے لمعات لگے عرش سے سب روشنیاں
ایک اک تارے کی ہموار انڈھیلی جائیں

جس طرح نور کے تڑکے کوئی ڈاریں دیکھے ۳۴
فطری انداز میں اڑنے کے لئے وہ پہلے
پھڑ پھڑاتے ہوئے پر اپنے سنواریں دیکھے

کئی تو ان میں سے اُڑ جائیں کہیں دُور دراز ۳۷
اور منڈلائیں کئی گھونسلے ہی پر، تو کچھ
چکریاں کھائیں، پلٹ آئیں کریں یُوں پرواز

واں پہ لمعات نے باندھا تھا یہی عین سماں ۴۰
پائیداں پر جو چمکتا تھا ذرا، چل دیتا
ڈار کے ڈار ہی اس طرح وہاں تھے پرّاں

تھم گیا اور پھر اک لمعہ ہوا میرے قریب ۴۳
زرق برق ایسا کہ اس پر مجھے یہ دھیان آیا
''برملا تو تو نظر آئے محبت کا نقیب

جس کا پابندِ اشارات ہوں، کیسے اور کب ۴۶
کچھ کہوں یا رہوں چپ—وہ تو کھڑی ہے خاموش
اس لئے میں بھی ترے سامنے ہوں مہر بلب''

تب وہ خانم مری چپ اس پہ عیاں ایسے ہو ۴۹
کہ خداوندِ بصیر ایسے ہی جانے—مجھ سے
آگ کر اپنی سلگتی ہوئی خواہش کی فرو''

تو یہ میں ''مجھ میں نہیں ہے کوئی ایسی خوبی ۵۲
کوئی بھی بات نہیں مجھ میں، جوابات ترے
میں سنوں ایسے سوالوں کے بخوش اسلوبی

پاسِ خاطر ہے مگر جس نے دیا اذنِ سخن ۵۵
خرمی طیفِ سعید ایسی تری پردہ پوش
میرے نزدیک تجھے لایا ہے کیا حُسنِ ظن؟

کھول یہ راز کہ اس چرخ کے خطّے میں کیوں ۵۸
سرمدی راگ کا مدھم ہے نہ پنچم — جن کا
ارغنوں بج رہا تھا سارے کروں پر افزوں"

تو جواب آیا "مگر ہیں ترے انسانی کان ۶۱
تیری آنکھوں کی طرح — پس نہیں نغمہ زن ہم
بیٹرس بھی نہیں یاں ہنس رہی ہے' کر تو دھیان

پاک زینے سے ہوں میں راہ پہ نیچے طیراں ۶۴
پاسِ خاطر ہے مجھے صرف تری خوشنودی
گفتگو تجھ سے رہے' نور نہائے مری جاں

مرے عجلت سے اترنے کو نہ کر پیمانہ ۶۷
اس محبت کا یہی بلکہ زیادہ اس سے
تو نے یاں دیکھا خزانہ یہ چمکدارانہ

یہ عنایت بھی اسی کی ہے وہی جو چاہے ۷۰
ہو اطاعت بھی اسی کی' وہی قادر' مختار
کہ وہ جس راہ پہ انسان کو ڈالے گا ہے"

"صاف اے مشعلِ پاکیزہ ہوا یہ معلوم ۷۳
پابہ زنجیر نہیں عشق دریں بار گہے
بلکہ رہبر ازلی راہوں میں جو ہیں مقسوم

تاہم اک مسئلہ میرے لیئے لاینحل ہے ۷٦
صرف کیوں تیرے ہی حصّہ میں یہ کردار آیا
ہم مقدر یہاں ارواح کا تو اک دَل ہے؟"

اس پہ وہ روح تو یکلخت مری بات کو کاٹ ۷۹
قلب کے نُور میں اپنے متحرک ہوئی یوں
تیز گردش کرے جیسے کسی چکّی کا پاٹ

اس کے اندر جو فروکش تھی محبت بولی ۸۲
"روشنی مجھ میں خداوند کی بے واسطہ ہے
میرے اندر مرے انگ انگ میں ایسی گھولی

اس کی طاقت سے ہوئی میری نظر ہم آہنگ ۸۵
اس بلندی پہ یہ پہنچی کہ اسے دیکھ سکوں
اور قدرت سے خدا ہی کی ہوئی تھی یہ امنگ

میں اسی جذبہ کے فیضان سے ایسا سرگرم ۸۸
وہی آنکھوں میں چھلکتی ہے ضیائے بینا
وہی رکھتی ہے نظر کو متوازن اور نرم

اور نہ نکتہ تو وہ طیفِ درخشندہ تاب ۹۱
الملک — ہمدمِ مولائے ملاءِ الاعلیٰ
باہمہ قرب نہ جانے' جو یہ تو چاہے جواب

تو جواب پوچھ رہا ہے وہ اندھیرے پاتال ۹۴
شب یلدا میں ہے لوح ازلی پر مرقوم
پڑھ سکے کوئی نگاہِ بشری' سخت محال

جا کے واپس یہی دنیائے دُنی کو دے پند ۹۷
اپنی حد میں رہے انساں، نہ اسے ہو غرّہ
کہ ان اسرارِ معلّٰی پہ وہ ڈالے گا کمند

ذہن جو شعلہ یہاں وہ ہے سرارض دُھواں ۱۰۰
اس پہ مخفی ہے، تو واں پر اسے دیکھے کوئی کیا
عرش نے تو اسے کر رکھا ہے زیرداماں؟"

میں رکا، اس نے سخن سے جہاں کھینچی تھی لکیر ۱۰۳
یہ سوال اور نہیں آگے بڑھایا — اس سے
"تو بتا کون ہے" چاہی یہ ادب سے تفسیر

"بیچ دو ساحلوں کے اونچی چٹانیں ہیں دو ۱۰۶
وہیں اٹلی میں، ترے گھر کے قریب اتنی بلند
شور نیچے کا، لگے دور کہیں جیسے ہو

کوز پشت اور وہ چھوتی ہے جہاں خطِ فلک ۱۰۹
قلۂ قطریہ ہے۔ صومعہ جس کے نیچے
اک رہا وقف خداوند کی رہ میں اب تک"

تیسری بار سخن پہ یہ سنائی تفصیل ۱۱۲
پھر بتاؤں" یہ روایت کیا اس نے آگے
"یکے از حلقہ بگوشانِ خداوند جلیل

واں رہا سردی و گرمی کے زمانے میں قیام ۱۱۵
یوں جیا مل گیا جو کھالیا زیتوں میں بھگو
دھیان گیان آرتی چپ جاپ میں مشغول مدام

کیں مرے حجرے کی شاداب فضا نے تیار ۱۱۸
عرش کے واسطے روحیں — پہ وہ اب بنجر ہے
کہ گناہوں سے تبہ ہوئی ہے خود پیداوار

اس جگہ جانتے تھے سب مجھے پیٹرومیان ۱۲۱
ساتھ پیٹر کے خطاوار لقب تھا میرا
ساحلِ اڈریہ پر ہے جہاں مریم ایوان

عرصۂ زیست کا جب آ گیا نزدیک انجام ۱۲۴
تو منڈھی سر پہ بُلا کر وہ کلاہِ اسقف
جو مرے بعد بری اُٹ گئی کیچڑ میں تمام

کچھ نہ تھا پاؤں میں جب صیفصِ لاغر آیا ۱۲۷
اور پھر پہنچا جہاز اسمِ رُوح القدس
جس جگہ رُک گئے، جیسا بھی ملا سو کھایا

آج کل پادریوں کی وہ اکڑفوں توبہ ۱۳۰
دو رکابیں تو لگام ایک ہو تھامے آگے
پھر جلو میں بھی (وہ بوجھ اس کا ہے افزوں توبہ)

دیکھ گھوڑوں پہ عباؤں کے وہ پھیلے ہوئے تھان ۱۳۳
دو درندے ہیں وہ اک کھال کے اندر لپٹے
صبر برداشت کہاں تک انہیں کردفع دفان"

بات پہنچی تھی یہاں تک کئی دیگر لمعات ۱۳۶
پائیداں پائیداں اترے مُڑے گھومے ناچے
جلوہ افروز مزید اِن کی سہانی حرکات

گرداں لمعہ وہ چلائے لگا کر سب زور ۱۳۹
ایک اک چیخ وہ سرلی نہ بیاں ہو کچھ اور
نہ رہے ہوش ٹھکانے وہ بلا کا تھا شور
بس سخن پر نہیں آمادہ زباں ہو کچھ اور ۱۴۲

تشریحات:

۵-سیملی۔ تھیبز کی شہزادی تھی۔ جونو دیوی کے کہنے پر اس نے جوپیٹر سے کہا کہ وہ اپنی تمام وجاہت کے ساتھ بے پردہ سامنے آئے۔ پھر تاب نظارہ نہ لا سکی اور جل کر راکھ ہو گئی۔

۲۵-بلور کا۔ زحل سیٹرن نام جوپیٹر کے باپ کا ہے۔

۹۲-اشارہ مبہم ہے۔ شارحین نے مراد حضرت مریم سے لی ہے۔

۱۰۶-اٹلی کے دونوں طرف ایڈریاٹک اور تریھین۔ کوہ اپینائن۔

۱۰۹-فلورنس کے قریب نو ہزار فٹ کی بلند چوٹی سیمون (۱۰۸) اور قطریہ۔ یہاں سینٹ پیٹر دامیان کی خانقاہ فونٹ ایویلیا تھی۔

۱۲۷-۲۸-سینٹ پال سینٹ پیٹر۔

لغت:

۷۸-دَل۔ گروہ

۱۱۵-دھیان گیان۔ ریاضت

آرتی۔ نذر نیاز

جپ جاپ۔ وظیفہ ورد

۱۴۰-سرلی۔ بہت ہی زیادہ تیز چیخ (ٹھیٹھ)

○

بائیسواں کینٹو

طاس زحل —— طاس ثوابت

(۷) (۸)

واقعہ: سراسیمگی جو دانتے پر طاری ہوئی بیٹرس کی تسلی سے دور ہو جاتی ہے۔ اب سینٹ بینی ڈکٹ کی روح اس سے ہم کلام ہوتی ہے۔ کلیسا کے مذہبی اجارہ داروں کی بے راہروی صدقہ خیرات کی آمدن میں ہیر پھیر اور کنبہ پروری کی مذمت کرتی ہے۔ پھر دونوں طاس ثوابت میں داخل ہوتے ہیں۔ یہیں دانتے کا جنم چکر متعن —— جوزا —— ہے اس پہ سے وہ نیچے زمین کا مشاہدہ کرتا ہے۔

اب سراسیمگی طاری جو ہوئی تھی مجھ پر
میں نے رہبر کی طرف رخ کیا' بچہ لپکے
یوں بچاؤ کے لئے ماں کی طرف گھبرا کر

جیسے جھٹ دیتی ہے بیٹے کو تسلی وہ پس' ۴
ڈر سے یہ سہا ہوا' پیلا پھٹک منہ' بے دم
اس کی پچکار سے بندھ جاتی ہے لیکن ڈھارس

وہ سخن سنج ہوئی: ''جان سرِ عرش ہے تو ۷
جان لے تو ہے سرِ عرش تقدس جملہ
یاں کوئی کام ہو' ہر کام کی جذبے سے نمو

سوچ کیا نغمگی پر ہو گئی تھی کیفیت
میں جو ہنس دیتی تو کیا تو اسے سہہ سکتا تھا
راستبازی کی صدا پر تو بنی یہ حالت

جس جزا کے وہ طلب گار ہیں گر سن لیتا ۱۳
فاش ہوتا کہ جو پیش آئے گا روزِ محشر
دیکھتا پہلے ہی اس سے نہ ابھی جاں دیتا

نہ پڑے کند نہ سرتیز خدا کی تلوار ۱۶
ہاں مگر ان پہ جو بیتاب ہیں انصاف ملے
ضرب یا ان پہ کہ ہے خوف وگنہ میں درکار

آنکھ یکسوئی سے ان دوسروں پر بھی تو ڈال ۱۹
ہیں وہاں اور زیادہ متجلی ارواح
شرط یہ ہے کہ تمنا مری مرضی میں ڈھال"

جس طرح اس نے کہا" گھوم کے ڈالی جو نگاہ ۲۲
ایک سو نور بگولے وہاں دیکھے، جن کی
روشنی ہی کے ذریعے تھی بہم رسم وراہ

میں ہوا یوں، نہ کوئی دل میں طلب آنے دے ۲۵
اس تکلف سے غرض مند نہ کہلائے کہیں
شرم کھا جائے، وہ خاموش رہے جانے دے

ان جواہر میں سے اک بیش بہا جلوہ تاب ۲۸
میری سمت آیا، ہوا تھا جو تجسس خاموش
نام معلوم ہو — از خود مجھے مل جائے جواب

باطن اس کا ہوا گویا تو مجھے یہ مسموع ۳۱
عشق سوزاں مری مانند ہو تجھ پر القا
تو بنے فکرِ دروں خانہ ترا بھی موضوع

اصل مقصود کے پانے میں مبادا ہو دیر ۳۴
یاں کرے تو جو توقف' تو میں اس سے پہلے
خود کروں اپنے کوائف سے تجھے واقف سیر

ہے کسینو جہاں آباد سرِ قلۂ کوہ ۳۷
اک زمانے میں اسی ناحیہ میں رہتا تھا
مبتلا گمرہی وکفر میں لوگوں کا گروہ

اس جگہ لے کے گیا پہلے پہل میں انجیل ۴۰
جو زمیں پر ہوئی نازل کہ ظہورِ حق ہو
مل گئی حضرت انساں کو بلندی کی دلیل

کہ ملی تھی مجھے رحمت سے حقیقت بینی ۴۳
میں نے پس پاک کیے سارے نواحی دیہات
تھی پھر ابطال پرستی نہ وہاں بے دینی

دوسری شمعوں کا عالم بھی تھا استغراقی ۴۶
گرم اسی مہر سے روشن جو بکثرت رکھے
حسن وپاکیزگی کے میوہ وگل آفاقی

رومؤالدس کا ہے وہ اور یہ مکاریس کا چراغ ۴۹
بھائی بند اور بھی ایسے ہی مرے صومعے میں
سب طرح دنیوی آلودگیوں سے بے داغ"

میں اسے "شوق سے لبریز ترے یہ کلمات ۵۲
وہ چمکدار تجلی کہ چمکتی ہے پرے
ہیں یہ غماز کہ ہو اور نزول برکات

جس طرح دھرتی پہ سورج کی حرارت سے گلاب ۵۵
پنکھڑیاں کھول دیا کرتا ہے ساری پوری
اعتماد ایسے ہی میرا بھی بہت حوصلہ یاب

باپ سے اس لئے بیٹے کی ہے اتنی درخواست ۵۸
کہ زیارت ہو اسے چہرۂ اقدس کی صاف
سامنے روپ انوپ آئے ترا بے کم وکاست"

"بھائی یہ تیری تمنا" وہ یہ بولا بجواب ۶۱
آخری طاس میں بر آئے گی؛ جیسے میری
بلکہ ہر ایک کی جن کے بھی ہیں دل یوں بیتاب

کامل و کلی تو ہر ایک مرادِ غائی ۶۴
بارور ہو گی، برآئے گی وہاں صرف وہاں
کہ وہیں پر ہے ہمیشہ تھی جہاں جز جائی

قطب اس کا ہے نہ وہ جو فضا رکھتی ہے ۶۷
تجھ سے اس واسطے اوجھل بھی، ہماری سیڑھی
یہ بلندی پہ کہیں دور سرا رکھتی ہے

وہ جو یعقوبؑ نے رویای میں کیا نظارہ ۷۰
دیکھے قدسی اسی زینے پہ اترتے چڑھتے
اور ارفع یہ کہاں تک گیا ہے پھر سارا

پائیداں پر چڑھے، ہلتا ہی نہیں واں کوئی پیر ۷۳
میرے دستور کا سب میٹ دیا ہے حلیہ
ظلم کی حد کہ ہوئے گھر ہی کے بندے یوں غیر

بدی و فسق کے اڈے ہوئے راہب خانے ۷۶
ناروا کھائیں پیئیں — اور وہ قبّے چغّے
ٹھونس کر بوریوں میں جیسے بھریں بھس دانے

ڈر خدا کا نہیں تھا سود کا ہی کم نہ سواد ۷۹
اب تو درویش دل ایسے ہوئے زر کے بھوکے
ہے یہی دھن کہ ہو دھن اور زیادہ پہ زیاد

جو زر و مال کلیساؤں کی تحویل میں ہے ۸۲
اس پہ حق ان کا جو یہ راہِ خدا میں مانگیں
راہبوں کے نہیں کنبوں کا، کسی حیل میں ہے

آدمی کو لئے ترغیب غلط رہ چل دے ۸۵
چاہئے کوششِ بسیار درستی کے لئے
کہ بلوط ایسا شجر بھی نہیں ویسے پھل دے

جھونپڑے کو بھی نہ پطرس کو ہوئی حاجتِ مال ۸۸
نہ مجھے ہی — کہ رہا مطمئنِ صوم و صلوٰۃ
نہ فرانسس کو — ہوا عجز میں وہ صاحبِ حال

کس جگہ پر سے چلا ان میں سے ہر ایک ولی ۹۱
اور تو سوچ کہاں آ گئے ان کے پیرو
یاں سفیدی نظر آتی ہے سیاہی میں ڈھلی

اردن الٹا ہے رواں، دور گیا ہے پانی ۹۴
جو خدا نے وہاں چاہا تھا وہ کیا حیرت ناک
اس کی نسبت کہ ہیں سرگرمیاں یہ عصیانی"

بات کی ختم یہاں اور ہوا وہ خاموش ۹۷
پھر دبیر اپنے دبستاں کی طرف لوٹ گیا
مدعا ختم ہوا، ہوگیا جلوہ روپوش

سب وہ جب اڑ گئے تو میری دلآرا خانم ۱۰۰
پھر کرے زینہ پہ یوں میری توجہ مبذول
ہوگئی سحر سے مغلوب طبیعت یکدم

جیسے دوڑاتی ہے لوگوں کو زمیں پر فطرت ۱۰۳
جابجاپست وفراز — ایسی تو بازی ہو نہ دوڑ
برروی میں مری تیزی کی جو تھی کیفیت

میں بتاؤں تجھے قاری کہ ملاقاتی پھر ۱۰۶
کامرانی سے میں ان اہل خدا کا ہوں گا،
اور پیٹوں گا گنہ گاریوں پر چھاتی پھر

جیسے تو درد میں جھٹ آگ سے انگلی کھینچے ۱۰۹
برج جوزہ میں تھا میں اس سے زیادہ جلدی
اور تکتا تھا وہاں پر کھڑا اوپر نیچے

اے حشم دار ستارو، کہ بلندی پر سے ۱۱۲
روشنی خیرِ فراواں کی یہ برساتے ہو
اور وہیں پر سے مری باہنری بھی برسے

تیرے ساتھ ابھرا نگاہوں سے ہوا پھر او جھل ۱۱۵
زیست پرور ہے ہر اک چیز کا جو دنیا میں
میں نے جب ٹسکنی میں سانس لیا پہلے پہل

فضل جب مجھ پہ ہوا میں نے کیا عزمِ سفر ۱۱۸
حلقۂ عرش میں جن راہوں میں تم گرداں ہو
یہ اجازت ہوئی ان کی ہو مجھے کوئی خبر

دم عقیدت سے مری رُوح تمہارا ہی بھرے ۱۲۱
اب یہ جس سخت تریں مرحلۂ راہ میں ہے
ہمت و حوصلہ حاصل اسی منبع سے کرے

پیٹرس ایسے سخن سنج "نظر سان چڑھے ۱۲۴
اس سے پہلے کہ خداوند ازل کو دیکھے
اور اس کے لئے تو منزلِ ارفع کو بڑھے

باریاب اس کی حضوری میں ہو تو اور وقیع ۱۲۷
قبل ازاں جھانک تلے، تا کہ تجھے ہو معلوم
میں نے رکھ دی ہے ترے آگے جو دنیائے وسیع

دل سمیٹے یہ مسرت کا خزانہ ہے جو ۱۳۰
خیر مقدم کرے اس فاتح وخوش جھرمٹ کا
اس اثیرائی فضاؤں میں روانہ ہے جو"

اس طرح کرتا ہوا اپنی بصیرت سے عبور ۱۳۳
میں چلا ہفت طواسین، تو دیکھی یہ زمیں
چھٹ گئی میری ہنسی ایسی لگی بے مقدور

میں یہ جانوں ہے شعور اس کا بڑا جو جانے ۱۳۶
کہ ہے چھوٹا یہ جہاں میرے تئیں وہ اعلیٰ
قابلِ غور جو اشیائے گراں گردانے

دیکھ کر آیا تھا میں ذحتِ لتونہ ضوتاب ۱۳۹
جس پہ دھبّے نہ تھے۔ مادّہ کثیف اور لطیف
میری توجیہہ سے بیٹھا تھا برابر وہ حساب

پرتوِ طفل ترا، ہیپرینؔ — ایسا پایا ۱۴۲
تاب لا سکتا ہوں پھر اور چلا جو آگے
مائیہ تیرا، ڈیونہ ترا حلقہ آیا

جوو کا تھا کرۂ معتدل ان کے اوپر ۱۴۵
باپ اک سمت ہے اک سمت ہے بیٹا اس کا
دیکھا سب کیسے بدلتے ہیں جگہ یہ چل کر

سامنے ہفت طواسین وسیع اور سریع ۱۴۸
آشکارا ہوئے یوں ان پہ قصیدہ کہیئے
کس قدر دور مسافت پہ مگر صاف وقیع

گاہنا ٹھور جہاں کام برے ہوتے ہیں ۱۵۱
محو گردش ابدی جوزہ کے ساتھ، اب زریں
میں دیکھا ندی نالوں کے جہاں سوتے ہیں

آنکھ سے آنکھ ملی پھر — وہ رخِ ماہ جبیں! ۱۵۴

تشریحات:

۱۲/۱۳۔ان کا غصہ یا للکار غلط کار اہلِ کلیسا کے لیے تھی۔

۲۸۔سینٹ بنی ڈکٹ۔۴۸۰ء میں امبریہ کے ایک خوشحال گھرانے میں پیدا ہوا۔ روم تعلیم کی غرض سے گیا تو وہاں کی بے ضابطہ زندگی سے اکتا کر لوٹ آیا۔ کئی سال ایک غار میں گذارے۔ آخر ماؤنٹ کینو میں اپالو کے مندر کی جگہ اپنی خانقاہ بنائی۔ کٹر اور سخت طرز حیات کا قائل تھا۔ ۵۴۳ء میں فوت ہوا۔

۴۹۔روموآس ااویں صدی عیسوی کا مصلح، میکارس اسکندریہ کا مبلغ۔

۶۲۔آخری طاس — علیون۔ خداوند تعالیٰ کا مستقر۔

۷۹۔سود کی ممانعت ہے اس کا ہی چسکا کم نہ تھا کہ اور حرصِ مال بڑھی۔

۱۱۱۔برج جوزہ۔ پر آٹھویں طاس میں داخل ہو گیا۔

۱۱۶۔سورج — ۲۱ مئی، ۲۱ جون کے درمیان برج جوزہ میں ہوتا ہے۔

۱۳۹۔دخت لتونہ۔ چاند

۱۴۲۔سورج۔ اپالو سورج کا دیوتا، ہیپرین کا بیٹا تھا۔

۱۴۴۔مائیہ — عطارد، مائیہ اٹلس کی بیٹی نے جوپیٹر سے عطارد (مرکری) کو جنم دیا۔ ڈیونہ۔ زہرہ (وینس)

۱۴۵۔کرۂ معتدل جوو کا۔ جوپیٹر۔ مشتری۔

۱۴۶۔باپ — زحل (سیٹرن۔ جوپیٹر کا باپ) بیٹا مریخ (مارز — جوپیٹر کا بیٹا) زحل سرد اور مریخ گرم ہے۔ مشتری دونوں کے درمیان معتدل۔

۱۴۸۔یہ مشاہدہ کیا یہ تینوں سیارے مریخ۔ مشتری اور زحل کیسے کبھی ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اور کیسے پھر دور ہٹ جاتے ہیں۔

۱۵۱۔یہ اصطلاح عہد وسطیٰ میں آباد دنیاوی حصہ کے لئے ادب میں عام مستعمل تھی۔

لغت:

۴۴-فکر درونِ خانہ۔ بمعنی باطنیت کی فکر۔

۳۶-سیر، سیر حاصل پوری طرح۔

۶۰-روپ انوپ، اصلی حلیہ۔

۶۶-جز جائی۔ جز کی جگہ جائے جز ہر حصّہ کا مقام

۸۴-حیل، حیلے سے حیل وجحت کا حصّہ ہے، حیلے کی جمع نہیں۔

۱۰۵-برروی، اوپر کی روانگی۔ چڑھائی۔

۱۵۱-ٹھور، جگہ۔ تھڑا۔اناج اور بھس الگ کرنے کا قطعۂ زمین۔ مراد دنیا۔

○

تیئسواں کینٹو

طاس ثوابت (۸)

واقعہ: مرسلین کلیسائے کامراں کی معیت میں ظہورِ عیسیٰ۔ تبسّمِ لبِ بیٹرس کے برداشت کی تاب اور دیدارِ روئے مریم کی وجد آفریں کیفیات دانتے کو پیش آتی ہیں۔

راحتِ برگ کدہ میں لئے کوئی کنجشک
گھونسلے پر بڑے سکھ چین سے چینگی پوٹے
رات کے گھور اندھیرے میں چھپی قابلِ رشک

فکرمندان کے لئے پھر بھی کہ لائے چوگا ۴
اس کٹھن کام سے بالکل بھی نہیں وہ تھکتی
کہ پڑ پیٹر آوروں کا اس میں بھلا جو ہوگا

وقت سے پہلے بہت اونچی پھننگی پردہ ۷
پو پھٹے تک کھلی آنکھوں بڑی بے چینی سے
دور پورب تیئں سورج کی لگاتی ہوئی ٹوہ —

یوں کھڑی تھی مری خانم بھی لگائے اک سار ۱۰
اس علاقے پہ نظر اپنی — جہاں اب سورج
دوپہر میں تھا روانہ کئے مدھم رفتار

اس طرح تھی وہ تمنا میں توازن لائے ۱۳
میری یہ کیفیت اس وقت کہ مانگے کچھ اور
یہ وہ امید تھی، راحت کا مزہ بھی آئے

انتظار اور مرے دیدار کا جھٹ بیچ میں کاٹ ۱۶
کرگیا تب یہ ہویدا وہ زماں کا وقفہ
عرش کیا کرگئی روشن اک امر آگ کی لاٹ

بولی وہ "دیکھ تو عیسیٰ کی سپاہ منصور ۱۹
پھل ذخیرہ ہوا پائے گاہاں پر سارا
گھومتے تاروں نے جو تخت لگایا تھا دور"

پیار میں کیسا لگا چہرۂ خانم تاباں ۲۲
کیفیت ہائے ان آنکھوں کی مسرت انگیز
چلتے رہیے--- نہیں ممکن کہ وہ عالم ہو بیاں

جس سے رین منوہر ہو وہ پورنماشی ۲۵
اپسراؤں میں کھلی جائے تروِیہ دیوی
رنگ روپا کا ہو سب انت تلک آکاشی

اَن گنت دیپکوں میں اک اسی سورج کی جوت ۲۸
میں یہ جانوں تھا یہ ہے ویسے سماج اب، جیسے
اپنے سورج کی چمکتا سے گگن لیلا ہوت

اس امر جیوتی سے واں پھر مرے مکھ آگے عین ۳۱
وہ چمکدار چمکتا ہوا جوہر چمکا
جھلملاہٹ وہ غضب کی تھی کہ چندھیائے نین

بیٹرس او مری پیاری مری اچھی رہبر ۳۴
اس پہ یوں "تجھ پہ جو اس وقت یہ گھر کر آیا
روک ٹوک اس پہ کسی کے بھی ہے بس سے باہر

دیکھ اسی دانش و ہمّت نے بنائی وہ راہ ۳۷
بیچ میں ارض و سما کے — بڑی بیتابی سے
مدتوں جس کے لیے کرتے رہے تھے ہم چاہ

جس طرح ابر میں ٹھہرا ہوا اک شعلۂ نار ۴۰
گھٹ کے پھٹ جاتا ہے، پھر نیچے لپکتا ہے وہ
قدرتی وضع سے کرتا ہوا واضح انکار

جشن سے آیا مری روح میں سر تیز ابال ۴۳
وہ لبالب کہ چھلکنے لگی، کیا بن گئی تھی
یاد پوری طرح آتا نہیں وہ عالم حال

"آنکھ اٹھا اور توقف سے یہ تو مجھ پر ڈال ۴۶
دیکھ میں کیا ہوں — کہ دیکھ آیا ہے ایسے منظر
ہے مجال اب یہ سہے میرے تبسّم کا جمال"

وہ مرا حال کہ جیسے کوئی دہرائے خواب ۴۹
سعی بسیار کرے یاد نہ آئے کچھ بھی
ذہن میں جیسے اکٹھے ہوئے ہوں چند سراب

آخرِ دم بھی نہ بھولوں گا میں یہ فرمائش ۵۲
یہ حسیں پیش کشِ ذات نہ ہوگی کبھی محو
تزکِ دی کے ورق پر وہ ہوئی آرائش

راقیات اپنی زبانوں کا ٹپکتا ہوا رس ۵۵
سب کا سب گھول دیں شیریں عرق شاعری میں
پھونک دیں اس کے بم وزیر میں خوش سازِ نفس

کر سکیں وہ نہ مہیا مگر اک جزوِ ہزار ۵۸
کیف اس حسنِ سراپا کے تبسّم میں جو تھا
مجھے بن گئی تھی ایک مقدس شہکار

ہوئی منظور جو فردوس کی تصویر کشی ۶۱
اہتزاز اب ہے مرے پاک ترانے میں ضرور
گردو پیش ایسے ہوں گر مانعِ انوار چشی

غور کر یہ مرا موضوع ہے کیسا گھمبیر ۶۴
اور پھر دھیان میں رکھ جو ہے بساطِ بشری
متزلزل جو مجھے پائے نہ ہو خوردہ گیر

اور کھاڑی نہیں ڈونگی کی یہ بحرِ ذخار ۶۷
گو دلیری سے یہ آگے اسے کھیتا جائے
میں کھویتے پہ کٹھن اور تھکن کے آثار

"اس طرح کیوں مرے چہرے کا ہوا گرویدہ ۷۰
گلشنِ پرتو وضو گھوم کے دیکھے ہی نہ تو
ذاتِ عیسیٰ کی شعاعوں سے وہ گل افریدہ

وہ گلاب اس میں شگفتہ ہے کہ باللحم رقم ۷۳
اس پہ امرِ ازلی ــــ سوسنیں لہراتی ہیں
جن کی خوشبو رکھے انساں کو سدا راست قدم"

بیٹرس کا یہ سخن اور سراپا تائید ۷۶
میں نے پہلے کی طرح خم سرِ تسلیم کیا
پھر لیا چشمِ تنک بین میں کحلِ امید

جس طرح آسماں اک ڈھال بنا تھا چھا کر ۷۹
صاف دھوپ ابر کی جھلملیوں سے چھنتے میں نے
اس کے نیچے کبھی دیکھی تھی وہ پھلواری پر

ان گنت روشنیوں کا وہی اک جمِ غفیر ۸۲
تیز بجلی کے جسے فوق سے دہکاتے تھے
کوئی منبع نہ تھا جس سے ہو یہ سیل آتش گیر

اے کریم ان پہ تری مُہر ہے ثبت ایسی صاف ۸۵
آپ ارفع ہے کہ ہو میری بصیرت افزود
اس طرح تو نے کیا ہے مری آنکھوں کو معاف

اس گلِ تازہ کے جب نام کی آئی جھنکار ۸۸
ورد جس کا سحر و شام کیا کرتا ہوں
روح اس سمت کھنچی دیکھنے نور الانوار

دونوں آنکھوں پہ مری جب وہ ہوا عکس فشاں ۹۱
نجم ذی روح کا حجم اور ضیا جان لئے
آسماں مثلِ زمیں جس کے ہے زیرِ فرماں

اور اس طاس میں اک تیز روانہ قندیل ۹۴
ایک ہالے کی طرح گھوم کے اس کے چوگرد
بن گئی ذاتِ مبارک کا منور اکلیل

لے اڑ لے روح بھی جو ساتھ وہ دلکش آہنگ ۹۷
کان میں آدمی کے ایک گرج ہو محسوس
بادلوں سے جو کڑکتی ہوئی آئے بے ڈھنگ

آگے اس نغمۂ بربط کے جو واں بجتا تھا ۱۰۰
جس سے وہ گنبدِ ارزق ہوا تھا ارزق تر
کس قدر وہ کرۂ خوب ترین بجتا تھا

"عشق زارِ ملکوتی کا نمائندہ ہوں ۱۰۳
تھی کبھی کوکھ جو امیدِ گہِ انسانی
مجھ میں پھونکی جو خوشی واں، لئے گردندہ ہوں

خانمِ عرش یونہی آؤں گا گرداں جب تک ۱۰۶
بھر نہ دے ذاتِ مقدس سے پسر کے ہمراہ
جو ترا بھی ہے ٹھکانہ، یہ کرے کا کوشک"

اور اس طرح وہ مسحور ترانہ ہوا بند ۱۰۹
بیک آواز وہ لمعات ہوئے نعرہ زن
نامِ مریم ہوا اس طاس میں ہر سمت بلند

ہے جو شاہانہ لبادہ کئے بالا رو پوش ۱۱۲
سب تہیں گھومتی دنیا کی، تو سب سے نزدیک
سب سے بڑھ کر ہے دمِ عشق خدا سے پر جوش

اس قدر دور تھی فوق اس کی حدِ نزد تریں ۱۱۵
کہ بہت میں نے تفحص کیا لیکن پھر بھی
ہیئت اس کی مری آنکھوں میں نہ صاف آئی کہیں

تاجورِ شمع کے پس رہ نہ سکی ساتھ نظر ۱۱۸
عرش پر لوٹ گئی، منزلِ پائیں سے فراز
طرفِ فوقِ تفوق عقبِ لختِ جگر

دودھ بچے کو پلالیتی ہے تو ماں کی طرف ۱۲۱
جس طرح باہوں کو لپکاتی ہوئی ننھی جان
صاف اظہار کرے پیار کا بن کر مصحف

یُوں وہ لمعاتِ منوّر نظر آئے بے چین ۱۲۴
قربِ مریم انہیں حاصل ہو، تمنا یہ تھی
جو عقیدت انہیں اس سے تھی، کھلی مجھ پر عین

زمزمہ سنج ہوئے "مہر بکن سلطانہ" ۱۲۷
لے وہ ایسی تھی کہ مسحور کئے دیتی تھی
آج بھی کان میں گونجے وہ حظِ مستانہ

کیا بکثرت یہاں غلّے کے لگے تھا کھلیان ۱۳۰
آئے تھے دھرتی کے ان سابقہ کٹھلوں سے یہ
فصل آور تھے جہاں ایکڑوں پھیلے میدان

اس جگہ ایسے رہے صرف وہ مال ان کا تھا ۱۳۳
کر جتن بابلی بن باس سے جو ہاتھ آیا
ہوسِ زر نہیں بس رنج وملال ان کا تھا

ابنِ مریم کے قریں بیٹھا ہوا وہ منصور ۱۳۶
بیچ میں — جو ہیں نئے اور پرانے ایواں
کامرانی کے حظِ رطل گراں سے مخمور

آسمانی حشمِ خوش کی سنبھالے کنجیاں ۱۳۹

تشریحات:

۲۸-حضرت عیسیٰ۔

۳۲-حضرت عیسیٰ

۳۷-حضرت عیسیٰ خدا کی قوت' خدا کی بینش۔

۴۰-۔۴۲-ارسطو کا نظریہ ہے ہوا بادل میں دباؤ سے بھڑک کر زور سے پھٹتی ہے۔آگ کی فطرت ہے اوپر کو اٹھے' بجلی کہ آگ ہے خلاف عمل کرتی ہے۔

۷۳-گلاب۔حضرت مریم۔

۸۵-ولی اور رسول' ان کو دیکھتا ہو اور عذر کم نگاہی وارد نہیں ہوتا۔

۸۸-حضرت مریم۔

۹۴-ایک فرشتہ۔کوئی

۱۰۳-حضرت جبرئیل

۱۰۷-علیون۔فلک الافلاک،فلک اطلس دسواں آسمان

۱۱۸-حضرت مریم۔علیون پر واپس چلی گئیں۔

۱۳۰-ولی وہاں سے خود بھی آئے۔دوسری ارواح کو بھی راہِ راست پر ڈالا۔

۱۳۴-بابل استعارہ برائے دنیا' بن باس دنیاوی زندگی

۱۳۷-سینٹ پیٹر (پطرس)

لغت:

۱۔۔ کنجشک۔چڑیا۔پڑیژ آور' رووں والے ۲۵-منوہر۔خوبصورت پورنماشی' چاند کی چودھویں رات۔

۲۶-اپسرا۔حُور' ترویہ' یونانی۔ڈیونہ چاند ۲۸ جوت۔چمک (جیوتی' جوتی) ۲۹ سمان'

مانند

۳۰-چمکتا۔چمک۔ گگن لیلا آسمان کی رونق۔ ہوت، ہوتی ہے۔

۵۴ تزکِ دی، دی۔ دیروز، کل ماضی کی سوانح

۶۲-ضرورلازم ہے آس پاس کی چیزیں صحیح نورنہ بھرنے دیں۔

۶۴-خوردہ گیر۔نکتہ چیں۔

۶۶-اکلیل،تاج کوشک، قصر،محل۔

۱۱۶- تفحص — کھوج،جستجو۔

۱۳۱-کٹھلا — اناج رکھنے کی کوٹھڑی۔

۱۳۷-ایوان بمعنی دبستان، مختلف العقائد ادارے۔

○

چوبیسواں کینٹو

طاسِ ثوابت (۸)

واقعہ: بیٹرس کے کہنے پر ولی پطرس دین کی واقفیت کے متعلق دانتے کا جائزہ لیتا ہے۔ عیسائیت کی تعلیمات کا بیان —— (ایمان)

"مدعو عیسیٰ برغالہ کے میخانے پر
چیدہ جمعیتِ دیں، اے یہ ضیافت ایسی
کہ وہ ساقی تمہیں دیتا ہے پیالے بھر بھر
مہربانی سے خدا کی جو یہ بندہ آئے ۴
زرِ پیش کچھ بھی یہاں کا ہے بچا اور کھچا
اس سے پہلے کہ اجل وقتِ معین لائے
کرو یاد اس کی عنایت کا فراواں عالم ۷
چند گھونٹ اس کو بھی مل جائیں کہ مانے یہ بھی
یہ سبیل اس ہی کے ہے فیض سے جاری پیہم"
بیٹرس نے یہ کہا "تیز چلیں روحیں شاد ۱۰
گھومتی دائرہ ساں ثبت مراکز کے گرد
نجم دمدار کے سر ایسی ہر اک شعلہ نہاد

جنبشیں ہوتی ہیں گھڑیال میں جیسے یکساں ۱۳
دیکھنے میں لگے نیچے کی گراری ساکت
اور اوپر کی نظر آئے رواں اور دواں

فرق سے ایسے ہی رکھتے تھے وہ رقاص قدم ۱۶
مجھ پہ چھوڑا کہ میں رعنائیاں جانچوں خود ہی
جبکہ جاری سبک و سُست تھا وہ زیر و بم

میں انہیں دیکھ رہا تھا کہ ہوں نولکھا ہار ۱۹
نُور اک اس سے جدا ہو کے مرے پاس آیا
چھب کہ تارا نہ فضا میں رہا کوئی ضوبار

گھوم کر پھر وہ سر بیٹرس اک دوسہ بار ۲۲
اس طرح گاتا ہوا ایک سماوی نغمہ
کہ مرا حافظہ دوہرا نہ سکے وہ جھنکار

جو نوا کوش رہے میری صریرِ خامہ ۲۵
عکس میں تھی وہ لطافت مگر الفاظ تو کیا
سعیٔ تخئیل نہ پہنا سکے رنگیں جامہ

"ہوئی تو صدق دلی سے جو تمنائی یوں ۲۸
اے مری پاک بہن تیری محبت کی ضیا
کھینچ کے میرے ٹھکانے سے مجھے لائی یوں"

حرکت اس کی ہوئی بند، نفس زن پھر یوں ۳۱
وہ ضیا پارۂ اسعد مری خانم سے ہوا
جو بیاں ہے بجواب اس کو گلِ من پھر یوں

''اس عظیم آدمی کی روشنیٔ لافانی! ۳۴
سونپ آیا تھا نبی جس کو زمیں پر کنجیاں
اور حاصل ہوئی تھی جس سے خوشی انجانی

سرسری ہے کہ بدقت نظری یہ منظور ۳۷
حق نما جائزہ اس شخص کے ایمان کا لے
چل پڑا آب پہ ہی تو کہ پہنچ جائے حضور

ہیں درست اس کے یہ امید محبت ایمان ۴۰
تو ہی سب جان سکے تیری نظر ہے مرکوز
جس جگہ پر سے جھلکتا ہے تمام این و آن

لوگ اس اقلیم میں ہیں راست عقیدے کے سبب ۴۳
پس مناسب ہے وضاحت سے کرے یہ ثابت
واقعی اہل بھی اس کا ہے ملے یاں منصب''

جیسے تیار ہو شاگرد نہ لیکن بولے ۴۶
سامنے مسئلہ جب تک نہیں لائے اُستاد
طے نہیں، منطقی بحث اس پہ مگر کچھ ہولے

بیٹرس واں یہ مخاطب تو یہاں استدلال ۴۹
ذہن میں جمع کیا، ٹھیک تیاری کرلی
ممتحن ایسا، ہنر عرض میں درکار کمال

''تو ہے عیسائی، یہ تسلیم، تو کیا ہے ایمان؟'' ۵۲
امتحاں میں مجھے اس نے دیا پہلا پرچہ
کی نظر پہلے سوئے قمقمۂ نور فشاں

بیٹرس پر یہ ادھر پھر تو اشارہ پایا ۵۵
میرے اندر جو لبالب تھی معانی کی جھیل
بے تکلف اسے بادل کی طرح چھلکایا

"لب کشائی کی سعادت جو ملی تیرے حضور ۵۸
کہ عقیدے کی وضاحت کروں پیر و مرشد
پس ہے درکار خیالات کا کھل کر مذکور

جس کے ہمراہ یہ کی سعی کہ مل جائے روم ۶۱
مذہباً ایک بنے — تیرا وہ پیارا بھائی
ٹھیک ہی اس کے قلم نے یہ کیا ہے مرقوم

آس، جن چیزوں کی ہے ان کی حقیقت پہ یقیں ۶۴
جو نہ آئی ہوں نظر ان کا تصوّر موجود
ماہیت اس کی ٹھہرتی ہے یہی میرے تئیں"

ٹھیک ہے، تری سمجھ میں مگر آئی یہ بات ۶۷
پال نے دین رکھا پہلے حقیقت سے قریب
ڈال دیں بعد میں پھر فکر کی بھی توجیہات"

تو بہ پاسخ اسے میں "عرش کے جملہ اسرار ۷۰
جو یہاں ہو گئے ہیں مری نظر پر ظاہر
بشری آنکھ سے دنیا میں ہیں یہ پردہ دار

ان کی ہستی ہو فقط ذوقِ یقیں سے معلوم ۷۳
آس کے واسطے کرتی ہیں مہیا یہ اساس
اس لئے ان کو حقیقت سے کیا ہے موسوم

اس یقیں ہی کے توسط سے پھر اشیائے غیب ۷۶
فہم کے دائرے میں لاتے ہیں اس واسطے میں
یہ سمجھتا ہوں تصوّر اسے کہہ دیں بے عیب"

"تیری مانند جو شاگرد ہر اک جانے ٹھیک ۷۹
اور دنیا میں سمجھ جائیں وہ یہ اصل اصول
موشگافانہ نہ باریکیاں ڈھونڈیں باریک"

وہ سلگتا ہوا پیار ایسے ہوا تھا دم زن ۸۲
اور پھر اس پہ اضافہ کیا "تیرا یہ بیان
دودھ کا دودھ کرے پانی کا پانی — احسن

تجھ سے اب پوچھے کیا ہے ترے مشکیزے میں؟" ۸۵
میں یہ "ہاں خالص وصاف ایسے گوالے کا یہ
لین دین اس کا نہیں ہے غلط آمیزے میں"

باطنِ لمعہ سے وارد ہوا پھر اگلا سوال ۸۸
"ہے ترے پاس جو یہ قیمتی پتھر اس وقت
جس پہ کندہ ہوئی ہیں نیکیوں کی ٹھیک امثال

تو نے پایا ہے کہاں سے؟" ہوئے ہیں متن یہ کشف ۹۱
لے کر الہام جو نازل ہوئے تھے روح القدس
عہدنامے بھی پرانے نئے سب حرف بحرف

یہ کہ ہیں فکر کے یہ ایسے جواہر ریزے ۹۴
سامنے کوئی سا رکھ دیجئے اس کے آگے
کھائیں لگا نہ تراشے ہوئے اور آویزے

تب سنا ''تونے جو کی ہے یہ یہاں شرح و بست ۹۷
یہ احساس اپنے عقیدے کے عتیق اور جدید
کیسے یہ وحی مقدس ہوئی — آئی جو بدست؟''

تو کہا میں نے ''ہیں اس سچ کا ثبوت ایسے کام ۱۰۰
دست قدرت کے نہیں ہیں جو رہیں، اور نہ کبھی
اس کی آہن گری دے ہی سکے وہ سرانجام''

تو جواب آیا ''مصدق انہیں دے کون قرار ۱۰۳
کیونکہ سچائی پہ ہو آپ اگر کوئی گواہ
ہر کسی کو رہے اس کلیّے سے تو انکار''

''نام لیوا ہیں جو عیسیٰ کے جہاں میں موجود ۱۰۶
معجزوں ہی کا یہ فیضان ہے، یہ معجزہ آپ
اس طرح سینکڑوں ہی معجزوں کا ایک شہود

مفلس و فاقہ زدہ تونے لگائے پھل پھول ۱۰۹
ہر طرف کیسی بہاروں کا سماں باندھ دیا
اب جہاں میں فقط اگتے ہیں مگر خار ببول''

جب مری بات ہوئی ختم تو عرشی دربار ۱۱۲
شورِ الحمد سے یوں گونج اٹھا، سب حلقے
یوں ثنا خوان مدھر ایسے نہ دیپک نہ ملہار

باغباں لے کے چلا تھا جو مجھے شاخ بہ شاخ ۱۱۵
یوں سوالات سے اوپر کی طرف اب لے کر
آیا گُتھل کا جو تھا سب سے بلندی پر کاخ

پھر وہ اک بارِ سخن سنج "معطی سے نہال ۱۱۸
یوں ترا ذہن ہے وہی کہ ترے ہونٹ کھلیں
سخن آرائی میں جب زیب انہیں دیتا ہے کمال

جو کہے تو مرے نزدیک اثر رکھتا ہے ۱۲۱
برملا اپنے عقیدے کی اشاعت کر تو
سب دلائل بھی جو اس نظریے پر رکھتا ہے"

"اے مقدس پدر، اے روح جسے القا ہے ۱۲۴
مقبرے میں لئے اُترا تھا یقیں جو پہلے
نوجواں پیروں نے گو فاصلہ اول کیا طے

تو نے مبحث میں مہیا مجھے کی گنجائش ۱۲۷
صاف بتلاؤں تمام اپنے عقیدے کی فروغ
یافتہ ام ز کدام و چہ وجود غائش

اک خدائے ازلی وابدی پر ایماں ۱۳۰
آسمانوں کا محرک ہے وہ خود بے حرکت
اس کے ساتھ ایک تعلق سے ہیں جو سب گرداں

اس عقیدے کی ہر اک شق پہ مہیا ہے دلیل ۱۳۳
اس طبیعات سے مافوق طبیعات سے بھی
نیچے برسی اسی اقلیم سے برحق یہ سبیل

رسل وموسیٰ وتذمیر سے مابعد آئی ۱۳۶
پہلے انجیلیوں تک، تو نے یہ پھر ہو کر پاک
واں زبانانِ زبانہ سے رقم فرمائی

سرمدی ہستیاں کرتا ہوں میں تین اب مذکور ۱۳۹
یہ مرا اصل عقیدہ ہے — یکے و تثلیث
"ہست و ہستند" سے ہے ماہیت ان کی معمور

جو کیا میں نے بیاں مسئلۂ ربانی ۱۴۲
ثلثہ مؤصلہ — واضح کرے اس کو انجیل
باربار ایسے کہ ہو ذہن پہ نقش آسانی

ابتدا یہ ہے — مری ذات میں یہ چنگاری ۱۴۵
شعلۂ گرم کی مانند ٹھہر کر چمکے
ایک تارے کی طرح، جب ہے فضا اندھیاری"

جس طرح خواجہ سنے اور کہے خانہ زاد ۱۴۸
اور ہو شاد لگالے وہ گلے سے اس کو
کہ سنانے کے لئے لایا ہے عمدہ روداد

یوں مری روح کے بارے میں دعا گو سہ بار ۱۵۱
گرد گھومی مرے گاتی ہوئی وہ شمعِ رسول
چپ تھا میں اس نے دیا جب مجھے اذنِ گفتار
تو مری سن کے عطا کی سندِ حسن قبول ۱۵۴

تشریحات:

۱۶— یہ وہ روحیں ہیں، مریم و عیسیٰ کے اوپر جانے کے بعد جو مختلف انوار و رفتار کے ساتھ وہاں گھوم رہی تھیں۔

۳۴— عظیم آدمی کی — یعنی ولی پطرس کی روحِ روشن۔

۳۹— "پطرس پانی پر چل پڑا کہ عیسیٰ کو ملے"۔ (متی ۱۴/۲۹)۔

۴۲-مقام خداوندی، جہاں سے سب بصیرت عطا ہوتی ہے۔

۴۸-طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ اُستاد ایک مسئلہ سامنے رکھتا، تمام شاگرد اس پر بحث کرتے، پھر اُستاد اُسے حتمی طور پر طے کر دیتا۔

۶۲-پیارا بھائی۔ سینٹ پال، دونوں نے مل کر سعیٔ اصلاحِ کلیسا کی۔

۶۴-غیب و شہود کا مسئلہ ہے۔ سوال ایمان سے متعلق ہے۔ "ایمان ان اشیا کی حقیقت کو پانے کی امید کا نام ہے، غیب سے، جس کی شہادت موجود ہے"۔

۷۸-ایمان بالغیب۔

۸۴-میں نے اپنے محاورے میں ڈھالا ہے۔ وہاں سکّہ میں کھوٹ اور ملاوٹ کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔

۱۱۰-معجزے جن کا انجیل میں ذکر آیا ہے۔

۱۰۳-یہ تو تیرا کہنا ہوا۔ کیونکہ انجیل پر تیرا ایمان ہے۔

۱۰۹-عیسائیت کا یوں عام پھیل جانا ایک معجزہ اس کی سچائی کا ہے۔

۱۱۱-اب مگر اہل کلیسا دنیا کی ہوس میں گرفتار ہو گئے ہیں۔

۱۱۳-الحمد Tedeum اے خدا ہم تیرے ثنا گر ہیں۔

۱۱۵-اصل "بیرن" جو حضرت عیسیٰ اور ولیوں کے لئے یکساں مستعمل تھا۔ میں نے رعایت مضمون سے ترجمہ کیا ہے۔

۱۲۵-وہ یقین القا ہے۔ جس کے تحت مقبرے کے اندر تو پہلے داخل ہوا۔ اگرچہ تیرے نسبتاً جواں تر ساتھی کے پیرا سے وہاں تجھ سے پہلے پہنچ چکے تھے وہ باہر ہی رکا رہا۔ دوسرا یوحنا تھا۔

۱۲۹-کسب کس ذات سے کیا، اس کی علتِ غائی کیا ہے۔

۱۳۱-ذات متحرک بے حرکت خود ساکن دوسروں کو چلانے والا — ارسطو کا نظریہ —

۱۴۵–یعنی تثلیث عیسائیت کا بنیادی نکتہ ہے۔

لغت:

۵–زلہ' بھورے، بچا کھچا (کھانے والا)

۱۳–گھڑیال' بڑی گھڑی، گھنٹہ

۱۸–سبک (رفتار) تیز

۱۱۲–مدھر۔ سریلے

۱۱۷–کاخ' محل

۱۲۹–کدام' کون' کس

۱۳۶–مذمیر' استوت مناجات (حضرت داؤد گیت)

۱۳۸–زبانہ' شعلہ۔

○

پچیسواں کینٹو

طاسِ ثوابت (۸)

واقعہ: سینٹ جیمز کی نوریں روح کی آمد۔ دانتے سے "امید" کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے۔ پھر یوحنا کی روح داخل ہوتی، اور دانتے کے اس قدر قریب آجاتی ہے کہ چندھیا کر وہ دیکھنے سے قاصر ہو جاتا ہے۔ (اُمید)

کاش ہو جائے اگر یوں، کہ مرا پیارا گیت
ہیں یہاں جس میں زمیں اور فلک کی باتیں
ڈھل گیا کہتے ہوئے وقت گیا اتنا بیت
موم کر ڈالے کبھی لوگوں کے پتھر سینے ۴
پیاری دھرتی سے دیا دیس نکالا مجھ کو
نہ دیا بھیڑیوں نے بھیڑ کو سکھ سے جینے

شکل بدلی ہوئی، تبدیل شدہ طرزِ سخن ۷
شاعر اب پھر اسی چشمے پہ پلٹ آئے گا
ہوئی تدہین جہاں، پائی جہاں دادِ فن
جس سے یزدان نے اپنوں کی حقیقت جانی ۱۰
باریاب اپنے اس ایماں کی بدولت ہوا واں
ڈھانپ دی تیج سے پطرس نے مری پیشانی

پہلے عیسیٰ کا یہاں پر جو حواری آیا ۱۳
مری خانم کے بلاوے پہ جگہ چھوڑ اپنی
شمع ساں چلتا ہوا سمت ہماری آیا

بیٹرس یوں ہوئی اب شاد کلام وخوش کام ۱۶
"باغباں گلشنِ عیسیٰ کا وہ اب آیا دیکھ
گلشیا جس کے بدولت ہے زیارت گہِ عام"

فاختہ فاختہ کے پاس لگے جب سرشار ۱۹
اور گو گو وہ چہکنے لگیں، چکر کھائیں
ایسی اٹکھیلیوں سے ٹوٹ کے کرتے ہوئے پیار

باہم ایسے ملے وہ دونوں معزز دیندار ۲۲
پھر سلام اور دُعا — ورد و وظیفہ خوانی
ہے جو تلقینِ خداوند بہ ہنگامِ نہار

خیریت پوچھ چکے، ہو چکے تسلیم آداب ۲۵
تو کھڑے ہو گئے وہ بے حس وحرکت خاموش
نُور پاش ایسے نہ تھی آنکھ کو دیدار کی تاب

مسکراتے ہوئے تب بیٹرس اظہار گذار ۲۸
"تو زمیں پر یہ بتا آیا ہے زخشیدِ حیات!
نعمتیں کیسی ہیں کیسا ہے خدا کا دربار

ذی حشم یاں سرِ رفعت کیا امید کا نام ۳۱
عہدِ رفتہ میں رہا تو ہی علامت اس کی
جب خداوند نے تثلیثہ پہ کیا نور اتمام"

"سر اُٹھا اور یہ تسلیم بھی کر تو بہ وثوق ۳۴
جس کسی کا بھی ہوا ہے یہاں دنیا سے صعود
ہو مزہ ہم سے جو لے بخیۂ نورِ لعوق"

دوسری شمع نے دی اب جو تسلی کُھل کر ۳۷
میں نے ہمت سے پہاڑوں پہ اُٹھائیں پلکیں
رہ گئی تھیں جو سمٹ کر وہ دباؤ ان پر

خسروِ عرش نے فرمائی ہے تجھ پر رحمت ۴۰
اس کے اشراف میں شامل ہو مصاحب بن کر
باریابِ حرم خاص، ہے جب تک مہلت

موت سے تیری نوا کو — رکھے یہ ایواں یاد ۴۳
اور امید کو جس سے ہے محبت پیدا
تو بھی اپنائے یہ مسلک کریں سب آدم زاد

کیا ہے امید، بتا کیسے ہو یہ ذہن نشیں ۴۶
تیسری بات یہ اُمید کہاں سے آئی"
دوسری شمع نے اب یہ نئی کرنیں بُن دیں

دی تھی ان رفعتوں پر جس نے پروں کو پرواز ۴۹
اب مری پیاری اسی بیٹرس مشفق نے
میری جانب سے جواباً کیا ایسے آغاز

کوئی بھی طفلکِ شورائے کلیسائے حریف ۵۲
نہیں امید میں اس ایسا، یہ تم دیکھ لو خود
جس کی ہم اس غزل مہر کی یہ بھی ہے ردیف

پس کہو مصر سے کر کے یہ مکمل ہجرت ۵۵
آگیا یورو ـ علم ــ گرچہ کئی اور برس
ہیں بقایا ابھی اس کے، یہ دکھائے جرأت

جاننا چاہے جو تو دوسرے دو اور نکات ۵۸
علم گو تیرا نہ اس پہ بڑھے ہو علم اس کو
سب کو بتلائے کہ امید ہے تیری سوغات

اس پہ وہ چھوڑ دیئے، ذہن پہ ڈالیں گے نہ بار ۶۱
اپنے منہ بھی نہ بنے گا میاں مٹھو ایسا
بولنے دے ــ کرم ایزدی آموزش گار

جیسے شاگرد جتانے کے لئے معلومات ۶۴
متمنی ہو کہ استاد نے جو پوچھا ہے
دے جواب اس کا وہ پھرتی سے اٹھائے ہوئے ہات

عین اس طرح سے میں "خاص عطیہ" ہے امید ۶۷
مہربانی سے خداوند جسے یہ بخشے
اور ہمارے بھی محاسن کریں اس کی تجدید

ہے مرے واسطے یہ کتنے کواکب کی رہین ۷۰
یوں مرے دل میں مناجاتِ الٰہی سے مگر
امڈ آئی ــ نہیں پھر ایسے قصیدے کی زمین

اک جگہ ایسے ہے تذمیر میں وہ نغمہ سرا ۷۳
عُرف اسمک، جو ترے نام سے آگاہ ہوا
(کون اس دیں میں ترا نام نہ جانے گا ذرا)

اپنے مکتوب میں تو نے یہی اس کی شبنم ۷۶
ڈال کر اور بھگویا وہ شرابور کیا
میں یہ اوروں پہ بھی برساؤں تراؤں چھم چھم"

یوں نواسنج تھا میں، ایک لپکتا ہوا نور ۷۹
نارافروختہ کے بیچ میں تھرکا، جھلکا
برق کے کوندے کی مانند، وفور اور وفور

یہ سنا میں نے "یہ امید کی مشعل روشن ۸۲
کی محبت نے تو جلتی رہی مجھ میں جب تک
میں شہید آیا یہاں جنگ میں دے کر گردن

وہ محبت کہے میں پھونک دوں تجھ میں اس کو ۸۵
تو بھی اس خیر کا رسیا ہے، سو یہ دیکھنا ہے
تجھ میں اب کس طرح امید اثر افزا ہو"

میں اسے "ہے نوی و کہنہ صحیفوں سے عیاں ۸۸
یہ علامت کہ مجھے بھی ہے امیدافزائش
وہ خدا اپنی محبت سے بھرے گا کوئی جاں

قول ایسا یہ ہے ہوگا ہر اک خلعت پوش ۹۱
دوہری پوشاک میں موعود زمیں پر اپنی
ہے جو دراصل یہ زندگیٔ برکت کوش

انکشاف ایسا ترا بھائی جو خود فرمائے ۹۴
ہے جہاں خلعتِ برّاق کا وہ مظہر گر
تقویت اور مری رائے کو یہ پہنچائے"

اس طرح ختم ہوئی میری سپاسانہ دلیل ۹۷
'عرف اسمک' کا سُنا پہلے تو اونچا نعرہ
ہمنوا پھر ہوئیں ارواح تمام ایک قبیل

ایسا اک لمعہ ہوا آن کے واں ضوآرا ۱۰۰
کہ جو اس قسم کا سرطان میں گر جائے بلور
دن مسلسل بنے سردی کا مہینہ سارا

جس طرح ایک سہیلی کا اضافہ ہوگا ۱۰۳
ناچ میں چلبلے بن چھل سے دُلہن کے لئے
بھول کر آپ جو بھولی کا قیافہ ہوگا

یوں نظر آئی وہ جلتی ہوئی قندیل چلی ۱۰۶
گھوم کر مل گئی دونوں کے بنے ہالوں میں
اور پھر ان کے محبت کے قرینے میں ڈھلی

گیت کے بول وہی اس نے اٹھائے، وہی تال ۱۰۹
چپ کھڑی دیکھ رہی تھی انہیں میری خانم
کہ ہو بارات کی دُلہن پری ماہِ جمال

"جو لگا سینۂ عیسیٰ سے" حراصل اپنا ۱۱۲
ہے یہ وہ نور، چنا تھا اسے بالائے صلیب
مدعا اعلیٰ و ارفع کرے حاصل اپنا

بات کرتی تھی، نظر میں تھا بلا کا جادو ۱۱۵
انہماک ایسا گوارا نہ خلل ہو ہرگز
اور بھٹکے نہ ذرا ایسی طبیعت ایک سُو

جو کنکھیوں سے تکے، زور یہ ڈالے ہر طور ۱۱۸
بن پڑے جیسے بھی دیکھے وہ گہن سورج کا
دیکھ اسے دیر تلک دیکھ نہیں پائے اور

دیکھ کر خیرگیاں وہ تھا مرا ایسا حال ۱۲۱
کہ صدا آئی "ستم یوں بھی نظر پر مت ڈھا
ہے جو دنیا میں تو کیا مجھ میں سے وہ لے گا نکال؟

خاک ہے اب تو مرا جسم تہِ خاک دراز ۱۲۴
یُوں رہے گا یہ دراز اوروں کے ساتھ اپنا حساب
جب تلک آئے برابر نہ خدا کے انداز

صرف جو دو گئے ہیں عرش پہ سیدھے اوپر ۱۲۷
اپنے اس حلقے سے — پہنے تھے عبائیں دونوں
اس حقیقت کو بیاں سارے زمانے میں کر"

ہوئی آواز کی وہ گونج دھواں دار جو بند ۱۳۰
تو مدھر راگنی بھی چپ ہوئی جس کے اندر
اک تراگی میں سریں تین گنی تھیں پیوند

جیسے خوف آئے کٹھن اور تھکن سے آگے ۱۳۳
تیز سیٹی جو سُنی ہو گئے چپو بے کار
تھم گئے وہ تو کہاں ناؤ بھی تیرے بھاگے

اور یوں ہو گئی تھی روح مری خوف زدہ ۱۳۶
بیٹرس کو جو مڑا دیکھنے تو یہ احساس
کہ رکھے گی مجھے اب اس کی نظر دور سدا

گرچہ ایوانِ سعادت میں تھا میں اس کے پاس ۱۳۹

تشریحات:

۶-اہل فلورنس، فلورینٹی۔

۷-وہ جوانی نہیں، رومانی نہیں بلکہ ایک اعلیٰ موضوع کی نظم۔

۱۸-سینٹ جیمز، زبیدی کا بیٹا، او غیلی یوحنا کا بھائی، اسپین میں تبلیغ کی، مرنے کے بعد گلیشیا میں دفن ہوا۔

۲۲-سینٹ پیٹر سینٹ جیمز۔

۲۳-تین ولی۔ جیمز پیٹر اور جان۔

۵۵-مصر علامتِ زندگی دنیوی۔ یورشلم علامتِ عرش۔

۶۲-پہلے سوال کا جواب امید کیا ہے۔ پیٹرس نے جواب دیا کہ دانتے کو دیکھو سراسر اُمید کا پتلا ہے۔ اسے امید ہے عیسائیت کی اصلاح ہوگی انسانیت بحال ہوگی، بادشاہت مضبوط ہوگی وغیرہ اگر دانتے خود اپنی اُمید کے بارے میں یہ کہتا تو خود ستائی ہوتی۔ باقی دو سوال رہ گئے سو یہ خود جواب دے۔

۶۷-امید کہ خدا کی مہربانی ضرور ہوگی۔ مایوسی کی ضد لاتحزن

۷۰-مراد اہل دانش۔

۷۳-حضرت داوٗد کا کلام

۸۴-سینٹ جیمز اعظم کو ہیروڈ اگرپہ نے ۴۴ء میں مرواڈالا تھا۔

۹۱-۹۲-رسول ایسایئہ یعنی عرش پر جسم اور روح کی دوہری پوشاک ہوگی۔

۱۰۱-یعنی اس روشنی کا ایک ستارہ برج سرطان میں ہوتا سورج ۲۱ دسمبر سے ۲۱ جنوری تک جدی میں ہوتا ہے۔ تو یہاں وہ روشنی ہوتی کہ ایک مہینہ برقرار رہتی اور مہینہ بھی نسبتاً تاریک دور کا۔

۱۱۳۔ سینٹ جان (یوحنا) صلیب پر حضرت عیسیٰ نے حضرت مریم کی خبر داری کی ہدایت اسے کی۔

۱۲۷۔ روایت تھی کہ یوحنا بھی جسم کے ساتھ اُٹھا لیے گئے وہ کہتا ہے یہ غلط ہے صرف مریم و عیسیٰ دونوں عباؤں ـــــ جسم و روح کے ساتھ عرش پر گئے ہیں۔ لہٰذا دُنیا میں جا کر اس روایت کو ٹھیک کر۔

لغت:

۱۲۔ تیج، تیج پات۔

۲۴۔ نمازِ صبح

۳۶۔ لعوق، شیرہ

۵۲۔ شوریٰ، مجلس

۴۷۔ عرف اسمک، ترا نام پہچانا، تجھ پر بھروسہ کیا۔

۷۸۔ ترانا، پانی پھینکنا۔

۹۷۔ سپاسانہ، جوابی

۱۱۲۔ حراصل، ماہی خور، مشہور ہے اپنے خون سے بچوں کو پالتا ہے۔

۱۳۲۔ تراگی، سہ نغماتی۔

چھبیسواں کینٹو

طاس ثوابت (۸)

واقعہ: دانتے بینائی کھو جانے پر دل گرفتہ ہے۔ یوحنا ڈھارس بندھاتا ہے کہ دیدار بیٹرس سے یہ دوبارہ بحال ہو جائے گی۔ وہ اس سے محبت کے متعلق پوچھتا ہے۔ دانتے کا جواب — محبت اوّل و آخر ذات خداوندی ہے اور نخستین خیر اعلیٰ — پھر حضرت آدم کی آمد جو دانتے کو ہبوط، دورانیۂ قیام جنت اور زبان کے بارے میں بتاتے ہیں —

سہم میں وہم میں — آنکھوں میں نہ تھی بینائی
شدّتِ خیرگی سے ہوگئی تھی جو واں سلب
میرے کانوں میں کچھ اس قسم کی آواز آئی

"ہو نہیں جاتی جب تک تری بینائی بحال ۴
ٹکٹکی باندھ کے مجھ پر جو گنوائی تو نے
ہمکلامی سے بہم دیتے ہیں یہ صدمہ ٹال

تو پھر آغاز بتا بیشتریں زیرِ اثر ۷
رُوح کس کے ہے تری۔ رنج نہ کر ڈھارس رکھ
صرف دھندلائی، نہیں جاتی رہی تیری نظر

تیری محبوبہ تری بدرقہ آکاس میں بھی ۱۰
اس ہی کی چشمِ کرم میں ہے مداوا تیرا
یہ رہا جیسے کبھی دست انناس میں بھی"

میں جواباً یہ بدیر آئے اسے خوش کہ بزود ۱۳
پھر ان آنکھوں کے دریچے کو بھرے روشنی سے
جن سے در آئی تھی وہ مجھ میں شرارہ اندود

خیر کا جو سرِ دربار کرے یاں اعلان ۱۶
ہے الف بھی وہی اس متن کا بے بھی وہ ہے
یہ جلی اور خفی لہجہ محبت کی زبان"

جس نے روحِ متوحش سے دیا خوف دھکیل ۱۹
اسی خود ساز ندا نے کیا مجھ کو ہشیار
اس طرح تیز جل اٹھا تھا دیئے میں پھر تیل

"دیکھ ہر بول کو محتاط طریقے سے تول ۲۲
کس نے پہنچایا ترا تیر نشانے پر ٹھیک
بسکہ باریک یہ نکتہ ہے سمجھ بوجھ سے کھول"

"جو سند اُتری اس اقلیم سے، جو استدلال ۲۵
اس ہی کے زیرِ اثر خیر کے چاؤ کا نقش
اپنے ٹھپے سے یہ اس طرح دیا مجھ پر ڈال

خیر اگر خیر کی مانند سمجھ میں آئے ۲۸
آگ ایسی یہ محبت کی لگا جاتی ہے
خیر کی اصل اسی خیر کے اندر پائے

اپنے مرکز کی طرف مائلِ پرواز ہے بس ۳۱
جس جگہ خیر ذخیرہ ہے -- ہر اک دیگر خیر
اخذ اس بطنِ تجلّی سے کرے حسنِ نفس

پیار میں ذہن پہ لازم ہے اسی سمت چلے ۳۴
جان جائے یہ حقیقت، تو نہ بھٹکے کہیں اور
اس کا اظہار اسی انداز میں برجستہ ڈھلے

آشکارا کرے مجھ پر یہ حقیقت وہ ذات ۳۷
جو کرے عشق نخستیں کی دوامی قدریں
آشکار — اور بہت صاف وہ ساری آیات

حق نگار اصل مصنف کی۔وہ جس نے اظہار ۴۰
اپنی ہستی کا ان الفاظ میں موسیٰ سے کیا
"باہمہ خیر کنم پیش تو جلوہ سیار"

یہ صریحی ترے دیباچے میں بھی ہے تحریر ۴۳
ایسا اصرارِ الٰہی کا بیاں شوریلا
نہ پھر اس شور سے گونجی کبھی اس کی تکبیر"

تب جواب اس سے ملا "یہ تو شعور انسانی ۴۶
اور الہام بھی جب متفق اس سے یوں ہو
گامزن عشق میں ہے سوئے درِ ربانی

کیا باندازِ دگر بھی ہے تجھے یہ دلکش ۴۹
ہے محبت کا تو ہو لطفِ سخن سے مذکور
جس قدر بھی ہیں ترے کام ودہن لذت چش"

جو بھی پاکیزہ تھا مدِّ نظر قدس مآب ۵۲
آئینہ مجھ پہ بڑا صاف تھا اس کا یہ سوال
لے کے جائے گا کہاں تک مجھے عیسیٰ کا عقاب

میں یہ بولا "ہیں کئی چرخیاں دندانے دار ۵۵
جو مرے دل کو گھماتی ہیں خدا کے اطراف
اور اس میں مجھے آتی ہے مری خیر بہ کار

عالمِ ہست بھی، ہستی بھی مری یاں شامل ۵۸
وہ بھی جو مَر گیا میں تا کہ رہوں زندہ، اور
ہے وہ امید بھی جس سے مرا ایماں کامل

میں نے پہلے جو بتائی وہ امر سچائی ۶۱
غلطی ہائے محبت کے سمندر سے مجھے
صاف اور ستھرے کنارے کی طرف لے آئی

باغِ دنیا میں سدا رَو میں رہا میں بہ رکاب ۶۴
شیفتہ برگِ گل وسبزہ کا بس اس حد تک
باغبانِ ازلی یاں رکھے جتنا شاداب"

کہہ چکا یہ، تو سرِعرش ہوا نغمہ عام ۶۷
"متبرک، متبرک، متبرک"—تو شریک
مری خانم کے بھی لب پر یہی جاری تھا کلام

نیند سے چبھتی ہوئی روشنی چونکا جائے ۷۰
روبرو صاف عیاں کوئی ہیولیٰ جھلکے
تہ بہ تہ جس کے سنورتے چلے جائیں سائے

شدّتِ ہول سے پتھرائیں کچھ آشفتہ حواس ۷۳
ذہن دکھلائے تماشائے فریبانہ یوں
تب ہو پھر درک سے برجستہ نظر کا احساس

یوں مری آنکھ سے مادۂ فاسد ہوا دُور ۷۶
روشنی جس سے بصارت کی ہوئی تھی زائل
سینکڑوں میل تلک دیکھ لے اب اس کا نُور

نئی بینائی ملی اور نیا تھا پرتو ۷۹
صورتِ حال کی حیرت سے وضاحت چاہی
تین کے ساتھ یہ چوتھی کی کدھر سے اب ضو؟

بیٹرس بولی "نظر تاب ہے اس میں وہ نیاز ۸۲
اپنے خلاّق اسی خیرِ نخستیں کے لئے
پہلی تخلیق کو یوں جس نے کیا روح نواز"

جس طرح ڈولتے ہیں تیز ہواؤں میں درخت ۸۵
آئیں دوبارہ تنے پر وہ اسی جھٹکے سے
اور ہو جائیں لچکتے ہوئے تن کر پھر سخت

جب وہ بولی تو جھکا ایسے ہی میں بولایا ۸۸
ہوش کچھ آئے ٹھکانے تو برابر اس کے
میں کھڑا ہوگیا اور لب پہ سخن یہ آیا

بلکہ چلاّیا "ارے ایک وہ صرف ایک ثمر ۹۱
شاخ پر آیا تھا پختہ — مرے جدِّ اول
تو پدر اور ہے تو جملہ عروسوں کا خسر

لُطف فرما ہے مری صدق دلی سے درخواست ۹۴
کر سخن مجھ سے، عیاں ہے مرے دل کی تجھ پر
نہ کہوں، جلد مگر تجھ سے سنوں میں اب راست"

جس طرح آنکھ سے اوجھل کسی تھیلے میں بند ۹۷
جانور ہو کوئی جنبیدہ تو اس کی جنبش
صاف محسوس ہو تھیلا جو ہلے پست بلند

یُوں مجھے آئینہ دکھلائے تھی وہ روح قدیم ۱۰۰
اپنے جنبیدنی فانوس میں ہو کر جنباں
اس قدر میری مسرت پہ وہ آمادہ صمیم

"ہو نہ اک لفظ بھی تو اپنی خوشی سے گویا ۱۰۳
آشکارا ہے مرے درک پہ تاہم وہ امر
مجھ سے تو جس کی حقیقت کا ہوا ہے جویا

کیونکہ اس آئینہ میں دیکھ چکا ہوں میں صاف ۱۰۶
جملہ اشیا کا جہاں عکس مکمل آئے
گو کہ ہر عکس مکمل شئے لاشے سے باف

جاننا چاہتا ہے تو کہ مجھے حینِ حیات ۱۰۹
ارضیہ خلد میں رکھا تھا خدا نے تاچند
طے کرے رُوح تری شوق سے اب جو طبقات

میں نے تاچند کیا واں پہ تماشائے بہار ۱۱۲
قہر نازل ہوا جس پر وہ حقیقت کیا تھی
پھر مری کون سی بولی تھی برائے اظہار

سن پسر اس پہ ہمیں دیس نکالا نہ ملا ۱۱۵
نوش جاں کر لیا تھا وہ شجرِ ممنوعہ
بلکہ کیوں سیدھے سبھاؤ ہی اجالا نہ ملا

تیری خانم نے جہاں سے تجھے بھیجا ور جل ۱۱۸
میں مقیم اس میں رہا کرنہ لئے سورج نے
چہل وسہ صد و دو اپنے وہ چکر کامل

اور جب کر چکا یہ نو صد و سی بار تمام ۱۲۱
گردشیں ساتھ ستاروں کو لئے — تو جانا
کہ زمیں پر ہوا لبریز مری عمر کا جام

اور بولی مری' وہ پہلے ہوئی تھی معدوم ۱۲۴
آلِ نمرود نے جس وقت بنا رکھی تھی
اس منارے کی نہ تکمیل تھی جس کا مقسوم

جو ہے شہکارِ خرد وقتِ معین کے بعد ۱۲۷
وہ ہو ناپید — یہی سنّت تلک الایام
کرے تعمیر جہاں تازہ ہر اک طالع سعد

ناطق انسان کو فطرت نے کیا ہے تخلیق ۱۳۰
منحصر اس پہ یہ اب نطق وہ کیسے برتے
استطاعت کے مطابق کہ بزعمِ تشویق

جب ہبوط ایسی صعوبت میں نہیں لایا تھا ۱۳۳
'جاہ' اس خیرِ مخیّر کو کہا کرتے تھے
نام یہ جیسے مرے زخم پہ اک پھایا تھا

پھر لقب 'ایل' ہوا اس کا زمیں پر — تو جان ۱۳۶
لفظ بھی پیڑ کی شاخوں پہ ہیں پتوں کی طرح
جب یہ جھڑ جائیں تو تازہ کا ہے پیدا امکان

سب سے اونچی ہے سمندر سے جو چوٹی اس پر ۱۳۹
تھی رہائش مری اس معصیت و عصمت میں
ایک سے سات گھڑی تک رہا جس میں نیّر
ربع کی پھر وہ اُتر جائے دگر قسمت میں" ۱۴۲

تشریحات:

۴۔سینٹ جان (یوحنا) مخاطب ہے۔ یہ اب دانتے کا محبت (ایثار) میں جائزہ لیتا ہے پہلے سینٹ پیٹر نے ایمان (یقین) میں اور سینٹ جیمز نے امید (ردِ یاس) میں امتحان لیا تھا۔ بالترتیب کینٹو ۲۴-۲۵——

۱۲-انیاس ایک دمشقی مرید تھا۔ اس نے سینٹ پال کی آنکھوں پر ہاتھ دھرا تو اس کی بینائی بحال ہوگئی۔

۱۵-محبت کی آگ پہلے بیٹرس نے دانتے کے دل میں روشن کی۔

۱۶-خداوند تعالیٰ کہ عشق حقیقی کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔

۲۵-وحی آسمانی اور منطقِ انسانی۔

۳۶-یعنی وحی سے بھی۔

۴۰-یعنی خداوند تعالیٰ جو موسیٰ سے ارشاد ہوا۔

۴۴-سینٹ جان کے بیان کا حوالہ "شروع میں صرف لفظ تھا"۔

۵۴-عقاب (اکویلہ) سینٹ جان کی علامت' غالباً اس سے مراد ہے کہ وہ اسرارِ الٰہی باریک بینی سے دیکھ سکتا تھا۔

۵۹-حضرت عیسیٰ نجات انسانیت کے لئے صلیب پر چڑھ گئے۔

۶۱-(برزخیہ کینٹو ۲۷'۲۸) عشق مجازی سے عشق حقیقی کی طرف۔

۶۴-اس حد تک دنیا سے محبت کی کہ خدا کی قدرت کی مظہر تھی۔

۶۸-دعائے یوحنا کے بول متبرک—— وہ خدا' کہ تھا' ہے اور ہوگا۔

۸۱- یہ حضرت آدم ہیں۔ پیٹر جیمز اور جان کے ساتھ۔

۸۴- اس خوب صورت جسم میں اسے روح سے نوازا۔

۱۱۰- باغ عدن —— جو کوہ برزخ کی چوٹی پر تھا۔

۱۱۵- انسان کا شعور ارتقائی مراحل طے کر لیتا تو باری تعالیٰ اسے نیکی بدی کی کیفیات سے خود آگاہ فرماتے' حوا نے بے صبری کی اور یوں نافرمانی کا مواخذہ ہوا۔

۱۱۸- ورجل کا ٹھکانہ۔ برزخ

۱۲۱- حضرت آدم ۹۳۰ سال جئے۔ دانتے کے حساب سے تخلیقِ آدم ۵۱۹۸ ق م میں ہوئی۔

۱۲۴- غالباً عبرانی' جو عبر کی اولاد نے اختیار کی' یہ آسمانی بولی نہ تھی لہٰذا زمانہ کے ساتھ اصل معدوم ہوئی' مسخ شدہ شکل رہ گئی۔

۱۲۴- منارۂ بابل' نمرود نے اپنی رعایا کی مدد سے بنایا مکمل نہ کر سکا۔

۱۳۴- جاہ یہوہ ایلیوجہ —— ایک نام کی مختلف صورتیں موخر الذکر اب بھی عام ہے۔ ایل' ایلی' الاٰلہ (ال لاہ) اللہ —— ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

لغت:

۱۰- آکاس' آکاش' عرش' آسماں

۴۲- اپنا متحرک جلوہ تمام عمدگی کے ساتھ دکھاتا ہوں۔

۸۸- بولایا، سٹپٹایا۔

۱۰۸- شیٔ لاشیٔ —— نیستی سے بے وجود چیز باف بنا ہوا۔

۱۱۷- ٹھیک اور جائز طریقے سے۔

۱۲۸- زمانے کی روش گذرتے ہوئے دنوں کا شیوہ۔

۱۳۳- شوق جس کا تقاضا کرے۔

۱۴۲- قسمت' حصہ یعنی سورج (نیّر) دائرے کی دیگر چوتھائی قوس کے حصے میں داخل ہو جائے۔

ستائیسواں کینٹو

طاس ثوابت (۸) طاس الملاء الاعلیٰ (۹)

واقعہ: سینٹ پیٹر (پطرس) پاپائیت کے انحطاط کا گلہ گذار ہے۔ وہ سب ولی علیون کو اور دانتے بیٹرس کے ساتھ نویں طاس پر چڑھتا ہے۔

گونج اٹھا عرش، ہوا نعرہ توقیر بلند
"محترم مستقلاً باپ پسر روح القدس"
مجھ پہ طاری ہوئی سرمستیٔ وجداں وہ چند

اک تبسم میں نظر آئی مجھے موجودات ۴
میں نے دیکھا تو دکھائی دیا ایسا عالم
کان آنکھوں سے پیوں میں یہ مفرح لمحات

اے مسرت، ہے بیاں جس کا محال اے مستی ۷
اے حیات امن ومحبت سے مکمل مملو
اے زرِ بیشِ ضرورت — نہ کمی یا پستی

نور افروز بدستور تھے وہ چار چراغ ۱۰
میں انہیں دیکھ رہا تھا تو پھر ان میں پہلا
آیا نزدیک بدامانِ قبائے بے داغ

مشتری ہمرہِ مریخ پرندے بن کر ۱۳
پر بہ پر کلغیاں تبدیل کریں آپس میں
یوں دکھائی دیا بڑھتا ہوا مجھ کو منظر

متعیّن غرض و فرض کیا کرتی ہے ۱۶
خاص شاہانہ رضا سے جو مشیت' اس نے
چپ کیا منڈلیوں کو' ہو گئی ساکت ہر شے

آئی آواز "کروں گر متغیر میں رنگ ۱۹
متحیر نہیں ہو پائے گا تو میرے ساتھ
بولتے بولتے بدلیں گی یہ سب اشیا ڈھنگ

کر لیا غصب ڈھٹائی سے مرے منصب کو ۲۲
مرے منصب کو وہ جس نے مرے منصب کو یوں
نزدِ عیسیٰ تو وہ خالی ہے' اسے علم یہ ہو

ہے لہو گھورے کی بدرَو مری جائے مدفون ۲۵
اور یہ اس کے لئے بن گئے امرت دھارا
ہو کے مردود یہاں سے جو گرا تھا ملعون"

سحر و شام جو سورج کی اریبواں کرنیں ۲۸
رنگ اک بادلوں پر پھیر دیا کرتی ہیں
آسماں دیکھا کہ سب ڈوب گیا تھا اس میں

پاکبازانہ بسر ہوتی ہے جس کی ہر حال ۳۱
وہ حیادار زن اک بات پہ بے شرمی کی
جس طرح جھینپ کے ہولاج کی ماری سب لال

بیٹرس کا بھی وہی رنگ ہوا تھا تبدیل ۳۴
تمتمایا تھا' کہ ایسا مجھے اب عرش لگا
جب ہوئی کلفتِ عیسیٰ میں الوہی تنزیل

روح نے پھر کیا موضوعِ سخن وہ قصہ ۳۷
اس کی آواز میں اس وقت تغیر وہ تھا
کہ نہ اس قسم کا پہلے وہ بنا تھا حصہ

"سرخرو ہو کے رہے دہر میں عیسیٰ کی عروس ۴۰
خوں بہایا گیا لینس کا کلی ٹس کا مرا
نہ کہ وہ اس کے ذریعے سے ہوں دھن کے لب بوس

ہاتھ آئے انہیں یہ تا کہ حیات مسعود ۴۳
پائس و اربن و کلکسٹس و سیکٹس ان کے
گریہ' تکلیف' لہو' موت گئے سب بے سود

ہم نے چاہا نہ تھا یہ حلقۂ نصرانیت ۴۶
ایسے انداز سے ہتھے چڑھے اس کے' اس کے
در پسِ مردن ما — یوں چلے پاپائیت

کنجیاں دے کے میں آیا نہ تھا میراث میں یوں ۴۹
جنگ کے واسطے پرچم کا نشاں بن جائیں
بہے بپتسموں کا ملکِ مسیحی میں خوں

ثبت ہوں ایسے وثیقوں پہ غلط ہوں جو فروخت ۵۲
کب مری مہر پہ اس واسطے کندہ تھے نقوش
سرخ انگارہ بنوں یوں کرے یہ شعلہ سوخت

تند خُو بھیڑیے ہیں بھیس میں چرواہوں کے ۵۵
ذبح خانے ہیں خدایا یہ تری بھیڑوں کو
اس طرح بدلے ہیں ڈھب تیری پنہ گاہوں کے

گاسکن اور کہرسن تو ہوئے ہیں در پے ۵۸
خوں ہمارا پئیں — آغاز وہ ایسا اچھا
اور انجام ترا یہ کہ بس اب ڈوبتا ہے

پیش بیں ہوں کہ مشیت سے ملے گی امداد ۶۱
جس نے سپیو کو بنایا تھا ذریعہ، کردے
روم کا نامُ جہاں کو یہ سلیقہ آباد

میرے بیٹے کششِ ثقل سے جائے گا تو ۶۴
جب زمیں پر تو زباں کھولنا واں بتلانا
جو نہیں تجھ سے چھپا دیکھیو پھیلے ہر سُو

منجمد ابخرے جس طرح فضاؤں سے چکید ۶۷
پھویاں بن کے گرے جائیں، بز افلاکی
جب یہ چاہے ہے کہ سینگوں پہ اٹھائے خورشید

تیرتے یوں نظر آئے وہ بخارات اوپر ۷۰
نورِ منصور سے ولیوں کے بھرا تھا کل عرش
جو رہے ساتھ ہمارے، لکھوں یہ بات اوپر

میں کھڑا دیکھ رہا تھا یہ ودائی پرواز ۷۳
تو وسیع اور وسیع اور وہ پھیلا یوں طاس
بس کہ پھر میری نظر ہو سکے آگے نہ دراز

فارغ آخر جو ہوئی دور نظارے سے نظر ۷۶
میری خانم نے کہا بھانپ کے "اب نیچے جھانک
تا کہ معلوم ہو کاٹ آیا ہے کتنا چکر"

تب سے جھانکا تھا میں پائین میں جب پہلی بار ۷۹
بیچ سے خاتمے تک خطۂ اول کے تمام
ہوا معلوم مدارج میں کر آیا تھا پار

نظر آئی مجھے قادس سے پرے راہ کٹھن ۸۲
یولِسس کے سفرِ سخت کی پورب میں وہ گھاٹ
یورپہ نے جہاں پر کی تھی سواری پُرفن

اور بھی دیکھتا یہ گاہنے والا استھان ۸۵
شرق رو مہر نہ ہو جائے اگر پیروں میں
دور اک راس کچھ اس سے بھی پرے یا اس آن

پیار کا دھیان کا اٹکھیلیاں رکھے جاری ۸۸
چاہنے والا اگر اور تڑپ کر دیکھے
تو ادھک اور بھی سجتی نظر آئے پیاری

فن و فطرت کریں کچھ آنکھ کے بہلانے کو ۹۱
اہتمامِ فسوں انگیز کہ دل بندھ جائے
گلبدن آئیں کہ بھر جائیں صنم خانے کو

جمگھٹوں میں بھی گر اس کے مقابل آئیں ۹۴
ماند پڑ جائیں وہ اس حسنِ جہان تاب سے، جب
اس کا رخ دیکھنے میرے نظر و دل آئیں

سحر جو خاص تھا اس آنکھ سے مجھ پر وہ داؤ ۹۷
لیدہ کے مسکن خوش تاب سے اکھڑے میرے پاؤں
ہم نے اب تیز تریں طاس میں ڈالا تھا پڑاؤ

رفعت و حُسن میں یکساں وہ کرۂ خوب تریں ۱۰۰
کون سا کُنج چنے میرے ٹھہر جانے کو
مری خانم، یہ لگا فیصلہ کر پائے نہیں

جھٹ کہا اس نے کہ جس پر مری خواہش تھی فاش ۱۰۳
اس کے ہنسنے میں مسرت کی ادائیں وہ تھیں
جیسے آپ اس میں خداوند بھی ہوں خندہ پاش

"نظم آفاق کہ ساکن رکھے ہے مرکز کو ۱۰۶
اور سب دوسروں کو یاں سے گھمائے کہ شروع
حرکت جیسے کبھی نقطۂ آغاز سے ہو

یہ ہے وہ عرش "کہاں"، جس کا نہیں ہے دیگر ۱۰۹
ذہنِ سرمد کے سوا اور یہی ذہن اس کا
ہے محرک، یہی برسائے یہ قوت یاں پر

گرد اس طاس کے لپٹے ہوئے پیار اور انوار ۱۱۲
دوسروں کو جو کرے وا تو خبر ہے اس کو
کون سی ذاتِ وحید ایسا بناتی ہے حصار

اور پائین گروں سے نہیں اس کو تعلیم ۱۱۵
اس کی حرکت سے نکلتا ہے حساب ان کا سب
دس کے دو پانچ ہیں جیسے عددانِ تقسیم

جیسے گملے میں، زماں کی جڑیں اس کے اندر ۱۱۸
رہگذاریں ہیں طواسینِ دگر کی جو بھی
پھوٹ کر ٹہنیوں سی، اس ہی سے نکلیں ہیں مگر

حرص تو نے بنی آدم کو کیا ہے غرقاب ۱۲۱
اس قدر ہیں تری طغیانیاں ان سے باہر
کوئی منہ کر سکے، باقی ہی نہیں ہے یہ تاب

خوبصورت تو ہے لوگوں کے ارادوں کی کلی ۱۲۴
بے تکی بارشوں میں بھیگ گئی ہے اتنی
تازگی ختم ہوئی، پھول گئی اور گلی

اب تو بچوں میں رہی بھولپن اور سچائی ۱۲۷
اور تو دیکھ یہ ہو جائیں ہوا پھر کیسی
سبزۂ خط نے ذرا ہی سی نمو جب پائی

وہ کہ چھٹپن میں تو اس شخص نے روزے رکھے ۱۳۰
اور ابھی بات بھی کرنے کا نہ ڈھنگ آیا تھا
یہ ہوس ہو گئی ہر موسمی میوہ چکھے

بچپنے میں تو گیا ماں کے وہ صدقے واری ۱۳۳
تربیت گود میں لی — اور مَسیں جو بھیگیں
تو یہ عجلت ہے دبے قبر میں وہ بیچاری

یہ حسیں لوگ انہیں خلق اس نے کیا، جو لایا ۱۳۶
رات کے بعد سحر — دیکھ مگر ان کا رنگ
کیا سیہ پڑ گیا، ہلکا سا پڑا جو سایا

تو مبادا ہو پریشان بریں صورتِ حال ۱۳۹
سوچ خود، کوئی نہ ہو نظم و نسق کا ضامن
تو پھر انسانی امور ایسے ہی ہوں گے پامال

جنوری میں نہیں جب پڑنے لگے گی سردی ۱۴۲
نظر انداز جو یہ دن کا سواں حصہ ہے
اس سے پہلے ہی طواسین کی وہ بیدردی

سامنے آئے گی — پرشور گرجتا طوفاں ۱۴۵
منتظر جس کے ہم ایسے ہیں کہ چکرائیں جہاز
اور رخ موڑلیں اک بیڑہ بنے راست رواں
اور شگوفہ میں پھلے تازہ پھلوں کا انداز" ۱۴۸

تشریحات:

۱۳۔سفید مشتری سُرخ مریخ کا رنگ اختیار کرے اور چوں کہ نسبتاً بڑا ہے۔ جتنی سرخی بڑھے گی۔ اس قدر۔

۲۲۔مراد بونی فیس ہفتم (پوپ)

۲۷۔مراد شیطان

۴۰۔عیسیٰ کی عروس، کلیسا

۴۰/۴۴۔سب روم کے پوپ تھے اور مارے گئے۔

۴۷۔گیلف اور گیبلن کو پوپ بونی فیس نے دین کی راہ میں تقسیم کردیا۔

۵۸۔گاسکنی میں پیدا ہوا۔ پوپ کلیمنٹ پنجم، کہر میں پیدا ہوا۔ پوپ جان دوازدہم دونوں لالچی تھے۔

۶۳۔سیپیو افریقین، ہنی بال کو شکست دی ۲۰۲ق م۔

۶۸-بز افلا کی، برج جدی، سورج ۲۱ دسمبر تا ۲۱ جنوری اس میں ہوتا ہے۔

۸۰-پرانے جغرافیہ دانوں نے دنیا کو سات خطوں میں بانٹا تھا۔ پہلے خطے کے وسط سے آخر تک ۲۰ طول البلد شامل تھے۔

۸۲-مغرب میں جبل الطارق یولسس کا خط سفر، مشرق میں کریٹ، یوروپہ کو جوپیٹر نے بیل بن کر سواری دی۔

۹۸-لیدہ جوزا، راج ہنس بن کر جوپیٹر نے لیدہ کو لبھایا تو توام پیدا ہوئے۔ کاسٹرو پولکس۔

۱۴۳-پہلے جولین کیلنڈر میں سال ۱/۲ ۳۶۵ دن کا تھا۔ کوئی گیارہ منٹ چودہ سیکنڈ زیادہ۔ یعنی دن کے سویں حصے کے برابر ۱۵۸۲ میں گریگوری نے اسے صحیح کیا۔ بہرحال دانتے کے زمانے میں جنوری کوئی ایک ہفتہ سرک گیا تھا۔ اور اگر تقویم کی اصلاح نہ ہوتی تو یہ سردی کا بجائے بہار میں آنے لگتا۔

لغت:

۲۸-اریوال — آڑی

۸۵-استھان — مقام، ٹھکانہ (دنیا)

۹۰-ادھک — زیادہ۔

○

اٹھائیسواں کینٹو

طاس الملاء الاعلیٰ (۹)

واقعہ: دانتے کی نظر ایک مخصوص نقطۂ تجلّی پر مرکوز ہو جاتی ہے — جو پرتوِ ذاتِ کبریائی ہے۔ اس کے اطراف الملائکہ کا نو مراتباتی ہالہ ہے۔

راستبازی کے منافی جو گذرتی ہے خراب
بشری زیست دکھائی مری خانم نے مجھے
کر رہی تھی جو مرادِ بن یہاں خلد مآب

جس طرح لو کا پڑے عکس اک آئینے میں ۴
موم بتی جو جلائی ہوئی رکھیں پیچھے
تو جھلکتا ہے جو ہو آنکھ میں یا سینے میں

جب مڑیں جانچنے کے واسطے ہم سچائی ۷
تو بہم شیشہ و شعلہ کو موافق پائیں
تال اور بول کے ہو میل سے جوں استھائی

یاد آتا ہے مجھے عین یہی تھا عالم ۱۰
دیکھتا تھا جب ان آنکھوں میں میں آنکھیں ڈالے
اور پھندا کہ محبت کسے جائے پیہم

جب مُڑا میں، تو نگاہوں نے نظارہ کیا ٹھیک ۱۳
ان کی مانند لگائیں جو درست اندازہ
آسمانوں میں سے ہے عرش کی کیسی تحریک

ایک نقطہ تھا چمکدار اجاگردہ چند ۱۶
خیرہ کن واں، مری آنکھوں کے لئے لازم ہو
اس قدر کھبتی ہوئی روشنی پر ہوں خود بند

ہم جنہیں دیکھتے ہیں سامنے ان تاروں کے ۱۹
ایک ننھا سا ستارہ بھی یہاں کا آئے
تو وہ اک بدرمقابل لگے ان ساروں کے

یوں ملے مرکز تنویر سے، پھر ہو نہ تمیز ۲۲
جس قدر ہوسکے ہالے سے وہ نزدیک آکر
منعطف روشنی کو کرتی ہے جب دھند دبیز

قربِ نقطہ میں تھا اک حلقۂ ناریں گرداں ۲۵
برق رفتار کہ وہ اس سے نکل لے آگے
گھومتا تھا جو کُرہ تیز تریں گردِ جہاں

حلقہ اک اور ملا، ہوگئے تھے اب وہ دو ۲
اور پھر تین ہوئے، آن ملا پھر چوتھا
پانچواں اور چھٹا۔ گھیرے سب اک دوسرے کو

تھی پرے اس قدر اس ساتویں کی گولائی ۳۱
کہ حصار اس کا نہ کرپائے دھنک ایریں کی
تنگ پڑجائے مکمل بھی کرے کھینچائی

آٹھواں اور نواں پھر — یہ ہر اک اور تمام ۳۴
سُست گام ایسے ہوئے جائیں، کہ جیسے جیسے
عدداً تکملہ سے دور ہوں مصروف خرام

دائرۂ سب سے دروں نور میں تھا صاف تریں ۳۷
کیونکہ تھا وہ شررِ پاک سے بالکل نزدیک
یا کہوں، اس کی حقیقت سے ہوا تھا رنگیں

اب مجھے دیکھ کر اس طرح سراپا ششدر ۴۰
مری خانم نے جو فرمایا کروں درج ذیل
"فطرت و عرش معلّق ہیں اسی نقطہ پر

ہے جو نزدیک تریں حلقہ اسے دیکھ اور جان ۴۳
اس کی سرگرمیوں کو عشقِ تپیدہ دے ایڑ
اور رکھتا ہے اسے تیزروان وگردان"

میں بپاسخ اسے "حلقے جو یہ کر جائیں عیاں ۴۶
کائناتی نسق و نظمِ ہمہ موجودات
تو اسے جان کے حاصل ہو مجھے اطمیناں

کیونکہ نیچے تو ہے آفاق میں برعکس ظہور ۴۹
جو کُرہ عشقِ الٰہی سے ہو جتنا سرشار
اپنے مرکز سے نظر آتا ہے اتنا ہی دور

ہے اگر واقعی یہ رفعِ تذبذب منظور ۵۲
اس عجیب و ملکوتی حرمِ عرشی پر
پیار انوار سے یہ ساری حدوں تک معمور

تجھ سے درخواست ہے کچھ روشنی تو اس پر ڈال ۵۵
نقل کیوں اترے نمونہ کی یہ اینڈی بینڈی
مغز پچی بھی کروں میں تو نتیجہ ہے محال"

تو وہ بولی "کچھ اچنبھا نہیں نا اہل ہیں گر ۵۸
انگلیاں تیری کہ الجھا ہوا عقدہ کھولیں
یہ گرہ سخت، مقابل میں جتن ہے کم تر

بسکہ ایسا بھی کنائے میں نہیں ہے ابہام ۶۱
جو بتاؤں گی ترے واسطے کافی ہوگا
باندھ یہ پلّے کہ ہوگا تجھے سب استفہام

مادّی دائرے گردوں میں رواں اپنی راہ ۶۴
بیش و کم، خورد و کلاں اپنے حصص کے اندر
اس کی خوبی کو سموئے ہوئے اس سے آگاہ

خوبیٔ بیش کا ہے بیش سعادت انعام ۶۷
اور مادّہ کرے بیش سعادت ہمراہ
گر حصص اس کے محاسن میں ہیں سب یک سے تمام

پس کھلا یہ جو کرہ لے کے جہاں ساتھ چلے ۷۰
تو وہ اس "سب سے دروں کے ہو مطابق جس کے
فیض سے علم بڑھے، پیار کی قندیل جلے

اس لئے تو یہاں حیطۂ ظن میں لائے ۷۳
تو فرشتو! ، کا اثر لا نہ کہ ہیکل ان کا
تُو جنہیں د رہا ہے۔ تو سمجھ میں آئے

حیرت انگیز ہے کس درجہ توافق کامل ۷۶
دوسرے ہر متحرک سے جو ہر عرش کو ہے
ان میں باہم ہے نمایاں وہی قدرِ شامل"

جبکہ اٹھلاتی ہوئی مست چلے بادِ نسیم ۷۹
خوبصورت لگے کچھ اور فضائے گنبد
سارے ماحول میں ہو جائے بہاریں ترمیم

دُور ہو جائیں بکھرتے ہوئے دھندلے سائے ۸۲
آسماں تیرہ و آلودہ نکھر کر ہنس دے
طمطراقانہ مناظر کا سماں دکھلائے

درک یوں صاف ہوا پاکے درخشندہ جواب ۸۵
اس طرح ساری حقیقت ہوئی مجھ پر واضح
آسماں پر ہو ستارہ کوئی جیسے خوش تاب

جب کلام اس نے کیا ختم تو جھٹ ضوپارے ۸۸
یوں سپاسانہ فضا میں ہوئے پرّاں کہ چلیں
دھات پگھلائیں تو چنگاریوں کے فوّارے

کھوجتے اپنا ہر اک حلقۂ جوالّہ بر ۹۱
ان کی تعداد کروڑوں سے زیادہ گویا
ضرب در ضرب بڑھائے گئے شطرنج کے گھر

حسنّت گاتے ہوئے منڈلیوں میں وہ آئے ۹۴
جو سنبھالے ہوئے تھا ان کو اسی نقطے پر
تھے جہاں — اسپہ ہی دائم بھی گئے وہ پائے

بھانپ کر وہ مرا یہ مخمصہ ایسے بولی ۹۷
"پہلے جھرمٹ میں سرافیم — فرشتے اشراف
دوسرے میں ہیں چرابیم — کروبی ٹولی

ہوں خداوند کے تمثال، یہ اس کے مشتاق ۱۰۰
کامیاب اس قدر آجاتے ہیں اس خواہش میں
جس قدر اس کیلئے ہوتے ہیں وجدان میں طاق

تیسرے گرد جو پھر ان کے ہیں وارفتۂ حق ۱۰۳
ناشرِ عدل الٰہی یہ ملائک ہیں "سریر"
اور یہ تین مراتب کا ہوا ایک طبق

تو سمجھ لے انہیں حاصل ہوئی بے اندازہ ۱۰۶
قدرت اس امر کی یہ کہنہِ حقیقت پائیں
بند ہو جائے شک و ریب کا ہر دروازہ

یہ سعادت ہے اسی واسطے رہنِ دیدار ۱۰۹
منطقی طور پہ سمجھے تو محبت کی نہیں
کیونکہ پھر ثانوی ہے شوق طلب کا یہ شعار

اور یہ حسنِ نظر خوب کا پیمانہ ہے ۱۱۲
اور یہ خوب نکوئی و کرم سے دریاب
یوں سعادت کو بلند اور بلند آنا ہے

پھر دگر پھول کی مانند شگفتہ — سہ گوں ۱۱۵
ناشنا سائے خزاں دائمی فصل گل میر
میکھ جس پر نہ کبھی مارنے پائے شبخوں

تین تال انترے کی شبھ حسنت خوانی سے ۱۱۸
لطف سہ گونہ کے تحت ایسا کیے تہرا حصار
رکھیں محفوظ ستم ہائے زمستانی سے

اس طبق میں کریں مخصوص مراتب یہ شمار ۱۲۱
اولاً مقتدر و ثانیاً ان میں وصّاف
ثالثاً ان میں ہیں عمال—— یہ سب منصبدار

اور باقی جو نظر آئے ہیں رقصاں رقصاں ۱۲۴
وہ رؤسا ہیں، عمائد ہیں، مشائخ قدسی
مست و سرمست، وخوش وسرخوش وشاد وشاداں

باادب سب یہ طبق دیکھ رہے ہیں بالا ۱۲۷
اثر انداز ہے پائین یہ ہر اک، سب پر
ربِّ اعلیٰ سے اِدھر، واں سوئے ربِّ اعلیٰ

فکر جب فرطِ عقیدت میں کیا تھا ان پر ۱۳۰
ڈیوناسس سے - مراتب یہ مبارک یونہی
اس نے تعیُّن کیے—— یہ ہیں درست وبہتر

اختلاف اس پہ گریگوری کو ہوا، لیکن جب ۱۳۳
غائرانہ اسے دیکھا، تو کیا خندہ خفیف
کہ سمجھ آیا قرینہ ہوا کیسے بے ڈھب

اور دنیا میں اکٹھے کرے اک آدم زاد ۱۳۶
ایسے پوشیدہ حقائق—— نہ ہو اس پر حیران
پال نے پائے تھے فردوس میں یہ ایسے صاد
سرِ مخفی اسے سارا کیا یہ اس نے بیان'' ۱۳۹

تشریحات:

۱۶-نقطہ۔ پرتو تجلی خداوند ۲۵-۳۴-نومراتب الملائکہ، تفصیل آگے آتی ہے۔

۳۱-ایرس۔دیوی دیوتاؤں کی قاصد قوس قزح اس کی علامت ہے۔"دھنک"

۴۲-ارسطو۔ایک اصل سے زمین وآسمان متعلق ہیں۔

۴۳-نزدیک تریں —— سرافیم،یا اشراف فرشتے۔

۷۶-بحث کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کا ان کے "اثر" میں مطالعہ کرے۔ فرشتوں کا ہر طبقہ نیچے کے ایک کرہ یا طاس پر اثر انداز ہے۔ قدر شامل یہ ہے کہ جو فرشتوں کا حلقہ الملاء میں جس رفتار سے گرداں ہے، اسی طرح وہ اپنے زیر اثر کرے کو چلا رہا ہے۔ سب سے پہلا طبقہ "اشراف" ثوابت کے طاس کا محرک ہے اور انتہائی تیز رفتاری سے اور علی ہذا القیاس۔

۷۹-"بوریاس" ایک ہوا جو شمالاً اشرقاً چلتی ہے اور آسمان کو صاف کر دیتی ہے (اٹلی میں)

۹۳-شطرنج کے خانوں میں روایت کے مطابق دانے دگنے کر کے رکھیں تو لاتعداد ہو جاتے ہیں۔

۱۱۲-خداوند کو دیکھنے کی صلاحیت نظر کے حُسن سے ہے۔ حسن نظر نیکی سے بفضلِ خدا بڑھتا ہے، پھر زیادہ سے زیادہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔

۱۱۵-ثلثہ الطبق، فرشتوں کے تین تین حلقوں کے تین طبقے، کل نو

۱۱۷-میکھ۔ مینڈھا (برج حمل)

۱۳۲-ڈیوناسس، سینٹ پال کا مرید ۹۵ء میں مارا گیا۔ اس نے فرشتوں کے طبقات کی تخصیص کی، گریگری (چھٹی صدی عیسوی) نے اس میں ردوبدل کیا۔ لیکن بعد میں ڈیوناسس کی تخصیص سے متفق ہو گیا۔

لغت:

۹۱-شعلہ کنار، ۱۱۱-دیدار ہو جائے تو شوق محبت ثانوی بن جاتا ہے

۱۱۸-شبھ —— مُبارک

انیتسواں کینٹو

طاس الملا الاعلیٰ (۹)

واقعہ: بیٹرس تخلیقِ کائنات، طبیعت ملکوتی کے عرشی رموز اور زمین پر مذہب کی تحریفات اور طامات پر روشنی ڈالتی ہے۔

چاند سورج — وہ لتونہ کے پسر اور دختر
جب کہ میزان و حمل تاج بنا لیتے ہیں
پر تلہ باندھتے ہیں دونوں افق کا مل کر

متوازن انہیں تھامے رکھے ہے سمت الراس ۴
اور پھر کھول کے پٹکا طرفِ نصف کرہ
ایک اوپر کو ہو اور ایک تلے ہیں نواس

بیٹرس اتنی ہی مدت رہی تھی لب بستہ ۷
چیرے دیتا تھا جو نقطہ مرا وجدانِ نظر
رخ وارستہ کو خنداں کئے واں پیوستہ

یوں وہ دوبارہ سخن سنج ''نہ کر استفسار ۱۰
جانتی ہوں تجھے دریافت جواب کرنا ہے
مرکزِ 'ہر کجا و کے' سے ہو تو واقف کار

تھا اضافے کا نہ محتاج ازلی جلوۂ ناز ۱۳
طرح رکھی کہ ہو بے تابیٔ "ربِّ ارنی"
لن ترانی کا مہیا نہ رہے کوئی جواز

نہ شب و روز کا پیمانہ بہ تخمینِ زماں ۱۶
اور نہ تعیینِ مکاں ہی کہ تھا کل لا احصا
مَن یّشا — نور سے تخلیق ہوئے کرّوبیاں

اور آرام نہ پھر اس میں توقف نہ قیام ۱۹
ماسبق تھی نہ ہی مابعد اسے یہ حاجت
جب سرِآب کیا ذاتِ مقدس نے خرام

مظہر و عنصرِ پاکیزہ جدا — پھر مدغم ۲۲
ہست میں آئے بلانقص — کماں سہ چلّہ
تین تیروں کا پرا چھوڑدے جیسے یکدم

جیسے سورج کی کرن روشنیٔ شعلہ طور ۲۵
شیشہ و عنبر و بلور میں سے پار کرے
رفتہ رفتہ نہ بتدریج، وہ بلکہ فی الفور

عین یوں خواجۂ عالی کی ثلاثہ تخلیق ۲۸
معرضِ ہست میں آئی ازلی جلوے سے
بے علائق بھی، مکمل بھی، بغیرِ تعویق

کار فرما ہوا تھا نظم، مظاہر کے ساتھ ۳۱
کنہ کن سے کیا پھر ماحصل ایسے تفریق
کائنات ان سے مرتب ہوئی وہ اونچے ہاتھ

ماحصل سارے مدارج میں ہے زیرین شمار ۳۴
ایسا مربوط ہوا پر یہ گیاہِ کُن سے
یہ وہ گلدستہ بنا جس کا بکھرنا دشوار

گومصر اپنے مقولے پہ ہے راہب جیروم ۳۷
الملائک تھے قرنہا قرن اس سے بھی قدیم
صفحۂ ہست سے جس وقت جہاں تھا معدوم

پڑھ اسے غور سے میں نے جو کیا ہے مذکور ۴۰
کہ یہ سچ سارے رسولوں کے صحیفوں میں ہے
اس کا احاطہ کرے ٹھیک طرح تیرا شعور

ہم خرد کی بھی کسوٹی پہ جو پرکھیں اس کو ۴۳
ٹھیک یوں ہی لگے۔ بیکار محرک کیوں ہوں
ذمّہ داری کا اگر کام ہی موجود نہ ہو؟

پس بیاں میں نے کیا صاف کہاں کب کیسے ۴۶
الملائک ہوئے تخلیق، نہ ان نُوریوں پر
متذبذب رکھے اب تیرا تجسس ایسے

بیس تک بھی تری گنتی نہ ہو — اتنی جلدی ۴۹
منحرف ہوگئی ان قدسیوں کی اک ٹولی
پئے تخریبِ جہاں عرشِ بریں سے چل دی

دوسرے اپنے فرائض کی بجا آوری میں ۵۲
حلقہ حلقہ ہیں رواں اور دواں خرم وخوش
عالمِ شوق کے ساتھ آرزوئے داوری میں

کبرِ مذموم کو دیکھ آیا ہے ہوتے ہوئے خوار ۵۵
اس جگہ ہاویۂ حفرہ ناری میں وہ ایک
پڑ رہی تھی دمادم جس پہ جہاں کی پھٹکار

خیرِ برحق کے دگر کر دبیاں طاعت کیش ۵۸
کہ اسی نے انہیں بخشا ہے وجود و وجدان
اور سب ان کا یہ دم خم ہے اسی دم سے ہمیش

ان کے اوصاف اتم، سطوتِ معراج کمال ۶۱
نہیں مشہود سے ممکن متفرّق ہونا
وہ بلوعث نظر و رائے میں وہ استقلال

متزلزل ہو مبادا ترا ایماں — یہ جان ۶۴
جس قدر ظرفِ قدح ہو، ملے اتنی بادہ
دل کے اندازے سے ہوتا ہے نزولِ فیضان

اس حرم گہ کا تعلق ہے جہاں تک، اس کو ۶۷
سوچ خود میرے بغیر، اور حقائق کیا ہیں
گر مری بات گرہ باندھ لے یہ آساں ہو

اہلِ مکتب کا زمیں پر ہے مگر استدلال ۷۰
کہ سروشانہ خصائص میں ہیں طبعاً شامل
قوّتِ حافظہ و درک و ارادہ و خیال

سو مزید اب یہ بتاؤں کہ یہ تنقیحِ قیاس ۷۳
تو وہ سچ جان لے جو لوگ غلط کہتے ہیں
خلط مبحث کریں اس ضمن میں وہ بینِ حواس

الملائک کو عطا پہلے سعادت یہ ہوئی ۷۶
وجہ اللہ کا دیدار کریں — اور اس میں
سب مناظر کا تھا جلوہ — نہ رہی سو بہ سوئی

حائل آئے نہ تماشہ گریٔ نامانوس ۷۹
انہماک اس سے خلل میں، نہ بصیرت گمراہ
پس کریں وہ ازلی ہست کو یاد اور محسوس

لوگ دُنیا میں تو دیکھیں کھلی آنکھوں سو خواب ۸۲
اب وہ سچ مچ ہی کے ہوتے ہیں کہ آگیا بیتال
ہے پشیمانی و جرم ان میں نمایاں بحساب

تم زمیں پر نہیں تا دیر رواں رہتے ہو ۸۵
اک رہِ منطقیانہ پہ — کہ ظاہر داری
موشگافی کی کئی ندیوں میں بہتے ہو

نسبتاً عرش سے تو قہر ہو نازل کم ہی ۸۸
جس طرح کرتے ہیں یہ وحیٔ خدا میں تحریف
منحرف یا کہ وہ ہو جاتے ہیں اس سے قطعی

سوچ یہ کیسے لہو دے کے جہاں میں بوئی ۹۱
صدق سے وحیٔ صحیفہ پہ عمل پیرا ہو
اب اگر کوئی تو کیا ہوگی نہ پھر دلجوئی

لوگ تو اپنی ہمہ دانیاں جتلانے کو ۹۴
آپ تاویل گھڑیں طاق پہ دھر کر انجیل
عام پھر کرتے ہیں خود ساختہ افسانے کو

ایک فرمائے کہ عیسیٰ کی اذیت پر چاند ۹۷
بیچ میں آگیا چلتا ہوا الٹے پیروں
اس لیے ہوگئی تھی روشنی سورج کی ماند

نظر انداز حقیقت کہ تھی خود پوش ضیا ۱۰۰
پس یہودی نہیں، دیکھا تھا سبھی نے یہ کسوف
کوئی وہ ہند میں کیا' کوئی وہ اسپین میں کیا

لغو قصے سرِ منبر کریں پر شور بیاں ۱۰۳
جس طرح لونڈے فلورنس میں لیپی بنڈی
جھنڈ کے جھنڈ پھریں ہو کوئی رت کوئی سماں

بھیڑ بیچاری چراگاہ سے لوٹ آتی ہے ۱۰۶
یونہی منہ ماری سی ابلہ ـــــ مگر اس میں یہ لوگ
کچھ زیاں پائیں، نہ لغزش انہیں شرماتی ہے

تھا کسی بھی تو حواری کا نہ عیسیٰ کا خطاب ۱۰۹
جاؤ لوگوں کو یہ طامات سناؤ جا کر
بلکہ فرمایا چلو حق پہ جو برحق ہے نصاب

بس حواری بڑھے آگے لیے اس کی یہ ڈھال ۱۱۲
ان کے ہونٹوں سے فقط قول اسی کا نکلا
ان کی تلوار تھی یہ ان کی یہ پونجی، یہ مال

اب ٹھٹھول اور جگت پند و مواعظ کے بیچ ۱۱۵
اور جامے میں یہ پھولیں نہ سمائیں جب لوگ
اس پہ محظوظ ہوں ـــــ بس ایسا ہی چاہیں یہ نیچ

دم پُھلائے ہوئے طوطے ہیں جو کنٹوپوں میں ۱۱۸
دیں جو پروانۂ بخشش وہ کہاں سے آیا
لوگ سمجھیں بھریں بارود یہ توپوں میں

اعتقاد ایسا ہوا اب تو زمانے میں ضعیف ۱۲۱
ٹوٹ کر لوگ اُمڈ پڑتے ہیں خوش خوش ان پر
سبز باغ ان کو دکھائیں جو یہ مذہب کے ظریف

راہب انطونی نے تو پالا ہوا تھا اک خوک ۱۲۴
یاں مگر خوک صفت اور بہتیرے ہیں جو
خاک سی چیز کا ہتھیاتے ہیں نقدِ مسکوک

سیر حاصل ہوا ہے تذکرۂ نقد و نظر ۱۲۷
مستقیم آگے کو درکار ہے ازبس کہ صراط
وقت تھوڑا ہے، چلیں دیکھ کے چھوٹی رہ پر

ہیں یہ تعداد میں اتنے ملکوتی لمعات ۱۳۰
ذہنِ انساں کے احاطے میں سمائیں مشکل
کب زباں گن سکے، کب سوچ سکیں تخیلات

دانیال اپنے صحیفے میں کرے جو ارشاد ۱۳۳
تو اگر دیکھے تو اربوں ہی کا مذکور ملے
حتمی و آخری پھر بھی نہیں لکھی تعداد

متجلّی کئے ہیں جملہ تجلّیٔ ازل ۱۳۶
متعدد طرح ان میں یہ سرایت آمیز
متعدد وہ ضیائیں بھی یہ ہو جن میں حل

شوقِ دیدار کی شدّت کے مطابق ہے عزیز ۱۳۹
وہ نظر جس میں ہے یہ جلوہ نما گوناں گوں
اور یوں شعلے محبت کے ہیں پر نور و دبیز

سرمدی خیر کے تو سوچ ذرا وسعت وطول ۱۴۲
زینت آرائی کرے کتنے ہی آئینوں کی
روشنی کرتی ہے جب ذاتِ حقیقی سے نزول
ایک بٹتی ہے کئی آنکھوں میں حق بینوں کی" ۱۴۵

تشریحات:

۱۔لتونہ کے پسر دختر' ڈیانہ اپالو چاند سورج

۲۲۔ہیئت (اصل) مادّہ (قوت) واصل وقوت۔ارسطو۔

۳۳۔چوٹی پر علیّون ہیں۔ مظاہر (فرشتے)' ماحصل مادّہ نخستیں کائنات۔ عرش' کواکب سیارے۔

۳۷۔جیروم (چوتھی صدی عیسوی) کے مطابق فرشتے سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ "کن فیکون" کے تحت ہر چیز ایک ہی وقت میں معرضِ ہست میں آئی۔فرشتے آسمانوں کو حرکت دیتے ہیں۔ جب حرکت دی جائے والی کوئی چیز نہ تھی۔تو محرک کیوں پیدا کئے جاتے۔(۴۴)

۴۶۔کہاں (علیّون) کیسے (مکمل) کب (مکان وزماں ایک ساتھ)

۱۰۴۔لیپی اور بنڈی۔ ایا کپو اور الڈو برانڈو کے مخفف' چھوکروں کو کہتے تھے۔

۱۲۴۔عصر کے سینٹ انطونی کا نشان سوٗر تھا' تیسری چوتھی صدی عیسوی میں گزرا۔

۱۳۵/۱۳۶۔سب باتیں فرشتوں کے بارے میں کہی جا رہی ہیں۔

لغت:

۶-سیس نواس، تشریف فرما۔

۱۴-ارنی لن ترانی، مجھے اپنا جلوہ دکھا، تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔

۳۰-تعویق۔تاخیر۔

۵۶-ہاویہ، دوزخ حفرہ گڑھا، ناری، آگ کا۔

۸۳-اگیا بیتال، چھلاوا۔

۱۰۰-کسوف سورج گرہن۔

۱۱۰-طامات، خرافات۔

۱۱۵-جگت، ضلع جگت، ذو معنی۔

۱۲۴-خوک۔سؤر۔۔۔مسکوک، ڈھلا ہوا سکہ۔

○

تیسواں کینٹو

طاس علیّون (۱۰)

واقعہ: یہاں تمام خدارسیدہ بزرگ جسم کا جامہ اوڑھے اپنی اصل صورت میں موجود ہیں۔ برف سے سفید گلاب کی پنکھڑیوں کی مسندیں ہیں' ان پر سب متمکن ہیں جلوہ تابانیاں عروج پر ہیں۔ مگر دانتے کی نگاہ بھی کامل ہو چکی ہے۔ لہٰذا مشاہدے میں دشواری نہیں۔

ساٹھ سو میل پرے ہے بھری دوپہر انگار
ہم جہاں پر ہیں — تو پہلے ہی زمیں کا سایہ
ڈھل چکا تھا' یہ ہوا چاہتا ہے اب ہموار

عرش کی تھاہ میں تا دور تھی شورا شوری ۴
کاروائی کا تغیر نے کیا تھا آغاز
ایک تارا کیا پھر دوسرا تارا چوری

جب قریب آتی ہے سورج کی چمکدار کنیز ۷
روشنی تاروں کی پڑ جاتی ہے مدھم' اور وہ
بند کردیتی ہے ایک ایک سہانی دہلیز

کامراں رقص میں حلقوں کا وہ شورِ زنجیر ۱۰
تیز تر ہوگیا' ماؤف ہوئی حس میری
وہی شاہدؔ وہی مشہود ہوا نورِ منیر

رفتہ رفتہ وہ ہوئے میری نگاہوں سے دور ۱۳
پھر وہ منظر نہ رہا — آنکھ مری گھوم گئی
بیٹرس کی طرف اب وہ مری پیاری مری حور

طبع آرائی جو کی اس پہ — وہ رنگین خیال ۱۶
جمع مشکل ہیں کہ سب ایک قصیدے میں ہوں
اور کیجئے بھی، یہ تفصیل کا ہوگا اجمال

آشکارا ہوا تھا حسن بروں ظن و قیاس ۱۹
کیا بساط اپنی، سرور اس کا وہ خالق جانے
میں کہوں صرف وہی جانے، وہی حسن شناس

مجھے اظہار میں ہے عجز بیانی تسلیم ۲۲
ایسے شاعر سا — کہ موضوع ملے سنجیدہ
یا مزاحیہ — کرے مشق تو ثابت ہو سقیم

دلفریب ایسا تبسم کہ اگر یاد کروں ۲۵
جیسے سورج کی کرن آنکھ کو چندھیا جائے
ذہن، سرگشتہ خیالات سے برباد کروں

زندگی میں رخِ تابندہ کا پہلا دیدار ۲۸
اس نظارے تلک، اس پہ تھا بھروسہ مجھ میں
اس کے بارے میں جو شاعر تھا سدا مدح نگار

ہو جمال اس کا بیاں، اب مری پرواز خیال ۳۱
ہوئی لاچار، سو اس سعی کو میں ترک کروں
کیونکہ فن کار کے فن کو بھی تو آخر ہے زوال

ہوگیا حال جب ایسا تو ہوا کیا باندھوں ۳۴
زیب دیتا ہے جسے بس چلے سکہ اس کا
(یوں بھی کم رہ گیا ہے یہ مرا دو بھر مضموں)

عالمِ لہجہ ولب کیا تھا نہیں کہہ سکتا ۳۷
وہ سخن سنج ہوئی "طے ہوئے کل کون ومکاں
ہم علیّون میں ہیں — نورِ منزّہ یکتا

نورِ وجدانِ منزّہ ہے محبت معمور ۴۰
ہے محبت بہ ہمہ صدق سراپائے نشاط
ہیں نشاطِ علوئے لطف سے ہیچ اور سرور

یاں ملاتی تجھے ہوں دو تہی عرشی مخلوق ۴۳
عین مین ان کا وہی پائے گا چہرہ مہرہ
روزِ محشر جنہیں دیکھے گی نظر جوق بہ جوق"

جس طرح برق اچک لیتی ہے آنکھوں کی چمک ۴۶
ایسی ہو جاتی ہیں وہ اپنی سکت سے محروم
چیزیں منہ زور سی لگتی ہیں کہ دکھلائیں جھلک

میں تھا اک ایسی ہی جاں دار ضیا میں محصور ۴۹
ایسے اک پردۂ زرتاب میں لپٹا تھا کہ اب
چشم خیرہ ہوئی — مجھ پہ وہ تجلّی کا وفور

"عرش پر چھائے سکوت ایسا محبت طاری ۵۲
خیر مقدم کا قرینہ یہی رسمِ آداب
تابکاری ہے یہی شمع کی ذمّہ داری"

کر گیا مجھ میں سرایت جو یہ ایجازِ کلام ۵۵
تو لگا یوں مرے اندر کی بضاعت ساری
یوں بحال آئی کہ میں ہو گیا پھر تازہ کام

اب مری آنکھ میں اک اور ہی بینائی تھی ۵۸
پھر تو جھپکی نہ یہ چندھیائی — کسی طرح کی بھی
سامنے نُور کی رعنائی و زیبائی تھی

موج بر موج بچھی چاندنی تابانی کی ۶۱
نور کا ایک سمندر تھا کہ مارے ٹھاٹھیں
اوڑھنی کتنے ہی رنگوں میں رنگی پانی کی

آب جُو میں ہوا ذی روح شراروں کا ہجوم ۶۴
تاب کارانہ سماں باندھ دیا تھا اُڑ کر
جگمگاتا تھا یہ لالوں جڑا کندن کا ٹوم

اور پی پی کے بخورات و شمیمِ شیریں ۶۷
تھاہ میں وہ خوش و مخمور اُتر جاتے تھے
ایک اوچھل تو یہ لو ایک نمودار وہیں

"چاہیے یہ تیری دلی خواہشِ تفتیدہ و تیز ۷۰
تجھ پہ اس جلوے کا کھل جائے مکمل احوال
خوش ہوں میں اور بھی ہو جائے یہ شدّت انگیز

پی کی ان پانیوں سے اب تجھے پینا ہے ضرور" ۷۳
یوں سخن سنج رہی میری دلآرام حسیں
"پی بجھے پیاس نہ جب تک ملے جب تک نہ سرور

یہ ندی، اور یہ شاداب کنارہ، یہ زجاج ۷۶
اس طرح اس میں چمکتے ہیں جو بیرون دروں
ہیں یہ سب اس کی حقیقت کا نشانِ منہاج

پھر نہیں واقعہ، یہ ذات میں اپنی ہیں خام ۷۹
بسکہ تیری ہی نظر کی ہے یہ کوتاہی بھی
جو ابھی کر سکے پرواز نہ بالائے بام"

نیند سے دیر میں بچہ کبھی آنکھیں جھپکے ۸۲
وقت ہوجائے وہ جب دُودھ پیا کرتا ہے
ماں کی چھاتی پہ نہ پھرتی سے کچھ ایسا لپکے

میں نے آنکھوں کو کیا جس طرح اب آئینہ ۸۵
کوئی ندی پہ جھکے ان کے مشتاقانہ
اور عیاں اس پہ کرے موجِ رواں کا سینہ

میری مژگان کنارے پہ ہوئی تھیں سیراب ۸۸
آنکھ میں جھول رہا تھا وہ جوار اور بھاٹا
پیچ وخم کھاتا اُمڈتا ہوا نوریں سیلاب

سوانگ ناٹک ہو جو ختم اور وہ بہروپی خول ۹۱
لوگ اتاریں کہ ہر اک آپ کو ظاہر کردے
تاہم اس وقت بھی رہتا ہے ذرا سا جو ہول

کیفیت میری تو ایسی — وہ گل وگوہر شاد ۹۴
یکسر ایسے تھے کہ فردوس کا منظر دوچند
اصل دراصل ہوا میری نظر میں آباد

میری آنکھوں پہ نمایاں تھی حقیقی اقلیم ۹۷
مجھے توفیق ملے شانِ خداوندی یہ
میں کروں منظرِ اقدس کا بیاں بے ترمیم

تھا علیّون میں انوارِ تجلّی کا ظہور ۱۰۰
آشکارا ہوا مخلوق پر اپنا خالق
اجرِ ممنون ملے حسن نظارہ سے وفور

شکل میں دائرے کے ایسا فراخ اور دراز ۱۰۳
کہ محیط اس کا اگر کیجئے سورج کے گرد
تو یہ ڈھیلا ہی رہے، کس کے نہ بیٹھے یہ ساز

الملاء سے کہیں اوپر ہوا یہ چمکارا ۱۰۶
اور یہ نُور ڈھلا ایسا مکمل، اس سے
خود اسے اور نکوتر ہے مہیا سارا

دامنِ کوہ میں پانی کا مصفّٰی منظر ۱۰۹
عکس ریز آئنہ کی طرح بہ افراط اس میں
زینت آرائیٔ الوان گل و سبزۂ تر

مسند آرا نظر آتے تھے مجھے صف در صف ۱۱۲
اس طرح عکس نما نور کروڑوں ہر سُو
لوٹ کر آئے تھے جو پھر اسی عالم کی طرف

جاگزیں اتنی ہو انوار کی وافر مقدار ۱۱۵
سب سے اندر کی جوان پنکھڑیوں میں تو سوچیں
کیسا گھمبیر پھر اس پھول کا ہوگا وہ حصار

اب ذرا بھی نہیں بھٹکی نظرِ پر اُمید ۱۱۸
گو ٹھکانہ نہ تھا یاں کثرت و وسعت کا مگر
مجھ میں پیدا تھی سب ان برکتوں کی تابِ دید

اب زماں اور مکاں کا نہیں حیلہ کوئی ۱۲۱
اب نہ فطرت کے کسی قاعدے کا کچھ اطلاق
اب خدا تک نہیں درکار وسیلہ کوئی

سرمدی گُل کے درخشاں کفِ زر کے اندر ۱۲۴
عطر بیز اور شگفتہ بھی ان پنکھڑیوں میں
تھی بہار اک اسی سورج کی عیاں جلوہ گر

بات کہنے کی ہوس میں تھا خموشی سے رواں ۱۲۷
میں پسِ بیٹرس اور بول پڑی وہ خود ہی
"دیکھ تو انجمن اہلِ مبیّض کا سماں

دیکھ یہ دیس ہمارا، یہ سراسر گردش ۱۳۰
دیکھ یہ تخت ہمارے کہ ہیں تقریباً پُر
چند خالی ہیں کہ اور آئیں گے کچھ راست روش

تو جو واں دیکھ رہا ہے سرِ تختِ عالی ۱۳۳
تاجِ زرّین — نکال اس سے نتیجہ تو خود
ہو ترے فاتحہ کے چاولوں سے پُر تھالی

اس سے پہلے یہاں بیٹھے گی وہ روحِ خسرو ۱۳۶
جس کی تقدیر میں ہے ہنریٔ اعظم ہونا
دے گا اٹلی کو جو اک روز حیات از سر نو

ہو کر اندھے ارے تم حرص و ہوس کے مارے ۱۳۹
بالک ایسے ہوئے ہو بھوک سے جاں جاتی ہے
پھر بھی لناؤں کو ہر ایک مگر دھتکارے

منبرِ پاک پہ پوپ آئے گا وہ جی بھر کے ۱۴۲
ڈھونگ تو خوب رچائے گا وفاداری کا
دست کش ہوگا پر امداد کا وعدہ کر کے

ہوگا عرصہ نہ مگر منصب اقدس پہ زیاد ۱۴۵
کہ خدا دے گا وہیں پر اسے پائین دھکیل
سائمن پر ہے جہاں اپنے کیے کی بیداد
پھر انگنی کی جگہ اس کا وہاں نکلے تیل" ۱۴۸

تشریحات:

۱- زمین کا مخروطی سایہ افق کے ہموار ہو تو طلوعِ سحر کا وقت ہے۔ دوپہر مشرق میں کرۂ ارض کے چوتھائی پر ہوگی۔ زمین کا محیط بیس ہزار چار سو میل شمار تھا۔ سورج ۸۵۰ میل کے حساب سے طے کرتا ہے۔ اب اگر دیکھنے والے سے دوپہر چھ ہزار میل دور ہے تو جہاں وہ کھڑا ہے وہاں طلوع سے ایک گھنٹہ پہلے کا وقت ہے۔

۷- اوشا، صبح

۱۰- فرشتوں کا رقص، فرشتوں کا نور خدا کی تجلی میں گھل مل گیا۔ (۱۲)

۴۳- دو تہی، فرشتے اور ارواحِ اولیا۔

۵۲- محبت نے ایک عالمِ سکوت طاری کیا ہے۔ روحِ انسانی عظمت کا حصہ بن جاتی ہے کہ دیدارِ خداوندی کی اہل ہو جائے۔ (انسان خداوندی کی شمع ہے)

۷۸- یہ ندی، کنارے کی شادابی، پکھراج دراصل اصل تجلی کی تمہید ہیں، جو نظر کو درجہ

بدرجہ تیار کررہے ہیں، کہ اس مظہر کا تاب نظارہ لاسکے۔

۱۲۱-زمان ومکاں، وقت اور جگہ۔ کا اس جگہ وجود نہیں۔ اور کسی قاعدے ضابطے کے تحت دیدارِ الٰہی کا ہونا ضروری نہیں۔

۱۳۵-تیری موت سے پہلے۔

۱۳۷-ہنری، ہنری ہفتم متوفی ۱۳۱۳ء

۱۳۹-حوالہ ہے پوپ سے' پاپائیت اور گیلف جماعت نے بادشاہت کی مخالف کی۔ دانتے کا خواب تھا کہ اٹلی میں بادشاہی پوپ کے تسلط سے آزاد ہوکر اپنا کردار ادا کرسکے۔

۱۴۲-پوپ کلیمنٹ پنجم' جس نے ہنری ہفتم سے امداد کا وعدہ کیا' پھر منحرف ہوگیا—— یہ ۱۳۱۴ میں مرگیا۔

۱۴۷-سائمن مجوسی، سامرہ کا جادہ گر' عیسائی ہوا' اس نے بزرگانِ دین کو روپیہ دے کر چاہا کہ وہ قدرت حاصل ہوجائے۔ رُوح القدس سے ہمکلام ہوسکے۔ انہوں نے ڈپٹ دیا یہاں دوزخ میں ہے۔ جہاں کلیمنٹ پنجم بھی جائے گا، وہ انگنی، یعنی پوپ بونی فیس ہشتم، (انگنی میں پیدا ہوا) کو نیچے دھکیل کر اس کی جگہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔

لغت:

۶۶-ٹوم (ٹھیٹھ) ٹوم چھلا' زیور

۷۸-نشانِ منہاج، راستے کا نشان

۱۰۵-ساز—— براق' کاٹھی گھوڑے کی استعارہ ہے۔

۱۳۹-مبیض' ابیض سے' سفید' نورانی۔

○

اکتیسواں کینٹو

طاس علیون (۱۰)

واقعہ: سرمدی گل ابیض پر بہاریں تجلیات کا منظر — نجات یاب ارواح برگ بہ برگ متمکن، قدسی ان کی پذیرائی میں مصروف۔ دانتے تصویرِ حیرت بن جاتا ہے۔ جب یہ سحر ٹوٹتا ہے تو بیٹرس کو موجود نہیں پاتا، سینٹ برنارڈ وہاں پر وارد، اسے بتاتا ہے کہ بیٹرس فردوس بریں میں، گل سرمدی پر، اپنی مسند پر جا بیٹھی ہے، دانتے اسے وہاں دیکھتا ہے — پھر نظر اور فراز ڈالتا ہے تو مریم عذرا کے دیدار سے مشرف ہوتا ہے۔ وہ ان گنت فرشتوں کے جھرمٹ میں گھری ہوئی ہیں۔

برف گوں دودھیا اک سرمدی گل کی مانند
تھا مرے سامنے ولیوں کا مقدس جتھا
بہر دیں، دے کے لہو وہ کیے عیسیٰ نے پسند

تھے دگر اور حضوری میں ملائک پردار ۴
حمد خواں جس کی عبادت یہ کیا کرتے ہیں
صفت وخوبیٔ خالق کا وہ خوش خوش اظہار

بار بار آئے ہے اور جائے ہے جیسے مکھیاں ۷
اب ہے پھولوں پہ، پھر اڑتا ہوا پہنچے کہ جہاں
اپنی محنت کو وہ دے بیٹھے ذخیروں میں ڈھال

یوں ملائک کا یہ انبوہ کرے گاہ نزول ۱۰
ان گنت پنکھڑیوں کے پھول پہ اور گاہ صعود
پھر کرے عشق جہاں کا ہے ہمیشہ معمول

رخ دہکتے تھے کہ ہو آتش شعلہ تقلید ۱۳
پر طلائی تھے -- لباس ان کے تھے ایسے برّاق
برف ممکن ہی نہیں ہے کہ ہو ایسی اسپید

برگُلِ سرمدی پائین رواں صف تا صف ۱۶
بانٹتے پھر رہے تھے رحمت و عشقِ سوزاں
پیش وپس اڑتے ہوئے جائیں وہ ہر ایک طرف

درمیانِ گُل واں ذاتِ منوّر بالا ۱۹
آڑ بن کر نہیں حائل تھی یہ اڑتی ہوئی ڈار
پس نظارہ وہ نہ مدھم تھا' نہ کم اجیالا

کہ خداوند کے جلوے کی انی تو ہو پار ۲۲
متناسب اثری' کون ومکاں سے ایسے
بچ سکے اور نہ کوئی روک سکے یہ بوچھار

تھے اس اقلیم کے ان پیر و ولی میں شامل ۲۵
اپنے اس دور کے بھی اور پرانے بھی بزرگ
متحد پیار میں' خدشات سے خالی ہر دل

اک ستارے کی طرح ثلثہ تجلّی رخشاں ۲۸
اے تری دید کہ تسکینِ نظر ہے ان کو
نور ہم پر بھی' لئے جائے ہے تیرہ طوفاں!

بربری سارے علاقے وہ جہاں روزانہ ۳۱
تاجپوشی کرے گردوں پہ ہیلیسی اپنی
گھومتی لختِ جگر ساتھ لیے، مستانہ

روم اور اس میں ہیں جو خاص عجوبے موجود ۳۴
لیتراں کی ہوئی شہرت، وہ اگر ہوں سب محو
کارنامے ہوئے انسان کے یہ گرد آلود

میں کہ مذموم سے آیا تھا بہ سمتِ تقدیس ۳۷
عارضی سے ابدی کو، یہ فلورنس سے یوں
ان بزرگوں میں یہاں -- عدل پرست اور نفیس

چاہیے تھا مجھے کیا کچھ نہ فراموش کروں ۴۰
یہ خوشی اور وہ ---- ان میں یہی مرغوب ہوا
لب پہ لاؤں نہ سخن اور نہ درگوش کروں

جیسے زائر کو نئی صورتِ جذبات کرے ۴۳
جب زیارت نظر آئے تو ہو وارفتۂ شوق
وہ بھی گھر جا کے بیاں یاں کی کرامات کرے

اس طرح دیکھ رہا تھا وہ ضیائیں جاندار ۴۶
میں نظر اپنی ہر اک صف پہ گھمائے جاؤں
فوق ابھی، تحت ابھی اور ابھی دائرہ وار

خوبی وخیر کے یہ چہرے فراواں مشتاق ۴۹
خندۂ جلوۂ خالق سے طرب رنگ تمام
اور آپ اپنے سبھاؤ میں بھی چوبند و چاق

سیر کرلی تھی ضیا خانۂ فردوس کی خوب ۵۲
اور پابند کہیں چشمِ تماشا نہ ہوئی
ہو گئی واقفیت جو بھی تھے آداب اسلوب

رہبری پایۂ خانم سے ہوا دل بے تاب ۵۵
شوقِ نوخیز نے سر موڑ دیا اس کی سمت
کہ سناؤں اسے دیکھا تھا جو منظر شاداب

میں نے یہ چاہا وہاں بن گیا افسانہ اور ۵۸
بیٹرس تو نہ تھی اک اور بزرگ آئے نظر
خرقہ پوش، اس میں مگر شانِ فقیرانہ اور

مہربانی میں نہائے ہوئے سارے تیور ۶۱
رافت و مہر کی وہ ان میں سے خوشبو آئے
جس سے لبریز ہوں مشفق دل و جذباتِ پدر

"اور وہ" میں نے کہا چیخ کے جھٹ "کیا ہوئی وہ" ۶۴
"بیٹرس ہی نے مجھے بھیجا ہے یاں" وہ بولا
"تا کہ بر آئے تری خواہشِ دل بے اندوہ

آنکھ اُٹھا دیکھ تجمل سے وہ مسند آرا ۶۷
تیسرے حلقے میں، خانم تجھے اب دیکھتی ہے
واں اسے لے گیا طالع کا مبارک تارا"

میں نے چپ چاپ نظر اپنی اُٹھائی اس پار ۷۰
متمکن تھی وہ پہنے ہوئے تاجِ عظمت
ذات سے پھوٹ رہے تھے ابدیت کے شرار

صاعقہ بامِ بلندی پہ بسا دور تریں ۷۳
کڑکڑاتی ہوئی نزدیک لگے آدمی کو
جب گرے ٹوٹ کے بے تھاہ سمندر میں کہیں

بیٹرس کا مری آنکھوں پہ یہ عالم تھا کہ لو ۷۶
دخل اس میں کسی مادّہ ظاہر کا نہیں
جیسے عکس اس کا مرے پاس اتر آیا ہو

"اے تری ذات کے اندر ہے مری آس مکیں ۷۹
کہ مری رُوح کو فردوس میں لانے کے لئے
چُھو کر آئے ہیں ترے پاؤں جہنم کی زمیں

میری آنکھوں کو ہوئی جیسے نظاروں کی تاب ۸۲
سب تری حوصلہ افزائی کا صدقہ تھا وہ
تُو نے سمجھایا کہ سمجھوں کرمِ قدس مآب

میں تھا پابند ترے فیض سے آزاد ہوا ۸۵
لائی ہر راستے' ہر ایک ذریعہ برتا
اس مہم میں جو عطا تجھ کو خداداد ہوا

مجھے یونہی ترا فیضانِ کرم زاد ملے ۸۸
تاکہ یہ روح مری' کی جو منزّہ تو نے
جب بدن چھوڑ کر آئے تو اسے داد ملے"

میری درخواست کو سُنتی رہی وہ دھر کر کان ۹۱
تب مجھے دیکھ کے اِک بار ہنسی' پھر چل دی
گھوم کر سرمدی چشمے کی طرف —— میری جان!

برگزیدہ نے کہا ''تا کہ بہ حسنِ انداز ۹۴
ہو سفر ختم ترا (اور مجھے بھیجا ہے
صدق پروردہ تمنا سے) کروں میں پرواز

اس گلستان کے اوپر ترے وجدان کے ساتھ ۹۷
تجھے اس سعی سے ہو جائے گا حاصل یہ کمال
کہ بریں نُورِ خُدا دیکھے گا ایقان کے ساتھ

ملکہ عرش کی، میں جس کے جنوں میں سرشار ۱۰۰
مہربانی سے بمنزل، ہمیں پہنچائے گی
اس کا برنارڈ ہوں میں بندہ فرماں بردار''

سوچیے کوئی کروتیا کا مسافر آئے ۱۰۳
دیکھنے سینٹ ورونیکہ میں رکھا رومال
دیکھ لے اور تبرک وہ یہ دیکھے جائے

دم بخود ہو کے عقیدت سے وہ پھر لائے بہ لب ۱۰۶
''یہ خدوخال تھے چہرے کے خداوند یسوع
عین مین ایسی تھی کیا تیری شباہت تری چھب''

دیکھ کر زندہ محبت کا وہ پیکر یوں ہی ۱۰۹
میں تھا حیرت زدہ —— ہے یہ وہ مبارک ہستی
جس نے دیدارِ الٰہی کیا تھا جیتے جی

یوں وہ دوبارا سخن سنج ہوا ''ابنِ سعید ۱۱۲
فرح مندانِ ورا کی نہیں ہوگی پہچان
گر رہی تیری نظر پہ یہ نشیبی تحدید

ہے جہاں دائروں کا آخری خط چشم نواز ۱۱۵
اس جگہ دیکھ وہ سلطانہ ہے اورنگ آرا
اس قلم رو میں ہر اک کو اسی ہستی سے نیاز"

آنکھ پس میں نے اُٹھائی — تو سہانی سج دھج ۱۱۸
صبح مشرق کی وہ مغرب سے زیادہ جیسے
ڈوبنے کے لئے منڈلائے جب اس پر سُورج

جیسے دامانِ دمن سے سرِ کہسار تلک ۱۲۱
آنکھ اُٹھتی ہے تو اُٹھتی ہی چلی جاتی ہے
یہ بھی پہنچی تھی جہاں سب سے چمکدار چمک

منتظر جیسے یہاں نیزۂ خورشید کے ہم ۱۲۴
کہ اس ابلہ کو ملا تو وہ غلط لے آیا
شعلۂ عرش زمیں پر کہ یہ ہوجائے بھسم

واں بریں ایسے سکوں کا وہ طلسماتی نور ۱۲۷
قلب میں تیز جل اٹھا تھا لیک گو اس کی
اس تناسب ہی سے باہر کی طرف تھی مکسور

قلب پر آئے نظر خرم وخوش بال کشاد ۱۳۰
اک ہزار ایسے فرشتے کہ الگ ضو اِن کی
تھے بجا آوریٔ فرض میں قابلِ داد

وہ ہنسی کھیل پھر ان کے وہ تیوہاری گیت ۱۳۳
یوں لگے حسن بکھیرے چلا جائے نشے
رچ گئی نین میں ہر ایک گورو کے مدھ بیت

اس جگہ پایا جو وجدان وخوشی کا منظر ۱۳۶
وافر اب چاہیئے گنجینہ الفاظ مجھے
ورنہ مشکل ہے بیاں کر یہ سکوں شمہ بھر

سینٹ برنارڈ نے تکتے مجھے دیکھا جو فراز ۱۳۹
حسن سلطانہ پہ اس وقت نظر تھی مرکوز
اپنی آنکھوں میں بھرا اس نے بھی حسن انداز
اثرِ عشق سے میری بھی نظر تھی پُرسوز ۱۴۲

تشریحات:

۳۱۔بلیسی یا کلسٹو ڈیانہ کی ایک ہمجولی تھی' جو پیٹر سے آشنائی ہوئی' ایک بچہ اکرس پیدا ہوا ڈیانہ نے نکال دیا۔ جوپیٹر نے ماں بیٹے کو دُبِ اکبر اور دُبِ اصغر میں تبدیل کر دیا۔ علاقہ افریقہ۔

۳۵۔لیٹران۔ روم میں پوپ کا محل' قیصر قسطنطین نے اسے دیا تھا۔

۳۹۔سینٹ برنارڈ (۱۲ ویں صدی ء) دوسری صلیبی جنگ کا محرک جس میں گشیا گائیڈہ مارا گیا تھا شیدائی مریم تھا۔

۸۱۔ضربیہ کینٹو نمبر ۲ بیٹرس ورجل کو دانتے کی رہنمائی کا کہنے اتری۔

۱۰۳۔کروتیا' مراد ہے دور سے روم میں سینٹ ورنیکہ کا رومال جس سے حضرت عیسیٰ کا لہولہان چہرہ پونچھا تھا اور ان کے خدوخال اس پر نقش اُتر آئے۔

۱۲۴۔فٹن کہ سورج نے اسے اپنا رتھ دیا تو گھوڑے قابو سے باہر ہو گئے اور وہ زمین کے قریب پہنچ گیا کہ یہ جلنے لگی۔

لغت:

۷۔مکھیال، شہد کی مکھیوں کا جھنڈ۔

۱۱۴۔تحدید۔ حد بندی

۱۲۹۔مکسور، کسر سے کم۔

بتیسواں کینٹو

طاسِ علیّین (۱۰)

واقعہ: متعدد پاک اور نجات یافتہ ارواح کا مشاہدہ — مسئلہ قضا و قدر — دعا!

رُوحِ مستغرق و سرشارِ مسرّت بہ سخن
لب کشا ایسے ہوئی کہیے دبستان میں اب
سبق آموز توجہ سے تھا اُستادِ من

جس حسینہ نے لگایا تھا کبھی زخمِ گناہ ۴
مندمل جو کیا مریم نے — وہاں بیٹھی ہے
کیسی وہ طاعتِ بے جا سے ہوئی تھی گمراہ

تیسرے درجے میں نیچے جو بچھے ہیں اورنگ ۷
جاگزیں اک پہ رقیہ ہے، اگر دیکھ سکے
بیٹرس کی بھی ہے مسند وہیں آراستہ سنگ

سارہ ہے پھر ہیں ربیقہ و جدیثہ پھر ہے ۱۰
اس کی دادی — جو پکارا تھا وفورِ غم سے
"رحم فرما" — کہ غلط کار ہوا گھور سے

دائری آنکھ پہ پھر اور جو ہیں تخت پہ تخت ۱۳
کون ہیں، نام بتانے میں نہ دشواری ہو
دیکھ تو پھول کی یہ پنکھڑیاں اب لخت بہ لخت

اور پھر بیٹھی ہوئیں ساتویں سے ہیں، تحتاں ۱۶
عبری النسل خواتین ــــ سلیقے سے یوں
ہیں جداگانہ، گستہ نہیں ہیں پنکھڑیاں

دو جو عیسیٰ پہ عقیدے کے تھے واضح دھارے ۱۹
حدِ فاصل کی طرح ہیں یہ زنانِ عاصم
دو جدا راستے، منزل کوئی جس پر ہارے

تازہ و تر ہے وہ جس کنج میں ہر برگ گل ۲۲
غور سے دیکھ وہاں صاحبِ ایمان ولی
جن کا موعود مسیحا پر عقیدہ بالکل

نیم حلقوں میں ادھر پرلی طرف جائے نشیں ۲۵
جابجا چھوڑ کے گنجائشیں خالی وہ لوگ
ہو چکی آمدِ عیسیٰ ــــ جنہیں پختہ ہے یقیں

اور ہم دیکھ رہے ہیں جو سرِ یر متعال ۲۸
وہ جہاں رکھتی ہے تشریف ہماری خاتون
اسی زینہ سے دگر مسندوں تک برج مثال

روبرو فائزِ مسند ہے یوحنائے کبیر ۳۱
دشت پیمائیاں کیں، اس نے شہادت پائی
دو برس تک رہا آخر میں جہنم کا اسیر

سرمدی گل کے جہاں ہو گئے ہیں حصے دو ۳۴
واں فرانسس ہے بنی ڈکٹ و آگسٹن ہیں ــ اور
درجہ واری سے براجے ہیں کئی نیچے کو

ہم خداوند کے منصوبے پہ ششدر ہوں گے ۳۷
دونوں یہ دین کے آخر متفاوت پیرو
جمع جب خلد میں ہوں گے تو برابر ہوں گے

بیچ تک بٹ کے جہاں پیتاں سب ملتی ہیں ۴۰
یاں سے واں تک — تو یہ تو جان کہ ان روحوں کو
نیک ہیں، کرسیاں اس واسطے کب ملتی ہیں

طے شرائط پہ یہ صاحب نے انہیں دلوائیں ۴۳
بات یہ ہے کہ گناہوں سے مبرا یاں پر
مدرکہ عالم خودرائی سے پہلے آئیں

اور غوں غاں کی جو آواز پہ رکھے تو کان ۴۶
غور سے تو انہیں دیکھے تو یہ سارے چہرے
شیر خواروں کے ہیں، بچوں کے ہیں لے گا پہچان

تو کہ نا گفتنی سے شک میں گرفتار ہوا ۴۹
کھول کر میں یہ گرہ، اس سے رہا کرتا ہوں
فکر الجھ کر جو گلے کا ترے یوں ہار ہوا

اتفاقات کا اس سلطنتِ عالیہ میں ۵۲
محل ایسے ہی نہیں، جیسے شمار آئیں زماں
بھوک دکھ پیاس کبھی کیفیتِ حالیہ میں

کار فرما ابدی ضابطہ — تمثیلی ہو ۵۵
گربیاں — ناپ اترتا ہے ہر اک پورا ٹھیک
یہ انگوٹھی کبھی انگلی میں نہیں ڈھیلی ہو

صغر سن مر گئے جلدی ہی جو بچے معصوم ۵۸
سرمدی گل میں در آئے وہ بغیرِ علّت
اور فروکش ہیں شرف وار بحدِّ مقسوم

جس شہنشاہ کی اقلیم میں ہم ہیں آباد ۶۱
پھر کسی قسم کی خواہش کو ہوس ہی نہ رہے
مطمئن ایسے محبت میں، سعادت میں شاد

ذی نفس اس نے گھڑے اپنی شبیہِ خوش پر ۶۴
جوہر اپنا یہ ہر اک میں متفرق پھونکا
بات یوں ختم — لہٰذا یہ نتیجہ یہ اثر

تو نے انجیلِ مقدس میں پڑھا ہے یہ سبق ۶۷
صاف قصے میں توام کے — وہ ابھی کوکھ میں تھے
فرق اعلان ہوا — بات یہ ثابت برحق

مورد لطف، کی یوں جلد شروعات ہوں جب ۷۰
بال تک آدمی کے مختلف اللون اگیں
سرمدی نور کی جس ماتھے پہ جیسی بھی چھب

درجہ درجہ ہیں جو رحمت میں یہ ارواح مکین ۷۳
اہلیت کے سبب اس کی یہ سزاوار نہیں
درجہ بندی ہے مگر لطف نوازی کی رہین

ابتدائی جو زمانے تھے بنی آدم کے ۷۶
خلد میں آئے ہیں اور وقت کے بچے بچ ہے
کیونکہ کافی تھے عقائد وہی ابّ و امّ کے

پھر ضروری ہوا اطفال کا ختنہ کرنا ۷۹
کہ سکت آئے یہ معصوم کے بال و پَر میں
سہل ہو سوئے فلک ان کو اُڑانیں بھرنا

بعد نصرانیت اس امر کی حاجت نہ رہی ۸۲
اصطباغ اب نہ ہو عیسیٰ کا تو سارے معصوم
ٹھہریں اعراف کے اندر، کوئی صورت بھی نہی

چہرہ جس ذات کا عیسیٰ کی طرح ہے سارا ۸۵
ڈال اب اس پہ نظر، پائے تجلّی سے تو
استطاعت، رخِ عیسیٰ کا کرے نظارا"

اور اس چہرے پہ دیکھی وہ سعادت کی بہار ۸۸
جو عطا ایسی شرف دار طبائع کی ملی
ہوں مجاز ایسی بلندی پہ ملے جن کو بار

میں نے دیکھا نہ تھا اب تک کوئی منظر اقدس ۹۱
یوں کیا ہو مجھے انگشت بدنداں جس نے
ذات ایسی کہ سمجھ آئے خُداوند کی بس

پیشِ خانم ہوا جس پہلے فرشتے کا ورود ۹۴
"مرحبا مریمِ پُر نور" وہ نغمہ زن بھی
بال و پر کر دیئے تھے خوب فراخی سے کشود

جب دیا حمدِ الوہیٔ مقدس کا جواب ۹۷
سارے ایوان نے گاتے ہوئے سرشارانہ
اور بھی ہو گیا ہر چہرہ سکوں سے خوش تاب

"اے مقدس پدر اس طرح جو میری خاطر ۱۰۰
تو فرو آیا ہے اس مسندِ اعلیٰ سے یہاں
جو مقدر ہوا ہے تا بہ ابد تجھ کو گھر

چشمِ مریم میں بصد خرمیٔ سوز و ساز ۱۰۳
جھانک کر دیکھتا ہے کون فرشتہ ایسے
کہ سراپا وہ لگے آتشِ شعلہ پرداز"

یوں کیا میں نے اب اس اہل ذکاوت سے رجوع ۱۰۶
جس پہ ضو بار پیاپے تھا جمالِ مریم
صبح کے تارے پہ خورشید ہو یوں وقتِ طلوع

بولا وہ "جو خوشی و عمدگی خوبی میں ہیں ۱۰۹
متصف جن سے ملائک ہیں (بجا طور بھی یہ)
سارے برجستہ وہ اس ایک کروبی میں

لے کر اترا تھا یہ مریم کے لئے نخلئ شاخ ۱۱۲
جب سرِ عرش خداوند نے طے فرمایا
پیکرِ آدمی ہو شعلۂ قدسی سے فراخ

رکھ نظر اپنی مگر میری نظر کی ہمدم ۱۱۵
وہ کہ پاکیزگی و عدل میں لاثانی ہے
دیکھ اس پادشہی کے امرائے اعظم

ہو سکے دامِ نظارہ میں پکڑ وہ دونوں ۱۱۸
قربِ میمونہ میں بیٹھے ہوئے مسعود و سعید
سرمدی پھول کی دراصل ہیں جڑ وہ دونوں

بائیں ہاتھ اس کے ہے وہ جملہ کا باوا آدم ١٢١
ایک لذت کے لئے کی وہ جسارت جس نے
پایا اولاد نے میراث میں تلخابۂ سم

دائیں ہاتھ آئے نظر قابلِ تعظیم وہ پیر ١٢٤
اسقفِ پاک، کلیسائی کلیدیں تھامے
جن سے حاصل ہے یہاں ایسی مسرت گل گیر

پیاری دلہن کے تمام اجڑے ہوئے رُوپ سنگار ١٢٧
موت سے پہلے یہ دیکھ آیا — اسے عیسیٰ نے
خود سے منسوب کیا، پہنے انی کیل کے ہار

سامنے پاس ہی آدم کے ہے ہادی پھر وہ ١٣٠
جس کی امت کو ملا عرش سے من وسلویٰ
بے وفا اور وہ ناشکرے، فسادی پھر وہ

آڑے رُخ پر وہیں پطرس کے ہے نزدیک انہ ١٣٣
اپنی بیٹی کو تکے پیار بھری ممتا سے
آنکھ جھپکے نہ ذرا گاتے ہوئے حوسنہ"

سُوئے آدم جو کیے بیٹھی ہے مکھڑا کومل ١٣٦
بیٹرس اس ہی نے بھیجی تھی بچانے کے لیے
جب کہ تو قعر میں گرنے ہی کو تھا سر کے بل

تیرے وجدانِ نظر کا ہے مگر وقت اب کم ١٣٩
پس بمصداق، وہ مشہور کہاوت جو ہے
پاؤں کپڑے ہی کے اندازے سے پھیلائیں ہم

اب یہاں ٹھیر کے دوڑائیں نظر ہم بالا ۱۴۲
تا کہ ممکن ہو جہاں تک ترا وجدانِ شعور
کر سکے عشقِ نخستین سے ربطِ اعلیٰ

لیکن ایسا نہ ہو پرواز میں ہو کوتاہی ۱۴۵
اور لگے اونچا اڑاتے ہیں تجھے بال و پر
وقت پر پس تری بخشش کی دعا اب چاہی

ہم زباں ہو کے مرے ساتھ ہو اس میں شامل ۱۴۸
رحم فرمائے ترے حال پر اپنی خاتون
میں ہمیشہ رہوں تیرے لئے پیر کامل"
بعدازاں لب پہ رواں تھا یہ دعا کا مضمون ۱۵۱

تشریحات:

۴-۶-حسینہ' حوا۔ زخم گناہ' ثمر ممنوعہ کا ارتکاب' مریم نے حضرت عیسیٰ کو جنم دے کر انفکاک (نجاتِ بالکفارہ) کا اہتمام کیا بے جا طاعت' شیطان کی۔

۸-رقیہ حضرت یعقوب کی دوسری بیوی' حضرت یوسف اور بالیمین کی ماں۔ پہلی بیوی لحیہ تھی۔

۹-اسارہ' حضرت ابراہیم کی بیوی' حضرت اسحٰق کی ماں' ربیقہ حضرت اسحٰق کی بیوی' حضرت یعقوب اور ایساؤ کی ماں' جدیشہ' ایک مجاہدہ جس نے اشوریوں سے مذہبی یادگاروں کو محفوظ رکھا۔ دادی (روسہ زوجہ بواذ) حضرت داؤد کی جنہوں نے بتیشبہ کی شادی کے لئے اس کے شوہر یوریا کو مار ڈالا' یہی خاتون حضرت سلیمان کی ماں بنی۔ سات جو شمار کی گئی ہیں۔ حوا' مریم' رقیہ' سارہ' ربیقہ' جدیشہ' روسہ

۱۹-پرانے اور نئے میثاق والے۔

۴۳-یوحنا بپتسمی حضرت عیسیٰ کی صلیب کشی سے دو سال پہلے قتل ہوا۔ سو وہ دو برس اعراف میں رہا۔

۴۴-بچوں کی روحیں، نیکی بدی کی اساس پر نہیں بخشی جاتیں۔ حضرت عیسیٰ کی شفاعت سبب بنی۔

۴۹-شک یہ ہے کہ بچوں کے پھر اونچے نیچے مراتب کیوں؟

۵۵-ابدی ضابطہ۔ خدا کی مرضی اور منشا۔ تقدیر الٰہی ہی عدل ہے امر اتفاقی کا امکان محال ہے اہلیت یعنی محاسن کی مقدار شرط مرتبہ نہیں۔ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے!

۶۸-یہ مسئلہ ماورائے فہم ہے مگر تقدیر ازل کے اپنے بھید ہیں۔ یعقوب اور ایساؤ ربیقہ کی کوکھ میں تھے کہ ارشاد الٰہی ہوا۔ بڑا چھوٹے کی خدمت پر مامور ہوگا۔ یعقوب مجھے عزیز اور ایساؤ ناپسند ہے۔ حالانکہ ابھی نیک و بد دونوں میں سے کسی کا سامنے نہ آیا تھا کہ اس اساس پر خدا کا یہ فیصلہ ہوتا۔ ''اور خدا نے موسیٰ سے کہا جس پہ چاہوں اپنا فضل فرماؤں اور جس پر چاہوں مہربان ہو جاؤں''۔

۷۱-ایساؤ پہلے پیدا ہوا اس کے بال بھورے تھے۔

۸۶۵-حضرت مریم

۹۴-حضرت جبرئیل

۱۱۹-حضرت مریم

۱۲۴-پیٹر پطرس

۱۲۷-دلہن، کلیسا

۱۲۸-یہ سینٹ جان بپتسمی

۱۳۰-ہادی موسیٰ

۱۳۳-انہ (این) مریم کی ماں

۱۳۶-کومل مکھڑ الوی

۱۳۵-حوسنہ الحمد (حسنت)

لغت:

۱۲-تحتانی نیچے

۴۵-مدرکہ: خودرائی، سمجھ بوجھ

۱۱۲-نخلی ـــــ کھجور کی۔

○

تینتیسواں کینٹو

طاسِ علیّون (۱۰)

واقعہ: دُعا کا مگار، وجہ اللہ کا دیدار — اظہارِ عجز اور اظہار۔
(دُعا۔ بحوالہ کینٹو ماسبق)

"بنت فرزند ہے تو اور کنواری ماں تو
انتہا عجز کی اور فخر کی — مولود میں ہے
نکتہ سنجانِ ازل کو چمنِ عرفاں تو

تیرے فیضان سے ہے فطرتِ انساں کامل ۴
تیری برکت سے میسّر اِسے یہ استعداد
آپ بالذّات ہو یہ۔ کوزہ گر و کوزہ و گِل

گود فانوس تری، شمعِ محبت کے لئے ۷
اس تمازت نے تروتازگیٔ دائم کو
امن میں تخم کے امکانِ نمو بیش کئے

بھری دوپہر تو ان اہلِ مکرّم کے لئے ۱۰
اور دنیا میں ہے امید کا جاری چشمہ
تری موجودگی فانی بنی آدم کے لئے

تو ہے وہ صاحبۂ قدرت و عظمت خاتون ۱۳
کہ سعادت کا طلب گار دُعا کو پروبال
دے سکے ہی نہ کبھی تیرے وسیلے کے بدون

کوئی مانگے تو ملے مفت ہی تیری امداد ۱۶
بلکہ اکثر یہ پہنچ جاتی ہے بن مانگے بھی
یہ ترا بذل ہے تو ایسی ہے دامان کشاد

تو حق و نرم کی ہے سراپا تصویر ۱۹
رحمت و رافت سراپا— کہ گندھا ہے باہم
تجھ میں تخلیقِ کل و خیر تمامی کا خمیر

ہاویۂ زاویے کر آیا ہے یہ نظارہ ۲۲
جملہ ارواح سے مل آیا ہے تا خُلدِ بریں
ملتمس تجھ سے ہے، کر رحم اسے دے یارا

ایسا وجدانِ نظر کا اسے حاصل ہو کمال ۲۵
ہو صلاحیت و ادراک بلند ایسی اب
دیکھ لے آخری سرچشمۂ یمن و اجلال

میں نہ خود حسنِ نظر کے لئے اس طرح جلا ۲۸
جیسا اس کے لئے جلتا ہوں، نہ مانگا اپنا
یوں بھلا— مانگتا ہوں جس طرح اس کا یہ بھلا

جس خرابیٔ زمانہ سے بھی ہیں آلودہ ۳۱
کر سکیں منظرِ رفعت کا تماشہ آنکھیں
تیری تاثیرِ دُعا یوں کرے یہ آسودہ

تجھ سے سلطانۂ میمونہ ہے درخواست مزید ۳۴
مستجابی ہے تری بات — دل اس کا رکھیو
باوفا اور صفا بعدِ سرافرازیٔ دید

خامیوں سے رکھے محفوظ اسے تیرا کمال ۳۷
رہے چشمِ کرم اس پر — یہ بمنت تجھ سے
بیٹرس اور ہے ان سارے مشائخ کا سوال"

اور آنکھیں وہ خدا کو ہیں نہایت محبوب ۴۰
جو بہ ہنگامِ دُعا اس کی طرف اُٹھتی ہیں
دلِ مریم کو بھی یہ صدقِ طلب ہے مرغوب

اس نے پس آنکھ اُٹھائی بہ تجلیٔ ازل ۴۳
آپ انسان کو توفیق نہیں یہ ممکن
جلوۂ نور کا دیکھے کھلی آنکھوں جل تھل

اب مرے شوق کا عالم بھی نہ دیکھا جائے ۴۶
کہ بجھے اور بھڑکتی بھی رہے پیاس مری
دیکھ پاؤں بھی نہ سب، کم بھی نہ دیکھا جائے

مسکراتے ہوئے برنارڈ اشاروں سے یہ بات ۴۹
کر گیا واضح، اب اپنی بھی طرف سے میں نے
کی نظر رفعتوں پر تا بحدِ امکانات

یہ بھی اب صاف بہت صاف ہوئی جاتی تھی ۵۲
ازلی نورِ مصفّٰی کی ضیا میں گھل کر
حق سے بالذات ملاقات ہوئی — مدہ ماتی تھی

اس قدر اوج پہ تھا مری نظر کا مقدور ۵۵
ضبطِ اظہار میں آہی نہ سکے کیفیت
حافظہ سے بھی وہ کرپائے اعادہ نہ شعور

جیسے محسوس کرے خواب سے ہوکر بیدار ۵۸
جھلملاتا ہوا دل میں تو بدستور اسے
محو ہو جاتے ہیں گو ذہن سے سارے آثار

جستہ جستہ ہے مجھے ایسے وہ نظارا یاد ۶۱
اور حاصل ہوئی جو کیفیتِ وجدآور
اندروں روح کے گوشوں کو کئے ہے آباد

برف پر نقش کو یوں دھوپ بھی پگھلاتی ہے ۶۴
اور پتوں پہ لکھی بانیاں بھی سیبل کی
یوں ہوا ساتھ اُڑائے ہوئے لے جاتی ہے

اے تجلیٔ معلیٰ — نہ خیال انسانی ۶۷
کر سکے تیرا احاطہ، پہ ہو کچھ تو وہ بحال
کچھ تو وہ ذات ملے، کچھ تو کرم ارزانی!

دے یہ توفیقِ سخن، جذب کروں چنگاری ۷۰
میں ترے نورِ تجلی کی ان الفاظ میں وہ
دیکھ لیں صاف تر آئندہ کی نسلیں ساری

یادداشت ایک ذرا عکس ہی جھلکا ڈالے ۷۳
مجملاً میں جسے اب حرزِ بیاں کرتا ہوں
کچھ نہ کچھ تو بھی تری ذات کو بندہ پالے

حیّ و قائم تری تنویر سرایت کرتی ۷۶
مجھ میں جب اتری — جھپکتی جو مری آنکھ ذرا
پھر کہاں تیرا نظارہ بہ بغایت کرتی

یاد آتا ہے مجھے پیش قدم ہو کے دلیر ۷۰
یہ ہوئی پیش قدم اور — نہ جب تک ہو لی
سرمدی خیر کے بھرپور نظارے سے سیر

تیرے فیضان سے اے خیرِ معلّائے تمام ۸۲
کنہ توحیدِ حقیقت سے شناسا تو ہوئی
آگئی اس میں مگر میری بصیرت سب کام

کشف اس قلّۂ طوبیٰ پہ ہوا یہ مجھ پر ۸۵
عشق نے ایک صحیفے میں کئے ہیں یک جا
سارے اوراق جہاں میں ہیں جو تِتّر بِتّر

تھے بہم جوہر و اعراض و کمالِ تقویم ۸۸
اس طرح شیر شکر — میں جو سناتا ہوں اب
ایک ہی روشنی کی بات کرو یہ تسلیم

باور آتا ہے مجھے ہیئتِ کل آفاقی ۹۱
سامنے تھی مرے ان مختلف الاجزا میں
خوش وہ میں اور خوشی کی نہ تھی حسرت باقی

مجھ پہ کی اونگھ وہ اس ایک گھڑی نے طاری ۹۴
پہلے پچیس صدی، کھوج میں نیپچون کا سر
بحر پر سایۂ ارگو سے نہ تھا یوں بھاری

پس سراسیمگی و خیرگی میں غرق دماغ ۹۷
رہ گیا اپنی جگہ بے حس وحرکت جم کر
ہر نظر اور فروزاں کرے حیرت کا چراغ

اس طرح روشنی مبہوت بنائے جائے ۱۰۰
آدمی اور نہ کچھ دیکھ سکے سوچ سکے
گر لگائے تو یہیں دھیان لگائے جائے

کہ تمنا کی تمنا تھی وہاں پر موجود ۱۰۳
جستجو ختم ہوئی ہر تگ و دو ختم ہوئی
ہو فقط پائے گریزاں پہ یہ منزل مفقود

وہ جو یاد آئے اگر کیجئے اس کا اظہار ۱۰۶
دودھ پیتے ہوئے بچے کی یہ غوں غاں ہوگی
کہ نہ سوکھی ہوا بھی جیب سے چوسی ہوئی دھار

پھر بھی بتلائیے — وہ روشنئ حق و بصیر ۱۰۹
اس میں دوئی کا ذرا شائبہ موجود نہ تھا
وہ قدیم اور وہ حادث تھی بیک وقت منیر

دل کے آئینے میں تھا جلوۂ رخسارِ دوست ۱۱۲
عارفِ ذات ہوا کچھ نہ رہا بے گانہ
میں ہمہ اوست کی منزل میں تھا اب از ہمہ اوست

وہ تجلّی متجلّی --- وہ اپار اور اتھاہ. ۱۱۵
مجھ پہ القا ہوئی ماہیتِ ثلثہ اقنوم
تین انوار کی یکتائی ہے روشن تھی نگاہ

منعکس دو کہ براجی ہو دھنک بیچ دھنک ۱۱۸
تیسرا ان میں ضیا نفخ کئے دیتا تھا
اور اثنین میں پیدا ہوئی اک سار چمک

نہ تو لفظوں نے لباسِ فنِ زیبا پہنا ۱۲۱
نہ مرا فکر ہوا ٹھیک وہاں کا عکاس
میں وہ شاعر کہ بجا ہے متشاعر کہنا

سرمدی حُسن مکمل ہمہ قائم بالذّات ۱۲۴
آپ پر آپ عیاں، عشق پہ خود ناز کناں
آپ وہ عارف و معروف وہ موصوف و صفات

درکِ عرفان ملا، مجھ پہ ہوا عکس فگن ۱۲۷
جو مری ذات کے اندر تھا جمال مخفی
ایک پل دیکھ اسے آنکھ گئی محرم بن

سر بسر نور علیٰ نور بہ جلوہ ملفوف ۱۳۰
عین ہم میں بھی اُترتی ہوئی اس کی تصویر
منکشف اند کے چندے ابھی وصفِ موصوف

جیسے اقلیدسی پیہم یہ لڑاتا ہے دماغ ۱۳۳
دائرے کو وہ مربع کرے ثابت، لیکن
آزمائے کئی جدول نہ مگر پائے سراغ

لامکاں اور مکاں میں کروں کیسے تطبیق ۱۳۶
اس عجوبہ میں ہوں مستغرق اسی طرح، کہ میں
باہمی وصل کے اس رمز کی کر لوں تحقیق

واں تلک کر نہ سکیں مرے پر و بال اُڑان ۱۳۹
کرگئی مجھ پہ بس اک برق خیالی افشا
تین یک لخت مری فہم میں آئے یک جان

واہمہ دے گئی اس مرحلے پر صاف جواب ۱۴۲
پھر بھی پہیے کی طرح ٹھیک ہیں بے روک رواں
کہ محبت نے کیے ہیں متحرک اعصاب
جو محبت رکھے خورشید وکواکب گرداں ۱۴۵

تشریحات:

۱-دُعا سینٹ برنارڈ مریم کے حضور کرتا ہے۔ لب لباب یہ ہے کہ وہ دانتے کو نظارۂ تجلّی متجلّی کا اہل بنا دے۔ خود سینٹ برنارڈ حضرت مریم کا زندگی بھر بہت زیادہ معتقد رہا۔ مریم ہی نے ابتدائے کتاب میں لوسی کو دانتے کی حالتِ زار پر امداد کا کہا، جس نے بیٹرس سے فرمائش کی جو اُتری اور اس نے ورجل کو دوزخ سے بھجوایا۔ ورجل اُسے برزخ تک لایا۔ پھر بیٹرس نے رہنمائی کی اور آخرکار برنارڈ اسے مریم کے حضور لے کر پہنچا۔

۲۵-ایک دیوی گیت پتوں پہ لکھتی تھی، شکنتلا سے مقابلہ کریں۔

۹۶-ارگو جہاز' اس کے سائے میں نیپچون پر مدہوشی طاری ہوئی' جب زرّیں پشم کی کھوج میں روانہ تھا۔

لغت:

۱۵-بدون، بغیر
۱۱۵-اپار بیکراں' جو پار نہ ہو سکے۔
۱۱۶-ثلثۂ اقنوم، تثلیث
۱۲۰-اثنین۔ دو
۱۳۲-اندک۔ تھوڑا
۱۴۲-واہمہ— متخیلہ۔

رزمیہ

HOMER'S ILIAD

منظوم ترجمہ

شوکت واسطی

انتساب

بنامِ استادِ گرامی

ابوالبیان سیّد عبدالحمید عدمؔ

○

مرکزی خیال

(الف)

فساد انسان کی فطرت ہے
عورت فساد کی جڑ ہے
مزید محرکاتِ فساد
زر و مال ہیں۔

○

(ب)

بنی نوع انسان قسام کے ہاتھ میں کھلونا ہیں
وہی ایک دوسرے کے درپے
رکھتے ہیں۔

○

در کوئی نیکنامی مارا اگر زرند اوند

پس منظر

آشوبہ ہومر کی شہرۂ آفاق رزمیہ الیڈ ILIAD کا قریب ترین منظوم ترجمہ ہے مزدک نے زن، زر، زمین انسانی مثلثِ معاشرہ کے تین خطوط قرار دیئے ہیں۔ یہ ابتدائے آفرینش سے بنائے فتنہ وفساد ہیں۔ اور یہی زن (ہیلن)، زر (مالِ غنیمت)، زمین (علاقائی عصبیت) اس عظیم رزمیہ کا مرکزی خیال ہیں۔ موضوعی طور پر یہ کہانی برصغیر کے دو مشہور رزمیوں ...... رامائن و مہا بھارت سے ملتی جلتی ہے کہ سیتا اور دروپدی، ہیلن ہی کی صورت جنگباری کا محرک ہوئیں۔ چندر بھان کی مثنوی پرتھوارائے راسو میں سنجوگتا کا اغوا ساری داستان کی اساس ہے اور یہ تاریخی واقعہ ہے، جس کے باعث راجپوتوں میں پھوٹ پڑ گئی اور شہاب الدین غوری نے یکے بعد دیگرے پرتھوی راج اور جے چند کو شکست دے کر ہندوستان میں سلطنتِ اسلامی کا سنگِ بنیاد رکھا۔

○

میرے قریب ترین دوست ایوب محسن کے نزدیک پرائی تخلیقات کی اُردو قلب مائیت پر محنت ووقت کا اسراف مستحسن نہیں۔ میرے مرحوم رفیق کار جسٹس کریم اللہ خان درانی کی تمنا تھی کہ الیڈ کے یونانی بدن پر اُردو نظم کی قبا چست کی جائے۔ میری یہ کاوش اسی تعمیل خواہش کی مابعد Posthumous شکل ہے۔

ایوب محسن سے میری رفاقت کے پچاس سال ۸۳ء میں پورے ہوئے ہیں۔ میں، وہ، محمد امین (انٹر ہوم)، اور مرحوم (ڈاکٹر) ظفر اللہ ۱۹۳۳ء میں درجۂ ششم اسلامیہ ہائی

اسکول راولپنڈی میں ہم سبق بنے، میں ڈلہوزی سے آ کر وہاں داخل ہوا تھا۔ محسن ہی کی ہمراہی میں مجھے شعر گوئی کا درک ہوا۔ ان کے قرابت دار، مشہور شاعر عبدالعزیز فطرت کی صحبت میسر آئی، شوق بڑھا، ذوق پروان چڑھا۔ محسن سے فنِ شاعری میں مجھے خاص استفادہ بھی تسلیم ہے، تاہم اس نکتہ پر مجھے ان سے اتفاق نہ ہوا۔

جان ملٹن کی مقبولِ زمانہ پیراڈائز لاسٹ Pradise Lost کا ایک دفتر ارتجالاً اُردو نظم میں ڈھالا تو عام طور سے سراہا گیا۔ اصولی اختلاف کے باوجود محسن نے بھی محنت کی داد محبت سے دی۔ سمندِ شوق کو تازیانہ ہوا، اور کمال عرق ریزی سے میں نے مکمل بارہ دفتر اُردو میں منظوم کر دیئے۔ یہ ترجمہ فردوسِ گم گشتہ کے نام سے ادارۂ علم و فن پاکستان نے شائع کیا، ملک بھر میں اس کی تقاریب رونمائی منعقد ہوئیں، اُردو انگریزی اخبارات و جرائد نے اس پر حواشی لکھے...... ایک ادبی لطیفہ سنئے...... ایک صاحب کے کہنے پر میں نے اپنی اس کتاب کے چند صفحات مرکزی اُردو بورڈ لاہور کو بھجوا دیئے۔ اگر اس کو کتاب کی اشاعت درخورِ قرائن ہو۔ پھر میں یہ بات بھول گیا، کتاب چھپ گئی دو سال بعد بورڈ سے ایک خط موصول ہوا جس میں اشاعتِ کتاب سے معذوری ظاہر کی گئی تھی۔ انہیں ضابطہ کی اس حوصلہ شکن کارروائی میں شاید چار سال لگے...... باخبری کا عالم یہ کہ نہ کسی اخبار پر نظر پڑی، نہ کسی رسالہ میں تبصرہ پر، کتاب تک مقدورِ رسائی تو کیا ہوتا...... خیر اس قسم کی دلآویزی سے بھی تراجم کا یہ جذبہ مجروح نہ ہوا۔ میں نے کرسٹوفر مارلو کے "فاؤسٹ" (Christopher Marlowe's Faustus) کو اُردو نظم مقفیٰ کا جامہ پہنایا۔ ڈان (کراچی) میں جناب محمد علی صدیقی نے اس پر حوصلہ افزا تبصرہ کیا۔

سالانہ راؤنڈ اَپ میں بھی تذکرہ "المیہ حکیم فسطاس" اور "فردوس گم گشتہ" کا خصوصی ذکر فرمایا۔ ادھر ابوسعادت خلیلی (کراچی) نے ڈیوائن کامیڈی کے اُردو نثر

ترجمہ کی فوٹو سٹیٹ نقل بہم پہنچائی جو عزیز احمد مرحوم نے کیا اور جسے ۱۹۴۲ء میں انجمن ترقیِ اُردو دہلی نے چھاپا تھا۔ یہ نسخہ اور نثر ہی میں عنایت اللہ دہلوی کا ''طربیہ ربانی'' اب تمام برصغیر میں عام طور سے نایاب ہیں۔ میں نے کمر ہمت باندھی اور دانتے کی اس ادق کتاب (Dante's Divine Comedy) کے حصہ 'جہنم کو کربیہ کے نام سے اُردو شعر میں منتقل کیا اور بقول ضمیر جعفری صاحب دانتے سے اپنی دانت کاٹی روٹی ہوگئی۔ اب حماسۂ ہومر کے چھ دفتروں پر مشتمل پہلا حصہ پیرایۂ منظوم میں ادب اُردو کی نذر ہے۔ باقی کے اٹھارہ دفتر بھی' بشرط صحت وحیات اسی طور آئندہ تین سال میں ہدیۂ قارئین کئے جائیں گے...... پھر محسن صاحب سے وعدہ رہا کہ اس خارزار بیشہ میں داخل نہ ہوں گا۔

○

تواریخ کے طالب علم کی حیثیت سے مختلف اقالیم وعہود کا ادب جستہ جستہ میرے مطالعہ میں آیا۔ فکر وخیال کی باہمی مماثلت اس امر کی تحریک بنی کہ انسانی قدروں روّیوں اور نظریوں کی ہم آہنگی کے تقابلی اسباب مہیا ہوں' کیوں کہ فطرت ومحبت و حسن کے اثرات نگاہ ودل پر حیرت انگیز پیرائے میں یکساں مرتب ہوتے آئے ہیں۔ جوشؔ نے سرشارِ صبح ہوکر بے ساختہ کہا تھا:

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوتِ حق کے لئے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

اسماعیل میرٹھی کی نظم ''اٹھو سونے والو کہ میں آرہی ہوں'' مناظرِ صبح کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ تقابل کے لئے میں رگ وید (۱۱۳' منڈل؛ ۱) کی ایک نظم اسی موضوع پر یہاں ترجمہ شدہ نقل کرتا ہوں' جو زمانۂ طالب علمی کی سعی ہے۔

(۱) ہویدا ہوئی دخترِ آسمانی

وہ دھرتی کے وافر خزینوں کی رانی
مبارک سحر ہم پہ روشن ہوئی ہے۔

(۲) بسیطِ فلک پر درخشندہ شعلہ نما ہے
وہ دستِ حنائی سے اوشا نے تیرہ قبا چاک کر دی،
حسیں رتھ میں اشہب شہابی جتے ہیں۔
درخشاں سحر آ رہی ہے جگاتی زمیں آسماں کو۔

(۳) فراواں عنایات ہمراہ لے کر
ضیاؤں کی برسات کرتی ہوئی وہ سحر آ گئی ہے
کئی ان گنت ان گنت بیتے بیتے سویروں کے پیچھے۔

(۴) اٹھ اب، جاگ پھر سانس اور زندگی مل رہے ہیں
اندھیرا گھٹا ہے، اجالا بڑھا ہے۔
وہ اک جادۂ نو عطا کر رہی ہے کہ سورج روانہ ہوا ہے سفر پر،
ہم اِک اور منزل پہ پھر آن پہنچے!

ابوالبیان عدمؔ نے فرمایا تھا:

تخلیقِ کائنات کے دلچسپ جرم پر
ہنستا تو ہوگا آپ بھی یزداں کبھی کبھی

غالبؔ نے کہا کہ...... عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے...... یہ ایک ایسی چیستان ہے کہ لاکھوں پنڈت ہزاروں سیانے ''کھوج اس کا پا نہیں سکے''۔ تخلیق کا گیت رگ وید کے دسویں منڈل کی ۱۲۹ ویں نظم ہے۔ اس موضوع پر دنیا کے دیگر ادب سے اسے کیا مناسبت ہے، اندازہ شرط ہے۔

نہ ہست ہست تھا جب اور نہ بود بود تھا جب'
کہیں جہاں میں کسی کا نہیں وجود تھا جب'
محیط چرخ فضا میں نہ مثلِ دود تھا جب......
ہر ایک شے پہ مسلط تھا کون' کس کا تھا
ہر ایک چیز پہ سایہ...... جہاں پناہ تھا کون؟
بتاؤ' تھی جو یہ پاتال اتھاہ پانی کی!
اجل تھی کتم عدم میں ابھی' مگر پھر بھی
کوئی امین نہیں تھا ثباتِ ہستی کا!!
نہیں کچھ اور تھا جز ایک ذات یکتائی
خلا خلا تھا فراواں جہانِ تنہائی
اگھور گھور اندھیرے کی چیز چیز پہ پرچھائیاں محیط محیط
تمام بحرِ ضیا سے تہی' وسیع و بسیط
سمٹ کے خول میں بیٹھا ہوا تھا جرثومہ
جدا حیات کی تابانی دمادم سے...... اسی پہ مرقومہ
جمالِ ذہن کی تازہ بہار کی صورت
ہوئی نمودِ محبت...... ہمارے شاعر نے
جسے وجود و عدم کی کڑی بتایا ہے
کہو کہو یہ شرارہ کہاں سے آیا ہے
زمین قلب سے ہو کر طلوع' چھایا ہے
ہوئے ہوئے وہ ازاں بعد تخم کاریدہ
عظیم قوتیں جن سے ہوئیں پھر آفریدہ

قضا و قدر فلک پر زمین میں فطرت

کسے خبر ہیں مگر راز ہائے سربستہ

ہے کنہِ کہنہ کی کیا چیستان کُن کس نے

کہا تھا' دہر ہوا جس سے مثلِ گلدستہ

کہاں سے آئی ہے یہ رنگ رنگ کی خلقت؟

ہوئی ہے فیض سے جس کے جہان کی تخلیق

خبر نہیں' تھی رضا اس کی کارخانہ ساز

رضا کو اس کی مگر جانئے' کسے توفیق

سریرِ عرش پہ باصر' بصیر' وہ افراز......

کسے ہے علم اسے بھی ہے علم گر اس کا!

○

ایسے مطالعہ کا ماحصل یہ مطالبہ ذوق و شوق کا ٹھہرا کہ عالمی ادب کو مزید کھنگالا جائے اور اسے اُردو میں ڈھالا جائے۔

○

ادارۂ علم و فن پاکستان کے مالی ذرائع متحمل نہیں ہیں کہ میں اپنی کاوشوں کو تمام تر اس کے سرمایہ پر انحصار کر کے زیورِ طبع سے آراستہ کروں۔ پس میرے پیارے بیٹے سیّد التفات علی واسطی نے ''کربیہ'' پر بھی زرِ کثیر خرچ کر کے اسے صوری آراستگی سے طبع کیا اور وہی ''آشوبیہ'' کو منصۂ شہود پر لانے کے ذمہ دار ہیں۔ خدا انہیں اپنے کاروبار میں مزید برکت دے۔ آمین۔

شوکت واسطی

۲۰ر گل بہار نمبر ا' پشاور

۱۹۸۳ء

مقام

یونانی شہر ٹرائے

○

رزمگاہ ساحل

○

اہم کردار

اہل ارگوس (ارگوسی)۔ موسوم بہ اخائی ودنان

پسران اطریس اگام امنان ومنی لیاس ...... سردار

ہیلن ...... منی لیاس کی بیوی‘ ...... پارس نے اغوا کیا

اخیلس بن پلی یوس‘ اڈیسیس بن لارتس‘ وایومدیس بن ٹائڈس‘ نسطو

ایاس کوتہ قامت‘ ایاس طویل قامت (تیلامناس)

ادومنی اس ودیگر

(۲)

اہل ٹرائے (ٹروجی) موسوم بہ داردن‘ ان کے متعدد اتحادی

پریام سردار

یلینس‘ پولطس ہیکٹر‘ اسکندرس پارس اور کئی شہزادے ...... پیریام کے بیٹے

(۳)

دیوتا

زیوس (اندر) ہیرا (زیوس کی بیوی) استھنہ‘ عریسہ (پون دیوی) افرادیت

(ہوس دیوی)‘ اپالو‘ اریس (جنگ دیوتا)۔ پسیدان (سمندر دیوتا)

ہیلی اس (دیو بھاسکر۔ سورج)

آشوبیہ

○

پہلی کتاب

تکرار　　　　قول و قرار

بنے ترا گیت قہر، اب لازوال ہستی، بنے اخیلس کا قہر...... منحوس، پائمالی
ہوا تھا جس سے اخائیوں کا زیاں...... زیانِ زیاد، یعنی
اندھیر پاتال میں دلیر آتماؤں کے ٹھٹ،
ہزار ہا لوگ جان دادہ، یہ ان گنت لوتھ اور لاشیں
گِدھوں کے، کتوں کے واسطے...... رزمگاہ میں منتشر پڑے تھے،
زیوس کا مدعا بر آیا!
کر ابتدا، جب ہوئے تھے اوّل بہم در آویز آدمی دو......
عسا کر ارباب اگام امنان بن اطریس، فآن اخیلس......
یہ دیوتاؤں میں کون باعث نزاع کا تھا؟
زیوس زادہ...... شکم سے یستہ کے...... سرگراں کر دیا تھا اس کو
اگام امنان نے، لہٰذا وزید کی فوج پر وبا کی سموم اس نے
کہ باڑھ پانٹھی ہوئے تھے بیمار، چل بسے تھے

اخیلس ACHILLES، مشہور یونانی فسانوی کردار۔ زیوس۔ ابر و باراں کا دیوتا بمثل اندر سب سے بڑا دیوتا
مثل مہادیو؛ ابن کرنوس رومی دیوتا JUPITER یہی ہے۔ باڑھ پانٹھی بڑے چھوٹے سپہ گر RANK & FILE

یہ ان کے سرخیل سے خطا ہو گئی تھی سرزد
بڑی اہانت سے پیش آیا وہ مردِ مرتاض سے ...... خریس
یہ راہب ...... اس کے جہاز کے پاس لے کر آیا
کثیر سوغات بیش قیمت بطور فدیہ برائے دختر
عصائے زرّیں پہ دیوتا کی سفید انٹی
ہُوا الجاجت سے ملتجی، سب اخائیہ کے مقیم اس پر
کریں تلطف ...... پھر ان میں دو ایطرائیدی بالخصوص: عزت مآب امیرو!
منی لیاس و اگام امناں، تمام اے اوچجی اخائی سپہ گروتم!!
سرِ المپس کے حکمراں دیوتا تمھیں کو
دیارِ پریام کے غنائم کریں عنایت، تمھیں کو بخشیں
مزید سوئے وطن کو برخیز باد شرطہ،
قبول کر کے خطیر فدیہ خراج لوٹاؤ میری بیٹی،
زیوس کے نورِ چشم اپالو سے بھی عقیدت کا واسطہ ہے"۔
کیا تب اثبات اس پہ سارے سپاہیوں نے دبی زباں سے:
سلوک احسن روا پروہت سے، رست گاری کا زر قبولو
اگام امناں کو تھا انکار، آرزو خون ہو رہی تھی
تحکمانہ جھڑک کے بولا، وفان مردود اس جگہ سے:
"تجھے نہ پاؤں قریب اپنے سفینۂ بے کراں کے گرداں
نہ اب یہاں، اور نہ پیرِ فرتوت ہو تجھے بعد ازاں جسارت

اوچجی۔ ہتھیار بند لیس، اپالو۔ یونانی / رومی دیوتا برائے شباب و مردانگی راچھ۔ کھڈی یا اڈا جس پر کپڑا چڑھا کر بنتے کاڑھتے ہیں۔

پلٹ کر آئے کہ پھر تجھے آس پاس دیکھا
تو یہ عصا' دیوتا کی انٹی' ترے لئے جائیں گے اکارت'
کروں گا غارت'......

خیال اس لونڈیا کا جی سے نکال دے تو'
مجھے ہے سوگند اب وہ ارگوس میں گذارے گی عمر باقی
مرے حریم حرم میں' بیرون اپنے مولد سے دور کوسوں
کبھی اگر گرم کار اک راچھ پر تو بستر مرا کبھی گرم عیش کرکے
نہ مغز کھا' چل پرے یہاں سے سلامتی کی طرف نکل جا!
خشونت ایسی' رعونت ایسی
کہ پیر مرد انتہائی مرعوب وخوف خوردہ
جھکائے سر خامشی سے چمپت ہوا وہاں سے
تلاطم انگیز قلزمِ تند کے کنارے پہ گامزن' وہ
دعا برابر یہ کر رہا تھا
خدیو کی بارگاہ میں جو ملائم ابریشمین کاکل' گدازیستہ کے بطن سے تھا
''مری ہوشنوائی تینی دس اور دوسرے تیرتھوں کے حارس'
بدوش سیمیں کمان' اے سمیتی اپالو!
اگر تری خوشدلی کو میں نے
کبھی کسی بن میں پاک روضہ پہ سقف ڈالی'
بساطِ قربان گاہ پر گھی میں ران کی ہڈیاں بگھاریں'
بز اور گائے کا گوشت...... میری مراد بر لا

تیرتھ......مقدس مقام

دنان پر میرے آنسوؤں کے جواب میں تیز تیر برسا!"
ہوئی جب اس کی دعا سماعت نواز تو فوئی بس اپالو
رواں ہوا قلۂ المپس سے، دل میں طوفان موج زن تھا
کمان و ترکش تھے پیٹھ پر باز، تیر گٹھوں میں بج رہے تھے......
سرِ فلک وہ غضب کے مارے لرز رہا تھا......
رُکا جہازوں سے کچھ پرے رات کے دھندلکے میں وہ اتر کے
مجاز پر، اس کمان کی زہ کھنچی کہ چاندی کی قوس کوندے،
گرج بلا کی چلی گئی دور تک لڑھکتی؛
تھے بار بردار جانور اوّلیں ہدف اس کے......اور کتے،
مگر پھر اس ابتلا کے جلدی شکار ہونے لگے سپاہی
شدید ہلّوں کی بے اماں ضرب سے لگاتار چھدر ہے تھے
چتا میں دن رات جل رہی تھیں فضائیں مرگھٹ بنی ہوئی تھیں
سپاہ پر دیوتا کے تیروں کا تیز ریلا
رہا اسی طرح نو دنوں تک
کیے بروزِ دہم اخیلس نے بیگ، سردار، خان یکجا
خموش اور دم بخود سنبھالی جگہ ہر اک نے جب اپنی اپنی
میانِ پیکار ضیغمِ تند کی طرح کوئی زور آور،
اسی طرح اٹھ کے واں پہ گویا ہوا اخیلس
"مجھے ہے تسلیم اگامامنان ختم ہے یہ محاصرہ اب
سفینہ راں ہم یہاں سے ہوں گے
اگرچہ یوں بھی اجل کو پیچھے نہ چھوڑ دیں گے

کوئی لڑائی سے بچ گیا بھی تو بھینٹ چڑھ جائے گا وبا کی
ہمیں یہ ڈر کا ہے کہ پوچھیں کسی پروہت سے، غیب داں سے
یہ بلکہ اس سے کہ خواب خواں ہو کہ خواب القا زیوس سے ہیں،
خدیو اپالو کا ہم پہ آخر یہ قہر کیوں ہے؟
اسے ہے پُرخاش کوئی منت رہی ہے ہم سے
کہ ہم نے قربانیاں نہیں دیں
نیاز دیں گوشت بھون تل کر
کہ بھاپ اُگلتے ہوئے پسندے پسند فرمائے گا، وہ کیسے
وبائے خونیں سنگھیڑ لے گا؟"
سوال یہ کر کے اس نے اپنی جگہ سنبھالی
وہ کالخس، کالخس تسی دور رس اٹھا، وہ فہیم و زیرک،
ذکی زیادہ تمام سے جو پکھیروں کی اڑان آنکھیں
سب آشکار اس پہ...... جو ہوا، ہو رہا ہے جو اور جو بھی ہو گا
اخائی بیڑہ لئے الی یوم تک جو آیا تھا کالخس وہ
اسے اپالو کے فیض سے تھا کمال غیب آگہی ودیعت
فلاح مدِّ نظر تھی ان سے ہوا مخاطب:
"زیوس کے من چڑھے اخیلس مراد تیری
مجھی سے ہے میں بتاؤں برہم ہے تیر انداز دیوتا کیوں؟
بلے کروں گا ضرور افشا، مگر سماعت جواب کرو گے
فلک کی سوگند کھاؤ تم پشت پر رہو گے
مجھے بچاؤ گے بسکہ یہ دغدغہ بجا ہے

وہ صاحب اقتدار جس کے مطیع ہیں سب اخائی لشکر
وہ ملک ارگوس کا بزرگ ایک شخص میرا جواب سن کر بپھر اٹھے گا
کوئی بڑا آدمی نہ آپے میں جب رہے تو
کمیں کمیروں کے حق میں بے حد ضرر رساں ہے
عیاں نہ غیظ وغضب کرے وہ جگر ہی میں مُلتہب رکھے وہ
حساب جب تک نہیں چکا لے نہ ان کو یوم حساب آلے
قیاس کر تو مری حفاظت بھی کر سکے گا؟''
تو یوں اَخیلس اسے جواباً: ''ہراس مت کر
تجھے ہے جو آگہی بتا بے دھڑک اسے پڑھ
اشارہ جو تیری روشنی اب بجھا رہی ہے
مجھے ہے سوگند اس اپالو خدیو کی' بے گمان جس سے
مدد کا تو خواست گار ہوتا ہے سچ اگر بے نقاب چاہے
اگر مرے دم میں دم ہے باقی مری نگاہوں میں روشنی ہے
کسی میں کس بل نہیں ہے اتنا نہیں کسی کی مجال ہوگی
سواد ساحل میں اس جگہ تجھ پہ ہاتھ ڈالے
کوئی سلحشور' سارے لشکر میں فرد کوئی
اگام امنان بھی نہیں گر مراد اُس شخص سے تری ہے
اخائیوں میں وہ منصبِ اوّلیں کا حامل ہزار بھی ہو''
بندھی تب اس غیب داں کی ڈھارس' ہوا مخاطب
''یہ جان ہم نے نیاز منت میں اور نہ قربانیوں میں کوتاہیاں ہوئی ہیں
اگام امنان مرد مرتاض کو اہانت سے پیش آیا

کہ اس کی بیٹی حرم میں ڈالی ہے اور ٹھکرا دیئے تحائف
حمایت اس آدمی کی منظور اسے ہوئی ہے
کہ ہم پہ یہ تیز زن نے نازل کئے مصائب
مکرر اب اور بھی کرے گا
ونان پر اس وبا سے وہ دستکش نہ ہوگا
وہ ماہ پارا...... کہ دامنِ چشمِ آدمی کھینچتی ہے...... جب تک
بغیر فدیہ، بغیر تاوان اسے نہیں ہم
سپرد اس کے پدر کو بے پچھ لئے کریں گے
مزید، جب تک مہابلی دان دیں نہ جا کر خرائصی میں
اسی طرح خشم ہم کریں گے فرو، اسے رام کرسکیں گے"
وہ ختم کر کے کلام بیٹھا اگام امنان بن اطریس اٹھا...... اپاری
عریض خطہ کا حکمراں، منہ پہ جھاگ، آنکھوں میں آگ، دل میں
کرودھ رس ناگ، اور ڈالی
نگاہ بھرپور، قہر آلود کالخس پر، گرج کے بولا:
"اے جہنم کے پیش بیں میں نے تیری پیشین گوئیوں میں
کبھی بھلائی نہ خیر پائی...... ترا تعلق عذاب سے ہے
سدا خرابی سے تیرا لہنا، سدا یہی کچھ سجھائی دے گا
تجھے یہ توفیق ہی نہیں ہے کہ دے کبھی مژدہ و بشارت
ترے تئیں ساز گار حاشا نہیں کہیں بھی وقوع ہوگا

مہابلی دان HECATOMB (یکصد قربانیاں)

اپاری...... لامحدود۔ کرودھ رس: غصہ، غضب

یہ روبروئے سپہ ستادہ تراد گر بار استخارا
کہ میرے باعث وہ مبتلائے گزند ہیں تیز زن کے ہاتھوں
خرائصی دخترک کو روکا ہے اور ٹھکرا دیئے تحائف
بلے کیا ہے یہ میں نے اقدام وہ مری زینتِ حرم ہے
تجھے گوارا ہو یا نہیں ہو
کروں گا ممتاز تر اسے خاص زوجہ کلھی تمنترہ سے
کسی سے حسن و نسائیت، خوبی و ذہانت کے سلسلے میں
موازنہ کیجئے تو وہ نازنین ہیٹی نہیں رہے گی......
وہ کامنی ہے وہ پدمنی ہے، مہاگنی ہے......
سنو، کہ بایں ہمہ، ابھی میں بطیب خاطر
اٹھاؤں ہاتھ اس حسین دوشیزہ سے یہی گر
علاج ہے سودمند گر ہے
مری تمنا ہے فوج محفوظ ہو، نہ اس کو گزند آئے
معاوضہ میں صلہ فراہم کرو گے تاہم وقار کا بھی
ضرور فی الفور...... تا کہ محروم حق نہیں ہوں، ملے نہ بالکل ہی کوئی حصہ،
تمام باشندگان ارگوس میں فقط ایک یہ مجھی کو
یہ ناروا مستزاد ہوگا...... کرو تماشا
مری ہی دوشیزہ صرف، ہو کر وداع چل دے
نہیں نہ ہوگا کبھی یہ...... حاشا!"
قآن اخیلس اسے جوابا: "قشون آغہ!
تجھے کسی چیز سے نہیں ہے قبول ناغہ

تمام مخلوق میں کبھی سیر تو نہیں ہو'
بھلا تجھے فوج نذر سوغات اور کیا دے؟
کوئی غنیمت کا ایسا انبار یاں دگر ہے
کہاں ہے تیری نگاہ میں یہ کہیں مگر ہے؟
دیار تاراج جو کئے جو ہوا غنیمت کا مال حاصل
تمام تقسیم ہو چکا ہے۔ ترے حوالے
کرے جو یہ فوج اور کچھ' اب کہاں سے لائے؟
رہا کر اس لونڈیا کو فی الحال' واسطہ دیوتا کا تجھ کو
کریں گے دگنی کبھی تلافی' ترے لئے بلکہ سہ گنی ہم
زیوس کس دن کرم نما ہو
ٹرائے کے اندرون سنگیں حصار میں جب
بزور گھس جائیں خوب غارت گری مچائیں"
اگام امنان اسے جوابا: "نہیں یہ بھرّا نہیں چلے گا
دلیر اخیلس کو زیب دیتا نہیں کہ شیشہ میں یوں اُتارے
مجھے کرے گھیرنے کی مذموم سعی...... بارے
یہ کیا اگلوانا مجھ سے اب چاہتے ہو سارے
عجیب ہے نفع سب تمہارے...... مرے خسارے
عجب ہے اپنی غنیمتیں تو سنبھال رکھو' مگر نہ میرا خیال رکھو
مری غنیمت کو تم تلافی کا مال رکھو'
مری کنیز کو' مری دلآرام ہاتھ سے دوں اسے' فقط میں
اسے کروں یاد اسکی خواہش میں سرد ہو نکے بھروں...... غلط میں

کبھی گوارا نہ یہ کروں ...... یہ کبھی نہ ہوگا
سپاہ دے گی عوض میں تحقیق سے مساوی
ضرور دے گی مجھے اگر مصلحت ہے بالفرض کوئی حاوی
تو میں کوئی مہ جبین خود انتخاب اپنے لیے کروں گا' ......
تری کنیزک' ایاس کی یا اڈیسیس کی
مرے تصرف میں آئے گی' وہ رہے گی مدخولہ بن کے میری
کسی کے پہنچوں گا اس غرض سے ......
اگر فراواں غضب سے پاگل وہ آدمی ہو' مری بلا سے''۔
مُعاملہ یہ' مرا ہے کہنا' مگر چکائیں گے بعد کو ہم
اُتاریئے اک جہاز فی الوقت قلزمِ بیکراں میں اس پر
لگایئے چند ایک ملاّح جانور جس قدر ہیں مطلوب بہر قربان گاہ بھَریئے
بٹھایئے پھر ہمہ جمال واداودلآرام خرصیہ کو'
مرا مصاحب ادومنی اس' ایاس' نا تک اڈیسیس' یا
تمہیں اخیلس' کہ اس قدر ہو جری ...... چڑھاؤ
نیاز قربانیوں کی' جاؤ ...... غصیل کمنیت کو مناؤ''۔
اخیلس اب چین بر جبیں' گھور کر اسے یوں
''بڑی ہی موٹی ہے کھال تیری حریص بغلول' چشم خیرہ!
کسی اخائی کے واسطے تو یہ باعث احترام کیوں ہو
تری اطاعت متابعت کس لئے کریں ہم؟
شدہ چہ شد' اس کے بعد ہو کوچ یا لڑائی ......

کمنیت' بر چھیت کی طرح' کمان انداز

مرا تو اتنا معاملہ ہے چلا تھا جب لام کے لیے تو
ٹرائے کی سمت' تیرے ہمراہ آ گیا میں
مجھے تو پُرخاش ان ٹروجی سنان داروں سے کچھ نہیں ہے
ہنکائے جبراً مرے مویشی کبھی انہوں نے نہ راس گھوڑے
نہ سرمئی مزرعہ علاقہ میں پیتھیا کے ہماری فصلیں کھڑی اجاڑیں
یہ اسلئے بھی ہے' کوسہا کوس درمیاں ہیں
گھنیرے کہسار' کف اڑاتے ہوئے سمندر!
نہیں نہیں ہم شریک آئے ترے لئے گاؤدی' گنویلے
بپاس خاطر ترے ہم آئے ترے برادر کے واسطے یاں
ہوئے نبرد آزما' تمہارا ٹروجیوں سے چکائیں بدلہ
تجھے تو سگ چہر کوئی احساس ہی نہیں ہے
ہمارے احسانِ خاص کا پاس ہی نہیں ہے
ہمارا ممنون تو بھلا کیا' الٹ کے بلکہ تری یہ دھمکی
مری کنیزک کرے گا اغواء ملی جو انعام میں جتن سے
سند مری کارکردگی کی مجھے عطا کی سپہگروں نے
یہ دھونس تیری وہ چھین لے گا
ترے برابر مجھے کسی لوٹ میں سے حصہ نہیں ملا ہے
مقابلے میں مدام بخرہ یہ کم رہا ہے
دیار قبضہ کیا' ٹروجی حصار یا سر کیا کبھی ہم اخائیوں نے
اگرچہ میں ان مجادلوں میں لڑا ہوں تجھ سے کہیں زیادہ
مگر غنیمت کی بانٹ کا وقت جب بھی آیا

مدام حصہ جناب ہی نے کثیر پایا
جہاز پر، مضمحل لڑائی سے میں ہمیشہ لئے ہوئے ہیچ پوچ لوٹا
شدہ چہ شد، اب اٹھاؤں لنگر، سفینہ راں ہوں وطن کی جانب
یہاں سے رخصت...... رکوں یہاں کس لیے بھلا کیوں
لڑائی میں ہاتھ آئی چیزوں پہ کھاؤں دھوکا
لگاؤں داؤ پہ جاں کی بازی
چہ خوش کروں مال و زر ترے واسطے مہیا
شہید ہم اور آپ غازی!"
جھٹ اس پہ سیناپتی بپا بخ: "فرار اچھا
ہوا اب اس رُخ چلے گی...... تجھ سے کروں گا میں کیا
یہ التجا، مہرباں براہ کرم ٹھہر جا!
نہیں میں ایسا نہیں کہوں گا......
مجھے میسر ابھی حمایت ہے دوسروں کی
زیوس کی مستزاد اس پر، وسیع دنیا کا دیدباں وہ
پٹیل، سرخیل تجھ سا آشوب چشم کوئی مجھے نہیں ہے
نہ جھتی ہی کہ تیری مانند بات بے بات سر بھڑائے
ہے آج گردن درازیوں جو ورشت لہجہ
دماغ سرگشتہ، واہ کیا کوئی دیوتا مہرباں ہوا ہے
جہاز لے کر یہاں سے اپنے دفان ہو جا
ہو دفع گرگوں کے غول پر ہیکڑی یہ ان پٹھوؤں پہ جتلا

گرگے، اصل لفظ (MERMIDON)

تجھے ملامت کروں نہ غصہ، مگر مرا انتباہ یہ ہے
کیا ہے جو فوی بس اپالو نے خرصیہ کا مطالبہ میں
اسے تو فی الوقت کر رہا ہوں وداع اپنے جہاز پر جو
مرے ملازم چلائیں گے...... یہ معاملہ جب تمام ہولے
تو پھر بہ نفس نفیس تیرے پڑاؤ ڈیرے پہ آؤں گا میں
تری دلآرام برصیہ کو اٹھاؤں گا میں
حسین یغما گلاب جملہ جمیل نوخیز لڑکیوں کا
ترے چمن زار سے اسے نوچ لاؤں گا میں
یہ امر بھی تجھ پہ آشکارا اسی جگہ ہو
قوی ہے تو کون آدمی کون ساجری ہے
کسی دگر کو بھی گر کوئی زعمِ ہمسری ہے
کوئی اگر مدعی ہے میری برابری کا
اسے خطرناک دل کا دورہ ابھی پڑے گا"
دباؤ مثلِ ملال تھا درد کا پلی یوس کے پسر پر
تھا اس کے موئے دار سینہ میں ابتری کا عالم
دماغ آماجگاہ ہیجان کی بنا تھا
دل اضطراب اضطراب کا کیفیت نما تھا
میان سے کھینچ لے وہ صمصام اور باقی کریں تماشا
کھڑے ہوئے دور فاصلہ سے کہ یکلکی میں
وہ اس اطریس کے ڈھیٹ بیٹے کو بے محابا ہلاک کر دے

یکلکی: DUEL، دو بدو لڑائی

رکھے ابھی تاؤ جھاؤ یا بس میں اور رسی دراز چھوڑے
یہ کشمکش جس میں یہ پیچ تاب......آخر
میان سے دھیرے دھیرے تیغِ گراں نکالی
جھٹ ایتھنہ آسماں سے نازل ہوئی، جھٹ اس کے قریب پہنچی
وہاں فرستادہ آئی کا فوردست ہیرا دیوتی کی
اسے یہ دونوں عزیز تھے فکر مند دونوں کے واسطے تھی
رہی وہ ہر اک نظر سے اوجھل ہوئی اخیلس پہ وہ نمایاں
جب اس کے زرّین و سرخ بالوں کو اس نے آہستگی سے کھینچا
وہ بھونچکا سا مڑا تو یک لخت ایتھنہ کی شناخت کر لی
کہ اپنی خاکستری سی آنکھیں وہ اس پہ گاڑے ہوئے تھی گہری
الگ بعجلت وہ نرم لہجہ میں اس سے بولا
"یہ کیا ہے اے دخترِ خداوندِ عرش......وہ ابر و رعد بردار......کیوں یہاں پر
فرود تشریف آوری ہے؟
اگام امناں کی گرگ طبعی کا تجزیہ ہے پسندِ خاطر
مرا یہ وعدہ ہے خیر تم سے کہ جلد اس مرتبہ وہ اپنے
لہو سے سارے کیئے دھرے کا قصاص دے گا"
تب ایتھنہ گریہ چشم دیوی اسے جواباً:
"یہی ہلاکت فزا غضب روکنے تو اتری ہوں آسماں سے
اگر سنو تم، مجھے روانہ کیا ہے ہیرا نے، تم اسے ہو پسند دونوں
وہ اس لیے فکر مند دونوں کے واسطے ہے
بہت ہوئی، جنگجوئی بس کر، یہ ہاتھ قبضہ پہ روک لے۔ اب،

اسے مگر چاہیے کہ دے مارتو زباں کی
جتائیو پھر جو ماجرا ہوٗ مرا یہ وعدہ ہے اور ایفا ضرور ہوگا
یہ برمحل جب ہوا تو بدلے میں جیت کا مال سہ گنا تک تجھے ملے گا
مظاہرہ اس نے بدتمیزی کا جو کیا ہے
مگر سرِ دست روک لے ہاتھ مان کہنا
کبیر چاوُش باش اخیلس اُسے جواباً
''معاوضہ چاہیے نہ دیوی! مگر جو امر آپ دو امر دیں
کرے ہی تعمیل آدمیٗ ہوں دل و کلیجہ اگر چہ شق بھی
بجا یہی دیوتاؤں کی ہم رضا بجا لائیں وہ ہماری
دلی مرادیں نہال کردیں
تب اس نے مضبوط ہاتھ چاندی کی مٹھ پر روکا
دمِ سلاحِ گراں ہوا پھر میان میں دم
اکاش دیوی کا حکم تھا جو...... وہ شخص تعمیل کر چکا تھا۔
ہوا پہ اڑتی ہوئی المپس کی سمت دیگر
خدایگاں میں چلی گئی شادماں خدیوہ
زیوس کے ہاں فروکش اربابِ آسماں وہ
اگام امناں کی سمت لوٹا ادھر پلی یوس کا پسر بھی
درشت لہجہ میں طیشناکی سے یوں ملامت کناں اسے وہ:
شراب کے مٹ ہے دل چکارے کا تیری آنکھیں کتو روے کی

دوامر: دو لافانی ہستیاں، مراد ایتھنہ و ہیرا (۱) دم پھل (۲) دم ہونا، دم پخت سے خدیوہ ایجاد بندہ، خدیو سے مؤنث دیوی دیوتا کے معانی میں

نہیں ہے پتہ کہ جسم پر تو کسے عسا کر کے ساتھ بکتر
نہ حوصلہ منتخب حلیفوں کے ساتھ مل کر کرے چڑھائی
نہیں کہ اس راستہ میں شاید اجل پڑی ہو
لڑے گا تو بچ بچا کے قلبِ سپاہ میں ہی
اسی طرح بس مجھے ہے سوگند دیوتا کی
یہی نہیں بلکہ غصب کرنا غضب یہ، ہر آدمی کا یغما
ہر آدمی کا جو ہمرکاب اور ہم عناں ہے
امیرِ ہفوات جونک پچڑی مجھے قسم ہے
کسی سپاہی کو اب نہ دشنام دے سکے گا
مزید ہرزہ سرا نہ ہوگا
کہوں بہ بانگِ وہل قسم کھاؤں ہاتھ میں یہ عصا اٹھا کر......
قسم عصائے عظیم و برتر کی...... دیکھو کونپل، نہ بور، پتہ
پھر اس پہ دوبارا آئے لہرائے لہلہائے
گرا ہے کٹ کر تنے سے اپنے یہ چوب پرور پہاڑیوں پر
تو پھر نہیں پھول پھل سکے گا
کہ چھل چکے چھال اور ڈنٹھل کہ جھڑ چکے پھول اور پتے
مگر تلافی ہوئی بہرحال شکل بے برگ و بار کی یہ
اخائی احدی ویا دری سب
اسی کو شوریٰ میں باری باری خلوص سے ہاتھ میں اٹھائیں
بڑے تحمل سے بحث فرمائیں...... جب یہ منشا زیوس کا ہو!......
اسی کو اب تھام کر قسم میں اٹھاؤں یہ برملا بتاؤں

ضرور اک دن طلوع ہو گا ضرور بے اختیار اک دن
بصد پشیمانی وندامت کرے گا تو آرزو بہ شدت
تو اضطرابی سے انتظار ایک ایک اخائی سپاہ گر بھی
اخیلس اے کاش لوٹ آئے
مجھے نہ اس روز تو مگر یوں پچھاڑ پائے
کہ خشک لکڑی نہ جس طرح پھر یہ لہلہائے
تجھے وہ پسپا کریں گے پیچھے دھکیل دیں گے
ہزار ہا لشکری زبردست ...... وہ ہلا کو
وہ ہیکٹر گھاٹ موت کے جب اتار دے گا
ہزیمت ایسی ترے لیے باعث اذیت شدید ہو گی
ملی جلی ایک غصہ وغم کی کیفیت کیوں
دلیر اتابک سے تو اہانت سے پیش آیا"
اگام امنان اب اسے دیکھ دیکھ کر واں
کچھ اور بھی ہو رہا تھا غصہ میں لال پیلا
مقرّرِ پیلیان نسطور دیکھ کر یہ
کھڑا ہوا دونوں صاحبوں کا خیال کر کے
فصیح، جادو بیان ایسا
دلیل اس کی زباں سے شیرین تر کہیں انگبیں سے ٹپکے
وطن پئی لوس میں بقید حیات تھا وہ
گزار کر مردمانِ فانی کی پیڑھیاں دو
اک اس کی اپنی تھی بعد کی ایک اور اب تو

ہوا عمل دخل تیسری نسل میں بھی قائم
ملائمت سے جہان دیدہ بزرگ نسطور یہ مخاطب
ہوا اب ان سے ملامت آمیز لہجۂ ولگداز میں یوں:۔
''ضرور روز سیاہ کہیئے
پڑی ہے ایسی شدید آفت اخائیہ پر
خوشی کا ہوگا نہیں ٹھکانہ
غنیم پریام اس کے فرزند شاہزادوں تمام دشمن ٹروجیوں کی
جلائیں گے وہ چراغ گھی کے اگر بھنک پڑگئی ذرا بھی
یہاں پہ جو تو تکرار اب ہو رہی ہے ایسی
تمہارے مابین جو یہ الفاظ کی لڑائی ٹھنی ہوئی ہے
مشاورت میں مقدم اتنے مقدم اب تلخ گوئی میں بھی
مری سنو گوش ہوش سے صاحبو! مجھے تم عزیز یکساں
کیا نہیں اختلاف مجھ سے کبھی کسی نے
جو اگلے وقتوں میں مقتدر لوگ میں نے دیکھے
مری نظر سے نہ لوگ گزرے ہیں پھر نہ گزریں گے اس طرح کے
پرائتھس، میر خیل دریاس، کانٹی لیس،
اڑادیس پول غیم لیس، تھیس لیس اسی کا سپوت ایجی
خدیوامر دیوتاؤں کا بالصفات ہمتا
سنو کہ یہ داستاں ہے دھرتی کے رستموں کی
ہوئے نبرد آزما جو روئین تن پہاڑوں کے وحشیوں سے
مقابل آئے مہیب قنطور انہیں شکست تباہ کن دی

بتاؤں ان ہستیوں میں کیا حیثیت مری تھی
وطن پئی لوس سے اگر دور بھی ہوا میں
مجھے کیا مدعو مجھی سے مشاورت کی
مقام لاریب میں نئے حاصل کیا عرق ریز کاوشوں سے
عظیم کردار کے تھے وہ لوگ آج مدمقابل ان کا
نہ کوئی ذی روح شخص گیتی میں بن سکے گا
یہ بات دہراؤں گا مکرر کہ سیکھ مت کی
انہیں کبھی جس طرح بھی دی، کان اس پہ دھرتے تھے، مانتے تھے
بھلے سے تم بھی گرہ میں باندھو اگر، تو اس میں بہت بھلا ہے
اگام امناں نواب، دوشیزہ اس کے حصہ میں آچکی ہے
بوقتِ تقسیم یہ غنیمت سے فوج نے کی اسے حوالے
کرو نہ محروم اسے حرم میں رہے بدستور وہ اسی کے
مری اگر مانتے ہو تم دستکش ہو اپنے مطالبے سے
ترا اخیلس یہ فرض ہے، ہو کبھی نہ سرتاب پیشوا سے
برائے اعزاز کیوں مبارز طلب ہو اس آدمی سے کوئی
زیوس نے اقتدار جس کو عطا کیا ہے
کمال تم میں جوانمردی کبھی کہ دیوی کے بطن سے ہو
تمام لوگوں میں زور اس کا مگر ہے تم سے کہیں زیادہ
اگام امنان تم بھی لیکن یہ طیش اپنا فرو کرو گے
مری یہ درخواست ہے تحمل سے کام لو گے
یہ جان لو ہم اخائیوں کے لیے اخیلس

سیاہ سیلِ محاربت میں عظیم دیوارِ قلز میں ہے“
اگام امناں نواب اس کو جواب میں یوں:۔
”کہا گیا خوب......جو کہا ہے
مگر یہ اس آدمی کے تیور جناب کہیے
کرے قیادت کرے یہ ہر ایک کی سیادت
چلائے گا حکم جیسے ہم پر ہر ایک کو زیر زار کر کے
اگر مہا دیوتاؤں نے......جو سدا امر ہیں......اسے بنایا ہے نیزہ افگن
تو کیا دہن بھی بھرا ہے ناپاک گالیوں سے؟“
ہوا اخیلس مخل: ”نرا گاؤدی ہے آنکیں گے لوگ میرا
کلیجہ کنجشک کا‘ کہ چٹخاتا انگلیاں ہی رہوں یہاں میں
وہاں مگر تو تمام کر لے......تمام کہہ لے!
جما کسی دوسرے پہ تیری یہ دھونس مجھ پر نہیں چلے گی
کہوں یہ البتہ......دھیان سے سن
حسیں کنیزک کے واسطے تیرے ساتھ ہی کیا
کسی دگر شخص سے بھی کھڑکاؤں گا نہ کھانڈے
اگرچہ حق پر ملا مجھے جو اسی کو ہتھیا رہا ہے ناحق
رہی کوئی اور چیز میری سیاہ زورق میں جو دھری ہے
لگا سکے گا اسے نہ تو ہاتھ بھی‘ نہ مرضی اگر مری ہو
یہ آزما لے یہ بات ہر شخص صاف سن لے
اس گھڑی تیرے گرم خوں سے مری سناں داغدار ہوگی“
ہوئی جو برخاست ایک ہڑبونگ میں جہازوں کے پاس مجلس

حلیف دستے لئے روانہ ہوا پڑاؤ کی سمت اخیلس
ندیم پتراکلس اگر ساتھ ہم قدم تھا
تو دیگر اصحابِ ہم قدح تھے جلو میں اس کے
اگام امناں جہاز کا انتظام کرنے ہوا روانہ
کئے سبک دست بیس ملاّح تب مقرر
بھرے چڑھاوے کے جانور سب
ہمہ جمال واداد لآرام خرصیہ بھی سوار بیٹھی
اڈیسیس صاحبِ ہنر نے کمانِ عرشہ سنبھال لی تو
اٹھائے پتوار مانجھیوں نے چلے سمندر کے آب گوں راستہ پہ کھیتے
ادھر اس اثنا میں حکم صادر سپاہیوں کو ہوا کہ چوکس
کریں پڑاؤ پہ گشت...... تعمیل کی انہوں نے
بہایا پانی میں کوڑا کرکٹ
کفِ فضولی کے پاس ان کا مہابلی دان پھر حضور خدیو اپالو
چڑھائی سالم نیاز مرغولے بن کے بھبکے فلک کو پرّاں
یہ دن گزارا سپاہیوں نے تمام ایسے
اگام امناں کے حافظے میں خلش بدستور تھی جھڑپ کی
رکابدار اور ایلچی...... اربتوس وتلتی بیاس فوراً
طلب کئے اور یہ دیا حکم جاؤ دونوں
ابھی اخیلس کے مستقر پر
پکڑ کے بازو سے برصیہ کو اٹھاؤ میرے حضور لاؤ
کرے اخیلس جو کوئی حجت مزاحم آئے

حوالے کرنے میں ہوا سے پیش و پس ذرا بھی
تو آؤں گا خود لیے سلحشور تا کہ حاصل بزور کرلوں'
مقام یہ اس کے ڈوب مرنے کا اور ہوگا......"
پس اسطرح سہمناک چلتا کیا انہیں اپنے راستے پر
نہ ایسی بے ڈھب مہم کی ہمت تھی گرچہ ان میں...... مگر گئے وہ
رواں سمندر کی پوچ بجری پہ اور پہنچے
جہاز گرگوں کے لنگر انداز تھے جہاں پر
پڑاؤ تھا جس جگہ پر ان کا۔
کہیں ملا خاص دور بیٹھے وہ خانخاناں'
دیئے دکھائی وہ دونوں آتے تو بدمزہ ہو گیا اخیلس۔
خجل بھی ہیبت زدہ بھی وہ آ کھڑے ہوئے واں
مگر نہ تھا حوصلہ کہ بولیں۔
لگا کر اندازہ ان کی حالت کا خود اخیلس نے بات چھیڑی۔
"مجھے ہے معلوم...... بر رسولاں بلاغ باید'
زیوس و انساں کے دوت ڈھنڈوریاؤ تم پر سلامتی ہو
بڑھو' کہو' تم مجھے تمہارے خلاف پرخاش کچھ نہیں ہے۔
اگام امناں وہ آدمی ہے' اسی نے یاں برصیہ کی خاطر
تمہیں سراسیمہ یوں بھگایا ہے...... خیر آؤ
ندیم پتراکلس کنیزک کو لاکر ان کے سپرد کردے'
رہیں یہ دونوں گواہ اس پر
خداؤں کے سامنے جو آنند بس رہے ہیں'

تمام لوگوں کے سامنے بھی...... جنہیں فنا ہے
انہی میں وہ سخت گیر سلطان بھی ہے شامل
انہیں مگر کل کلاں ضرورت مری پڑے گی
شکست فاش اور پائمالی سے جا بچاؤں
اس آدمی کی مت ایسی ماری گئی ہے لیکن
اسے نہ پیچھے کی سوچ ہی کچھ رہی نہ آگے کی سوچ باقی،
اگر جہازوں کا معرکہ ہو کرے نبرد آزمائی کیسے؟
کیا کہا اپنے دوست کا اس طرح ہی پترا کلس نے، لا کر
بروں کٹی سے وہ جان زیبائی برصیہ کی انہیں حوالے
انہوں نے بگٹٹ لیا جہازوں کا راستہ جھٹ
گئی وہ لڑکی بھی ساتھ...... کس بے دلی سے لیکن!
نہ ضبط گریہ ہوا اخیلس جگر تپاں دوستوں سے اٹھا۔
نشستہ تنہا، سرہانے خاکسترانہ موجہ کے تک رہا تھا
ابھی اگر بحرِ بیکراں کو، پسارے ہاتھوں کو مانگتا تھا
ابھی دعا عاجزانہ ماں سے
"تری عطا جس طرح مجھے ہے یہ زندگانی...... یہ چند روزہ سہی کم از کم
زیوس...... جس سے فلک پہ ساری گرج کڑک ہے
بحال عزت وہی کرے جس قدر مری تھی...... مجھے گلہ ہے
ذرا بھی اب مرحمت یہ نعمت مجھے نہیں ہے!
خیال فرما، وسیع خطوں کا حکمراں، یہ اگام امناں
مجھے کرے یوں ذلیل، یہ راج، ہٹ اُڑائے

مری متاعِ غنیمت اپنے لیے کھلے عام دھاندلی سے"
بھرے تھے آنکھوں میں اشک فریاد کررہا تھا'
یہ...... فخرِ نسواں...... اسکی مادر
ضعیف والد کے پاس بیٹھی ہوئی تھی سرسبز گھاٹیوں میں
دہائی جب کان میں پڑی تو اٹھی...... رپٹ کر
درونِ ساحل سے دھند جیسی'
ہوئی نمودار ملگجی سطحِ قلزم میں پر کہ آن بیٹھے
اس آبدیدہ پسر کے پاس اور دے تسلی۔
ملائمت سے کہا اسے: "رکھ نہ جی میں اپنے
مجھے بتا صاف صاف جو بات ہے کہ دونوں کو آگہی ہو"
مصاف کا وہ ثریاں غضنفر اخیلس اب بلبلا کے بولا:
"تجھے خبر ہے' بتاؤں میں کیا'
جہاز راں ہم ہوئے تھے تاراج و تاخت کے واسطے وطن سے
ہوئے تھے پھر ہم اتائی شہرِ قدیم تھیبی پہ حملہ آور
بزورِ یورش کناں ہوئے ہم تو اس پہ قبضہ ہوا ہمارا۔
مچائی واں لوٹ مار...... لوٹے' لئے غنیمت غلام' غلہ۔
ہوئی ازاں بعد بانٹ' حصہ میں خرصیہ آئی بادشہ کے۔
تو یاں دھنک دھر خدیو اپالو کا پیر راہب خریس آیا'
برائے دختر بطورِ فدیہ خطیر سوغات ساتھ لایا'
عصائے زریں پہ دیوتا کی سفید انٹی کئے تھی سایا
ہوا اخائی سپاہ و لشکر سے مہربانی کا ملتجی وہ'

خصوص سے دونوں اِیطرائیدی میر لشکر سے کچھ زیادہ۔
کیا تھا اثبات اس پہ سارے سپاہیوں نے دبی زباں سے'
سلوک احسن کرو پروہت سے رستگاری کا زر قبولو۔
اگام امنان کو تھا انکار' آرزو خون ہو رہی تھی۔
تحکمانہ جھڑک کر اس نے وہاں سے اس شخص کو بھگایا۔
وہ مردِ پیر انتہائی کیفیتِ غم و غیض میں پلٹ کر
خدیوا پالو سے محوِ زاری ہوا' تو اس پر ہوئی توجہ
قبول کی التماس اس نے۔
سیاہِ ارگوس پر وبا کے سیاہ کوندوں کی یورشوں سے
گرے سپاہی و جانور ابتلا کے مارے۔
بڑی اذیت سے وہ مرے' ار کی جب اس دیوتا کے گولوں نے دندناتے
ہمارے کاہن نے فاش تاویل سے کیا تب
وبا سے مقصود دیوتا کا جو لابدی تھا۔
انہیں دیا میں نے مشورہ دیوتا بہادر کو رام کیجے۔
برس پڑا پھر مجھی پہ آپے سے ہو کے باہر اگام امناں'
جمائی دھونس اور دھاندلی کی سنائی دھمکی۔
یہ دھونس دھمکی کی بات' یہ دھاندلی کا قصہ گذر چکا ہے۔
سوار اخائی جہاز پر کر رہے ہیں وہ اک
حسین دوشیزہ' کوچ جواب کرے گی سوئے کنارِ خرصیٰ'
خدیوا پالو کی نذر کے واسطے تحائف مزید بھی ہیں۔
مرے پڑاؤ سے دوسری کو ڈھنڈورئیے چھین لئے گئے ہیں۔

مری کنیزک، بریصیص کی حسین دختر
جسے غنیمت سے خود دیا تھا مجھے سپہ نے۔
مری مدد کر، اگر یہ امکاں میں ہے المپس کی سمت چل دے،
منا بہ منت زیوسِ گردون آستاں کو،
کبھی اگر قول و فعل سے تو رہی ہے خدمت گزار اسکی،
رہی ہے بے شک تجھے یہ میکے میں خود جتاتے سنا ہے میں نے۔
دلاؤں گر یاد وقت، تنہا فقط تجھی نے
تمام امر دیوتاؤں میں، شرمناک رسوائی اور خطرناک سانحے سے
جب ابن کونوس کو بچایا!
خدیوگاں دوسرے...... پلاس اتھینہ، پسید ان اور ہیرا
یہ آرزومند تھے رہے مستقل مہادیو پابجولاں۔
تڑپ تجھے تھی وہ طوق و زنجیر سے رہا ہو۔
گئی اگائیوں کے پاس سرپٹ سرالمپس،
جسے دگر دیوتا بریس پکارتے تھے......
مہیب سوبازوؤں کا راون، جری، قوی اپنے باپ غطریف قلز میں سے۔
وہ ابنِ کرنوس کے قریب اس ادب سے بیٹھا
کہ جیسے اس کو یہ خاص اعزاز مل گیا ہو۔
ٹھٹک گئے خوف کھا کے میمون دیوتا سب۔
زیوس کو زنہار پابستۂ سلاسل کوئی بناتا۔

ابن کونوس یعنی زیوس

AIGAION غطریف، شجاع والی BRAIREUS صدبازو و پنجاہ دست جس نے زیوس کو TITANS سے چھڑایا۔

اسے دلایا دواقعہ یہ، جتا اسے یہ تمام باتیں،
لپٹ کے پھر اس کے زانوؤں سے مراد بھی جی کی مانگ لینا
ٹرائے کا وہ بنے طرفدار، اخائیوں کو دھکیل ڈالے
کنارۂ بحر تک جہازوں پہ...... غارتی خوب اور نقصان سخت جانی!
مزا ملے فوجیوں کو ان کے لیے، بٹورا جو پیشوا نے
حماقت اپنی اسے بھی معلوم ہو کہ اس نے گنوا دیا کیا،
مجھے کیا جب ذلیل، رسوا...... اخائیوں میں، یہ میں کہ ہوں بے گمان یکتا!"
بھر آئی دیوی کی آنکھ اور ایک اشک ٹپکا
دیا اسے یوں جواب: "افسوس لال میرے!
تجھے چڑھایا تھا ہائے پروان، تو جس دن جنم دیا تھا،
کنار ساحل محاصرے میں نہ آہ تجھ کو سکون ہوگا،
تری حیات اس قدر بسرعت گزر رہی ہے،
اجل بھی درپے ہے آہ، افسوس، دل شکستہ
نصیب یوں واژگوں نہ ہوگا...... جلا نصیبہ،
تجھے جنم کن مصیبتوں کے لیے دیا...... اُف!
زیوس، آقائے برق و باراں کو خبر جا کر
المپس برف ضوفشاں پر
کروں گی تجویز پیش، جو تیری آرزو ہے۔
مجھے بھروسہ ہے وہ رضامند اس پہ ہوگا۔
جہاز ہیں پاس لنگر انداز سلسلہ میں خموش ہو جا
سپاہ سے برہمی بجا، برقرار ہی رکھ

لڑائی سے دستکش اگر ہے تو ٹھیک ہے، رہ......
زیوس کل رات ساحلِ بحرِ بیکراں کو سفر کناں تھا،
بڑی ضیافت کا اہتمام آفتابِ سوزاں پہ ہو رہا ہے
گئے ہیں ہمراہ دیوتا سب،
پلٹ کر آئے گا بارہ دن میں سرِ المپس
وہاں پہ جاؤں گی اور دہلیز جست سے تب گزر کر، اس کے
چرن نواسوں گی میں عقیدت کے ساتھ...... بے شک
مجھے بھروسہ ہے میں اسے رام کر سکوں گی۔
چل گئی تھیٹس اپنے بیٹے کو چھوڑ کر تب۔
قبا ملائم کنیز کے واسطے جواب تک سُلگ رہا تھا
جسے بزور اس سے چھین کر لے گئے تھے ظالم۔
ادھر چڑھاووں سے بار اپنے جہاز لے کر
اڈیسیس اس سمے خرائس پہنچ گیا تھا۔
عمیق بندر میں ہو کے داخل
انہوں نے تہ بادباں کئے اور کھول دیں پیش ریسمانیں
کہ ڈھیلا مستول ٹھیک دنبالے میں ٹکے سازداں کے اندر
وہ پھر اسے کھیتے کھیتے لنگر کھرے پہ لائے
گرائے اگواڑ روز، پچھواڑ تنگ باندھا
اتر کے پایاب موج میں چل پڑے، اُتارے

ا THETIS پلی یوس سے اخیلس کی ماں، جل پریوں NOREIDS (NEREUS) کی مہارانی، جو ساگر دیوتا کی پچاس بیٹیاں ہیں۔

انہوں نے جو جانور کماں باز کے لیے تھے۔
عمیق قلزم کے اس سفینہ سے خرصیہ بھی فرود آئی،
بزرگ شاطر اڈیسیس ساتھ اسے لیے کنڈ سار پہنچا
سپرد کر کے پدر کو بولا: "اگام امنان کا فرستادہ، اے خریسیس
لیے ہوئے میں یہاں پر آیا تری یہ بیٹی، (سنبھال اس کو)
مزید، نامِ دنان اپالو کے واسطے نذر کی نیازیں۔
ترے خداوند کی تشفی ہمیں یقیں ہے کہ اس طریقے سے ہو سکے گی۔
وہ جس نے ارگوسیوں پہ سنگیں عذاب بھیجے،
دلوں کو چھلنی کیا دیئے بے حساب صدمے......
تھما دیا ہاتھ، اور بیٹی ملی پروہت کو...... وہ ہوا شاد انتہائی۔
ہنکائے پھر دیوتا کو نذر و نیاز دینے
انہوں نے قربان گاہ کو غول بیل اپنے
کھنگال کر ہاتھ بوھیوں میں دھنسائے گھرے
بجانب عرش تب خریس نے ہاتھ بہرِ دعا اٹھائے
"کمانِ سمیں کے صاحب، اے سینی دس، مقدس دگر مقامات کے نگہبان
دُعا ہماری سن، اے دُعا ایک بار پہلے سنی ہے میری
کیا مجھے سرفراز، تنبیہہ و سرزنش کی اخائیوں کو
مری مراد ایک مرتبہ آج اور بر لا
وبا و قہر اب دنائیوں پر سے دور فرما!"
قبول فرمائی التجا یہ خدیو اپالو نے...... جب دعائیں

کنڈ سار...... قربان گاہ
ل بوہیا...... کاغذ کے ملغوبے کی ٹوکری

بڑھی گئیں اور جو کے دانے گئے بکھیرے
چھرے کے نیچے لٹا دیئے بیل اتار کر کھال جوڑ توڑے
لپیٹ چربی میں تہ بہ تہ خام ماس، کچی نسوں میں باندھے
بھگو بھگو کر شراب میں پیر مرد کے واسطے مرغن،
چری ہوئی لکڑیوں کے گٹھے پہ بھون ڈالے۔
کھڑے تھے ہاتھوں میں لے کے ترشول گرد گبھرو
کڑاہ پرشاد چکھ لیا، ہضم کر لئے گردہ و کلیجی
تمام پٹھ اور دستیاں بھی تیار چولھوں کے واسطے کیں،
بڑی برابر کی آنچ تکوں کو دی، پسندے کباب سینکے
شراب سے مست گبھروؤں نے بھرے لبالب بھرے پیالے
چلائے کفچے ہر اک پیالے میں، بھینٹ دیں دیوتا کو بوندیں،
بھجن رضا جوئی کے لیے گائے، رام ہو آرتی اُتاری
تمام وہ دن ہوا، اپالو کے کیرتن سب اسی سے مانگیں دعائیں ساری
وہی وباٹالتا ہے دل سے دُکھوں کے کانٹے نکالتا ہے
خدیوا اپالو بھی خوب خورسند اس بھجن بھینٹ سے ہوا تھا
ہوا غروب آفتاب، پھیلی ردائے تیرہ،
حواریانِ اڈیسیس بہر استراحت
ہوئے طنابوں کے نیچے دنبالہ میں دراز...... اور سو گئے سب
بڑھائے اوشا نے انگلیوں کے حنائی پورے گلاب سے جب
سفینہ راں چھاؤنی کی جانب ہوئے سمندر پہ وہ اخائی۔
خدیو ناوک فگن نے ان کے جلو میں بادِ شتاب بھیجی

سنوار کر' استوار مستول پر انہوں نے پلاس ڈالی'
ہوا ابھری اور بادبانوں کے پیٹ پھولے
سیاہ کف خیز نیلگوں رو عقب میں گلمی کے زمزمہ زن'
رواں دواں اس طرح سمندر میں اس سفینہ نے راہ طے کی
سوادِ ساحل پہ' چھاؤنی میں پہنچ کے ٹھہرے
بدل کے رُخ پھر سیاہ بجرے کو لائے اوپر
قریب بالو پہ' گھاٹ کھونٹوں کے ساتھ باندھا
ہوئے ازاں بعد منتشر وہ' پڑاؤ پر اپنے اپنے ڈیرے کو سب سدھارے!
اسی سمے واں پہ دیوتا سا کنور اخیلس
پسر پلی یوس کا پڑا تھا قریب اپنے سیہ جہازوں کے دل تپیدہ'
وہ کیفیت تھی کہ اس بہادر کو جیسے سکتہ سا ہو گیا ہو۔
نہ مجلس ہمسراں میں بیٹھے نہ بہر پیکار ہو کمر کس'
عجیب احساس اس کے سینے میں موجزن تھا'
یہ الکسی جیسے اس کی جرأت کو زنگ آلود کر رہی ہو'
مصاف کے نعرہ ہائے مرداں سے کس قدر دور ہو گیا تھا۔
گزر گئے بارہ دن تو لوٹے
سر المپس زیوس کے ساتھ دیوتا سب'
زیوس ان کا عظیم آقا!
وہ بات بیٹے کی تھیٹس کے دھیان میں رہی تھی
اٹھی سمندر سے اب سویرے کی دھند ایسی
فلک کی جانب گھٹا کی صورت بلند اڑتی

سرِ المپس پہنچ گئی وہ۔
گھنی بھوؤں کا زیوس پایا الگ تھلگ ایک خاص چوٹی پہ مسند آرا'
ہوئی رپٹ کروہ سامنے' بائیں ہاتھ کو اک
کٹور کنڈل کیا' دھرا اس کے زانوؤں پر......
اٹھائی پھر دائیں ہاتھ سے ٹھوڑی' اور درخواست یوں گذاری
''زیوس! اے باپ میں اگر قول فعل سے جاودانیوں میں
رہی ہوں سب سے زیادہ خدمت گذار تیری'...... مراد برلا'
مرے پسر کے وقار کا مسئلہ ہے' چندے خیال فرما'
معزز و مستعد وہ سب سے' اسی کی تقدیر واژگوں ہو'
سلوک اس سے اگام امناں نواب نے ناروا کیا ہے۔
نہ صرف سختی سے پیش آیا، کیا تصرف میں اس کے حصہ کا مال یغما'
بزور چھینا بزور ہتھیا لیا ہے ناحق۔
پکڑ کرے کردنی پہ اس کی مگر یہ تو ہی
سرِ المپس ہر اک سے عالی دماغ تو ہے'
ٹروجیوں کا شجاعت و زور کر فراواں'
انہیں فزوں حوصلہ عطا کر'...... اخائی جب تک
مرے پسر کو نہ اس کا حق و معاوضہ دیں'
نہ اس کا اعزاز اور عزت بحال کر لیں''۔
یہ بات وہ کہہ چکی اسے صاف' لفظ لیکن
نہ ایک وہ بادلوں کا شیرازہ بند بولا'
سکوت سے دیر تک وہ بیٹھا رہا اسی طور بلکہ ساکت'

لپٹ گئی تھیٹس اس کے گھٹنوں سے اور دوبارہ یہ دہائی
"سنا اٹل فیصلہ سنا اور سر کو اثبات میں ہلا دے
وگرنہ دھتکار دے مجھے تو
تجھے تر دد ہی کیا ہے مجھ پر اگر کھلے یہ
تری نگاہوں میں ہیچ ہیٹی ہوں دیوتاؤں سے کس قدر میں"۔
زیوس شیرازہ بند ابر اب اسے تحیر کے ساتھ گویا:
"یہ امر تکلیف دہ ہے تم زود یا بدیر اب
دھکیل کر ہی رہو گی ہیرا سے اک کھلی چپقلش پہ مجھ کو
بری مری جان کو وہ آئے گی اور کوسا کرے گی دن بھر۔
یہ صورتِ حال ناگواری کی بلکہ موجود آج بھی ہے۔
کہ بے تکاں دیوتاؤں کے روبرو مجھے وہ
خراب و بدنام کر رہی ہے یہ مجھ پر الزام دھر رہی ہے
ٹروجیوں کا لڑائی میں ہوں حمایتی میں۔
سدھار گھر کو بس اس سے پہلے تجھے یہاں کوئی دیکھ پائے
یہ مسئلہ اعتماد کر تو توجہ اس پر ضرور دوں گا
کروں گا کچھ بندوبست...... اثبات میں تسلی کے واسطے لے
یہ جنبشِ سر سے خود کو پابند کر دیا ہے
یہاں سب ان دیوتاؤں کے روبرو...... یقیں کر
کچھ ایسی کچی نہیں مری بات ٹوٹ جائے
اگر اشارے سے میں بھروں ایک بار ہامی"۔
جھکائے نیچے وہ اپنے بوجھل سیاہ ابرو

تو آ پڑے اس کے سرمدی سر سے گیسوئے تابداران پر،
تمام المپس لرز اٹھا تھا
معاملہ طے ہوا بہم تو جدا ہوئے وہ،
المپسِ ضوفشاں سے واپس عمیق ساگر میں کہر آلود تھیٹس، کودی
زیوس تشریف لے گیا اپنے قصرِ عالی کو...... دیوتا سب
حضور اپنے پدر کے سنجیدہ و مؤدب
وہاں کھڑے ہو گئے نشستوں پر احتراماً،
مجال کس کو تھی بے ہلے اس کے روبرو ہو،
حضور اس کے کھڑے ہوئے اس لیے وہ سارے
سریر آرا ہوا زیوس ایسے دبدبے سے۔
اب اس کی دلچسپیاں نئی ہوشیار ہیرا نے تاڑ لی تھیں،
بھنک اسے کچھ یہ پڑ چکی تھی۔
جھلک بھی دیکھی تھی سیم پا بنتِ بحرِ دیرینہ سال کی...... جب
کھسر پُسر اُس کے ساتھ وہ تھیٹس کر رہی تھی۔
پس اس کے پیچھے وہ پڑ گئی پنجے جھاڑ کر اب۔
کیا کرونی زیوس سے یوں سوال: "فتنہ یہ کونسا ہے؟
دھرا گیا کان کس کی ہفوات پر یہ اس بار...... اور کیسا
پڑا ہے چوری چھپے کا لپکا معاملہ چپکے چپکے صاحب مگر چکانا!
کہاں روادار مجھ سے دو ایک لفظ کا التفات کر دے
ہوئی ہے جو ساز باز تازہ"
خدیوِ آدم کا جدِ امجد اسے جواباً:

''ہوا ہے سودا تجھے کہ ہیرا فضول اڑاتی ہے ٹانگ میرے معاملوں میں
تجھے ہے یہ ناروا' اگرچہ مری شریک حیات ہے تو'
مجھے نہیں یہ ضرور' بے شک نہیں سزاوار کوئی اس کا'
وہ آدمی ہو کہ دیوتا میں صلاح اس سے
کروں ترے روبرو ہمیشہ
نہیں ہمارے امور میں دخل دوسرے فرد کو نہیں ہے'
مرا کبھی ہو اگر یہ منشا تو غور فرماؤں گا اکیلا بلا توقف'
مجھے کسی ضمن میں سوالات سے پریشان مت کیا کر''
کشاد دیدہ خدیوہ ہیرا' اسے جواباً
''یہ کیا جلالت مآب فرما رہے ہیں' میں نے
نہیں سوالات سے کیا ضیق خاص ایسا۔
بتایئے جو پسندِ خاطر ہو' آئے طبع شریف میں جو۔
مجھے کچھ اس سلسلہ میں تشویش ہو گئی تھی؛
ہوا ہے یہ وہم کلمونہی تھیٹس نے نہ گمراہ کر دیا ہو'
وہ سیم پابنتِ بحرِ دیرینہ سال' ابھی جو
ہوئی ہے کچھ دیر' پو پھٹے آئی تھی یہاں پر۔
چرن نواسے تھے' پاس بیٹھی رہی تھی خاصی'
قیاس ہے آپ نے بھی دی تھی برائے اثبات سر کو جنبش۔
ہوا ہے پیمان کوئی محکم' بحال اخیلس کا مرتبہ ہو'
اخائیوں کا مگر جہازوں کے پاس اب قتل عام ہو گا''۔
زیوس شیرازہ بند ابر اب اسے جواباً

''قیاس، افوہ! بوجھنے میں بجھارتیں طاق ہو گئی تو
مگر نہ اس ضمن میں تری پیش چل سکے گی
نہ باز آئی، مغائرت ہی بہم بڑھے گی،
یہ بات ہو گی تجھے بہت باعثِ اذیت
چلو! اگر تو مصر ہے جس پر وہ مان بھی لوں،
تجھے ہو معلوم، جان لے یہ مری خوشی ہے
سنبھال اپنی نشست، جا ٹک کے بیٹھ، تجھ پر
سرِ المپس ہے شرط لازم ...... مری اطاعت،
وگرنہ یہ سارے دیوتا کچھ مدد نہیں کر سکیں گے تیری''
گرفت اگر اپنے آہنی سخت گیر پنجہ کی تیری گردن پہ تنگ کر دی''
کشادہ دیدہ خدیوہ ہیرا یہ سن کے تھرائی، خوف آیا،
جھکا دیا سر بڑی خموشی کے ساتھ اس کی رضا کے آگے۔
زیوس کے بے کنار ایوان میں فلک کے خدیو سارے
کبیدہ خاطر، ملول، ترچھی نگاہ سے دیکھتے تھے ٹک ٹک
مگر نہ دم مارتا تھا کوئی۔
عظیم صناع ہیفیس تس نے خامشی کا طلسم توڑا
یہ مہربانی اس اپنی برفاب دست مادر خدیوہ ہیرا پہ خاص اس کی۔
''بسا تاسف یہ دن ہے منحوس انتہائی
مچاؤ گر تو تکارِ مخلوقِ چند روزہ کے واسطے تم،
ہوئی بہت بس بہت یہ پہلے ہی ہو چکی ہے۔
کہ دیوتاؤں کو زیب دیتی نہیں یہ تکا فضیحتی، دند فیل، دنگا۔

حظ آئے گا خاک پر تکلف عشائیہ میں
امور مجہول ایں چگونہ اہم اگر ہوں؟
مرا تو ماں کو یہ مشورہ ہے اسے ہے یہ خوب آگہی بھی'
دہی پدر کو کرے گی ہموار ورنہ بے قفل رعد کر کے
وہ اس ضیافت کا ستیاناس مار دے گا۔
تجھے ہے معلوم اتھل پتھل کس طرح کرے گا
اگر وہ چاہے تو صاعقہ کے شدید کوندے'
رہا کرے' خاک میں ملا دے یہ شہ نشینیں
فقط سزاوار ہے اسی کو تمام قوت۔
کر اب اسے رام مہربانی' ملائمت میں سنوار لہجہ
پھر اس کے فضل و کرم کی امیدوار بن جا'
ضرور اپنا وہ بارِ دیگر شفیق ہوگا"
سخن طراز اس نمط' وہ لغزیدہ پا اٹھا پھر
اسے دیا بھر کے مے سے دودستہ آبگینہ
یہ بات اب اور زور دے کر کہی: "مری ماں
زبان کو روک بس مری پیاری ماں' اگر اضطراب بھی ہے'
مری بھلی ماں تجھے کبھی دل زدہ نہ دیکھوں۔
مجھے سوا ہی ملال ہوگا...... تری مدد کر نہیں سکوں گا'
مدد ذرا بھی'
مخالفت صاحبِ المپس کی کار دشوار و پر خطر ہے۔
تری حمایت کبھی جو کی تھی' بھگت لیا تھا۔

پکڑ کے اک پاؤں سے مجھے' آسماں پہ اس نے
گھما کے پھینکا تھا ایسے گھمبیر آستاں سے
تمام دن ڈولتا پھرا میں
ڈھلا تھا سورج تو نیچے آیا تھا ادھ موا سا
جزیرہ ملناس پر فرو ماندہ دیوتا کے
بنے 'تو تیمار دار' بندے' جہان والے!''
سنا تو ہنس دی حسین کا فور دست ہیرا'
پکڑ لیا اس کے ہاتھ سے' مسکرا کے جامِ شراب ...... پھر وہ
سبو سے سرمست انڈھیلتا' جام جام' دائیں طرف سے بائیں
سرودِ صد شکر کا یہ نکتار دیوتاؤں کو پیش کرتا
ہوا بلند ایک قہقہہ سعد زا، صفِ جاودانیاں سے
بلند بانگ ایک قہقہہ' دیکھ ہیفسی تس کا رقصِ مستی
نشہ سے مخمور اب وہ سب گنگنا رہے تھے۔
ترانے ایوان میں ...... رسیلے
اسی طرح سارا دن خور و نوش میں گزارا
ہوا نہ جب تک غروب سورج۔
بڑے تکلف کا تھا ضیافت کا اہتمام ...... ایک ایک نے کی
وہاں تواضع خود اپنی اپنی اسی طرح بے تکلفی سے۔
رباب اپالو کے ہاتھ میں تھا' اکاس سورٹھ ...... ملہار' دیپک ....
غنائیے جو گلو و ناہید لب حسیں راقیاؤں نے منڈلیوں میں چھیڑے
کھلے چمکدار دن کا سورج غروب مغرب میں ہو گیا جب

ہراک نے لی راہ استراحت کے واسطے عافیت کدے کی
گھران کے، وہ گھر کہ سارے بانگور ہیفسی تس، بدیع صناع نے بنائے
مہارتِ بے مثال سے ان کے واسطے ژرف آسماں پر۔
زیوس آقائے برق وباراں بھی اپنے خلوت کدے کو تشریف لے گیا تھا۔
مندی وہ آنکھیں ہمیشہ جن میں سکون آمیز نیند آئی۔
طلائی مسند کی دیوتانی، حسین ہیرا، دراز پہلو میں ہوگئی، گود میں سمائی۔

بانگور، بنگ لنگا، کج پا

دوسری کتاب

○

اجلاس: فوجوں کا اجتماع

خدیو سب محوِ خواب تھے جنگ آزمودہ ٹرائے کے بھی
سپاہ گر، اسپ ران، رتھ بان رات کے پر سکون ماحول میں مگر نیند کا ذرا بھی
زیوس پر بس نہیں چلا تھا
اسے برابر یہ سوچ ہلکان کر رہی تھی
کرے اخیلس کو کس طریقے سے سرخرو پھر
وہاں پہ موجود جب نہیں وہ
قطار اندر قطار، اخائی جہاز تلپٹ تمام کر دے
اسے یہ سوجھی بالآخر اک بات خوب گر کی
کہ وہ اسی شب اگام امنان کی طرف ایک خوابِ مرگ آفرین بھیجے۔
طلب کیا خواب کو، اُسے حکم یہ دیا...... "تو
اخائیوں کے اچل جہازوں کو خوابِ وحشت اثر، چلا جا!
اگام امنان کے مظلہ میں بے تکاں گھس
تجھے کروں جس طرح ہدایت ذرا ذرا ٹھیک جا کر اسے بتا تو!

یہ چاہیئے اب اسے کہ یکدم لڑائی کے واسطے صف آرا
اخائی گیسو دراز بانکے جوان کر دے
بس ایک ہلّہ میں وہ کشادہ ٹرائے کا شہر جیت لے گا
اسے بتادو دلوں میں دل اب نہیں رہا ہم المپیوں کا'
ہمیں رضامند کر کے ہیرا تمام ہموار کر چکی ہے
ٹروجنوں کے سروں پہ منڈلا رہا ہے روزِ سیہ کا سایہ!!
یہ حکم ملتے ہی خوابِ رخصت ہوا وہاں سے صبا کی صورت'
اگام امنان بن اطریس کو ڈھونڈتا تھا
ملا اسے وہ بسا ہُوا عودِ خوابِ شیریں میں اپنے ڈیرے
سرھانے چندے کیا توقف'
شبیہہ پھر نیلیئس کے فرزند پیر نسطورسی بنائی
اگام امنان کو مشیروں میں تھا زیادہ رجوع اس سے'
پس اس کے بہروپ میں ہوا محوِ خواب سے خواب ہم سخن یوں:۔
"پسر اطریس کا اور خوابیدہ...... تند گھوڑے سدھانے والا!
تجھے تو یوں رات بھر نہیں سونا چاہیے...... کہ خدا نہیں یوں
سپرد لوگوں کی جب اسے ذمہ داریاں بے شمار بھی ہوں۔
مدام تیری صدا رہی ہے بلند جنگی مشاورت میں۔
مجھے بخوبی شناخت کر لے زیوس کا میں پیامبر ہوں
بعید تر وہ سہی اسے تو عزیز تر ہے۔
پیام بھیجا ہے اس نے کر مت ذرا توقف'
سپاہ کر لیس اور جنگاہ میں نکل آ'

بس ایک ہلّے میں تو کشادہ ٹرائے کا شہر جیت لے گا'
نہیں رہا دو دلوں میں دل ان اولمپئی دیوتاؤں کا اب'
انہیں رضا مند کر کے ہیرا اتمام ہموار کر چکی ہے'
کچھ اس طرح کی تری وکالت'
زیوس سے اب ٹروجیوں پر برے دنوں کا نزول ہوگا۔
پیام نسیاں تلف نہ کر دے' یہ دن کی ساعت میں یاد رکھیو
کہ جب اچٹ جائے خوابِ تسکیں نواز تیرا''
وہ آدمی رہ گیا وہیں' خوابِ شب میں تحلیل ہو گیا...... یوں
کہ عالمِ بیخودی میں دیکھے' نہیں کبھی جو وقوع ہو گا۔
دیا' پیام فتح کرنے کی دھن میں اس دن مگن رہا وہ
عجیب طفلانہ حسنِ ظن تھا...... اسے یہ معلوم ہی نہیں تھا
خیال میں تھی زیوس کے کاروائی کیسی!
ہما ہمی میں لڑائی کے روگ سوگ جنگاہ میں مقدر
ٹروجیوں اور اخائیوں کے لیے وہی تھا مساویانہ۔
ہوا وہ بیدار تو بدستور خواب کانوں میں بج رہا تھا۔
کھڑا ہوا، زیبِ تن کیا ایک خاص فرغل
کہ ویسی پوشاک اس سے پہلے نہیں بنی تھی۔
عبا لپیٹی، کھڑاؤں میں صاف پیر ڈالے
بشانہ پھر کر کے پر تلہ چست' تیغ بَرّاں کمر سے باندھی'
وہ آبدار و دراز مٹھ جس کی نقرئی تھی۔
لئے ہوئے صولجان...... اپنا وہ دودمانی عصا...... جہازوں کے

درمیاں سے ہوا روانہ۔

ادھر المپس کے پہلوئے خوشنما پہ آئی منوہر آشا
زیوس عالی جناب اور دیوتاؤں کو نورزا نویدِ سحر سناتی
اگام امنان ادھر ملا اپنے بوق مناد سے...... پھر ان کو
یہ دی ہدایت کریں منادی کہ ہوں اکٹھے اخائی سارے
مکمل اجلاس کے لیے جھٹ......
تمام کا اجتماع فوراً ہوا یہ اعلان گونجتے ہی۔
مگر مصاحب کچھ احتیاطاً جہازِ نسطور پر بُلا کر
انہیں کیا یہ معاملہ پیش اوّل اس نے
''سنو ندیمو! کل انجمیں شب یہ خواب القا ہوا ہے مجھ پر......
مرے سرہانے کھڑا ہوا ایک طیف آ کر......
قد و شباہت میں عین نسطورئیوں ہوا ہمکلام مجھ سے
''پسر اطریس کا اور خوابیدہ...... تند گھوڑے سدھانے والا!
تجھے تو یوں رات بھر نہیں سونا چاہیے...... کہ خدا نہیں یوں
سپرد لوگوں کی جب اسے ذمہ داریاں بے شمار بھی ہوں
مدام تیری صدا رہی ہے بلند جنگی مشاورت میں
مجھے بخوبی شناخت کر لے زیوس کا میں پیامبر ہوں
بعید تر وہ سہی اُسے تو عزیز تر ہے
پیام بھیجا ہے اس نے کر مت ذرا توقف
سپاہ کر لیس اور جنگاہ میں نکل آ'
بس ایک ہلّے میں تو کشادہ ٹرائے کا شہر جیت لے گا

نہیں رہا دو دِلوں میں دل ان المپئی دیوتاؤں کا اب
انہیں رضا مند کر کے ہیرا اتمام ہموار کر چکی ہے'
کچھ اس طرح کی تری وکالت'
زیوس سے اب ٹروجیوں پر برے دنوں کا نزول ہوگا۔
رہے تجھے یہ پیام ازبر"۔
وداع وہ طیف طائر آسا ہوا' مری نیند اچٹ گئی تب۔
مجھے تو اس پر یقین آیا ہے' فوج آراستہ کریں ہم'
بلا توقف کئے ہوئے عزمِ جنگ جنگاہ کو چلیں ہم
رہے مگر پہلے جائزہ بات چیت ان سے کروں ذرا میں
شگون حسبِ طریق لے لوں'
اڑان' تدبیر ہو جہازوں سے آنک لوں میں۔
وہیں پہ روکو' جہاں پہ کوئی کھڑا ہوا ہے'
کسی کو کہنا ہے کچھ اگر تو' وہیں پہ اپنی جگہ سے بولے"
کمال تجویز تھی تنڈر کہہ سنائی اس نے۔
رتیلے ساحل کے ساتھ واقع وطن پئی لوس کا جہاں ہیں
بزرگ نسطور اٹھا...... وہ ہمدرد' فکر مندی سے یوں مخاطب:
"مرے رفیقانِ کارزار گوس کے عمائد!
یہ خواب اگر اور کوئی انساں ہمیں سناتا"
تو واہمہ جانتے اسے مالیخولیا ہم قرار دیتے
ضرور محتاط ہو کے سنتے......
مگر یہ رویت ہمارے سلطانِ معتبر کی ہے چشم دیدہ'

اسے نہیں جانیے شنیدہ،
ہمیں یہ لازم ہے فوج آراستہ کریں ہم
بلا توقف کیے ہوئے عزمِ جنگ، جنگاہ کو چلیں ہم"۔
پلٹ گیا تب اگام امناں، ہوا وہ برخاست خاص جلسہ۔
امیر، اتا بک پٹیل سب دوسرے بھی اٹھے،
کریں ہدایات کے مطابق وہ کاروائی۔
پڑاؤ سے لشکری نکل کر
برون، انبوہ اندر انبوہ اب وہاں جمع ہو رہے تھے۔
کسی پہاڑی کی درز سے جس طرح لگاتار باہر آئے
بہار گر ما میں جھنڈ مکھیاں، اِدھر اُدھر، بھنبھنائے، کوندے
مگن لگن میں بجل، اُجاگر ہوا کے اوپر!
اسی طرح ان گنت مئو ماکھیوں کی صورت
اتر اتر کر کے عرشہ عرشہ سے ریلا ریلا
سپاٹ پھیلے ہوئے کنارے سے دستہ دستہ
جیالے واں جلسہ گاہ کی سمت چل پڑے تھے
زیوس کی مرسلہ سب افواہ منتشر ہو گئی تھی ان میں ڈھنڈورچی سی
کھڑک بھڑک کر...... بسیط میدان میں بہر سو بلا کا ہلڑ مچا ہوا تھا،
جیوش خوش وخروش کے شور شر میں آ کر
دنادن اس پر جو بیٹھتے تھے...... زمین نیچے کراہتی تھی۔
ہماہمی کا عجیب ہنگام تھا، بپا ہو رہا تھا ہنگامہ اک دمادم۔
خموش کرنے کے واسطے نو ڈھنڈورچی اس طرح پکارے

''خموش، خاموش ہاں توجہ...... سنو سنو قائدوں کا فرماں!

ہوا فرو شور و شین یکدم، ہر اک نے اپنی جگہ سنبھالی

کھڑا ہوا صولجان لے کر اگام امناں'

جسے تراشا تھا ہیفسی تس نے خاص صنعت گری سے' پھر یہ

پسر کو کرنوس کے دیا تحفۃً' تو پھر یہ

زیوس عالی مقام نے مرحمت کیا تھا

ذہین ہرموسِ راہ جو یا کو اور پھر یہ

ذہین ہرموس راہ جو یا نے دیدیا تھا'

دلیر پیلاس' نامور سارتھی کو' پھر یہ

دلیر پیلاس نے اطریس کو دے دیا تھا

اسے اطریس نے بالدی تھیئس تس کو بخشا'

یہ تھیئس تس نے کیا حوالے

اگام امنان کے...... وہ ارگوس اور کئی ٹاپوؤں کا حاکم!

وہ ٹیک اس کی لگائے ارگوسیوں سے اب یوں ہوا مخاطب

'' دنان' رن دیواریس کے' ہموار فیقو' نبرد جوؤ!

مجھے تلوّن پسند کرنوس کے پسر دیوتا نے کیسی'

ستم ظریفانہ سادہ لوحی میں مبتلا کر دیا ہے' دیکھو

کمال سنجیدگی سے کی ہے یقیں دہانی اٹھاؤں اس وقت تک نہ لنگر

نہیں ٹرائے کا اندروں شہر جب تلک پائمال کر دوں۔

بڑا ہی ہے دوغلا پن...... وہ آرزومند غالباً ہے

سارتھی: رتھ بان نیتا

شکست خوردہ و منہزم لوٹ جاؤں آخر
اٹھا کے نقصاں شدید، ارگوس کی طرف میں۔
یہ اس کا منشا...... پسند خاطر یہ بات اسے ہے، خبر نہیں کیوں
کیا تہ و بالا اس نے کتنی ہی آسماں بوس بستیوں کو
اسے یہ مقدور...... زور یہ بیشک انتہائی۔
یہ صورت حال باعث شرم ہے خصوصاً
ہمارے اخلاف جب یہ تاریخ میں پڑھیں گے
کہ مدت العمر ہم نبرد آزمار ہے یاں،
بہت ہی افراط ساز و سامان جنگ بھی تھی
مگر اکارت...... فضول ہم نے طویل جنگ آزمائی یہ کی
کچھ اس کا انجام ہی نہیں ہو......
ہمیں اگرچہ مسابقت اور برتری ہے......
بہت زیادہ، قیاس اگر کیجئے کہ باہم
ٹروجیوں اور اخائیوں میں قرار طے صلح عارضی ہو۔
لگائیں تخمینہ جانبین اور طرزِ ترتیب اس طرح دیں،
بٹیں اخائی جیوش دس دس کی ٹکڑیوں میں،
ہر ایک ٹکڑی پر اک ٹروجی لگے بکاول،
ملے نہ کتنی ہی ٹکڑیوں کے لیے کوئی بھی،
گناؤں تو ہے اخائی نفری شمار میں اس قدر زیادہ۔
مگر یہ قصہ مقابلے میں اہالیانِ ٹرائے کا ہے۔
مزید ان کے حلیف بے شک ہیں اتحادی،

کمک میں آئے ہیں تیزہ باز ایشیا کے نزدیک و دور سے جو‘
انہوں نے روکا ہوا ہے آگا...... مرے مزاحم بنے ہوئے ہیں‘
ٹرائے کے شہر کا نہ حسن حصین تسخیر کر سکوں میں......
جہاز کی چوب گل گئی ہے‘ پرانی چرخی پہ کھل لپٹ کو گھسی طنابیں‘
وہاں سمندر کے پار دالان و در میں اہل و عیال تکتے ہیں رہ ہماری
مگر ابھی تک حصول مقصد سے دور ہم ہیں
جہاں سے جس واسطے ہم آئے...... کہو بدستور اس غرض سے قریب کم ہیں
مگر بہر حال...... شد چہ شد...... جو
نشاں وہی کاروائی کی کر رہا ہوں اب میں
عمل درآمد اسی پہ ہے وقت کا تقاضا
مراجعت چاہیے‘ جہازوں پہ ہوں سوار اور کوچ سوئے وطن کریں ہم‘
امید بالکل نہیں ٹرائے کا شہر تسخیر ہو سکے گا‘‘۔
یہ کہہ کے سینوں میں ان کے دل بلیوں اُچھالے۔
یہ کیفیت صف بہ صف ہوئی تھی‘
تمام کا حال یہ‘ جنہیں آگہی نہیں تھی‘
کہ اس کی تجویز عبرت آثار کس قدر ہے!
شدید ہیجان کا سماں تھا...... ہجوم...... جمِ غفیر یوں مارتا تھا ٹھاٹھیں‘
کہ بے اماں سیل تہ میں گہرے سمندروں کی
زیوس کے شہر ابر سے جب فرو داتر کو لگائیں مہمیز پوربی دکنی ہوائیں۔
کسی کھڑی فصل کھیت پر سے گزر کے پچھوائی نرم جھونکے
خمیدہ ٹُنسوں کی جھالروں کو جھکول جائیں!

وہ اجتماعِ کثیر اس طور مرتعش تھا۔
اٹھائے منہ، ابترانہ بھگدڑ میں وہ خروشاں
چلے جہازوں کی سمت یوں ریل پیل کرتے
کہ افراتفری سے تن گئی تھی فضا پر ابرِ غبار کی اک دبیز چادر۔
ہدایتیں دم بدم...... سنبھالیں
جہاز راں ٹھیک ٹھاک اگواڑ اور پچھواڑ لین ڈوری،
سیہ جہازوں کو شور ذخار قلزمِ نیلگوں میں ڈالیں......
روانگی کا معاملہ طے، دلوں میں اب دیس بس چکا تھا
ہٹائیں جب ٹیک تھونیاں تو خوشی کے نعرے بلند گونجے۔
سفینہ راں، قلزم میں سفر پر وطن کی جانب
رواں دواں ایسے اہلِ ارگوس تن بہ تقدیر چل ہی دیتے،
اگر نہیں ایتھنہ سے ہیرا رجوع کر کے پکار اٹھتی"
"کرے گی باور یہ تازہ دم دختر زیوس (ابر کی سپر جس کے ہاتھ میں ہے)
سوار عرشہ پہ، چل پڑیں گے وطن کی جانب
رواں، کشادہ کمر پہ قلزم کی، اہل ارگوس، انہیں گوارا
یہ کس طرح ہے کہ خانم ارگوس کی، حسین و جمیل ہیلن
رہے بدستور دست پر یام میں یہاں اور ہر ٹروجی
گزاف زن، جانستان ہیلن وہی ہے یہ جس کے واسطے جانسپار لاکھوں
وطن سے یاں دور کالے کوسوں گئے ہیں جاں سے۔
فرود جا کر مسلح افراد کی صفوں میں
ملائم انداز میں انہیں آہ روک لے ایک ایک کر کے

کریں نہ وہ سطوتی جہازوں کو سینۂ بحر پر خراماں"
تو ملگجی نین ایتھنہ جھٹ برائے تعمیلِ حکم لپکی
بلند المپس کی چوٹیوں سے صبا کی صورت
بڑے جہازوں کے درمیاں وہ زمیں پر آئی
دیا دکھائی زیوس کا فن قریب، ہمسر اڈیسیس واں
ڈٹا ہوا تھا جگہ پر اپنی ثبات پا وہ
نہیں جہاز سیہ کی گلھی کو ڈھیل دی تھی
وفورِ اندوہ سے دل و جاں چھلک پڑے تھے
رُکی قریب آ کے ملگجی نین دیوی اُس سے ہوئی مخاطب
"بزرگ سردار لارتس کے عظیم فرزند اڈیسیس ...... ہو
مہارتی میر بحر، جیدار، فرد مردِ بنرد...... کیا تم
ضرور اپنے کلاں جہازوں کے چپوؤں کو سنبھال کر سب
فرار کی راہ لو گے اپنے وطن کی جانب
یہاں بدستور اسیر پریام کی رہے گی حسین ہیلن۔
تمام ارگوسیوں کی ناموس، اُسے یہیں چھوڑ جاؤ گے کیا؟
گزاف زن ہو ہر اک ٹروجی
کہ خانم جانستان ہیلن وہی ہے یہ جس کے واسطے جانسپار لاکھوں
وطن سے یاں دور کالے کوسوں گئے ہیں جاں سے۔
نہیں نہیں ان سپاہیوں میں دل اس طرح بھی نہ ہارنا تم
اک ایک کر کے ملائم انداز میں انہیں آ ہ روک دینا۔
کریں نہ وہ سطوتی جہازوں کو سینۂ بحر پر خراماں"۔

اڈیسیس نے جھٹ اپنا جبہ اتار پھینکا'
جسے لپک کر اٹھا گئی پیش کار رادر بطس نے تھاما'
اگام امناں کے پاس وہ تیز تیز پہنچا'
جہاں وہ ساکت کھڑا ہوا تھا'
جھپٹ لیا اس کے ہاتھ سے صولجان چھینا۔
گیا جہازوں کو دوڑ کر پھر' ملا کوئی صیغہ دار یا میر خیل' اس کو
وہیں پہ ٹھہرا کے' کان میں زوردار چیخا
''بنو نہ احمق...... یہ زیب دیتا نہیں کہ بھاگو
تم ایسے میدانِ جنگ سے' بزدلوں کی صورت......
رکو' رکو لوٹ جاؤ اپنے سپاہیوں کو
کرو ہدایت ہر ایک اپنی جگہ پہ پھر مورچہ سنبھالے۔
اگام امناں کے عندیہ کی تمہیں خبر مطلقاً نہیں ہے'
اسے تو منظور آزمائش ہے' بعد میں سرزنش کریگا'
ابھی وہ مجلس میں کہہ چکا جو...... سنا نہیں کیا
معاذ گردون' طیش ناکی میں یوں بنائے
سپاہ ناکارہ آپ جس کی کماں کرے وہ'
ترنگ ہوتی ہے بادشاہوں کی اک نرالی'
زیوس سے اقتدار ان کا' زیوس کو وہ عزیز تر ہیں''۔
اگر کہیں سامنا کسی عام و نگئی لشکری سے ہوتا
دھکیل دیتا اسے وہ اپنا عصا گھما کر'
یہ گری تیرے واسطے خوب ہی نہیں ہے'

نکھد' ہے زبل۔ بہن سماں رزم بزم میں تو!
یہ کیا ہے کُل اختیارِ شاہی سنبھال لیں ہم
روا نہیں پیشوائی...... یہ بھلا نہیں ہے
بس ایک سردار' ایک سرکار' کدخدا اک
زیوس...... اس کج دماغ کرنوس کے پسر سے
جسے ودیعت شہی عصا اور مرتبت ہو'
وہ فرد واحد' اسی کو زیبا یہ حکم فرماتے اور اپنا کہا چلائے"۔
اسی طرح فوج میں پھرا وہ تحکمانہ،
مُڑے جہازوں' سے تنبوؤں سے پلٹ گئے سب'
ہوئے وہ میدان میں اکٹھے'
غل اور غوغا مچا ہوا تھا' ہجوم یوں مارتا تھا ٹھاٹھیں......
بلند پیچیدہ موج طغیاں زدہ سمندر سے تند تر ہو'
بزور ٹکرائے ساحلِ مرتفع پہ شوریدگی سے بڑھ کر'
ہٹے کنارے سے جزر آسودہ سرسراتی ہوئی پرے پھر......
بعینہٖ رفتہ رفتہ مدھم وہ پڑ گئے تھے
بس ایک جھکی تلنگا بکواس کر رہا تھا۔
یہ شخص' تھرسیٹس' خیرہ چشمی سے منہ جب آتا تھا افسروں کے
تو یہ سمجھتا تھا اس کی ہفوات اہلِ لشکر کو دل لگی ہے۔
یہ ابلہ' سفلہ لگا گان کے ساتھ سُوئے ٹرائے آیا
تمسخر انگیز' بنگ ٹنگا' ٹھٹھولیا' لنگ ٹانگ میں تھا'
دھرے تھے سینہ پہ گول کاندھے لمبوتری کھوپڑی' تو انگلیٹ

خارشی 'پلپلا' سفنجی ......

یہ شخص لگتا تھا زہرا خیلس کو اور بھاتا نہیں تھا اک آنکھ اڈیسیس کو'

خلاف اب بھونک بک کران دو کے' کر رہا تھا زباں درازی

اگام اماں کی شان میں بھی' قیاس کر کے

سپاہ ساری حقیقتاً اس سے مشتعل تھی۔

بلند آواز سے وہ ہرزہ سرا ہوا یوں تمسخرانہ......:

''اگام اماں تجھے سیاپا یہ کیا پڑا ہے

ٹپک رہی ہے یہ رال کیسی

کہ تیرے خرگاہ اور سراچے تمام کانسی سے اٹ چکے ہیں

بسیکھ کانسی' نگاہ پرور کنیزکوں سے'

ہمیں نے جو بانٹ میں دیئے ہیں ہر اک سے پہلے

کبھی کوئی جب حصار زیرنگیں ہوا ہے

قلیل اگر پڑ گیا ہے سونا' بطورِ فدیہ

کثیر کوئی پدر ٹروجی، معاوضہ میں پسر کے دے گا'

تجھے......لڑائی میں گو گرفتار اسے کیا ہو

مجھی نے یا مجھ سے اک پیادہ جوان ہی نے۔

برائے ہم بستری کنیزک نئی نویلی'

چہ خوب......جی بھر کے دے سکے دادِ عیش جس سے'

ہوس کی آخر ہے کوئی حد بھی' کہیں تری حرص ختم ہوگی؟

سمائی کیا جو ہمیں دوبارا

بسیکھ......بکثرت

لڑائی کی خون ریز گلخن میں جھونکتا ہے۔
مرے رفیقو کچھ ایسے زخمے نہیں اٹھائی'
مری سنو تو سفینہ راں جانبِ وطن ہوں'
یہیں اسے چھوڑ کر اکیلا' پڑا رہے یہ کنارِ ساحل
بغل میں لے کر اسیر کنیاؤں کو' گرفتار لونڈیوں کو'
اسے یہ معلوم ہو سلحشور ہم اہم کس قدر ہیں......کوئی
نہ اس کے ہمراہ جب رہے گا۔
حقیر وہ جانتا ہے جس آدمی میں دو چند وصف اس سے۔
حرم میں ڈالی کنیز اخیلس کی' اور اس نے
نہ دل میں ڈالی گرہ......نہ بگڑا' نہ بیر باندھا۔
وہ بات ہی کر گیا ہے آئی گئی' نہیں تو
جناب تلوار سونت لے گر کوئی نہ یاوہ دہن یہاں ہو"۔
عسا کرِ ارباب اگام امنان پر مسلسل
بڑی ڈھٹائی سے گند تھرسیٹس اچھالتا تھا'
کہ پاس آ کر' اوڈیسیس نے کہا اسے خشمگیں نگاہوں سے گھور کر یوں:
"کمین سنیاس ٹو نکنے' تو برے ہوا کے' خموش ہو جا'
نہ اس طرح منہ کمانداروں کے آ' اکیلے'
ٹرائے کے وہ محاصرے کے لیے یہاں آئے ہیں' کہوں میں
پلید تجھ سا کوئی تلنگا نہیں ہے......سن بے
اگر ہے مطلوب خیریت تو کمانداروں کی شان میں یوں
نہ تھوتھنی کھول اب زیادہ......فضول ہرزہ سرائی مت کر

تری نظر کا کھلے ہیاؤ' یہ خبط تیرے دماغ میں ہو'
جہاز راں ہوں وطن کی جانب......
قیاس آرائی کا ہمیں تو نہیں ہے مقدور' کون جانے
مہم کا انجام کیا رہے گا......
کے خبر کامران یا منہزم جہازوں میں لوٹتے ہیں'
نصیب میں ساحلِ وطن بھی ہے یا نہیں ہے۔
مگر لگا تار تو بکے جا رہا ہے' کیچڑ اُچھالتا ہے
عسا کرار باب اگام امناں پر اس لیے' جنگ آزمودہ
دنان نے بعد جنگ اس کو کیے ہیں پیش انتہائی تحفے۔
مجھے تو بیزار کر گیا تو...... دلی ارادہ کروں گا پورا
اگر تری رینک جھینک میں نے سنی دوبارا۔
اڈیسیس کا نہ سر رہے بارِ دوش' بے شک ڈھلک ہی جائے'
نہ مدعی ہوں کہ ہوں پدر میں تلی مخس کا
اگر نہیں ٹینٹوا دبا کر' ترا شلو کا اُتار ڈالوں
جو تیرے پنجرے نے مڑھ رکھا ہے
سجا سمیلن سے بڑبڑاتا تجھے نکالوں'
دفان کر دوں جہاز پر' چابکوں سے کھلڑی ادھیڑ ڈالوں'
یہاں سے کتا بنا کے بھیجوں'۔
یہ کہہ کہ اپنے عصا سے پھر کی رسید اسے سخت ضرب پیٹھ اور پسلیوں پر'
خبیث وہ بلبلا اُٹھا آنکھ سے یہ موٹا سا اشک اُمڈا'
جڑاؤ زریں عصا پڑا تو کمر پر اس کی

ابھر گئی ایک قرمزی رنگ گومڑی سی۔
دبک گیا خوف سے بلبلا، ہوئی وہ تکلیف، مچھپایا۔
بسور کر آستین سے آنسوؤں کو پونچھا......
سپاہیوں پر اگرچہ افتاد تھی، مگر وہ
ہنسی نہیں ضبط کر سکے دیکھ کر یہ درگت۔
اک آدمی اپنے اگلے ساتھی سے کہہ رہا تھا:
''کڑا کر پچی ہدف ہے توبہ!
بسا کیا ہے اڈیسیس نے یہ کام اچھا''
کہ جنگبازی کے ہر قرینے پہ غور کر کے
ہمیں بجھایا ہے کام کیسے نبھائے کوئی
یہ کام اب جو کیا ہے بیشک ہے معرکے کا۔
بڑی ہوئی کر کری، برا بس بھرا، جھکو ہوا ہے تلپٹ
قسم مہادیوتا کی جگ نہ بیت جائیں گے اب
کر کے جسارت یہ اپنا خوجی امیر پر پھبتیاں کسے پھر۔
معاملہ یہ تمام مجمع کو یوں لگا تھا۔
ادھر وہ ہلہ زنِ دیاراں اڈیسیس اب
عصا سنبھالے تنا کھڑا تھا...... تہورانہ
وہیں پہ ہمراہ ملگجی نین ایتھنہ بھی لگی کھڑی تھی۔
کیا یہ اعلان اس نے جیسے ڈھنڈورچی ہو:
''خموش، ساقہ میں ہے کوئی یا مقدمہ میں،
بگوش ہوش اس کی بات سن لیں۔

وہ کوئی تجویز دے رہا ہے اسے پرکھ لیں''۔

ہوا وہ تب اس طرح سخن راں: ''اگام امنان بن اطریس، بزرگ آقا!

سپاہ گویا تلی ہوئی ہے،

تجھے سبکسارِ چشم مردم میں آج کر دے،

اسے ہے تعمیل سے ابا...... ہے بہت تذبذب

کرے وہ تکمیل، جو قسم راستہ میں لی تھی۔

مگر یہ امران پہ صاف ہو جائے آشکار،

نہیں پلٹ پائیں گے زمردِ گیاہ ارگوس دیس کو اب

نہ تاخت تاراج جب تلک وہ ٹرائے کر لیں،

گھروں کو جانے کے واسطے خواہ بین بیواؤں کی طرح یا

کریں وہ بچوں کی طرح زاری......

مجھے ہے تسلیم یہ کشاکش ہر اک کو اعصاب کش بہت ہے،

مجھے ہے تسلیم گھر پلٹنے کی یہ تمنا بھی قدرتی ہے''

نہ اک مہینہ بھی سطحِ قلزم پہ بھول پائے۔

غضب ہے اس سے ہو گر زیادہ......

کوئی شریکِ حیات اپنی، کہ دوریوں ہو،

یہ صورتِ حال ہو مسلسل اگر تو بیزار کر ہی دے گی

کسی محارب کو بھی جہاز اور اس کی پتوار پیڑھیوں سے

یہ بے کراں بحرِ سیل پرور، ہوائیں تند اور تیز خیزاں،

مراجعت میں وطن کو آڑے مہینہ بھر کے لیے گر آئیں۔

ادھر ہمارا معاملہ یہ محاصرے کو کھنچے ہیں نو سال سے زیادہ

نہیں اچنبھا، تمہیں نہیں دوش دوں رفیقو،
تم اپنے منقار یئے جہازوں سے یوں جو بیزار ہو گئے ہو۔
یہ آہ پھر بھی تو شرمناک انتہائی ہو گا،
کہ مدتوں اس قیام کے بعد ہم تہی دست گھر کو لوٹیں
اڑے رہو تم عزیز یارو، ڈٹے رہو، ہم بصد مشقت
مہم طرازی سے یہ پرکھ لیں
ہمارے اس کالخس کی پیشن گوئی آیا صحیح بھی تھی......؟
کرو وہ دن یاد جب جہازوں پہ باراولس پہ لنگر انداز ہم ہوئے تھے۔
ہمارا ہر فرد شاہ پریام اور اہلِ ٹرائے کو قہرِ بے اماں تھا۔
ہم ایک چشمہ کے پاس اگنی ہوتروں پر آئے،
اک ابلقی جیمس کے تلے دیوتاؤں کو بھینٹ نذر کر دیں،
وہاں پہ شفاف صاف پانی نکل رہا تھا،
ہوا شگن آشکار اس جا پہ...... ایک اژدر للت لہو سا،
زیوس نے جو وہاں اُجالے میں آپ بھیجا،
کچھ اس طرح رینگتا ہوا گر نظر پڑے خون خشک کر دے،
ہماری قربان گاہ کے پاس کچھ کہے بِن،
چڑھا وہ پیچاک تیز اس پیڑ پر، جہاں تھیں
پرٹیز چڑیاں، وہ ننھی منی سی جان چوٹی کی ڈال پر
آٹھ، سبز پتوں میں اپنی چونچیں

اگنی ہوتر...... قربان گاہ　　جیمس SYCMORE　　للت...... لال

پرٹیز...... روئیں، چھوٹے پر

دیئے روئیں دار سے پروں میں۔
نواں پرندہ اک اور ماں جس نے سہہ کر انڈے انہیں نکالا'
وہ سانپ بچوں کے پاس آیا سرک سرک کر'
انہیں کیا چٹ دکھی دکھی دھن میں جب کہ وہ کر رہے تھے چیں چیں
بچاری ماں پھڑ پھڑا کے اندوہ میں بلکتی تھی' چیختی تھی۔
پلٹ کر اژدر پھر اس پہ جھپٹا۔
دبوچ کر پھڑ پھڑاتے اک پر سے نوچ ڈالا۔
وہ کر چکا جب تمام کا اس طرح صفایا'
کیا تھا جس دیوتا نے نازل اسے' بدل کر
شگن سے پتھر' چھپا دیا پتھروں کے اندر۔
......کرشمہ اک کج دماغ کرنوس کے پسر کا!
کھڑے ہوئے دیکھتے تھے ہم ماجرا' یہ جس طور پیش آیا۔
نیازیوں اس شگن سے جب دیوتاؤں میں باریاب دیکھی'
تو اس کی توجیہہ کالخس نے ہمیں نکالی'
ہمیں بہ بانگ دہل سنائی...... "اخائیہ کے شریف زادو!
نہ ہو سراسیمہ ...... یہ شگن اپنے واسطے تھا۔
زیوسِ نادید نے صریحاً کیا ہویدا'
یہ ایک پیمان (مثل پیمانہ) سامنے ہے'
یہ ایک پیمان جس کا ایفا طویل مدت کے بعد ہو گا۔
کبھی نہ اس واقعہ کی شہرت ضعیف ہو گی۔
کرو ذرا یاد وہ پڑیڑی چڑی کے بچے'

وہ ان کی کنجشک ماں، جنہیں سانپ نے اکٹھا نگل لیا تھا
چڑی کے بچے تھے آٹھ، چڑیا نویں...... یہی فال اس سے نکلے
ہمیں لڑائی میں نو برس یاں گذارنا ہیں
کہیں پھر اس بلدۂ کشادہ کی فتح اپنا نصیب ہوگی۔
کیا تھا جب اس نے استخارا،
تو حاملِ کشف کالخس کو تھا یہ اشارا،
ملاحظہ ہو رہا ہے یہ حرف حرف کیسا درست سارا،
اڑے رہو اے اخائیو، ہیں کثیر آلاتِ حرب، کم تر نہیں ہے یارا،
اڑے رہو یاں کنار ساحل...... تسلط اس شہر پر نہ ہو جب تلک ہمارا''۔
ہوئی یہ تقریر ختم تو اک بلند نعرہ
ہر اک سفینہ سے اہلِ ارگوس کے اٹھا...... چیخ کر سبھی نے
اڈیسیس نیک خو کے الفاظ پر کیا صاد، تب یہ اٹھ کر
جرینیہ کے نواب نسطور سارتھی نے کیا اضافہ:
''ملال انگیز آپ کی گفتگو رہی ہے،
کہ جیسے بالک، کہ جیسے طفلک، مصافِ خونیں سے اجنبی تر،
حلف اٹھائے تھے قول واقرار جو کئے تھے
رہے گا کچھ پاس، طاقِ نسیاں پہ یاد دھریں وہ
کہو کہ آخر ہے مدعا کیا؟
وہ خدع گر سارے حربیہ، داؤ پیچ سارے پھگرانہ،
تمام میثاق دائیں ہاتھوں پہ جو بندھے، جو شراب صافی کے ساتھ باندھے؟
ہم ان پہ گر ایک مرتبہ اعتماد کرلیں!

فضول تکرار، گنجلک فقرہ بازیوں میں یہ وقت تحلیل ہو رہا ہے۔
نتیجہ خیز ایک فیصلہ پر پہنچ نہ پائیں
اگرچہ باتیں ہم اس طرح مدتوں بنائیں۔
رہا ہے جیسے اٹل ابھی تک...... پسر اطریس کے، اس طرح رہ"
قشون کر جنگ پر روانہ، لڑائی پر بھیج لیس دستے
انہیں بکسنے دے چند اک جو اخائیوں سے الگ تھلگ ہیں کھسر پھسر میں،
انہیں نہیں اس میں خاص حاصل وصول ہوگا،
وہ جان جائیں گے پیشتر زاں کہ بہر ارگوس بحرراں ہوں
زیوس آقا نے ہم سے پیمان جو کیا تھا
وہ صادق آتا ہے یا کہ باطل۔
مرا تو اپنا ہے یہ عقیدہ...... ضرور تائید قوتِ ماورا، ہماری
اس سے کر چکی ہے جب تیز لطمہ پیما سمندروں پر
جہاز ارگوسیوں نے چھوڑے......
ٹروجیوں کی اجل ہوئی تھی سوار جن میں، ٹروجیوں کی سیاہ بختی!
فلک سے تو کین دائیں وہ کر چکا نمودار اک مشیت نما اشارہ،
نہ چاہیئے اب مراجعت کے لیے کوئی آدمی مصر ہو،
کرے نہ جب تک وہ ایک دوشیزۂ ٹروجی کو زینتِ بسترِ نشاطی۔
چکا نہ لے انتقام ہیلن کی زاریوں دلفگاریوں کا۔
اگر کوئی چاہتا ہے رُکنے سے قبل مرنا
جہاز کو ہاتھ تو لگائے کہ ایک دم وہ
ہر ایک سے پہلے، سوختہ بخت، موت سے ہمکنار ہوگا

مرے امیر' آزمایئے مختلف قرینہ
یہ گر نہیں وہ کہ در خور اعتنا نہیں ہے۔
عساکر ارباب اگام امنان' فوج ساری'
کرے شعوب و بطون کے اعتبار سے یوں قطار بندی'
قبیلہ تائید میں قبیلہ کی' خیل ہو خیل کا معاون۔
کرو جو یہ اہتمامِ ترتیب...... وہ جو تعمیل نظم کر لیں'
ہو سہل اندازہ کون نامرد ہیں بکمیدان' کون ان میں ہیں مردِ میداں'
اسی نمط جائزہ پیادہ سپاہیوں کا بھی کر سکیں جو
جدا جدا' دستہ دستہ تقسیم خانوادے لڑائی میں ہوں
محاصرے میں رہیں جو ناکام' تجزیہ کر سکیں بخوبی
فلک کا منشا ہے' یا کسی خاص خیل کی بزدلی کا مجہول شاخسانہ
کہ پیش قدمی میں سرزدہ عسکرانہ لغزش"۔
عساکر ارباب اگام امناں جواب میں اس طرح سخن گو:
"یقین کر صاحب! اپنی تجویز خوب ہے' ہم خیال کامل
کیا ہے بار دگر ہمیں یاں۔
پدر زیوس' اتھنہ' اپالو! کرم کرو تم' اخائیوں میں
مجھے فقط ایسے صاحب الرائے دس اگر دو'
تو ایک دن میں ہمارے ہاتھوں حصارِ پریام ہو مسخر'
بس ایک ہی دن میں ہم اسے پائمال کر دیں۔
مگر مجھے بادشاہ طوفاں زیوس نے اس قدر فلاکت زدہ کیا ہے'
فضول فتنہ فساد شر شور میں گرفتار کر دیا ہے......

مرا یہ مطلب ہے دشمنوں کی طرح اخیلس کے ساتھ باہم
شدید تکرار، تو تکار ایک داشتہ لونڈیا کی خاطر!
پہل بھی میری طرف سے، پہلے غضب سے مغلوب بھی ہوا میں۔
ذرا بھی ہم متفق اگر اس پہ غور کرتے،
تو جلد اہلِ ٹرائے کا ہو چکا تھا روز سیہ معیّن۔
ہر ایک بہرِ طعام جائے، کرے لڑائی کی پھر تیاری،
ہر آدمی خوب تیر تلوار انی تبر سان پر چڑھائے،
سپر اٹھائے بدست مضبوط، کس کے جستی جھلم لگائے
کمیت جوڑی کے چارہ پانی کی سارتھی دیکھ بھال کر لیں
رتھوں کے پہیئے ٹٹول لیں اور بانس پچڑ کی جانچ کر لیں۔
لڑائی کے واسطے ہر اک مستعد بنے یوں
دکھائے گھمسان رن میں دن بھر کمال مردانگی کے جوہر۔
گھڑی فراغت کی واں نہ ہو گی، کسی کو مہلت نہیں ملے گی،
الگ الگ رات ہی کرے گی صفوں کو، آ کر،
وہی کرے گی فرو لڑائی کی طیشنا کی!
پٹے سپر کے عرق سے بھیگیں گے پسلیوں پر،
شدید ٹیسیں اُٹھیں گی، چپکیں گے ہاتھ نیزوں کی بلیوں پر،
کھنچیں گی صیقل رتھیں، تو بھاری مشقتوں سے
اصیل گھوڑوں کی بکھیاں تر بہ تر...... پسینہ سے پانی پانی،
مجھے یہ پرچہ لگا، تذبذب ہے گر کسی کو،

جھلم...... زرہ

ملاجہازوں کے گرد دبکا ہوا کوئی بھی،
تو جان لے وہ...... اسی گھڑی بچ نہیں سکے گا سگ وزغن سے"
چلے جوار گویئے تو ہلڑ مچا کہ جیسے
بپھر بپھر کر خروش زا تند و تیز پروا
سمندری راس کی ابھرواں لگر کی سنگیں چٹان پر ہو،
ہوائیں لہریں کہیں سے ریلا کریں...... اسی کو ہدف بنائیں!
سپاہ گرسارے...... احدی ویاوری جہازوں کی سمت بکھرے،
پڑاؤ کی آگ سے اٹھیں گے دھوئیں گھنیرے،
پکائیں، ریندھیں گے کھائیں گے وہ...... مگر ہر اک شخص دے گا پہلے
نیاز امر دیوتاؤں کو، اور صدق سے التجا کرے گا
لہولہو کارزار میں، مہربان اس دن اسے بچائیں!
فلک کے صاحب، زیوس کو بھینٹ کے لیے ایک بیل فربہ
اگام امنان نے منگایا...... خلوص سے ہدیۂ چڑھایا۔
طلب کیے پھر اخائی سرخیل چیدہ چیدہ......
بزرگ نسطور، میر لشکر ادومنی اس، ایاس نامی رئیس دونوں،
پسر تیندس کا پھر، چھٹا حرب ضرب میں وہ زیوس ثانی اڈیسیس تھا،
مصاف کا نعرہ زن، اتابک منی لیاس، احتیاج اس کو
نہیں تھی ہو مدعو...... کہ آگاہ و باخبر تھا
امور میں بھائی کا وہ ہمدست تھا برابر،
کھڑے ہوئے پاس بیل کے سب، اٹھائے ہاتھوں میں جو کے دانے

احدی ویاوری...... مختلف درجے کے سپاہی

اگام امناں نے سب کی جانب سے یہ دعا کی:

"خلائے علوی میں اے عظیم، اے کبیر، اے ابر و رعد کے ماورائی باشی

زیوس! خورشید کنج مغرب کی تیرگی میں نہ آج کے دن اترنے دیجو

نہ تودۂ خاک جب تلک میں بناؤں پریام کی سویدا کجھوروی چھت،

نہ آگ میں اس کے پھاٹکوں کو بھسم کروں میں،

کروں نہ نوکین جست سے تار تار میں ہیکٹر کا پہنا ہوا شلوکا،

کچل نہ دوں، پسلیاں نہیں چور چور کردوں

لگیں وہ کشتوں کے پشتے گرد اس کے ناتیوں ساتھیوں کے، سارے

پڑے ہوئے خاک و خوں میں اوندھے زمینِ بے آب چاٹتے ہوں"۔

زیوس کو ان کی خواہشوں کی قبول بر آوری نہیں تھی۔

قبول فرمائے بیل، پھر اور آفتیں آفتوں پہ ڈھائیں۔

دعائیں جب مانگ لی گئیں اور جَو کے دانے گئے بکھیرے،

چُھرے کے نیچے لٹا دیا بیل، اتار کر کھال جوڑ توڑے،

لپیٹ چربی میں تہ بہ تہ خام ماس، کچی نسوں میں باندھے،

چری ہوئی لکڑیوں کے گٹھوں پہ بھون ڈالے،

چڑھائے سیخوں پہ اوجھڑی کے کباب پُوتے،

وہ کر چکے ہضم لے کے چٹخارہ مغز گردے،

تمام پٹھ اور دستیاں بھی تیار چولہوں کے واسطے کیں،

انہیں برابر کی آنچ پر سینک کر نکالا۔

ہوئی پکار یندھ کر فراغت...... تیار ہر چیز ہو چکی جب

بچھا تکلف سے خوانِ شاہی...... اڑی ضیافت

ہر ایک نے خوب رج کے کھایا'
نہ کچھ ہوس ناؤ نوش کی پھر رہی کسی کو
کہا یہ نسطور نے: "فضیلت مآب سالار لاؤ لشکر' اگام امناں!
ہمیں توقف نہیں ضرور اب مزید اس جا'
امیر سب اپنے اپنے حلقوں کو جائیں اب ہم'
نہیں بجا' التوا میں ڈالیں فلک نے تفویض جو کیا ہے۔
کریں جہازوں کے گرد اکٹھا' ڈھنڈورچی اب
سپاہ جرار کے سلحشور' ہم بہ نفسِ نفیس خود بھی
اخائی کردوں کی سمت جائیں' لڑائی کا ولولہ بڑھائیں"۔
عسا کر ارباب اگام امنان نے پلٹ کر
یہ حکم منادکو دیا نوبتوں پر اعلان جنگ کر دیں۔
سنا یہ اعلانِ جنگ تو جنگباز دستے
اخائیوں کے دواں دویدہ ہوئے روانہ'
ملی ہدایت کمان داروں کی ...... راست تومان صیغہ داران کر رہے تھے۔
عقب میں اک گام ان کے پیچھے تھی ملگجی نین ایتھنہ بھی۔
اٹھائے آندھی کی ڈھال آئی' یہ جاوداں' وصف دار دیوی'
سنہری زلفیں گندھی گندھی ریشمین موباف سے نکل کر
پھبن سے دوش ہوا پہ لہرا کے جھولتی تھیں'
صفوں میں یوں ضونگار دیوی فرود اتری۔
جنونِ پیکار ابھارتی تھی'
لڑائی پر مستعد کرے دل' ہر ایک میدان میں ڈٹے ...... یہ پکارتی تھی۔

وہ آئی کیا تو کیا بھلی لگی تھی لڑائی ...... اب کون لوٹتا تھا'
بھلی لگی کیا بھلی' بھلا عرشہ دار بجروں پہ کون واپس
وطن کو اب زاد بوم کی سمت بیکراں بحر پاٹتا تھا۔
کہ اس تصور سے اب لڑائی کہیں بھلی تھی۔
گھنیر گھپ جنگلوں میں بے انت چوٹیوں پر پہاڑیوں کی
الاؤ دہکے تو میلہا میل شعلہ انگیز طاس چمکے'
کثیر کانسی میں لیس یوں تابناک لشکر دمک رہا تھا'
اسی طرح اب فلک تلک تابناکیاں جست کر رہی تھیں'
شرر فشاں جست کی طرح تھیں۔
کہ' جیسے نقلِ مکاں کے عادی طیور ہم جنس' ڈار باندھے
دراز گردن کلنگ' بگلے' بنوں کی کونجیں'
کریں اڑان ایشیائی سرسبز مرغزار اور دلدلوں پر......
نرلیس وکائس کی آبجوؤں کے پاس اپنے
حسیں پر و بالِ اوج آگیں سے کل بہار آفریں علاقہ میں شور خیزاں......
بپا بپا گونج گونج ہو پنکھ پنکھ میں سے!
اسی طرح خیل خیل راوٹیوں جہازوں سے کرو' تو ماں
اٹڈ اٹڈ' وادیٔ سکامان در میں پھیلے۔
غل اور غوغا مچا ہوا تھا' زمین پامال ہو رہی تھی' دہل رہی تھیں
لپکتے قدموں تلے' سمندان بادپا کے سموں کے نیچے۔
وہ گل فزا وادیٔ سکامان در پہ' گرد و نواح پھیلے'

شمار میں ان گنت، بہاراں میں جس طرح گھاس، برگ، کونپل،
گریکھمی رُت میں بھنبھناتے ہوئے گھٹاؤں سے جھنڈ بھنائی مکھیوں کے،
کہیں، جہاں پر بھی دودھ بلٹوئیاں مویشی گھروں میں چھلکیں۔
اخائی جاں باز، سرفروش اس طرح ہزاروں
روانہ اب غول غول جنگاہ کی طرف تھے۔
سوار تھی دھن، ٹروجیوں کی وہ تِکا بوٹی اڑا کے رکھ دیں۔
الگ الگ سہل بالدیؔ جس طرح کریں چھانٹ بکریوں کی
جب ان کے ریوڑ بہم چراگاہ میں ہوں گڈمڈ،
بعینہٖ ان کے صیغہ داروں نے بھی مرتب انہیں کیا تھا
لڑائی کے واسطے بڑے قاعدے کے اندر،
ادھر ادھر، گرد گرد، صف صف، شترقطاری۔
اگام امناں کا چہرہ پر جلال دمکا،
سرورِ برق افگنی میں جیسے زیوس کا منہ،
کمر بلوطی، خدیو جنگی اریس ایسی، کلاں پسید ان دیوتا سا عمیق سینہ،
دکھائی دے گھاس چرتے گلہ میں سانڈ الگ تمکنت میں جیسے،
زیوس نے فوج میں کیا تھا پسر اطریس کا یوں نمایاں۔
بتاؤ اے راقیاؤ، جنت فضا المپس کی اپسراؤ
ہر ایک جا تم، ہر ایک شے کی تمہیں خبر ہے!
ہیں درخورِ گوش بس ہمیں تو روائتیں ہی،
نہ سعی اپنی سے فاش ہم پر معاملے ہوں......

گریکھمی...... گرمی رت　　بالدی...... چرواہا　　شترقطاری...... سیدھی صف

○

دنان سر خیل امیر سالار کون تھے...... نام سے تو احدیؔ
مراتبؔ یاوری ہزاریؔ صدی وہیؔ بیستیؔ بگاریؔ
جدا جدا میں نہیں کروں گا شمار موجود جو وہاں تھے۔
یہ بات ممکن نہیں زبانیں مجھے اگر دستیاب دس ہوں۔
نہ ان کا تخمینہ ٹھیک ممکن نہ ان کی تعداد گن سکوں گا
زیوسِ مافوق ابر و رعد...... اس المپیئ کی
بناتِ خوش چہر اقیائیں مجھے اگر کچھ قیاس کر دیں
سفینہ راں بہر حملہ جملہ ٹرائے میں جو ہوئے تھے نازل
مجھے تو یارو یہی ہے یارا...... کہ قائدان قشون کے نام ہی بتاؤں
جہاز تعداد میں تھے جتنے انہیں گناؤں:۔

○

۶۰۰۰ (ا) بیاتانی (۵۰×۱۲۰) سنو تھے سیناپتی بیاتانیوں کے پینی لباس لیطس
پروتھئ نار ارکسی لاس اور کلونس۔
تھے یہ بیاتان لوگ بریہ کے اور سنگین شہر اولس کے رہنے والے
سخونس اسکولس و نشیبی اتانس و تھیسپائیہ و گرائیہ کے
نواح میں لہلہاتے میدان مکالسس کے
نواحِ دیوار ہائے ہرمہ کے اور ایلی سیان اریتھرائی الیاں اکالیہ پیتیان والے

احدی...... بگاری سپاہیوں کے مختلف درجے ہزاری...... ہزار منصبی
صدی...... سو ذہی دہ باشی دس کے منصبداروں کے ماتحت
بگاری بیگاری

ہئیل، مدیون، اور حصن حصین کپائی، ابوترہ سوس، فاختاؤں کے دیس
بھتسے کے رہنے والے،
کرونیہ اور گیاہ زارِ پلارتس کے،
مزید وہ لوگ جن کے قبضہ میں پولتائی کا شہر تھا، اور گلائی سس کے،
تھے پھر انگوٹھی کی طرح دیوار بند پایان تھیبز والے۔
عظیم انگیخاس والے جہاں پسید ان کا جھلا تا جھلار بھی ہے۔
پھر اہل ارنہ...... جہاں بکثرت ہیں مے چکاں، مے فشان انگور ارغوانی......
جہاز ان سب کے تھے پچاس......اور سوار ہر ایک میں بیاتان ایک سو
بیس جنگ آور......
۶۰۰۰ یینان (۳۰×۱۲۰)۔ تب ان کے ہمسائے اسپلیدان اور منسیان ارخوی نس،
اریس کے دو پسر کمیدانِ مشترک تھے سکافس، آئل مناس، جن کا
درستت استائیکھو کو ٹھہرا تھا حمل اکٹور کوٹ میں، جب
اریس سے وہ ملی اتاری میں حسبِ وعدہ
جہاں گرانڈیل دیوتا شادِ وصل اس سے ہوا تھا خفیہ......
ہوئے پرہ بندِ جنگ منیان تیس بجرے لئے ہوئے واں
۴۸۰۰: (۳) پوکھیائی (۴۰×۱۲۰)...... بہادر ایفی تیس بنولی دیس کے بیٹوں
سکی دیس اور اپس تروند اس کی قیادت میں پوکھیائی......
یہ رہنے والے کپارسس، سنگلاخ پیتھو، پنوپی اس، ڈاولس، مقدس کرائسہ کے،
جوارِ آنی مرایہ، ہیم پلکیس میں اور کیفسس کے قریب یالیلیہ میں، جس جا

مقامات وافراد کے نام بلحاظ تلفظ بکمل یونانی محال تھے صوتی اعتبار سے اردو میں قریب تر رکھے گئے۔ ضرورت شعری سے بعض اوقات تلفظ میں تبدیلی روا رکھی ہے۔ جھلا تا جھلار جھلملاتا جنگل

وہ آبجو پھوٹتی ہے...... چالیس کالے بجرے
انہیں سمندر کے پار لائے تھے' اور اب وہ
صفوں میں' دستوں میں تھے بیاتانیوں کے بازو
کھڑے ہوئے'' لیس اسلحہ سے
۴۸۰۰ (۴) لوکرائی (۴۰×۱۲۰) کمان پر لوکرانیوں کے ایاس فرزند اولیئس تھا
ایاس مشہور تھا جو پستہ
ایاس تیلامناس ایسا دراز قامت نہ جثہ ور وہ'
پھکیت نیزہ کا بڑھ کے لیکن اخائیوں ہیلنوں میں سب سے
یہ لوکرائی تھے ساکنانِ کناس واوپیس وکالیاری
انہی میں باشی سکارفی کے' تھرونیو اور قریۂ خوب اگائیہ کے'
پھر اہل بیہ تھے' اور باشندگانِ ترفی'
موخر الذکر آب رود بوگرس پر بہر کنارہ بسے ہوئے تھے۔
لئے ہوئے لوکرانیوں کو ایاس پستہ
سیاہ چالیس زورقوں میں خلیج ایوبیہ سے آیا۔۔
۴۸۰۰ = (۵) ابانتی (۴۰×۱۲۰)۔ جزیرہ باشی' جری' الوالعزم ابانتی پھر......
یہ خارکس' اریٹریہ اور تاک زار استیانیہ کے'
قریب قلزم کرینتھس کے' ڈیان کی ٹیکری' کرستس' ستائرہ کے'
تمام جن کا امیرِ لشکر جوان الفخر خلا کدن تائی دس' رئیس ابانتی تھا
یہ بادپا' چندپاؤں پر بودیاں بڑھائے گھنی گھنی اور لمبی لمبی'
ہوئے تھے بھرتی لئے ہوئے آرزو دلوں میں
بدن پہ ہی دشمنوں کے جوشن سیاہ نیزوں سے چھید ڈالیں۔

شمار چالیس ہی الفنر کے تھے وہاں پر جہاز کالے

۶۰۰۰ = (۶) ایتھنزی (۵۰×۱۲۰)۔ پھر اہلِ ایتھنز آئے ...... مضبوط شہر کی

دولتِ شریکہ

ارخ تھیئس کی محافظت میں ......

بعہدِ طفلی قدیم ایام میں جسے دخترِ زیوس ایتھنہ نے پالا'

زمین قلبہ شدہ میں اک تخم سے دمیدہ

اسے اٹھا لائی تھی حریم دیار میں خوبرو خدیوہ'

قبول کرتا رہا چڑھاوے کے بیل مینڈھے' دعائیں ایتھنزیوں کی واں پر۔

یہاں ٹرائے میں ان کا سالار ابن پیطس منس تھیئس تھا۔

زمیں پہ جیدار کوئی پیدا نہیں ہوا جو حریف اس کا نبرد میں ہو

سمند پر' جاں سپار ہمراہیوں کو لے کر

کبھی جو یورش کناں ہو جرار' جارحانہ۔

مقابل البتہ ایک نسطور' عمر بھر تجزیہ کے باعث شمار کرلو!

پچاس ایتھنز کے جہاز اس کمان میں تھے۔

۱۴۴۰ = (۷) ایاسی (۱۲×۱۲۰) ایاسِ اعظم کمان میں سالمس سے بارہ جہاز لایا'

جہاں تھے ایتھنزئی پرہ بست' واں کنارے انہیں لگایا۔

۹۶۰۰ = (۸) ارگوسی (۸۰×۱۲۰) پھر اہلِ ارگوس خاص آئے عظیم دیوار دار وڑ

تارنز کے باشی'

خلیج آبادیوں ایئنی وہرمیانی کے رہنے والے

اہالیانِ ایونئی ساکنانِ ایپی دروس ...... انگور بیل بستی'

ائی جناؤ مسس کے شہری'' تمام زیرِ کمانِ وایومدیس نعرہ زن نبردی۔

ستھنلس ابنِ کپانیس اس کا ہم کماں تھا۔
سروپ سندر خدیو اریلس کی تیسری حیثیت مقرّر؛
یہ شخص موکن ستوس شیخ تلاوُنی درس کا پسر تھا۔
مگر مسلّم تمام کا سربراہ وایومدیس نعرہ زن نبردی؛
عمیق قلزم عبور کر کے کل آئے ان کے جہاز اسّی
۱۲۰۰۰ = (۹) اگام امنانی (۱۲۰x۱۰۰) تھے لوگ مابعد؛ جن کے قبضہ میں قصبۂ
خوب اساس میکے نیائی
کورنتھ فارغ البال اور کلتائی اور ارنائی اور عمدہ تھری ارائی؛
انہی میں سکیاں جس میں پیشین اورسی تاس حکمراں تھا۔
پرسیہ؛ کوہ قلّہ گونوسیہ ہیلینی؛ مضافِ آئیوگیوں کے باشی۔
تمام جو ساحلِ شمالی پہ تھے مسلّط؛ اجی لس وملحقہ کشادہ ہلانکہ کے نگر نواسی۔
جہاز تعداد میں تھے سوئمیرِ بحران کا اگام امنان بن اطریس۔
یہ وہ؛ لئے صاحبِ مراتب کثیر آیا؛
یہ وہ طرحدار؛ وہ سلحشور جست میں لیس فرق تاپا؛
یہ سوربیروں میں رستمی کے سبب گرامی؛
یہ جنگبازی میں فوج کا سربراہ نامی......
۷۲۰۰ = (۱۰) منی لیاسی (۱۲۰x۶۰)......پھر آئے لیکودمان والے؛
ترائیوں گھاٹیوں کی بھومی؛ سپارٹا وفرس کے باسی؛
دیارِ قمری وفاختہ خوش بہار میصائی کے نواسی؛
اہالیانِ بری سیائی؛ حسیس اگائی؛ امی کلائی
کنارِ قلزم ہلس؛ لاآس وقریب خطّہ اواطلس کے؛

اگام امنان کا برادر منی لیاس...... ایک صف شکن نعرہ باز جنگی......
جہاز الگ لے کے ساتھ ان کے، ہوا صف آرا، بہت مسلح،
منی لیاس، آرزوا سے تھی قشون تومان بھر پیکار خود ابھارے،
چھٹی کا یاد آئے دودھ اہلِ ٹرائے کو بدلہ اس طرح وہ
اسیر ہیلن کی بین بپتاؤں کا اتارے =
۱۰۸۰۰ = (۱۱) نسطوری (۹۰×۱۲۰) پھر آئے اہلِ پلوس وارنی تھرون کے
صاف شہر والے،

تھرون جس جا سے پار دریائے الفئیس ہو،
بلند و سنگین آپئی کے...... کپرسی اس امف جینیائی
پتی لیاس و حلص کے باشندگاں...... دراؤں کے شہر باشی،
دراؤں جس میں کبھی تھریسی طمائرس سے ہوئی تھیں دو چار راقیائیں،
ایورتس اخلئی سے مل کر وہ جب اخلیہ کو جا رہا تھا،
انہوں نے اس بھٹ کا نغمۂ جانگداز خاموش کر دیا تھا،
کہ ان سے شیخی میں آ کے بڑا اس نے ہانک دی تھی،
کہ اپنی لے سے وہ گنگ کر دے گا راقیاؤں کی نغمگی کو
یہ راقیائیں تھیں دخترانِ زیوس جو رعد و ابر کا صاحب سپر ہے۔
یہ خیرہ چشمی تھی اور پاداش میں اسے کر دیا تھا اندھا،
ہوا کلاونت بے صدا راگ و دیا میں، ہوا سرود اس کا بے نوا، چپ......
جریینیہ کے بزرگ نسطور کی قیادت میں آئے پولس کے دیس باسی،
قطار اندر قطار اس نے کنارِ ساحل لگا دیئے تھے
بسیط عرشہ جہاز نوے۔

۷۲۰۰ = (۱۲) ارکدائی (۶۰×۱۲۰) پھر آئے تومان جن کے گھر ارکدائی میں
تھے......

کلائی مرتفع کے نیچے......زیارتِ آئیلس کے نزدیک ہی فنس میں۔
بڑے بہادر، بڑے دلاور، یہ دوبدو جنگ کرنے والے۔
انہی کے ہمراہ اہلِ ارخمنیاس، ٹریور جہاں بہت ہیں
رہیب، سترائتی، صباخیز شہر تیگی کے آدمی بھی
تھے پھر رہن ہار خوش سماں متنہ، پارسی اور ستم پھل کے۔
وہاں پہ آیا اگا پنر ابنِ انگ خانس انہیں لئے ساٹھ کشتیوں میں
عسا کر ارباب اگام امنان نے فراہم اسے جو کی تھیں۔
سب ارکدائی شجاع عرشہ سواران میں
شراب الوان میں شرابور بحر کر کے عبور آئے......
جہاز اپنے تھے پاس ان کے، انہیں نہ درک جہاز رانی......
۴۸۰۰ = (۱۳) ایوئی (۴×۱۰×۱۲۰) سپاہی آئے تھے بوپر ازن سے خوش مناظر
تمام اس خطۂ ایسہ سے، چار اطراف جس کی حد پر
الیس، ہرمین، مرسنس اور الومٹن کی پہاڑیاں ہیں۔
امیر ان پر تھے چار، دس دس جہاز جن کے الگ الگ تھے۔
ہجوم اندر ہجوم ایوئی سواران میں......
قطی طس و آرطس کے فرزند اور اقطور کے نواسوں
بتال پس اور افعی ماخوس کی قیادت میں کچھ اگر تھے،
جری ڈیورس امر گلیدس کے زیرِ فرمان کچھ دگر تھے،
کمان چوتھی پلی رغس بن اگستھنیر آگ آئی دوسی کے ہاتھ میں تھی۔

۴۸۰۰ = (۱۴) میگیسی (۴۰×۱۲۰۰) جزیرہ باش آئے پھر دلی خون اور ماخن دیس

کے...... یہ سارے

الیس پکیشین کے اہالی، مقیم بحرِ بسیط کے تھے۔

انہیں جلو میں لئے ہوئے میگس آیا، میگس فلائدس، جو

زیوس کے خاص دوست فیلس کی پشت سے تھا۔

پدر سے یہ گھڑ سوار لڑ کر، کسی زمانہ میں ولفخائن میں جا بسا تھا'

جہاز چالیس آئے میگس کے ساتھ قلزم عبور کر کے۔

۱۴۴۰ = (۱۵) اڈیسی (۱۲×۱۲۰) اڈیسیس کی کماں میں پہنچے دلیر غازی کفلنیہ کے'

جزیرہ باشانِ ایتھکا' ساکنانِ نیزیل اوس...... جس کی

بلندیاں برگ پوش، بحری ہوا سے لہرائیں' سرسرائیں'

رفیع سنگیں جزیرہ لیس وکراکلیہ کے ایستھا نک

سموس وزاکنیتوس کے لوگ اور وہ بھی

بجانبِ مشرقِ جزائر ہے جن کے قبضہ میں برِّ قارہ......

عذار الوان پیٹنے والے طویل بارہ جہاز بھر کر

اڈیسیس پیش بین مثل زیوس...... لایا۔

۴۸۰۰ = (۱۶) اطلئی (۴۰×۱۲۰) تھیوس فرزند اندریمن لئے ہوئے اطلیوں کو پہنچا۔

اہالیانِ پلارن وآل نوس وپیلین

خلکس ساحل کے لوگ' کوہِ گراں کلاون کے آدمی بھی'

امر لشکر تھیوس تھا کیوں کہ اڈی نس کے

پسر نہ باقی رہے تھے اور سرخ بال میلی گراس بھی فوت ہو چکا تھا۔

ایستھا نک...... ایستھان والے، مقیم

تھیوس کے ہاتھ میں تھی اس واسطے قیادت۔
کیا سمندر کو پار یہ لوگ ساتھ اس کے
سیاہ چالیس کشتیوں میں وہاں پہ آئے۔
۹۶۰۰ = (۱۷) کریٹی (۸۰×۱۲۰) دھنی سنانی ادومنی اس کریٹیوں کی سپاہ لایا'
یہ لوگ کنسوس اور شہر فصیل اندر فصیل گرٹن کے بیٹھ وانک
لستیکس' مالتوس' چٹے سفید لکاستس کے باشی'
اہالیانِ رہاشن وفوستاس...... دو خوب طرز قریے۔
تمام اس ایک سونگر کے جزیرہ باشی
دھنی سنانی ادومنی اس کی رہنمائی میں آن پہنچے'
مرائنس ثانوی کماندار...... ایک شیر دلیر جنگی' خدیوسفاح جنگ ایسا۔
سیاہ اسّی جہاز آئے تھے قعر دریا عبور کر کے
۱۰۸۰ = (۱۸) روڈزی (۹×۱۲۰) تلی پلاموس بن برکنور روڈز سے نو جہاز لایا'
خشونت آگین روڈزی تھے یہ مشتمل تین لشکروں پر
جیالے کمروس' آئیلی سوس اور لنڈس'
تلی پلاموس کی کماں میں...... پھیکت برچھیت اس کی ماں لستینخی کو لایا
اقیرہ قریہ سے...... آبجو سائی لاس کے طاس میں...... کبھی' تو
حبالۂ عقد میں برکنور کے وہ آئی۔
کیے تھے اس وقت اس نے پامال رونقی شہر اور کتنے۔
تلی پلاموس عنفوان شباب میں تھا
کہ اس نے عمِ پدر...... بہادر الکمنی کے شجاع بھائی
لکی منی پیر مرد کو جاں سے مار ڈالا'

جہاز میں پھر سوار ہو کر اتھاہ ساگر میں بھاگ نکلا'
فرار میں ساتھ تھے برکنور خانوادے کے فرد دیگر'
طویل بحری سفر کی سنگین صعوبتیں جھیلتا' بھٹکتا
پہنچ گیا روڈز اور آباد ہو گیا واں'
بسائے تینوں اہم قبیلوں کے واسطے تین شہر اس نے الگ الگ تب۔
زیوس' آقائے دیوتانس اس پہ ہو گیا مہربان بے حد'
کیا اسے مالا مال وافر نوازشیں کیں۔
۳۶۰ = (۱۹) سیمیئ (۳×۱۲۰) نروس یمی سے لیکر آیا تھا تین عمدہ جہاز اپنے'
نروس جملہ دنان میں چھوڑ کر اخیلس کو بہتریں کاٹھ قد کا بانکا'
لئے ہوئے مختصر جمعیت یہ ہستئی دلنواز آئی
۳۶۰۰ = (۲۰) تھیسلی (۳۰×۱۲۰) پھر اہل کسروس و پارتھوس وکسوس تھے
اور کاس ٹاپونگر نواسی'

تمام' جن پر ایور پولوس حکمراں تھا۔
دنائی کے لوگ' آدمی ٹاپوؤں کے' سب جو
تھے زیر فرمانروائی فیدی پوس وانتائی فوس...... یہ تھیسلس کے بیٹے۔
وہ تھیسلس آپ جو برکنور کا پسر تھا
قطار میں تیس بھاری بھر کم جہاز تھے ان کی ملکیت کے۔
۶۰۰۰ = (۲۱) مرمی ڈان (۵۰×۱۲۰) بتا مجھے راقیہ اب ان کا کہ مرز بوم
عظیم سے تھے'

وہی پیسجائیوں کا ارگوس نام جس کا۔
اہالیانِ الوس و آلوپ و ترخس و پیتھیا و ہیلس

(......زنان زہرہ جمال کے پیتھیا و بیلس)......

اخائی، ہیلینی، تند خو مری ڈان (گرگے)،

پچاس بجروں میں لیکر آیا جنہیں اخیلس،

مگر لڑائی کو پیش قدمی نہ کر رہے تھے،

کہ لام بندی سے کچھ سروکار ہی نہیں ہو،

جری دوندہ......کنور اخیلس پڑا جہازوں میں ہائے تنہا

حسیں دلآرام برصیہ کے لیے بڑے اضطراب میں تھا۔

لری نس کی وہ بُرد بردہ......

وہ شہر قبضہ لڑائی سے اس پہ جب ہوا تھا،

فصیل تھیبی کی اینٹ سے اینٹ جب بجی تھی،

انوس سیلی پدس کے بیٹے پھکیت مے ناز و افس ترخس

بُری طرح زچ کیے گئے تھے!

دل اس کا بے چین تھا دلآرام کے لیے، دل زدہ اخیلس وہاں پڑا تھا۔

مگر بہت جلد آنے والا تھا وقت، جب وہ

اٹھے گا للکارتا ہوا پھر۔

۴۸۰۰ = (۲۲) پھلائیکی (۴۰×۱۲۰) ''پھلائیکی لوگ بعد ازاں، اور حدیقۂ ویمیتر

پر ساس کے موالی......

مویشیوں سے نہال گلوں کے گاؤں ایتاں کے رہنے والے،

مقیم تھے جو کنارِ دریائے انتراں......وہ،

جو شفقتی کشت زار پتلاس میں تھے آباد، لوگ وہ بھی

پراتی سیلوس کی قیادت میں آئے سب، زندگی میں اس کی،

مگر وہ اب زیرِ خاک مردار سو رہا تھا۔
الم رسیدہ دلہن تھی ماتم کناں فلاکی میں خوں چکاں رخ'
مکان بھی رہ گیا دھرے کا دھرا اُدھر میں۔
نکل کے کودا تھا اپنے لمبے جہاز سے ساحلِ ٹرائے پر آن کر وہ
کہ سبقت اس کو اخائیوں میں بہت رہی تھی۔
تو ایک دردنِ سنانِ مہلک نے جان لے لی۔
قشون اس کے رہے نہیں بے کمانِ قائد'
نہ رہنا اس کا دلوں میں تاہم کھٹک رہا تھا۔
بنا تھا سالار تب پدرقس...... کہ اک وڈیرا تھا ریوڑوں کا'
سپاہی زادہ' پسر افِل کس فلا کدس کا'
سگا برادر پراتسی لاس کا...... پدرقس۔
اگرچہ وہ نوجواں ابھی تجربے میں کم تھا'
کمی کمیدان کی نہ اس فوج کو رہی تھی'
نہ رہنا گو اس دلیر سہراب کا دلوں میں کھٹک رہا تھا۔
جہاز چالیس جس کے ہمراہ کھیتے آئے
۱۳۲۰ = (۲۳) فرائیوی (۱۱×۱۲۰) تھے پھر بڑی جھیل پر فرائی کے رہنے والے
دلیر بانکے
اہالیانِ بتائی بی وگلیف ری' لاوئکس بلدہ کے بھی مکینِ نکوسلیقہ۔
امیران کے گیارہ بجروں کا ایملس بن اویمنس' جو
کہ بطن سے تھا پلائسہ کی جمیل گل چہرہ دخترِ باوقار آلاق ایستی کے۔
۸۴۰ = (۲۴) پلا گھستی (۷×۱۲۰) تھے پھر متھانی' تھماگئی' بیبڑ اوزن و ملبطی

کے باشی'

جہاز سات ان کے اولاً تھے کمان میں سوربل دھنک دھر پلاکتس کے

پچاس ملاح مستعد ہر جہاز پر تھے۔

کمال کے نیزہ باز آئے ہوئے محاذ ترائے پر یہ!

مگر جزیرہ پہ لیمنس کے پڑا تھا ان کا امیر روگی'

ڈسا ہوا زہری ناگ کا' پس اخائیوں نے

اسے وہاں پر رکھا ہوا تھا' یہ گھاؤ میں گھل رہا تھا لیٹا۔

مگر جہازوں پر اہل ارگوس یاد اس کو کریں گے جلدی'

اسے بلائیں گے پاس' واپس۔

پہ پھر اس کے دریں زمانہ بغیر سردار کے نہیں تھے۔

پلاکتس کی یہ غیر موجودگی گراں گرچہ تھی زیادہ۔

مداس بن آئلس کو سالار کر لیا تھا...... حرام بچہ' یہ راھنی کے

شکم میں ٹھہرا تھا شہر تاراج آئلس سے۔

۳۶۰۰ = (۲۵) تریکئی وغیرہ (۳۰×۱۲۰) تھے پھر تریکی کے لوگ' شہر چبوترہ

تل اتھاوی کے۔

ایورطس کے نگر اخلیہ کے...... دو پسر تھے ضعیف اسکل پی اس کے ان پر

امیر...... دونوں

حکیم حاذق...... مخوں' پدل رس' جہاز تھے تیس عرشہ عرشہ۔

۴۸۰ = (۲۶) آرمنی وغیرہ (۴۰×۱۲۰) پھر آرمی نوس کے سپاہی' ندی دہانہ

ہیپریا کے

سوربل...... بہادر دھنک دھر...... کمان باز

استیری یا ئیئے، تبنی، بلند براق برف چوٹی کے نیچے والے،
ایور پالیس امن کا ہونہار بیٹا پٹیل ان کا،
جہاز چالیس کالے کالے کماں میں اس کی۔
۴۸۰۰ = (۲۷) طرطونی وغیرہ (۱۲۰×۴۰) وہ پھر تسلط میں جن کے طرطون و
ارگسا یہ و آرتھی تھے

الاؤلی اور گاچ پتھر کے شہر الوسن کے لوگ، جن کی
کمال سنبھالے تھا اک نڈر شخص پولی پوٹس
پرائی تھس کا پسر، امر دیوتا زیوس اس پرائی تھس کا پدر بنا تھا۔
پرائی تھس سے، ہوا سلیمہ ہپودمائی کو پولی پوٹس کا حمل، جس دن
کئے تھے پیلون سے دفان اس نے گت بنا کر مہیب قنطور جھاڑ جھیرے،
ایاتھ کس کو شکست دے کر بھگا دیا تھا
شریک سرہنگ پولی پوٹس کا میر کرنوس کینی دس کا سپوت لنٹس،
سیاہ چالیس کشتیوں میں یہ آئے ساگر کو پار کر کے،
۲۶۴۰ = (۲۸) کفسی (۱۲۰×۲۲) جہاز بائیس پھر کفس سے قیا۔ت گاؤنس
میں آئے۔

دلیر انانس، شجاع پیرائی لوئی ماتحت امیر اس کے۔
وہ لوگ سب اس سپاہ میں تھے شریک، جن کے
شمال سرمائی دودنہ کے نواح گھر یا
تنارتس کی بھری بھرائی ترائی میں تھے
وہ خوبصورت رواں دواں آب رود......بہتی
چلی گئی ہے بناس میں جو...... لئے ہوئے نقرئی بھنور، تھوڑی دور

آسودہ گام یونہی،
وہ صاف شفاف تیل ایسی...... یہ اک معاون سٹائگس کی،
جہاں بڑی منتیں بہت لوگ مانتے ہیں۔
۴۸۰۰ = (۲۹) مگانتسی (۴۰×۱۲۰) مگانتس آئے تھے پروتھوس بن تری دان
کی کماں میں
پلان کوہسار کے بہاریں حسین دامن، پناس کے پاس رہنے والے،
جہاز چالیس تھا پروتھوس ساتھ لایا۔

○

دنان کے سرگروہ، سالار، میریہ سب......
مگر مجھے راقیہ، گنا اب اگام امناں کے زیرِ فرماں
زیادہ ممتازہ خاص تھے جو...... فرس فرس، فرد فرد...... اک اک!
اصیل جنگی کمیت تازی، گیاہ زارِ فریس سے وہ منگائے آئے،
ہنکائے لایا ایوملس جن ترنگینوں کو...... طیور ایسی نسیم پیما
سجل سجل راس روپ، آیور بل سجیلی،
ایال سے دمچیوں تلک مہرہ دار ایک ایک بال ان کا،
بری بری پیچ عیب سے وہ
(نہیں لکد کوب تھے، نہ شب کور ہی نہ کم خود ہی نہ دندان گیر و کمری)
پرالئی میں انہیں سدھایا کمان سیمین کے اپالو نے گرہنر سے
تو ہر سمند اور خنگ منہ زور ہو گیا تھا۔
مبارزوں میں ایاس تیلامناس اب خوفناک تر تھا

ترنگنی، گھوڑی آیور بل...... گھوڑے کی صحیح عمر

گراں اخیلس جو سرِ گراں تھا' الگ تھلگ تھا......

اخیلس ان سب کے درمیاں صورتِ منارہ بلند و بالا

اسی طرح سے تھا رخش مشکی

سوار جنگاہ میں پلی یوس کا پسر جو شتاب لایا......

مگر اکیلا پڑا ہوا بحر گرد بجروں کے پاس اخیلس

عسا کرار باب اگام امناں پہ تاؤ پر تاؤ کھا رہا تھا۔

کنارِ ساحل دو دیدہ موجوں کے ساتھ اس کے دلیر ساتھی

سمے بتاتے تھے کھیل تفریح میں......سناں زن' طباخ' انداز'

ناوک افگن۔

یہ چھانٹتے پھر رہے تھے پیترسلی' سپتیائی دلدلوں سے۔

پلاس اوٹل لڑائی کے رتھ اٹل پڑتے تھے۔

انہیں ہمہ وقت اپنے سرہنگ جنگ کا دھیان آ رہا تھا'

پڑاؤ میں اینڈتے تھے' بیٹھے ہوئے تھے' خیموں میں ہاتھ دھر کے'

ادھر ادھر پھر رہے تھے یا بے دلی کے عالم میں بے ارادہ'

لڑائی سے کوئی جیسے اس دن انہیں سروکار ہی نہیں تھا۔

○

سپاہ یوں کوچ کر رہی تھی کہ جیسے میداں نگل رہی ہو۔

گیاہ کے خرمنوں میں شعلہ طراز گلخن بھڑک رہے ہوں'

زمین ایسی لرز رہی تھی' دہل رہی تھی'

کہ راجہ اندر......زیوس......تاؤ میں ٹائفس پر

پیترسل......اجمود کرنس بوستانی شاید PARSLAY سے سپتیا......شغل

گرج رہا ہو...... کڑک رہا ہو'
وہ ٹائفس جس جگہ (روایت ہے) اسکی گھمبیر دیومالائی رتھ کھڑی ہے
زمین آمد پہ پائمالی سے بلبلا کر چیخ رہی تھی'
وسیع جنگاہ میں بھبوکے لہک رہے تھے۔

○

ورائے طوفان ابر و باران کے اتابک
زیوس کی ایلچی عریسہ پون میں پویہ' وہاں پہ آئی'
خبر خرابی کی بہر اہل ٹرائے لائی'
رکی وہ آکر جہاں پہ بوڑھے جوان سارے
تھے آستانہ شاہ پریام پر اکٹھے'
بنائی آواز ابن پریام پولطس کی......
ہراولی دیدباں جسے اعتماد قوت پہ اس قدر تھا'
لڑائی میں عین جا سنبھالے وہ تاڑ چوکی۔
پر یمنی ایستس کے استوپ پر جمائے نظر کھڑا تھا
جب اپنے بمگیروں اور بجروں سے آ رہے تھے بروں اخائی'
پون میں پویہ عریسہ اس بھیس میں یہ پریام سے مخاطب:۔
"بزرگ اتابک بزرگ اب بھی زمانہ امن کی طرح سے
وہی ہمیشہ سی غیر محتاط گفتگو ہے۔
مقاومت چاہیئے' مقابل کی جنگ ٹھونسی گئی یہ ہم پر'
اگرچہ میں آزما چکا ہوں یہ ہاتھ کتنے مجادلوں میں'
کسی بھی دشمن کو جنگ بازی میں مستعد یوں

کبھی نہ پایا...... بس ایک دُھن مرنے مارنے کی‘
یہ ان گنت جس قدر ہیں پتے‘ یہ ریت کے جس قدر ہیں ذرّے‘
سپاہیوں کے پرے بڑھے آرہے ہیں میداں سے شہر کی سُو......
تری طرف ہیکڑ ہے روئے سخن مرا یہ‘
تجھے کروں جس طرح ہدایت‘ اسی طرح کارروائی کرنا‘
ہمارے اس شہر میں ہوئے جمع اتحادی
جو دور نزدیک کے علاقوں سے آئے ہیں یاں۔
یہ مختلف لوگ‘ مختلف بول چال ان کی =
ہر اک جماعت کو اپنے احکام‘ گر دسب اپنے ہی کمیدان سے
ہدایت کے منتظر ہیں‘
وہی صف آرا کرے‘ وہی رہنمون ان کا محاذ پر ہو‘
لگائے پس وہ بزن کا نعرہ‘ تو اذنِ یورش انہیں وہی دے“۔
اسی سلیقہ سے ہیکڑ نے متابعت کی۔
جھٹ اس نے دیوی کے حسب منشا وہ جلسہ برخاست کر دیا تھا۔
چلے سپاہی اٹھانے ہتھیار اپنے اپنے‘
جماہیاں پھاٹکوں نے لیں چوکھٹوں پہ چوپٹ کواڑ رپٹے
گروہ انبوہ اندر انبوہ فوجیوں کے ابل پڑے تھے۔
پیادہ‘ رتھ بان گھڑسوار آرہے تھے نعرے لگا رہے تھے۔
ٹرائے کے پیش گاہ‘ میداں میں ایک ٹیلہ ہے ارتفاعی
الگ تھلگ‘ چار سو کھلا رخ‘ جسے برابر پکارتے ہیں۔
ہے دیوتاؤں کو علم یاں ایمی زن مرینی کا مقبرہ ہے۔
اسی جگہ پر ٹرُ کے ٹرو جی‘ سب اتحادی یہیں پہ ٹھہرے۔

یہیں پہ کی بہر جنگبازی قطار بندی۔
کلاں چمکدار خود پہنے' خود اپنِ پریام ہیکٹر کر رہا تھا اہل ٹرائے کی جنگ میں قیادت۔
تیار' جرار' مستعد' بے شمار دستے
بڑے مرتب' بڑے منظم بڑے مسلّح'
ہوا میں نیزے گھما رہے تھے' کماں پہ چلّے چڑھا رہے تھے

○

(۱) آئی نیس کا لشکر:۔ ائینیس تھا امیر دردَن'
وہ جاودانی' جب ایک فانی کے گرم پہلو میں آن لیٹی'
تو افرادیت کی کوکھ میں حمل اس کا انخائسس سے ٹھہرا۔
ائینیس کے تھے ہم کماندار اکامس دار خیائی لوخس
بہادر و جنگ آزمودہ پسر جہاں بین انتز کے
(۲) پنڈورس کا لشکر:۔ اہالیانِ زلایہ' ایدا کی ڈھال گھاٹی کے رہنے والے'
وہ ہر طرح خوب ساز و ساماں سے لیس آئے
یہ لوگ' پینے کے واسطے تھا جنہیں مہیا
سکوت زا' نیگون اسپس کا آب شیریں...... انہیں کماں میں
کمون کا ہونہار بیٹا پنڈورس آیا تھا لے کے' جس کو
بذات خود دیوتا اپالو نے تیر بازی کی تربیت دی۔
(۳) اورے ستاس کا لشکر:۔ عقب علاقہ اپائی سس کے اہالیانِ اورستائی'
پتائیہ اور کرائڑ بانڈ اتریہ کے'
انہیں قیادت میں لے کے اورے ستاس آیا'
جھلم کتانی میں امفیس ہم کمان اس کا......
یہ دونوں فرزند پیش بیں اس مراپس پرکوسیاس کے تھے'

کہ پیش بینوں میں سب سے ماہر، زمانہ بیں تھا،
انہیں لڑائی کی راہ پڑنے سے روکا اس نے
لڑائی، بے شک زوال جس میں ہے آدمی کا!
دھرا انہیں لیکن اس کے کہنے پہ کان، اس کا شگن نہ مانا،
کہ موت کی کال شکتیاں ان کو آگے آگے دھکیلتی تھیں!!

(۴) اسائی اس کا لشکر:۔ پھر اتحادی کہ تھے فروکش نواح پرکاٹ میں،
مضاف پراکشن میں،
قدیم اربی، ابائیدس اور سیستس میں،
امیر اُن کا اسانی اُس تھا، اسائی اس ارتکیدس، اس نے
کئے تھے گلگون صندلی آبجوئے سلیاس سے درآمد۔

(۵) ہپوتھس کا لشکر:۔ پلاجی سخت جاں بریسہ کے قلبہ زاروں سے
ہپوتھس کی کماں میں آئے
یہ ہپوتھس نوجواں پیمبر پلاس، دونوں
پسر تھے لیتھاس تو تمادس پلاجی کے،

(۶) اکامس کا لشکر:۔ اہالیانِ تھریس اہل پار آبنائے سے آئے تھے، واں،
مکین بیلے کے تیز رو پانیوں میں محصور بستیوں کے
اکامس ان کا امیر تھا ہم کمان پیروس جنگ آور۔

(۷) ایفمس کا لشکر:۔ بعید ساحل پہ رہنے والے لئے ہوئے ساتھ اپنے آیا
ککونیوں کا امیر ایفمس ترائی زینس قدس کا بیٹا

(۸/۹) پرائی نس و پراکمس کے لشکر:۔ بعید تر دوسرے دھنک دھر،
پراکمس پائنس لئے آئے ایمدن اور آکنس سے، وہ طاس جو مثل آئینہ تھا۔

(۱۰) پلائی منس کا لشکر:۔ پلائی مانس کے ساتھ بارلیش جنگ آور پھلاگنائی،

یہ آئے صحرائی خچروں کے وسیع خطہ اناتئی سے
انہی کے ماتحت کائی تو روس دممیس تھے
کنار دریائے پھرتھنس جن کی بستیاں تھیں کرومنہ میں،
تھے ان میں حضری اسائی نس کے پوندے رفعت طراز اری تھنائیہ کے۔
(۱۱) ایس ترو فوس کالشکر:۔ پس ترو فوس واوڈیس ہولزاں کے قائد،
الیب کے بھی، جہاں ہیں پورب میں دور روپا کی روپ کانیں۔
(۱۲) خرومس کالشکر:۔ مسانیوں کو لئے خرومس، طیور پرواز خواں انومس
سمیت آیا۔
مگر علائم نہ پھڑ پھڑاتے پروں کے اس کو بچا سکیں گے / ندی کی موجوں
سے، آخری وہ سیاہ موجیں،
دوندہ و باد پا اخیلس کے سخت دست اجل رسائے،
کہ غرق سیلِ اجل میں دیگر تروجیوں کے سمیت ہوگا۔
(۱۴/ ۱۳) اسکانیس: انتی فس کے لشکر:۔ فرائجی اسکانیس وفرکاس کے جلو میں
سکانتی کے دلیر آئے۔
مینیوں اور لیڈیوں کے امیر انتی فس اور میسی تھلیز...... جن کو
تلائی نیس نے جھیل گیگائی پر جنا تھا...... لئے جبل تاملس کی وادی کے لوگ آئے
(۱۵) ناستس کالشکر:۔ کرانیوں کو انہی کی بولی میں ناستس حکم دے رہا تھا۔
جوان ملتوس کے اہالی، متھاتراں، برگ بار کہسار کے موالی،
میاندراں، اور قلعہٗ میقلہ کے باشندے، تومیوں کے اصیل بچے
قیادتِ امف ماخس وناستس میں پہنچے۔
لڑائی کو ناستس چلا تھا بنا چھبیلا، پہن کے سونا
مگر یہ سونا نہ کام کچھ گاؤدی کے آیا،

نہ اس کا اندوہناک انجام روک پایا'
اخیلس آیا کدس نے اس کو بھی قعرِ دریا میں پھینک مارا' طلائی زیور
تمام اتارا۔

(۱۶) سرپ دان کا لشکر:۔ لکائی آئے نواحِ لیکی بعید گرداب خیز زنتھوس
کے قریں سے'

جری سرپ دان کی قیادت میں' اور اس کا
گلاؤکس ہم عنان سرہنگِ خاص آیا۔

○

تیسری کتاب

خانم آشفتہ خاطر کے لیے

یکیکی

○

کمان میں قائدوں کی آراستہ ہوئے جنگ کے لیے یوں ٹروجیوں کے
دبنگ توماں،
شدید گنجار، شور گوہار، ساز ہتھیار، نعرے جیکار، ٹھٹ پہ ٹھٹ مارتے
تھے ٹھاٹھیں،

فضا میں جیسے مچاتے غل، سارسوں کی ڈاریں،
پرے زمستانی آندھیوں دھندلاہٹوں سے،
بلند پر، اس تلاطم قلزمیں پہ...... لیکن
گلوگرفتہ وہ پل پڑیں، بول دیں صفایا
سجاؔن بالشتیوں کا منقار ہائے خونیں سے، منہ اندھیرے!
اخائی برعکس لیکن ان کے بڑی خموشی کے ساتھ آئے۔
دم ان کا سینہ سے مثل شمشیر گو بروں تھا،
قدم قدم سے ملائے شانہ بشانہ پہنچے......
حلف اٹھائے ہوئے تھے وہ مرنے مارنے کا!

سجان...... دلیر

کرو تصور...... کہ دھند کہرا دھکیلتی ہو پہاڑیوں پر ہوا جنوبی'
بلا گڈریوں کو نا گہانی' جوڑا کووں کو ہورات سے بھی فزوں غنیمت
بجھائی دو چار ہاتھ دے ہاتھ ہاتھ کو' دھند کہرا ایسی'
پرے نہ دے آنکھ کو دکھائی...... تنا تھا ابرِ غبار ایسا
قشون جنگاہ کو نگلتے ہوئے وہاں کر رہے تھے جس وقت پیش قدمی!
قریب آئیں صفیں ہراول کی اور آئیں قریب باہم'
تو ایک ساونت لیس اچھی طرح تروجی مقدمہ سے
بڑھا دلیرانہ' ہو طلب گاران سے پہلے مبارزت کا'
جوان رعنا' حسین بانکا، سکندرس، پوستین چیتے کی زیب قامت'
کمان آویختہ کمر پر تھی اور کولھے کے ساتھ کھانڈا'
اٹھائے ہاتھوں میں دو سنانیں' مڑھی ہوئی جن پہ جست کی تیز
ٹوپیاں تھیں۔
پھر ایک للکار' یلیکی کے لیے بڑھے کوئی ستم ارگوسیوں کا آگے۔
ادھر اجالے میں دوسری سمت سے' یہ ہیکل
بڑے بڑے ڈگ زمیں پہ بھرتا' قریب آتا' منی لیاس......
اسے وہ پہچان اک نظر میں' خوشی سے جھوما'
بڑا شکار' اس کو گرسنہ شیر کی طرح وہ دبوچ لے گا'
کہ سینگیئے مرگ یا کسی نیل گائے کو جب'
دبوچ لے' بے دریغ نوچے' ہڑپ کرے بوٹیاں' نہ چھوڑے
شکاریوں اور سگانِ تازی کی تاخت اس پر شدید بھی ہو......

منی لیاس اس طرح جھپٹ کر بڑھا، جب اس نے
سکندرس کو نظر کے آگے، قریب پایا
اسے یہ دُھن اس حرام پلّے کے صاف پرزے اڑا کے رکھ دے
لگائے ہتھیار، کیل کانٹے سے لیس پیروں وہ رتھ سے کودا۔
اُدھر صفوں سے اسے نکلتے ہوئے جو دیکھا سکندرس نے
کلیجہ دھک، دل ڈبک ڈبک وہ پلٹ گیا جھٹ حواریوں میں،
تصادمِ جان کاہ کا حوصلہ نہیں تھا
پڑے کسی سنگلاخ وادی میں پیر زہریلے سانپ پر آدمی کا جیسے
بدک کے اُچھلے، بجیں بری طرح کپکپاہٹ کے مارے گھٹنے
کھنڈے پھٹک پیلک اس کے گالوں پہ وہ پچھل پاؤں بھاگ اٹھے،
ٹروجیوں کی صفوں کو اسکندرس ہٹا یوں، سرے پہ ان کی رکا وہ جا کر،
ہوا تھا ابن اطریس اس کے لیے وہ ہیبت فزا کہ تھر تھر لرز رہا تھا
یہ بزدلی دیکھ کر اسے ہیکٹر مخاطب بصد حقارت
"ارے شگوں، واژگوں مقدر یہ دیکھ پارس
نظارۂ جرأت وشجاعت...... عظیم مجنوں!
نہ تخم ہوتا ترا، تو اٹھ جائے بن بیاہا، تجھے کوئی دیوتا اٹھائے
کہیں بھلا ہے کہ تو جئے اس طرح ہر اک کی نظر میں ہیٹا...... حقیر، نکو
اخائیوں کو بجا ہے اب زہر خند، تجھ کو جوان برنا سمجھ رہے تھے،
نظر میں بانکا جچے، نہیں ہے مگر یہ بوتہ
کسی کے تو پیٹھ ٹھونک کر ہو سکے مقابل۔

مرگ: ہرن

یہی تری کیفیت جو ہوتی، کیئے تھے ملاح مستعد جب"
طویل بیڑا لئے دساور کی آمد و رفت کو سمندر تمام پاٹا
اٹھا کے تو دُور دیس سے جبراً ایک مہوش وطن میں لایا،
بیاہتا قاعدے کی پہلے سے ......اور خاوند، جیٹھ دیور
سب اس کے مانے ہوئے سپاہی
ہمارے باپ اور اس کی اقلیم کی تباہی
خوشی ہے ان دشمنوں کی، ذلت مگر تری ہے
یہ پیش و پس کیوں منی لیاس اب مقابلے میں ہے، سامنا کر
پتہ چلے کس قدر لڑائی کا وہ دھنی ہے،
حرم میں جسکی گلاب بیوی کو تو نے ڈالا،
نہ بولے سر چڑھ کے آج جادو، نہ افرادایت کی مہربانی سپھل کرے اب
یہ خوبصورت ترے خد و خال، صاف شفاف جسم تیرا
یہ بال لہرا رہے ہیں جو...... ہائے رے زمانے
گرے گا جب تو زمیں پہ اوندھا، غیار سے یاریاں نبھانے
مگر ٹروجی ہیں بے حمیت، کبھی کا یہ کر چکے بھی ہوتے
وگرنہ ملبوس سنگریزوں کے پیرہن میں تجھے...... کبھی کا
سب ان غلط کاریوں کی پاداش میں کہ سرزد ہوئی ہیں تجھ سے!"
وجیہہ والی سکندرس یوں اسے جوابا:
"یہ ترش روئی روا نہیں آہ ہیکٹر، کر خیال تیزی
لگے کلہاڑی کے پھل کی مانند چیرتی بیچ میں سے لکڑی
کوئی گُنی بجرہ ساز بلّی کو جب تراشے،

یہ تیز اوزار سہ گنا اس کا زور کر دے
ترے بھی سینہ میں دل کا عالم اسی طرح ہے
مجھے تو زر زر د افرادایت سے ہیں ودیعت مرے محاسن'
اُنہیں کی خاطر نہ طنز کر اس طرح کے مجھ پر'
کہ دیوتا مرحمت کریں جو عظیم چیزیں' تو ان کی تحقیر ناروا ہے!
وہ دیوتاؤں کی دین ہیں' جو کسی کے چاہے نہیں ملیں گی۔
تجھے نبرد آزمائی کی مجھ سے آرزو ہے'
تو دوسرے سب اخائیوں اور ٹروجیوں کو یہ مشورہ دے'
وہ کھول دیں ساز اتاریں ہتھیار ڈھیر ان کو زمیں پہ کر دیں'
منی لیاس اور میں لڑیں بیچ میں صفوں کے'
حسین ہیلن سپارٹی زر کے واسطے ہو
فقط ہمارے ہی درمیاں دوبدو لڑائی'
جو غالب آئے اسی کو حق ہو
وہ ساتھ لے جائے گھر کو خاتون اور خزینہ'
وداع ہوں دوستوں کی مانند دوسرے سب'
قسم اٹھائیں رہو ہمیشہ سکون سے خوش ٹرائے میں تم'
سفینہ راں ہوں وہ سوئے ارگوس' سبزہ زارِ اخائیہ جو
ہے خوبرو خوبرنگ خواتین کا علاقہ......"

سنا جو یہ' جی کا بوجھ ہلکا ہوا......زبردست ہیکٹر اب
سنان لہرائے نیم بالا' چلا سپاہِ ٹرائے کے قلب میں سے رتھ ہانکتا ہوا' اور چیختا یہ
"رکو' رکو لشکر و' رکو"......ہو گئے سب آسودہ ایستادہ'

اخائیہ کے دراز گیسو سپاہیوں نے
لگائی پیکان اور غلوں کی شست‘ تانے کمان گو پھن‘
اگام امنان کی ندائے بلند گونجی: ”نہ مار کرنا!
تم اہلِ ارگوس سب ٹھہر جاؤ ہاتھ روکو
کہ مغفرِ تابدار میں ہیکٹر کے جی میں
ضرور ہے کچھ جسے وہ اعلانیہ کہے گا“
جھکی کمانیں‘ کمانداروں نے ہاتھ روکے‘ سکوت پھیلا۔
کلام فوجوں سے ہیکٹر نے بلند آواز میں کیا یوں:
”مری سنو اے ٹروجیو اور اخائیو او پچی‘ مسلح‘ مری سنو سب
سکندرس نے کیا ہے تجویز‘ جسکی باعث ہے یہ فضیتا‘
وہ چاہتا ہے کہ سب ٹروجی اخائی فوجی
اتاریں ہتھیار‘ ڈھیر ان کو زمیں پہ کر دیں‘
حسین ہیلن سپارٹی زر کے واسطے پھر
منی لیاس اور وہ لڑیں بیچ میں صفوں کے
جو غالب آئے اسے مبارک
وہ ساتھ لے جائے گھر کو خاتون اور خزینہ‘
تمام پھر پختہ عہد کر کے‘ جدا حلیفوں کی مثل ہم ہوں“۔
جیوش خاموش ہو گئے‘ رزمگاہ کے پار سے پکارا
منی لیاس نبرد مردنگ...... ”کان دھر کر مری سنو تم‘
قبول ہے یہ‘ اگر اتر جائے گہرا اسیات میرے اندر
مصالحت سے ہٹیں‘ ٹروجی اخائی پیچھے‘

شروعِ مذموم جنگ کی جو سکندرس نے،
مرے شریک اُس میں تم نے کیا کیا عذاب جھیلے،
مصیبتیں سہہ چکے بہت تم...... اجل اسے اب
یہ ساعتِ واپسیں یہاں جسکی آن پہنچی۔
مصالحت سے وداع ہو تم یہاں سے فوراً
سفید مینڈھا، سیاہ دُنبی اک ایک لاؤ
کہ ہیلی یس اور بھوم ماتا کی بھینٹ دے دیں،
زیوس کی نذر کیجئے ایک تیسرا بھی،
کروں گا یوں ختم زور پریام کا، کرے وہ
معاہدہ آپ امن کا، خود حلف اٹھائے۔
وہ اس کے بیٹے نکھد بھی، کم اعتماد بھی ہیں۔

مگر کسی شخص کی نہیں ہمیکٹر کی کہ امنِ زیوس کو پائمال کر دے
رہینِ تغییر نوجواں ہیں...... بایں سن و سال صاف بیّن
وہی ہے دیدہ ورِ پس و پیش ان کے اندر،
مفاد میں سب کے جو ہے...... یہ بات آشکارا ہے صرف اسی پر"۔
تمام دل بلیوں اچھلتے ہیں اس سخن پر،
امید اب جانبین کو ختم جنگ خانہ خراب ہو گی،
اٹھے سپاہی، صفوں کے پیچھے رتھیں دھکیلیں،
اُتار کر ڈھیر کر دیا اسلحہ زمیں پر،
گماشتے ہمیکٹر نے بھیجے نیاز کے گوسفند لائیں۔

بزرگ پریام شاہ کو بھی وہاں بلائیں۔
اگام امنان نے جہازوں کی سمت تلتی بیاس بھیجا کہ لائے بھیڑیں،
جھٹ اس نے تعمیلِ حکم کر دی۔
چلی عریسہ ریئسہ ہیلن کو دے خبر کُل معاملہ کی
بدل لیا روپ نندلو دیکیہ کا اس نے
ہر ایک بیٹی سے شاہ پریام کی یہ بیٹی حسیں زیادہ،
تھی انتر خان کے پسر ہیلکن کی زوجہ......
اسے ملی وہ زنانخانے میں ایک دوہری بنفشی شال بن رہی تھی،
صفائی سے کاڑھتی تھی اس میں
اخائی برچھیت اور تروجی ڈھلیت جستی جھلم لگائے،
جنہوں نے اس کے لیے مصائب خدیو جنگی کے ہاتھ اٹھائے،
کہا عریسہ نے پاس آکر......عزیز از جاں برون تو آ!
اخائیوں اور تروجیوں کی ہوئی ہے کایا پلٹ، ذرا وہ ملاحظہ کر،
مصاف میں اب تلک وہ مصروف خون خواری سے اس طرح تھے،
ہم ایسے تو روتے روتے ہلکان ہو چکے تھے،
شکستہ خاطر تھے جان سے ہاتھ دھو چکے تھے۔
ستیزہ کاری لہولہو کارزار میں ختم ہی نہیں تھی۔
ہزار شکر اب نہیں رہا ہے وہ خونچکاں جسم پاش منظر۔
لگائے ڈھالوں کی ٹیک ستار ہے ہیں سارے،
ہر اک نے اپنا طویل نیزہ قریب اپنے گڑو دیا ہے
نظر یہ آتا ہے صاف خونابہ بار نیزوں کی یکلخی میں

منی لیا سن و سکندرس تیرے واسطے دو بدو لڑیں گے۔
رہے گا جس آدمی کا پلہ گراں، تجھے پھر
وہی شریکِ حیات، بازی میں جیت لے گا"۔
کتھا یہ دیوی کی سن کے ہیلن کے دل میں دھیمے رسیلے پن سے
اسی کی اُمڈی اشد تمنا، دلہن بنایا تھا جس نے پہلے
تڑپ کے ماں باپ اور بابل کے دیس کی یاد کسمسائی
کمال پھرتی کے ساتھ گوٹے کرن کی پشواز زیب تن کی
اُمڈ کے آیا تو قطرۂ اشک کو نہ روکا۔
ہوئی بصد ناز حجلۂ خاص سے برآمد، نہیں بہ نفسِ نفیس تنہا،
وہ جس طرح بلکہ شاہ بیگم کو زیب دیتا۔
تھی ایک ایک اُردبیگنی ہر طرف جلو میں
یہ خوبرو ایطری، پطھیس کی دخترک وہ غزال دیدہ حسیں کلمنی۔
سبک خرام اور کبک رفتار تین روتا تیائیں سیدھی
سکائیہ پھاٹکوں پر آئیں......
مشیر امیر اور شاہ پریام واں پہ تشریف لا چکے تھے
تھمائٹس، پان تھوس، کمپس، کلائٹس، سرِ گروہ اکتاں،
مزید ہر دو بزرگ عالی دماغ اکالی گن، انترِ بھی،
وزیر وہ یہ دبیر......ان کا
اگرچہ سن سال مضمحل ہو چکا تھا بہرِ ستیزہ کاری،
ابھی تلک وہ مگر توانا تھے گفتگو میں......کمال دانا،
سکائیہ پھاٹکوں کے صدرہ نشیں پہ بیٹھے ہوئے تھے سارے

وہ اس طرح بولتے تھے کھڑ سا میں جیسے جھینگر
گھسے ہوئے پات پات پیڑوں میں ہُو لگا تار ہُو کتے ہوں
وہ بڑبڑاہٹ' وہ گنگناہٹ'
ٹروجیوں کے مسن عمائد کی برج ایسی مچان پر تھی'
نظر اٹاری پر آئی ہیلن تو زیرِ لب گفتگو بہم یہ:
''ہمیں تعجب نہ سر گرانی' اگر ٹروجی اخائی یوں لیس مدتوں تک
سہیں کڑی سختیاں لڑائی کی ایسی خاتون کی بدولت'
زمیں کی مخلوق ہی نہیں یہ۔
ہزار یہ دیکھنے میں عورت سہی' یہ دیوی ہے صاف دیوی
پر آہ' بایں ہمہ یہ جیسی بھی ہے' یہ جو ہے
اسے جہازوں پہ لوٹنے دو......
ٹلے یہ ہم سے عذاب' اپنوں میں جانے دیجے۔
ہمارے بچوں سے یہ نحوست اٹھانے دیجے''۔
بہم بزرگوں میں ہو رہا تھا مکالمہ یہ'
بلایا ہیلن کو شاہ پریام نے' کہا یوں'
''عزیز بچی یہاں پر آ بیٹھ' یاں مرے پاس تاکہ دیکھے
ترا جو سرتاج تھا کبھی' وہ جو تیرا دلدار نسبتی تھا۔
ترا نہیں دوش میں تو یہ دوش دیوتاؤں کے سر منڈھوں گا۔
شدید شامت' بلا قیامت' اخائیوں کی چڑھائی ہم پر۔
بتا مجھے آ کہ سب سے آگے وہ جثہ ور کون آدمی ہے''
قوی' تنومند' چاق و چوبند...... گرچہ دیگر دراز قد ہیں'

مگر نہ دیکھا ہو پہلے تھسہ کا برق انداز تیز ایسا'
کہ قیصری دبدبہ وہ بُشرے سے ہے ہویدا
دکھائی دے شخصیت شہانہ؟"
اُسے ستارہ جبین ہیلن جواب میں یوں:
"نظر میں ہے جس قدر ترا احترام' دل میں اسی قدر رعب بھی ہے صاحب!
مجھے گوارا کہیں اذیت کی موت ہوتی
ترے پسر سے ہوا تھا سنجوگ ہائے جس دن۔
چُھٹا مرا حجلۂ عروسی' جدا ہوئے میرے بھائی' میری
سہیلیاں بالپن کی' بختِ جگر سلینا'
اجل نہ آئی اگرچہ بپتا بہت بھری تھی'
بہت ہی بھاگوں جلی نے گو بین بھی کئے تھے......
ترا سوال اب' بھلے سے ہوں میں جواب کی اہل' آدمی وہ
اگام امنان بن اطریس ہے' جملہ ارگوسی علاقوں کا حکمراں' جو
جری سلحشور' نیک اطوار کدخدا ہے......
کسی نصیبوں جلی کے سرتاج کا برادر!
نہیں نہیں' وا ہمہ تھی وہ زندگی تو شاید"۔
بغور اسے دیکھتے ہوئے پیر مرد' کچھ سوچ کر بہ آہستگی سے بولا:
ارے اطریس کے بخت آور پسر' مقدر کے طفل' اے خوش نہاد ہستی!
تری کماں میں اخائیہ کے سپوت مامور کس قدر ہیں؟
ہوا ہے عرصہ مرا فرجیہ کے تاک زاروں کی مملکت سے گزر ہوا تھا'
فرانجی کرد میں نے دیکھے تھے واں سبک پا بوؤں پہ کتنے

اتیریس ومیگدان کے باسی‘..... پڑے تھے دریائے سنگ رو پر پڑاؤ ڈالے
مجھے بطورِ حلیف انہوں نے سپرداک مورچہ کیا تھا۔
ازامغوں نے چڑھائی کی تھی‘
وہ عورتیں تیغ کی جواں مرد جودھنی ہیں‘
مگر وہ لشکر تو اس کے پاسنگ بھی نہیں تھا‘
اخائیہ کی سپہ یہ افرادِ تیز بیں کی!“
بغور دیکھا“ اڈیسیس پر نظر پڑی تو ہوا وہ مردِ بزرگ گویا:
”مجھے بتا اے عزیز بچی بھلے سے سالار کون ہے وہ؟
کہ اس سے بالشت بھر ہے اب اطریس اونچا
مگر ہے اس آدمی کا سینہ کہیں نشیبی‘ کہیں زیادہ فراخ شانے۔
زمین پر ہے سلاح اس کا‘ مگر وہ پھر بھی رواں دواں ہے
سپاہیوں میں فراز و پست ایک آ گوا بھیڑ کی طرح یوں
کہ میں اسے گوسفند جانوں ...... گھنی گھنی پشم اور فربہ
رکھے جو بھیڑوں کا نقرئی ریوڑ ایک سیدھی قطار چالو......“
اسے بیا پانچ حسین جنت نژاد ہیلن:
”وہ لارتس کا سپوت گن وان اڈیسیس ہے
اگرچہ چٹیل چٹان ٹاپوا تھا کہ میں وہ پلا بڑھا تھا
اسے مہارت بلا کی لیکن
لڑائی میں نقل وحرکت اور داؤ پیچ کی ہے“۔
تو بیچ میں بول اٹھا خردمند انتریوں:
”کہی ہے برجستہ خانمِ من‘ بہت زمانے کی بات ہے یہ:

بہت زمانہ ہوا کہ آیا تھا یاں معزز اڈیسیس ' اور منی لیاس اس کا ہمسفر تھا '
کچھ آپ کے مسئلہ میں گفت وشنید کرنے
رہے تھے مہماں مرے ہماری چھنی تھی گاڑھی '
کھلے تھے جوہر چلا تھا کردار کا پتہ تب '
شریکِ اجلاس وہ ہوا ہم ٹروجیوں میں۔
فراخ سینہ منی لیاس ' اس سے کچھ نکلتا ہوا وہ قد میں
مگر عجب طمطراق سے واں اڈیسیس نے جگہ سنبھالی۔
ہر ایک اٹھا ہمارے آگے بیان کرنے
بڑی وضاحت کے ساتھ جب نقطہ نظر ' کو دلیل دیئے '
منی لیاس ایک کھرے لہجے میں چند ہی لفظ کہہ سکا تھا '
مگر کھرے وہ...... ادق نہ مغلق......
بلاشک ان دو میں خورد تھا وہ
تب اپنی باری پہ وہ مہا جودھ کا راٹھا '
کھڑا ہوا یوں ' زمین پہ تک لگا رکھی تھی۔
عصا کو آگے ذرا نہ جنبش ادھر ادھر دی '
عصا اٹھائے ' ہمیں تو الھڑ لگا ' بڑا ہی اکل کھرا وہ '
کہو نرا گاؤدی کوئی جس کے سر میں بھوسا بھرا ہوا ہو۔
مگر نکالی دبنگ آواز اپنے سینہ سے اس نے جونہی
تو اس کے الفاظ یوں ریٹ کر ہوا پہ دوڑے
دبیز اور تیز برف کی پھوئیاں زمستان رُت میں جیسے۔
اڈیسیس کا کوئی بھی آتش بیان مقرر حریف کیا خاکیوں میں ہوتا

نظر پھر اس کی ہمیں نہ حیرت فزا رہی تھی"۔
وہ پیر مرد اب نگاہ اک تیسرے مسمّیٰ ایاس پر ڈال کر یہ بولا:
"وہ دوسرا فرد کون ہے واں گراں ڈیل اور ڈول کا اس قدر گٹھیلا
سپاہِ ارگوس میں نمایاں ہے کاٹھ قد کا"
دراز لہنگے، کلابتوں پیرہن میں ملبوس ہیلنِ سر وقد جوابا:۔
"ایاس وہ جانباز شہزور ہے، جسے تم
اخائیوں کے لیے گراں سدِ بحر جانو...... مقابل اس کے
کریٹیوں میں، ادومنی اس حواریوں کے حصار میں ہے۔
منی لیاس...... ایک لاڈلا جنگ دیوتا کا...... سپارٹا میں
ہمارے گھر پر کبھی بلا بھیجتا تھا اس کو،
وہ کر کے ترک وطن ادھر جب کریٹ سے، پار آ گیا تھا۔
تمام اخائی مجھے نظر آ رہے ہیں پہچانتی جنہیں ہوں،
ترے لئے میں ہر ایک کا نام بھی گناؤں،
مگر وہ دو جو نظر نہیں آ رہے ہیں مجھ کو
رئیس کستور شہسوار اور مکہ بازی میں فرد پولی دیوکس...... دونوں
وہ بیر میرے مرے وہ ماں جائے...... کیا نہیں تھے
چلا تھا لیکو دمان سے جب جہاز بیڑا
کہ وہ الگ لمبی ڈونگیاں لائے کھے کر اپنی
یہاں پہ لیکن لڑائی سے وہ کٹے کٹے ہیں،
نہیں انہیں تاب میرے بارے میں سن سکیں جو
کھلے ہیں منہ، سیٹھنے کھلے عام ہو رہے ہیں"۔

یہاں پہ ہیلن کو تھا اچنبھا' وہاں پہ لیکو دماں ہی میں
پڑے تھے ساکت برادر اس کے اجل رسیدہ
پڑوس میں مورثوں کے انفاس بخش دھرتی کے بازوؤں میں
نیاز کے جانور لیے بام وکوے چاؤش آ چکے تھے
شراب اٹھائے کہ دل کو گرمائے تاک زاروں کا خاص تحفہ
شراب لبریز ایک چھاگل چھلک رہی تھی
لئے ہوئے مغبچہ اوائس' سبو بلوری' طلائی فنجاں
مسن جہاندار کے قریب آن کر پکارا:
''لاؤمداں کے جلیل فرزند کیجئے زحمت''۔
سپاہ سالار دونوں تومان کے...... اخائی
سلاحِ جستی میں' اور ٹروجی پٹیل پایک یہ ملتجی ہیں
مخالفے کی نیاز منت وسیع میداں میں آپ کے روبرو دادا ہوں۔
منی لیاس وسکندرس...... جنگ دیوتا کے عزیز دونوں......
برائے خانم بہم ستیز آزما مصافی سناں سے ہوں گے'
شجاع جو فتح مند ہوگا...... اسی کے پھر خانم وخزینہ
زروئے عہد مسلمہ بعد ازاں دگر سب
رہیں گے معمورۂ ٹرائے میں امن سے ہم
وہ جبکہ ارگوس' مرغزاروں پہ لوٹ جائیں'
اخائیہ کو...... وہ پدمنی ناریوں کی بھومی......''
پیامبر کے پیام سے زال شاہ کو سر سے پیر تک جھرجھری سی آئی'
یہ حکم اس نے دیا لگائیں کمیت جوڑی'

وہ جھٹ بجالائے حکم اس کا۔
سوار بگھی میں ہو کے باگیں کبیر پریام نے سنبھالیں،
لگائی ٹیک اس نے، راس ڈھیلی مگر نہ چھوڑی
لیانہ بیٹھ اس کے انتر جب تلک برابر۔
سکائیہ پھاٹکوں سے پھر وہ ہوئے روانہ،
لیے وہ میداں کا ٹھیک رخ، عین حد پہ جا کر عنان کھینچی
زمیں پہ کودے، کبھی چراگاہ جو رہی تھی مویشیوں کی۔
اخائیوں اور ٹروجیوں کے قشون میں، درمیان پہنچے۔
اگام امنان اور گن وان اڈیسیس اُٹھ کھڑے ہوئے جھٹ۔
مصاحبانِ معزز آئے لئے ہوئے منتوں کی بھیڑیں
شراب کے ساتگیں بنائے، دھلائے ہاتھ ان اتابکوں کے
نیام سے، تیغ کے برابر چھرا، کہ پہلو میں تھا معلّق
اگام امنان بن اطریس نے، تب نکالا
بھنوؤں سے منّت کے دنبے دنبی کی پشم اس نے تراش ڈالی،
یہ بانٹ دی چاوشوں نے دونوں کے نائیکوں میں،
پھر اس نے سوئے فلک کشادہ اٹھائے بازو
دعا یہ مانگی تمام کے واسطے: پدر'' اے زیوس ایدا
کے بکر ماجیت اجیت عالی جلیل، سب سے!
ہر ایک شے جس پر آشکارا ہے، اے ہلی لیس!
تمام مسموع جو ہیں افراز آبجو، اریسیا بھوم، اے زمیں دوزتیج ونتو!!
حلف شکن اہلِ مرگ پر قہر ڈھانے والو،

گواہ رہنا تمام رکھنا سلامت اب جو حلف اٹھائیں'
منی لیا س جری کو بالفعل مارڈالے سکندرس' تو
رہے گی ہیلن اسی کے قبضہ میں' سارا سونا اسی کا ہوگا۔
ہم اپنی مضبوط زورقوں میں وطن چلے جائیں گے پلٹ کر۔
مگر ہوا جو سکندرس قتل' تب ٹروجی
ہمیں حوالے کریں گے ہیلن' زرو جواہر سمیت' باقاعدہ ادا بھی
خراج وہ ماسوا کریں گے۔ کہ ان کے ذمے
یہ اب بھی ارگوسیوں کو واجب رہے گا دینا'
یہ وارثوں کو ہمارے تجدید سے ملے گا۔
سکندرس قتل ہو چکے اور منحرف اس معاملے سے
ہوا جو پریام یا کوئی سا پسر بھی اس کا
مسلط ان پر برائے تاوان' جنگ خونیں کروں گا ایسی
نہ ہاتھ اٹھاؤں گا' کوڑی کوڑی نہ جب تک ان سے وصول کرلوں۔
پھر اس نے حلقوم پر رکھی باڑھ چاقوئے جست کی' دبا کر
چلائی تو گوسفند تڑپے'
زمین پر زندگی تڑپنے لگی تھی' رِس کر
وہ ہوگئی ختم اس کی جست فساں شدہ پر۔
سبرنی ساغروں میں میناؤں سے انڈھیلی گئیں شرابیں
چڑھائی نیتاؤں نے نیازیں' پھر اپنی اپنی مراد مانگی'
خلوص اور صدق سے امر دیوتاؤں سے التجاء دعا کی۔

سبرنی......سوبرنی' سنہری

اخائیوں اور ٹروجیوں کا یہی مناجات کا قرینہ:
"زیوس اے صاحب مجال وجلال، اونچے امر خداؤ!
پھرے جو شامت زدہ فریق اس معاہدے سے
شراب کی ان چکیدہ بوندوں کی طرح اس کا
دماغ خاکِ زمیں پہ ٹپکے...... غلام لونڈی بنیں سب اہل وعیال اس کے"۔
دعائیہ یہ...... زیوس کو لیکن ان کی منّت سے کیا غرض تھی!
تب ان سے پریام دردن ایسے ہوا مخاطب:
"ٹروجیو اور اخائیو...... او مری بھی تم ایک بات سن لو
نہیں مجھے تاب میں نظارا کروں پسر کی لڑائی کا پھر منی لیاس ایسے آدمی سے
جسے ہے رن دیوتا کی تائید بھی میسر۔
زیوس کو بے گمان انجام کی خبر ہے...... یہ علم ہے جاودانیوں کو
یہاں پہ برحق اجل کی آخر رسائی دونوں میں کس تلک ہے"۔
دھڑ اس نے پھر بھیڑ اور مینڈھے کے رتھ میں دھروائے سامنے...... خود
ہوا شہانہ سوار، گھوڑوں کی باگ تھامی
سوار بگھی میں تا کہ ہمراہ منتری انتر بھی ہو لے
پلٹ گئے گھوم کر الی یون کی طرف پھر۔
اڈیسیس اور راجپت ہیکٹر اکٹھے
مبارزت گاہ میں بڑھے، دو شگون پاسے
انہوں نے کانسی کے خود میں ڈال کر ہلائے
کہ یہ نکالیں چلائے ہتھیار کون پہلے......
سپاہیوں نے فلک کو اس وقت ہاتھ اٹھائے

یہ التجا کی اخائیوں اور ٹروجیوں نے ......
''زیوس آقا، تمام ایدا پہ راج تیرا،
تباہ وہ ہو سبب سے جس کے یہ ابتلا جانبین پر ہے۔
معاملہ صاف یہ ہمارا...... سدا رہیں گے سلامتی کے رفیق سچے''۔
دعا میں مصروف یہ...... زبردست ہیکٹر واں
چمکتے مغفر میں، اپنی آنکھیں ہٹائے، پاسے بلور ہا تھا۔
لڑھک کے پارس کا نام جھٹ سے برون نکلا۔
اب اپنی اپنی صفوں میں سب بارگیر جتھے سمٹ کے بیٹھے
براق ہتھیار ساز گھوڑے رتھیں ہٹا کے
لڑائی کی آ گئی گھڑی جب...... حسین ہیلن کے شیفتہ، شاہ پور والی سکندرس نے
لگائے ہتھیار جسم پر، عضو عضو پر اسلحہ سجایا،
چڑھائے سیمین خول ٹخنوں پہ، پنڈلیوں کے حساب سے ساق پوش پہنے،
چہار آئینہ اپنے بھائی لکاں کا سینہ پہ سخت باندھا کہ بچ گیا تھا۔
جڑاؤ چاندی کی قبضہ وار اک حسام جستی
فراخ کاندھے پہ کس کے لٹکائی پرتلے سے،
دبیز بدھی سپر کی، پھر اس پہ ڈال لی تہ بہ تہ سپر وہ،
دم اسپہ طرّے کا سر پہ کنٹوپ پھر جمایا،
دھرا ہوا سور بیر ماتھے یہ ایک چیغہ دراز، کھیئے
درشت مانند کفچہ موج بحر لرزاں
جما کے ہتھی اٹھایا آخر میں اس نے مضبوط ٹھوس نیزہ۔
منی لیاس اسلحہ اسی طرح زیب تن واں پہ کر چکا تھا۔

وہ کیل کانٹے سے لیس دونوں بڑھے صفوں سے
نگاہ اک دوسرے پہ سیدھی ٹکی ہوئی تھی'
وسیع میداں کے بیچ میں وہ پہنچ گئے یوں......
شدید ہیجان' اضطراب اس قدر زیادہ
ہر اک پہ طاری تھا جو کھڑے دیکھتے تھے ان کو......
ٹرائے کے خواہ تھے وہ چابک سوار یا تھے
اخائی بکتر چڑھائے ٹانگوں پہ...... یلیکی کی جگہ پر آکر
رکے مبارز' غضب میں لہرائیں جب سنانیں'
سکندرس نے لڑائی کی بے درنگ آغاز' اور پھینکا
طویل سایہ فشاں نیزہ
تڑاق جو گول ڈھال پر جا لگا جیالے اطریسی کی'
مگر نہ کانسی نے کھائی جنبش
لگی تھی جستی انی ذرا سخت اسلحہ پر تو مڑ گئی وہ......
اب آئی تھی دوسرے کی باری
بلند کی تاؤ کھا کر اس نے سنان کانسی کی شام تھوپی
منی لیا اس ابن میر اطریس زیوس آقا سے ملتجی اس طرح ہوا اب:
''زیوس اے برفراز' کر سرفراز مجھ کو'
زیادتی کی ہے جس ستمگر نے مجھ پہ اوّل' چکاؤں بدلہ
زبون ہو' خاک میں ملے میرے ہاتھ سے وہ ذلیل ہو کر'
کہ لوگ پیدا ہوں جو یہاں بعد میں ہمارے
کرے نہ کوئی دغا کبھی اپنے میزباں سے

بڑی محبت سے جو پذیرائی کر چکا ہو"۔
یہ کہہ کے اس نے لیا نشانہ،
دراز سایہ فشان نیزہ، سنبھل کے مارا
لگا مدور سپر پہ دشمن کی جو تڑاق اور پار گذرا
بلا کی تیزی کے ساتھ شفاف جام میں سے
گھنی بنی چنٹوں کے جوشن میں بیچ سے چھید کر گیا پھر
بغل میں گھس کر عبا کو چیرا...... اُلجھ کے لیکن اٹک گیا واں،
بچا کے پارس نے داؤ، آئی اجل کو ٹالا
منی لیاس اب دراز تیغِ صفا کو کھینچے، بڑھا، اٹھائی
گھمائی لہرائی اور دی زور سے منڈاہا کے اُبھرے اوٹہ پہ، اور دیکھا
پلٹ کے تو ریزہ ریزہ اس کا شکستہ تیغہ بکھر گیا تھا
یہ چھوٹ کر آرہا زمیں پر...... فلک کی جانب نظر اٹھا کر
تب اس نے فریاد کی: "زیوس اے تمام ارباب کے اتابک
ستم ظریفی میں کوئی تجھ سے بڑا نہیں ہے
کوئی ستمگر امیدوار آدمی کے حق میں،
خیال کیسا مجھے ہوا تھا کہ میرے ہاتھوں
کیے کی اپنے سکندرس کو سزا ملے گی؛
بدی کا بھگتے گا ایسے خمیازہ لامحالہ،
گرفت سے وائے رائیگاں نیزہ چھٹ گیا ہے،
وہ بچ گیا ہے...... شکستہ تلوار میرے ہاتھوں میں رہ گئی ہے"۔

منڈاہا...... خود   اوٹہ...... چھجا

یہ کہہ کر اس نے معاً کیا زوردار حملہ
دم اسپہ چیغہ جھپٹ کے پکڑا، عدو کو جکڑا۔
گھسیٹ کر لے چلا اخائی صفوں کی جانب،
بھنبھوڑتا تھا، وہ اس کی ٹھوڑی کے پاس بدھی مروڑتا تھا،
دبا کے سختی سے ٹینٹوے کو جھنجھوڑتا تھا،
نہ چھوڑتا تھا سر اس کا رستہ کے پتھروں پر وہ مار کر ایسے پھوڑتا تھا،
لگے کہ اس کے بدن سے بس اس کا رشتۂ جاں ہی توڑتا تھا۔
مگر وہ گھٹ کر مرا نہیں، آڑے آیا مضبوط چرم تسمہ
گھسیٹتا، کھینچتا لیے راستہ پہ یونہی
منی لیاس ایسے فخر کے ساتھ اسے بنا کر اسیر جنگی
صفوں تک اپنی پہنچ چکا تھا،
جو اس وقوعہ کو دیکھ لیتی نہ چشم روشن سے افرادایت۔
جھٹ اس نے تسمہ نری کا اک دستہ ور کلہاڑی سے کاٹ ڈالا۔
شجاع کے ہاتھ میں نرا خود رہ گیا تھا،
گھما کے سر پر جسے اب اس نے اخائیوں کی صفوں کو پھینکا،
لیا اسے واں دبوچ اس کے سپاہیوں نے۔
تنا وہ پھر تاؤ میں کہ اس آدمی کو مارے،
لیا نشانہ سنان کا، تاکہ موت کے گھاٹ یوں اتارے۔
مگر نہ وار اس کا چل سکا اب کہ افرادایت۔
خدیو عرشی کا اک کرشمہ...... سکندرس کو
اڑا کے میداں سے لے گئی، دھند میں لپیٹا...... اُس آدمی نے

دراز پایا معطر ایواں کدے میں خود کو۔
بلا نے ہیلن کو پھر وہاں پر پون جھکولوں سے تیز لپکی،
ٹرائے کی عورتوں کے جھمگٹ میں، تیر بندی پہ مل گئی وہ،
خسے بسے پیرہن کی چنٹ کلی کو آہستگی سے کھینچا،
کتون کنیا لگی اسے اپنے دیس لیکو دمان والی،
ملائم اون اس کے واسطے کاتتی تھی واں جو
اسی لئے تھی بڑی چہیتی،
پس افرادایت اسے یہ بہروپ بھر کے بولی:
سکندرس نے تمہیں بلایا ہے گھر چلو میرے ساتھ آؤ،
تمہارے حُجلے میں پیل دانتی پلنگ پر وہ
کئے ہوئے فاخرہ قبا زیب تن ہے یوں محوِ استراحت
سجل سجیلا، گماں بھی کر سکو نہیں تم
کہ وہ پلٹ کر ابھی ابھی کارزار خونیں سے آرہا ہے۔
یہی کہو بہر رقص تشریف لے چلا ہے،
کہ اس گھڑی تک وہ رقص فرما رہا ہے، اور اب
یہ شغل کر کے، دراز، آرام کر رہا ہے"۔
اک ایسی تصویرِ دلربا اس نے کھینچ دی تھی،
حسین ہیلن کے سینہ میں دل، بزورِ بے اختیار دھڑکا۔
مگر ذکی حس سے اس نے دیوی کے خوبصورت
گلے کی، بہروپ میں بھی پہچان صاف کر لی،

تیر بندی۔ فصیل...... خسے بسے۔ خس کے عطر میں بسا...... کتون کنیا۔ سوت کاتنے والی لڑکی

گداز سینہ بھی، چاہ میں جس کی آہ نکلے،
پھر اس کی حیرت کو نام لے کر اسے کہا یوں:
''اری امر باؤلی'' یہ کوتک ہے کیا کہ یوں ورغلا رہی ہے''
کہیں مجھے اور پار پورب میں بھیجنا ہے،
حصار بند اس فراخی شہر کو کہ آگے میونئی میں
جہاں ترا اور یار دھگڑا کوئی انہی بے بقاؤں میں ہے؟
یہ سوانگ تیرا، ترا یہ ناٹک اسی لئے ہے
کہ خوب درگت بنی ہے اس کی، منی لیاس، اس جری کے ہاتھوں،
ہزار ابھاگن سہی مگر ساتھ دیس لے جائیگا مجھے وہ،
تری یہ چترائی یہ چتر ان کو جانتی ہوں،
یہاں پہ تو نوج آئی کیوں ہے؟
سکندرس کی بغل میں جا آپ لیٹ جا کر
سورگ میں دیوتاؤں کی یہ منوریں رہگذار تج دے،
نہ تو المپس کے آس پاس اب قدم کبھی دھر،
جلائے اس کے لیے دل اپنا کوئی الفتہ،
وہ بیسوا خیر اس کی مانگے۔
رچائے تجھ ہی سے بیاہ منڈوا، وہ گھر میں ڈالے بنا کے لونڈی
نہیں نہیں اس کے پاس ہرگز نہ جاؤں گی میں،
بڑی ہی بے غیرتی ہے اس کی چھپر کھٹ آنند اگر کروں اب۔
ٹرائے کی عورتیں نہ کیا کیا فضول باتیں مجھے کریں گی،
وہ نام کیا کیا نہیں دھریں گی،

کہ مجھ کو سہنے کے واسطے جیسے اور پہلے عذاب کم ہوں
دکھا رہی ہے کہ دیکھنے کو یہ درد انگیز خواب کم ہوں!"
جواب دیوی کا تب اسے یوں تحکمانہ:
"روا نہیں ہے تجھے ادھک تریا ہٹ مجھے دِق نہ کر زیادہ
امان تجھ کو کہیں نہ پھر مجھ سے مل سکے گی۔
یہ اب ہے عش عش، کروں گی تجھ پر تھڑی تھڑی یوں"
کہ سب ترو جی دنان کے دل نظر میں بھر دوں
تری طرف سے حقارت افزوں،
حقیر ہو جائے ذات تیری، خراب خستہ حیات تیری
یہ کر لیا گر کبھی ارادہ...... اری زنِ بے وقوف و سادہ!"
سہم گئی سن کر اب یہ حورِ بہشت ہیلن،
لپٹ کر اپنے کلابتوں پیرہن میں چپ چاپ ساتھ ہو لی،
لئے اسے ساتھ عورتوں کی نظر سے اوجھل
خوش افرادایت وہاں سے چل دی۔
سکندرس کی محلسرا میں جب آئی ہیلن
تو باندیاں، نوکرانیاں، داسیاں، اصیلیں
تیار مشاطگی کو آئیں، کیا بناؤ سنگھار ایسا
پرودیئے بال بال موتی...... گل و سمن پور پور بیندھے۔
سبک قدم ہیلن آئی خلوت کدہ میں...... بڑھ کر
جھٹ افرادایت...... جو مسکراتی ہوئی محبت پہ مسکرائے......
اٹھائے لائی سکھ آسن اور سامنے سجایا سکندرس کے،

زیوس...... مافوق صاحب ابر و رعد...... کی دختر ستارہ جمال ہیلن
جھکائے آنکھیں وہاں براجی۔
تپاک کے ساتھ پہلے صاحب سلامت' اکھڑ پنے سے پھر یوں:
فرار میدانِ جنگ سے آئے گھر کے بدّھو
پلٹ کے گھر کو...... بخیر' لیکن وہیں نہ قربان جان کیوں کی؟
وہیں نہ کیوں قتل ہو گئے اس دبنگ بانکے کے ہاتھ سے تم'
کبھی جو سرتاج تھا ہمارا'
تمہیں سدا تھا بہادری کا گھمنڈ' ناز اپنی برتری کا'
یہ ہاتھ مشاق اور پیک اجل تمہارے سنان' جمدھر
مقابلے کو اسے دلیری کے ساتھ للکار کیوں نہیں دی؟
کبھی نہیں' میں پناہ مانگوں اگر تمہاری بجائے میں ہوں'
کرو نہیں بھول کر کبھی قصد جنگبازی'
بنو نہ احمق' وہ سر پھرا جنگباز ہے' جنگجو جنونی'
کہیں وہ تلوار پر نہ دھر لے...... پروئے نیزے میں' خون پی جائے دیو خونی......''
ملائمت سے جواب میں پارس اس طرح: ''جانِ من نہیں ہو
درشت یوں میرے ساتھ'' یہ دلخراش طرزِ سخن ستم ہے۔
بجا' کہ اس مرتبہ برومند وہ رہا...... اور اسے تھنہ بھی'
مگر یہ ممکن ہے بعد میں جیت ہو مری...... دیوتا ہماری طرف بھی ہوں گے!
نہ چاہیے تو تکرار باہم' یہ وقت عیش و نشاط کا ہے'
شباب کو سیج پر سجائیں' اسے محبت سے سینچئے اب'
طلب میں میرے بدن کا عالم نہ یہ کبھی تھا'

نہیں یہ اس وقت بھی تمہیں جب
تمہارے شاداب ملک لیکو دمان سے ہم
سوار کر کے بڑے جہازوں پہ چل پڑے تھے"
شروع میں بحرراں ہوئے تھے...... نہ اس طرح کی طلب ہوئی تھی
جزیرۂ کرنئ میں؛ جس جا سہاگ ایسی
تری؛ مرے ساتھ وصل کی پہلی رات گذری۔
تری طلب موج موج خوں میں سلگ رہی ہے؛
چل آمری گود میں بہت دیر الگ رہی ہے"
لئے ہوئے ساتھ اسے شبستان میں گیا وہ؛
پلنگِ عاجی پہ جی کے ارمان خوب نکلے۔
منی لیاس اس طرف ژیاں شیر کی طرح رن میں گھومتا تھا۔
نکل گیا ہاتھ میں جو آکر
دوبارہ اس دیوتا منش کو شکار کر لے۔
نہ اتحادی؛ نہ سب ٹروجی......
اسے نہ لائے؛ نہ لا سکے وہ؛ "منی لیاس اطرسی کے آگے"
یہ شخص جو جنگ دیوتا کا حلیف تھا؛ سخت گیر ساتھی......
اگرچہ ان میں کسی کو بوتہ نہ حوصلہ تھا
پناہ دے یا اسے چھپا لے؛ کسی قدر بھی ہو خواہ وہ خیر خواہ اسکا۔
ہر اک کو وحشت تھی؛ وہ تو گویا اجل کا پروانہ بن گیا تھا۔
اگام امناں شہِ عساکر سر عساکر ہوا مخاطب:
"سنو؛ توجہ مری طرف ہو؛ ٹروجیو؛ اتحادیو؛ دردنی قبیلو!

بلاشک اس جامنی لباس آبرو سے فیروز مند نکلا'
کرو ہمارے سپردار گوسی حسینہ' ہماری ہیلن'
ہمیں حوالے کرو خزینہ خراج بھی ماسوا کرو پیش' جو ہمیشہ
اسی طرح تم ہمارے آیندہ وارثوں کو ادا کرو گے......''
یہ فیصلہ جب اگام امنان بن اطریس سنا چکا......تو
بلند نعرہ لگا کے' پُر زور' متفقہ اخائیوں نے
کیا وہیں صاد' اور تائید کی مکمل۔

چوتھی کتاب

○

تیر جب ایک کماں سے نکلا

○

تھے مسندِ زرق برق پر دیوتا نشستہ
زیوس کے پاس بزم آرا...... بڑے تلطف سے بیب لایا
بڑے تکلف سے پیش نکتار انہیں کیا...... وہ
یہ سوم رس پی رہے تھے زرّین ساغروں میں،
نگاہ نیچے حصار الی یون پر لگی تھی
خراب نیت سے تا کہ ہیرا کی اور شوریدگی فزوں ہو،
بڑھے سر آشفتگی، اسے بیشتر جنوں ہو"
کٹیلے لہجے میں گفتگو یوں زیوس نے کی:
"منی لیاس اطرسی کی ہیں سر پرست کہنے کو دیویاں دو......
ہے ایتھنہ بوتیہ کی، ارگوس کی بہت خیر خواہ ہیرا،
پڑی ہوئی لیکن اس جگہ پر وہ دور آرام کر رہی ہیں،
انہیں یہی شوق ہے تماشا کیا کریں وہ۔
اک افرادایت ہے، کھلتی آنکھوں کی، کھلکھلاتے لبوں کی رسیا،
لگی چہیتے کے ساتھ اسے ہر بلا سے محفوظ کر رہی ہے،

ہر ایک خطرے کو سر سے بروقت ٹالتی ہے'

ہمارے بھانویں تو مر چکا تھا' وہ لے گئی صاف اسے بچا کر

ارلیس کا ہاتھ جس کے سر پر ہے' یکیکی میں

منی لیاس اس حریف کو ختم کر چکا تھا...... لیا تھا میدان مار اس نے۔

ہمیں ہے درکار غور آخر تمام ہو کس طرح یہ قضیہ'

لڑائی کا مسترادادھم مچائیں' غارت گری بڑھائیں'

کہ باہم امن وامان کی داغ بیل ڈالیں' ' سلامتی کا پیام لائیں'

تمہیں اگر موجب مسرت ہو یہ نظارا'

دیارِ پریام کے حسیں رات دن گوارا'

تو مابدولت کریں یہ چارا''

منی لیاس اب سدھار جائے لیے شکارا''

وطن کو' ہمراہِ ہیلن ارگوسیٔ...... دلآرا......''

سنی یہ ہیرا وا۔تھنہ نے جب اس کی تجویز...... تلملائیں'

کڑھیں' جلے بول بڑبڑائیں'...... سما گیا دل میں ایک سودا'

ملیں' وہ سر جوڑ کر کہیں بیٹھ جائیں' سوچیں

کریں خرابی کا کوئی ساماں ٹرائے والوں کے واسطے اب۔

ہلاکت انگیز تازہ فتنہ کھڑا کریں کچھ'

خموش تھی ا۔تھنہ' نہ کھولی زبان اس نے'

پدر سے' غصہ کی لہر' گو دل میں تیز دوڑی۔

مگر نہ ہیرا لگا سکی بند تند جذبات پر' وہ بولی:

''حضور پُر نور' فحوائے کلام یہ کیا'

گئی اکارت مری مشقت' لہو پسینہ تمام' بے فائدہ بہایا۔
مری ہدایت صبا صفت گھڑسوار دل کو یہی رہے گی'
نڈھال پریام کو کریں اور اس کے بیٹوں سے سخت نمٹیں۔
عمل بصد صدق کوئی کرلو'
قبولیت کی سند مکمل مگر نہیں وہ!''
دھکیلتا ہے فلک کے اوپر جو بادلوں کو زیوس آقا'
بہت ہوا دل میں جز بز اس پر...... جواب میں برملا کہا پھر:
''عجیب ہے تو عجیب' بتلا
دیا ہے پریام اور پریام کے سپوتوں نے دکھ تجھے کیا'
ہوئی ہے درپے' پڑی ہے یوں ہاتھ دھو کے پیچھے'
تری تمنا ہے خوبصورت حصار الی یون کا کھنڈر رہو'
فصیل' ایوان' کاخ' مینار' باب' در ڈھیر راکھ کے ہوں'
تجھے ہڑک اٹھ رہی ہے پریام اور اس کے تمام بیٹوں کا خون پی لے
ہڑپ کرے سب ٹروجیوں کو' نگل لے سب اتحادیوں کو'
چبائے کچا' ہر اک کہ و مہ کو روند ڈالے'
غضب ترا اس طرح فرو ہو۔
سمائی ہے تیرے جی میں جو' خیر کر گذر تو'
کہ باہم اس مسئلہ پہ آویزش اپنے مابین، خوش نہیں ہے۔
خلش رہے دل میں کیوں ذرا بھی تنازعہ کی،
تجھے بتاؤں یہ بات تاہم، خیال رکھنا،
جنون میں جب بدل گئی آرزو مری بار پر تو میں بھی

بجاؤں گا کوئی سی بھی بستی کی اینٹ سے اینٹ، جس کے باشی
بہت زیادہ ترے چہیتے ہوں، من چڑھے ہوں،
تجھے ہے تنبیہہ، پھر خبر دار میرے غیظ و غضب کے آڑے کبھی نہ آنا۔
رہیں مرے ہاتھ ایسے آزاد، جس طرح میں
یہاں پہ اب کر رہا ہوں آزاد ہاتھ تیرے۔
اگر رضا مند ہوں، تری بات مان لی ہے
یہ جان دل پر دھرا ہے پتھر،
مجھے دیاروں، تمام شہروں میں زیرِ خورشید، جن میں اہلِ زمیں بسے ہیں،
اس آسمانِ نجوم آرا کی چھت کے نیچے،
پسند خاطر یہی الی یون بہتریں ہے۔ بہت زیادہ قریب دل کے۔
مہارتی نیزہ باز پریام ہے جیالے سپوت اس کے۔۔
چڑھے ٹرائے میں میری قربان گاہ پر کم نہیں چڑھاوے،
لنڈھی نہ خست ہی سے شرابیں، نہ دھونیاں دی گئیں بچت سے،
کفائتیں کی نہیں ہیں جو منّتیں امر دیوتاؤں کی ہیں......"
جواب میں تب اسے یہ بادام چشم ہیرا،
"مجھے بھی ہیں تین خوبصورت دیار اچھے،
سپارٹا ہے' کشادہ آری گئی ہے، ارگوس ہے، تجھے گر
کوئی بھی ان میں سے بار گزرے تو شوق سے پائمال کرنا۔
مزاحم آؤں گی میں نہ اس فعل کی مذمت کبھی کروں گی۔
یہ سعی میں کر سکوں گی کیوں کر؟
کروں اگر منع، دوں نہیں میں تجھے اجازت،

موثر و کارگر نہ ہوگا...... کہ میری قوت سے تیری قوت فزودتر ہے۔
اگر مری سعی کا نتیجہ بھی کوئی نکلے،
کہ میں بھی تیری طرح امر ہوں، تری مری جنس مشترک ہے،
ہمارے عیار عقل والد امر کرونوس نے مجھے بھی جنم دیا تھا،
بفیض پیدائش اس طرح ہوں بلند رتبہ،
یہ حیثیت بھی ہے، مان لو، میں تری حرم ہوں،
حقیقتاً بادشاہ تو ہی مگر امر دیوتاؤں کا ہے،
چلو کہ ہم اس معاملہ میں بہمد گر راہ دیں، طرح دیں،
کروں گی تسلیم میں تجھے اور تو مجھے کر،
خدیو ارباب پیروی خود بخود کریں گے۔
بعجلت اب ایتھنہ کو نیچے روانہ فرما،
جتن کرے وہ کہ غل غپاڑے میں لشکروں کے
مخالفہ جو بہم ہوا امن عارضی کا،
تو اوّل اس کی خلاف ورزی کریں ٹروجی...... نہیں اخائی!“
خدیو، ہیرا نے اس طرح سے کیا برانگیختہ اسے جب
تو مورثِ انس و دیو نے چابکی میں یکدم
کہا بہ اثبات ایتھنہ سے...... ”اتر کے عجلت سے ہو روانہ
جتن یہ کر نیچے لشکروں میں
مخالفہ جو بہم ہوا امنِ عارضی کا
تو اول اس کی خلاف ورزی کریں ٹروجی...... نہیں اخائی!“
سنی جو یہ بات، کاروائی کے واسطے حکم کے مطابق

ہوئی الیمپس سے گربہ چشم ایتھنہ روانہ۔
پھسل پھسل کر وہ چوٹیوں سے، رپٹ رپٹ کر
کہو کہ عیار عقل کامل،
امر کرونوس کے پسر نے شہاب ثاقب چلا دیا ہو۔
عمیق قلزم پہ لوگ جس سے شگوں نکالیں سپاہ جز ارفال ڈھونڈ ھے۔
ضیا کا دھارا تھا، رہگذر کہکشان کی تھی
وہ تابدارانہ اہلِ جنگ و وغا میں اتری تو کیسے مبہوت ہو گئے سب۔
سنو، کہ اک شخص اپنے اگلے سے غلبلایا:
یہ ہونے والا ہے کیا، برا وقت کوئی خونیں صفوں پہ ہے پھر
مفاہمت جانبین میں رہ سکے گی آیا!"
بدل لیا روپ ایتھنہ نے جسیم برچھیت لاؤکس ابنِ انتر کا
ٹروجیوں میں تھی تو وہ اس کو ملے پنڈورس،
لکان کا ہونہار بیٹا، ملا وہ جوئندہ اور یابندہ کے مطابق۔
وہ منتظر، فوجیوں کے نرغے میں یوں کھڑا تھا
کہ ان کی ڈھالیں چھتر بنائے ہوئے تھیں اس پر،
یہ لوگ اس کے جلو میں آئے تھے آبشاران ایسپس سے۔
قریب آ کر رکی، کہا پھر تنک زباں میں:
"ترا لہو کھول اٹھے، یہ انگیخت ہو ترے قلب رزم جو کو،
ہیاؤ کھل جائے اور بوتہ سوا ہو اتنا'
کہ صاعقہ سا خدنگ چھوڑے ہدف بنا کر
منی لیاس ستیز گر کو...... ہر اک ٹروجی کا دل بڑھے اور حوصلہ ہو،

تجھے ہر اک شخص داد دے گا کرے گا عش عش
سکندرس ہونہال، وہ بالخصوص ہو مہربان تجھ پر
تجھے وہ انعام بیش قیمت عطا کرے گا
یہ دیکھ کر تیرے تیرِ پیک اجل کا مارا پڑا ہوا ہے
منی لیاس اطرسی دریدہ بدن اک اندوہگیں چتا پر۔
منی لیاس، اس پہ تیر کا ایک وار کر، آ
تیار ہو، نذر تازہ بز خالے کر سکے گا زلائیہ میں،
مہابلی بان مارا پالو کو دیس جا کر"۔
یہ گُر، یہ حربہ تھا ایتھنہ کا
بجا خرد کو دکھائے بے جا حسین خواب اور دنگ کر دے۔
جھٹ اس نے شفاف سینگ والی کماں نکالی،
یہ سینگ اس نیل گائے کا تھا، جسے کیا تھا
شکار، چھاتی کے زور سے، اک
بلند ٹیلے پہ، گھات میں انتظار کر کے
کیا تھا چھید اس کی پسلیوں میں تو وہ الٹ کر گری تھی اوندھی۔
یہ سینگ تھے چار فٹ، برابر
انہیں تراشا، بنائے سوراخ اور کڑا کے کی تانت کھینچی،
کمان کو تیل میں ڈبویا، سروں پہ سونے کے خول ٹھونکے......
یہ سخت ہتھیار اب دبا کر تلے زمیں پر
رکھا پنڈورس نے اور تانا۔
سپر سپر فوجیوں نے چھتنار اوٹ کر لی نہ کوئی ارگوسیہ ہو چوکس،

منی لیاس اس کی شست میں جب تلک نہ آئے،
اٹھا کے سرپوش اس نے ترکش کا، آنکڑے دار تیر کھینچا،
مڑے نہ بکسے، لگے تو وہ لہر درد کی بے دریغ مارے
کہ چھائے آنکھوں تلے اندھیرا۔
یہ تیز تیرِ جفا چڑھایا صفائی سے زہ پہ...... اور مانی
مہابلی بان مارا پالو سے منّت اس نے
پلٹ کے جائے گا جب وطن میں، زلائیہ کو
اسے پلوٹھی کے تازہ بزغالے بھینٹ دے گا
دبایا کندہ کیا ہوا کندہ اور کھینچا بزور چلّہ۔
ٹکا وہ بھٹنی پہ چھو گئی نوک زہ سے آکر،
کمان کھا کر تناؤ اک نیم دائرہ قوس بن گئی تھی۔
چھٹی وہ جیسے ہی زن سے مضروب تانت تا دیر جھنجھنائی۔
چلا پرافشان تیر تیزی سے سرسراتا،
گذر گئی کوندتی وہ بڑّان ان کھڑے اژدہام پرسے،
منی لیاس اس کی زد میں آیا۔
تو التفات اس پہ کس طرح ان مہاگنی دیوتاؤں نے کی
ہے جن کی ڈھارس سپاہیوں کو۔
ہر اک سے پہلے اسے مدد ایتھنہ کی آئی۔
اڑان بدکائی، شست سرکائی ایک انگشت فاصلے سے،
وہ اس طرح سنسنائی بس کھال پر کہ ماں جھل رہی ہو مکّھی۔
اسے نہ دے بیٹھنے جب آنکھوں کا لال سویا ہو نیند میٹھی۔

اسی طرح تیر ایتھنہ نے دیا تھا بد کا جہاں طلائی پٹہ کسا تھا،
اچھل کے بکتر سے نوک نے دوختہ حمائل ذرا سی چھیدی،
دھنسی، منقش جھلم میں اتری، اٹک گئی پھر،
خراش دے کر شکم پہ ہلکی انی کمربند سے گزر کر۔
اسے بچایا تو موٹی کڑیوں نے آ کر آڑے،
پہ کچھ نہ کچھ نوک کر گئی کام، عارضی جلد چھل گئی تھی،
لہو کی، گھاؤ سے، پھوٹ نکلی سیہ تلّی۔
سنائی یا کرائی کوئی رنگریزن،
سفید دندانِ فیل کو رنگ دے رہی ہو
بنائے جس سے کمیت گھوڑوں کے گال منکے،
طلب وہ جن کی، خریدنے روز آئیں رتھ بان اور باگی،
مگر پڑا ہی رہے پلینڈے پہ وہ نمونہ
کسی مہاراج کے لئے، چار چاند جس سے اسے لگیں گے،
قراولی آن بان بانکی، کمیت جوڑی کی دھج سوائی۔
منی لیاس اب ہوا جو گھائل
لہو سی ایسی ہی کنجلی دانت اس کی رانیں رنگی ہوئی تھیں
اسی طرح وہ سڈول ٹخنے، وہ پنڈلیاں بھی لہولہو تھیں۔
عساکر ارباب اگام امنان نے یہ دیکھا تو کانپ اٹھا،
پڑا تھا ٹھنڈا منی لیاس...... آنکھ لیکن اس کی
پڑی جب اسپات آنکڑی پہ کہ زخم سے ٹک گئی ہے باہر،
تو زندگی کی حرارت اس کے درون پھر دل میں لوٹ آئی۔

اگام امنان کا دیا جو سنائی شیون
تو آبدیدہ ہوئے عسا کر...... وہ ہاتھ اٹھا کر
یہ بھائی سے کہہ رہا تھا: "بھائی
یہ عارضی صلح میں نے کی تھی، کہ اصل میں تیری موت نکلی!
اخائیوں کی طرف سے تنہا تجھے، کیا جنگ کو روانہ،
ٹروجیوں کو دیا یہ موقع کمین سے سہل وار کر لیں،
انہوں نے پیروں تلے وہ روندی، وہ عارضی صلح توڑ ڈالی،
حلف اٹھایا تھا، بھیڑ کا خون بھی بہایا،
لہو کے چھینٹے دیئے تھے، گلگلوں شراب کے بھی،
ملائے تھے ہاتھ بھی مصمم،
یہ اس لئے تو نہیں تھا سب رائیگان جائے
یہی عقیدہ، یہی رہا ہے یقین اپنا رسوم پر تو!
نہیں گر اس دم المپیئی نے کیا یہ ان پر عذاب نازل،
ضرور موزون وقت پر پھر کرے گا...... بے شک
حساب اس بدعمل کا دیں گے، چکائیں گے وہ
حیات سے، بیویوں سے، بچوں سے...... دیکھ لینا،
مجھے بخوبی بجان و دل اس پہ آگہی ہے۔
ضرور، وہ دن ضرور آئے گا جب مقدس نگرالی یون کا حوالے
کریں گے تلوار آگ کے...... یہ تباہ ہوگا،
تباہ پریام...... بڑا نیزہ باز ماہر...... تمام لوگوں سمیت ہوگا۔
کہ نیلگوں سے...... پسر کرونوس کا نشستہ......

زیوس، بسرام واں ہے جس کا، غضب میں، ان پر
شکستنِ عہد کے سبب' کرونوس کا نشتہ.......

زیوس، بسرام واں ہے جس کا، غضب میں، ان پر
شکستنِ عہد کے سبب، اپنے رعد کی ڈھال پھینک دے گا۔
مجھے یقیں ہے، ضرور ایسا وقوع ہو گا۔
منی لیاس، آہ ہے یہ میرے لئے جگر پاش، بھر گیا ہے
حیات فانی کا ساتگیں...... ہائے تیری تقدیر اجل بنی ہے۔
مراجعت خشک زار ارگوس کو کروں گا
خجل، خجالت کے آب میں غرق تر بتر میں۔
اخائیوں کا تو باغ باڑی میں بیں جی لگے گا،
خیال بٹ جائے گا...... مگر میں!
یہیں پر ارگوس کی وہ خاتون چھوڑ جائیں
نشان شان و شکوہ پریام کی جو ہیلن بنے ہمیشہ!!
کھریں تری ہڈیاں ٹرائے کے مزرعہ میں
پڑی رہیں یا اسی جگہ پر گلیں سڑیں وہ،
ہوا ہے ناکام تیرا مقصود...... تیرا مقصد'
یہ چشمِ تخیل سے نظر صاف آ رہا ہے'
منی لیاس، اک ٹروجی ناہنجار...... پاگل
تری سمادھی پھلانگ کر یہ کہے گا...... "بے شک
اگام امنان کا غضب تو فرو اس طور چاہئے تھا۔
کہ یاد کیجے کثیر اخائی سپاہ لے کر

یہاں وہ جھک مارنے کو آیا تھا اور لوٹا
سمندروں پر، بڑے جہازوں میں خیر سے گھر کو گھر کا بدھو،
منی لیاس اپنے بھائی کو نامراد ہی چھوڑ چھاڑ پیچھے"۔
کوئی خرافات یوں بکے گا،
زمین اے کاش ساری وسعت کے ساتھ، اس دن
مرے لئے بے دریغ شق ہو، مجھے سمالے،
منی لیاسِ عبیر موی نے مگر کہا یہ:
"جمیع خاطر، بحال ہمت...... سپاہیوں کو نہ کر ہراساں"
کوئی اہم عضو نوکِ ناوک سے ایسا گھائل نہیں ہوا ہے
انی جہاں جسم پر پڑی ہے،
اسے پرت دار پر تلہ اور میان کس نے برون روکا،
میان کس چھیت کر لہاروں نے سخت پتروں سے جڑ دیا تھا"۔
اگام امنان تب جوابا: "ترا کہا کاش ٹھیک نکلے،
منی لیاس اندمال گھاؤ کا لازمی ہے۔
بلاؤں جراح' دھوئے، مرہم لگائے پٹی کرے کہ ہو درد میں افاقہ"۔
مڑا' دیا حکم تلتی بس کو' ہوا کی مانندِ تیز جا کر
یہاں بلا لا حکیم حاذق مکھون ابن سکالپس کو،
منی لیاس ابتلا میں ہے، دیکھ جائے آ کر،
لکائی تھا یا کوئی ٹروجی
کسی بڑے تیرزن کے ہاتھوں ہوا ہے گھائل،
عدو کا حربہ، ہمیں یہ تکلیف کا سبب ہے،

ہمیں یہ تشویش کا سبب ہے"
برائے تعمیل حکم، دستوں کے بیچ میں سے
گزر کے تب تلتی بس نے ڈھونڈا
مکھون کو سارے اسلحہ پوش اخائیوں میں
اسے ملاوہ گھرا ہوا مستعد، ستادہ
سپاہیوں کی صفوں میں ڈھالوں کی چھولداری تلے...... یہ دستے
یہاں پہ آئے تھے مرغزاروں کے دیس ترکی سے ساتھ اس کے۔
رکابدار اس کے پاس آ کر ہوا یہ گویا:
"سکالپیس کے پسر کیا ہے اگام امنان نے طلب واں،
منی لیا اس اس کے ہم عنانی کو دیکھ چل کر،
اکائی تھا یا کوئی ٹروجی
کسی بڑے تیر زن کے ہاتھوں ہوا ہے گھائل،
عدو کا حربہ...... ہمیں یہ تکلیف کا سبب ہے،
ہمیں یہ تشویش کا سبب ہے!"
وہ یہ خبر سن کے چونک اٹھا، لپک لئے تیز تیز دونوں،
گذر کے دستوں کے بیچ سے اس جگہ پر آئے
عیر موی میر خیل گھائل جہاں ہوا تھا...... ہدف بنا تھا۔
اخائی سردار گرد نرغہ کئے کھڑے تھے۔
مکھون ان میں سے ہو کر اپنی جگہ پہ بیٹھا،
الگ کیا بکسوے سے پیکان پر تلے کو ذرا ہٹا کر،
انی نکالی، تو آنکڑے ٹوٹ کر جھڑے سب

اتارڈالا صفائی سے پرتلہ پرت دار کھول کر پھر۔
کیا پرے تب میان کس کو
جسے لہاروں نے چھیت کر سخت سخت پتروں سے جڑ دیا تھا۔
دیا دکھائی لگا ہوا زخم تیر کا، تو لہو کو پونچھا
پھر اس پہ بلسام کا کیا لیپ...... مرہم کارگر...... کہ اس کے
پدر کو خیرون نے دیا تھا۔
منی لیا اس نبرد نعرہ کے جب وہ تیمار داریوں تھے،
ٹروجیوں نے صفوں کی ترتیب ٹھیک ڈھالوں کے آڑ باندھی،
سلاح بندی اخائیوں نے بھی خوب کرلی،
لڑائی کو جانبین تیار ہو رہے تھے۔
تمام محتاط ہو رہے تھے...... تمام ہشیار ہو رہے تھے۔
اگام امنان میں تساہل کا شائبہ تک نہ تھا نمایاں،
نہ اس میں دیکھی کسی نے بھی فرض ناشناسی،
لڑائی کے ولولہ سے سرشار ہو رہا تھا،
اسی سے عزت، اسی اعزاز آدمی کو......
کمیت جوڑی علیحدہ کی، وہ نور افروز جست کی رتھ بھی ایک جانب،
پھر اپنے رتھ بان ایور میدان ابن پیروس بطلموسی کو دی ہدایت
وہ تند پھنکارتے ہوئے توسنوں کی تھامے لگام، یدھ رتھ
چلا کے لے آئے اوپر، اس کی تھکن سے جب دیں جواب ٹانگیں۔
پیادہ افواج قاہرہ کے معائنہ کو
وہ نائیکوں پائیکوں کی صف بندیوں سے گزرا۔

لڑائی کے واسطے تھے رتھ بان مستعد...... یوں انہیں مخاطب:
"بلند ارگوسیو رہے حوصلہ، کہ ہرگز نہیں کرے گا
زیوس جھوٹوں کی استعانت...... حلف شکن جو بنے ہیں پہلے
اڑائیں گی گوشت ان کا چیلیں، بھلی ضیافت
رہے سو اہل و عیال ان کے
غلام لونڈی انہیں بنائیں گے، شہر تسخیر جب کریں گے"۔
اسے اگر کوئی کاہلی کا شکار ملتا
نہ چاق و چوبند تھا' لڑائی جسے بھی یہ ناگوار لگتی'
اسے غضبناک ہو کے یوں سرزنش: "مرو، شرم سے مروتم!
تمہیں تو ارگوسیوں میں خرگوش دل پکاروں،
حواس کھوئے' کھڑے ہو افسوس اس چکارے سے، جس کا پیچھا
کیا گیا ہو تمام دن، جو سکت سے عاری،
ٹھٹک کے بیچارے رہ گیا ہو...... شکستہ دل اور باختہ دم۔
ہراس ہے، وہ ہوائی چہرے پہ پھوٹتی ہے،
امنگ لڑنے کی مر چکی اور نبض ہمت کی چھوٹتی ہے۔
رہو گے بے حس اسی طرح کیا
نہ جب تلک یہ شتر قطاری جہاز ساحل پہ جو لگے ہیں
ٹرائے والے تباہ کر دیں...... کریں یہ ثابت
ہمارے سر پر زیوس کا ہاتھ ہی نہیں ہے......"
معائنہ اس طرح تھا جاری، سپاہ سالار فوج تھا وہ،
ہجوم سے اہل رزم کی یوں گزر رہا تھا،

کریٹیوں کے قریب آیا، کھڑے تھے ہتھیار بند سارے
ادومنی اس، امیر، وحشت فزا ببیلہ
کھڑا ہراول میں، اپنے دستوں کے ساتھ محوِ مشاورت تھا۔
مرائنس بھی اسی کی مانند نزد ساقہ ڈٹا ہوا تھا۔
عسا کرار باب اگام امنان ہو گیا خوش،
ادومنی اس سے گرمجوشی کے ساتھ وہ ہمکلام ایسے:
ادومنی اس، تمہیں وہ اک شخص ہو، جسے میں
تمام شبدیز باد پا کے قراولوں میں عظیم ہر آن مانتا ہوں،
مہم ہو دشوار، معرکہ یا کوئی ضیافت
ہمارے اعیان جب پیالے ملا جلا کر
شراب سے پر کریں...... عمائد کا طرۂ امتیاز جو ہے......
اخائی گیسو دراز اشراف اپنے حصے کی مے انڈھیلیں
رہے تمہارا پیالہ لبریز، اور وہ میری طرح دوبارہ
(سہ بارہ) لبریز ہو کہ ہم بعد میں بھی پیتے رہیں مزے سے!
مگر ضیافت کا نام اب جنگ ہو گیا ہے،
سدا رہا جو، وہی قرینہ رہے تمہارا"۔
ادومنی اس، کریٹیوں کا امیر بولا:
"کھڑا رہوں گا ہمیشہ شانہ بشانہ شہزادۂ اطریس!
حلف اٹھایا ہے جینے مرنے کا ساتھ...... سو ساتھ میں رہوں گا۔
اخائیوں کو جھنجھوڑنے کی ہے کچھ ضرورت...... جھنجھوڑ ان کو،
ہمیں ضرورت ہے، جنگ ہم بے درنگ چھیڑیں،

ٹروجیوں نے کیا ہے منسوخ عہد خود امنِ عارضی کا،
ٹروجیوں کے لئے اجل ہے...... انہیں برا وقت آ لگا ہے۔
وہ جن نے کی ہم سے پیش دستی،
معاہدہ کر دیا پسِ پشت اور اقرار توڑ ڈالا......"
ہوا خوش ابنِ اطریس اس تند خوئی پر مطمئن بڑھا وہ
شتر قطاری صفوں میں آگے......
ایاس نامی...... طویل کوتاہ...... دو سلحشور مستعد واں کھڑے ہوئے تھے،
پیادہ دستے حصار میں گرد چاق و چوبند ایستادہ،
اگام امنان ان کے نزدیک آن پہنچا......
کھڑا پہاڑی پہ اک گڈریا سیاہ بادل سا دیکھتا ہے،
کوئی اندھیرا، کوئی اندھیری...... رواں سمندر سے سوئے ساحل
دباؤ سے پچھمی ہوا کے،...... نگاہ سے دور فاصلہ پر
دکھائی دے جو اندھیر گھپ سے بھی گھور اندھیرا،
بعید اگرچہ ہے وہ سمندر سے،...... باؤ گولہ کو برق آگے دھکیلتی ہے
وہ اس نظارے سے کانپ اٹھتا ہے، اپنے ریوڑ کو ہانکتا ہے۔
قریب بھٹ میں پناہ لینے......
کچھ اس طرح کے مہیب تھے، وہ بھیانک ایسے
سلاح بر تن قشون واں پر گھنے، گھنیرے۔
اگام امنان، شاد منظر سے، ان امیروں سے ہم سخن یوں......
"سلاح جستی میں لیس ایاس وایاس...... ارگوس کے وڈیرو
نہیں ضرورت کروں ہدایت کہ تم کو اکساؤں جنگ پر میں؛

مجھے نظر آ رہا ہے، اپنے سپاہیوں کو
کفن بدوش اور سر بکف کر دیا ہے تم نے ......

پدر زیوس، ایتھنہ، اپالو!
نصیب ان سا ہر ایک دل کو جو حوصلہ ہو،
تو شاہ پیریام کے گڑھی گوٹھ ایک ملبہ کا ڈھیر پاؤ،
بس ایک ہی دن میں ختم ہو جائے کھیل سارا،
ہمارے ہاتھوں تباہ، برباد اور غارت!''
یہ بات کہہ کر چلا وہاں سے، ملا وہ اب دوسروں سے آگے،
قطار اندر قطار ہتھیار بند وہ بھی کھڑے ہوئے تھے۔
رئیس نسطور پیلی، آتش بیاں مقرر امیران کا
سپاہ کو جوش ناک تقریر کر رہا تھا۔
سپہگر آراستہ کیے گرد گرد، ان پر الگ الگ پھر
لگائے جانباز امیر ...... آلی ستور، پلگاں،
خرومیکس، پائمان، بی اس
کمیت، رتھ بان، یدھ رتھوں میں رکھے تھے آگے،
پیادہ پیچھے کھڑے کیے ...... دمدمے، وہس مورچے سنبھالیں،
رکھا یمین و یسار پر سورماؤں کے درمیان ایسے
ہر یلے ڈرپوک جنگ کرنی پڑے جنہیں خواہ مخواہ واں پر ......
لڑائی کا ڈھنگ کوچ بانوں کو یوں بتایا،
''شتر قطاری کمیت جوڑی درست رکھیں،
کہیں نہ گھمسان میں اُلٹ جائیں پھنس الجھ کر،

دکھائیں بے جا نہیں دلیری، نہ تیز گامی، نہ شہسواری،
نہ پیش قدمی ہی اکا دُکا...... بڑھے اکیلا، ہٹے اکیلا'
برائے ضربیدن وزون آدمی زیادہ مفید ہوں گے،
رتھوں میں اپنے رسائی ان کی رتھوں تلک ہو،
قطار میں رہ کے تو لئے تانے سنانیں،
کہ ایسے حربہ سے ضرب کاری لگا سکو گے۔
قدیم ایام میں مسخر کیے ہیں جب بھی فصیل، قریے
رکھا تھا اہل وغا نے ملحوظ داؤ یہ بھی'
اسی طریقہ سے عزم کے ساتھ وہ نبرد آزما ہوئے تھے"۔
جچی تلی یوں ہدائتیں دے رہا تھا مرد بزرگ ان کو
کہ مدت العمر، حرب بازی میں ایسے حربے
بڑی مہارت کی سان اس کی لگا چکے تھے۔
ہوئی تسلی اگام امناں کو دیکھ کر یہ
کہا اسے پھر "مری تمنا ہے کاش ہوتا
تمہاری ٹانگوں میں بھی وہی دم خم اس دل جنگ جو میں جو ہے
مری تمنا ہے عود کر آئے پھر وہ تاب وتواں تمہاری،
بنا گئے مضمحل عناصر کو سالہا سال جھریوں کے۔
بہادروں میں کوئی تمہاری یہ عمر دیرینہ سال لے لے،
بھلا ہو اہل شباب میں حسبِ سابق اب خلط ملط تم ہو"۔
جرینیہ کا رئیس رتھ بان اسے جواباً:۔
"اگام امناں مری بھی خواہش ہے کاش ہوں میں

وہی جوانمرد پھر، کیا زیر جس نے ایروتلائیاں کو،
مگر امر دیوتاؤں نے وقت پر کیا ہے
شباب انسان کو عطا، پھر رجولیت ہے،
بس اب مری عمر آ گئی ہے......مگر نہیں کم
مقام میرا کچھ ایسا نیتاؤں نیتاؤں میں آج بھی ہے،
انہیں مہارت کے گُر سکھاؤں، کمان میدان میں کروں میں،
بجا فرائض یہی بزرگوں کے واسطے ہیں۔
جواں سناں باز خوب ہیں، خوب تیرافگن جوان، جو بھی
ہوئے ہیں پیدا، پلے بڑھے بعد کے دنوں میں۔
بجا انہیں اپنے زور بازو پہ ہے بھروسہ"۔
ہوا بہت مطمئن، بڑھا واں سے شاد ابنِ اطریس آگے،
ہوئی ملاقات ابنِ پیطس منس تھیس سے،
منس تھیس اس دھڑے میں کانٹے کا باگ دھریا،
وہ بے قراری سے منتظر کارزار کا تھا،
لئے جیالے اتھینیوں کو قطار آرا۔
اڈیسیس، جنگ باز ماہر، وہیں کفلنی سپاہیوں کے،
حصار میں ٹھیک اپنے ٹھیئے پہ ٹھاٹھ سے تھا،
یہ وہ سپاہی کسی سے کم زور میں نہیں تھے۔
اگرچہ ان کو نہ پرچہ پیکار کا لگا تھا،
مگر وہ چوکس، نظر میں ان کی تھی نقل و حرکت
ذرا ذرا سی اخائیوں اور ٹروجیوں کی۔

دکھائی دیتے تھے اپنے انداز سے، کچھ ایسے،
کہ ان کو حالات کی نہیں کوئی خاص پروا،
وہ سوچتے ہوں ٹروجیوں سے لڑے گی اک فوج اور کوئی۔
عسا کرارباب اگام امنان، ان لڑاکوں کے قورچی نے
یہ صورتِ حال بھانپ کر برہمی سے فہمائش اس طرح کی
تجھے تو پالا ہے دیوتاؤں نے ابنِ پیطس،
اڈیسئس معرکہ میں تو تو رہا دم ودام کا بہادر،
گریز کیوں، احتراز کیسا ہے اب کہ یوں راہ دیکھتے ہو،
لڑائی کرنے کے واسطے دوسرے سلحشور آئیں گے یاں،
اگرچہ دونوں کو زیب دیتی ہے بات یہ ہی،
پہل کرو اور رن کی بھٹی میں کود جاؤ
کہ مدعو ہو تمہیں ضیافت میں سب سے پہلے،
کہیں بھی ہو افسران عملہ کے واسطے اہتمام کوئی
وہاں کی قابیں قبول کیسی، پسند کیسے تمہیں پسندے
شراب کے جام شہد آگیں، کباب نمکیں
انہیں جو دیکھو تو بھوک کیسی کھلے تمہاری،
یہاں مگر جی کرے ہراول میں تم سے آگے قشون دس ہوں
لئے ہوئے کانسیاں برہنہ کیے ہوئے عزم بے محابا"۔
اڈیسئیس راجونت گھاتی، بگڑ کے، تیکھا جواب اس کو:۔
مسلط ابن اطریس اب اس قدر سراسیمگی بھی کیوں ہو،
تمہیں ہوا وہم کیوں کہ پہلو تہی لڑائی سے ہم کریں گے،

ٹروجیوں کے خلاف پیکار کے لئے جب
اٹھائی ہم دانت اس قدر تیز کر چکے ہیں۔
لڑائی گر طے ہی کر چکے ہو، تو دیکھ لینا
تلی مخس کے پدر کو پاؤ گے پینترہ پیچ سے صفِ اولیں میں تم دو بدو عدو کے،
علاوہ اس کے تمہارا سب واہمہ ہوائی"۔
اگام امناں کو اعتماد اس غصیلے انسان پر بہت تھا،
اسے دلایا تھا جان کر اشتعال ایسا،
ہنسی سے ناراضگی فرو کی، اسے کہا پھر:
"ارے پراچین دیوتاؤں کے لاڈلے، لارتس کے بی بے،
اڈیسیس جنگباز، مشرق بحراں، بدگمان ہو کر
تجھے کروں میں نصیحتیں، کیوں ہدائتیں دوں،
مجھے یہ معلوم ہے بخوبی،
مری تدابیر پر سلیقہ سے تو ہمیشہ ہے کار فرما،
مجھی سا انداز فکر تیرا، مجھی سا طرز عمل رہا ہے۔
ازالہ بر وقت بات اگر گفتگو میں کچھ ناروا ہوئی ہو
خدیو بھیجے ہوا سمندر سے جو اسے ذہن سے اڑا دے"۔
وہ چل پڑا اور دوسروں کے قریب پہنچا۔
ملا اسے ٹائڈس کا فرزند شیر دل یومدلیس رانا،
کھڑے ہوئے گرد اس کے یدھ رتھ کمیت ساکت،
قریب ہی تھا کپائنس کا پسر ستھنلس،
نظر بھر ان کو اگام امناں نے دیکھ کر ترش روئی سے اس طرح لتاڑا:

''مجھے ہے فرزند ٹائڈس یہ بہت اچنبھا
حواس یوں ہوں تجھ ایسے چابک سوار کے گم
وقوعۂ جنگ پر سراسیمگی ہو ایسی؟
تراپدر اس طرح نہ پیچھے کبھی رہا تھا'
نہ احتیاط اس قدر نہ پروا...... نہ یہ وطیرہ!
سپاہیوں کی صفوں سے آگے نکل کے تنہا
نڈر لڑائی میں کود جاتا تھا...... بے دھڑک تھا
یہی روایات اس کے بارے میں جنگ کی ہیں'
یہی بتاتے ہیں لوگ دیکھا اسے جنہوں نے
لڑائیوں میں کبھی شجاعت کی داد دیتے
ملا نہیں میں اسے نہ اس کے کمال ہیں چشم دید میرے،
مگر ہے لوگوں کا عام کہنا یہی عدیم المثال تھا وہ
حلیف پولی نکس کا، آسان بے لڑے ہی
مقیمِ مزمن میں جا گھسا وہ عدو کا کرتا ہوا تعاقب،
محاصرے کو قدیم دیوارِ تھیبز کی جب یہ کوچ پر تھے۔
انہیں بڑے مستعد رضا کار چاہئیں تھے
ہوئے رضامند آدمی تو کئی، انہیں بھیج بھی دیا تھا،
بدل دیئے ان کے ذہن لیکن زیوس نے بدشگوں دکھا کر،
مگر یہ اس وقت تک بہت دور جا چکا تھا......
پہنچ گئی فوج کوچ کرتی ہوئی، ادھر گھاس طاس
گرداب خیز دریائے اپیس پر،

اسے ہدایت ملی تھی پیغام لے کے جائے۔
وہاں جو پہنچا تو اہتمامِ کثیر دیکھا،
بڑی حویلی میں اتقلس کی بڑی ضیافت لگی ہوئی تھی۔
بعید و نزدیک سے بکثرت شریک جس میں کدائی تھے۔
نہیں تھا اس کوئی یار، یاور اسے تھا یار اگر اکیلا ہی جا گھسا وہ۔
دیا یہ چیلنج ہاتھ دو دو، کوئی اگر ہے دلیر، کر لے،
مددِ پہ تھی اتھنہ ...... وہ غالب ہر اک پر آیا۔
وہ خنگ منہ زور، تیر کرتے تھے چابکی سے،
نہ ماننے والے ہارتے تھے وہ کدائی بربری و وحشی،
کمال میں دو انتہائی چالاک اتابکوں کی ......
اتافنس بن پلی فناسی، میامن ابن یمائن، اک دیوتا بظاہر ......
پچاس خونخوار گھات خفیہ لگا کے بیٹھے
اتر کے اوگھٹ ڈھلان سے ٹائڈس نے سب کا
کیا صفایا ...... اتابکوں کا یہ حشر ان کے
صفا دھرا ایک باڑھ پر، دوسرے کو چھوڑا ...... کہ وہ میامن
وطن میں بتلائے فالِ بد دیوتاؤں نے کیا نمود کی تھی
اطلئیی ٹائڈس تھا صاحبِ کمال ایسا۔
پدر اسی شخص کا کہ بودا ہے رزم میں، شیر بزم کا ہے"۔
تھی جس پہ بوچھاڑ سب یہ دایومدیس بولا نہیں، رہا چپ
سنا اسے سخت سست سردار نے کہا جو،
کپانیس کا پسر ستھنلس مگر بپا ئخ: اطریسی، کیوں

حقیقت اس طرح مسخ کیجے، تجھے کہ توفیق ہے پرکھنے کی منصفانہ؟
ہمیں تو دعویٰ ہے اپنے اسلاف پر ہمیں فوقیت بہت ہے،
انہوں نے کب، ہم نے ہفت ابواب تھیبز کو سرنگوں کیا تھا،
جمعیتِ مختصر سے، ہم ہی فصیلِ سنگیں پہ جا چڑھے تھے۔
تھے دھیان میں دیوتاؤں کے برملا شگوں بھی،
زیوس کی بھی مدد ملی ہے اگر، ہمیں ہی،
ہمارے آبا کو ان کی بد احتیاطیوں نے تبہ کیا تھا،
شمار انہیں ہم سے کم برابر ہی جانیو تو:"
تنک طبیعت امیر دایومدیس تب چیں بر جبیں، ٹوک کر اسے، یوں
"مسن فرس وار، چپ، مری بات سن، سمجھ لے
نہیں ہے ارباب اگام امناں کا بول یہ نا گوار مجھ کو
وہ اس طرح ہم اخائیوں کو محاربت پر ابھارتا ہے۔
اسی کو زیبا اسی کا ہونا ہے بول بالا
ٹرجیوں کو گرا کی فوجیں شکست دے دیں
بڑھیں، مسخر گران کا مضبوط شہر کر لیں،
اگر لڑائی میں کام آ جائیں آدمی ......تو
اسی کا دل آٹھ آٹھ آنسو لہو کے روئے۔
چلو تہیہ کریں ہمیں دو بہادری کا،
کفن بدوش اور سر بکف ہوں مصاف پیما......
یہ کہہ کے، پہنے ہوئے جھلم جنگ رتھ سے کودا،
ٹکا زمیں پر تو جست چھاتی پر جھنجھنایا،

کچھار میں شیر جاگ اٹھا، کارزار میں ویر آ گیا تھا،
جری، قوی قلب جس سے پتہ ہر ایک پانی۔
کف او بختے ساحل سمندر سے جس طرح ہوں
لطیف پچھوا سے اٹھتی موجیں عیاں...... کہ جا کر
ملیں وہ پرشور جھاگ میں ریت پر...... مسلسل
رہے دوشِ یہ خلیج میں گرد اس کے موج موج جاری
کفِ ہیولیٰ بنا بنا کر کنارے کے ساتھ ساتھ...... ساری
صفیں مرتب دنان، حرکت میں آ رہی تھیں
لڑائی کے واسطے اسی طور آگے پیچھے۔
ہر ایک نائیک، ہر ایک سر بنگ حکم دستوں کو دے رہا تھا۔
تمام تو مان چپ کھڑے تھے۔
نہ باور آئے کہ جند جر ارنڈیوں کی طرح فراواں،
روانہ خاموش یوں دلوں میں دبائے آوازہ ہائے جنگی،
قرینہ وار اس طرح مرتب...... مطیع ایسا اتابکوں کا
بدن بدن ویر سور بیروں پہ جگمگا جگجگا رہا تھا
زرہ منقش کمر کمر سینہ سینہ آراستہ و بستہ۔
ٹروجیوں میں مگر نہیں تھا سکوت ایسا،
وہاں تو ہڑ بونگ کا سماں تھا،
کسی ملک چودھری کے باڑے میں ان ٹھسا ٹھس
بھرے ہوئے ریوڑوں کی صورت
سفید شفاف دودھ دوہیں جب ان سے دیکھیں ٹکر ٹکر، پھر

قریب لیلوں کی سن کے ممیاہٹیں وہ ممیائیں خود مسلسل۔
ٹروجیوں کے تمام تومان یوں لگاتار نعرے جنگی لگا رہے تھے۔
نہ ایک بولی، نہ زیر و بم ایک بول میں تھا،
ملے جلے خلط ملط لہجے نگر نگر کے نواسیوں کے،
ترائی، وادی، پہاڑ، میداں کے باسیوں کے۔
کثیر جم غفیر لشکر کو مل رہی تھی ارلیس کی شہ،
بھبول انکھی ایتھنہ بھی ہتھیار بند ویسی،
ہراس، نفرت، ہزیمت، آدم تباہ رن دیوارلیس کی مر بھکی بہن بھی،
سبک سبک پھر تنک تنک، سر اٹھائے نازل،
ہوئی بتدریج آسماں سے زمیں کے اوپر،
ملی قیامت کی چال چلتی صفوں کے اندر،
درندگی ان میں بیج دی، بوئی بربریت، شقاوتیں کاشت دل بہ دل کیں۔
پھر ان کا جوش و خروش، پیچیم پکار سہ چند ہو گئی تھی'
صفیں صفوں سے الجھ گئیں، گتھ گئے پروں سے پرے، جھپٹ کر،
بزور ٹکرائے باڑھ پانٹھی، مبارزوں میں
ہوئی جو مٹھ بھیڑ ادھوڑی ترسول چرمرائے،
چٹاخ چٹخے سپر کے تسمے، تو جست کے بوجھ بار سے دھم دھمائے پاکھر،
کمان، نیزے، تبر، فلاخن، حسام، پیکاں۔
لئے اٹھائے، لگائے، احدی، مرابتی، بیستی، ہزاری،
امیر، سردار، میر کی پیشوائیوں میں،
بڑھے وغا میں، غل اور غوغا مچا غضب کا،

طرب تھایا کرب مارنے مرنے والے اہلِ وفا کا برپا۔
زمیں لہو میں نہا گئی تھی۔
بہار میں برف آب سے آبریز لبریز ہو کے زیریں
بہے کمر ہائے کوہ سے، اور سیل اپنا ترائیوں سے
گرائے سنگھم پہ، ہو کے بھرپور جب ملیں ندیاں معاون
یہ گڑگڑاہٹ سنے کہیں دور اک پہاڑی پر اک گڈریا
ہوئی وہ افواج دوبدو جب تو شور یوں زوردار اٹھا!
صفانِ اول کا پہلا کڑیل جوان انتی لخاس نکلا،
ٹروجیوں سے مقابل آیا اخی پلس تھال سائی آدس،
دیا جو اوٹہ پہ ہاتھ اس نے تو جا پڑا دور اس کا طرّہ،
گڑی اگاڑی انی منڈاسے میں اور ماتھے کی استخواں میں
گھسی تو چھایا (پلس کی) آنکھوں تلے اندھیرا۔
اکھڑ کے وہ ایک برج سا گر گیا زمیں پر
فتادہ، اس آدمی کو اِنتاس الفنر خالگو دوندس
نکال لایا کہ اس کے ہتھیار اتار لے وہ۔
یہ کشمکش مختصر رہی پھر، ہوئی ذرا کھینچ تان، اس نے
شگافتہ زخم خوردہ پہلو پہ ڈھال کے کچھ قریب، جھک کر
لگائی سوفار شام جستی، تو خاک پر ڈھیر ہو گیا وہ۔
مرا تو اس کے جسد کی خاطر
پڑا زبردست رن سناں باز اخائیوں اور ٹروجیوں میں
کہ خونچ آشام بھیڑیئے ہوں۔

اسی طرح آدمی پہ اب آدمی بہیمانہ، وحشیانہ
جھپٹ جھپٹ کر، لپک لپک کر، پلٹ پلٹ کر
تھے ہلّہ زن، بولتے تھے دھاوا
ہر اک طرف بہہ رہا تھا تازہ لہو کا لاوا
یہ گر رہے تھے وہ اٹھ رہے تھے، یہ اڑ رہے تھے وہ ہٹ رہے تھے۔
یہ مارتے تھے وہ مر رہے تھے، وہ کاٹتے تھے یہ کٹ رہے تھے۔
ایاس تیلامناس نے کردیا صفایا سموئیس ابن انتھمن کا،
بڑا بہادر جوان رعنا......
سموئیس کے کنارے ایدا کی ڈھال پر سے
اتر رہی تھی جب اس کی ماں یہ شکم میں ٹھہرا
وہ آیا کرتی تھی اپنے ماں باپ سنگ واں بکریاں چرانے
اسی سبب نام پڑ گیا یہ۔
ہوئے تھے ماں باپ واری صدقے، مگر یہ ممتا ہوئی اکارت
حیات اس کی قلیل کر کے اسے یہاں اب
ایاس کے رائے بانس نے ڈھیر کر دیا تھا۔
وہ جونہی نکلا صفوں سے آگے، عذارہ اترا
سناں کا، سینہ میں دائیں جانب، جہاں پہ ہنسلی کے پاس انی نے
فراخ شانہ کو چھید ڈالا...... دھڑام سے وہ
زمیں پہ چکرا کے گر پڑا، اور جان دیدی۔
کسی بڑے مرغزار میں جب کوئی سفیدا
نمو نشیبی زمیں سے پائے غلاف دار اونچی ٹہنیوں تک،

تنا پھر اس کا حسین، شفاف اور چکنا
کٹے کسی یکہ ساز کے جگمگاتے اسپاتِ تبر سے
وہ منتخب خاص چوب، جس کی دھروں میں پٹی بھرت لگے گی،
کنارِ دریا پڑی رہے ایک وقت تک اور موسمائے
ایاس پروردۂ خداوندگاں کا وہ منہزم، فتادہ
سموس انتھیدس اب اس طرح زمین پر پڑا ہوا تھا
ایاس کی بار آئی اس پر سنان لے کر
بڑھا دلیری کے ساتھ پریام کا پسر انتی خوس، جس کے
بدن پہ جگمگ جھلم چڑھی تھی ...... پر اگر ہاتھ اس کا اوچھا،
خطا ہوا، جا لگا یہ چڈّے میں لاؤکس کے،
رفیق یہ شخص اڈیلیسس کا جھکا ہوا تھا
کہ لاش مقتول کی گھسیٹے۔
یہ ضرب پڑتے ہی لاش چھوٹی الٹ کے وہ گر گیا خود اس پر
اڈیسئس اس رفیق کی موت پر غضبناک ہو گیا تھا،
ٹروجیوں کی صفوں میں وہ جا گھسا مڑھے خود جگمگاتا،
چلا چلاتا ہوا ٹکانی، ادھر کو دائیں، ادھر کو بائیں،
ہوئے ہزیمت اٹھا کے سب سامنے سے پسپا،
کوئی بھی داؤ نہ اس کا بے کار جا رہا تھا۔
کیا جو وار اک زمین پر آ رہا دموکن ......
یہ ابنِ پریام یاں پہ آیا تھا آبڈس سے،

جہاں پہ اس نے رکھے ہوئے تھے اصیل تازی۔
غضب سے بھرپور اپنے مقتول ہمرہی پر،
اڈیسیئس نے سنان پیوست کنپٹی میں کچھ اس طرح کی
انی ہوئی آر پار سر کے، اندھیرا آنکھوں میں گھور چھایا۔
گرا زمیں پر دھڑام وہ، چار آئینہ تن پہ جھنجھنایا۔
ہوئے ہزیمت کے ظاہر آثار، پیر اگلے ٹروجیوں کے لگے اکھڑنے
ہوا کنور ہیکٹر کا بھی پست حوصلہ اب،
فلک شگاف ایک نعرہ ارگوسیوں میں گونجا،
دباؤ کی راہ سے ہٹائے انہوں نے مقتول اب اٹھا کر،
چلے گئے مار دھاڑ کرتے وہ دور تک، تیز انکی یلغار تھی، لگاتار پیش قدمی
کھڑا ہوا پرگموس پر دیکھتا تھا نیچے
ٹروجیوں کا یہ حال اپالو، کہا یہ اس نے گرج کے ان سے:۔
"رکو، رکو اے ٹروجیو تم ٹھہر کے، پلٹو
بڑھو کہ جوشیلے اور چابک سوار تم سے
اٹھائیں ارگوسیوں سے زک...... ضرب انہیں لگاؤ،
یہ آہن وسنگ سے تراشے ہوئے نہیں ہیں،
کہ ان سے ٹکرا کے جست برّان لوٹ آئے۔
نظر جو دوڑاؤ گے تو یہ آشکار ہوگا
شریک اخیلس، وہ کودک طیطس ان کا پیکار میں نہیں ہے
کہ وہ جہازوں کے پاس لیٹا ہوا بچارا
زیادتی اور رنج کا زہر پی رہا ہے......"

گرج کے بوالہول دیوتا نے کہا یہ گرج پہ ایستادہ!
زیوس کی دخترِ شریفہ تریت ژینہ
بنی طرفدار اخائیوں کی، بڑھا رہی تھی
صفوں میں دل پست حوصلوں کا۔
اخائیوں سے دیوس امرنگ کیند آگے نکل کر آیا
تو اس کی تقدیر نے دیا وادیٔ اجل میں دھکیل پیچھے......
پروس امیر سدلیس نے تاک کر لگایا جو ایک کھنگر
پڑا وہ تخنے پہ ٹانگ کے دائیں، عین جا کر،
تھریسی نائنک، پروس امیر سدلیس آیا تھا آئی نس سے،
اب اس کے کھنگر نے ٹانگ کی نس کے ساتھ ہڈی کچل کے رکھدی،
دراز قد شخص لڑکھڑا کر گرا زمیں پر،
پسار کر ہاتھ ساتھیوں کی طرف......سسک کر
حیات ہونے لگی وداع اٹھ کے وہ مگر واں سے بھاگ نکلا،
پیروس نیزہ لئے تعاقب میں تھا، دیا اب جو ہاتھ اس نے
لہو کا فوارہ ناف میں سے اچھال ڈالا۔
نکل کے آنتیں بکھر گئیں، پڑ گیا نظر پر غلاف کالا۔
اطیلی تھیوس نے لگائی پروس کو ایک ضرب کاری،
پڑا تھا چھتی پہ تیز بھالا، ہوئی اتر کر
مہین سوفار جست پیوست پھیپھڑے میں
تھیوس نے پھر مروڑ کر دھات اس کے سینہ سے کھینچ ڈالی،
شکم میں تلوار گھونپ آخر اجل کی آغوش میں سلایا۔
بدن سے اس کے مگر نہ ہتھیار اتار پایا،

کہ آلیا اس کو دشمنوں نے۔
اٹھائے نیزے لپک کے مقتول کے حواری،
گھٹے ہوئے، جثہ ور تھریسی،
چڑھ آئے ہر اک طرف سے، اس کو پرے دھکیلا،
وہ مردِ عالی نسب، تنومند و زورآور، دلیر......لیکن
رپٹ گیا، لڑکھڑا کر آیا زمیں پہ اوندھا۔
دراز پسرے پڑے تھے دونوں قریب اب ایک دوسرے کے
تھریسیوں کا لہو کفن......ایپیوں کا جستی سلاح برتن،
قریب ہی دوسرے کئی اور اجل کی یخ گود میں پڑے تھے......
مگر وہاں پاس یا پرے لوگ جو کھڑے تھے
کسی کو بھی اس لڑائی سے اب مفر نہیں تھا......حذر نہیں تھا
نہیں کہ جاں کا خطر نہیں تھا، گریز ممکن مگر نہیں تھا۔
کوئی بھی پیکار آزمودہ وغا سے دامن کشاں نہ ہوگا،
نہ آنکھیں ڈالے اجل کی آنکھوں میں، کوئی پیر و جواں نہ ہوگا،
کوئی سلحشور، کوئی سالار جس کی اب جان پر بنے گی،
نہ ایتھنہ ہاتھ میں لئے اسکا ہاتھ، اس کی سپر بنے گی،
نہیں بچائے گی تیر اور پتھروں کی بوچھاڑ سے کسی کو
اجل دبوچے گی سامنے سے کسی کو اور آڑ سے کسی کو،
وہ ایک سنگین روز ہوگا،
خراب خونین روز ہوگا،
الگ ہیں اب، پھر مگر ٹروجی اخائی باہم گرفتادہ،
سرِ زمیں ہوں گے پشتہ پشتہ یہاں، وہاں منتشر فتادہ۔

پانچویں کتاب

○

رادت کی جھڑپ دیوتاؤں سے

وہ ساعت آئی...... دلیر دایومدیس دکھلائے کارنامہ،
بیک کرشمہ کیا تھا اس کو جری سلحشور، ایتھنہ نے
تمام ارگوسیوں میں بڑھ کر، دلیر صف در!
وہ ساعت آئی تھی...... گاڑ دے عظمتوں کے جھنڈے۔
عجیب شعلہ فروغ ڈھال اور خود اس کے بنا دیئے تھے
کہ رفعت شعلہ فروغ ڈھال اور خود اس کے بنا دیئے تھے
کہ رفعت آسماں سے گرما میں آتشیں نجم، بحر میں غسل کر رہا ہو
سر اور شانوں کو جوش و مردانگی سے معمور کر دیا تھا،
تہوّر انگ انگ بھر دیا تھا...... اسے دھکیلا تھا قلب میں پھر
جہاں پہ گھمسان کی لڑائی چھڑی ہوئی تھی۔
ٹروجیوں میں رئیس تھا ایک شخص دارِیس...... ہیفئس کا بڑا فدائی......
تھے اس کے فرزند دو نبرد آزمودہ...... فیگاس اور ادائس،
سوار رتھ میں بڑھے چلے آرہے تھے دونوں،
ہوا بہادر اخائی سے سامنا، وہ ان کے مقابلے میں

اسی طرح، پیٹھ ٹھونک کر ڈٹ گیا پیادہ۔
قریب آیا تو باندھ کر شست اپنی لمبی سنان فیگاس نے چلائی'
نکل گئی بن چھوئے انی تیز دھار، دایومدیس صف در
کے دائیں کاندھے کے پاس اُچٹ کر،
کمال پھرتی سے اپنی باری پہ، تیز، دایومدیس گھوما،
ہوا میں لہرائی شام جستی، سنان اس زور سے ٹکائی،
خطا نہ بالکل ہوئی، لگی درمیان میں بھٹنیوں کے سیدھی،
عدو اچھل کر کمیت جوڑی سے ایک دم آ رہا زمیں پر،
چھلانگ اوائس نے جگمگی رتھ سے ساتھ ہی بے دھڑک لگائی،
مگر قدم جم کے رہ گئے، بھائی تک نہ پہنچا،
نہ ٹال سکتا تھا اس کی آئی ہوئی اجل کو۔
وہ موت کے منہ میں آپ بھی آ گیا تھا، بروقت ہیفتس کا
نہ کام دیتا اگر وسیلہ...... چھپا لیا تیرگی میں اس نے!
بس ایسے اس کا پدر مکمل عذابِ ماتم سے بچ گیا تھا،
اگر چلا جاتا جاں سے یہ بھی!!
لگام گھوڑوں کی کھینچ، دے ایڑ بگھیوں میں
سپرد، دایومدیس نے رتھ کے ساتھ کر دی کمیت جوڑی
سپاہیوں کو کہ ہانک لے جائیں کشتیوں پر۔
ہوا تھا داریس کے جوان دو جوان بیٹوں کا حشر، دیکھا
ٹروجیوں نے...... بچا تھا اک' دوسرا پڑا تھا
قریب بگھی کے جان دادہ...... مسوس کر رہ گئے کلیجے،

ہر ایک کا دل بری طرح وسوسوں سے لبریز ہو گیا تھا۔
تو ملگجی آنکھ اتھنہ، تند طبع رن دیوار یس کا ہاتھ تھام کر، یوں:
"ارلیس نوعِ بشر کی آفت
لہو کے تہ دار، پختہ سنگیں دیار دیوار ڈھانے والے،
بھلا نہ کیوں انکے حال پر چھوڑ دیں یہاں اب
اخائیوں اور ٹروجیوں کو...... بھلا نہ کیوں چھوڑ دیں انہیں یوں،
زیوس کر دے عطا ظفر مند کو بڑائی،
کرے اسے سر بلند خود وہ۔
الگ تھلگ اس جدال سے ہم رہیں تو بہتر،
زیوس کے بھی غضب سے محفوظ یوں رہیں گے۔
اسی طرح بات چیت کرتے لڑائی سے لے چلی اسے وہ،
پھر ایک گوشہ میں اسکمندر پہ جا بٹھایا۔
ادھر دنان اب ٹروجیوں کی صفوں کو پیچھے دھکیلتے تھے،
ہر ایک سالار نے کمیدان کو مقابل کے مار ڈالا،
عسا کر ارباب اگام امناں نے رتھ سے پہلے
دراز قامت شجاع، سردارِ ھالی زوناں
اڈائی کو قتل کر دیا...... وہ
پلٹ کے دینے لگا تھا پسپائی کا اشارہ
اگام امنان کی انی جب عقب سے کاندھوں کے بیچ اتری،
نکل گئی سینہ توڑ کر...... وہ گرا زمیں پر،
کچھ اس طرح جھنجھناہٹیں گونجتی تھیں قامت پر اسلحہ کی۔

ادومنی اس نے گردن ابن بروس، فسطاس کی اتاری
یہ شخص زرخیز کھیتیوں کی زمین...... ترنی سے آنے والا،
نہ اٹھنے پایا تھا اپنی رتھ سے کہ دائیں شانے پہ ضرب دے کر
ادومنی اس نے خاک جنگاہ پر اُچھالا،
کفن ٹھٹھرتے ہوئے اندھیرے کا اس پہ ڈالا۔
کریٹیوں نے لپک کر اس کا یراق، ساز، اسلحہ بٹورا۔
ستار خس کا پسر شکاری کمماندرس بھی
شکار اسی دم منی لیاس اطرسی کے نیزہ کا بن چکا تھا۔
کمماندرس کو بڑی مہارت شکار میں تھی،
اسے ارطمس نے طاق اس فن میں خود کیا تھا،
نشانہ کیسے بنائے ہر نوع کے وحوش وطیور کا وہ،
تھے مسکن و آشیاں لمیری پہاڑی کی گھاٹیوں میں جن کے
مگر جو دیوی ہوا کو تیروں سے پاٹتی ہے،
مدد کو اس وقت واں نہ پہنچی...... نہ کام آئی نشانہ بازی!
نہیں، نہیں بلکہ بھاگ نکلا وہ جب اخائی سنان سے، تو
منی لیاس اس کے سر پہ مانندِ برق دھمکا،
بزن...... تو کاندھوں کی ہڈیوں سے دھنسی سناں پسلیوں کے اندر،
زمین پر وہ دھڑام آیا...... سر، اس کا پہلے
سلاح کی جھنجھناہٹوں میں۔
اسی سمے، میری نس نے ہرمونڈس کے بیٹے
پری کلس کو کیا ہلاک آدمی بڑا وہ

فنِ عمارت گری کا ماہر، بہت ہنر مند صنعتوں میں،
کہ چڑھ گیا تھا نظر میں پلّاس ایتھنہ کی۔
سکندرس کے لئے بھی وہ سب جہاز اسی شخص نے بنائے،
...... بجا ہے بیڑا بدی کا کہئے
ٹروجیوں کے لئے جو اتنی ہلاکتوں کا سبب بنے تھے،
خود آج وہ اس کے واسطے بھی۔
ہزار افسوس، وہ نہیں پڑھ سکا تھا گردوں کا اشارہ،
لپک کے پیچھے سے میری نس نے ٹکائی دہنے سرین پہ اس کو،
چھدا مثانہ، ذرا سا پیڑو سے ہاتھ رپٹا،
کراہ کے ساتھ، ہاتھ گھٹنوں کے بل گرا وہ،
اجل نے بڑھ کر وہیں کفن میں اسے لپیٹا۔
گلس کپوت انتز ملک کا،
پڈیس کے ہاتھ سے رہا کھیت ...... اسے لیا تھا
پسر کی مانند گود خانم تھیانیہ نے
کہ اس طرح شوہر اس سے خوشنود ہو زیادہ
مگس فلید اس، اس پہ استاد نیزہ زن نے
قریب گدّی پہ وہ دیا ہاتھ، جڑ سے اس کی
زبان کو چیر کرانی کٹکٹائی دانتوں میں ...... سرد کانسی!
وہ کچکچاتا زمین پر ڈھیر ہو گیا تھا۔
ایور پیلس ایومنی دس نے ہاپیسی نر کو مار ڈالا ......
مہا تما ڈلیپن کا بیٹا ...... کہ عہد رفتہ میں اسکمندر کا تھا پروہت ......

معزز اس طرح اہل دہ میں کہ دیوتا ہو،
یہ شخص جونہی نکل کے بھاگا، ایورپیلس
لئے اپنی تیغ دوڑا پیچھے...... دواں، دویدہ
رسید شانہ پہ زور سے کی تو فربہ بازو واڑا دیا اک،
چکیدہ خوں جب گرا وہ بازو، اُمڈ کر آنکھوں میں موت چھائی۔
زبون انجام، واشگوں بازیٔ مقدر!
اخائیوں نے کیا تھا بازار کشت وخوں گرم ہر طرف اب،
دلیر دایومدیس کو دیکھ کر نہیں کوئی کہہ سکے یہ
وہ آدمی ہے اخائیوں کا کہ کوئی ساتھی ٹروجیوں کا،
صفوں میں تھی جانبین کی اس طرح تگ وتاز تیز اس کی......
کرو تصور کہ ماہ اپریل کی ندی برف سیر، خیزاں
بصورتِ سیل کاٹ لے جائے یوں کنارے
نہ کوئی پشتہ نہ بند ٹھہرا سکے، نہ اڑواڑ باڑ روکے
کیار پھلوار کو بچانے کے واسطے جو لگی ہوئی ہوں
اک ایسا نیلاب جس میں سیلاب آئے یکدم
زیوس چھا جوں فلک سے برسائے مینہ، چھما چھم
جھڑی لگا دے، وہ ایسی برسات بار اتوار کی کہ بیچارے ہاریوں کی
سنہرے خوشوں کی کھیتیوں کو تباہ کر دے......
اگرچہ تعداد میں فزوں تھے ٹروجیوں کے ہجوم کرتے
پرے، مگر وہ تھے اسی طرح منتشر، اسی طرح پارا پارا
وہ سارے دایومدیس کے سامنے، کوئی بھی

ٹکا نہ آگے، اور اس کا آگا نہ روک پایا......
نگاہ اس پر پڑی پنڈورس کی، کس طرح وہ
ہوا چلا جارہا تھا جنگاہ پر مسلّط۔
جھکائی دایومدیس کی سمت سینگ کی پینگ، شست باندھی،
وہ کرنے دھاوا بڑھا جو آگے، خدنگ چھوڑا
کہ دائیں کاندھے کے جوڑ پر ٹھیک جا کے بیٹھا۔
ہوا جو پیوست پرفشاں تیر، تن پہ کانسی
لہو میں یکسر لتھڑ گئی تھی۔
کیا پنڈورس نے تیز نعرہ بلند...... ''آؤ
ٹروجیو بھاگ کر قریب آؤ، آؤ نیتاؤ نیختاؤ
ہوا ہے زخمی، شدید زخمی ہوا ہے...... دیکھو
کوئی شہزور،...... اسے لگایا ہے زخم کاری
ہے میں نے...... بلا کا ناوک فگن ہوں میں تو،
کرے گا لبیک جلد وہ داعیِ اجل کو......
بتاؤں جب لیکیہ سے عزمِ سفر کیا تھا،
مجھے اپالو نے آپ آشیرباد دی تھی۔
وہ فتحمندانہ نعرہ زن تھا۔
مگر اجل کا نہ ایلچی اس کا تیر دایومدیس کے واسطے بنا تھا،
کمیت جوڑی سے ہٹ کے وہ رتھ کی اوٹ میں آ کھڑا ہوا تھا
کپانیس کے پسر ستھنلس سے یہ کہا پھر:
''لپک ذرا میرے یارِ دیرینہ اے ستھنلس،

خدنگِ مجہول میرے کاندھے سے کھینچ باہر"
جھٹ آیا نیچے ستھنلس اور زور دے کر اس نے
سبک، مگر تیز تیر کا پھل صفائی سے زخم سے نکالا۔
اُچھل کے خوں صاف، باختہ پیرہن کو آغشتہ کر گیا تھا۔
پکار کر یہ دہائی دایومدیس نے دی۔
"مری سن اے دختر زیوس...... اس کا راج آسن ہے بادلوں پر
مرے پدر کے قریب گھمسان رن میں تو نے
اگر کبھی کی ہے اس کی امداد اسی طرح کر قریب مجھ کو،
مری مدد بھی اسی طرح کر:
عطا مجھے کر وہ استقامت لگاؤں اس شخص کو ٹھکانے،
اسے مری زد میں گھیر لا، جس نے زک یہ بے آگہی میں دی ہے،
خوشی میں اترا رہا ہے کیسا، یہ کھا کے سوگند بک رہا ہے
کہ ہونے والا ہوں جلد سورج کی روشنی دیکھنے سے قاصر......"
پکار کے اس طرح دہائی جو دی تو پلاّس ایتھنہ کے
یہ کان میں جا پڑی...... پھر اس نے،
مزید مضبوط کر دیے ہاتھ پیر اس کے،
بدن میں طاقت بھری تو ٹانگوں میں اور پھرتی
کہا یہ نزدیک ہو کے اس کو: "لڑائی دایومدیس کر تو،
ٹروجیوں سے تہورانہ نبیڑ، بھڑ جا،
تجھے ضرورت ہے جرأت و عزم کی، بکثرت
کیا ہے لبریز دل ترا، تیرے باپ کے حوصلے سے، میں نے

پڑا ہے جو کم نہ کم پڑے گا
پدر ترا نامی و گرامی، وہ ٹائڈس، کارگر سپر دار، باربیگی۔
پرے ہٹا دی ہے دھند بھی، جو
تری بصارت ابھی بہت کند کر گئی تھی
بہت پرے صاف دیکھ سکتا ہے سامنے تو۔
کر آدمی اور دیوتا میں تمیز پوری،
تری ہو منظور آزمائش اگر کسی دیوتا کو ان میں،
یہ جان لے آدمی کو زیبا نہیں جسارت
کہ ہو امر دیوتاؤں کا جنگ میں مقابل حریف بن کر
یہ قول ہر دیوتا پہ صادق ہے، افرادایت
مگر سمجھ لے یہ بات اس کے لئے نہیں ہے۔
کہیں ترے روبرو وہ پیکار میں اگر ہو
تجھے اجازت ہے، جست براں سے بے محابا گزند دینا''۔
اسے یہ کہہ سن کر ملجگی آنکھ ایتھنہ تو وہاں سے چل دی،
پلٹ کے دایومدلیس نے رخ کیا عدو کی صفوں کا فوراً،
ٹروجیوں سے لڑائی کا اضطراب اسے پیش ازیں اگر تھا
تو سہ گنا تند ہو گیا یہ...... وہ خون آشام بن چکا تھا......
یہ کیفیت ہو رہی تھی اس کی......
خفیف سا شیر کو کرے گھائل اک گڈریا
جو اس کے باڑے میں آن کودا ہو، اور یوں مشتعل اسے بے قیاس کردے،
نہیں کسی بھی جتن سے اس کو وہ کر سکے پھر دھکیل باہر،

یہ بلکہ خود ہی ہراس میں چھوڑ کر ہراساں
بدکتے ریوڑ کو کونے کھدرے کی اوٹ ڈھونڈے،
دہاڑتا شیر چیرتا پھاڑتا لگا دے،
ادھر اُدھر ادھ چبائے ادھڑے دھڑوں کا چھتا......
درندہ، پہلے پھلانگنے سے بروں کٹہرے کی باڑ واپس......
پڑا تھا کچھ یونہی ٹوٹ کر شیر کی طرح اب،
جھپٹ کے دایو مدیس دشمن ٹروجیوں پر،
اجل رسید اس نے کر دیئے است نومن اور اک پٹیل اپرن......
اسے تو برچھی کا وار سینہ کے پار کر کے،
اسے لگا کر حسام کی ایک ضرب کاری،
ٹکائی ہنسلی پہ جوڑ کے پاس، تن سے شانہ اکھیڑ پھینکا
جب ان سے فارغ ہوا تو دیکھا اریدمس کے
پسر الس اور پلائدس سامنے کھڑے تھے۔
پدر زمانہ شناس تعبیر خوانِ رویائے صادقہ تھا،
مگر چلے جب لڑائی پر یہ پسر، نہ معلوم کر سکا وہ
جوان کی تقدیر میں لکھا تھا
ہلاک دایو مدیس نے کر دیا انہیں، اسلحہ اتارا۔
تھن اور زنتھس کے پھر مقابل ہوا...... یہ دونوں
فنا پس کے نورِ چشم...... اک آدمی بچارا
فلاکت و سالخوردگی کا غریب مارا،
وہ اپنے وارث مزید پیدا نہ کر سکا تھا

یہ دو یہاں زیر ہو کے مقتول ہو گئے ...... واں
الم گزیدہ پدر بقیدِ حیات تھا بہر سینہ کوبی
لڑائی گر ختم ہو بھی جائے، یہ جیتے جی کہہ نہیں سکے گا
انہیں کبھی اپنے گھر میں خوش آمدید ...... ان کا
تمام ورثہ لگے گا اب ہاتھ دوسروں کے۔
تب اپنے یدھ رتھ میں کر کے دایومدیس ہلّہ'
ہوا افیمان اور خردماس شاہزادوں سے جنگ پیا،
یہ دونوں فرزند شاہِ پریام وردنی کے،
اب اس کے دستِ قضا کی ضربت سے موت کی گہری نیند سوئے۔
نظارہ ایسا تھا، شیر جھاڑی میں' پاس چرتے
کسی مویشی کی نرم گردن مروڑ ڈالے!
اچھل کے' گاڑی سے ان کو دایومدیس نے' اینٹھتے نکالا،
پھر ان کے ہتھیار اُتار ڈالے، کمیت جوڑی عقب میں بھیجی۔

○

ٹروجیوں کی صفوں میں دیکھی بپا قیامت اینیس نے،
قیامت اس شخص نے جوان میں مچا رکھی تھی۔
بڑھا، جہاں ہو رہی تھی گھمسان کی لڑائی،
جہاں سنانیں الجھ رہی تھیں، جہاں کمانیں سلجھ رہی تھیں،
یہ تیر چلّے کڑک رہے تھے، وہ کھڑگ کھانڈے کھڑک رہے تھے
اسے پنڈورس کی جستجو تھی ......
نظر وہ لیکوں شریف زادہ پڑا، تو روکا' کہا: ''پنڈورس!

کہاں گئی وہ کمان تیری، وہ بان، پرتاب اور کھرے
وہ شہرت ونام، کوئی ثانی ترا نہیں تھا
ٹرائے میں دور دور تک تیر افگنی میں،
نہ لیکیہ میں تھا کوئی للکار کر تجھ مات دینے والا،
زیوس کی سمت ہاتھ پھیلا، خدنگ اک پر فشاں کر دے
وہ شخص جو بھی ہے زور آور ہے اس غضب کا
ٹروجیوں کو چھٹی کا دودھ آج یاد اس نے دلا دیا ہے،
......زک ایسی پہنچائی ہے کہ دل خون رو رہا ہے،
ہمارے جی دار موت کی نیند ان گنت وسلا چکا ہے،
قلم سری، کوئی آنکڑے دار تیر، دل مرغ پر فشاں ہو،
اگر کوئی دیوتا نہیں وہ،......
جسے کوئی خوامخواہ پرخاش ہو گئی ہو،
نیاز یا نذر پر وہ ہم سے خفا ہوا ہے،
کہ ہو اگر دیوتاؤں کو برہمی تو وہ برہمی غضب ہے!"
اسے وہ لیکوں شریف زادہ جواب میں یوں:
"اینیس تو سنبھال باگیں، کمیت جوڑی کو ہانک تو ہی،
درست پائیں گے راس رتھ بان کی تو گھوڑے
سنبھل کر آسان، راست کھینچیں گے جنگ گاڑی۔
ہمیں ہے دایومدیس سے آج واقعی طور پر نبٹنا،
فلک نکردہ بدک پڑیں وہ سنیں نہ ٹٹکار گر تری وہ،
لگام کھنچ جائے، عین اس وقت یا الف ہوں

کہ ہم پہ دایومدیس کا ہاتھ پڑ رہا ہو
فلک نکردہ، جھپٹ کے دونوں کو مار دے گا،
کمیت جوڑی کو وہ غنیمت میں جیت لے گا۔
نہیں نہیں رتھ سنبھال، اپنی کمیت جوڑی کو ہانک خود ہی،
کیا اگر اس نے ہم پہ دھاوا، اسے نمٹ لوں گا، فکر مت کر
کہ میں پرولوں گا جسم بلّم میں اس عدو کا"۔
ہوئے وہ نقشین رتھ میں یوں متفق روانہ،
کپانیس کے پسر ستھنلس نے آتے دیکھا۔
انہیں، پلٹ کر کہا یہ دایومدیس سے تب:
"مرے دلی دوست صاف میں دیکھتا ہوں سر پہ پہنچ گئے ہیں
دواں وہ دو نیزہ باز، تیرے لہو کے پیاسے،
دبنگ جوڑا، یہ تیوران کے ہیں پل پڑیں بے دریغ تجھ پر،
یہ ان کی رفتار بس ابھی تجھ پہ پل پڑیں گے......
ہے ایک ناوک فگن پنڈورس، شہیر لیکون باپ جس کا،
اینیس نیزہ باز دیگر...... یہ مدّعی جو
پدر ہے اس کا خسائس اور مادر افرادایت۔
تجھے بھی لازم ہے احتیاط، اپنی گاڑی پیچھے نکال لیں ہم،
یہ وقت دھاوے کے واسطے ٹھیک بھی نہیں ہے۔
کہ احتمال اس میں یہ زیادہ ہے جان جائے"۔
تب ایسے غرایا، گھور کر اس کی سمت، دایومدیس صف در:
"نہ اس طریقہ سے دُم دبا کر فرار کا یاں سے مشورہ دے،

بگھار مت بزدلی کا منطق، کھلی ہزیمت کی بات مت کر،
مجھے نہیں کر سکے گا خدشہ میں مبتلا..... جان کاہ خطرے کے بول سے تو
مرے لئے آنی کانی جنگ وجدال کا ڈھنگ ڈھب نہیں ہے۔
فضول ہیٹا بنے، نہ ہیٹا بنائے کوئی،
یہ دیکھ میں تو سدا کی مانند تازہ دم ہوں،
یہ رتھ میں پسپائی تو منافی مری طبیعت کے سر بسر ہے،
نہیں نہیں پیٹھ ٹھونک کر ہی مقابل آؤں گا میں عدو کے،
نہ ہو، نہ ہونے دے اتھنہ مجھ پہ بزدلی کا ہراس طاری،
نہیں وہی لوٹنے نہ پائیں، وہی نہ واپس عقب میں جائیں
پڑے وہ بھرپور ہاتھ، بچنے کی سعی میں زور سو لگائیں،
یہیں نظر لوٹتے تڑپتے زمیں پہ آئیں۔
نہ بھول یہ ایک بات اب میں تجھے بتاؤں
کمال پرکاریٔ ہنر سے، مجھے مقدر کیا یہ اعزاز اتھنہ نے
انہیں یہاں آج موت کے گھاٹ اتار دوں میں۔
لگام گھوڑوں کی کھینچیو ٹھیک اسی جگہ پر
سنوار کر لنگ، رتھ بریٹروں کے گرد پوری،
اینیس کی کمیت جوڑی پہ کود یو تو،
خیال سے، زد سے رہ کے باہر ٹروجیوں کی۔
اخائیوں میں پھر ان کے گھوڑوں کو ہانک لے جائیو..... یہ گھوڑے
اصیل ہیں، یہ جہانِ پہنا کے ناظر گل
زیوس نے اپنے مغبچہ زینی میدس کے واسطے، صلہ میں

طروس کو مرحمت کئے تھے۔ یہ نسلی اعلیٰ
تمام دنیا میں ایسے شبدیز اور کب ہیں،
اجالے میں دیو بھاسکر دیوتان اوشا کے بہتریں یہ
ہوا تھا اک لحظہ لامدن غافل اور ساری
یہ راس اڑا لایا الخسائس، ٹرائے کا بے مثال قائد۔
بچھیریوں کو ملا کر ان سے ہوئی جو حاصل،
بچھیرے اس نسل کے حویلی میں نصف درجن
تیار، چار ان میں الخسائس کے اصطبل میں رہے، پلے واں۔
اینیس کو لڑائی کے واسطے مہیا کئے گئے وہ،
اصیل واعلیٰ یہ خنگ لے جائیں اب اگر ہم
پڑے گا شور اور دھوم اپنی بہت مچے گی:
یہ گفتگو ہو رہی تھی دونوں میں، ہانکتے جب
کمیت، پویہ لڑا ایئے رتھ میں دوسرے دو
پہنچ گئے ...... اور آ گئے زد میں یہ، تو چیخا
پنڈورس: "اے ٹائڈس کے بیٹے، نڈر لڑا کے
گیا نشانہ خطا' تجھے ختم کر سکا گر نہ تیر میرا،
تو لے یہ نیزہ کو آزماؤں، خدیو چاہے تو ضرب مہلک پڑے گی اب کے"۔
یہ کہہ کے تولا ہوا میں نیزہ دراز ...... پھینکا،
حریف نے لیکن اس کو اپنی سپر پہ روکا،
انی مُسی، گھس سکی نہ جوشن کے پار ...... لیکن
مغالطہ میں یہ بڑ پنڈورس نے ہانک ڈالی:

"حجابیہ میں یہ ٹھیک بیٹھی ہے...... دیر تک اب
مجھے یقین ہے نہ پاؤں پر تو کھڑا رہے گا،
مرے مقدر میں سرفرازی لکھی گئی یوں!"
ہوا نہ دایومدیس حملہ کے داؤ دے بدحواس، بولا
"نہیں جو دیدے ہوئے ہیں پٹ، دیکھ وار تیرا خطا گیا ہے،
گھمنڈ بے کار ہے ترا، اس قدر نہ اترا،
بنو بہت بھی، مگر یہاں سے پلٹ سکو تم
سمجھ کہ دونوں کو مہلت اس کی مگر نہ دوں گا،
اریس، بنڈی میں پوتیں کی، لہو تمہارا ڈکوس لے گا"۔
پھر اس پہ ہتھیار کھینچ مارا......
جسے دیا ایتھنہ نے یوں سیدھ میں بڑھاوا،
نہ آنکھ کے پاس ہی پنڈورس کا ناک چھیدا،
کئی چمکدار دانت بھی ساتھ توڑ ڈالے۔
انی تھی کانسی کی اس قدر تیز اور برّاں
زبان تالو سے صاف پھنگل تلک تراشی،
دھنسی جو نیچے کی سمت، ٹھوڑی کے پار نکلی۔
الٹ کے گاڑی سے گر پڑا وہ،
چمکتے ہتھیار جھنجھنائے، بھڑک کے شبدیز کپکپائے،
بدن سے جیون ٹپک رہا تھا، لبوں پہ تھا دم...... سسک رہا تھا،
وداع جاں ہو رہی تھی دل سے...... قویٰ و اعضا تھے مضمحل سب
سدا کو آرام کر رہے تھے...... درونِ اندام مر رہے تھے......

فرو ہوئی شمع زندگی......حیف اک فرو ماندہ فرد کیسا
فرو دخاموش اور ساکت پڑا ہوا تھا!
اٹھائی اس ماندہ آدمی کو گھسیٹ کر لے چلے وہاں سے
رفیق کی موت پر وہ دہشت زدہ تھا، پھر بھی
اینیس ڈھال اور نیزہ لئے پیادہ، قریب پہنچا،
بپھر کے خونخوار باگھ جیسے، جھپٹ پڑا ہو،
کئے تھا وہ گول ڈھال آگے، ہدف پہ تانے ہوئے سرو ہی
جنوں کے جو ایک سامنے ہو، اسی کو ترشول میں پرو لے،
پکار، للکار، مار، جیکار......غلی برابر مچا رہا تھا۔
اٹھایا دایومدلیس نے جھک کر ایک پتھر،
چٹان سے بھی زیادہ بھاری اکھاڑ تو دہ،
ہلا سکیں جو نہ اب جواں مرد و توانا،
بڑی سہولت سے اس نے ہلکورا، اور لے کر
نشانہ دے مارا زور کے ساتھ اینیس پر۔
لگا وہ کولھے پہ، ہڈ کٹورے کے پاس سیدھا،
کچل دیا جوڑا اور پٹھے بھی ساتھ کے دو۔
اُدھڑ گئی جلد کھر درے سنگ کی رگڑ سے،
ٹرائے کے بطل نے ٹکائے زمین پر بے بسی سے گھٹنے،
تمام بوجھ اب درشت و مضبوط ہاتھ پر ڈال کر سہارا لیا......اٹد کر
لگی سیہ رات چھانے آنکھوں پہ اوڑھنی سی۔
اینیس لقمۂ اجل صاف بن چکا تھا

اگر وہاں اس کی والدہ افرادایت اک دم
نہ آ دھمکتی...... کہ اس نے دورانِ گلہ بانی
ملاپ سے شاد الخسائس کے ہو کر اس کو جنم دیا تھا۔
اینیس کو سفید بازوئے مرمریں پر
بڑی ہی آہستگی سے اس نے دیا سہارا
کلابتوں پیرہن کے پلو کی اوٹ میں کر لیا اسے پھر،
دنان ترسول کام اس کا تمام گھپ کر کرے مبادا
عزیز بیٹے کو عرش کی سمت لے کے میدان سے اُڑ گئی تب::
کپانیس کے پسر ستھنلس کو یاد آئی
اسے ہدایت جو دی تھی دایومدلیس نے ...... پس
جھٹ اس نے اپنے کمیت روکے،
اڑس کڑی باگ کو بریٹروں میں، وہ پھلانگا
اینیس کی ایال لمبی کمیت جوڑی پر، اور اس کو
ٹروجیوں کی پہنچ سے باہر بھگا کے...... اس نے
کیا حوالے دیورلیس کے...... رفیق حاضر دماغ بڑھ کر
عزیز سب ہمسروں میں جو تھا...... انہیں وہ پہنچائے کشتیوں پر
ٹہوکا دے جنگجبی عنان کو، مڑا ستھنلس
سوار رخش ثبات پا پر۔
چلا گیا ہانکتا وہ نقش قدم پہ دایومدلیس کے، جو
ادھر بڑھا تھا خدیو کپری سے کر کے پیکار کا تہیہ......
اسے خبر تھی کہ وہ ہے کمزور اور نربل۔

نہیں آکاش دیویوں میں شریک تھی وہ
جنہیں تعلق بشر کے جنگ وجدال سے ہے۔
مثال میں، جیسی اتھنہ ہے یا پھر آئی یو
یہ جس کی بلّہ زنی دیاروں پہ مستند ہے۔
خیال کر کے یہی وہ چڑھ دوڑا افرادایت پہ، اور آئی
وہ جونہی زد میں، اُچھل کے دی تیز دھار برچھی۔
ہوا تھا مجروح ہاتھ اس کا کھلا ہوا...... تار تار ساری
ہوئی تھی جستی انی سے خفتانِ آسمانی،
کیا تھا تِلّے کا کام کرپائیوں نے جس پر
چھلی ہتھیلی کی نرم کھال اور سوم امرت لگا ٹپکنے،......
لہوان ارباب سعد کا...... یہ غذا نہ کھائیں
پئیں نہ صہبائے ارغوانی...... لہٰذا موسوم بن لہو کے وہ جاودانی!
نکل گئی دیوی افرادایت کی چیخ سرلی،
چھٹا پسر اس کے ہاتھ سے، بازوؤں میں تھاما
خدیوا پالو نے جھٹ اسے، اور ساتھ لے کر
سیاہ بادل کی اوٹ، چلتا بنا وہاں سے،
دنان ترسول کام اس کا تمام گھپ کر کرے مبادا
لڑائی جیکار ھار ایو مدلیس اپنے بھرے بھرے پھیپھڑوں سے چیخا:
''لڑائی کر بند، بند کر مار دھاڑ دیوی،
ترے لئے کیا نہیں ہے کافی یہ کٹنیا پہ

انی یو ENYO   کرپائیاں GRACES   سرلی، تیز   جیکار ہار نعرہ بازی

حظوظ نفسانیت سے بے بس کرے حیادار عورتوں کو؟
اسی طرح دندنائے گی کارزار میں کیا ضرور ہی تو،
مگر ترے ساتھ اب جو گزری ہے، میری دانست میں خدیوہ
لڑائی کے نام سے بھی آئندہ ہاتھ کانوں پہ تو دھرے گی"۔
بنی جو تکلیف کا ہدف یوں، نڈھال تکلیف سے گئی وہ
ملول جنگاہ سے سسکتی، وہاں سے اس کو
سہارا دے کر یوں جھلائی عریسہ نکلی۔
حسین جلدِ بدن پہ سارا سیاہ پوچا پھرا ہوا تھا۔
ارلیس کے پاس آئی وہ دور پار ستارہا تھا بائیں
لئے ہوئے دھند کے ڈہاہا پر اپنے ترسول کا سہارا۔
وہیں پہ جنگی کمیت جوڑی بندھی ہوئی تھی،
وہ ایک گھٹنے کو ٹیک کر بھائی سے، ہوئی ملتجی بہ منت،
اور اس سے زرین کنگنوں کے سمند مانگے......،
"عزیز بھائی کرم نما ہو، ملے یہ تیری کمیت جوڑی،
مجھے پہنچنا ہے دیوتاؤں کے آشرم تک سر المپس،
گزند پہنچی ہے، وحشیانہ سنان ماری اک آدمی نے،
یہ سر پھرا آدمی ہے دایومدلیس بے شک وہ سر بھڑائے زیوس سے بھی۔
ارلیس نے دیدیئے وہ زرین کنگنوں کے سمند اس کو،
نڈھال، دکھ سے اکاش بگھی میں گر گئی وہ
عنان لی ہاتھ میں عریسہ نے، زور کا جو دیا ٹھوکا

کنفیا پہ: کٹنی پن — ڈہاہا: کنارا

سمند سرپٹ ہوئے روانہ...... معاً پھر اترے
جہاں پہ بسرام سب امر دیوتاؤں کا ہے۔
یون جھلائی عریسہ ٹھہری وہیں المپس کے ڈھانگ دھورے
کمیت جوڑی کا ساز کھولا، اکاش شغل انہیں کھلائی۔
گری ڈیانہ کی گود میں جا کرافرادایت۔
عزیز ماں اس پہ واری صدقہ ہوئی، یہ سرگوشیوں میں پوچھا
''کیا مری لاڈلی کا یہ حال کسی موئے نے،
یہ خیرہ چشمی سرفلک بھی؟...... یہ بربریت
کسے ہیاؤ کھلا ہے ایسا، جسے جسارت یہاں ہوئی یہ
کسی صریحی خطا کی یا تو ہی مرتکب ہوگئی تھی بنو؟''
وہ ہنستی آنکھوں پہ مٹنے والی، تب افرادایت اسے جواباً:
یہ مجھ پہ دایومدیس نے کی درازدستی، اسی نے مجروح یوں کیا ہے،
بتاؤں، البتہ سعی میں نے ضرور کی تھی
اینیس نورِ چشم کو میں ہلاکتِ جنگ سے بچاؤں،
نژادِ آدم میں وہ مجھے اس قدر ہے پیارا، مرادلارا۔
کہو کہ اب کارزارِ خونیں
نہیں ہے محدود اخائیوں اور ٹروجیوں تک۔
سنو کہ اعلانِ جنگ ارگوسیوں نے اب تو
کیا امر دیوتاؤں کے بھی خلاف کھل کر!''
ڈیانہ، سب دیویوں میں سندرا سے جواباً:
''کرو اس مصیبت پہ صبر بچی، کئی المپس پہ ہیں فرد کش

لگائی ہے زک جنہیں اسی طرح آدمی نے۔
یہ زک بہت ایک دوسرے کو بھی دے چکے ہیں۔
اریس بھی یہ بھگت چکا ہے...... کہ پابجولاں اسے کیا تھا
الائی اس کے جسیم بیٹوں اتائس واکلاٹس نے۔
مقیدِ مرتبانِ جستی رہا بچارا......
گذر گئے تیرہ چاند اس طرح، صاف آنے لگا نظر یہ
کہ اس لڑائی کے مربھکے کا معاملہ یوں تمام ہوگا۔
یہی تھا اغلب...... نہ ان کی سوتیلی ماں عریبس
اگر یہ سب ماجرا ہرامس کو جا بتاتی۔
اسی ہرامس نے طوق وزنجیر سے دلائی اسے رہائی،
مگر وہ زندہ مردوں سے بدتر...... سلاسلِ آہنیں نے اس کو گھلا دیا تھا۔
پڑی تھی ہیرا پہ جیسی بپتا، خیال کرتو،
جب اس کے دائیں طرف کا پستاں ہدف بنا کر
جسیم فرزند افتراں نے بٹھایا سہ شاخہ تیر ایسا
کہ اس پہ غلبہ ہوا تھا اک دردِ لادوا کا۔
زیوس کے پھر اسی توانا پسر کے ہاتھوں
پلاس میں درمیانِ انبوہِ کشتگاں، اک
نشانہ، سلطان تیرہ تل، ایڈز کو لگا تھا۔
چھدا تھا وہ ایسا تیر سے، بلبلا اٹھا تھا۔
بلند المپس پر ایڈز مضروب ودوختہ یوں نڈھال پہنچا
رڑک رہا تھا فراخ شانہ میں تیر تکہ۔

علاج مرہم سے اس کا پائیون نے کیا تب
ہوا کہیں صحتیاب اس واسطے کے اس کا وجود امر تھا۔
ہراقلس کانڈر پن اس میں مشقتوں کا
سہی وہ ممتاز پھر بھی اس کی جسارت ان کارہائے ناپاک کے لئے یہ
کمان پر بے دریغ چلہ چڑھائے بڑھ کر
المپیوں کو شکست دینے کے زعم میں وہ......!
تجھے لگایا ہے زخم جس نے، ملی تھی شہ اس کو ایتھنہ سے،
مگر ہو تق کو مطلق احساس تک نہیں ہو
خود اس کا جامِ حیات لبریز ہو چکا ہے،
دن اس کے پورے سمجھ جسے دیوتاؤں سے جنگجوئی سوجھی۔
نہ جنگ سے کی مراجعت، بیٹھ کر نہیں اس کے زانوؤں پر
اب اس کے بچوں نے ابّو ابّو اسے پکارا۔
ملی ہے دایومدیس کو مختصر یہ مہلت، مگر نہ بھولے
بہت نہ پھولے، اگر چہ جیوٹ سہی، کسی دن
مقابل اپنے سے رستم و تہمتن سے ہوگا
اٹھے گی بنت اجیلہ اور یستس کسی شب
معاً پریشان، نیند سے ہڑ بڑا کر، آنسو بہائے گی وہ،
کرے گی دلدوز بین، گھر کو جگائے گی وہ،
کہ اپنا سرتاج، اخائیوں کا نجیب دایومدیس آخر گنوائے گی وہ"۔
دیا ڈیانہ نے یوں دلاسا،
اٹھی، کیا صاف دونوں ہاتھوں سے خون اخور

اسی طرح سے جو افرادایت کی مرمریں کف سے رِس رہا تھا۔
کسک میں لیکن کمی ہوئی تھی،
کہ مندمل ہو رہا تھا وہ زخم خود بخود بھی۔
کیا جو ہیرا و ایتھنہ نے یہ ماجرا اس طرح تماشا،
چلیس لگائی بجھائی سے وہ زیوس کو بدگمان کرنے۔
دیوتنی نین ملگجی نے اسے کہا یوں:
''مرے پدر! **کیجیو** نہ محسوس، ذکر گو ناگوار ہوگا،
وہ افرادایت مدام کتنی سماں، زنانِ اخائیہ کو
یہ ورغلاتی ہے ساتھ روپوش ہوں جیالے ٹروجیوں کے،
کچھ اس طرح ان کے ساتھ وابستگی اسے ہے۔
وہ ایک دوشیزۂ اخائی کو شاید ایسے دلارتی تھی
کہ گیسوؤں میں گندھی سنہری سنگھار پٹی سے ناگہانی
خراش سی پڑ گئی ہے اس کے گلاب سے دست مرمریں پر''۔
یہ بات سن کے ہنسا پدر جن و انس کا، پھر
کہا یہ سونے کے رنگ سی زرد افرادایت دیوتنی سے:
''یہ جنگ بازی و خونریزی، یہ روگ بس کا ترے نہیں ہے،
سہاگ سیجوں، ستارہ چہروں کی خواہشوں ہی سے کام رکھ تو،
لڑائی دھندا ہے ایتھنہ دا ریس کا، یہ انہی کو ساجے،
اڑائے تو ٹانگ اس پھٹے میں اگر تو ٹھینگا فضول باجے''۔
سرِ فلک یہ مکالمے ہو رہے تھے باہم،
ادھر، اسی وقت حملہ آور اینئیس پر لڑائی جیکار ہار دایومدیس بڑھ کر ہوا، اسے گو

یہ علم تھا خوب وہ اپالو سے دیوتا کی امان میں ہے۔
مگر اسے جیسے اس مہادیوتا سے کوئی حذر نہیں تھا،
اسے تو سودا یہی ہوا تھا اینیس کو ہلاک کردے،
اسے ہم آمیز خاک کردے۔
سب اس کے ہتھیار آپ ہتھیائے، سرخرو ہو،
فنا عدو ہو،...... پلٹ پلٹ کر، جھپٹ جھپٹ کر
وہ تین بار اس پر آیا پل کہ موت کے گھاٹ اتار ڈالے
مگر اسے تینوں بار اپالو نے ڈھال پر روک کر، دھکیلا،
اُچھل کے وہ حملہ زن ہوا چوتھی بار اس پر،
غضب میں بھنا کے، تلملا کے......
تب اس سے ناوک فگن اپالو گرج کے بولا،
دہاڑ ایسی لہو وریدوں میں منجمد ہو......
"خیال کر، ہو چکی بہت، ہاتھ روک لے اب،
جنون ہے، دیوتاؤں سے زعم ہمسری کا،
کھلے گگن کی امر، ہماری نژاد عرشی
مگر تمہاری طرح نہیں تم زمین کے لوگ باگ خاکی!"
دہل گیا طیش سے اپالو کے، دہشت ایسی ہوئی کہ یکدم
ہٹا وہ دو ایک گام پیچھے
اینیس کو سنبھال کر دیوتا نے میدان سے اٹھایا،
اڑا کے بالا ٹرائے کے پاس جا بٹھایا،
جہاں پرگموس میں زیارت کدہ ہے اس کا

وہاں مقدس اطاق میں ریطہ وار طمس
اس آدمی سے بصد مدارات پیش آئے،
کمال حکمت سے پھر بنائی امراپالو نے ہو بہو اک
اینیس کی شبیہ، جس کو بجا ہے ہمزادِ عین کہیئے۔
کیا مسلح اسے مسلح وہ جس طرح تھا۔
اب اس ہیولٰی کے گرد بڑھ بڑھ کے کاٹتے تھے،
وہاں ٹروجی اخائی اک دوسرے کی سینہ پناہ ڈالیں
کہ بدّھیوں سے بندھی ہوئی تھیں۔
امراپالو نے یہ کہا جنگ دیوتا سے:
شرِ بشر، تر بتر بخوں، اے فصیل کن تو
گھس اور اس آدمی کو باہر لڑائی سے کر
کرے نہ دایومدیس صرفہ، بھڑائے کھانڈے زیوس سے بھی۔
اسی نے کپری کا مر مریں ہاتھ پہلے زخمی کیا ہے، اور اب
بلائے جاں بن کے میری چھاتی پر آچڑھا ہے"۔
چلا گیا رفعتِ پرگموس پر یہ کہہ کر
کہ استراحت کرے اپالو۔
اریس خونیں، ٹروجیوں کی صفوں میں اترا،
وہ ان میں روحِ دلاوری تا کہ پھونک ڈالے۔
بھرا صبا پا تھریسی دوڑ اک امیراکمس کا روپ اس نے،
سپوت پریام کے جھنجھوڑے:
"چھتر پتو، میرزادو نسل زیوس میں وارثانِ پریام، تا بکے یوں

اخائیوں کو ملے گی چھٹی ...... کہ شہر کے عین پھاٹکوں تک
تمہارے لوگوں کی گردنیں مارتے رہیں وہ
پڑا ہے واں ہم سے ایک غلطیدہ خاک وخوں میں،
نہ ہم نے کم ہیکٹر سے جس کی ستائشیں کیں۔
ائینیس ابن الخسائس امیر کو آؤ ہم بچائیں،
اسے بچا پائیں گے مگر مار دھاڑ کی ریل پیل میں ہم......"
یہ کہہ کے گرما دیا لہوان کا، اور غزا کے ہیکٹر سے
کہا سرپ دان نے ...... "تمہیں کیا ہوا ہے، اے ہیکٹر تمہاری
کہاں گئی جرأت وعزیمت ...... دفاع کیا شہر کا کروگے
بغیر ہی اتحادیوں اور لشکروں کے تم اور تمہارے
قریب کے رشتہ دار ماں جائے بھائی یا نسبتی اعزّہ؟
ملے نہ ان کی خبر، لڑائی میں وہ نظر ہی نہ آئیں مجھ کو،
ہوئے ہیں روپوش جس طرح گرد شیر کتے نظر نہ آئیں۔
ہمیں یہاں جنگ آزما ہیں، ہم اتحادی،
یہ جیسے میں ہوں، سفر کیا میں نے دور کا طے،
نواحِ لیکی بعید گرداب خیز زنتھوس کے قریں سے،
وہاں پر اپنی عزیز بیوی، عزیز بچے،
وسیع جاگیر...... خوابِ اہلِ ضرورت آیا ہوں چھوڑ کر میں۔
یہاں پہ موجود ہوں بہر حال اور اپنے
سپاہ گر لیکیوں کو آگے بڑھا رہا ہوں اُبھار کر اب......
چلا ہوں خود بھی نبرد پیمائی کے لئے، گو

مفاد میرا اٹرائے میں کچھ نہیں ہے ذاتی......
متاع میری نہیں کہ لے جائیں گے اخائی......
کھڑے ہو اک بھیڑ کی طرح تم، نہ کرسکو یہ
اسی قدر دوسروں سے کہہ دو، یہ حکم دیدو،
کہ اپنی اپنی جگہ پہ ڈٹ کر کھڑے رہیں وہ،
کہ اپنے اہل و عیال ہی کے خیال سے ہوں مصاف پیما،
تم ایک صید زبوں کی مانند کیا اسیرِ قفس بنو گے،
عدو کی دعوت کا مائدہ اک؟
تمہارا یہ شہر جلد تاراج وہ کریں گے،
کریں گے پامال......فرض تم کو پکارتا ہے،
بروں سے آئے اک ایک سالارو لشکری تو
تمہاری تاکید زور کی ہے جمے رہیں اپنے مورچے پر،
شکست کا اس طرح تم الزام اور اندوہ دور کر دو......"
ہوئی یہ تنبیہ تو لہو، ہیکٹر کا غیرت سے کھول اٹھا۔
ہوا میں دو برچھیوں کو لہراتا، رتھ سے کودا،
گھسا یسار و یمین و قلب اپنے لشکروں میں،
لڑائی کے واسطے ہر اک کو پکارتا تھا،
وہ کود جائیں دوبارہ رن میں......ابھارتا تھا۔
ہوئے مرتب اخائیوں سے پرے ٹروجی،
ٹروجیوں کے مقابلے میں درست شیرازہ بند اخائی۔
ملاحظہ دیدۂ تصور سے چاہیے اب......

ہوا اڑاتی ہے گاہنے کے کسی پرانے تھڑے سے خس کو،
ملی دلی پُولیاں جو ہاری اڑائیں سوپ اور پرتیوں سے،
دمتیرِ زرد مو کرے جھوک جھوک بھس اور دانہ دانہ الگ الگ، تو
سفید تو ڑی کے ڈھیر دن بھر کے تپتے سورج میں پر کھرائیں......
سفیدیوں پڑ رہے تھے چہرے اخائیوں کے
اٹے ہوئے دھول دھول بدلی میں، خنگ جس کو
سموں سے اوپر تپیدہ و تفتہ آسماں تک اُڑا رہے تھے،
رتھوں سے، جب تیز تیز رتھ بان انہیں گھماتے تھے، موڑتے تھے
وہ ہاتھ اپنے اٹھا اٹھا کر، تہوار نہ بڑھا بڑھا کر،
تھکن سے گو چور، ولولہ تھا، عدو پہ جھپٹیں رتھیں چڑھا کر۔
اریس آیا ٹروجیوں کی کمک پر...... اس نے
طلائی شمشیر دار اپولو کے حسب ارشاد سحر کر کے
چھپا دیا ہر جگہ انہیں اوٹ میں دھندلکوں کی، اور ایسے
ٹروجیوں کی مقاومت استوار کر دی۔
یہ اس لئے، دوسری طرف اس دنان کی دوستدار پلاّس ایتھنہ کو
روانہ ہوتے نگاہ میں اس نے کر لیا تھا۔
خموش، درگاہ سے اپالو نے اب اتارا......
طلا سے آویختہ...... ٹروجی سپاہ کے میر اینیس کو،
بحال اس کی عزیمت و جنگجوئی کر کے۔
ملا وہ جب ساتھیوں کو، دی تقویت انہیں بھی۔

سوپ پرتی۔ اناج چھاننے کے چاج — پر کھرانا۔ سفید ہو جانا

سلیم سالم اسے جو دیکھا، خراش تک بھی نہ تھی بدن پر،
کسی کو مہلت نہ تھی پر اتنی کہ حال احوال پوچھ لیتے۔
نئی مصیبت گلے میں ان کے امراپالو نے ڈال دی تھی......
شرِ بشر اک اریس، دیو ندیدہ دیگر نزاع ان پر کئے مسلط۔
اخائیوں کی صفوں میں آگے...... جری سپہ گر ایاس، دونوں
سبحان دایومدیس، جسونت اڈیسئس، سب شریک آئے...... بڑے جیالے
دنان کے یہ بروجِ شلاّق...... اٹل اٹالے
بجنگ ثابت قدم ٹروجی دباؤ دھاوے کے سامنے تھے،
گھٹائیں جیسے اڑی کھڑی ہوں،
ثبات جن کو زیوس اونچے پہاڑ پر دے،
بنائے جامد، رفیع گردوں کے پہلوئے پرسکوں میں دھر دے،
سموم و صرصر تھمی ہوں، بادِ شمال خوابیدہ ہو گئی ہو،
چلیں مگر جب تو سایہ افشاں گھٹاؤں کو تیز و تند جھکڑ
دھکیل ڈالیں...... بکھیر ڈالیں!
ٹروجیوں کے مقابلے میں دنان ایسے ڈٹے ہوئے تھے۔
اگام امناں مخاطب اپنی صفوں سے، ان کو ابھارتا ہے:
"عزیز ہمراہیو، جری ساتھیو، جوانمرد جنگ بازو،
بپا ہو ہنگامِ جنگ ہنگامۂ جدال و قتال، مل کر
مظاہرہ ہمت و حمیت کا بے بدل، لاجواب کرنا،
بچے زیادہ، مرے ہیں کم جو نہیں لڑائی سے بھاگ نکلے،
جنہوں نے کی اختیار راہِ فرار جانو

بجائے انعام جاں کے لالے انہیں پڑے ہیں"۔
صفائی سے اس نے اپنے نیزہ کو تول کر، تان کر ٹکایا،
اینیس کے ایِنس ڈیکون ابن برگاس نیزہ زن کو۔
ٹروجیوں کو وہ عین شہزادگان کی طرح محترم تھا،
کہ جانتے تھے لڑائی میں وہ بلاتردّد شریک آیا؛
پڑی تھی کاری اگام امناں کی ضرب، یہ ڈھال پر نہ ٹھہری،
انی پروئی گئی کمربند میں، بدن میں اُتر گئی پھر۔
زمین پر ڈھیر ہوگیا، جھنجھناہٹوں میں سلاح کی وہ۔
دنان دو اس طرف ٹھکانے لگا دیئے تھے اینیس نے ......
دلیر اریلخس اور کریتھن ...... دیوکلس کے جوان بیٹے،
تھی فیریہ میں زمین داری۔
اتر کے اس آبجو سے جو دیس پیلیاں میں رواں دواں ہے......
الی فیالیس...... الی فیالیس ارتلخس کا پدر بنا تھا۔
ہوا تھا جو باپ پھر بہادر دیوکلس کا،
ہوئے تولد توام پسر اس کے ہاں اریلخس اور کریتھن
بلا کے بانکے، مہارت تام انہیں امورِ نبرد میں تھی۔
جب ان کی اٹھتی جوانیاں تھیں، سیہ جہازوں پہ بار ہو کر
ہوئے تھے وہ عازم الی یون ...... دیس منہ زور کوتلوں کا......
منی لیاس و اگام امنان لطرائیدیوں کا یاں انتقام لینے،
اجل نے دونوں کو اوٹ میں کر دیا بالآخر!
کرو تصور کسی گھنیرے پہاڑ میں جھاڑیوں کے اوٹل

کہیں پہ ماں شیرنی نے دو شیر چوں کو پالا،
توام...... وہ دونوں کبھی تو گلّوں پہ جا پڑیں، یا
کبھی وہ کھلیان کھیت روندیں...... یہاں تلک ایک دن اڑا دیں
شکاریوں کے نکیلے نیزے خود ان کے پرزے،
رہے تھے یوں کھیت اینیس کی سنان سے وہ بچارے دونوں،
گرے کلہاڑے سے جیسے اونچے کھڑے سفیدے۔
منی لیاس اس قدر ہوا دل گرفتہ مقتول ساتھیوں پر
وہ **جگجگی** جست میں بڑھا دندنا کر آگے،
بھایانک انداز میں لئے رائے بانس جس سے ہراس آئے۔
اریس نے دی یہ شہ کہ ہو خوار اینیس سے......
ہوا تھا ہمراہ ساتھ نسطور کا پسر زیرک انتی لوخس،
اسے تھی سالار کے لئے فکر، کوئی ایسی گزند پہنچے،
معاملہ ہو خراب سارا......
کھڑے تھے شہزور اسلحہ تان کر مقابل وہاں پہ دونوں،
جب انتی لوخس بھی آن پہنچا۔
منی لیاس اور وہ کھڑے ہو گئے تھے شانہ بشانہ ڈٹ کر۔
اینیس گرچہ چست و چالاک جنگجو تھا،
دلیر جوڑے کا تند انداز دیکھ کر خیریت منائی،
محاذ آرائی سے بدک کر ہٹا وہ اپنی سپہ میں پیچھے۔
انہوں نے ان بدنصیب مقتول، اونلے جھونلے برادروں کو

اونلے جھونلے: توام

اٹھا کے بھیجا عقب میں، دونوں محاذ پر لوٹ آئے خود بھی۔
کیا انہوں نے امیر پغلی گوان پیلی منس پہ حملہ
ارلیس آسا جسیم، بھالے کے ساتھ، اس کی
منی لیاس اطری نے ہنسلی کو چھید ڈالا۔
پھرانتی لوخس نے اس کے رتھ بان اطیمیس کے شریف بیٹے
مدون کو بھی پٹخ دیا زور سے زمیں پر۔
وہ شخص گھوڑا گھمار ہا تھا کہ ایک کھنگر سے کہنی اس کی پٹیت ڈالی
اُلجھ کے مٹی میں گر گئیں ہاتھ سے لگامیں...... وہ کنجلی دانت کی جڑاؤ
ہوا وہ دوہرا تو سونت کر تیغ انتی لوخس
پہنچ گیا سر پہ، کی رسید اور لہو تلتلی
نکالی ماتھے سے، ادھ موا گر گیا وہیں پر وہ بہپاتا......
سر اس کا نقشین رتھ سے پہلے...... یہی تھی تقدیر، ریت میں وہ
دھنسا تو اس کو اسی کے گھوڑوں نے روند ڈالا......
گھسیٹتے لے گئے بڑی دور تک اسے وہ۔
پھرانتی لوخس نے ایک سانٹا لگا کے ہانکا انہیں عقب میں۔
نظر پڑی ہیکٹر کی اپنی صفوں میں جب ان اخائیوں کو
بڑھا وہ للکارتا ہوا، اور ساتھ اس کے ٹروجیوں نے
قطار اندر قطار کی تیز پیش قدمی......
ارلیس ترغیب دے رہا تھا، اسی طرح سرد مہر اینو،
وہی مسلط کریں لڑائی جو ظالمانہ قصابیت سے۔
لگا رکھا تھا ارلیس نے ہیکٹر کو آگے،

بلند کر کے طویل نیزہ کبھی اسے دے رہا تھا شہ وہ'
کبھی وہ دے دے کے تھپکیاں کر رہا تھا آگے۔
یہ صورتِ حال دیکھ کر کیفیت تھی دایومدلیس کی وہ
کہ دشت میں رُک کے رہ گیا ہو
عجیب بیچارگی کے عالم میں کوئی رہرو
اُتر سکے جب نہ پار ندی سے، تیز ندی
چڑھی ہوئی، تند کف اڑاتی، چنگھاڑتی، شور غل مچاتی
بہی چلی جا رہی ہو ساگر کو......اور رہرو
ٹھٹک کے ہٹ جائے پیچھے جھٹ ایک مرتبہ تو۔
پلٹ کے دایومدلیس بھی اپنے ساتھیوں سے ہوا مخاطب:
''مصاحبو، صاحبو ہمارا تو بس یہی ہے
کہ ہیکٹر پر کریں تحیّر، وہ زور آور سناں فگن ہے،
اسے دلاور، دلیر مانیں، کہ مدعی کوئی دیوتاؤں میں پشت پر ہے،
ہماری ہر ضرب اگرچہ کاری ہے، وار بھاری،
ضرور لیکن اسے کوئی ہر جگہ پہ محفوظ کر رہا ہے۔
ارے اریس اس کے پاس بہروپ بھر کے دیکھو کھڑا ہوا ہے۔
ہمیں بتدریج یاں سے پسپائی چاہیئے، مصلحت یہی ہے
ہٹیں بتدریج، منہ مگر ہو ٹروجیوں کی طرف ہمارا،
مدافعانہ چلو پچھل پیر دھیرے دھیرے......
اگر اڑیں دیوتاؤں کے سامنے، کوئی فائدہ نہیں ہے''۔
کہا یہ' مہلت نہ دی مگر اب ٹروجیوں نے'

جھپاک شہزور ہیکٹر نے ہلاک دو آدمی کیے ...... جو
لڑائی کو اب تلک فقط دل پسند تفریح جانتے تھے۔
یہ دونوں، مینیز تھیز وانخائی لس، نشستہ
تھے رتھ میں، جب یہ گرے اُلٹ کر،
ایاس تیلا مناس کا خون ہو گیا دل۔
بلند لہراتا جنگجی بلّم، انتقامی کیا جو حملہ
پرولیا اس میں دھڑسلی گاس کے پسر کا،
یہ امفین پائی ساس کا ایک چودھری تھا،
اس آدمی کو یہاں پہ تقدیر لے کر آئی
کہ ساتھ پریام اور پریام کے سپوتوں کا جنگ میں دے۔
ایاس کی ضرب لگ کے پیٹی میں گھس گئی، اور چر چرا کر
انی سناں کی اٹک گئی نیچے پیٹ کے...... وہ
دھڑام سے گر پڑا زمیں پر۔
ایاس تیزی کے ساتھ آیا جب اس کے ہتھیار اتارنے کو
تو اس پہ چاروں طرف سے نیزے لئے ہوئے پل پڑے ٹروجی،
پلٹ کے تب اس شجاع نے ضرب ایک کے بعد ایک روکی،
وہ اپنی ایڑی اسی طرح لاش پر جمائے ہوئے کھڑا تھا،
انی تو اس نے نکال لی تھی مگر وہ نرغہ میں برچھیوں کے
اتار سکتا نہیں تھا مقتول کا سپر بند اور کاندھے سے ڈاب جھک کر،
ٹروجیوں کے دباؤ میں بلکہ جاں کے لالے پڑے اسے اب۔
یہ لوگ جی دار اور تعداد میں زیادہ، قلم سری، رائے بانس تانے

کیے چلے جارہے تھے سختی سے تنگ گھیرا،
جری، جسیم اور جثہ ور تھا، مگر دھکیلا اسے انہوں نے
تو یہ سراسیمہ دور ہٹتا چلا گیا تھا......
یہ ترکتازی غرض یہاں اس محاذ پر تھی۔
قدیر تقدیر نے ادھر ایک مرحلہ پر
کیا یہ سامان ہرقلس کا عظیم بیٹا تلی پلامس
چلے سرپ دان کے مقابل...... زیوس، مجموع ابر کا ان میں ایک
فرزند، اک نبیرہ
جب آئے اک دوسرے کے نزدیک تو یہ بولا تلی پلامس تمسخرانہ:
''ارے سرپ دان، لیکیہ کے مشیر جنگی، لڑائی میں ہچکچاہٹ ایسی
اگرچہ تو مدعی کہ ہے کہنہ مشق، دیرینہ جنگ آور؟
تجھے نژادِ زیوس سے آنکتے ہیں جو، مفتری بہت ہیں
کہ مردمانِ قدیم میں تھا زیوس جن کا پدر، ہے ان سے کہیں فروتر،
ذرا مرے شیر دل پدر ہرقلس کی مردانگی کا عالم خیال میں لا،
لیاؤمیدان کے کمیتوں کے واسطے ایک بار اترا،
لئے ہوئے چھ جہاز بار آدمی سرِ ساحل ٹرائے،
قلیل تعداد یہ بہت ہی،
مگر الی یون اس نے غارت کیا، اجاڑے تمام رستے......
تمہاری ہمت ہے پست، دل اب تمہارے دستوں کا ڈوبتا ہے'
کسی میں باقی نہیں رہا حوصلہ ذرا بھی۔
یہاں پہ تم لیکیہ سے آئے ہو اور شہزور آدمی ہو،

ٹروجیوں کو مگر کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

پڑی مری ضرب جب، گروگے تو ٹھیک جاؤ گے موت کے پھاٹکوں کے اندر"۔

جواب میں یوں اسے سرپ دان: "یہ بجا ہے تلی پلامس

ضرور الی یون اس نے تاراج کر دیا تھا،

لیا وُمیداں حریص احمق...... مشقت اس سے تمام لے لی،

معاوضے سے مکر گیا، ویدیا ٹکا سا جواب اس کو۔

وصول کرنے بجا ہی آیا تھا ہرقلس پھر

کمیت جو طے معاملے میں ہوئے تھے پہلے۔

مگر ترے حق میں فیصلہ سخت بخت کا میرے ہاتھ سے ہے،

مرے گا جنگاہ میں لہو تھوکتا، تجھے جب

بھینچ کے رکھ دے گا میرا نیزہ،

مجھے تو اعزاز اور جانِ عزیز تو نذر رائیڈز کو...... جو

اندھیرے پاتال میں ترنگوں کو ہانکتا ہے......"

تلی پلامس نے اپنی بھوری سنان تولی،

وہ بڑھ کر اک دوسرے پہ اب وار کر رہے تھے،

طویل ترسول ایک ہی ساتھ چل رہے تھے،

لگا سرپ وان کا نشانہ عدو کی گردن پہ زور سے یوں

کہ سوفار پار نکلی۔

تلی پلامس کی بجھتی آنکھوں میں موت کی غیر مختتم شب نے ابر تانا۔

تلی پلامس کی بھی سناں کام کر گئی تھی،

انی مقابل کی ٹانگ اوپر سے چھید کرتی

اچٹ کے، گزری تھی بیچ سے لمبی ہڈیوں کے۔
مگر سرپ دان کے پدر نے اسے دوبارہ بچا لیا تھا!
سپاہی اپنے اسیر کو مار دھاڑ سے یوں اٹھائے لائے،
دراز برچھی پھنسی ہوئی تھی، گھسٹ رہی تھی۔
شدید تکلیف تھی، اذیت تھی جان لیوا،
اس افراتفری میں سوجھتی ہی نہ تھی کسی کو
نجات دلوائیں اس مصیبت سے کس طرح، وہ
کریں تو کیا حیلہ جس سے سنگیں سنان نکلے۔
کم از کم اک ٹانگ ہی سے وہ کام لے سکے اب،
وہ آپا دھاپی، ہر ایک کے ہاتھ پیر پھولے
دباؤ دہشت وہ جنگ کی تھی کہ یار سارے شعار بھولے
ادھر اخائی تلی پلاس کو بھی اٹھا لے گئے تھے پیچھے
اسے جو دیکھا اڈیسئس پر غضب ہوا اضطراب میں اب
وہ سوچ سکتا نہ تھا کرے کیا،
زیوس رعدی جنے سرپ دان کو کہیں ڈھونڈ کر نکالے،
گرے وہ یا موت بن کے انبوہ لیکیاں پر
پئے سرپ دان اس سے زہراب مرگ، اس کا
اڈیسیس کو نہیں تھا مقدور...... ایتھنہ نے
اُلٹ دیا لیکیوں پر اس کا تمام غصہ!
گھسا وہ ان کی صفوں میں غارت گری مچاتا
کئی جوانوں کو موت کے گھاٹ اتار ڈالا، جوان کیا کیا

تمان الکنڈوس، گرانس پرائی نانس، الاسطر، ہالیس، خرومص،
نہ جانے کرتا ہلاک وہ اور کتنے لیکی، جھلکتے منڈاہا کے تلے سے
نظر نہ گر اس پر کوند جاتی مہابلی ہیکٹر کی برّاں،
سپہگروں کی قطار سے اب، شرر فشاں جست آتشیں میں
وہ دندناتا بڑھا دنانوں پہ ہول، ہیبت، ہراس بن کر
بندھی سرپ دان کی بھی ڈھارس،
قریب آیا تو ہیکٹر کو نحیف آواز میں پکارا:
"مری ہے درخواست یاں مجھے چھوڑ کر نہ جانا،
نہ قتل کر دیں دنان، ان بھیڑیوں کے چنگال سے بچانا،
لہو مری زندگی کا تیرے دیار میں گر بہے، تو بے شک،
مجھے یہ امید و آرزو اب کہاں رہی ہے
وطن پلٹ جاؤں اور دیکھوں دوبارا گھر بار ہائے اپنا
وہ پیاری بیوی خوشی سے بے اختیار، وہ نونہال بیٹا......"
بڑھا خموشی سے خود تاباں میں ہیکٹر ...... قتل عام کرنے
اخائیوں کا، انہیں ہٹانے وہاں سے پیچھے۔
ادھر سرپ دان کے رفیقوں نے اپنے سردار کو لٹایا
زیوس کے شہ بلوط کی چھاؤں میں، توجہ سے اس انی کو
فلاگن، اس کے عزیز نے احتیاط کے ساتھ ران سے کھینچ کر نکالا
اسے پڑا غش، مگر ہوائے شمال کا ایک سرد جھونکا
بطورِ امہال، سچے سچے جھلا کے پنکھا،
جگا گیا، اور نربلی کال کوٹھڑی سے نکال لایا۔

ابھی جہازوں تک اپنے وہ منہزم مکمل نہیں ہوئے تھے
ارلیس اور ہیکٹر کی دوگونہ یورشوں میں
قدم اکھڑنے لگے تھے ارگوسیوں کے تاہم
یہ بات اب فاش ہو چکی تھی،
ٹروجیوں کا حلیف بن کر ارلیس ان کے خلاف پیکار آزما ہے۔
وہ سر بکف کون لوگ میدان میں تھے، جن کو
ارلیس اور ہیکٹر نے ایک ایک کر کے تہ تیغ کر دیا تھا
تیوتھرس پہلے، اور پھر ایک اور چابک سوار ارتس،
پھر ایک نیزہ فگن ترنخس اطلیئ تھا
عوئن ے یاس، ہیلینس، اون پدس اوری بیس دگر تھے......
(اس آخری کا بہت مکلّل تھا سینہ بکتر،
......مقیم پچھلے دنوں تھا ہیلہ میں جھیل کنساس کے کنارے)
یہ اپنے دھن مال کا پجاری یہاں پر آیا تھا ساتھ اپنے
تبائی دیس باسیوں کے......بھرے پرے، گل بہار ہاموں کے رہنے والے!
جب اس طرح بے دریغ تہ تیغ ہوتے ارگوسیوں کو دیکھا
تو یہ کہا جھنجھلا کے ہیرا نے اتھنہ سے:
زیوس عالی مقام رعد ابر گیر، کی غیر مضمحل، تورزاد دختر
بڑا ہی دلدوز ہے یہ منظر......
منی لیاس......ایک بات ہم نے اسے کہی تھی،
کہو یہ بلکہ حسین سپنا اسے دکھایا
نہیں الی یون کی بجا لے گا اینٹ سے اینٹ جب تلک وہ

سفینہ راں، عازمِ وطن مطلقاً نہ ہوگا۔
مگر یہ نکلا فریب، اپنی بساط ہی کیا،
کہ ہم مجاز اس عظیم ترامر کے اسے ہوں، نہ کچھ بنے گا بنائے اپنے
اریس سفاح بربرانہ رکھے گا یک طرفہ خون ریزی،
وہ جب تلک وحشیانہ یورش کناں رہے گا۔
دماغ باہم لڑا کے اس سلسلہ میں زور اپنا آ نکتے ہیں"۔
کیا وہیں صاد گربہ چشم ایتھنہ نے اس پر'
دیوتنی ہیرا، سالخوردہ قدیم کرنوس کی حسیں دختروں میں سب سے بزرگ دختر،
اٹھی کہ جوتے کمیت جوڑی، یراق جس کا زری زری تھا
لگائے تھے دائیں بائیں ہیبی نے رتھ پہ کانسی کے صاف پہیے،
جڑے تھے آٹھ آٹھ آڑبین آہنی دھرے پر
بنے ہوئے پنڈلیوں کی ہڈی کے......اور سونے کے مینڈرے تھے۔
سنڈھی ہوئی پٹیاں بھی جستی، ذرا نہیں وہ گھسے ہوئے تھے۔
مدار یئے نقرئی عجوبہ، بڑے چلاؤ،
مرصع وکا مدار بگھی کہ سیم وزر سے ڈھلی ہوئی ہو۔
بریٹر دوہری تھی......اور بہل بلیاں روپہلی،
بٹے ملائم، طلائی سارے......رکھا سنہرا ہی اس پہ ہیبی نے اب جوا بھی
کشاکش وکشمکش کی شوقین' اس میں ہیرا'
ہوا ہوئی رہگذار پر ان ثبات پا توسنوں کو لے کر۔
اب ایتھنہ کی سنو، وہ اس نے قبائے کمخواب اتار ڈالی،
کہ تھی جو اس کی ہی دستکاری کا اک نمونہ۔

ٹھپا اسے تہ بہ تہ، دھری باپ کے دوارے،
قمیص اٹھائی زیوس بادل بٹور کی، چار آئینہ بھی،
اسی کے سب دوسرے بھی ہتھیار، جو مچا دیں
تباہ کاری بلا کی رن میں۔
لطیف شانہ پہ ڈالی لی پھر
شگوں نما، پیچدار پھندنوں کی گھن گرج ابر ڈھال، جس پر
تھے قوس در قوس طغرہ تمثال نقش گہرے
عناد...... قوت...... فرار (بھگدڑ)،
کھدیڑ بھی جو بدن کے اندر لہو جمادے...... تمام گولائی میں
سرِ گور گن کے اوپر!
خزیدہ خوفِ خروش پرور تھی، فال بھی مار دھاڑ کی بد
چہار چیغہ طلائی دوہری کلگر کا مغفر،
دلیر نامی ئنڈر گرامی تھے جس پہ کندہ، جنہیں دیاروں نے کارزاروں
میں جھونک ڈالا۔
سوار ہیرا کی جگمگی تام جھام میں اس طرح بصد شان ہو گئی وہ۔
دبیز مٹھ خوفناک کانسی کی ہاتھ میں تھی......
یہ اس قدر خوفناک کانسی، کہ طفلِ نیرہ اگر اٹھائے
کھدیڑ ڈالے بڑے لڑاکوں کی باڑھ پانٹھی۔
تڑاق چابک پڑا جو ہیرا کا پیٹھ پر توسنوں کی، یکدم
پھسلتے قبضوں پہ کھڑ کھڑاتے ہوئے کھلے چوپٹ آسماں پر
وسیع پھاٹک، جہاں پر ان حوریوں کا پہرا ہے، جن کے ذمے

گھٹا کا بست وکشاد ہے...... خواہ باردیں خواہ باز رکھیں
المپس واوجِ آسماں تک،
ارئی دیتی کمیت جوڑی کو جب وہ ان میں سے پار نکلیں
تو ابن کرنوس سے ہوا سامنا...... امر دیوتاؤں سے جو
الگ تھلگ قلۂ المپس پہ تھا نشستہ،
قریب، گھوڑوں کو ہانکتی اندر آئی ہیرا......
وہ دیوتی جسکی کامنی بانہیں دودھیا پیل دانت سی ہیں
مہاتما سے ہوئی مخاطب:
"پدر! ارلیس آپ کو نہیں کیا فزون وحشت ارلیس سے ہے،
ڈھٹائی سے کاروبار خونی کے ساتھ اس نے
نجیب اخائی ہلاک کتنے ہی کر دیئے ہیں
کٹھور، بدبخت نے مجھے تو رلائے ہیں آٹھ آٹھ آنسو،
اپالو، کپر ی بھی اس کی حرکت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں
اس اوت ڈھگے کا ساتھ دیتے ہیں؛ جس موئے میں
نہیں ہے اک شائبہ بھی شائستگی کا...... ابو،
تجھے نہ یہ ناگوار ہوگا کروں اگر گوشمالی اس کی؛
مرمت اس کی کروں، خبر لوں...... موئے کو میں کارزار سے مار کر بھگاؤں؟
زیوس، مجموع ابر، پاسخ میں یوں سخن گو:
"کرو تعاقب ضرور اس کا......
امید تو ایتھنہ ہے سارے سپاہیوں کی،
برابر کا جوڑ اس کی، پھر ایک حیلہ بھی کارگر تیرے پاس جس سے

اسے بہر طور مبتلائے ملال کر دے"۔
ملی اجازت، گھما کے چابک تڑاق سے کی
رسید ہیرا نے اور اس کی کمیت جوڑی، ہوا سی پویا
ستارہ افروغ آسمان وزمین کے درمیان چل دی۔
فراز سے دور قلزم بادہ رنگ جتنا نظر میں آئے
مسافت اتنی ہی منہمک اک جست میں کیئے جا رہے تھے اب طے
وہ ہنہناتے ہوئے فرس بیکراں فضا میں۔
ٹرائے کے عرصہ گاہ میں آبرو دو جس جگہ رواں ہیں،
بنائے سنگھم سموس سے بہہ کر اسکمندر
وہاں پہ ہیرا رکی، دیئے کھول اپنے گھوڑے کہ گھاس چر لیں،
پھہار چھٹکا ہٹ اس نے دونوں کے گرد برسائی گھپ گھٹا کی،
سموس ندی نے چارہ شغل کے واسطے دیو بھوج اگائی......
ملائم و نرم گھاس کا کھیت لہلہایا......
مدد پہ ارگوسیوں کی سیدھی
یہ دیویاں آئیں جیسے اٹھلائیں فاختائیں......
نبرد خونیں میں جس طرح ہو، انہیں بچائیں،
انہوں نے دیکھا جہاں تھی گھمسان کی لڑائی
مہارتی تیزہ باز اور بان ہار دایومدلیس کے پاس سے پلٹ کر
گراز باگھوں کی طرح پیچھے کو ہٹ رہے تھے،
وہ جیسے ہانکے سے ہو درندوں پہ تنگ نرغہ،
بڑے ہی زبل، بنے تھے، بلہار بھیڑ بکری......

گراز: جنگلی سؤر بلہار: قربانی کے

بھر اسٹینٹر کا روپ ہیرا نے، ایک نعرہ بلند کر کے
ہوئی نمودار...... دم بلا کا تھا کانسوی پھیپھڑوں میں اس کے،
پچاس نوبت زن اس کی جے کار کو نہ پہنچیں۔
"قواعد و ورزش و ریاضت میں چست ارگوسیو...... تمہارا
مظاہرہ بزدلی و کمزوری و کسل کا
یہاں پر اب ایسا...... بزدلو، شرم، شرم، جب تک
شریکِ پیکار میں رہا شاہ پور اخیلس،
ٹروجیوں کا کچھ ایسا پتہ ہوا تھا پانی،
مقابل آتے نہ تھی کسی بھی محاذ پر وہ،
تھا اس زبردست نیزہ کا خوف وہ دلوں پر
مگر جہازوں کے پاس تم شہر سے بہت دور لڑ رہے ہو......"
سنا جو یہ تو زمیں میں غیرت سے گڑ گئے وہ......
پھر آئی دایومدیس کے پاس ملگجی نین ایتھنہ واں،
کہ اپنی رتھ کے قریب وہ مضمحل پنڈورس کے تیز پیکاں کا زخم سہلا رہا تھا لیٹا،
عرق عرق اس کا جسم چوڑی سپر کے نیچے،
بہت ہی دق بدھیوں سے، شل ہو گیا تھا بازو۔
بمشکل اس نے ہٹا کہ پیٹی، لہو کیا صاف اور بولی
جوئے پہ جوتی کمیت جوڑی کے، ہاتھ دھر کے:
"پڑا نہیں اپنے باپ پر تو، یہ ڈھنگ تیرا
یہ طور اے ٹائڈس کے بیٹے...... تفاوتی کس قدر ہے اس سے'
ہزار کوتاہ قد سہی ٹائڈس، لڑاکا تھا وہ بلا کا......

گیا تھا اک بار ایلچی تھیبز کو اکیلا،
اخائی فوجوں سے دور، قدمائیوں کے انبوہ بے کراں میں،
بطیبِ خاطر، اسے کوئی جبر بھی نہیں تھا۔
ہوا تھا وہ مدعو ضیافت میں ایک طالارِ محتشم میں،
سدا کا وہ سر بھڑانے والا، نڈر پنے سے وہاں بھی قدمائیوں سے الجھا،
ہوئے مقابل تو سب کی آسان وہ خبر لی،
دلا دیا یاد دودھ اک ایک کو چھٹی کا۔
درست ہے پشت پر تھی میں، لیکن آج موجود ہوں یہاں بھی۔
مجھے ہے سوگند آسماں کی، تری بھی تائید میں کھڑی ہوں،
تجھے رکھوں گی امان میں، ہر طرف بچاؤ ترا کروں گی۔
تمام حربے محاربے کے نُجھا چکی ہوں،
تری تو ٹانگیں ہی جیسے من من کی ہو گئی ہیں۔
بدن لڑائی سے چور، اعصاب شل، جگر قلب مضمحل ہیں
ہراس طاری ہے وہ ذرا بھی لگو نہیں تم
دلیر فرزند ٹائڈس ان ڈیس کے مجھ کو!"
جواب میں فاخرانہ، گردن فراز دایو مدیس اس کو:
"تجھے کیا ہے شناخت میں نے
زیوس، مجموعِ ابر، کی دختر کہ ہے دیوی!
بصد ادب سب حقیقت حال پیش کر دوں،
بزور کہدوں کسل مسلّط ہوا نہ مجھ پر ہراس طاری
لحاظ تیرے کہے کا لیکن مجھے ہے..... تو نے

بدا ہتہ آپ ہی یہ فرمائی تھی ہدایت
کبھی نہ ارباب سعد پرور کا سامنا لوں،
کروں سدا احتراز ان کے مقابلے سے،
بس افرادایت سے دوبدو ہو کوئی تو بے شک
رواہر اک داؤ پیچ اس سے،
نہیں کوئی حرج اسے جو مجروح بھی کرے وہ......
تری ہدایت تھی یہ، لہٰذا ہوا ہوں پسپا
خود آپ بھی میں، کہا ہے ارگوسیوں سے بھی، وہ
ہٹ آئیں پیچھے ملائیں کندھے سے کندھا، مجھ کو
ہوا ہے یہ علم اریس ان کا
حمایتی بن کے آن کودا ہے معرکہ میں"۔
جواب میں گر بہ چشم دیوی اسے...... "یقیناً
چہیتے دایومدیس میرا یہ مشورہ تھا
مضائقہ اب نہیں مگر کچھ، مری ہدایت سے تو بری ہے،
لڑائی سے احتراز مت کر کوئی بھی ہو دیوتا مقابل،
ہوا اب آزاد ہاتھ تیرا اریس پر بھی،
اریس پر اس کمیت جوڑی کے ساتھ جا چڑھ،
ذرا بھی صرفہ نہ کیجیو دیو بربری سے۔
وہ بدنہاد ایسا دوغلا ہے، دروغ گو ہے،
کہ اس نے دو اک گھڑی ہی پہلے
مجھے بھی، ہیرا سے بھی یہ ہنکار کر کہا تھا

لڑائی میں وہ بے گاار گوسیوں کا حامی۔

مگر یہ سب بھول بھال کر جاملا وہ ظالم ٹروجیوں سے"۔

یہ کہتے کہتے کیا سھنلس کو اک طرف، دی دبا کے کہنی،

اسے اٹھایا زمیں سے پھر ہاتھ دے کے خود ہی

وہ جنگجوئی کے واسطے مشتعل ہوئی تھی

سوار دایومدیس کے ساتھ چل پڑی تب

رکھا بلوطی دھری پہ جب اس نے پاؤں، رتھ چر چرا اٹھی تھی

کہ اس پہ رسوتی اور جسونت کا گراں بار آ پڑا تھا۔

سنبھال لی راس اتھنہ نے، گھمائی چابک

اریس پر تھی چڑھائی مطلوب، تیز ہانکی کمیت جوڑی،

وہ بربری دیو عین اس وقت ہلّہ زن تھا

اطلیئی اک دبنگ جیدار، جثہ ور پر،

اخی سوس کا دلیر صلبی...... پریفس...... اس کو

لہو میں نہلا کے دیوتا نے گرا دیا تھا۔

نظر سے او جھل، اندھیر پاتال کے وڈیرے

اریس پر اتھنہ نے کاری ضرب لگائی

وہیں پریفس کو چھوڑ کر اب اریس لپکا

پلٹ کے گستاخ شخص دایومدیس پر جھٹ......

جب آئے اک دوسرے کی زد میں

اُبھار کر تند سینہ، دشمن کے توسنوں پر

ستان تانی اریس نے یوں، سنبھل کے جوغ وعناں کے اوپر

کہ عزم بالجزم کر چکا ہو ضرور اسے جاں سے مار دے گا۔
یہ داؤ خالی گیا...... اسی وقت ملگجی نین ایتھنہ نے
پکڑ کے دائیومدیس کا ہاتھ زد سے باہر اسے دھکیلا۔
یہ گھوم کر رہ گیا ہوا میں، ضرر نہ کچھ رتھ تلک کو پہنچا
لگا کے نیزے کے جستی قبضہ پہ زور، دائیومدیس نے تب......
اضافہ پلاس ایتھنہ نے بھی قوت اپنی کچھ اس میں کر دی......
اریس کے سینہ بند پر تان کر لگایا شدید ایسا
کہ اس کے لحم صبیح میں کھل گیا بغارا،
دبا کے، دھچکے سے تیز نیزہ برون کھینچا
اریس یوں بے دریغ چیخا، اٹھالیا آسمان سر پر
چنگھاڑ وہ تیز تھی، تصادم میں لشکروں کی
سپہ گر اک دم دہاڑ اٹھیں دس ہزار جیسے۔
اخائی تھرائے تھے، ٹروجی لرز اٹھے تھے،
ہوئے تھے دہشت زدہ کچھ ایسے اریس ناسیر حرص کے اس دہاڑنے سے
وہ جس طرح ہو گئے ہوں بہرے......
سیاہ اک ابخرہ تمازت اچھال دے تو
بلند طیراں ہو جیسے صرصر پہ رعد میں وہ
اریس روئیں بدن بھی دائیومدیس کو یوں دیا دکھائی
فلک کو جب وہ گھٹاؤں کے درمیان اٹھا،
کہ وہ امر دیوتاؤں کے آشرم المپس پہ اڑ کے پہنچے۔
زیوس آقا کے پاس آیا کہ ہو تسلی۔

خفیف، تکلیف سے زبوں، نیم جان اس نے
وہ زخم، ٹپ ٹپ لہو ٹپکتا اسے دکھایا۔
شکستہ لہجہ میں کی یہ فریاد...... "کیا کہو گے
پدر زیوس ایسے آدمی کو جو یوں کہے سے ہوا ہو باہر؟
اٹھائیں ہم تو بنو بھیا نک اذیتیں ایک دوسرے سے،
بھلا ہو اس کے عوض نژادِ بشر کا...... میں تو
نڈر کہوں برملا یہ تیرا کیا دھرا ہے۔
تجھی سے ٹھہرا تھا حمل اس دخترک کا، جس میں
ذرا نہیں سوجھ بوجھ بس خوگرِ تشدد وہ غارتن ہے!
ہم اور سب دیوتا ہیں تیری رضا کے تابع،
ہر ایک یاں حکم میں ترے...... بس وہی الفتہ ہوئی ہے سرکش،
مگر اسے سرزنش، نہ تنبیہہ، بول اک آدھ بھی ترا...... جو
سدھر سنور جائے، ٹھیک ہو جائیں لچھن اس کے۔
ہے بس کہ تیرے ہی صلب سے خیرہ چشم طفلک
وہ جس نے دایومدیس کو شہ دلائی اتنی
کرے امر دیوتاؤں کے ساتھ سر پھٹول،
ہوا تھا کپری پہ حملہ آور وہ پہلے، مجروح کی ہتھیلی،
بھڑا ہے پھر اس چڑیل کے ساتھ مل کے مجھ سے
مرے تو کام آ گئی مری برق پائی، یوں بچ کر آ گیا میں
وگرنہ شاید وہیں اذیت سے کھیت رہتا۔
وہیں پہ کشتوں کے ساتھ مردود، جان دادہ،

نہیں تو کانسی کی کاٹ سے ادھ مؤا زیادہ"۔

زیوس، بادل بٹور لیکن بڑی رکھائی سے پیش آیا،

چڑھا کے تیوڑی اسے کہا یوں: "بسور مت تو

المپیوں میں زیادہ تجھ سے یہاں نہیں کوئی ناپسندیدہ بربری دوغلے، مجھے تو

فساد دنگا سرشت تیری، طبیعت ایسی ہے زشت تیری

پڑے ہیں گھٹی میں شیطنت اور خوں خراب،

برائیاں اور خرابیاں یہ تجھے ودیعت ہوئی ہیں ماں سے......

کٹھور ہیرا...... جو میرے قابو بمشکل آئے

مجھے یقیں ہے اسی کے ایما پہ تری درگت بنی ہے ساری

نہیں ہے منشا مگر مرا یہ مزید تکلیف تو اٹھائے،

کہ ہے مرے صلب ہی سے، میرا پسر ہی ماں نے تجھے جنا ہے

اگر کسی اور صلب سے کوکھ میں ٹھہرتا، پھر ایسا گستاخ بھی نکلتا،

کبھی کا پاتال نرک میں میرے دیوتاؤں سے دور جلتا"۔

یہ کہہ کے تیماردار پایان کو بلایا،

طبیب نے دکھ ہرن لگایا تو گھاؤ پر جھٹ کھرنڈ آیا،

مسلسل اس نے رکھی توجہ، وہ ہو گیا صحت یاب جلدی

جنم تو ویسے بھی دیوتاؤں کا ازبرائے اجل نہیں ہے......

اگر بن انجیر کا عرق دودھ میں نچوڑیں،

ہلائیں تیزی کے ساتھ، تو جس طرح جمے وہ،

اسی طریقے سے کر دیا تھا

کمال پھرتی کے ساتھ پایاں نے مندمل زخم اریس کا بھی......
اسے دیا غسل صحت یابی متین ہیبی نے اور ملبوس نو پہنایا
زیوس آقا کے پاس زرین وہ بصد احترام بیٹھا۔
فرودگاہ زیوس پر کی مراجعت پھر
ہیوتی ایتھنہ وار گوسیائی ہیرا نے جلدی ہی......وہ
تباہ کارِ بشر کو روکا جنھوں نے مجہول کشت وخوں سے۔

○

یعنی اریس کو

چھٹی کتاب

دیاروکارزار

وقفہ......

شریکِ جنگ عظیم جنگاہ میں نہ موجود دیوتا تھا،
اُلجھ رہے تھے باہم ٹروجی اخائی تنہا،
لڑائی میں اب کبھی تھا پلّہ ادھر کا بھاری، کبھی ادھر کا،
کنارِ دریا اٹھائے بھالے، دھنک سنبھالے
وہ ٹوٹ کر ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔
ایاس تیلامناس، اخائی دفاع کا غارتنگ کھیے،
ٹروجیوں کا گروہ یورش سے منتشر کر کے، راہ اس نے
بنائی، بے روک فوج آگے بڑھا سکے وہ۔
بڑے بڑے منتخب تھریسی اجل کا لقمہ بنا دیئے پھر
ایوسرس کے گٹھیلے فرزند عاکمس کو رسیدا دشہ پہ خود کے، کی
اُتر گئی مغز میں سناں صاف توڑ کر سامنے کی ہڈی
سیہ اندھیرے سے داغ دیں نور بین آنکھیں......
ہلاک دایومدیس نے کر دیا دیارِ فصیل دار اربی کے باشی

اثرائی لس طوطراندس کو،......سخی وفیاض ومنعم انساں،
ہر ایک کے کام آنے والا...... ہر ایک کا دکھ بٹانے والا
کوئی بھی جو راہگیر جاگیر سے گزرتا
کوئی پرایا نہ لیکن اپنا مصیبت اور اس کے بیچ آیا'
دَوشِ اخائی آنے کی ٹھکانے اسے لگایا،
اسی جگہ پر دبیر اور کوچبان کالس کو بھی شکارِ اجل بنایا،
زمیں نے خاکی کفن میں لاشیں لپیٹ لیں دو۔
وریس وافلادتیس کو موت کی سدا نیند ایورلس نے سلا دیا، تو
یداسس وایسیاس کے وہ ہوا مقابل۔
توام، انہیں حورِ بحر، عنبر پری نے سیراب وصل ہو کر
بکالیوں ابن لامدوں سے جنم دیا تھا
بکالیوں، خفیہ آشنائی کا خود پلوٹھا،
ہوئی شناسائی، جب مویشی چرا رہا تھا،
توام کا یہ حمل ایسے عنبر پری کو ٹھہرا۔
ایورلس نے مگر یہ دونوں ملائے حتی میں، کر دیئے جسم ٹکڑے ٹکڑے۔
جھپٹ کے نوچے حمائلی ڈھال اور تلوار ان کے بے جان دوش پر سے
تمام کام ایستائلس کا پلی پیاتس نے یاں کیا، واں
اڈیسیس نے سنان کی نوک پر رکھا پدکسس پرتیس
تیوکرس کے مقابل ارتان ہو گیا ڈھیر، تو ابلرس
وہیں رہا کھیت ابنِ نسطور انتی لوخس کی بھر تبر سے
عساکر ارباب اگام امنان نے الاتس کو مار ڈالا'......

وطن تھا اس کا پڈائسس سطح مرتفع پر...... چلی گئی ہے
ستائیسس آبرود کے ساتھ دور تک جو۔
رکھا فلاکس کو تیغ پر لائٹس نے، جب وہ
لڑائی سے جاں بچا کے لے جانا چاہتا تھا۔
ایور بیلوس نے ٹھکانے ادھر لگایا ملاتھس کو،
منی لیاس نشانہ باز ادری ایستس کو اسیر لایا......
تھی بے تحاشہ دویدہ جنگاہ سے ٹروجی کمیت جوڑی
اُلجھ گئی جھاؤ جھاڑ میں رتھ یہ، زور کے ساتھ کھڑکھڑاتی
تڑاق سے بلّیاں گئیں ٹوٹ، اور گھوڑے بھڑک کے بھاگے
ٹرائے کو، ساتھ ہی ہراساں سوار لے کر،
اچھل کے رتھ بان سر کے بل گر پڑا زمیں پر
سب اس کا چہرہ غبار آلود ہو گیا تھا......
منی لیاس اس جگہ پر لمبی سنان تانے ہوئے کھڑا تھا،
لپیٹ کر باہیں اس کے گھٹنوں کے گرد کی اوری ایستس نے
یہ التجا "تو مجھے اطریس کے بیٹے زندہ اسیر کر لے۔
ملے گا فدیہ مرے عوض تو مطالبہ جس قدر کرے گا
کثیر اشیائے بیش قیمت، طلا و نقرہ، ڈھلا ڈھلایا کثیر لوہا
بھرے پڑے ہیں ہمارے گھر میں، مرا پدر لا دے گا تجھ کو
ہر ایک شے سے...... شمار فدیہ نہ ہو سکے گا،
اسے یہ معلوم صرف ہو جائے میں سلامت اخائیوں کے جہاز پر ہوں"۔
ہوا وہ صیاد موم کچھ، اوری ایستس کو،

کیا ارادہ، پیام آور کے ساتھ بھیجے
پرے جہازوں پہ وہ حفاظت کے ساتھ...... لیکن
وہاں پر آیا جھٹ اس کا بھائی اگام امناں،
یہ جذبۂ رحم دیکھ کر طنزیہ کہا یوں:
"بھلا مرے نرم دل یہ کیا ہو رہا ہے، کہہ تو
گھروں پہ ایسی ہی مہربانی سے پیش آئے تھے کیا ٹروجی؟
کران پہ لعنت، منی لیاس ایک بار پڑ جائیں ہاتھ اگر یہ،
نہ کوئی بھی جانے پائے بچ کر اجل کی افتادِ واپسیں سے،
فرار کوئی نہ ہو سکے تخم آدمی کا، اگر وہ عورت کے بطن سے ہو،
مریں یہ بے امتیاز سارے،
مرے الی یون کا بشر آخری، نہ آنسو بہے، نہ باقی رہے نشاں تک!"
کیا جو تیار بھائی کے ذہن کو درشتانہ فرض کی یوں ادائیگی پر،
دھکیلا اس نے اگام امناں کی زد میں تب اوری ایستس کو،
گڑو ئی اس نے جھپٹ کے پہلو میں تیز برچھی
زمین پر ڈھیر ہو گیا وہ...... جما کے چھاتی پہ اس کے ایڑی
برون سوفار کھینچ لی خون میں نہائی۔
پکار کر جنگباز ارگوسیوں سے نسطور نے کہا تب:
"اریس کے ہمدمو، جری ساتھیوں، دنانی سپہگر و تم
کرو نہیں کوئی بھی غنیمت کے واسطے اس طرح توقف
تمام انبار بار کر کے ترت جہازوں کی سمت چل دے،
کہ وقت کا اب ہے یہ تقاضا ٹھہر کے تم رستگی سے ان کا

کرو صفایا، وہ جب مریں، سب کھسوٹ لینا"۔

انہیں جو للکار کر بڑھایا، صفیں الٹ دیں ٹروجیوں کی

اکھڑ گئے پاؤں اور پسپا ہوئے، انہیں پھر

لگا کر آگے اخائی لے آئے زیرِ دیوار شہر...... اب وہ

ضرور الی یون میں گھس آتے...... مگر ہلینس

ہر ایک سے باکمال، ہر اک سے پیش اندیش شاہزادہ

بزرگ فرزند شاہ پریام...... اینیس اور ہیکٹر کے

قریب آ کر رکا، یہ بولا...... "تمہیں مہم میں

سدا اٹھاتے ہو لیکیوں اور ٹروجیوں کے عذاب کا دکھ،

نبرد پیمائی ہو کہ تدبیرِ جنگبازی

تمہیں ہمیشہ رہے ہو ہم سب سے آگے آگے،

رکو یہاں، جم کے پیچھے ہٹتے سپاہیوں کی صفوں کو روکو،

ڈٹو یہاں پھاٹکوں پہ سیسہ پلائی دیوار بن کے ٹھہرو،

کرو مرتب انہیں ہر اک مورچے پہ ہر سو،

وگرنہ بھگدڑ مچی تو یہ جا گریں گے باہوں میں عورتوں کی،

یہ اپنے دشمن کے واسطے بے شک ایک روز عظیم ہوگا۔

بڑھاؤ ہمت ہر اک سلحشور کی، دوبارہ ہر ایک تو ماں کو حوصلہ دو......

یقین ہے، ہم دنان کو روک لیں گے آخر......

بہت سہی مضمحل، بہت نیم بسمل و جانکسل سہی ہم،

ہمیں مگر اور چارۂ کار کچھ نہیں ہے۔

تم اس طرف جاؤ شہر میں ہیکٹر، کہو اپنی والدہ سے،

تمام ہم عمر عورتوں کو کرے اکٹھا،
طواف بالا حصار کو جائیں، واں پہنچ کر
وہ ملگجی نین ایتھنہ کی بڑی زیارت کا قفل کھولیں۔
وہ ساتھ لے جائے ایک پشواز فاخرہ زرق برق، جو بھی
پسند ہو بہترین دارالنساء میں اس کو۔
اسے چڑھائیں وہ زانوئے ایتھنہ پہ، منت مزید مانیں
وہاں پہ بارہ چھریری، بے عیب بہڑیوں کی۔
پسیج جائے، وہ شاید اس طرح رحم کھائے
ہمارے بچوں، جوانوں، بوڑھوں پہ، شہر کے مرد عورتوں پر،
کرے مقدس ٹرائے سے دفع دور دایومدیس وحشی......
بلا کا وحشی ستیز کاری، ہو یا تعاقب۔
مجھے تو سارے اخائیوں میں وہی خطرناک ہے زیادہ۔
ہمیں اخیلس کا خوف بھی اس قدر نہیں تھا،
روایتِ عام اگرچہ یہ ہے وہ شخص دیوی کے بطن سے ہے۔
مگر ذرا دیکھ اس آدمی کو مصاف پیما کچھ اس طرح ہے
کہ سایہ اس پر ہوا ہو آسیب یا پری کا۔
وہ تاؤ میں جھنجھلائے تو کوئی اس سے پورا اتر نہ پائے،
محال ہے دیوتا بھی ٹھہرے مقابلے میں"۔
سمجھ میں بھائی کی بات اچھی طرح سے آئی،
لگائی رتھ سے چھلانگ جھٹ ہیکٹر نے اس پر عمل کی خاطر،
فساں لگے نیزے سر پہ لہرائے، پست و بالا

چھڑی اس ایما پر اس کے گھمسان کی لڑائی۔
تمام جو ڈگمگا چکے تھے، پلٹ کے ناکوں پہ تھم گئے پھر،
اکھڑ رہے تھے جو پاؤں میداں میں جم گئے پھر،
ڈٹے مقابل اخائیوں کے بصد عزیمت،
وہ پیش قدمی کی رہ میں دیوار بن گئے تھے،
سروں میں دھن مرنے مارنے کی سما گئی تھی،
فلک سے جیسے کوئی امر دیوتا اُتر کر
ٹروجیوں میں نفوذ سر تیز ولولہ تازہ کر گیا تھا۔
مڑے تو پھرتی کے ساتھ ایسے، ڈٹے تو سختی کے ساتھ ایسے......
یہ ہیکٹر مستزاد للکار کر پکارا:
"سپہگری پیشہ، شیر بیشہ، ٹروجیو، اتحادیو، خارجی رفیقو!
تنو، بنو مرد، جرأت و عزم کا کرو وہ مظاہرہ تم
بنے ضمانت دفاع کی جو...... بچاؤ بھی اور خود بچو بھی۔
چلا الی یون شہر کو میں کہ سب بزرگ اور بیبیوں کو
کہو دعائیں کریں، چڑھائیں نیاز نذریں'
حضور میں جاودانیوں کے وہ گڑگڑائیں"۔
یہ کہہ کے یوں شہر کو مڑا ہیکٹر کہ مغفر
ضیا فشاں تھا، عقب میں ترسول جھولتا تھا۔
سیاہ دھوڑی کی کور سے گدی اور ٹخنے
چھلے ہوئے، صاف دے رہے تھے دکھائی کھل کر'
اسی سمے، بیچ میں عسا کر کے اک کشادہ جگہ پر آئے

رتھیں بھگاتے گلاؤکس ابن، ہپولوخاس اور دایومدیس...... دونوں
مقابلِ یکدگر...... فراواں دلوں میں جذبہ
وہ دوبدو آگئے جب اک دوسرے کی زد میں
سخن طراز اس کے ساتھ دایومدیس ایسے:
''جوان، جیدار اجنبی شخص، کون ہے تو،
کہیں لڑائی میں قبل ازیں تو، نظر نہ آیا۔
کہیں نہیں کارزار میں تُو
دوامِ مردانگی سے دنیا میں ثبت بے شک
ہر ایک سے دور، آن نکلا یہاں اکیلا
کمال جرأت کے ساتھ ایسے محاذ پر یوں،
مرے اجل آفرین نیزہ کی دھار کا مول لے کے خطرہ۔
ملال انگیز عہدِ پیری انہیں بہت ہے
لڑائی میں جن کی آل اولاد آئے میرے مقابلے میں۔
اگر ہے آکاش کا کوئی دیوتا تو بے شک
کوئی جو آکاش کا ہے، اس سے نہیں لڑوں گا،
کہ اب زیادہ بھی زندگانی نہیں رہی ہے۔

......بعید اس سے......
پسرِ وڈائس کا تند، اکھڑ لگرس اپنی حیات میں جب
ہوا تھا مصروفِ کشمکش دیوتاؤں سے تو، بڑی مقدس
نگر پہ نیسا گری کی لپکا اسیرِ دامِ ہوس میں کرنے
وہ راس رس دیوتا دیونائی سیس کی دیوداسیوں کو'

بری بلا بن گیا تھا وہ، سخت جان لیوا،
مگرس نے ہانکنے کے آنکس سے جب ٹھوکا،
تو سہم کے اپسراؤں نے پھینک دیں وہیں پر
لطیف ہاتھوں سے عشق پیچاں کی بیل چھڑیاں۔
ہراس خوردہ وہ راس رس دیوتا دیونائی سیس کو دا
بسیط قلزم میں، نرم باہوں پہ جل پری تھیٹس نے اٹھایا۔
مگر یہ تھی اس کی کیفیت سر سے پاؤں تک کپکپی چھٹی تھی،
کیا تھا ایسا تعاقب اس کا مہیب چنگھاڑتے بشر نے
یہ ماجرا پیش آیا ایسے......
سدا سکھی دیوتا بھیانک مگرس کے ہو گئے مخالف،
زیوس نے اس کی آنکھ کی روشنی بجھا دی،
حیات اس کی گنے چنے چند روز کی پھر
بسر ہوئی نفرت و حقارت میں حیف ساری!
'کبھی نہیں میں لڑوں گا...... حاشا کبھی نہیں میں'
فلک کے اربابِ سعد پرور سے تو اگر ہے
مگر ہے انسانِ بے بقا تو
گذر بسر جس کی فصل پر غلہ زار کی ہے،
قدم اٹھا ایک اور نزدیک آ...... کہ پہلے
تجھے خبر ہو، اجل کی سرحد کے پاس ہو گا"۔
تو ہونہار ابن ہپولوخاس اسے جواباً:
"بتاؤں دایومدیس تجھ کو، مرے گھرانے کا پوچھنا کیا

زمیں پہ مانندِ برگ ہیں آدمی کی نسلیں،

پرانے پتے ہوا بکھیرے غبار میں ...... جب بہار آئے

تو لہلہائیں چمن چمن دشت دشت پھر برگہائے تازہ!

فنا پذیری نژادِ آدم کی پشتہا پشت اسی طرح ہے،

کہ نسل اک پرورش کناں ہے، فنا کی آغوش میں دگر جب ہو آرمیدہ......

مرا گھرانا؟ مُصر اگر واقعی تعارف پہ تم ہو اس کی'

مری کہانی اسے، بہت لوگ جانتے ہیں......

سنو یہ تم بھی سنو...... افیرہ

خلیج ارگوس پر ہے واقع یہ شہر...... ہے واقعہ یہاں کا

اسی افیرہ کے شہر میں ایک شخص مشاق اور ماہر

سسی فش آیول دس پدر تھا گلاؤکس کا،

گلاؤکس پھر امیر بیلورفونطس کا پدر ہوا تھا،

امیر بیلورفونطس پر کرم بہت دیوتاؤں کا تھا

اسی لئے صاحبِ جمال و کمال یہ آدمی جری و وجیہہ نکلا......

طلوع پھر ایک دن ہوا، ہو گیا مخالف

پرانطس کر دیا تھا اس کے مطیع اس کو زیوس نے جب......

بچارا بیلورفونطس بن گیا زبردست حکمراں کے

عتاب کا ناروا نشانہ...... کہ دیس ارگوس سے ہی اس کو

جلاوطن کر دیا گیا...... تھا قصور اس کا

ہوس تھی سلطانہ انتیا کو، کرے وہ سرشار وصل پوشیدہ...... ہم طرب ہو!

یہ ایک غیور، پاس ناموس اسے بہت تھا،

نہ ڈگمگایا...... کسی طرح بھی اس کو پھسلا سکی، تو اس نے
بھرے پھر اس طرح جھوٹ سے کان بادشہ کے
پرانطس ہائے جان سے آپ جائیں، ہے یہ مری تمنا'
کمینے بیلورفونطس کو نہ موت کے گھاٹ اگر اُتارو،
وہ اپنی نفسانیت کی تسکین مجھ سے بالجبر چاہتا تھا''۔
سنا جو عورت کے منہ سے بہتان، شاہ فرطِ غضب سے بھڑکا
مگر وہ محتاط حکمراں تھا...... نہ چاہتا تھا
رنگے خود اس کے لہو سے ہاتھ، اس لئے کیا لیکیہ روانہ......
طلسم کے نقش کندہ خفیہ لگائے الواحِ تہ بہ تہ میں،
اسے دیا حکم' جائے پہنچائے لیکیہ میں خسر کو اس کے'
یقین تھا اس طریق سے اس کا خاتمہ بالضرور ہوگا
جہاز کھیتا وہ رہنمونی میں دیوتاؤں کی، رودِ ژندس
کی سرزمیں سطحِ مرتفع لیکیہ میں پہنچا۔
ملا اسے لیکیہ کا حاکم تپاک سے، اور نو دنوں تک
بہت پذیرائی کی، ضیافت کبھی، کبھی جشن پُر تکلف۔
کئی ذبیحے، کئی نیازیں، ...... کیا جب اوشا نے روز دسواں
منور، اپنی حنائی انگشتہائے رنگیں سے شرق میں، تو
بداہۃً، اصل غایت آمد کی اسے دریافت کی گئی...... تب
ہوا یہ معلوم ساتھ لایا ہے وہ علائم
بہت ہی مخصوص اس کے داماد کی طرف سے۔
رموز مہلک پڑھے، روّیہ بدل گیا جھٹ

یہ حکم صادر ہوا وہ مہماں
بزور اک کف دہن الفتہ کرے مسخر،......
خمائرہ......یہ تھی غیر انسانی و بیابانی ایک ڈائن،
دھڑ اگلا چیتے کا، اور دم اژدہے کی، اس کی
کمر مگر گوسفند کی تھی......ڈراوَنی وہ چڑیل، منہ سے
بھڑکتے شعلے، لپکتے بھبکے، دھوئیں لگاتار اُگل رہی تھی۔
رہی مگر خیریت......اسے، دیوتاؤں سے سعد فال لے کر
ہلاک بیلورفونطس نے کیا......(نہ لیکن تھی جان بخشی)
یہ آزمائش دگر......کرے وہ مقابلہ اب
بھیانک اور خون خوار دی باسی سلمیٔ سے،
لڑائی جس میں اسے ہوا تجربہ......کسی کا
کبھی نہ دنیا میں سابقہ ایسی تند پیکار سے پڑا ہو۔
اسے ہوا حکم تیسرے سامنا امازونیوں سے لے اب،
اگرچہ تھیں عورتیں، لڑائی میں ڈھنگ مردانہ وار لڑنا،
یہاں سے لوٹا تو شاہ نے جال اور اس کے لئے بچھایا،
بٹھا دیئے گھات میں مہا گھاگ لیکیہ کے۔
کس کو لیکن نہ گھر پلٹنا ہوا مقدر،
دلیر بیلورفونطس نے ہر ایک کا کر دیا صفایا۔
تہور و زور نوجواں کا یہ دیکھ کر کھل گئیں اب آنکھیں،
یہ اعتقاد اب ہوا کہ وہ دیوتا نسب تھا۔
نہ شہ نے کی صرف جان بخشی ہی بلکہ اس سے

بیاہ دی دھوم دھام کے ساتھ دختر نیک اختر اپنی۔
دیا مراعات خسروانہ میں نصف حصہ
بطیب خاطر تب اس کو ہبۃً بکانیوں نے بھی کی اراضی مزرعہ
جس میں تاک باڑی گھنی گھنی اور کھیت گیہوں کے
لہلہاتے ہرے بھرے تھے۔
اساندرس، لاؤدامیہ اور ہپولوخاس...... تین بچے
ہوئے تھے پھر بطنِ دختر بادشہ سے بیلورفونطس کے۔
زیوس کامل نے وصل سے سرفراز کی لاؤدامیہ تو
جری سرپ داں ہوا تولّد...... عظیم اپنے سپہگروں میں،
پھر ایک دن کیا ہوا کہ بیلورفونطس سے
خفا ہوئے دیوتا...... یہ بے چارا تنہا اکیلا
الائیوں کی ترائی میں سارا دن بھٹکتا پھرا افسردہ۔
کھرچ رہا تھا وہ ناخنوں سے دل و جگر کو،
جہاں، کسی کا گزر ہو ان راستوں سے بچتا۔
اریس وحشی کے ہاتھ آدی باسی سلمیٔ سے جھڑپ میں اس کا
اساندرس قتل ہو چکا تھا، سلا دیا لاؤدامیہ کو
بھی موت کی نیند آہ مخبوط ارتمس نے۔
یہ ہپولوخاس ہے مرا باپ، فخر سے میں تجھے بتاؤں،
مجھے روانہ کیا ہے سوئے ٹرائے اس نے'
یہ خاص تلقین کی، ہمیشہ دکھاؤں جوہر بہادری کے
بنوں نجابت کا وہ نمونہ، لگے نہ بٹہ

مرے بزرگوں کے نامِ نامی کو، وہ مشاہیر، خوب پھلے
رہے افیرہ میں جب تلک تھے، اسی طرح لیکیہ میں آ کر،
رگوں میں خون ان کا دوڑتا ہے۔ اس اصل اعلیٰ کا مدّعیٰ ہوں!"
جوانِ رعنا کے اس سخن سے ہوا تھا دایومدیس محظوظ اور اس نے
جہاں چراگاہ ریوڑوں کی رہی تھی، لاٹھی کی طرح نیزہ زمیں میں گاڑا۔
ملائمت سے جواں کمیدان کو کہا پھر یہ مسکرا کر:
"چہ خوب، تو میرا دوست نکلا، کہ میرے دادا اوینیس نے
ہمیں بنایا حلیف باہم، یہ چند سالوں کا واقعہ ہے۔
کیا تھا ایواں میں خیر مقدم امیر بیلورفونطس کا
اسے رکھا بیس روز مہماں بڑے تکلّف کے ساتھ اس نے۔
تبادلہ دوستی میں باہم ہوا تھا عمدہ نشانیوں کا'
نفیس، زرکار، ارغواں دوختہ کمر کس
اسے دیا تحفہ میرے دادا نے، اور بیلورفونطس سے
ملا تھا دودستہ سا تگینِ طلائی اس کو۔
ہمارے گھر میں وہ یادگار آج بھی رکھی ہے،
سنبھال آیا ٹرائے آتے ہوئے جسے میں۔
مجھے مرا باپ ٹائڈس یاد تو نہیں ہے،
کہ میں ابھی تھا بہت ہی چھوٹا وہ چل بسا تھا۔
اٹھا کے نقصان اخائی افواج تھیبز سے جب ہوئی تھیں پسپا۔
رفیق ہوں، بس ترا رفیق شفیق ارگوس مرکزی میں،
اسی طرح لیکیہ میں تو بھر مرا، کبھی آؤں گر وہاں میں۔

ہمیں لڑائی نہیں ہے زیبا،
رکھیں گے ہتھیار دور اک دوسرے سے باہم۔
سناں نوازی و نیزہ بازی کے واسطے تو
بہت ملیں گے مجھے ٹروجی...... بہتیرے ان کے یہ اتحادی،
انہیں امر دیوتا مری رہ میں ڈال دیں گے۔
ترے لئے بھی اخائی کافی، اگر تجھے شوق واقعی کشت و خون کا ہے۔
بنیں گے ہم اسلحہ بدل دوست، تا کہ سب ارد گرد جانیں۔
ہمارے اجداد سے ہمارا یہ اختلاف موافقت ہے"۔
رتھوں سے وہ دونوں آدمی پھر اتر گئے، اور ہاتھ تھامے
وثوق کے ساتھ تا کہ تجدیدِ عہد کر لیں
زیوس نے کر دیا تھا ابلہ گلاؤکس کو
کہ نوجواں آدمی نے سارا اسلاخ زریں
عوض لیا کانسوی کے بدلے......
یہ صرف نو بیل کے مساوی، وہ جس کے سو بیل دام چکتے۔
سنو ادھر ہیکٹر جب آیا سکائیہ پھاٹکوں پہ فوراً
ملیں اسے شہر کی بہو بیٹیاں لپک کر،
دعا سلام اس کے ساتھ ہو لی
تو اپنے اپنے عزیز اقارب کی سب نے دریافت خیریت کی،
کئی نے گر اپنے بھائی بیٹوں کی، چند نے اپنے شوہروں کی۔
ہر ایک سے بار بار تھا وہ یہی جواباً:
"دعا کرو دیوتاؤں سے، خیریت کی طالب انہی سے تم ہو!"

بتا نہ سکتا تھا بیشتر کو
شدید صدمہ کی بات ان کے نصیب میں جو گزر چکی تھی۔
وہ قصر پر یام طرف پھر ہوا روانہ،
محل سرائے، نجنت کجلی سلوں سے تعمیر سلسلہ سلسلہ ہوئی تھی۔
ستون و محراب دار، اس میں پچاس طالار تھے کشادہ'
قطار اندر قطار...... اٹھائے ہوئے تراشیدہ پتھروں کے،
تمام شہزادے...... شاہ پر یام کے پسر...... بیگمات کے ساتھ
انہی میں کرتے تھے استراحت۔
مزید اندر وسیع بارہ دری سے آگے
بنے ہوئے تھے نفیس سنگین بارہ طالار ایک رویہ،
یہ خواب گاہیں، جہاں پہ داماد شاہ پر یام کے مکیں تھے
محلسرا میں اسے ملی مہربان مادر لئے ہوئے ساتھ لاودقہ کو،
وہ اس کی سب بیٹیوں میں صاحب جمال بڑھ کر،
اسے جو دیکھا، پکڑ کے وہ دونوں ہاتھ بولی:
''لڑائی سے کیوں پلٹ کے تو آ گیا ہے میرے دلیر بچے!
پلید اخائی دیار کے پاس لڑ رہے ہیں'
انہوں نے کیا خستہ و شکستہ تجھے کیا ہے
زیوس کے سامنے اٹھائے ہتھیلیاں یوں
اس اپنے ٹیلہ پر آ گیا ہے پناہ لینے؟
ٹھہر کے لاتی ہوں شہد آگیں شراب کا ساتگین...... دنیا
نیاز کی ایک بوند پہلے زیوس اور جاودانیوں کو،

بجھائیو تشنگی پھر اپنی......

شراب سے آدمی میں کرتی ہے عود طاقت

پڑیں جو اعصاب مضمحل، ہوں نڈھال اعضا،

دفاع میں بھی وہ پھر لگاتار لڑ رہا ہو"۔

تو مغفر آبدار میں ہیکٹر اسے یوں:

"نہیں مری پیاری ماں مرے واسطے ہلا کر شراب مت لا

کہ اس طرح تم کرو گی اعصاب کند میرے،

مری یہ جرأت، یہ بانکپن، یہ حواس زائل......

مجھے تامل ہے ہاتھ لتھڑے ہوئے ہیں میرے،

زیوس کو جام پیش ایسے کروں...... کہ سارا

عرق عرق ہوں...... لہولہو ہوں،

مجھے تو آقائے ابر تیرہ کو یوں بلانا روا نہیں ہے۔

نہیں...... مگر آرزو ہے میری،

چلو، اتارو بزرگ خواتین شہر کے ساتھ منتیں تم،

چلو شوالہ پر ایتھنہ کے، یہاں سے تم یاترا پہ جاؤ،

چلو، چلو تم کہ وہ امید سپہ گراں ہے۔

پسند، دارالنساء سے پوشاک بہتریں اک

نفیس، زردوز چھانٹ لینا۔

وہ زانوائے ایتھنہ پہ دھر کے، پھر آپ منت مزید مانیں

وہاں پہ بارہ چھریری، بے عیب بہیٹریوں کی،......

جنہیں نہ جوتا گیا ہو ہل میں وہ بچھیاں سب

پسیج جائے، وہ رحم کھائے کرم نما ہو،
ہمارے شہر اور سارے اہل و عیال پر مہربان دیوی،
دفان دائیو مدلیس کو وہ کرے مقدس ٹرائے سے...... جو
بلا کا وحشی، کھلا درندہ...... ستیز کاری ہو یا تعاقب۔
پس اس کے تیر تھ پہ جاؤ ماں، یا ترا کرو ایتھنہ کی...... جاؤ
کہ وہ امید سپہگراں ہے!
جھنجھوڑتا ہوں سنے اگر کان دھر کے پارس'
یہیں اسی وقت کاش اس کو زمیں نگل لے،
وجود میں اس کے ہم پہ کیسا المپیوں نے عذاب بھیجا،
کہ اک نحوست وہ نسل پریام اور پریام کے لئے ہے۔
اگر میں اس آدمی کو دیکھوں شب اجل میں غروب ہوتا
مجھے یہ محسوس ہو مری ذات کی اذیت بھی چھوٹ رہی ہے''۔
یہ بات سن کر وہ ہیکٹر کی حرم سرا کو ہوئی روانہ'
وہاں سے پھر مہریوں کو بھیجا، دیا بلاوا
تمام خواتینِ شہر کو جو بزرگ تھیں اور معتبر بھی۔
اتر کے نیچے گئی حلیبی،
زمین دوز اور غالیہ بیز توشہ خانوں میں، جس جگہ تھیں
دھری قرینہ کے ساتھ خفتان کی قبائیں،
کڑھے ہوئے دیدہ زیب زرین پھول بوٹے ہر ایک پر تھے،
سڈونیہ کی مہارتی عورتوں نے کی تھی یہ خوبصورت کشیدہ کاری،
انہیں بھی اسکندرس ہی لایا تھا کر کے اغوا،

جہاز راں جب وہاں گیا تھا، یہی جگہ تھی، جہاں پر اس نے
کیا تھا ہیلن کا گوہرِ آبرو شکستہ۔
چنی حلیمی نے ایک پشواز فاخرہ، زرق برق اعلیٰ
مقیش زربفت بادلے کی، ٹنکے ہوئے جسپہ گوگھرو اور بانکڑی تھے۔
اٹھائے نذرانہ بیش قیمت وہ ایتھنہ کے حضور پہنچیں،
جلو میں لمبی قطار ممتاز عورتوں کی
لئے ہر اکراپولس آئی جو شاہ بیگم
تو زوجہ رتبس، دختر انتر زیارت کی مقتدر کاہنہ تھیانو
بڑھی، کواڑ آستانۂ ایتھنہ کے کھولے۔
اٹھا کر ان عورتوں نے باہیں، دعا تضرع کے ساتھ مانگی،
دھری عقیدت کے ساتھ پشواز تب تھیانو نے
خوب مو ایتھنہ کے زانو پہ، اور بنتِ زیوس سے التماس یوں کی
''شریف زادی، جلیل دیوی، ٹرائے کی بے نظیر مونس!
اٹھ اور دایومدیس کے رائے بانس بلّم کو توڑ دے تو
سکائیہ پھاٹکوں کے نیچے...... اسے ہماری نگاہ کے سامنے پٹخ دے
چڑھائیں گی بارہ بہڑیاں پٹھیاں کہ داغی نہیں ہوئی ہوں'
نیاز قربان گاہ پر ہم ...... ہمارے اس شہر پر کرم کر،
کرم ٹرائے کے سارے مردوں پر، ان کے بچوں پہ، بیویوں پر''
یہ منتیں تھیں، مگر تھیانو کی منتیں بے مرام نکلیں،
نفی میں پلاّس ایتھنہ نے ہلا دیا سر...... کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا''
جب اس طرح آستانہ پر التجا و الحاح ہو رہی تھی۔

پہنچ کے دی ہیکٹر نے اسکندرس کے اس پر شکوہ مسکن کے در پہ دستک'
جو اس نے بنوایا شہر کے ماہرین، مشہور وقت کاریگروں سے
بالا ٹرائے میں خود......
محل تھے پریام و ہیکٹر کے جہاں، وہیں خوابگاہ، دالان، ہال کمرے
یہ اس کے تعمیر، خوبصورت کیے گئے تھے"۔
زیوس کا ہیکٹر دلآرا محل میں داخل ہوا، اٹھائے
گیارہ ہاتھ اک سنان لمبی......ہوا میں کانسی کی نوک تارے بکھیرتی تھی۔
گلے میں زرّین طوق اسی طرح ضوفشاں تھا۔
ہوئی ملاقات بھائی سے خواب گاہ میں، جو
جھلم لگائے، سپر کو تھامے، خمیدہ ٹہنی کی اک کماں پر
گھڑی گھڑی زور کر رہا تھا......
گھڑی گھڑی کھینچتا تھا، رہ رہ کے تانتا تھا۔
قریب بیٹھی ہوئی تھی جھرمٹ میں باندیوں کے
حسین ہیلن اسے یہ سمجھا بجھا رہی تھی
کشیدہ کاری کڑھائی کی موشگافیاں، تار پود کیا ہیں۔
دلائی یوں ہیکٹر نے غیرت......سکندرس کو:
"یہ رنج، بے چین روح خلوت میں کیوں اٹھائے
کہ شہر کے گرد آخری مورچہ پہ اب جنگ آ گئی ہے۔
سپہ گر اونچی فصیل کے پاس اب کھلے عام مر رہے ہیں۔
اٹھا تھا تیرے سبب کبھی جو
خروشِ پیکار صورتِ سیل اندر اب ہو رہا ہے داخل'

تجھے بڑا ناگوار ہوگا، جو تیرے منحوس معرکے سے
کنی کوئی اور شخص کاٹے۔
مگر ہوا ہے یہاں پہ خلوت گزین خود تو،
چل اٹھ کمر باندھ، کودرن میں' ہے وقت اب بھی،
برس رہے ہیں جو دور شعلے لپیٹ میں شہر کو نہ لے لیں،
بھڑک اٹھیں عام، آگ لگ جائے جا بجا، اور یہ بھسم ہو"۔
خدیوسا تابدار اسکندرس جواباً:
"بہت بجا، ہیکٹر بلاوا ہے فرض کا یہ'
بہت ہی بروقت کارروائی کے واسطے تو پکارتا ہے'
کروں مگر آہ، عرض میری اگر سنے تو'
'چھچھور مت ہے مری، نہ حاشا
بدی و برگشتگی مجھے ہے ٹروجیوں سے،
کئی دنوں سے پڑا جو یوں خواب گاہ میں ہوں
مگر یہ مجہول آرزو تھی، مری ہزیمت ہوا نہائی
مزہ ملے بھر کے جی ستم ہائے رنج کا بھی'
مری یہ بانو بھی شستگی سے
لڑائی کی ایک سار ترغیب دے رہی ہے،
یہی تقاضا ہے مجھ سے ہر دم'
زیوس لگتی اگر کہوں میں یہ بات لگتی ہے جی کو میرے۔
شکست اور فتح تو نصیبوں سے ہے، ولے ہو
مقابلہ تو...... ابھی ظفریاب ایک سے گر تو دوسرا تب

ذرا ٹھہر، میں بدن پہ سب دیوتائی ہتھیار لیس کرلوں،
نہیں تو، چل تو، ترے ہی پیچھے لپک کے میں بھی
ابھی ذرا دیر میں تجھے دیکھ آملوں گا"۔
تو مغفر تابدار میں ہیکٹر جواباً خموش ہی تھا
کہ زیر لب اس سے ہیلنِ دلفریب بولی:
"عزیز بھائی، عزیز تر فاحشہ کو، یہ ایک زن کی قابوسیت کا عالم،
مجھے مری ماں نے اس جہانِ خراب میں نوج کیوں جنا تھا،
جنم مجھے ہائے جب دیا تھا،
کوئی بگولہ اڑا کر اے کاش میرے پرزے
بکھیر دیتا اُجاڑ ویراں پہاڑیوں پر،
نہیں تو غرقاب موج پر شور بحرِ طغیاں زدہ میں کرتی،
مجھے کہیں پہلے...... یہ نحوست کے دن مرے دیکھنے میں آتے۔
کریں یہ تسلیم اگر کہ یہ ہولناک سال ان خداؤں کے طے کیے ہوئے تھے
مری تمنا ہے، میرا دلدار کوئی مردِ سلیم ہوتا،
وہ صاحبِ دل ندیم ہوتا۔
کہ بھانپ لیتا کسی کے دل کی لگی، کسی کے دروں جنوں خیز کیفیت کو۔
مگر شقی و قسی یہ حضرت، سدا رہے گا اسی طرح کا،
نصیب اس کا وہی ہے یہ جس کا مستحق ہے۔
عزیز بھائی یہ سچ ہے، اس پہ کرم رے ساتھ استراحت
تیرے لئے باعثِ مصیبت، بہت ہوئے ہیں'
یہ بیسوا پن مرا، وہ دیوانگی جو اس سے ہوئی ہے سرزد،

نصیب ہے یہ مرا، زبونی زیوس سے اس لئے ملی ہے،
کہ گیت سنگیت میں امر ہوں، ...... کہ لوگ آئندہ آنے والے
غنائیہ نظم میں ہمیں جاودان کردیں"۔
تو مغفرتابدار میں ہیکٹر نے جنبش
نفی میں دی سر کو...... اور کہا یوں:
"نہیں مجھے ہیلن استراحت کی بات مت کر،
بس اس قدر التفات مت کر'
مجھے خبر، تو مری ہے گرویدہ، بسکہ ہوں میں بھی دل دریدہ،
یہ سیج، راحت کی شہ نشیں دور سے تکوں گا،
یہاں پر آرام کے لئے رک نہیں سکوں گا
نہیں یہ وقت کا تقاضا...... لڑائی پر دل ابھارتا ہے،
محاذ سے فرض عین مجھ کو پکارتا ہے
ٹروجیوں کی بندھے گی ڈھارس، جب ان کا سالار پاس ہوگا،
انہیں مری غیر حاضری سے عجب طرح کا ہراس ہوگا
ضرور تو اہمیت سمجھتی ہے مسئلے کی،
سکندرس کو بھی کاش محسوس ہو نزاکت معاملے کی۔
تیار ہو یہ، اسے ہے درکار وقت چندے،
ذرا ادھر گھر میں دیکھ لوں میں بھی کام دھندے،
کروں کچھ اپنوں کا حال دریافت، ان کی معلوم عافیت ہو،
وہاں پہ ہر طرح خیریت ہو......
چہیتی بیوی وہ میری معصوم پیارا پیارا

کسے خبر ہے ملے یہ مہلت بھی، دیکھ پاؤں انہیں دوبارا۔
کسے خبر کس اخائی کا وار کار گر ہو، نصیب پھر دیکھنا نہ گھر ہو،
کسے خبر ہے کسی لڑائی میں کام آؤں......
مہیب دیو اجل کے میں زیر دام آؤں،
ہر ایک فانی ہے لیکھ تقدیر کی اٹل ہے...... کہ آج ہے جو...... نہیں وہ کل ہے!''
مڑا وہ تیزی کے ساتھ، اپنے مکاں پر آیا۔
چہیتی بیوی، کماری اندر مکھی وہاں گھر نہیں ملی...... وہ
گئی تھی دایہ کے ساتھ بچہ لئے الی یون برج پر، اب کھڑی جہاں سے
بچشم نمناک گھورتی تھی خلا...... فسردہ!
ٹھٹھک کے دہلیز پہ یہ پوچھا پھر ایک مہری سے ہیکٹر نے
اری بتا، تو، کماری اندر مکھی یہ کس کی طرف گئی ہیں،
گئیں مری بھابیوں کو ملنے، کہ میری بہنوں کے ہاں، کہ وہ بھی
وہیں ہیں مندر پہ ایتھنہ کے۔ جہاں ٹرائے کی عورتیں سب
طواف کے واسطے روانہ ہوئی ہیں دیوی کو رام کرتے
بچاؤ کا اہتمام کرتے''۔
لگی ہوئی اپنے کام دھندے میں ایک مہری اسے جوابا:
''بتاؤں صاحب یہ صاف، خانم
نہ آپ کی بھابیوں سے ملنے گئیں، نہ بہنوں کے ہاں، نیت سے
نہ وہ شوالہ کی، گھر سے نکلیں،
جہاں پہ منت سماجت اپنی بزرگ خواتین کر رہی ہیں۔
یہاں سے چوکور برج الی یون کی طرف رخ کیا انہوں نے

یہ بات سن کر، ہمارے شہری
لڑائی میں مات اٹھائی نیزوں سے کھا رہے ہیں۔
فصیل کی سمت وہ پریشان جا رہی تھیں؛
اٹھائے بچہ کو گود میں، ساتھ ساتھ انا"۔
پلٹ گیا ہیکٹر یہ سن کر مکان سے ہولیا اسی پر
ابھی وہ جس راستہ سے آیا تھا یاں گزر کر۔
یہاں پہ گلیاں، وہاں پہ دیوار بند کوچے،
لگا کے سارے نگر کا چکر سکائیہ پھاٹکوں پر آیا،
جہاں سے پھر جلد ہی نکل کر وہ سوئے جنگاہ چل پڑے گا
نظر پڑا وہ تو گرمجوشی کے ساتھ آگے
ہوئی خراماں خلیق خانم...... کماری اندرمکھی ...... یہ بنتِ امیر ایتاں،
تھا صوبہ دار اس کا باپ تھیبی میں، کوہ پلکاس
کی بنوں سے اٹی ترائی کا، زیرِ پلکاس...... حکمراں وہ کلیکیوں کا،
مگر تھا اندرمکھی کا سب کچھ یہ ہیکٹر اب، مسلّح جست سر سے پا تک،
اسی کو بڑھ کر ملی وہاں وہ،
اٹھائے بچہ کو گود میں ساتھ ساتھ انا......
ابھی تو ننھا گلاب وہ، ایک ہکٹر اوی،
جہان راحت، وہ باپ اور ماں کی آنکھ کا دلکشا ستارا؛
پدر نے تو نام اسے سکامندرس دیا تھا
اسے پکاریں گے دوسرے لوگ استناکس،......
دیار پایاں کا میر...... یعنی؛

دیار، جس کا دفاع اب کر رہا تھا یہ ہیکٹر اکیلا'
دلِ پدر خوش ہوا، کھلی لب پہ مسکراہٹ
نگاہ جیسے رُخِ پسر پر اٹک گئی تھی
فراخ سینہ کے ساتھ اندر مکھی لگی، اور ایک آنسو
امڈ جو بے اختیار آیا تھا...... پونچھ ڈالا۔
دبائے ہاتھوں میں ہاتھ پھر اک ادائے نسوانیت سے بولی:
"ارے مرے جیوٹ اب ترے سرفروش جرأت
دکھائی دیتا ہے ختم کر کے تجھے رہے گی۔
خیال کر لاڈلے کا، اپنے جگر کا ٹکڑا،
مری زبونی و واژگونی کا دھیان کر تو،
یہ تیرا سایہ جو میرے سر سے اٹھا (مرے منہ میں خاک) لیکن
کریں گے تجھ پر اخائی دیوانہ وار حملہ
مجھے ہے خطرہ، وہ دم تجھے ختم کر کے لیں گے۔
نہ گر رہے تو، مرے خداوند میرے سرتاج، اس سے پہلے
بھلا ہے، میں سر دخاک کا اوڑھ لوں لبادہ،
ترے بنا چین ہے نہ راحت ہمیں...... ہمیں بھی
تجھے اگر گھیر لے گی تقدیر...... گھیر لے گی،
یہاں' ہمارے لئے جہاں میں فقط شکستہ دلی رہے گی۔
نہ ماں ہے زندہ، پدر بھی میرا گزر چکا ہے،
کہ وہ اخیلس کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تھا
محاصرہ ڈال کر جب اس نے

کیا تھا پامال رستا بستا ہمارا مشہور شہر تھیبی،
کلیکیوں کا حصار ملبہ بنا دیا تھا۔
وہیں مرے باپ کو بھی مارا، اگرچہ مثلہ نہیں بنایا۔
بدن، یراق اور ساز ہتھیار، عمدگی سے گھڑے ہوئے...... سب
جلا دیئے، پھر بنائی اس راکھ پر سمادھی۔
اگائے ناغوں کے پیڑ پھر اردگرد اس کے
پہاڑ کی اپسراؤں نے...... اپسرائیں اس کی
فلک پہ جو رعد و ابر بردار دیوتا ہے۔
ہمارے گھر میں تھے سات بھائی،
اجل کے تیرہ کدے میں ساتوں کے سات داخل
کئے گئے بد نصیب اسی دن،
اس دوندۂ تند اخیلس نے، ہارے رن میں،
انہیں بھی ایک ایک کر کے مارا...... ہر اک بچارا
نہائے اپنے لہو میں بیچ اپنی نقرئی بھیڑ بکریوں کے مرا پڑا تھا۔
بنائے بیگم پلاکس، اس میری ماں کو وہ یرغمال...... لوٹا
لدا پھندا اور بھی غنائم سے پھر وطن کو۔
رہا کیا ماں کو لے کر اس نے کثیر فدیہ،
مگر چڑی مار ارطمس نے پھر اپنے آبائی گھر میں آخر
کہوں یہ افسوس سے، مری ماں کو مار ڈالا۔
نہ اب مرا باپ ہے، نہ ماں ہے، کوئی بھائی،
مرے بھی کچھ تمہیں ہو اب ہیکٹر تمہیں ہو،

فقط تمہیں ہو، تمہیں مجھے پیار کرنے والے۔
یہی ہے میری بہار، اس کو خزاں کرو کیوں؟
کرم کرو، رحم کھاؤ مجھ پر، رکو یہیں برج پر، نہ جاؤ
مری طرف دیکھ لو، جدائی کا سخت گھاؤ نہیں لگاؤ،
اس اپنے بچے کو بے سہارا نہیں بناؤ'
مجھے نہ بیوہ کرو...... تمہارے دلیر دستے
درختِ انجیر کے قریب اس طرف اگر مورچہ لگائیں'
دفاع کے واسطے قطاریں وہاں بنائیں'
تو روک لیں گے تمام رستے،
کہ شہر اس رخ کھلا ہوا ہے، نشیب بھی ہے،
غنیم ادھر سے ہجوم کر کے
فصیل پر شہر کی چڑھائی کرے گا یکدم،
وہیں پہ ان کے چُنے ہوئے آدمی، کم از کم
چڑھائی سہ بار کر چکے ہیں کماں میں نامی بہادروں کی۔
وہیں ہیں دونوں ایاس مشہور، ایطریدی ادومنی اس'
ضرور دایومدیس بھی تھا۔
ہوا ہے القا انہیں کیا ہے کسی نے یا آج استخارہ،
کہ دی گواہی انہیں کے دل نے، ادھر سے یورش کریں دوبارہ"۔
تو مغفرِ تابدار میں ہیکٹر جواباً
"امور یہ میرے ذہن پر بھی اسی طرح ہیں محیط بانو
مجھے ہے یہ باعثِ ملامت یقین جانو'

ہدف ٹرائے کی عورتیں مرد طعن تشنیع کا بنائیں
گریز پائے ستیز، مردک مجھے بلائیں،
مری طبیعت کو یہ گوارا کبھی نہ ہو گا......
شجاعت آموز گار مجھ کو سدا رہی، سورما بنوں میں
کروں لڑائی میں پیش قدمی، رکھوں سپاہی کی آن قائم،
کشاکش و کشمکش کروں اس طرح ہمیشہ
مری، نہ میرے پدر کی عزت پہ حرف آئے۔
مجھے سکھایا گیا ہے میں برقرار رکھوں وقار کیسے،
وقار...... اگرچہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے، اک دن
ضرور ہو گا طلوع جب یہ قدیم الی یون زیر ہو گا،
ضرور پریام اور پریام کی رعایا تباہ ہوں گے،
مقدر اپنے سیاہ ہوں گے۔
مگر مجھے درد خیز، تشویشناک سب اس قدر نہیں ہے۔
ٹروجیوں پر شدید ٹوٹے گی جو قیامت
جو آنے والی ہے سخت شامت
ابھی ہکابی کی اور پریام کی، مرے شیر زور غیور بھائیوں کی
ہمارے دشمن کے ہاتھ سے جو ملیں گے مٹی میں جان دادہ......
مجھے قلق جس قدر ترا ہے...... قلق زیادہ......
کوئی مسلّح اخائی تجھ، اسیر گریاں بنا کے تیری
حیات وارستہ چھین لے گا۔
نہیں تو ارگوس میں، بٹھائیں گے دور، تجھ کو

وہ راچھ پرار دیگنی کی......
مسیس یا بھر مری کے پنگھٹ سے ایک پنہار غم کی ماری
ہماری رانی یہ، روز ڈھویا کرے گی پانی۔
نہ صرف پانی بھرائیں گیا اور بھی مشقت کرائیں گے وہ۔
نہیں تو جولانِ آہنیں میں جکڑ رکھیں گے،
تری جوانی جمال کا لطف آنکھ ہی سے نہیں چکھیں گے......
تجھے کوئی شخص دیکھ کر آب دیدہ تشنیع یوں کرے گا'
وہ سوقیانہ کئی کئی نام بھی دھرے گا
کہے گا، دیکھو یہ استری جی، ہے گھڑ چڑھے ہیکٹر کی بیوی،
وہی وہی ہیکٹر کہ بڑھ کر لڑا تھا سب سے
ٹرائے کے گھڑ چڑھوں میں جب وہ نبرد پیا ٹرائے میں تھے''۔
یہ بات سن کر ملال سے یاد تم کرو گی'
بچشم نم سرد آہ تکلیف دہ بھرو گی'
اس آدمی کے لئے' رہا جو تمہیں کراتا'......نہیں' اسیری سے دور رکھتا'
کرو گی تم یاد ہائے مجھ کو!
مجھے اجل اپنی تیرہ دہلیز پار کر دے
وہ اس سے پہلے مجھے چھپالے
کہ تیری فریادِ نارسا ہو بلند' مجھ تک تیری اسیری کا آئے چرچا''
کہا یہ' پھر ہیکٹر نے بازو بڑھائے' لے کر
وہ اپنے ننھے کو' خوب جی بھر کے پیار کر لے۔
دبک کے لیکن بغل میں آیا کی بلبلانے لگا' کہ بچہ

پدر کے بھاری یدھی منڈا ہے سے ڈر گیا تھا......
وہ جگمگا جت اسپہ طرّہ میں کلغی گھڑیال کا لرزتا
ہلا جو سر، جیتی جاگتی چیز لگ رہا تھا۔
یہ دیکھ کر باپ ہنس پڑا، اور ماں بھی بے اختیار ہنس دی۔
سڈول سر سے وہ خود تاباں اتار اس نے
دھرا زمیں پر، ضیا فشاں، پھینکتا شرارے
پھر اپنے بچے کو اس نے چوما، دیئے اسے گود میں جھکولے
وہ لاڈ چاؤ سے خوب پرچا چکا اسے تو
دعا یہ کی: "اے زیوس، سارے امر خداؤ،
مرا یہ لخت جگر، یہ بیٹا، ٹروجیوں کا
مری ہی مانند شاہزادہ بنے، الی لیون کا قوی حکمران نکلے۔
دلاور ایسا یہ کہہ اٹھیں لوگ باپ سے بھی نکل گیا ہے۔
پلٹ کے وہ کارزار سے آئے گھر، تو دیکھیں
کسی جری شہسوار دشمن کا خون آغشتہ اسلحہ اس سڈول کاندھے پہ سج رہا ہو،
بلند ہو جائے فخر سے ماں کا سر خوشی میں"۔
دعا یہ جب مانگ لی تو واپس
تھمایا بچے کو پیاری بیوی کی گود میں پھر،
جسے لگایا مہکتے سینے کے ساتھ اس نے
بڑی ہی ممتا سے پیار ہنس کر اسے کیا...... گو
بھر آئے تھے آنکھ میں بھی آنسو۔
بہت ہی تب ہیکٹر کو آیا خیال اس کیفیت پر اس کی۔

دلاسہ دیتے ہوئے یہ بولا: ''نہ مضطرب ہو
نہ روح کو اس طرح زیادہ نڈھال کر تو'
نہیں' نہ میرے خیال سے دل گرفتہ و دل فگار یوں ہو۔
تجھے ہے معلوم سب مقدر کا کھیل ہے یہ
مرے مقدر میں گر نہیں ہو'
اندھیر پاتال میں کسے مقدرت ہے' کوئی مجھے اتارے۔
کوئی بھی انسان خواہ بزدل ہو یا بہادر'
نہ کر سکے میرا بال بینکا...... کسی کو لیکن نہیں ہے یارا
اگر مقدر ہی گھیر لے گا، تو رستگاری نہیں ہے ممکن،
نہیں ہے پھر کوئی اور چارا!
سدھار گھر کو، سنبھال جا راچھ اور تکلے کی دستکاری،
کنیزکوں باندیوں کے بھی کام کاج کی دیکھ بھال کر، جا۔
رہا لڑائی کا مسئلہ، سو یہ شغل مردوں کے واسطے ہے،
جنم جنہوں نے لیا الی یون میں، یہ سب ان پر فرض ہے اب'
ہر ایک سے پیشتر مرا بیشتر فریضہ......''
جھکا وہ پھر اپنا مغفر طرّہ دار اٹھانے،
ہٹی، ذرا سر کو پھیر کر ایک سمت بیوی،
اسی پہ آنکھیں ٹکی ہوئیں، ڈبڈبا رہی تھیں۔
ہوئی روانہ وہ گھر کی جانب، وہ گھر کہ اس ہیکٹر کا گھر تھا۔
وہاں پہ شیون بپا تھا، سب بین کر رہی تھیں۔
ہر ایک ماتم کناں اس پہ...... ابھی اگرچہ وہ جی رہا تھا۔

ہر ایک کو دھکد ھکی سی لیکن لگی ہوئی تھی'
گیا ہے پھر کارزار سے وہ کبھی شاید پلٹ کر آئے
اخائیوں کے غضب سے مشکل ہے جاں بچائے۔
رکا نہ پارس بھی کچھ زیادہ
لپک لیا زیب تن کیا جب لڑائی کا اسلحہ فروزاں،
ٹرائے کے شہر میں سے گزرا، ثبات پا، ڈگ بڑے اٹھاتا،
کرو تصور، پلا ہوا خوب گھاس دانہ پہ ایک گھوڑا
بھڑک اٹھے، اصطبل میں پر شور ہنہنائے،
ٹرائے کھونٹے سے وہ اگاڑی بھی، اور پچھاڑی بھی......اور گزرے
تمام کھلیان کھیتوں سے نکل کے سرپٹ
لگائے ڈبکی ندی میں جا کر، جو اس کا معمول روزمرّہ،
رہائی پر اینڈتا، سر و سینہ تانتا ہو،
ایال گردن پہ اڑ رہے ہوں،
سڈول گھٹنوں کے جوڑ پھرتی دکھا رہے ہوں
کچھ ایسے گھڑ باز اسے چراگاہ میں سدھانے کو پھیرتا ہو'
وہ نعل در آتش......اس طرح کا تمام نقشہ کھنچا، دو دیدہ
جب آیا پریام کا پسر پارس اس جگہ پر۔
پرامگس کے رفیع چھجے سے تیر اعظم اوپر ابھرے
تو آتش افروز ہو نظارہ......وہ اس کے ہتھیار آگ سے یوں
دمک رہے تھے
لگا رہا تھا وہ قہقہے، تیز چل رہا تھا

پھر آملا بھائی سے، اسے بھی روانگی میں
ہوئی تھی تاخیر، گفتگو کچھ طویل بانو کے ساتھ کی تھی۔
سکندرس نے سخن میں یوں کی پہل: "رفیق عزیز، میں نے
رکھا نہیں منتظر زیادہ...... مرے سبب دیر کم ہوئی ہے،
کہا تھا جیسے لپک کے ٹھیک آ گیا ہوں میں، لے"
یہ مغفرِ آبدار میں ہیکٹر جوابا: "عجیب بھائی
کوئی بھی منصف مزاج انساں، تری لڑائی کے پیچ داوٗ
نہ جانچ پائے درست...... بازو ترا اقوی ہے
یقین ہے تو بڑا اجری ہے۔
مگر یہ افتادِ طبع کی ہے ستم ظریفی،
سپر بڑی جلد ڈال دے تو زمین پر، عزم خاک کر دے،
مجھے دلی کوفت کس قدر ہو سنوں جب اپنے ہی کچھ سپاہی
ترے سبب جو لڑائی کی اس سعیر بھٹی میں جل رہے ہوں،
کریں حقارت سے ذکر تیرا
چل آ، تلافی کریں کسی دن، دھکیل ڈالیں
ٹرائے سے دور حملہ آور اخائیوں کو......

زیوس حامی، زیوس ناصر، زیوس اپنا حلیف ہر دم،
فلک کے دائم جواں امر دیوتاؤں کے روبرو دھریں ہم
نجات و شکرانہ کے لئے، بادہ ہائے رنگین کے پیالے،
انہی کی ہے دین یہ، انہیں زندگی حوالے۔

......تمت......

ہم زندگی کی جنگ میں ہارے ضرور ہیں
لیکن کسی محاذ سے پسپا نہیں ہوئے